سیرت خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خواتین مبارکہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’پھر خدائے کریم نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتینِ مبارکہ سے جن میں سے تُو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذرّیت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا...‘‘(تذکرہ صفحہ 111)

چوک یادگار حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا بمقام ربوہ پاکستان

منارۃ المسیح
قادیان

خدیجہ شمارہ نمبر 1۔ 2013ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوانح نویسی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصنیف ”کتاب البریہ“ میں فرماتے ہیں :

”سوانح نویسی سے اصل مطلب تو یہ ہے کہ تا اس زمانے کے لوگ یا آنے والی نسلیں ان لوگوں کے واقعات زندگی پر غور کر کے کچھ نمونہ ان کے اخلاق یا ہمت یا زہد و تقویٰ یا علم و معرفت یا تائید دین یا ہمدردی نوع انسان یا کسی اور قسم کی قابل تعریف ترقی کا اپنے لئے حاصل کریں...اور ظاہر ہے کہ ایسے امور کیلئے کسی قدر مفصل واقعات کے جاننے کی ہر ایک کو ضرورت ہوتی ہے۔اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک نامور انسان کے واقعات پڑھنے کے وقت نہایت شوق سے اس شخص کے سوانح کو پڑھنا شروع کرتا ہے اور دل میں جوش رکھتا ہے کہ اس کے کامل حالات پر اطلاع پا کر اس سے کچھ فائدہ اٹھائے۔تب اگر ایسا اتفاق ہو کہ سوانح نویس نے نہایت اجمال پر کفایت کی ہو اور لائف کے نقشہ کو صفائی سے نہ دکھلایا ہو تو یہ شخص نہایت ملول خاطر اور منقبض ہو جاتا ہے۔اور بسا اوقات اپنے دل میں ایسے سوانح نویس پر اعتراض بھی کرتا ہے اور در حقیقت وہ اس اعتراض کا حق بھی رکھتا ہے کیونکہ اس وقت نہایت اشتیاق کی وجہ سے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے کہ جیسے ایک بھوکے کے آگے خوان نعمت رکھا جائے اور معاً ایک لقمہ کے اٹھانے کے ساتھ ہی اس خوان کو اٹھالیا جائے۔اس لئے ...جو سوانح نویسی کیلئے قلم اٹھاویں کہ اپنی کتاب کو مفید عام اور ہر دلعزیز اور مقبول انام بنانے کیلئے نامور انسانوں کے سوانح کو صبر اور فراخ حوصلگی کے ساتھ اس قدر بسط سے لکھیں اور ان کی لائف کو ایسے طور سے مکمل کر کے دکھلاویں کہ اس کا پڑھنا ان کی ملاقات کا قائم مقام ہو جائے۔تا اگر ایسی خوش بیانی سے کسی کا وقت خوش ہو تو اس سوانح نویس کی دنیا اور آخرت کی بہبودی کیلئے دعا بھی کرے“۔

(از کتاب البریہ (حاشیہ) صفحہ 159 تا 162 روحانی خزائن جلد 13۔ Reprinted in 2009)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدیجہ

شمارہ نمبر1-2013ء "سیرت خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خواتین مبارکہ" لجنہ اماء اللہ جرمنی

پبلشر:۔ خان پریس کولن

فہرست مضامین

نمبر شمار — صفحہ نمبر

13-10-12

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰی عَبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنّاصر

پیاری ممبرات لجنہ وناصرات جرمنی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ رسالہ ''خدیجہ'' کو'' خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اور خواتین مبارکہ'' کے عنوان سے ایک خصوصی شمارہ شائع کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت بہت بابرکت فرمائے۔ مجلّہ کی تیاری میں خدمت کی توفیق پانے والیوں کی خدمات قبول فرمائے اور سب پڑھنے والیوں پر اس کے نیک اثرات مترتب فرمائے۔ آمین

مکرمہ صدر صاحبہ لجنہ نے اس کے لئے مجھے پیغام بھجوانے کی درخواست کی ہے اور میرا پیغام یہ ہے کہ رسالہ ''خدیجہ'' کے اس شمارہ کے ذریعہ آپ کو خواتین مبارکہ کے بارہ میں جو مفید مضامین ملیں گے۔ انہیں شوق سے پڑھیں اور بغور ان کا مطالعہ کریں اور پھر ان کی سیرتِ طیبہ کو سامنے رکھتے ہوئے زندگیاں بسر کرنے کی کوشش کریں اور اپنی اولاد کو بھی ان کی اچھی باتوں کی نصیحت کرتی چلی جائیں تا کہ وہ نیک تربیت پاکر جماعت کے لئے مفید وجود ثابت ہوں۔ آمین

یہ ایک بہت پیارا اور بابرکت موضوع ہے۔ ان مبارک اور روحانی ہستیوں میں سے ایک ایک کا تذکرہ سبق آموز اور نہایت ایمان افروز ہے۔ سب سے پہلے حضرت اماں جان ؓ اور پھر آپ کی مبشر اولاد میں سے حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ ؓ اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ ؓ کا تو بہر حال ایک منفرد مقام ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلفاء کرام کی ازواج مطہرات اور ان کی بیٹیوں کی زندگیاں بھی ہماری جماعت کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جسمانی تعلق کی وجہ سے اپنے مقام و مرتبہ کو خوب پہچانا اور نیکی و تقویٰ، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا نہایت عمدہ عملی نمونہ پیش کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی پر پختہ ایمان، حضور علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے ساتھ عقیدت و محبت، عبادات کا قیام، تلاوت قرآن کریم، انفاق فی سبیل اللہ، ہمدردی خلق، تربیتِ اولاد اور دینی شعائر مثلاً پردہ کی پابندی وغیرہ ایسے بنیادی اوصاف ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ان سب خواتین مبارکہ کو آراستہ فرمایا تھا۔ ان پاکیزہ وجودوں میں یہ وصف بھی بہت نمایاں تھا کہ انہوں نے اپنے اوقات، اپنی مصروفیات اور اپنی خواہشات وغیرہ سب کچھ کو خدا تعالیٰ اور اس کے خلفاء اور ان کے قائم

کردہ نظام کے حکموں اور ان کی رضا کے تابع کر دیا ہوا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کے ساتھ غیر معمولی ادب و احترام کا تعلق تھا۔ ان کی طرف سے جاری کردہ ہر تحریک پر انہوں نے ہمیشہ مثالی نمونہ پیش فرمایا۔ مساجد کی تعمیر ہو یا الفضل کا اجراء، کوئی بھی مالی قربانی کی تحریک ہو وہ ہر موقعہ پر اموال اور زیورات وغیرہ کی قربانی کرتے ہوئے پیش پیش دکھائی دیتی ہیں۔ صبر و رضا کا بھی انہوں نے نہایت عمدہ نمونہ دکھایا۔ ہجرت پاکستان ہوئی تو اتر کے ساتھ جماعت پر آنے والے ابتلاؤں کے ماہ و سال، عسر و یسر کے ہر لحہ میں بڑی قناعت شعاری، صبر و رضا اور نہایت وفاداری کے ساتھ انہوں نے باوقار زندگی بسر کی۔ لجنہ کی تنظیم قائم ہوئی تو اس میں بھی ہمیشہ خواتین مبارکہ نے نہ صرف خود صفِ اول میں رہ کر دینی خدمت کی توفیق پائی بلکہ تنظیم کی بنیادیں مضبوط کرنے کے لئے اپنے ساتھ کارکنات کی ٹیمیں تیار کیں۔ اپنی اولادوں کی نہایت عمدہ دینی تربیت کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے وابستگی کی بدولت یہ لازمی امر تھا کہ ہر خاص و عام کا اس طرف رجوع ہوتا۔ اس پہلو سے بھی مہمان نوازی اور خوش خلقی کی دلچسپ اور حسین داستانیں رقم فرمائیں۔ ضمناً یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مشکل اور تنگی کے حالات بھی آئے تو باوجودیکہ کشائش اور خاندانی جاہ و حشمت بھی تھی، خدا تعالیٰ نے سب کچھ عطا فرمایا ہوا تھا، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے متعلق تو الہاماً بھی بتایا گیا تھا کہ تُنَشَّأُ فِی الْحِلْیَۃِ۔ لیکن پھر بھی مہمان نوازی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیاری جماعت سے ان کا غیر معمولی محبت اور شفقت کا سلوک ہی جاری رہا۔ حقیقی رنگ میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی یہ تمام مبارک ہستیاں، بجا طور پر حضرت مسیح موعودؑ کے اس شعر کا مصداق تھیں

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

جماعت کی جن خواتین نے ان مبارک ہستیوں کے ساتھ دینی خدمت کی توفیق پائی یا گھریلو خادمات کے طور پر قرب پایا سبھی ان کے حسنِ سلوک کی مداح ہیں اور ان کے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی اور اعلیٰ اخلاق کی گواہی دیتی ہیں اور زیادہ تر ایسی ہی عورتوں کی روایات سے ان خواتین مبارکہ کے حالاتِ زندگی کا پتہ چلتا ہے۔ بہر حال رسالہ ''خدیجہ'' کی یہ کوشش بہت مفید معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے ان بزرگ ہستیوں کے حالات زندگی کا مطالعہ کریں۔ اپنی بچیوں کو اس سے آگاہ کریں اور یاد رکھیں کہ وہی قومیں ترقی کرتی ہیں جو اپنے اسلاف کی پاکیزہ روایات کو قائم رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنی زندگیوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اظہار تشکر

ہے شکر ربّ عزّ وجل خارج از بیاں

الحمدللہ لجنہ اماء اللہ جرمنی کو "سیرت خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خواتین مبارکہ" کے موضوع پر رسالہ خدیجہ کا خاص نمبر شائع کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ ہمارے دل اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر سے لبریز ہیں۔ ہم اپنے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے انتہائی مشکور ہیں کہ حضور انور نے ہماری قدم قدم پر راہنمائی فرمائی۔ حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قیمتی وقت میں سے ہمیں وقت عنایت فرمایا۔ بعض مضامین خود ملاحظہ فرمائے اور ان مضامین کی تصحیح فرمائی، اس بارہ میں ہدایات دیں اور ہمیں اس رسالہ کے لئے انتہائی قیمتی وخصوصی پیغام بھجوایا۔

خدا کے فضل اور پیارے آقا کی دعاؤں اور رہنمائی سے ہم اس رسالہ کو مکمل کر سکے ہیں۔ جس عرصہ میں ہم نے یہ رسالہ مکمل کیا ہے بعض اوقات جب کام کی زیادتی ہوتی، بار بار ہمارے مضامین کی غلطیاں سامنے آتیں تو ہمیں یوں محسوس ہوتا کہ ہم نے اپنی طاقت سے بڑھ کر کام شروع کر دیا ہے، تب حضور اقدس کا اس رسالہ کے سلسلہ میں خط آجاتا اور ہمیں کام کے لئے خدا تعالیٰ کے فضل سے نئی توانائی مل جاتی اور ہم اس کام کو پہلے سے زیادہ تیزی سے کرنا شروع کر دیتے۔ اس رسالے کے لئے حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی پیغام ہمیں عیدالاضحیٰ کے دن ملا۔ ہماری تو خوشی دوگنی ہوگئی، اس پیغام نے تو جیسے ہمارے اندر ایک نئی روح پھونک دی اور کام تیز تر ہوگیا۔ الحمدللہ

اس شمارے کو تیار کرنے کے لئے اردو مدیرہ خدیجہ رسالہ محترمہ آصفہ احمد صاحبہ نے محنت سے مضامین تیار کروانے شروع کئے لیکن کچھ عرصہ بعد ان کو کسی وجہ سے رخصت لینی پڑی۔ تب محترمہ سیدہ منورہ سلطانہ صاحبہ نے بہت محنت اور حکمت عملی سے کام کیا۔ بعد میں محترمہ آصفہ احمد صاحبہ نے ہمارے ساتھ دوبارہ محنت سے کام کروایا۔ محترمہ سیدہ منورہ سلطانہ صاحبہ نے پاکستان اور بعض دوسرے ممالک مثلاً انگلینڈ، امریکہ، کینیڈا، بھارت، آسٹریلیا، ناروے اور نیروبی وغیرہ سے مضامین منگوائے۔

ہم حضرت آپا طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ حرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، محترمہ امتہ الکافی صاحبہ، محترمہ امتہ الناصر نصرت صاحبہ، صاحبزادی شوکت جہاں صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ، مکرم محترم کمال یوسف صاحب مربی سلسلہ اور ان تمام خواتین وحضرات کے مشکور ہیں جنھوں نے ہماری درخواست پر ہمیں خوبصورت مضامین بھجوائے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

جتنا عرصہ یہ رسالہ تیار کرنے میں لگا اس میں سیدہ منورہ سلطانہ صاحبہ اور انکی ٹیم کی ممبرات نہایت محنت اور مستقل مزاجی سے کام کرتی رہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس شمارے کا کام مشکل ہونے کے باوجود انتہائی دلچسپ اور خوبصورت تھا۔

اس سلسلہ میں بعض احباب وخواتین نے ہم سے خصوصی تعاون کیا۔جن میں حضرت صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان محترم سید عبدالحی صاحب مرحوم ناظر اشاعت پاکستان ،مکرم محترم عمیر علیم صاحب انچارج مخزن تصاویر،محترم مولانا نصیر احمد قمر صاحب ایڈیٹر الفضل انٹرنیشنل ،مربیان کرام سلسلہ عالیہ احمدیہ مکرم محمد اشرف ضیاء صاحب اور مکرم محترم طاہر احمد صاحب ،مکرم شاہد حمید عباسی صاحب انچارج احمدیہ لائبریری بیت السبوح فرینکفرٹ اوران کی بیگم محترمہ عذرا عباسی صاحبہ،قادیان سے محترمہ امتہ الشافی صاحبہ، جرمنی سے محترمہ آصفہ کلیم صاحبہ،مکرمہ اختر درانی صاحبہ،مکرمہ حفصہ انوری صاحبہ،مکرمہ نرگس ظفر صاحبہ،محترمہ امتہ القیوم ناصرہ صاحبہ،محترمہ صابرہ احمد صاحبہ،محترمہ درثمین احمد صاحبہ اور مکرمہ صبیحہ محمود صاحبہ شامل ہیں۔خدا تعالیٰ ان کو بہترین جزادے۔آمین

جرمنی کے مختلف حلقہ جات سے بھی لجنہ ممبرات نے بہت شوق اور محبت سے خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور خواتین مبارکہ کے بارہ میں ہمیں مضامین بھجوائے۔جزاکم اللہ احسن الجزاء

خدیجہ رسالہ کی اردو ٹیم خاص طور پر دعا کی مستحق ہے،سب نے بہت محنت اور جانفشانی سے ان مضامین کی ٹائپنگ، پروف ریڈنگ،حوالہ جات کی تصحیح اور مضامین کی سیٹنگ وغیرہ کی۔اس کے علاوہ مطلوبہ حوالہ جات ڈھونڈنے میں ماشاء اللہ بہت محنت کرتی رہیں۔اس رسالہ کی تیاری میں نیشنل سیکرٹری اشاعت لجنہ اماء اللہ ڈاکٹر امتہ الرقیب ناصرہ صاحبہ نے انتہائی محنت، ہمت اور مستقل مزاجی سے کام کیا۔سیدہ منورہ سلطانہ صاحبہ نے بتایا اگر ہم کسی معاملے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے تو محترمہ سیکرٹری صاحبہ خوش دلی سے ہمارے ساتھ متفق ہوتیں۔خاکسار قارئین سے ان کے لئے بھی دعا کی درخواست کرنا چاہتی ہے۔

اس شمارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام،آپؑ کے خلفاء کرام اور بعض خواتین مبارکہ کی سیرت کے مضامین کچھ لمبے ہیں،لیکن سچ تو یہ ہے کہ کسی قدر لمبے مضامین کے باوجود ان ہستیوں کے اخلاق فاضلہ کی صرف معمولی جھلکیاں ہی ہم دکھا سکے ہیں۔

سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے

اس رسالہ کیلئے مکرم محترم حیدر علی ظفر صاحب مبلغ انچارج جماعت احمدیہ جرمنی نے ہمارے ساتھ میٹنگ کر کے اور ہمیں اپنا قیمتی وقت دے کر تفصیل سے بعض ہدایات دیں،آپ نے بعض مضامین کو کئی بار باریک بینی اور محنت سے چیک کیا اور ہمیں قیمتی ہدایات سے نوازا۔اسی طرح مکرم وسیم احمد صاحب حلقہ روڈل ہائم فرینکفرٹ نے بھی مکرم امام صاحب کے ساتھ مضامین کو چیک کیا اور ان کے معیار کو بہتر کرنے کے لئے ہماری راہنمائی فرمائی۔مکرم محترم مبارک احمد تنویر صاحب انچارج شعبہ تصنیف نے بھی بعض مضامین کو چیک کیا اور اس رسالہ کے سلسلہ میں پیدا ہونے والے بعض سوالات کے جواب دیئے اور اہم ہدایات دیں۔اللہ تعالیٰ مکرم ومحترم مبلغ انچارج جماعت احمدیہ جرمنی اور ان کے ساتھ مدد کرنے والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین

رسالہ کے مسودہ کی ابتدائی چیکنگ کے بعد اس کو ہماری اردو ٹیم جو کہ مدیرہ صاحبہ،ایڈیٹوریل بورڈ مکرمہ عتیقہ جاوید صاحبہ،مکرمہ فوزیہ بشریٰ صاحبہ مکرمہ آصفہ احمد صاحبہ اور معاونات مکرمہ صابرہ احمد صاحبہ،مکرمہ بدر جری اللہ صاحبہ،مکرمہ آصفہ عطاء الحلیم صاحبہ،مکرمہ نرگس ظفر صاحبہ،مکرمہ نادرہ

رامہ صاحبہ، مکرمہ شارقہ شاہد صاحبہ، محترمہ فریال فیروز صاحبہ، مکرمہ نوشین حفیظ صاحبہ، محترمہ عائشہ محمود صاحبہ، محترمہ سیدہ شمیم شیخ صاحبہ، محترمہ سعدیہ وسیم صاحبہ پر مشتمل ہے، نے خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت مستقل مزاجی، خوش دلی اور محنت سے مضامین کی ٹائپنگ، ان کی بار بار تصحیح، ان کے حوالہ جات درست کرنے کا کام سرانجام دیا۔ خدا ان کو اوران کی نسلوں کو بھی نیک جزا دے۔ آمین

چند مضامین کے علاوہ جو بعد میں تیار ہوئے باقی مسودے کو حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر خاکسار نے لندن بھجوایا۔ جہاں حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نگرانی میں لندن کے علماء کرام سے اس کو چیک کروایا۔ انہوں نے اس مسودے کو بہت جلد اور بہت اچھے طریق پہ چیک کیا ۔ان علماء کرام نے جو اصلاح فرمائی ان کی پھر ہم نے درستگی کی۔

اس عرصہ کے دوران ہماری جرمن رسالہ کی مدیرہ محترمہ مبشرہ بندیشہ صاحبہ نے مکمل مضامین کو پلاننگ کے ساتھ اپنی ٹیم کی مختلف ممبرات میں جرمن ترجمانی کے لئے تقسیم کیا۔ انہوں نے خود احتیاط، لگن اور محنت سے ترجمہ کی چیکنگ کی۔ ترجمہ کی تصحیح کی۔ ہر بار اردو مضامین کی درستگی کے بعد جرمن ترجمہ کو اس کے مطابق ڈھالنا پڑتا تھا۔ مبشرہ صاحبہ کو اپنے فائنل امتحانات کی وجہ سے دو بار چھٹی لینا پڑی۔ پہلی دفعہ محترمہ صادقہ ریکسن صاحبہ نے اور دوسری مرتبہ محترمہ سمیرا چیمہ صاحبہ نے ان کی قائم مقام کے طور پہ بہت شوق، محنت، جذبے، لگن، عاجزی اور اچھے طریق سے اس کام کو آگے بڑھایا۔ یوں اس رسالہ کو اردو کی دو اور جرمن کی تین مدیرات یعنی پانچ مدیرات نے ملکر مکمل کیا ہے۔ اس رسالہ کے موضوع کی وجہ سے مضامین کا ترجمہ کرنا کافی مشکل کام تھا تاہم انہوں نے اردو حصہ کی مدیرہ اور نیشنل سیکرٹری اشاعت صاحبہ لجنہ کی مدد سے اس کام کو ایک اعزاز سمجھ کے بہت جانفشانی سے مکمل کیا الحمدللہ۔ خدا تعالیٰ انہیں اور ان کی ٹیم کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ اس کام کے لئے جرمن مدیرہ صاحبہ کے ساتھ جرمن ایڈیٹوریل بورڈ کی ممبرات میں محترمہ انیٹے نصیرہ سلطانہ احمد صاحبہ، محترمہ صادقہ ریکسن صاحبہ، محترمہ حبۃ الحیٔ سعدیہ غفور صاحبہ، محترمہ راحت خالد صاحبہ، محترمہ صباح الفتح بنگوی صاحبہ اور محترمہ سمیرا چیمہ صاحبہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سی معاونات نے کام کیا ہے جن میں محترمہ شاہدہ سلام صاحبہ، محترمہ شگفتہ احمد صاحبہ، محترمہ قدسیہ انجم احمد صاحبہ، محترمہ عالیہ نوید صاحبہ اور محترمہ حنا غفور صاحبہ شامل ہیں۔ جرمن حصہ کی پروف ریڈنگ محترمہ انیٹے نصیرہ سلطانہ صاحبہ اور شگفتہ احمد صاحبہ نے کی۔ جرمن حصہ کا ٹائٹل اور لے آؤٹ محترمہ سمیرا چیمہ صاحبہ، محترمہ عطیہ ظفر صاحبہ اور محترمہ حامدہ اللہ صاحبہ نے بے حد محنت سے تیار کیا۔

ٹرانسلیشن کے بعد جرمن حصہ کی پروف ریڈنگ بھی اچھے طریق پہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ ترجمہ اور پروف ریڈنگ کی ٹیم میں محترمہ عطیۃ النور ھبش صاحبہ، محترمہ امۃ الکافی شاہین صاحبہ، محترمہ صادقہ ریکسن صاحبہ، محترمہ ڈاکٹر ثمینہ شازی کو نِگ صاحبہ، محترمہ نبیلہ احمد صاحبہ، محترمہ خدیجہ منظور صاحبہ اور ان کی ترجمانی کی ٹیم، محترمہ روبینہ احمد صاحبہ، محترمہ مریم احمد صاحبہ شامل ہیں۔ جرمن حصہ کی ٹائپنگ میں محترمہ ثوبانہ نعیم صاحبہ نے مدد کی۔ محترم طارق کریم عارف صاحب، محترم نوید حمید صاحب، محترم توصیف نثار صاحب نے ہماری درخواست پہ ہماری خصوصی مدد کی۔ اس کے علاوہ محترمہ حبۃ السلام صاحبہ، محترمہ سفینہ تارڑ صاحبہ، محترمہ ثمرین حفیظ صاحبہ، محترمہ عطیہ کریم صاحبہ، محترمہ نایاب تارڑ صاحبہ نے نیشنل سیکرٹری اشاعت صاحبہ کے ساتھ جرمن حصہ کی پروف ریڈنگ کی۔

اردو کا ٹائٹل اور لے آؤٹ محترمہ فوزیہ بشریٰ صاحبہ نے انتہائی محنت، ہمت، خوشدلی اور خلوص سے تیار کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شجرہ مبشرہ بھی تیار کیا۔ جو کہ ایک لمبا اور محنت طلب کام تھا۔

خاکسار اور سیکرٹری اشاعت لجنہ اماء اللہ نے دونوں مدیرات جرمن، اردو اور انکی ٹیم کے ساتھ بار بار تفصیلی میٹنگز کیں، کام کا جائزہ لیا اور ہدایات دیں۔ خاکسار نے اللہ کی عطا کردہ استطاعت کے مطابق کسی حد تک کوشش کی ہے کہ اس دوران پیش آنے والے تمام مسائل کو احسن رنگ میں حل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری پردہ پوشی فرماتے ہوئے اس ادنیٰ خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین

پیاری بہنو اور بچیو! ہم نے بہت دعاؤں، محنت اور خلوص سے آپ کیلئے اس رسالے کی صورت میں ایک باغ سجایا ہے۔ اس میں ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کی شخصیات پہ مضمون لکھنے کی صورت میں آپ کیلئے یہ پھل اور پھول جمع کئے ہیں۔ ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جس درخت وجود یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پھل اتنے خوبصورت ہیں وہ درخت (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) کیسا شاندار ہوگا اور حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ کے بارہ میں تو حضرت مسیح موعودؑ کی ایک رؤیا یوں ہے۔ آپؑ بیان فرماتے ہیں!

''خواب میں دیکھا کہ میر ناصر نواب صاحبؓ (والد صاحب حضرت اماں جانؓ) اپنے ہاتھ پر ایک درخت رکھ کر لائے ہیں، جو پھل دار ہے اور جب مجھ کو دیا تو وہ ایک بڑا درخت ہوگیا۔ جو بیدانہ توت کے درخت کے مشابہ تھا اور نہایت سبز تھا اور پھلوں اور پھولوں سے بھرا ہوا تھا اور پھل اس کے نہایت شیریں تھے اور عجیب تر یہ کہ پھول بھی شیریں تھے۔ مگر معمولی درختوں میں سے نہیں تھا۔ ایک ایسا درخت تھا کہ کبھی دنیا میں نہیں دیکھا گیا۔ میں اس درخت کے پھل اور پھول کھا رہا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔'' (تذکرہ، ایڈیشن 7، صفحہ 515)

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اور بھی بہت بزرگ، خوبصورت کردار کی ہستیاں ایسی ہیں جن کی سیرت کے بارہ میں ہم مضامین شامل نہ کر سکے کیونکہ ہمارے لئے ایک رسالہ میں یہ سب شامل کرنا ممکن نہ تھا۔ خدا کرے کہ ہم نے اس سدا بہار باغ کے جو پھول اور پھل یہاں جمع کئے ہیں، ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ آمین

آخر میں خاکسار کی دعا ہے کہ اس رسالہ میں جن ممبرات اور حضرات نے مدد کی ہے، جن ممبرات نے مضامین لکھے ہیں اور جو لوگ اس کو پڑھیں گے اللہ تعالیٰ ان سب کے حق میں کی گئی وہ تمام دعائیں قبول فرمائے جو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام میں ہمیں دی ہیں۔ یہ دعائیں ان کی نسلوں کو بھی لگ جائیں فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ خدا کرے ہم اس رسالہ میں بیان ہونے والی بزرگ ہستیوں کی سیرت اپنانے والے ہوں۔ آمین اللھم آمین

والسلام

خاکسار

امۃ الحی احمد

صدر لجنہ اماء اللہ جرمنی

آیاتِ باری تعالیٰ

قُلْ اَ ؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝ (سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ آیت 16 تا 18)

ترجمہ۔تُو کہہ دے کہ کیا میں تمہیں ان سے بہتر چیزوں کی خبر دوں؟ ان کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے ربّ کے پاس ایسے باغات ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں ۔وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ، اور پاک کئے ہوئے جوڑے ہیں اور اللہ کی طرف سے رضوان ہے۔اور اللہ بندوں پر گہری نظر رکھنے والا ہے۔(یہ اُن کے لئے ہے) جو لوگ کہتے ہیں اے ہمارے ربّ! یقیناً ہم ایمان لے آئے ۔پس ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔(یہ باغات ان کے لئے ہیں) جو صبر کرنے والے ہیں اور سچ بولنے والے ہیں اور فرمانبرداری کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے ہیں اور صبح کے وقت استغفار کرنے والے ہیں۔ (ترجمہ از:۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

اَلتَّآ ئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآ ئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِا لْمَعْرُوْفِ وَالنَّا هُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (سُوْرَةُ التَّوْبَةِ آیت 112)

ترجمہ۔توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے ،حمد کرنے والے ،(خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے ، (لِلّٰـہ) رکوع کرنے والے ،سجدہ کرنے والے ، نیک باتوں کا حکم دینے والے ،اور بُری باتوں سے روکنے والے ،اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ، (سب سچّے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دے دے ۔

(ترجمہ از:۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

ارشاداتِ نبوی ﷺ

حدیث نمبر 1۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ وَیَمْکُثُ خَمْسًا وَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ۔

﴿مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ صفحہ 480 بحوالہ حدیقۃ الصالحین :صفحہ 901-902 حدیث 953﴾

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسیح جب نزول فرما ہوں گے تو شادی کریں گے، انکی (بشارتوں کی حامل) اولاد ہوگی، (دعویٰ ماموریت کے بعد) ۴۵ سال کے قریب رہیں گے پھر فوت ہوں گے اور میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوں گے۔ پس میں اور مسیح، ابوبکر اور عمر کے درمیان ایک قبر سے اٹھیں گے (یعنی روحانیت اور مقصدِ بعثت کے لحاظ سے ہم چاروں کا وجود متّحد الصفات اور ایک ہوگا۔)

حدیث نمبر2۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ نَزَلَتْ عَلَیْہِ سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ فَلَمَّا قَرَأَ: وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْابِھِمْ ،قَالَ رَجُلٌ مَّنْ ھٰؤُلَآءِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ فَلَمْ یُرَاجِعْہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی سَأَلَہٗ مَرَّۃً اَوْمَرَّتَیْنِ اَوْثَلَاثًاقَالَ وَفِیْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ قَالَ:فَوَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ عَلٰی سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ:لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَا لَہٗ رِجَالٌ مِنْ ھٰؤُلَآءِ

﴿بخاری کتاب التفسیر سورۃ جمعۃ و مسلم بحوالہ حدیقۃ الصالحین :صفحہ 892-893 حدیث 941﴾

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپؐ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپؐ نے اس کی آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْابِھِمْ پڑھی جس کے معنے یہ ہیں کہ ’’کچھ بعد میں آنے والے لوگ بھی ان صحابہ میں شامل ہوں گے جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے‘‘۔ تو ایک آدمی نے پوچھا یارسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں جو درجہ تو صحابہ کا رکھتے ہیں لیکن ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔ حضورؐ نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس آدمی نے تین دفعہ یہی سوال دہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ ہم میں بیٹھے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ گیا یعنی زمین سے اٹھ گیا تو ان لوگوں میں سے کچھ لوگ اس کو واپس لے آئیں گے (یعنی آخرین سے مراد ابنائے فارس ہیں جن میں سے مسیح موعود ہوں گے اور ان پر ایمان لانے والے صحابہؓ کا درجہ پائیں گے۔)

1۔ ...خدائے کریم نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذرّیت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہونگے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر یک شاخ تیرے جدّی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے۔ ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا... تیری ذرّیت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلالوں گا پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اٹھے گا۔

(از:۔ تذکرہ، مجموعہ الہامات، کشوف ورؤیا حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام صفحہ **111** تا **112**)

2۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تریاق القلوب (ایڈیشن اوّل) کے صفحہ **64** کے الہام خذو التوحید التوحید یاابناء الفارس کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ ’’ہمارا خاندان سادات سے ملتا ہے بلکہ الہامات میں اس کی تصدیق ہے۔ ایسا ہی بعض کشوف میں بھی اس کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ اس جگہ یہ عجیب نکتہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ سادات کی اولاد کو کثرت سے دنیا میں بڑھاوے تو ایک شریف عورت فارسی الاصل کو یعنی شہر بانو کو ان کی دادی بنایا اور اس سے اہل بیعت اور فارسی خاندان کے خون کو باہم ملایا اور ایسا ہی اس جگہ بھی جب خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ اس عاجز کو دنیا کی اصلاح کے لئے پیدا کرے اور بہت سی اولاد اور ذریت مجھ سے دنیا میں پھیلا دے جیسا کہ اس کے اس الہام میں موجود ہے۔ جو براہین احمدیہ صفحہ **490** میں درج ہے تو پھر دوبارہ اس نے فارسی خاندان اور سادات کے خون کو باہم ملایا اور پھر میری اولاد کے لئے تیسری مرتبہ ان خونوں کو ملایا۔ صرف فرق یہ رہا کہ حسینی خاندان کے لیے قائم کرنے کے وقت مرد یعنی امام حسینؓ اولاد فاطمہؓ میں سے تھا اور اس جگہ عورت یعنی میری بیوی اولاد فاطمہؓ میں سے یعنی سیّد ہے۔ اس کا نام بجائے شہر بانو کے نصرت جہاں بیگم ہے‘‘۔ (سیرۃ حضرت سیدۃ النساء اُم المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ حصہ اوّل مصنف محترم حضرت شیخ محمود احمد عرفانی (کبیر) صاحبؓ صفحہ **647**،**648**)

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

1۔ ’’...مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود۔ بشیر۔ شریف۔ نواب ناصر۔ نواب محمد علی خان کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا۔ میں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ میں امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں۔ ان کو خدا کی رضا کے لئے محبت ہے...میاں محمود بالغ ہے اس سے پوچھ لو کہ وہ سچا فرماں بردار ہے۔ ہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ سچا فرماں بردار نہیں۔ مگر نہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرماں بردار ہے‘‘۔

(مرقات الیقین فی حیات نورالدین صفحہ 7)

2۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ انتخاب خلافت کے موقع پر اپنی پہلی تقریر میں حضرت مصلح موعودؓ کے مقام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ’’میں نے اسی فکر میں کئی دن گذارے کہ ہماری حالت حضرت صاحبؑ کے بعد کیا ہوگی۔ اس لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحبؑ کے اقارب میں تین آدمی موجود ہیں اوّل میاں محمود احمد وہ میرا بھائی بھی ہے اور میرا بیٹا بھی اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں‘‘۔ آپؓ کے فرزند میاں عبدالوھاب عمر صاحب لکھتے ہیں۔ ’’حضورؓ فرمایا کرتے تھے کہ محمود کی خواہ کوئی کتنی شکایتیں ہمارے پاس کرے، ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ ہمیں تو اس میں وہ چیز نظر آتی ہے جو اُن کو نظر نہیں آتی۔ یہ لڑکا بہت بڑا بنے گا اور اس سے خدا تعالیٰ عظیم الشان کام لے گا‘‘۔

محترم ملک غلام فرید صاحب ایم اے لکھتے ہیں ’’کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنے صاحبزادہ میاں عبدالحئی صاحب مرحوم کو فرمایا ’’میاں تم سے ہمیں بہت محبت ہے لیکن حضرت صاحبؑ کی اولاد ہمیں تم سے بھی زیادہ پیاری ہے‘‘...ایک مرتبہ کسی نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے مصافحہ کیا تو آپؓ نے فرمایا ’’میاں صاحب سے بھی مصافحہ کرلو شاید ہمارے بعد ان کے ہاتھ پر تمہیں بیعت کرنی پڑے‘‘۔

(الفضل انٹرنیشنل 18رفروری 2005ء صفحہ 10،11)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں ''مجھے اب امۃ الحی کی وفات پر جو افسوس اور صدمہ ہے اور میں اپنے فرائض میں سے سمجھتا ہوں کہ اسے قائم رکھوں اور یہ شقاوت ہوگی اگر میں یاد نہ رکھوں۔۔۔''۔

اس سلسلہ میں آپ مزید ارشاد فرماتے ہیں ''...مجھے جو افسوس اور غم ہوا وہ اس واسطے ہوا کہ مجھے نظر آتا ہے کہ عورتوں میں جو میں نے تعلیم کے متعلق سکیم سوچی تھی وہ تمام درہم برہم ہوگئی۔ یورپ کے سفر میں خاص سکیم تعلیم کی تیار کی تھی اور میں نے ارادہ کیا ہوا تھا کہ واپس جا کر اس سکیم کو جاری کروں گا۔ لیکن انسانوں میں سب سے زیادہ جس ہستی سے مجھے امید تھی کہ وہ اس سکیم کو چلانے میں میری مددگار ہوگی وہ وفات پا گئی ہے تو اب اسکے بعد اس تمام سکیم کے بدل جانے کی وجہ سے مجھے بہت غم تھا در حقیقت انسانوں میں سب سے زیادہ ہستی جس پر مجھے اس تعلیمی سکیم کے متعلق بڑی امیدیں تھیں وہ امۃ الحی تھی۔ اب میری وہ سکیم اس واقعہ کے بعد بدل گئی اور نئے فکر کی اس کے لئے ضرورت پڑی۔ کوئی کام بغیر آلات کے نہیں ہوسکتا۔ روشنی دیکھنے کا کس قدر بھی شوق ہو لیکن اگر آنکھیں نہ ہوں تو یہ شوق پورا نہیں ہوسکتا۔ چلنے کا کتنا شوق ہو لیکن وہ شوق بغیر ٹانگوں کے پورا نہیں ہوسکتا۔ پس جب تک ہتھیار نہ ہوں، تب تک کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ اور میرے اپنے خیال اور ارادہ میں جس ہستی کے اوپر میرا ہاتھ تھا اور جس پر مجھے بڑی امیدیں تھیں وہ ہستی مجھ سے جُدا ہوگئی اس وجہ سے مجھے غم ہے ورنہ ایسے انسان کی موت پر بھلا کیا غم ہوسکتا ہے جس کے لئے اس قدر دعاؤں کا موقع ملا اور جس کے لئے آخری حد تک جو تیمار داری ممکن تھی اور میری برداشت کے اندر تھی وہ کی اور اپنی محبت کے اظہار کے لئے دل پر پتھر رکھ کر وہ کام کئے جو دوسروں کے لئے کرنے ناممکن ہیں۔ میں نے بھی اس کے لئے دعائیں کیں اور جماعت نے بھی دعائیں کیں پھر ایک بہت بڑی جماعت نے جنازہ پڑھا اور باہر کی جماعتیں بھی جنازہ پڑھیں گی پھر مقبرہ بہشتی میں مدفون ہوئیں بھلا اتنی خوش نصیبی کس کو نصیب ہے۔ میری ہمشیرہ مبارکہ بیگم نے کہا کہ امۃ الحی تو بڑی ہی خوش نصیب نکلیں جس کے لئے اتنی دعائیں ہوئیں اور اتنے بڑے مجمع نے نماز جنازہ ادا کی۔ پس اس کی موت پر کیسا غم اور کیسا رونا۔... میں امۃ الحی پر بھی ضرور رویا لیکن پچھلوں کے لئے جن کے متعلق میرا خیال تھا کہ ان کے سر پر سے ایک مفید وجود اُٹھ گیا۔''

(انوار العلوم جلد 9 صفحہ 8 تا 12)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ
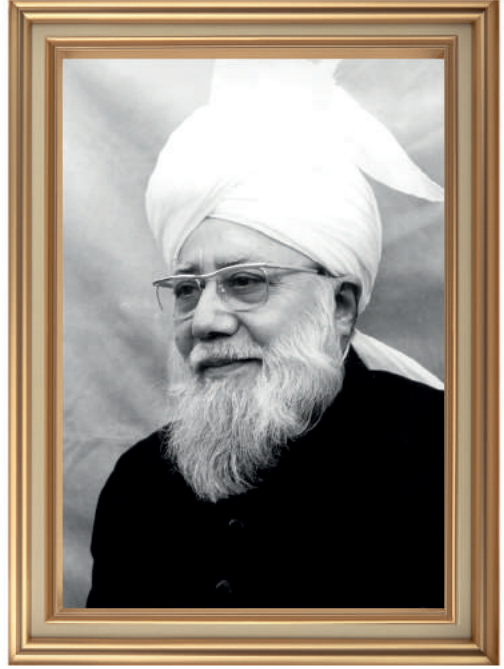
''میں حضرت ام المومنینؓ کی تربیت میں رہا ہوں اور چُھٹ پن کے زمانہ سے ہی میں نے خاص طور پر یہ نوٹ کیا ہے کہ بیماری کے دنوں میں بھی جب آپ کو پیاس لگتی تو تین چار خادمائیں موجود ہونے کے باوجود اٹھ کر خود جاتیں اور پانی کا گلاس بھرتیں اور پی لیتیں۔ بعض دفعہ یہ دیکھ کر ہمیں تکلیف بھی ہوتی کہ آپ کمزور ہیں، بیمار ہیں، کیوں ایسا کرتی ہیں۔ لیکن وہ کہتی تھیں کہ ''طاقت رکھتے ہوئے کیوں میں کسی دوسرے سے کام کرواؤں۔'' بچپن کا یہ سبق میری طبیعت میں غیر شعوری طور پر راسخ رہا۔ ایک دفعہ ایک غیر احمدی نے مجھے اس طرف توجہ دلائی۔ میں لاہور کالج کے دفتر میں ہوتا۔ پیاس لگتی وہاں گھڑا موجود ہوتا۔ میں اس میں سے گلاس میں پانی ڈالتا اور پی لیتا۔ انہی دنوں کراچی سے ایک غیر احمدی افسر لاہور آیا۔ (وہ کسی زمانہ میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا سیکرٹری بھی رہ چکا تھا) اور میرے ملنے کے لئے بھی آ گیا اور ملتے ہی کہنے لگا کہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ کو چودھری صاحب کی وجہ سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ جب آپ کو پیاس لگتی ہے تو آپ چپڑاسی یا مددگار کارکن کو نہیں کہتے کہ پانی لا دو بلکہ خود ہی اٹھ کر پانی پی لیتے ہیں۔ تو عادت کی وجہ سے مجھے احساس ہی نہ ہوتا تھا کہ میں کیا کام کرتا ہوں اور کیا نہیں کرتا۔ مجھے تو عادت ہی پڑی ہوئی ہے۔ میری نظر میں یہ نہ کوئی بڑی بات ہے نہ کوئی عجیب چیز۔ لیکن غیر کی نظر میں ایک چھوٹی سی بات ایسی ہو گئی کہ اس نے یہ سمجھا کہ یہ لوگ ہمارے جیسے نہیں اور واقعہ میں جو شخص احمدیت کے فیض سے مستفیض ہو چکا ہے وہ عام انسانوں کی طرح نہیں رہتا اس کی ہر بات میں اور ہر ادا میں ایک خصوصیت ہوتی ہے۔''

(حیات ناصر صفحہ 44,43 مرتبہ مکرم محمود مجیب اصغر صاحب)

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

1۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اپنی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہؓ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں ”زہد وتقویٰ میں بہت بلند مقام پر فائز تھیں۔ بہت دعا گو، عبادت گزار، قرآن مجید کی عاشق صادق تھیں۔ ظاہری اور باطنی دونوں احترام ملحوظ رکھتیں۔ قرآن مجید کو خوبصورت غلافوں میں ملفوف رکھتیں۔ حضرت رسول کریم ﷺ کی جان نثار، حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی فدائی تھیں۔ تلاوت اور درود شریف سے خاص شغف تھا۔ نماز بہت اہتمام سے ادا فرماتیں۔ تلاوت قرآن کریم اہل زبان کے سے تلفظ سے کرتیں۔ جب بھی موقع ملتا حضرت اقدسؑ کی کتب پڑھتیں اکثر مغرب کے بعد حضرت اماں جانؓ کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔ آپؓ کو حضرت اماں جانؓ سے بہت محبت تھی۔ بچوں کو بھی ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی نصیحت فرماتیں۔“　(از محسنات صفحہ 24، مرتبہ:۔ بشریٰ بشیر)

2۔ ”...لوگوں کو تصور نہیں کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خون سے کیسی محبت ہے۔ ایسا عاشق ہوں کہ شاید کوئی اوراس کی نظیر نہ ملتی ہو۔...پہلی بار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خون شہادت کے طور پر گلیوں میں ظاہر ہوا ہے...اب میں آپ کے سامنے حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام پڑھ کے سناتا ہوں جس کا اطلاق لازماً مرزا غلام قادر شہید کے اوپر ہوتا ہے اس کے سوا ہو ہی نہیں سکتا۔ 1904ء میں 25/نومبر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا ”غلام قادر آئے گھر نور اور برکت سے بھر گیا۔“ ”رَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ نیچے ترجمہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسے میرے پاس پھر بھیج دیا۔“...گھر نور اور برکت سے بھر گیا“ ظاہر ہے کہ یہ ایک پیشگوئی تھی، ایک ایسا غلام قادر آنے والا ہے میری اولاد میں جس کے آنے سے جس گھر میں آئے گا وہ گھر برکت اور نور سے بھر جائے گا...جماعت کی طرف سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح کو میں کامل یقین سے یہ پیغام دے سکتا ہوں۔ ”اے ہمارے آقا! تیرے بعد تیری جماعت انہی رستوں پر چلی ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ چلتی رہے گی جو رستے صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ نے ہمارے لئے بنائے تھے۔ گو ان سے نسبت کوئی نہیں مگر غلامانہ ہم انہی راہوں پر چل رہے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/اپریل 1999ء بحوالہ خطبات طاہر 1999ء صفحہ 2 تا 6)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی والدہ ماجدہ حضرت صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ نوراللہ مرقدھا کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں"...ایک دفعہ میری والدہ نے خود ذکر فرمایا۔ایک خواب سنائی تھی، اس کا کچھ حصہ بتاتا ہوں خواب تو یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کا دیدار کیا ہے۔اس طرح ایک دفعہ مجھے بتایا کہ" جرمنی کے روشن مستقبل یعنی جرمنی میں جماعت کے روشن مستقبل کے بارے میں بھی ایک خواب میں ذکر تھا"۔اس مرتبہ جب میں دورہ پہ جرمنی گیا ہوں تو جماعت کے رابطے اور اثر دیکھے ہیں تو مجھے اپنی والدہ کی خواب بھی یاد آجاتی رہی۔خدا کرے کہ یہ روشن مستقبل کی طرف قدم ہو اور راستے کھلتے چلے جائیں۔...
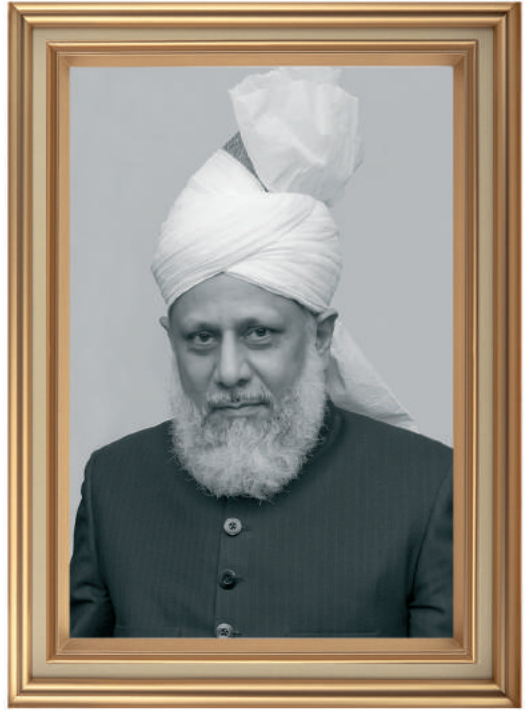
...1913ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الفضل جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ام ناصر صاحبہؓ نے ابتدائی سرمایہ کے طور پر اپنا کچھ زیور پیش کیا۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ"...ان میں سے ایک تو ان کے اپنے کڑے تھے (سونے کے) اور دوسرے ان کے بچپن کے کڑے سونے کے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم کے استعمال کے لئے رکھے ہوئے تھے، میں زیورات کو لے کر اسی وقت لاہور گیا اور پونے پانچ سو کے وہ دونوں کڑے فروخت ہوئے" اور اس سے پھر یہ اخبار الفضل جاری ہوا۔"

...قارئین الفضل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس پیاری بیٹی اور میری والدہ کو بھی الفضل پڑھتے ہوئے دعاؤں میں یاد رکھیں کہ الفضل کے اجراء میں گو بے شک شعور رکھتے ہوئے تو نہیں لیکن اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ نے بھی حصہ لیا، اور یہ الفضل جو ہے آج انٹرنیشنل الفضل کی صورت میں بھی جاری ہے۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ان کی دعائیں ہمیشہ ہمیں پہنچتی رہیں۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ 5اگست 2011ء بمقام مسجد بیت الفتوح،لندن (برطانیہ) از الفضل انٹرنیشنل 26اگست تا یکم ستمبر 2011ء)

حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کی اہم ذمہ داریاں
(فرمودہ 2/جولائی 1934ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 2/جولائی 1934ء کو صاحبزادہ مرزا ناصر احمدؒ کا نکاح صاحبزادی منصورہ بیگم صاحبہ بنت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے ساتھ اور صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کا نکاح اپنی صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کے ساتھ پڑھا۔
(الفضل 26/اگست 1934ء صفحہ 3)

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں انسانی پیدائش کے متعلق فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰت: 57) یعنی میں نے جن وانس کو صرف ایک مقصد کے لئے پیدا کیا ہے جو یہ ہے کہ وہ میرے عبد بن جائیں۔ صفات الٰہیہ کو اپنے اندر داخل کر لیں اور میرے مظہر کامل ہو جائیں گویا ان میں سے ہر شخص باوجود بندہ ہونے کے خدا تعالیٰ کا ظل ہو جو سطح زمین پر چل پھر رہا ہو۔ ایسے لوگ جنہیں خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین نہیں کہا کرتے ہیں کہ خدا کہاں ہے ہمیں دکھا دو اور کئی مومن حیران ہو کر پوچھا کرتے ہیں کہ اس سوال کا کیا جواب ہے حالانکہ اگر وہ صحیح معنوں میں مومن ہوں تو اس سوال کا جواب وہ خود بن جائیں کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ہر انسان کو اپنا ظل بننے کے لئے پیدا کیا ہے۔ پس ہر کامل مومن خدا تعالیٰ کا ظل اور خلیفۃ اللہ ہے اس کے ہوتے ہوئے کوئی شخص یہ سوال ہی نہیں کر سکتا کہ خدا دکھا دو کیونکہ اس کی موجودگی میں یہ سوال بالکل بے معنی ہے۔ جب سورج چڑھا ہوا ہو تو کون کہا کرتا ہے کہ مجھے سورج دکھاؤ یا دریا موجیں مار رہا ہو تو کون کہہ سکتا ہے کہ مجھے دریا دکھا دو وہ تو ہر شخص کو نظر آ رہا ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص دنیا میں وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ کا مظہر ہو جائے تو کوئی شخص یہ سوال نہیں کر سکتا کہ مجھے خود خدا دکھاؤ کیونکہ اس کا وجود ہی خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہوتا ہے اور اس کی تمام صفات اس کے اعمال سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہوتی ہیں۔ بہر حال یہ مقصد اور غرض ہے جس کے لئے خدا تعالیٰ نے ہر انسان کو پیدا کیا اور اس مقصد کے حصول کے لئے پہلا انسان جسے ذمہ دار قرار دیا گیا قرآن مجید میں اسے آدمؑ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ حضرت آدمؑ ظاہر ہوئے اور انہوں نے دنیا میں خدا تعالیٰ کے وجود کو ظاہر کرنے کی پوری کوشش کی۔ وہ لوگ جن کی ہستیاں اور جن کے آرام اور تعیش خدا تعالیٰ کے وجود کے ظاہر ہونے سے خطرے میں پڑتے تھے انہوں نے حضرت آدمؑ کا مقابلہ کیا اور طرح طرح سے اس نور کو چھپانے کی کوشش کی جو دنیا میں حضرت آدمؑ کے ذریعہ ظاہر ہوا لیکن وہ مخالف اپنی کوششوں میں ناکام رہے اور آدمؑ نے جس قدر اس زمانہ میں مقدر تھا خدا تعالیٰ کا نور ظاہر کیا آدمؑ کا زمانہ گزرا تو حضرت نوحؑ کا زمانہ آیا اس وقت بھی دنیا نے پوری کوشش کی کہ وہ خدا تعالیٰ کے نور کو کسی طرح چھپا دے لیکن دنیا کامیاب نہ ہوئی اور خدا تعالیٰ نے اپنے جلالی نشانوں کے ذریعہ دنیا میں پھر عبودیت قائم کی پھر اللہ تعالیٰ کے عبد دنیا میں نظر آنے لگے۔ اس کے بعد شیطان نے پھر زور پکڑا اور ابراہیمی زمانہ تک حضرت نوحؑ کے تمام آثار کو اس نے اپنی دانست میں مٹا دیا تو خدا نے حضرت ابراہیمؑ کے ذریعہ پھر دنیا میں اپنا نور قائم کیا اور خدا کے عبد نظر آنے لگے لیکن ابراہیمی نور بھی آخر مدھم پڑ گیا اور خدا کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شکل میں اپنا نور ظاہر کرنا پڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خدا تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ تواتر کے ساتھ شروع کر دیا یہاں

تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا اور خدا تعالیٰ کا وجود جس کا اثر دلوں پر نہایت ہی کمزور ہو گیا تھا پھر اپنی عظمت کے ساتھ دنیا میں نظر آنے لگا۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے سلسلہ میں بھی کمزوری پیدا ہوئی پھر اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی مدھم پڑ گئی پھر شیطان نے اپنا سر اٹھایا تب خدا تعالیٰ نے اس آخری نور کو جو ہدایت اور راہ نمائی کا آخری سرچشمہ تھا یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات مبارکہ کو دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا۔

رسول کریم ﷺ کو دشمنان دین حق کا مقابلہ جس سختی کے ساتھ کرنا پڑا اور جن تکالیف میں سے آپؐ کو گزرنا پڑا ان سے تمام مسلمان واقف ہیں اور ہماری جماعت کے سامنے تو یہ مسئلہ کئی رنگوں میں آتا رہتا ہے۔ آپؐ آخری روشنی تھے جو ظاہر ہوئے آپؐ کے بعد کوئی نور ایسا آنے والا نہ تھا جو آپؐ کے نور سے منور نہ ہو۔ اسی طرح آپؐ کا ہدایت نامہ آخری ہدایت نامہ تھا یعنی پھر دنیا میں کوئی ایسی ہدایت آنے والی نہ تھی جو آپؐ کے ہدایت نامہ کے خلاف ہو لیکن آپؐ کے لئے بھی مقدر تھا کہ کچھ عرصہ کے بعد لوگ آپؐ کے لائے ہوئے نور سے بھی محروم ہو جائیں پھر شیطان سر اٹھائے، پھر دنیا میں گمراہی پھیل جائے اور پھر ایسا فتنہ ظاہر ہو جو آپؐ کی لائی ہوئی تعلیم اور نیکی و ایمان کو خطرہ میں ڈال دے۔ بلکہ ایسا فتنہ مقدر تھا جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ خود رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

مَا بَیْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اَکْبَرُ مِنْ اَمْرِ الدَّجَّالِ (مسلم کتاب الفتن باب فی بقیّة من احادیث الدجال) یعنی ایک دجالی فتنہ ظاہر ہونے والا ہے کہ خلق آدم سے لے کر قیامت تک اس سے بڑا فتنہ کوئی ظاہر نہیں ہوا ہوگا۔ پس جس طرح رسول کریم ﷺ کا وجود سارے وجودوں سے بڑھ کر تھا جس طرح آپؐ کی لائی ہوئی تعلیم سب تعلیموں سے اکمل تھی ویسے ہی آپؐ کے بعد ایک فتنہ ایسا ظاہر ہونے والا تھا جو دنیا کے تمام فتنوں سے بڑا تھا۔ گویا ایک طرف جب آپؐ کے وجود میں رحمانی طاقتوں نے کامل طور پر ظہور کیا تو آپؐ کے مقابل پر جو فتنہ اٹھنے والا تھا اس میں شیطانی طاقتوں نے اپنا پورا زور صرف کرنا تھا۔ اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے مقدر تھا کہ رسول کریم ﷺ کی روحانی اولاد اور آپؐ کے شاگردوں میں سے ایک شخص کو کھڑا کیا جائے اور اسکے ذریعہ اس دجال کا جس نے ایمان کو خطرہ میں ڈال دیا ہوگا سر کچلا جائے۔

ہم دیکھتے ہیں آج کوئی فتنہ اور کوئی شرارت ایسی نہیں جس کا وجود پہلے زمانوں میں پایا نہ جاتا ہو۔ اگر آج دہریت پائی جاتی ہے تو یہ ہر ملک اور ہر زمانہ میں پائی جاتی تھی۔ فلسفیانہ طور پر خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار یونانیوں، ہندوستانیوں اور مصریوں میں پایا جاتا تھا اور مذہبی طور پر خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار قریباً ہر ملک میں پایا جاتا تھا اور تمام ممالک میں ایسے لوگ ملتے تھے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سر ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جو کہتے تھے کہ مذہبی طور پر خدا تعالیٰ کا وجود ثابت نہیں۔ اگر آج لوگ انبیاء کا انکار کرتے ہیں، وحی الٰہی کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں تو اس قسم کے لوگ پہلے بھی ساری قوموں میں پائے جاتے تھے۔ پہلے بھی ایسے لوگ تھے جو انبیاء کا انکار کرتے تھے، پہلے بھی ایسے لوگ تھے جو وحی الٰہی کو تسلیم نہ کرتے تھے، پہلے بھی ایسے لوگ تھے جو فسق و فجور میں مبتلا رہتے تھے۔ اور پہلے بھی ایسے لوگ تھے جو دین سے بے اعتنائی کرتے تھے اور بداخلاقیوں کے مرتکب ہوتے تھے، پھر وہ کیا چیز ہے دجالی فتنہ میں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا آدمؑ سے لے کر قیامت تک کوئی فتنہ اس سے بڑا نہیں ہوگا۔ کوئی چیز اس فتنہ میں ہونی چاہیے جو پہلے دنیا میں موجود نہیں تھی اس حقیقت کے معلوم کرنے کے لیے جب غور کرتے ہیں تو ہمیں دو چیزیں ایسی نظر آتی ہیں جو پہلے فتنوں میں موجود نہیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ پہلے زمانہ میں جو فتنے پیدا ہوتے تھے وہ مقامی ہوتے تھے مثلاً ہندوستان کا فتنہ مستقل ہوتا تھا وہ ایرانی فتنے سے متاثر نہیں ہوتا تھا اور ایرانی فتنہ مستقل ہوتا تھا وہ یونانی فتنہ سے متاثر نہیں ہوتا تھا، اسی طرح مصری فتنہ مستقل ہوتا تھا جو یونانی اور ایرانی فتنہ سے متاثر نہیں ہوتا تھا اس وجہ سے ان فتنوں کا دین پر متفقہ حملہ نہیں ہوتا تھا بلکہ ان کی مثال بالکل ایسی ہی ہوتی

خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ہر انسان کو اپنا ظل بننے کے لئے پیدا کیا ہے

تھی جیسے ایک ملک میں ڈاکو لوٹ مار کر رہے ہوں اور کچھ ایک طرف سے حملہ آور ہوں کچھ دوسری طرف سے۔ ڈاکوؤں سے ملک کا امن بے شک خطرہ میں پڑ جائے گا مگر حکومت تباہ نہیں ہوگی حکومت منظم طاقتوں سے تباہ ہوا کرتی ہے۔ پس پہلے فتنوں اور موجودہ فتنہ میں فرق یہ ہے کہ یہ فتنہ ایک منظم تحریک کے ماتحت اپنا اثر پھیلاتا جا رہا ہے۔ جاپان گو عیسائی نہیں مگر اس کے خیالات کی رَو یورپ کے تابع ہے۔ چین گو عیسائی نہیں مگر اس کے خیالات یورپ کے تابع ہیں۔ اسی طرح ایران، ہندوستان، ترکستان اور عرب عیسائی نہیں ظاہراً مسلمان ممالک ہیں مگر ان کے خیالات کی رَو یورپ کے تابع ہے۔ غرض موجودہ زمانہ میں تمام تحریکات ایک سلک میں پروئی ہوئی اور ایک نظام کے ماتحت نظر آتی ہیں جس سے اس فتنہ کی مصیبت بہت بڑھ گئی ہے۔ پہلے انسان یہ خیال کرتا تھا کہ ایرانی یا یونانی کہتے ہیں مگر اب یہ کہا جاتا ہے دنیا کا ہر معقول انسان یوں کہتا ہے۔ پہلے اگر کسی کے سامنے یہ کہا جاتا تھا کہ ایرانیوں کا یہ عقیدہ ہے تو سننے والا دل میں یہ کہہ سکتا تھا کہ شاید باقی دنیا کا عقیدہ اس کے خلاف ہو وہ مرعوب نہ ہوتا تھا اور عملاً بھی ایسا ہی ہوتا تھا یعنی ایک وقت میں ایک ہی بدی سارے عالم میں پھیلی ہوئی نہ ہوتی تھی۔ کسی ملک میں کوئی بدی ہوتی تھی تو کسی میں کوئی۔ اگر ہندوستان میں دہریت کی رَو پھیلی ہوتی تھی تو ایران میں بدعملی کی رَو تھی، یونان میں فلسفہ کی رَو تھی تو مصر میں مشرکانہ خیالات کی رَو تھی۔ پس ان کے اعتراض میں یکسانیت نہیں تھی اور مخالفت میں تنظیم نہیں پائی جاتی تھی۔ لیکن اس زمانہ میں تمام خیالات ایک رَو اور ایک ہی سلک کے ماتحت ہیں جہاں سے کوئی تحریک اٹھتی ہے اس کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے اور وہ یہ کہ دنیا کو خدا سے دور کر دیا جائے۔ یہ چیز پہلے کبھی دنیا میں ایک وقت میں نظر نہیں آتی۔

دوسری چیز جو منفردانہ رنگ رکھتی ہے یہ ہے کہ پہلے جتنے حملے ہوتے تھے وہ فلسفیانہ ہوتے تھے اور فلسفہ کی ساری بنیاد واہمہ پر ہے۔ مگر اس وقت جتنے حملے ہوتے ہیں وہ سائنس کی بناء پر ہوتے ہیں اور سائنس کی بنیاد مشاہدہ پر ہے۔ فلسفیانہ اعتراضات کے جواب میں تو انسان بڑی دلیری سے کہہ سکتا ہے کہ یہ تمہارے ڈھکوسلے اور دل کے خیالات ہیں لیکن مشاہدہ پر بنیاد رکھتے ہوئے جب ایک سوال پیش کیا جائے تو اس وقت اس کا جواب دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ کہنا کہ ''ایہہ جہان مٹھا تے اگلا کس ڈٹھا'' کہ اس دنیا کی عیش عشرت پر لطف ہے مرنے کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ کس نے دیکھا ہے کہ وہاں آرام و آسائش میسر آ سکے گی۔ ایک فلسفیانہ خیال ہے اور اسے سن کر ایک انسان متاثر ہو سکتا ہے مگر دوسرا یہ بھی تو کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک کہاوت بنالی گئی ہے حقیقت کا اس میں کوئی دخل نہیں لیکن ذرات عالم کی بناوٹ پر اپنے خیالات کی بنیاد رکھتے ہوئے اور یہ ثابت کرتے ہوئے کہ دنیا کا ذرہ ذرہ ایک ایسی تنظیم کی صورت رکھتا ہے کہ کارخانہ عالم خود بخود چلتا چلا جاتا ہے۔ جب کہا جائے کہ اس دنیا کو چلانے کے لئے کسی بیرونی ہستی کی ضرورت نہیں تو یہ سوال ایک نیا رنگ اختیار کر لیتا ہے جو پہلے امر میں نہیں تھا۔

جس طرح رسول کریم ﷺ کا وجود سارے وجودوں سے بڑھ کر تھا جس طرح آپؐ کی لائی ہوئی تعلیم سب تعلیموں سے اکمل تھی ویسے ہی آپؐ کے بعد ایک فتنہ ایسا ظاہر ہونے والا تھا جو دنیا کے تمام فتنوں سے بڑا تھا

پھر پہلے خدا تعالیٰ کے وجود کے خلاف صرف فلسفی کھڑا ہوا کرتے تھے مگر اب علم النفس والے بھی کھڑے ہیں، علم ہندسہ والے بھی کھڑے ہیں، علم سائنس والے بھی کھڑے ہیں، علم طبقات الارض والے بھی کھڑے ہیں، علم ہیئت والے بھی کھڑے ہیں غرض تمام علوم مشترکہ طور پر ایک نتیجہ پیش کرتے ہیں اور یہ حملہ پہلے سے بہت زیادہ سخت ہے۔ پہلے یہ سمجھ لیا جاتا تھا کہ ایک فلسفی نے خدا تعالیٰ کی ہستی کا انکار کیا نہ معلوم اس کے قول میں سچائی ہے یا نہیں مگر اب یہ کہا جاتا ہے کہ جس رنگ میں دیکھو یہی نتیجہ نکلے گا کہ خدا نہیں۔ علم ہیئت سے دیکھو تو بھی یہی نتیجہ نکلے گا کہ خدا نہیں، علم حیات کے ماتحت دیکھو تو بھی یہی نتیجہ نکلے گا کہ خدا نہیں۔ علم طبقات الارض کے ماتحت دیکھو تب بھی یہی نتیجہ نکلے گا کہ خدا نہیں، اسی طرح اگر علم النفس کے ذریعہ خدا کو معلوم کرنا چاہو تب بھی یہی معلوم ہوگا کہ خدا نہیں، اگر علم ہندسہ کے ذریعہ دیکھو تب بھی یہی معلوم ہوگا کہ خدا نہیں، اگر علم کیمیا کے ذریعہ دیکھو تب بھی یہی معلوم ہوگا کہ خدا نہیں۔

غرض تمام علوم ایک ہی طرف لگ گئے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جدھر سے نکلو تمہارا دھیان مکہ کی طرف ہونا چاہیے اسی طرح آج جدھر سے کفر اٹھتا ہے ایک ہی خیال اور ایک ہی آواز لے کر آتا ہے کہ دنیا کو کسی خدا کی ضرورت نہیں ہم آزاد ہیں۔ وہ تمام علوم جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی ہستی ثابت کی جاتی ہے آج ان کے ماتحت خدا تعالیٰ کا انکار کیا

جاتا اور اس انکار کی بنیاد سائنس پر رکھی جاتی ہے۔ مثلاً رؤیا اور الہام ہیں جو خدا تعالیٰ کے وجود کا ثبوت ہیں پہلے یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ کیا خدا تعالیٰ کی زبان ہے جو وہ بولتا ہے۔ اس سوال کا آسانی سے جواب دیا جا سکتا تھا یا لوگ کہہ دیتے کہ خوابیں کیا ہیں؟ انسانی خیالات ہی ہیں۔ اس کا بھی آسانی سے رد کیا جا سکتا تھا لیکن آج خوابوں کے متعلق انسانی علوم نے اتنی تحقیق کی ہے کہ انسان گھبرا اٹھتا ہے۔ آج انسانی دماغ کی بناوٹ سے ثابت کیا گیا ہے کہ بغیر اس کے کہ خوابیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں انسانی دماغ بہت سی خوابیں دیکھتا اور پھر وہ خوابیں اپنے وقت پر پوری ہو جاتی ہیں۔ پس خوابوں کا پورا ہو جانا بھی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ دنیا کا کوئی خدا ہے کیونکہ مشاہدات کے ذریعہ انہوں نے اس کو باطل ثابت کیا ہے۔ گو وہ الہام جو مذہب کا آخری سہارا تھا اسے بھی دلائل کی رو سے باطل ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ غرض آج کفر اپنے تمام ہتھیار استعمال کر رہا ہے اور یہ حملہ اپنی کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ پہلے حملوں میں آدمی کم ہوتے اور وہ متفرق طور پر حملہ کرتے تھے۔ ایرانی اور رنگ میں حملہ کرتا تھا اور جاپانی اور رنگ میں مگر اب تمام دنیا متفقہ طور پر حملہ کرتی اور ایک ہی محاذ پر جنگ لڑتی ہے۔ پھر پہلے حملے فلسفہ تک محدود تھے مگر اب علم معیشت کے ماتحت بھی حملہ کیا جاتا ہے، علم حیات کے ماتحت بھی حملہ کیا جاتا ہے، علم النفس کے ماتحت بھی حملہ کیا جاتا ہے غرض جتنے رائج الوقت علوم ہیں ان سب کو استعمال کیا جاتا ہے۔ پس اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس فتنہ کے برابر دنیا کا کوئی فتنہ نہیں۔

اس عظیم الشان فتنہ کے متعلق جب رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اس کا کیا علاج ہوگا اور وہ کون لوگ ہوں گے جو اس بے مثال فتنہ کا مقابلہ کریں گے جو پھر خدا تعالیٰ کی طرف لوگوں کی توجہ کو پھیرا دیں گے، پھر ایمان دنیا میں از سر نو قائم کر دیں گے، پھر مخلوق کو اس کے خالق سے ملا دیں گے تو رسول کریم ﷺ نے سلمان فارسیؓ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا" لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ ". (بخاری کتاب التفسیر۔ تفسیر سورۃ الجمعہ زیر آیت " واخرین منھم لما یلحقوا بھم". میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں لو كان الايمان عند الثريا لناله رجال او رجل من هؤلاء) اور بعض جگہ رجال من فارس کے الفاظ آتے ہیں یعنی ایمان اگر ثریا سے بھی معلق ہو جائے گا تب بھی سلمان فارسیؓ کی نسل یعنی اہل فارس میں سے کچھ لوگ ایسے کھڑے ہو جائیں گے جو ایمان کو دنیا میں قائم کر دیں گے اس بہت بڑے فتنے کا ذکر کر کے جس کے سننے کے بعد صحابہؓ کے ہوش اڑ گئے تھے اور وہ اس قدر خوفزدہ ہوئے تھے کہ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے دجال کا ذکر کیا اور اس کے فتن کی تفصیلات بیان کیں اور اس کے بعد آپؐ گھر تشریف لے گئے اور کئی گھنٹے کے بعد جب آپؐ واپس تشریف لائے تو آپؐ نے دیکھا کہ صحابہؓ کے رنگ اڑے ہوئے ہیں اور وہ سخت پریشانی کی حالت میں بیٹھے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم کو کیا ہوا کہ اس طرح گھبرائے ہوئے ہو؟ انہوں نے کہا "یارسول اللہ ﷺ! آپؐ کے بیان نے تو ہماری جانیں نکال دیں ہم نہیں سمجھتے کہ اتنے بڑے فتنے کے بعد ایمان کے بچاؤ کی صورت کیا ہوگی۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب دجال آیا اگر اس وقت میں زندہ ہوا تو اَنَا حَجِيْجُهٗ (مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال و صفحتهٗ و ما معهٗ) میں تمہاری طرف سے اس سے بحث کروں گا اور اگر میں زندہ نہ ہوا تو ہر مومن اپنی اپنی طرف سے لڑے۔

یہ جو فرمایا کہ اگر میں زندہ ہوا تو تمہاری طرف سے اس سے بحث کروں گا در اصل اس سے بھی وہی مراد ہے جو سورۃ جمعہ کی آیت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (سورۃ الجمعۃ آیت 4) سے مراد ہے یعنی رسول کریم ﷺ کا بروز کامل۔ آپؐ کا مطلب یہ تھا کہ اگر اس وقت ایسا شخص مبعوث ہو چکا ہو جسے میرا وجود کہا جا سکے تو وہ اس دجال کا مقابلہ کرے گا۔ ورنہ سوائے اس کے اور کوئی صورت نہ ہوگی کہ مسلمان اس دجال سے لڑ کر مر جائیں۔

اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے مقدر تھا کہ رسول کریم ﷺ کی روحانی اولاد اور آپؐ کے شاگردوں میں سے ایک شخص کو کھڑا کیا جائے اور اس کے ذریعہ اس دجال کا جس نے ایمان کو خطرہ میں ڈال دیا ہوگا سر کچلا جائے۔

اس عظیم الشان فتنہ کے مقابلہ کے لئے رسول کریم ﷺ نے یہ پیشگوئی کی ہے یا یوں کہنا چاہیے کہ اپیل کی ہے کہ میں یہ امید کرتا ہوں کہ جب یہ فتنہ عظیم پیدا ہوگا تو اہل فارس میں سے کچھ لوگ ایسے کھڑے ہو جائیں گے جو تمام قسم کے خطرات اور مصائب کو برداشت کرتے ہوئے پھر دنیا میں ایمان قائم کر دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں یہ خالی پیشگوئی ہی نہیں بلکہ رسول

کریم ﷺ کی ایک آرزو ہے ،ایک خواہش ہے ایک امید ہے اور یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ خدا کا رسولؐ ابنائے فارس سے کیا چاہتا ہے۔ اس فتنہ سے خطرات کے لحاظ سے بہت کم ،نتائج کے لحاظ سے بہت کم ،زمانہ اور اثرات کے لحاظ سے بہت کم ،رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی فتنہ اٹھا۔ صحابہؓ نے اس وقت جو نمونہ دکھایا وہ تاریخ کی کتابوں میں آج تک لکھا ہے رسول کریم ﷺ ایک جنگ میں جو فتح مکہ کے بعد ہوئی شامل ہوئے وہ لوگ جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور ابھی ایمان ان کے دلوں میں پوری مضبوطی سے قائم نہیں ہوا تھا وہ اور ان کے علاوہ کچھ کافر رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا "یارسول اللہ ﷺ! ہمیں بھی اس لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دیجئے جس نے ہوازن کا مقابلہ کرنا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے انہیں شامل ہونے سے روکا مگر جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو آپؐ نے شامل ہونے کی اجازت دے دی۔ دس ہزار کا لشکر تو وہ تھا جس نے مکہ فتح کیا تھا اور دو ہزار یہ لوگ تھے (طبری جلد 3 صفحہ 692 مطبوعہ بیروت) گویا دس بارہ ہزار کا لشکر میدان جنگ میں چل پڑا۔ جس وقت ہوازن کے قریب پہنچے تو وہاں ایک درہ تھا جس کے گرد طائف کی اقوام نے اپنے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے اور اچھے ہوشیار تیرانداز سڑک کے دونوں طرف چل پڑے تھے۔ صحابہؓ کا دس ہزار کا لشکر وہ تھا جس کا ایک ایک شخص کئی کئی کفار کا مقابلہ کر چکا تھا اور اس لحاظ سے ہوازن کا مقابلہ ان کے لئے مشکل نہیں تھا لیکن اب دو ہزار کمزور ایمان والے بھی ان میں شامل ہو گئے تھے۔ ایسے لوگ ان میں شامل ہو گئے تھے جن کے دلوں میں کبر اور غرور موجود تھا اور جو ایک دوسرے کی طرف دیکھ دیکھ کر کہتے تھے کہ یہ مدینہ والے لڑائی کیا جانیں اور پھر وہ اپنے ساتھیوں کو آواز دیتے ہوئے کہتے "اے مکہ والو! آج جرأت اور شجاعت دکھانے کا دن ہے۔ اس غرور اور تکبر کی حالت میں جونہی وہ تیر اندازوں کی زد میں پہنچے ہوازن کے تجربہ کار تیر اندازوں نے بے تحاشا ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ یہ دیکھتے ہی ان کی ساری بہادری جاتی رہی اور وہ ڈر کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ دو ہزار گھوڑوں کا صفوں کو چیرتے ہوئے گزرنا کوئی معمولی امر نہیں تھا نتیجہ یہ ہوا کہ باقی دس ہزار آدمیوں کے گھوڑے بھی بدک گئے اور بے تحاشا بھاگنے لگ گئے یہاں تک کہ صرف بارہ آدمی رسول کریم ﷺ کے پاس رہ گئے۔ اسلامی لشکر اس وقت کسی بزدلی کی وجہ سے میدان جنگ سے نہیں بھاگا بلکہ اس لئے بھاگا کہ دو ہزار گھوڑوں کے بھاگنے نے ان کے گھوڑوں کو مرعوب کر دیا اور وہ بھی میدان میں ٹھہر نہ سکے۔ ایک صحابیؓ کا بیان ہے ہم اپنے گھوڑوں کو روکنے کے لئے ان کی باگیں کھینچتے اور اتنے زور سے کھینچتے کہ ان کی گردنیں ٹیڑھی ہو جاتیں مگر جونہی باگ ڈھیلی ہوتی وہ پھر بھاگ پڑتے۔ ہم حیران تھے کہ کیا کریں اتنے میں رسول کریم ﷺ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور دشمن کی طرف بڑھنا شروع کیا اس وقت بعض صحابہؓ نے آپؐ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا "یارسول اللہ ﷺ! یہ خطرے کا وقت ہے اب مناسب نہیں کہ آپؐ آگے بڑھیں" مگر رسول کریم ﷺ نے فرمایا "مجھے چھوڑ دو نبی پیچھے نہیں ہٹا کرتا" پھر آپؐ نے بلند آواز سے کہا

"اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ"

(**بخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ و یوم حنین اذاعجبتکم**) میں نبی ہوں جھوٹا نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ پھر آپؐ نے کہا "عباسؓ! بلند آواز سے کہو کہ اے انصار! خدا کا رسول ﷺ تمہیں بلاتا ہے" اس وقت آپؐ نے مکہ والوں کو آواز دینے کے لئے نہ کہا کیونکہ مکہ والے ہی تھے جنہوں نے اس جنگ میں فتح کو شکست سے بدل دیا تھا پس آپؐ نے انصار کو مخاطب کیا اور حضرت عباسؓ سے کہا کہ انصار کو آواز دو کہ خدا کا رسول ﷺ تمہیں بلاتا ہے۔ حضرت عباسؓ کی آواز بہت بلند تھی جب انہوں نے زور سے کہا کہ "اے انصار! خدا کا رسول ﷺ تمہیں بلاتا ہے" تو صحابہؓ کہتے ہیں یا تو ہماری یہ حالت تھی کہ ہم گھوڑے موڑتے تھے اور وہ نہیں مڑتے تھے جونہی یہ آواز بلند ہوئی کہ اے انصار! خدا کا رسول ﷺ تمہیں بلاتا ہے ہمیں یوں معلوم ہوا کہ قیامت کا دن ہے اور صور اسرافیل پھونکا جا رہا ہے۔ ہم میں سے جو شخص اپنی سواری کو لوٹا سکا اس نے واپس لوٹا کر اور جس نے دیکھا کہ اس کی سواری نہیں مڑتی اس نے تلوار سے اس کی گردن کاٹ کر رسول کریم ﷺ کی طرف بڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ چند منٹ میں ہی میدان لشکر اسلامی سے بھر گیا (سیرت

> اگر اس وقت ایسا شخص مبعوث ہو چکا ہو جسے میرا وجود کہا جا سکے تو وہ اس دجال کا مقابلہ کرے گا۔ ورنہ سوائے اس کے اور کوئی صورت نہ ہوگی کہ مسلمان اس دجال سے لڑ کر مر جائیں۔

ابن هشام عربی جلد 4 صفحہ 87 مطبوعہ مصر 1936ء) یہ وہ آواز تھی جو خدا کے رسول ﷺ نے دی۔ اور اس کی قدر انصار نے یہ کی کہ جس وقت یہ آواز ان کے کانوں میں پہنچی انہوں نے کسی چیز کی پرواہ نہ کی۔ اگر ان میں کسی کی سواری مڑسکی تو سواری پر چڑھ کر ورنہ اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کی گردنیں اڑاتے ہوئے چند منٹ میں ہی رسول کریم ﷺ کی آواز پر جمع ہو گئے۔

اس آواز سے زیادہ شان کے ساتھ، اس آواز سے زیادہ یقین کے ساتھ، اس آواز سے زیادہ اعتماد کے ساتھ، اس آواز سے زیادہ محبت کے ساتھ، اس آواز سے زیادہ امید کے ساتھ خدا کے رسول ﷺ نے 13سو سال پہلے کہا تھا لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَا لَهٗ رِجَالٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارَسَ۔ وہ وقت جب میری امت پر آئے گا، جب اسلام مٹ جائے گا، جب دجال کا فتنہ روئے زمین پر غالب آ جائے گا، جب ایمان مفقود ہو جائے گا، جب رات کو انسان مومن ہوگا اور صبح کافر، صبح مومن ہوگا اور شام کو کافر اس وقت میں امید کرتا ہوں کہ اہل فارس میں سے کچھ لوگ ایسے کھڑے ہو جائیں گے جو پھر اس آواز پر جو میری طرف سے بلند ہوئی ہے لبیک کہیں گے پھر ایمان کو ثریا سے واپس لائیں گے۔ ان الفاظ میں رسول کریم ﷺ نے خالی رَجُلٌ نہیں کہا بلکہ رِجَالٌ کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اشاعت اسلام کی ذمہ داری رجل فارس پر ہی ختم نہیں ہو جائے گی بلکہ اس کی اولاد پر بھی وہی ذمہ داری عائد ہوگی اور ان سے بھی رسول کریم ﷺ اسی چیز کی امید رکھتے ہیں جس کی امید آپؐ نے رجل فارس سے کی۔ یہ وہ آواز ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے اس ناامیدی کی تصویر کھینچنے کے بعد جس سے صحابہؓ کے رنگ اُڑ گئے اور ان کے دل دھڑکنے لگ گئے تھے ان کے دلوں کو ڈھارس دینے کے لئے بلند کی اور یہ وہ امید و اعتماد ہے جس کا آپؐ نے ابنائے فارس کے متعلق اظہار کیا۔ میں آج اس امانت اور ذمہ داری کو ادا کرتا ہوں اور آج ان تمام افراد کو جو رجل فارس کی اولاد میں سے ہیں رسول کریم ﷺ کا یہ پیغام پہنچاتا ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے امت محمدیہؐ کی تباہی کے وقت امید ظاہر کی ہے لَنَا لَهٗ رِجَالٌ مِّنْ فَارَسْ اور یقین ظاہر کیا ہے کہ اس فارسی النسل موعود کی اولاد دنیا کی لالچوں حرصوں اور ترقیات کو چھوڑ کر صرف ایک کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے گی اور وہ کام یہ ہے کہ دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا جائے۔ ایمان کو ثریا سے واپس لایا جائے اور مخلوق کو آستانہ خدا پر گرایا جائے۔ یہ امید ہے جو خدا کے رسولؐ نے کی۔ اب میں ان پر چھوڑتا ہوں وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ خواہ میری اولاد ہو یا میرے بھائیوں کی وہ اپنے دلوں میں غور کر کے اپنی فطرتوں سے دریافت کریں کہ اس آواز کے بعد ان پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

> رسول کریم ﷺ نے امت محمدیہ کی تباہی کے وقت امید ظاہر کی ہے لَنَا لَهٗ رِجَالٌ مِّنْ فَارَسْ اور یقین ظاہر کیا ہے کہ اس فارسی النسل موعود کی اولاد دنیا کی لالچوں، حرصوں اور ترقیات کو چھوڑ کر صرف ایک کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے گی اور وہ کام یہ ہے کہ دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا جائے۔

اس میں شبہ نہیں کہ اس وقت دنیا اپنی تمام خوبصورتیوں کے ساتھ ننگی ہو رہی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت خدا تعالیٰ کی حالت نعوذ باللہ اس کوڑھی سی ہے جسے گھر سے باہر پھینک دیا گیا ہو آج دین کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست

اسی طرح فرماتے ہیں۔

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

ان حالات میں ان پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور ان کے دلوں میں کس قسم کے احساسات ہونے چاہئیں یہ ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق خود سمجھ سکتا ہے۔

میں جانتا ہوں کہ جب ایک کمزور انسان کسی کو بلندی پر گامزن دیکھتا ہے جب ایک دولت مند کی دولت اور عہدہ دار کے عہدہ پر نظر ڈالتا ہے تو اس کے دل میں لالچ آتا ہے اور وہ کہہ اٹھتا ہے کہ میں بھی کیوں ایسا نہ بنوں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ بے شک ایسا ہوتا ہے مگر یہ ساری چیزیں اس وقت بھی تھیں جب ہوازن کے سامنے صحابہؓ صف آراء تھے۔ ان کے سامنے ان کے بیوی بچے تھے ان کے سامنے بھی یہ بات تھی کہ اگر وہ ہوازن کے تیر

اندازوں کے سامنے ہوئے تو ان کے سینے چھلنی ہو جائیں گے اور وہ چند منٹوں ہی میں خاک اور خون میں لوٹیں گے مگر ان تمام امور کے باوجود انہوں نے رسول کریم ﷺ کی آواز پر اپنی بیویوں اور بچوں کو بھلا دیا اور ایک ہی مقصد اپنے سامنے رکھا کہ جس طرف خدا کا رسولؐ بلاتا ہے اسی طرف جائیں۔ آج دجالی فتنہ جس رنگ میں دنیا پر غالب ہے اس کی تصویر کھینچنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ کوئی چیز آج اسلام کی باقی نہیں، نہ تمدنی احکام قائم ہیں، نہ سیاسی احکام قائم ہیں، نہ اقتصادی احکام قائم ہیں اور نہ شخصی احکام قائم ہیں، ہر چیز میں آج تبدیلی کر دی گئی ہے۔ پس جب تک اسے مٹانے کے لئے ہمارے اندر دیوانگی نہ ہو گی، جب تک ہمیں اس تہذیب مغربی سے بغض نہیں ہو گا اتنا بغض کہ اس سے بڑھ کر ہمیں کسی اور چیز سے بغض نہ ہو اس وقت تک ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہم میں سے جو بھی شخص مغربی تہذیب کا دلدادہ ہے، جو بھی اس تہذیب سے متاثر ہے وہ روحانی میدان کا اہل نہیں جس تہذیب نے اسلامی تمدن کی شکل کو بدل دیا جب تک اس کی ایک ایک اینٹ کو ہم ریزہ ریزہ نہ کر دیں کبھی چین اور اطمینان کی نیند سو نہیں سکتے۔ وہ لوگ جو یورپ کی نقالی کرتے ہیں، جو مغربیت کی رَو میں بہتے چلے جاتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہمارے تن بدن میں تو ان کی ہر چیز کو دیکھ کر آگ لگ جانی چاہیے کیونکہ ہم اور مغربیت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے یا ہم زندہ رہیں گے یا مغربیت زندہ رہے گی۔

جو بھی شخص مغربی تہذیب کا دلدادہ ہے، جو بھی اس تہذیب سے متاثر ہے وہ روحانی میدان کا اہل نہیں۔ جس تہذیب نے اسلامی تمدن کی شکل کو بدل دیا جب تک اس کی ایک ایک اینٹ کو ہم ریزہ ریزہ نہ کر دیں کبھی چین اور اطمینان کی نیند سو نہیں سکتے۔

یہ مت خیال کرو کہ ہم تو انگریزوں کے دوست ہیں پھر مغربیت کے متعلق میں ایسے خیال کیوں رکھتا ہوں کیونکہ انگریز اور مغربیت میں فرق ہے انگریز انسان ہیں اور ایسے ہی انسان ہیں جیسے کہ ہم اور اس لحاظ سے انگریز ہدایت پا سکتے ہیں لیکن مغربیت ہدایت نہیں پا سکتی وہ شیطان کا ہتھیار ہے اور جب تک اسے توڑا نہیں جائے گا دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے اگر کوئی شخص مغربیت کی نقل کا ذرہ بھی مادہ اپنے اندر رکھتا ہے تو وہ مسیح موعودؑ کا حقیقی بیٹا نہیں کہلا سکتا کیونکہ اس نے اس آواز کو نہیں سنا جسے پھیلانے کے لیے حضرت مسیح موعودؑ مبعوث ہوئے۔ پس میں وضاحت سے ان کو پیغام پہنچاتا ہوں اور وضاحت سے ہر ایک کو ہوشیار کرتا ہوں کہ میں ہر ایسے خیال اور ہر ایسے شخص سے بیزار ہوں جس کے دل میں مغربیت کی نقل کا ذرہ بھی مادہ پایا جاتا ہے اور جو دین کی خدمت کرنے

حضرت مصلح موعودؓ رفقاء کے ہمراہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک پر دعا کرتے ہوئے

کے لئے تیار نہیں خواہ وہ میرا بیٹا ہو یا میرے کسی عزیز کا۔ لیکن میں نے ہمیشہ یہ دعا کی ہے اور متواتر کی ہے کہ اگر میرے لئے وہ اولاد مقدر نہیں جو دین کی خدمت کرنے والی ہو تو مجھے اولاد کی ضرورت نہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس دعا کی آخر دم تک توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے سامنے ایک فتنہ ہے اتنا بڑا فتنہ کہ اس کے برابر دنیا میں اور کوئی فتنہ نہیں اگر ہم اس کام کی سرانجام دہی کے لئے کھڑے نہیں ہو جاتے اور اس فتنہ کے مقابلہ کی ضرورت دلوں میں محسوس نہیں کرتے تو میں سمجھ نہیں سکتا کہ ہم دنیا میں ذرہ سی عزت کے بھی مستحق ہو سکتے ہیں۔

اس وقت اسلام کے مقابل پر بیسیوں جھنڈے بلند ہیں جب تک وہ تمام جھنڈے سرنگوں نہیں ہو جاتے، جب تک تثلیث کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہو جاتا، جب تک بت پرستی کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہو جاتا، جب تک اسلام کے سوا باقی تمام جھنڈے سرنگوں نہیں ہو جاتے، جب تک سب دنیا میں تکبیر کے نعرے بلند نہیں ہو جاتے ہم کبھی اپنے فرائض کو پورا کرنے والے سمجھے نہیں جا سکتے۔ یہ وہ چیز ہے جس کو میں آج پیش کرتا ہوں اور اگرچہ میں اسے پہلے بھی پیش کرتا رہا ہوں لیکن کچھ دنوں سے ایک طاقت مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں واضح طور پر پھر یہ بات پیش کر دوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے۔

سَلَامٌ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ صَا فَیْنَاہُ وَ نَجَّیْنَا ہُ مِنَ الْغَمِّ. تَفَرَّدْنَا بِذَالِکَ فَا تَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی

(تذکرہ صفحہ 108-109۔ ایڈیشن چہارم)

ابراہیم یعنی مسیح موعودؑ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے سلامتی ہو۔ صافیناہ ہم نے اسے اپنے لئے خاص کرلیا وَنَجَّیْنَاہُ مِنَ الْغَمِّ اور ہم نے اسے غم سے نجات دی تَفَرَّدْنَا بِذَالِکَ یہ سارا کام ہم نے خود کیا فَا تَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی پس اے ابراہیم سے تعلق رکھنے والو! اس چیز کو اپنا مقام بناؤ جس کو ابراہیم نے بنایا تھا۔ وہ مقام کیا ہے؟ اس کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھولا ہے۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ۔

(سورۃ ابراہیم: 38) حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں "اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد کو ایک ایسی وادی میں لا بسایا ہے جس میں کوئی کھیتی نہیں ہوتی۔ اے میرے رب! اس لئے کہ تا وہ اس وادی میں رہتے ہوئے دنیا کے تمام جھگڑوں اور دنیا کے کمانے کے جھمیلوں سے آزاد رہیں۔ اے خدا تو ان کے دلوں کو ایسا بنا کہ یہ تیری عبادت کرنے والے اور تیرے نام کو دنیا میں بلند کرنے والے ہوں۔ مگر اے خدا یہ بھیک کا ٹھیکرا لے کر دوسروں کے پاس نہ جائیں بلکہ تیری طرف سے عزت والا رزق انہیں ملے تا ان کے دلوں میں تشکر کا جذبہ پیدا ہو اور یہ کہیں کہ ہم تو دنیا کی طرف نہیں گئے تھے مگر خدا تعالیٰ دنیا کو ہماری طرف کھینچ لایا۔ یہ وہ ابراہیمی مقام ہے جسے خدا تعالیٰ نے ہمارے سامنے رکھا۔ یہاں گو ظاہری طور پر وادی غیر ذی زرع نہیں لیکن روحانی طور پر اب بھی موجود ہے۔ زرع والی وادی کون سی ہوتی ہے؟ وہی جہاں لوگ ملازمتیں کرتے اور دنیا کمانے کی جدوجہد کرتے ہیں۔ مگر جب انسان ان کاموں کو چھوڑ دیتا ہے جن سے دنیا کمائی جائے تو وادی غیر زرع میں چلا جاتا ہے پس ابراہیمی مقام جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کھڑا کیا گیا اور آپؑ کی اولاد سے جس مقام پر کھڑا رہنے کی امید کی گئی یہ ہے کہ وہ دنیا کمانے کے خیالات سے علیحدہ ہو کر صرف دین کے پھیلانے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ تب خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوگا کہ وہ خود لوگوں کو ان کی طرف کھینچ کر لائے گا اور آپ ان کے لئے رزق کا سامان مہیا فرمائے گا۔ میرے اس بیان سے وہ لوگ مستثنٰی ہیں کہ جو سلسلہ کی ضرورتوں کے لئے نوکری کریں لیکن ان کو اپنے اخلاص سے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ وہ دنیا کو نفس کی خاطر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی خاطر قبول کر رہے ہیں۔ یعنی انہیں ہر وقت پا بر کاب رہنا چاہیے کہ جب ان کی ضرورت دین کو ہو سب کچھ چھوڑ کر دین کی خدمت کے لئے آ جائیں۔

نادان کہتے ہیں کہ انگریز کی نوکری کرنے سے روٹی ملتی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا کی نوکری کرنے سے انسان کو روٹی ملتی ہے۔ لیکن اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ دین کی نوکری کرنے سے انسان کو ذلیل روٹی ملتی ہے تو کیا ہم نے خدا کے رسولؐ کے ہاتھ پر یہ عہد نہیں کیا کہ اگر دین کے لئے ہمیں ذلت بھی برداشت کرنی پڑے گی تو ہم برداشت کریں گے۔ گو میرے نزدیک دینی خدمت کے ذریعہ روٹی کھانا ذلت نہیں ذلت دنیا کی نوکریوں میں ہے نہ کہ خدا کی نوکری میں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کاہلواں (قادیان کے قریب ایک گاؤں) کے ایک سکھ نے مجھے سنایا کہ ایک دفعہ بڑے مرزا صاحب نے ہمیں بلا کر کہا غلام احمد کو جا کر سمجھاؤ کہ کوئی نوکری کر لے ورنہ میرے مرنے کے بعد اسے اپنے بڑے بھائی کے ٹکڑوں پر گزر بسر کرنی ہوگی۔

وہ کہتا میں ان کے پاس گیا اور کہا آپ کے والد صاحب ناراض ہوتے ہیں آپ نوکری کیوں نہیں کرتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ سنتے ہی ہنس پڑے اور فرمانے لگے والد صاحب کو یونہی فکر ہے میں نے تو جس کا نوکر ہونا تھا ہو گیا وہ سکھ یہ سن کر واپس چلا گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد صاحب سے کہنے لگا وہ کہتے ہیں جس کا نوکر میں نے ہونا تھا ہو چکا ہوں۔ یہ سن کر باوجود دنیا داری کے خیالات کے انہوں نے ایک آہ بھری اور کہنے لگے کہ اگر وہ کہتا ہے کہ میں نوکر ہو گیا ہوں تو ٹھیک کہتا ہے وہ جھوٹ بولنے والا نہیں۔

غرض ابراہیمی نسل ہونے کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی اس

میں ہر ایسے خیال اور ہر ایسے شخص سے بیزار ہوں جس کے دل میں مغربیت کی نقل کا ذرہ بھی مادہ پایا جاتا ہے اور جو دین کی خدمت کرنے کے لئے تیار نہیں خواہ وہ میرا بیٹا ہو یا میرے کسی عزیز کا

طرح بسر کرے کہ گویا وادی غیر ذی زرع میں رہتی ہے اور اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کر دے لیکن ہر کام تیاری سے آتا ہے اگر ہم کام وہ کرنا چاہیں جو رحمانی ہو لیکن طرز ہماری وہ ہو جو شیطانی ہو تو ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں دنیا اس وقت امارت اور حکومت کے خیالات میں مبتلا ہے، دنیا اس وقت تکلفات میں مبتلا ہے، دنیا اس وقت مغربی تہذیب کی دلدادہ ہو رہی ہے اگر ہم عملاً اس تہذیب اور اس امارت اور حکومت کی طرف جائیں تو ہمارے ارادوں میں برکت کس طرح ہو سکتی ہے۔ شیطان کا گلا گھونٹنے کے لیے شیطانی ہاتھ کام نہیں آیا کرتا بلکہ شیطان کا گلا رحمانی

ہاتھوں سے گھونٹا جاتا ہے۔ پس جب تک ان امنگوں سے انسان عاری نہ ہو جائے جو اپنے اندر دنیادارانہ رنگ رکھتی ہیں اس وقت تک انسان دین کے کام کا اہل نہیں سمجھا جا سکتا۔ اسلام اسی وجہ سے دنیا میں کامیاب ہوا کہ اس نے محبت و پیار کو قائم کیا۔ اور امارت و غربت کے امتیازات کو مٹا دیا۔ آئندہ بھی اگر اسلام کامیاب ہوگا تو اسی وجہ سے۔ پس وہ شخص جو نوابی کے خیالات اپنے اندر رکھتا ہے جو خادمیت کے لئے اپنے نفس کو تیار نہیں پاتا تو میں نہیں سمجھ سکتا وہ کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے۔ ہاں خادمیت کے بعد اگر خدا تعالیٰ کسی مقام پر انسان کو خود بٹھاتا ہے تو وہ دوسری بات ہے۔

سید عبدالقادر صاحب جیلانیؒ فرماتے ہیں بعض دفعہ خدا تعالیٰ مجھے کہتا ہے اے عبدالقادر! تجھے میری ذات کی قسم تو اچھے سے اچھا کپڑا پہن اور میں پہن لیتا ہوں۔ بعض دفعہ کہتا ہے اے عبدالقادر جیلانی! تجھے میری ذات کی قسم تو اچھے سے اچھا کھانا کھا اور میں کھا لیتا ہوں۔ یہی مقام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملا۔ آپؑ کو بھی خدا تعالیٰ نے عبدالقادر کہا'' اور ایک رؤیا میں میرا نام بھی عبدالقادر رکھا گیا ہے''۔ اس کے یہی معنے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کہے کہ اچھا کھانا کھاؤ تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اچھا کھائیں اور وہ کہے کہ اچھا کپڑا پہنو تو ہمارا فرض ہے کہ اچھا کپڑا پہنیں۔ اسی طرح اگر وہ ہمیں کہے کہ معمولی کپڑا پہنو تو یہ بھی ہمارا فرض ہے کہ اس حکم کی بھی اطاعت کریں پس ہماری کامل فرمانبرداری خدا کے لئے ہو۔ اگر وہ کہے کہ آسمان پر بیٹھو تو ہم آسمان پر بیٹھ جائیں اگر وہ کہے کہ تحت الثریٰ میں چلے جاؤ تو ہم تحت الثریٰ میں چلے جائیں۔ وہی ابراہیم والا مقام حاصل ہو کہ خدا نے انہیں کہا اَسْلِمْ انہوں نے کہا اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (سورۃ البقرۃ: 132) ہمیں اس سے کوئی غرض نہ ہو کہ ہم دکھ میں پڑتے ہیں یا سکھ میں، ہمیں عزت حاصل ہوتی ہے یا ذلت بلکہ ہم دیکھیں کہ ہمارا خدا ہم سے کیا چاہتا ہے۔ پھر جس رنگ میں وہ ہمیں رکھنا چاہے اسی میں ہم خوش رہیں۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری وقت کا یہ الہام ہے جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں آپؑ کے خاندان کے متعلق ہی ہے کہ۔

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

یعنی اے خدا! اب میں دنیا سے جاتی دفعہ اپنا اہل و عیال تیرے سپرد کرتا ہوں تو جس حالت میں چاہے انہیں رکھیو چاہے تو اونچے مقام پر رکھ چاہے تو نیچے مقام پر۔ یہ چیز ہے جسے ہر وقت اپنے سامنے رکھنا ہمارا کام ہے اور جب تک ہماری اولادیں اس مقصد کو اپنے سامنے نہیں رکھتیں وہ ان انعامات کو حاصل نہیں کر سکتیں جو حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد کے لئے مقدر ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ظاہری اولاد کو بھی ایک فخر حاصل ہوتا ہے لیکن وہ فخر اسی وقت تک ہوتا ہے جب تک وہ دین کے راستہ پر گامزن رہتی ہے۔

ہمارے سامنے ایک فتنہ ہے اتنا بڑا فتنہ کہ اس کے برابر دنیا میں اور کوئی فتنہ نہیں اگر ہم اس کام کی سرانجام دہی کے لئے کھڑے نہیں ہو جاتے اور اس فتنہ کے مقابلہ کی ضرورت دلوں میں محسوس نہیں کرتے تو میں سمجھ نہیں سکتا کہ ہم دنیا میں ذرہ سی عزت کے بھی مستحق ہو سکتے ہیں

چنانچہ رسول کریم ﷺ سے ایک دفعہ صحابہؓ نے پوچھا" یا رسول اللہ ﷺ! عرب قبائل میں سے بڑے کون ہیں؟" آپؐ نے فرمایا" جو بحالت کفر بڑے تھے وہی اب بھی بڑے ہیں بشرطیکہ ان میں نیکی پائی جاتی ہو اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا ہو۔"(بخاری کتاب المناقب باب المناقب و قول اللہ تعالیٰ یا یھا الناس....) بے شک خاندانی بڑائی بھی ہوتی ہے مگر وہ مشروط ہوتی ہے نیکی اور تقویٰ کے ساتھ۔ اگر وہ اس امر کی پرواہ نہیں کرتے اور اگر وہ دنیا کے کیڑوں اور کتوں کی طرح دنیا پر گرے جاتے ہیں تو وہ دوسروں سے زیادہ سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں۔ یہ خدا کا کام ہے اور اگر ہم اس کام کو نہیں کریں گے تو اور لوگ کھڑے کر دیئے جائیں گے۔ لیکن وہ دن بدترین دن ہوگا جب خدا کہے گا کہ رجال فارس نے اشاعت دین سے اپنا منہ موڑ لیا آؤ اب ہم دوسروں کو یہ کام کرنے کا موقع دیں۔ یہ خدا کی دین ہے اور اس کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں کام کرنے کا موقع دیا ورنہ وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ قربانی کر رہا ہے تو چاہے وہ کام کرتے کرتے مٹی میں مل جائے اور منہ سے مومن ہونے کا دعویٰ کرے وہ منافق ہے کیونکہ اس نے خدا تعالیٰ کی عطا کو قربانی کا نام دیا قربانی کرنے والا ہمیشہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب لا صدقہ الاعن ظھر غنی)۔

پس ہمیں دین کی خدمت کرتے ہوئے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہم قربانی کر رہے ہیں بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ ہم سے کام لے رہا ہے۔ اگر تم اس حقیقت کو نہیں سمجھتے، اگر تم دین کے لئے فقیر ہونا برداشت نہیں کر سکتے، اگر تم دین کے لئے بھیک مانگنا پسند نہیں کر سکتے، اگر تم دینی خدمت کو ہفت اقلیم کی بادشاہی سے زیادہ اعزاز والا کام نہیں سمجھتے تو تمہارے اندر ایک جَو کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں سمجھا جا سکتا۔ لوگ کہتے ہیں سوال بری چیز ہے اور میں بھی سمجھتا ہوں کہ سوال بری چیز ہے لیکن اگر خدا اور اس کے دین کے لئے ہمیں سوال کرنا پڑے تو یہ کام بھی ہمارے لئے عزت کا کام ہے۔

پس یہ مت خیال کرو کہ تم دین کی خدمت کر کے کوئی قربانی کر رہے ہو۔ یہ خدا کا احسان ہے جو تم سے کام لے رہا ہے مگر مجھے افسوس ہے میں نے بعضوں کو دیکھا ہے وہ اپنے نفس میں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ قربانی کر رہے ہیں اور کہتے ہیں آؤ اب فلاں قربانی بھی کر لیں حالانکہ اگر کسی شخص کے سامنے پلاؤ زردہ، کباب اور مرغ وغیرہ پکا ہوا پڑا ہو اور دال بھی ہو تو کیا وہ کہا کرتا ہے کہ آج ہم قربانی کر کے مرغ کھا لیتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو دو باتوں میں سے ایک ضرور ہوگی یا تو وہ فریب خوردہ ہے یا پاگل ہوگا کیونکہ یا تو پاگل یہ کہہ سکتا ہے کہ دال چھوڑ کر پلاؤ وغیرہ کھانا قربانی ہے یا فریب خوردہ شخص جو اصلیت سے ناواقف ہو اس طرح کہہ سکتا ہے۔ اگر دین کوئی قیمتی شے ہے، اگر دنیا کا ایک خدا ہے تو جب خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی پکارتا ہے کہ آؤ اور خدا کے دین پر جمع ہو جاؤ تو اس آواز پر لبیک کہنے والا قربانی نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے احسان اور اس کے لطف و کرم سے حصہ پاتا ہے اور اگر وہ ایک منٹ کے لئے بھی سمجھتا ہے کہ قربانی کر رہا ہے تو وہ منافق ہے۔ پس اگر تم میں سے کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ وہ دین کی خدمت کر کے قربانی کر رہا ہے تو

نادان کہتے ہیں کہ انگریز کی نوکری کرنے سے روٹی ملتی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا کی نوکری کرنے سے انسان کو روٹی ملتی ہے

اس کا کوئی ایمان نہیں اس کو اس راستہ سے ہٹ جانا چاہیے۔ لیکن اگر دنیا جس کو ذلت سمجھتی ہے اسے عزت سمجھو، جس کو دنیا بے کاری خیال کرتی ہے تم اسے کام سمجھو اور جسے وہ قربانی سمجھتی ہے اسے تم انعام قرار دو تب تم حقیقی معنوں میں مومن کہلا سکتے ہو۔ کیا وہ جرنیل جس کے ہاتھوں پر جرمن فتح ہوا یہ سمجھتا تھا کہ جرنیل بن کر اس نے قربانی کی۔ اگر دنیاوی جرنیل اپنے عہدوں پر قائم ہو کر کام کرنا قربانی نہیں سمجھتے تو وہ لوگ جن کے سپرد قلوب کی فتح ہو وہ کیونکر اپنے کاموں کو قربانی قرار دے سکتے ہیں۔ کیا انگریزوں

میں سے ہیگ اور جرمنوں سے ہنڈن برگ کی جگہ اگر کوئی شخص کام کرنا چاہتا ہے تو وہ اسے قربانی سمجھتا۔ میں سمجھتا ہوں اسی اعزاز کے حاصل کرنے کے لئے اگر ممکن ہوتا تو ہر شخص اپنی آدھی عمر نذر کے طور پر پیش کر دیتا۔ اسی طرح ممکن ہوتا تو وہ اپنی بیوی اور اپنے بچوں کی جان پیش کر کے بھی اس درجہ کو حاصل کرتا اور پھر اسے اپنی قربانی قرار نہ دیتا۔ اگر دنیوی جرنیلوں کے مقام پر کھڑا ہونا انعام سمجھا جاتا ہے تو کیا خدا تعالیٰ کے جرنیلوں کے مقام پر کھڑا ہونا قربانی کہلا سکتا ہے۔ پس وہ شخص جو دین کی خدمت کر کے اسے قربانی قرار دیتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا منہ چڑاتا ہے اور اس کی ہتک کرتا ہے گویا نعوذ باللہ من ذٰلک خدا تعالیٰ کا انعام تو معمولی چیز ہے مگر اس شخص کی جان کی بہت بڑی قیمت ہے کہ وہ اپنی کوششوں کو وقیع قرار دیتا ہے اور خدا تعالیٰ کے انعام کو چھوٹا سمجھتا ہے۔ خدا تعالیٰ اسے ہفت اقلیم کی بادشاہت سے بھی زیادہ انعام دیتا ہے مگر وہ انعام کو نہیں دیکھتا اور اپنی معمولی کوششوں کو قربانی اور ایثار سمجھنے لگ جاتا ہے۔ پس یہی نہیں کہ تم سے امید کی جاتی ہے کہ تم مغربیت سے علیحدہ رہو گے، تم سے امید کی جاتی ہے کہ تم دین اسلام کا جھنڈا ہمیشہ بلند رکھو گے، تم سے امید کی جاتی ہے کہ تم نوع انسان کے خیر خواہ رہو گے، تم سے امید کی جاتی ہے کہ تم فخر اور خیلاء کے خیالات کو اپنے اندر پیدا نہیں ہونے دو گے، بلکہ ان تمام کاموں کے باوجود تم سے امید کی جاتی ہے کہ تم اپنی خدمات کو ایک ذلیل اور کھوٹا پیسہ تصور کرو گے اور کہو گے کہ خدا تعالیٰ کو تم نے ایک کھوٹا پیسہ دیا مگر اس نے تمہیں دولت بے حساب دی یہ ہے وہ آواز جو تمہیں محمد ﷺ نے دی، اور یہ ہے وہ آواز جو مسیح موعودؑ نے دی، یہ ہے وہ آواز جو خدا تعالیٰ نے دی، اگر خدا اور اسکے رسولؐ اور اس کے مسیح موعودؑ کی پکار کے بعد بھی کسی کے دل سے لبیک کی آواز بلند نہیں ہوتی تو وہ ایک مردہ دل ہے خواہ وہ کتنے ہی اچھے لباس میں موجود ہو۔

ہمیں دین کی خدمت کرتے ہوئے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ ہم قربانی کر رہے ہیں بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ ہم سے کام لے رہا ہے

کیا لطیف نمونہ ہے، جو حضرت بدھ نے دکھایا۔

(The Life of Buddha (p.190,193) by A Ferdinand Herald (translation from French) by PAUL C, Blum)

بدھ اپنے باپ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ جب خدا تعالیٰ کی تڑپ ان کے دل میں پیدا ہوئی تو وہ اپنے گھر سے نکل گئے اور مدتوں جنگل اور بیابان میں عبادتیں کرتے رہے۔ آخر خدا تعالیٰ نے ان پر اپنا الہام نازل کیا اور انہیں نبوت کے مقام پر فائز کر کے دنیا کی اصلاح کے لئے مامور کیا۔ اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے آپ نے اپنے متبعین کو حکم دیا کہ دنیا نہ کماؤ بلکہ دن بھر دین کا کام کرو اور جب بھوک لگے تو بھیک مانگ کر کھا لو۔ جب ان کی شہرت سارے ہندوستان میں پھیل گئی تو ان کے باپ نے بھی جو بہار کے علاقہ میں تھا انہیں بلا بھیجا اور آخر وہ بھی ان کی مریدی میں داخل ہو گیا۔ جب بدھ وہاں سے واپس آنے لگے تو ان کے باپ کو خیال آیا کہ گدی کے متعلق کوئی فیصلہ ہونا چاہیے اس زمانہ میں قانون تھا کہ یا باپ خود گدی پر بیٹھتا یا اپنے بیٹے یا پوتے کو گدی بخش دیتا اس صورت کے علاوہ گدی نشین ہونے کی کوئی صورت نہ تھی۔ بدھ کے باپ نے جب دیکھا کہ یہ تو گدی پر بیٹھیں گے نہیں۔ اس نے اپنے پوتے کو بلایا اور اسے فقیرانہ لباس پہنا کر اور کشکول ہاتھ میں دے کر کہا اپنے باپ کے پاس جا اور کہہ کہ میں بھی اپنا حق مانگنے آیا ہوں۔ گویا مطلب یہ تھا کہ بادشاہت کے لئے آپ اپنا حق میری طرف منتقل کر دیں۔ بدھ کا طریق تھا کہ جب کسی کو اپنے سلسلہ میں شامل کرتے تو اس کا سر منڈوا دیتے۔ جب بیٹا ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کیا تو مجھ سے بھیک مانگنے آیا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا۔ اچھا تو جو کچھ میرے پاس ہے وہ میں دے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنے ایک شاگرد کو بلایا اور کہا کہ اس کا سر مونڈھ دو اور اسے بھکشو بنا دو۔ جس کے معنے یہ تھے کہ بادشاہت اس کے خاندان سے نکل گئی۔ باپ نے جب یہ سنا تو وہ رو پڑا اور ان سے یہ عہد لیا کہ آئندہ کسی نوعمر کو بھکشو نہ بنائیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے

دین کے متعلق جو کام ہمارے ذمہ ہے وہ اتنا عظیم الشان ہے اور اس کی ذمہ داری اتنی وسیع ہے کہ میں افسوس کرتا ہوں ہمارے دل ابھی اس کا اندازہ نہیں کر سکے۔ میں دیکھتا ہوں جو لوگ دین کی خدمت بھی کرتے ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ گویا انہوں نے قربانی کی حالانکہ قربانی ہمیشہ اعلیٰ چیز کہلاتی ہے۔ اگر دین کے لئے کام کرنا قربانی ہے تو گویا دین ادنیٰ ہے مگر ان کا درجہ اس سے بلند ہے۔ یہ احساس اگر ایک لحظہ کے لئے بھی ہمارے اندر رہتا ہے کہ ہم دینی کام کر کے قربانی کرتے ہیں تو یقیناً ہم ایمان سے بے بہرہ اور نابینا ہیں۔

پس پہلے تو میں ان سے جنہیں خدا کے رسولؐ نے آواز دی اور کہا کہ **لناله رجال من فارس** کہتا ہوں کہ وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو سمجھیں ان کے سامنے ایک بہت بڑا کام ہے۔ دنیا کی عزتیں اور دنیا کی بڑائیاں کوئی چیز نہیں خدا کے در کی غلامی سب سے زیادہ عزت والی چیز ہے۔ اگر تم دنیا کماؤ بھی اور سبھی کچھ بن جاؤ تو کیا محمد ﷺ کے خدام سے تمہاری عزت بڑھ سکتی ہے پھر ان نشانات کو دیکھو جنہوں نے دور دور کے اندھوں کو روشنی بخش دی جس سے یورپ اور امریکہ کے نابینا بینا ہو گئے اگر پاس والے اللہ تعالیٰ کے اس نور سے فائدہ نہ اٹھائیں تو کس قدر افسوس ناک بات ہوگی۔ پس پہلے تو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جسمانی اولاد کو مخاطب کرتا ہوں لیکن چونکہ ہر شخص جو سچے دل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرتا اور آپؑ کے اوامر پر کاربند ہوتا ہے آپؑ کی روحانی اولاد میں داخل ہے اس لئے روحانی طور پر تمام جماعت احمدیہ رجال فارس میں داخل ہے پس روحانی اولاد ہونے کی نسبت سے میں باقی تمام جماعت سے بھی کہتا ہوں کہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو۔ کب تک یہ غفلت شعاریاں چلیں گی، کب تک تمھارے چہروں پر مردنیاں چھائی رہیں گی۔ کب تک خدا تعالیٰ کے دین کو تحقیر اور تذلیل کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور تم خاموش رہو گے، کب تک تم اپنی حقیر خدمات کو قربانیاں قرار دو گے، کب وہ دن آئے گا کہ تم دین کے لئے بیتاب ہو جاؤ گے اور کب وہ دن آئے گا کہ تم کمر ہمت باندھ کر اس کام کے لئے میدان عمل میں نکل کھڑے ہو گے جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا میں مبعوث ہوئے۔ پس میں انہیں بھی کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی ایک آواز بلند ہوئی ہے اٹھو اور اس آواز کو سن کر وہی کہو جو تم سے پہلے راست بازوں نے آج سے تیرہ سو سال پہلے کہا تھا کہ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۚ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ O (سورۃ ال عمران آیت 194، 195)

اس تعلیم کو اپنے دل میں پیدا کرو یہاں تک کہ تمہارہ ذرہ ذرہ اس تعلیم پر لبیک کہہ اٹھے۔ پھر اپنی اولادوں کے کانوں میں یہ تعلیم ڈالو اور وہ اپنی اولادوں کے کانوں میں ڈالیں یہاں تک کہ ہمارے کانوں میں سوائے خدا کی آواز کے اور کوئی آواز نہ گونجے۔ ہماری آنکھوں میں سوائے اس نور کے اور کوئی نور نہ چمکے۔ جب تک یہ حالت پیدا نہیں ہوتی ہم مٹی کے بت ہیں جو بڑے بڑے کام کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں سڑے ہوئے مردار ہیں جو دنیا کو زندہ کرنے کے مدعی بنتے ہیں۔

میں اس کے بعد ان نکاحوں کا اعلان کرتا ہوں جن کے لئے یہ اجتماع کیا گیا ہے گو بظاہر اس خطبہ کا نکاح کے ساتھ کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا لیکن حقیقی طور پر اس کا نکاح کے ساتھ گہرا تعلق ہے کیونکہ حقیقت زوجیت خدا تعالیٰ کے تعلق میں ہی ہے یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ شادیوں کے ذکر میں نمازوں کا خصوصیت سے ذکر کرتا ہے۔ اگر ہم دنیا میں زوجیت کا تعلق قبول کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت میں سرشار رہنا ہمیں گوارا نہ ہو اور حقیقی خوشی تو اس وقت تک ہمیں حاصل نہیں ہو سکتی جب تک اسلام دنیا میں قائم نہیں ہو جاتا اس وقت تک دنیا کی خوشیاں بھی ہمیں غم میں مبتلاء کر دیں گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق لکھا ہے وہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد ایک دفعہ میدہ کی روٹی کھا رہی تھیں کہ ان کے آنسو بہنے لگ گئے۔ کسی نے پوچھا آپؓ کیوں روتی ہیں۔ انہوں نے کہا رسول کریم ﷺ کے وقت چکیاں نہیں ہوتی تھیں ہم سل بٹہ پر دانے کوٹ لیتے اور بھوسی پھونک سے اڑا کر آٹا گوندھ کر روٹی پکا لیتے اب میدہ کی روٹی میرے گلے میں پھنس رہی ہے اور مجھے خیال آتا ہے کہ اگر رسول کریم ﷺ کے

> دنیا کی عزتیں اور دنیا کی بڑائیاں کوئی چیز نہیں خدا کے در کی غلامی سب سے زیادہ عزت والی چیز ہے

زمانہ میں میدہ ہوتا تو میں آپؐ کو اس کی روٹی پکا کر کھلاتی۔

(ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی معیشۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واھلہ) ایک میدے کی روٹی کتنی حقیر چیز ہے مگر حضرت عائشہؓ کے گلے میں وہ بھی پھنس گئی اس لئے کہ انہیں رسول کریم ﷺ کا وقت یاد آ گیا۔ پھر کیا دنیا کی تمام نعمتیں ہمارے گلے میں نہیں پھنسنی چاہئیں۔ دنیا کی نعمتیں اور حکومتیں کس کے لئے ہیں؟ یہ سب خدا اور اس کے رسولؐ کے لئے اور اس کے شاگرد کامل مسیح موعودؑ کے لئے ہیں۔ پھر کیوں نہ ہم ان سب نعمتوں کو لا کر خدا اور اس کے رسولؐ کے قدموں میں ڈال دیں۔ حضرت عائشہؓ دنیا کو نصف ایمان سکھانے والی تھیں۔ عائشہؓ رسول کریم ﷺ کی پیاری بیوی تھیں ان کا نمونہ ہمارے لئے پاک نمونہ ہے۔ کیا محبت تھی ان کے دل میں ایک میدہ کی روٹی بھی وہ رسول کریم ﷺ سے جدا ہو کر نہ کھا سکیں اور اس کے کھاتے ہوئے بھی ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر کیا دنیا کی بڑی سے بڑی نعمتیں دیکھ کر ہماری آنکھوں میں آنسو نہیں بھرنے چاہئیں جب تک اس دنیا میں ہماری وہ حالت نہ ہو جو حضرت عائشہؓ کی تھی اس وقت تک حقیقی معرفت کے حصول سے ہم دور ہیں۔ اگر خدا ہمیں اچھا پہناتا ہے تو ہم بے شک پہنیں، اچھا کھلاتا ہے تو ہم بے شک کھائیں مگر ہمارے دل میں یہ درد ہونا چاہیے کہ دنیا پر دجال قابض ہے کاش ہمیں طاقت ہو تو ہم دنیا کی ہر چیز محمد ﷺ اور آپؐ کے شاگردوں کے لئے مخصوص کر دیں۔ بے شک خدا ہمارا آقا ہے اور ہمیں اچھی چیز کھلاتا یا پہناتا ہے تو ہمیں کھانی یا پہننی چاہیے مگر باوجود اس کے ان چیزوں کو ہمارے گلوں میں پھنسنا چاہیے اور ہمارے دل میں تڑپ ہونی چاہیے کہ جب تک ان کپڑوں کے بُننے والے اور کھانوں کو تیار کرنے والے مسلمان نہیں ہو جاتے جب تک ہر تاگا جو دوسرے تاگا میں پرویا جاتا ہے ایک مسلمان کے ہاتھ سے پرویا نہ جائے اور اس پر لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہ پڑھا جائے ہم چین، اطمینان اور راحت کے بستر پر نہیں سو سکتے۔

ان کھانوں کے کھاتے وقت اور ان کپڑوں کے پہنتے وقت ہمارے دل میں ایک آگ ہونی چاہیے ایک سوزش ہونی چاہیے کہ ہر نعمت خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی اس کی کنجی محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہو۔ یہ چیز ہے جسے ہمیں اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔ اگر ہم اسے پیدا کر لیں تو ہماری عقل اور ہمارے فہم و فراست میں ایک برکت رکھ دی جائے گی۔ ورنہ یہ ایک طبعی بات ہے کہ خوشی کے موقع پر زیادہ رنج پیدا ہوتا ہے۔ جب مومن کو کوئی خوشی پہنچتی ہے تو اسے خیال آتا ہے کہ کیا اس خوشی میں محمد ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ شریک ہیں یا نہیں۔ اگر وہ شریک ہوں تو ہمارے لئے خوشی ہے اور اگر وہ اس میں شریک نہ ہوں تو خوشی رنج کو بڑھانے والی اور ہمارے دلوں کو مغموم کرنے والی ہوگی۔ ایک خاوند جس کی بیوی مرجاتی ہے یا ایک عورت جس کا خاوند مرجاتا ہے جب وہ اپنے بچوں کی شادیاں کرتے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں مگر ساتھ ہی ان کے آنسو بھی بہہ رہے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں "کاش! ان بچوں کی والدہ یا والد زندہ ہوتا۔" یہی حال مومن کا ہوتا ہے اسے کوئی خوشی پہنچے ساتھ ہی اسے رنج بھی ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ کیا محمد ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ ان خوشیوں میں شامل ہیں یا نہیں۔ اگر نہ ہوں تو وہ رسمی خوشی مناتا ہے حقیقی خوشی اسے حاصل نہیں ہوتی۔

ہر شخص جو سچے دل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرتا اور آپؑ کے اوامر پر کاربند ہوتا ہے آپؑ کی روحانی اولاد میں داخل ہے اس لئے روحانی طور پر تمام جماعت احمدیہ رجال فارس میں داخل ہے پس روحانی اولاد ہونے کی نسبت سے میں باقی تمام جماعت سے بھی کہتا ہوں کہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو

پس یہ بے جوڑ خطبہ نہیں بلکہ اس کا نکاح کے ساتھ بہترین تعلق ہے اس خطبہ کے بعد اور اس ذمہ داری کی حقیقت واضح کرنے کے بعد کہ ساری ذمہ داریاں اسی میں آ جاتی ہیں میں ان نکاحوں کا اعلان کرتا ہوں جن کے لئے میں اس وقت کھڑا ہوا ہوں۔

اس کے بعد حضور نے نکاحوں کا اعلان فرمایا اور مجمع سمیت لمبی دعا کی۔

(از الفضل 26/اگست 1934ء صفحہ 3 تا 10)

(بحوالہ خطباتِ نکاح۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

حمد باری تعالیٰ

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اے دلبر و دلستان و دلدار وائے جانِ جہان و نورِ اَنوار

اے میرے دلبر محبوب اور دلدار اور اے جانِ جہاں اور نوروں کے نور

لرزاں زِتجلّیت دل و جان حیراں زِرخت قلوب و ابصار

جان و دل تیرے جلال سے کانپ رہے ہیں۔ قلوب اور نظریں تیرے رخ کو دیکھ کر حیران ہیں

حسنِ تو غنی کند زِہر حُسن مہرِ تو بخود کشد زِہر یار

تیرا حسن ہر حسن سے بے نیاز کر دیتا ہے اور تیری محبت ہر دوست کو چھڑا کر اپنی طرف کھینچ لاتی ہے

حسنِ نمکینت ار نہ بودے از حُسن نہ بودے ہیچ آثار

اگر تیرا نمکین حسن نہ ہوتا تو دنیا میں حسن کا نام و نشان نہ ہوتا

از بہرِ نمائشِ جمالت! بینم ہمہ چیز آئینہ دار

تیرے جمال کی نمائش کے لیے میں ہر چیز کو آئینہ سمجھتا ہوں

ہر برگ صحیفۂ ہدایت ہر جوہر و عرض شمع بردار

ہر پتّا ہدایت کا صحیفہ ہے اور ہر ذات و صفت تجھے دکھانے کے لیے مشعلچی ہے

ہر نفس بتو رہے نماید ہر جاں بدہد صلائے ایں کار

ہر نفس تیرا راستہ دکھاتا ہے ہر جان بھی اسی بات کی ہی آواز دیتی ہے

ہر ذرہ فشاند از تو نُورے ہر قطرہ براند از تو انہار

ہر ذرہ تیرا نور پھیلاتا ہے۔ ہر قطرہ تیری توصیف کی نہریں بہاتا ہے

﴿از درثمین فارسی صفحہ 146﴾

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار

حضور ﷺ کے اس دنیا پر احسانات کو جب انسان دیکھتا ہے تو بے اختیار عجیب کیفیت میں دل سے درود اور سلام سرور کائنات ﷺ کے حضور پیش کرنے میں ڈوب جاتا ہے۔ایک معاشرے میں رہتے ہوئے کس طرح ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا ہے۔اپنے ہمسائیوں سے کس طرح پیش آنا ہے تاکہ ایک امن اور خوشی کا ماحول برقرار رہے۔عرب کے رواج کے مطابق جو غلام رکھے جاتے تھے ان سے کیسا سلوک کرنا ہے۔سب سے بڑھ کر عورتوں کی صنف سے جو سب سے زیادہ مظلوم ہستی تھی اس کے حقوق جس طرح حضور ﷺ نے قائم فرمائے ان کا بہترین نقشہ اشعار کی صورت میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے جس طرح کھینچا ہے اس سے بہتر نقشہ شاید کئی صفحات تحریر کرنے پر بھی پیش نہ کیا جاسکے۔آپؓ فرماتی ہیں:۔

رکھ پیشِ نظر وہ وقت بہن ! جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تو آتی تھی

جب باپ کی جھوٹی غیرت کا، خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی، یوں ماں تیری گھبراتی تھی

یہ خونِ جگر سے پالنے والے تیرا خون بہاتے تھے
جو نفرت تیری ذات سے تھی، فطرت پر غالب آتی تھی

کیا تیری قدر و قیمت تھی؟ کچھ سوچ! تری کیا عزت تھی
تھا موت سے بدتر وہ جینا قسمت سے اگر بچ جاتی تھی

عورت ہونا تھی سخت خطا، تھے تجھ پر سارے جبر روا
یہ جرم نہ بخشا جاتا تھا، تا مرگ سزائیں پاتی تھی

گویا تو کنکر پتھر تھی، احساس نہ تھا جذبات نہ تھے
توہین وہ اپنی یاد تو کر!، ترکہ میں بانٹی جاتی تھی

وہ رحمتِ عالم آتا ہے، تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے، سب حق تیرے دلواتا ہے

ان ظلموں سے چھڑواتا ہے

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفٰے نبیوں کا سردار

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

(کلام حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ از درِّ عدن)

’’خدا تعالیٰ نے تمام جہان کی مدد کیلئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے‘‘

تعارف اور حالات خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مکرمہ ڈاکٹر امتہ الرقیب ناصرہ صاحبہ۔ Frankfurt

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ O

(سورۃ الحجرات آیت 14 ترجمہ از تفسیر صغیر)

ترجمہ ’’اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو کئی گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ اللہ یقیناً بہت علم رکھنے والا (اور) بہت خبر رکھنے والا ہے۔‘‘

آج ہم ایک ایسے معزز خاندان کا تعارف پیش کر رہے ہیں جس کی بنیاد آنحضرت ﷺ کے عاشقِ صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت ﷺ کی بابرکت سادات نسل کی ایک معزز خاتون حضرت نصرت جہاں بیگم، اُم المومنین حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے رکھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو مبارک نسل چلی اس کا تذکرہ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم ان دونوں برگزیدہ ہستیوں کے آباء واجداد کا تعارف حاصل کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آباء واجداد انتہائی نیک اور معزز تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنی تصنیف ’’کتاب البریہ‘‘ کے حاشیہ میں اپنے خاندان کے بارے میں فرماتے ہیں ’’میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضٰی اور دادا صاحب کا نام عطاء محمد اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا..... ہماری قوم مغل برلاس ہے ﴿حضرت مسیح موعودؑ حاشیہ در حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ عرصہ سترہ یا اٹھارہ برس کا ہوا کہ خدا تعالےٰ کے متواتر الہامات سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ میرے باپ دادے فارسی الاصل ہیں...جن میں سے میری نسبت ایک یہ الہام ہے خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس یعنی توحید کو پکڑو۔ توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔ پھر دوسرا الہام میری نسبت یہ ہے **لو کان الایمان معلقًا بالثریا لنالہ رجل من فارس** یعنی اگر ایمان ثریا سے معلق ہوتا تو یہ مرد جو فارسی الاصل ہے وہیں جا کر اس کو لے لیتا۔ اور پھر ایک تیسرا الہام میری نسبت یہ ہے **ان الذین کفروا ردّ علیھم رجل من فارس شکر اللہ سَعیہ** یعنی جو لوگ کافر ہوئے اس مرد نے جو فارسی الاصل ہے ان کے مذہب کو رد کر دیا۔ خدا اس کی کوشش کا شکر گزار ہے۔ یہ تمام الہامات ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے آباء اولین فارسی تھے۔ **والحق ما اظھرہ اللہ۔ منہ**﴾ اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے جو اب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس مُلک میں سمرقند سے آئے تھے اور اُن کے ساتھ قریباً دوسو آدمی اُن کے توابع اور خدام اور اہل و عیال میں سے تھے اور وہ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے اس ملک میں داخل ہوئے اور اس قصبہ کی جگہ میں اسوقت ایک جنگل پڑا ہوا تھا جو لاہور سے تخمیناً بفاصلہ پچاس کوس بگوشۂ شمال مشرق واقع ہے فروکش ہو گئے جس کو انہوں نے آباد کر کے اس کا نام ’’اسلام پور‘‘ رکھا جو پیچھے سے **اسلام پور قاضی مَاجھیؔ** کے نام سے مشہور ہوا اور رفتہ رفتہ اسلام پور کا لفظ لوگوں کو بھول گیا اور قاضی ماجھی کی جگہ پر قاضی رہا اور پھر آخر قادی بنا اور پھر اس سے بگڑ کر ’’قادیاں‘‘ بن گیا...اور چونکہ ہمارے بزرگوں کو علاوہ دیہات جاگیرداری کے اس تمام علاقہ کی حکومت بھی ملی تھی اس لئے قاضی کے نام سے مشہور ہوئے مجھے کچھ معلوم نہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے ہمارے بزرگ سمرقند سے اس ملک میں آئے مگر کاغذات سے یہ پتہ ملتا ہے کہ اس ملک میں بھی وہ معزز امراء اور خاندان والیان ملک میں سے تھے۔ اور انہیں کسی قومی خصومت اور تفرقہ کی وجہ سے اس ملک کو چھوڑنا پڑا پھر اس ملک میں آ کر بادشاہ وقت کی طرف سے بہت سے دیہات بطور جاگیر اُن کو ملے۔ چنانچہ اس نواح میں ایک مستقل

حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

ریاست اُن کی ہوگئی۔سکھوں کے ابتدائی زمانہ میں میرے پردادا صاحب میرزا گل محمد ایک نامور اور مشہور رئیس اس نواح کے تھے جن کے پاس اس وقت 85 گاؤں تھے اور بہت سے گاؤں سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے اُن کے قبضہ سے نکل گئے تاہم اُن کی جوانمردی اور فیاضی کی یہ حالت تھی کہ اس قدر قلیل میں سے بھی کئی گاؤں انہوں نے مروت کے طور پر بعض تفرقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو دے دیئے تھے جواب تک اُن کے پاس ہیں۔غرض وہ اس طوائف الملوکی کے زمانہ میں اپنے نواح میں ایک خود مختار رئیس تھے۔ ہمیشہ قریب پانسو آدمی کے یعنی کبھی کم اور کبھی زیادہ اُن کے دستر خوان پر روٹی کھاتے تھے۔اور ایک سو کے قریب علماء اور صلحاء اور حافظ قرآن شریف کےان کے پاس رہتے تھے۔جن کے کافی وظیفے مقرر تھے اور ان کے دربار میں اکثر قال اللہ و قال الرسول کا ذکر بہت ہوتا تھا۔اور تمام ملازمین متعلقین میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو تارکِ نماز ہو۔ یہاں تک کہ چکی پیسنے والی عورتیں بھی پنج وقتہ نماز اور تہجد پڑھتی تھیں۔اور گردونواح کے معزز مسلمان جو اکثر افغان تھے قادیان کو جو اس وقت اسلام پور کہلاتا تھا'' مکہ'' کہتے تھے۔ کیونکہ اس پُر آشوب زمانہ میں ہر ایک مسلمان کے لئے یہ قصبہ مبارکہ پناہ کی جگہ تھی۔اور دوسری اکثر جگہ میں کفر اور فسق اور ظلم نظر آتا تھا اور قادیان میں اسلام اور تقویٰ اور طہارت اور عدالت کی خوشبو آتی تھی۔ میں نے خود اس زمانہ سے قریب زمانہ پانے والوں کو دیکھا ہے کہ وہ اس قدر قادیان کی عمدہ حالت بیان کرتے تھے کہ گویا وہ اس زمانہ میں ایک باغ تھا۔جس میں حامیان دین اور صلحاء اور علماء اور نہایت شریف اور جوانمرد آدمیوں کے صدہا پودے پائے جاتے تھے... غرض وہ علاوہ ریاست اور امارت کے اپنی دیانت اور تقویٰ اور مردانہ ہمت اور اولوالعزمی اور حمایت دین اور ہمدردی مسلمانوں کی صفت میں نہایت مشہور تھے۔اور اُن کی مجلس میں بیٹھنے والے سب کے سب متقی اور نیک چلن اور اسلامی غیرت رکھنے والے اور فسق و فجور سے دور رہنے والے اور بہادر اور بارُعب آدمی تھے۔ چنانچہ میں نے کئی دفعہ اپنے والد صاحب مرحوم سے سنا ہے کہ اس زمانہ میں ایک دفعہ ایک وزیر سلطنتِ مغلیہ کا قادیان میں آیا جو غیاث الدولہ کے نام سے مشہور تھا اور اس نے میرزا گل محمد صاحب کے مدبرانہ طریق اور بیدار مغزی اور ہمت اور اولوالعزمی اور استقلال اور عقل اور فہم اور حمایت اسلام اور جوش نصرت دین اور تقویٰ اور طہارت اور دربار کے وقار کو دیکھا اور اُن کے اس مختصر دربار کو نہایت متین اور عقلمند اور نیک چلن اور بہادر مردوں سے پُر پایا۔تب وہ چشم پُر آب ہو کر بولا کہ اگر مجھے پہلے خبر ہوتی کہ اس جنگل میں خاندان مغلیہ میں سے ایسا مرد موجود ہے جس میں صفات ضرور یہ سلطنت کے پائے جاتے ہیں تو میں اسلامی سلطنت کے محفوظ رکھنے کے لئے کوشش کرتا کہ ایام کسل اور نالیاقتی اور بدوضعی ملوک چغتائیہ میں اسی کو تخت دہلی پر بٹھایا جائے۔

... خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب میرے پردادا صاحب فوت ہوئے تو بجائے ان کے میرے دادا صاحب یعنی مرزا عطا محمد فرزند رشید اُن کے گدی نشین ہوئے۔ان کے وقت میں خدا تعالےٰ کی حکمت اور مصلحت سے لڑائی میں سکھ غالب آئے۔دادا صاحب مرحوم نے اپنی ریاست کی حفاظت کے لئے بہت تدبیریں کیں مگر جب کہ قضاء وقدر ان کے ارادہ کے موافق نہ تھی اس لئے ناکام رہے اور کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔اور روز بروز سکھ لوگ ہماری ریاست کے دیہات پر قبضہ کرتے گئے یہاں تک کہ دادا صاحب مرحوم کے پاس صرف ایک قادیاں رہ گئی اور قادیاں اس وقت ایک قلعہ کی صورت پر قصبہ تھا اور اس کے چار بُرج تھے۔اور بُرجوں میں فوج کے آدمی رہتے تھے اور چند توپیں تھیں اور فصیل بائیس فٹ کے قریب اُونچی اور اس قدر چوڑی تھی کہ تین چھکڑے آسانی سے ایک دوسرے کے مقابل اس پر جا سکتے تھے اور ایسا ہوا کہ ایک گروہ سکھوں کا جو رام گڑھیہ کہلاتا تھا۔اول فریب کی راہ سے اجازت لے کر قادیاں میں داخل ہوا اور پھر قبضہ کر لیا۔ اس وقت ہمارے بزرگوں پر بڑی تباہی آئی اور اسرائیلی قوم کی طرح وہ اسیروں کی مانند پکڑے گئے اور اُن کے مال و متاع سب لوٹی گئی۔کئی مسجدیں اور عمدہ عمدہ مکانات مسمار کیے گئے اور جہالت اور تعصب سے باغوں کو کاٹ دیا گیا اور بعض مسجدیں جن میں سے اب تک ایک مسجد سکھوں کے قبضہ میں ہے دھرم سالہ یعنی سکھوں کا معبد بنایا گیا۔اس دن ہمارے بزرگوں کا ایک کتب خانہ بھی جلایا گیا جس میں سے پانسو نسخہ قرآن شریف کا قلمی تھا جو نہایت بے ادبی سے جلایا گیا اور آخر سکھوں نے کچھ سوچ کر ہمارے بزرگوں کو نکل جانے کا حکم دیا چنانچہ تمام مردوزن چھکڑوں میں بٹھا کر نکالے گئے اور وہ پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزین ہوئے۔تھوڑے عرصہ کے بعد اُن ہی دشمنوں کے منصوبے سے میرے دادا صاحب کو زہر دی گئی۔پھر رنجیت سنگھ کی سلطنت کے آخری زمانہ میں میرے والد صاحب مرحوم مرزا غلام مرتضےٰ قادیاں میں واپس آئے اور مرزا صاحب موصوف کو اپنے والد صاحب کے دیہات میں سے پانچ گاؤں واپس ملے ...غرض ہماری پرانی ریاست خاک میں مل کر آخر پانچ گاؤں ہاتھ میں رہ گئے۔پھر بھی بلحاظ پرانے خاندان کے میرے والد

صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اس نواح میں ایک مشہور رئیس تھے...اب میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش 1839ء یا 1840ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے... میری پیدائش سے پہلے میرے والد صاحب نے بڑے بڑے مصائب دیکھے۔ایک دفعہ ہندوستان کا پیادہ پا سفر بھی کیا۔لیکن میری پیدائش کے دنوں میں ان کی تنگی کا زمانہ فراخی کی طرف بدل گیا تھا۔اور یہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ میں نے ان کے مصائب کے زمانہ سے کچھ بھی حصہ نہیں لیا۔اور نہ اپنے دوسرے بزرگوں کی ریاست اور ملک داری سے کچھ حصہ پایا بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح جن کے ہاتھ میں صرف نام کی شہزادگی بوجہ داؤد کی نسل سے ہونے کی تھی اور ملک داری کے اسباب سب کچھ کھو بیٹھے تھے ایسا ہی میرے لئے بھی بکفتن یہ بات حاصل ہے کہ ایسے رئیسوں اور ملک داروں کی اولاد میں سے ہوں۔شاید یہ اس لئے ہوا کہ یہ مشابہت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پوری ہو۔'' (کتاب البریہ ،روحانی خزائن جلد13 صفحہ 162 تا 178 از حاشیہ ایڈیشن2009ء)

یہ حالات پڑھ کے اندازہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعودؑ کے آباء واجداد بہت نیک اور معزز تھے۔کسی نبی کی صداقت کی ایک دلیل یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔جیسا کہ تاریخ اسلام سے ہمیں معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب خط لکھ کر قیصرِ روم ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے ابوسفیان سے جو اس وقت ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام میں آیا ہوا تھا (اور اس وقت تک مسلمان نہ ہوا تھا) سے آنحضرت ﷺ کے خاندان کے بارے میں دریافت کیا کہ ''وہ کیسا ہے۔''ابوسفیان نے کہا کہ''وہ اچھے خاندان سے ہیں''۔اس پر قیصر نے کہا۔''انبیاء ہمیشہ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں''(یعنی ان کا تعلق اچھے خاندان سے ہوتا ہے)

(ماخوذ از نبیوں کا سردارؐ تصنیف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ صفحہ 159)

بچپن میں حضرت مسیح موعودؑ کو اس زمانے کے رواج کے مطابق گھر پہ ہی کچھ اساتذہ نے پڑھایا۔اوائل جوانی میں آپ کی پہلی شادی آپؑ کی ماموں زاد خاتون حرمت بی بی صاحبہ سے ہوئی۔سیرت حضرت مسیح موعودؑ میں درج ہے کہ''یہ شادی نہایت سادگی اور بغیر کسی دھوم دھام کے ہو گئی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی عمر...اس وقت پندرہ سال سے زیادہ نہ تھی۔''

ان کے بطن سے آپؑ کے دو فرزند حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا فضل احمد صاحب تھے۔صاحبزادہ مرزا فضل احمد صاحب جوانی کی عمر میں وفات پا گئے اور حضرت مسیح موعودؑ کی انہوں نے بیعت نہ کی۔حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں بیعت نہ کی۔مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی بیگم محترمہ حرمت بی بی صاحبہ کے بارے میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت المہدی جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں۔''بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو اوائل سے ہی مرزا فضل احمد کی والدہ

بابرکت کمرہ جہاں حضرت مسیح موعودؑ کی پیدائش ہوئی

سے... بے تعلقی سی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت صاحب کے رشتہ داروں کو دین سے سخت بے رغبتی تھی اور ان (مرزا فضل احمد صاحب کی والدہ) کا ان (رشتہ داروں) کی طرف میلان تھا اور وہ اسی رنگ میں رنگین تھیں...ہاں آپ اخراجات وغیرہ باقاعدہ دیا کرتے تھے۔''

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعودؑ مصنف محترم شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ صفحہ 392 تا 394)

لیکن چونکہ خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعودؑ کو ایک مبارک نسل عطا فرمانا چاہتا تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً بتایا کہ''میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمھاری ایک اور شادی کروں یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا اور تمھیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی''...اور الہامات میں یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ وہ قوم کے شریف اور عالی خاندان ہونگے۔چنانچہ ایک الہام میں تھا کہ''خدا نے تمہیں اچھے خاندان میں پیدا کیا اور پھر اچھے خاندان سے دامادی تعلق بخشا۔'' (تذکرہ صفحہ نمبر 30 ایڈیشن ہفتم)

حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگمؓ کے خاندانی حالات: پہلی عظیم خاتون مبارکہ جسے خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے مسیح موعودؑ کے لئے چنا تھا حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگمؓ تھیں۔آپؓ بہت نیک اور معزز خاندان سے تھیں۔اس بارے میں سیرت

حضرت اماں جانؓ میں شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ لکھتے ہیں۔ ''حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگمؓ کے بزرگوں کی ابتدا خود آنحضرت ﷺ کے وجود مبارک سے ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کی نور نظر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ اور آپؓ کے لخت جگر حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ تھے۔ حضرت امام حسینؓ شہید کربلا کے لختِ جگر حضرت امام سید زین العابدین تھے۔ حضرت ام المومنینؓ کا خاندان حسینی سادات کا خاندان تھا۔ اس خاندان کے مورثِ اعلیٰ حضرت امام حسینؓ ہیں... حضرت اماں جانؓ کے خاندان کے بزرگ بخارا سے ہندوستان ہجرت کر کے آئے... اس خاندان کے بزرگوں کی صلب میں ایک امانت تھی، جو حضرت امام حسینؓ سے تقریباً 40 بزرگوں کی پشت میں منتقل ہوئی اور حضرت میر ناصر نوابؓ (والد بزرگوار حضرت اماں جانؓ) کے ذریعے عالم وجود میں آئی۔ اس کا نام نامی اسم گرامی نصرت جہان بیگمؓ رکھا گیا ... بخارا سے ہندوستان آنے کی وجہ یہ تھی کہ اس خاندان کے بزرگوں کو یہ امانت حضرت مسیح موعود مہدی مسعود کے حوالے کرنی تھی... حضرت مسیح موعودؑ کے بزرگ بھی اس امانت کا بار اٹھائے ہوئے جس کا نام مسیح موعودؑ تھا سمرقند سے کچھ عرصہ پہلے بابر کے زمانہ میں ہندوستان آ گئے تھے اور تھوڑا عرصہ بعد نصرت جہان بیگمؓ کے بزرگ اس دوسری امانت کا بار اٹھائے ہوئے ہندوستان چلے آئے... اس کی وجہ یہ تھی کی حضرت نصرت جہان بیگمؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کے نکاح میں آنا تھا۔ اور اس کے نتیجہ میں ''ایک جدید قوم کو پیدا کرنا تھا جو دنیا کے آئندہ تمدن کو بدل کر چٹان امن پر لا کر کھڑا کر دیگی''۔ (انشاء اللہ) (ماخوذ از سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ طبع 1943ء صفحہ 23 تا 27)

ہندوستان آنے کے بعد حضرت اماں جانؓ کے خاندان کے حالات کچھ یوں ہیں۔ ''آپؓ کے والد میر ناصر نواب صاحبؓ کے خاندان کو 1857ء میں بغاوت کے موقع پر دہلی سے نکلنا پڑا۔ وہاں سے نکل کر دہلی سے گیارہ میل دور قطب صاحب ایک جگہ تھی وہاں پناہ لی۔ لیکن انگریزوں نے ان پہ حملہ کر دیا۔ ان کے خاندان کے بہت لوگ مارے گئے۔ کچھ لوگ جو بچ گئے، ان میں میر ناصر نوابؓ صاحب بھی تھے۔ وہ سب لوگ گھر سے نکل گئے۔ اور دہلی کے ارد گرد گھومتے رہے۔ ان کے ماموں جو پانی پت میں رہتے تھے ان کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو انہوں نے چھکڑے بھیج کر ان کو بلا لیا۔ بعد میں آپ دوبارہ دہلی آ گئے۔'' (ماخوذ از کتاب حضرت میر ناصر نوابؓ عرف نانا جان تصنیف مکرم مولوی برہان احمد ظفر درانی صاحب صفحہ 2،3)

حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کو بھی اپنی ریاست سے چھکڑوں پہ بیٹھ کر نکلنا

دالان حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

پڑا تھا، بہت لوگ قتل ہو گئے تھے، اور پھر دوبارہ قادیان آئے تھے۔ ان حالات کو پڑھ کے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگمؓ کے خاندانی حالات حضرت مسیح موعودؑ کے حالات سے بعض باتوں میں مماثلت رکھتے ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ کا نکاح اور ازدواجی زندگی: حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان سے حضرت اماں جانؓ کے والد حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے تعلقات تھے۔ آپؓ حضرت مسیح موعودؑ کی بہت تعریف کرتے تھے کہ بہت نیک اور صالح ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کو دعا کی غرض سے لکھتے رہتے تھے کہ مجھے نیک داماد ملے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے آپؓ کو اپنے لئے رشتہ کے لئے لکھا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے یہ رشتہ قبول کر لیا۔ اس طرح حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ کی 1884ء میں انتہائی سادگی سے شادی ہوگئی۔

حضرت اماں جانؓ سے شادی کے وقت آپؑ کی پہلی زوجہ صاحبہ بھی موجود تھیں۔ ان کے بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں ''والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میری شادی کے بعد حضرت صاحب نے انہیں کہلا بھیجا۔ کہ آج تک تو جس طرح ہوتا رہا، ہوتا رہا۔ اب میں نے دوسری شادی کر لی ہے۔ اس لئے اب اگر دونوں بیویوں میں برابری نہیں رکھوں گا۔ میں گناہ گار ہوں گا۔ اس لئے اب دو باتیں ہیں یا تو تم مجھ سے طلاق لے لو اور یا مجھے اپنے حقوق چھوڑ دو۔ میں تم کو خرچ دیئے جاؤں گا۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ... بس مجھے خرچ ملتا رہے۔ میں اپنے باقی حقوق چھوڑتی ہوں۔''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 394 مصنف مکرم شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

گاماں بیگ
پیر بیگ
داؤد بیگ
عظیم بیگ
فضل احمد
سندھی بیگ
محمد بیگ
شریف بیگ
اعظم بیگ
یہ شاخ قادیان میں موجود ہے مگر حصہ سے محروم الارث ہے۔
عبدالقادر
نور محمد
مرزا تصدق جیلانی
غلام رسول
غلام صمدانی
غلام جیلانی
غلام حیدر
یہ شخص باپ کی زندگی میں مفقود الخبر ہو گیا تھا۔
مہر علی
نتھو بیگ
مرزا فیض محمد
محمد حسین
دین محمد
فیض اللہ بیگ
اخلاص بیگ
عبداللہ بیگ
الاچی بیگ
ستار بیگ
غفار بیگ
مرزا گل محمد
مرزا غلام محی الدین
مرزا عطا محمد
مرزا قاسم بیگ
مرزا غلام غوث
مرزا غلام مصطفیٰ
مرزا غلام مرتضیٰ
مرزا غلام محمد
مرزا غلام محی الدین
مرزا غلام حیدر
مرزا غلام حسین
یہ شخص مفقود الخبر ہو گیا تھا۔
مرزا غلام قادر
مرزا امام الدین
مرزا نظام الدین
مرزا کمال الدین
مرزا گل محمد
حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام
مرزا سلطان احمد
مرزا فضل احمد
عصمت
بشیر احمد اول
حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ
شوکت
مرزا بشیر احمدؓ
مرزا شریف احمدؓ
مبارکہ بیگمؓ
مبارک احمد
امۃ النصیر
امۃ الحفیظ بیگمؓ
مرزا عزیز احمد
مرزا رشید احمد
سعید احمد
مبارک احمد
خورشید احمد
نسیم احمد
مظفر احمد
حمید احمد
منیر احمد
مبشر احمد
مجید احمد
منصور احمد
ظفر احمد
داؤد احمد
نصیر احمد
ناصر احمد
مبارک احمد
منور احمد
خلیل احمد
حفیظ احمد
رفیع احمد
وسیم احمد
انور احمد
طاہر احمد
اظہر احمد
نعیم احمد
حنیف احمد
رفیق احمد
نوٹ:- یہ شجرہ نسب 1938ء تک کا ہے اور سیرت المہدی حصہ اوّل ایڈیشن اوّل کے مطابق ہے۔ ناشر

شجرۂ نسب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
مورث اعلیٰ جو ہندوستان میں آئے
مرزا ہادی بیگ
قوم مغل شاخ برلاس
محمد الدین
محمد غوث
محمد سلطان
محمد اکبر
عظمت بیگ
بہادر بیگ
ناصر بیگ
عبدالباقی
محمد فاضل
عبدالکریم
نور بیگ
صفو بیگ
محمد بیگ
چاند بیگ
افضل بیگ
محمد بیگ
رحیم بیگ
عبدالنبی
تائن بیگ
فتح محمد
سعد اللہ بیگ
عظمت اللہ بیگ
رحیم بیگ
کریم بیگ
عابد بیگ
جعفر بیگ
غازی بیگ
عبدالعبد
عبدالخالق
محمد بیگ
نقی بیگ
زاہد بیگ
زین العابدین
تقی بیگ
مرزا احمد
عبدالعزیز
عبدالصمد
بہاؤالدین
اللہ دین
عزیز الدین
اسماعیل
محمد ضیاء
مرزا افضل
حیدر بیگ
عبدالرحیم
محمد دلاور
محمد فاضل
فیض اللہ
محمد زاہد
محمد جان
نواب بیگ
محمد اسلم
محمد صادق
صادق بیگ
سیف اللہ بیگ
قاسم بیگ
گلاب بیگ
جانی بیگ
محمد زمان
محمد حیات
لطیف اللہ
محمد افضل
مالی بیگ
محمد قائم
میر محمد
شادی بیگ
دینا بیگ
گدائی بیگ
عتیق اللہ
محمد فاضل
مراد بیگ
اولیا بیگ
محمد بیگ
محمد مصطفیٰ
یہ شاخ بریلی کی طرف چلی گئی تھی۔
محراب بیگ

حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کے تمام رشتہ داروں سے ساری عمر بہت اچھا سلوک کیا یہاں تک کہ آپؑ کی پہلی بیوی کے ساتھ بھی آپؓ ہمیشہ حسن سلوک فرماتی تھیں۔اس سلسلے میں آپؓ فرماتی ہیں''ایک دفعہ مرزا سلطان احمد صاحب کی والدہ (حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی بیوی) بیمار ہوئیں تو چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے مجھے اجازت تھی میں ان کو دیکھنے کے لئے گئی۔واپس آ کر میں نے حضرت صاحب سے ذکر کیا... آپؑ خاموش رہے۔میں نے دوسری دفعہ کہا تو فرمایا''میں تمہیں دو گولیاں دیتا ہوں یہ دے آؤ مگر اپنی طرف سے دینا میرا نام درمیان میں نہ آئے''۔والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ اور بھی بعض اوقات حضرت صاحبؑ نے اشارۃً کنایۃً مجھ پر ظاہر کیا کہ میں ایسے طریق پر کہ حضرت صاحبؑ کا نام نہ آئے اپنی طرف سے کچھ مدد کروں تو میں کر دیا کرتی تھی''۔(سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ حصہ اول طبع 1943ء صفحہ 305، 306)

حضرت اماں جانؓ نے اپنے بچوں کو کبھی صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب کی والدہ سے ملنے سے نہیں روکا بلکہ آپؓ کے بچوں کا ان سے پیار کا تعلق تھا۔اس بارے میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بیان فرماتی ہیں''حضرت اماں جانؓ نے فرمایا کہ جب تمہارے بڑے بھائی پیدا ہوئے تو عصمت (ہماری بہن) سو رہی تھی۔خادمہ نے اس کو جگایا اور کہا اٹھو بی بی تمہارا بشیر آ گیا۔کیونکہ غالباً بشیر اول کی وفات پر عصمت اس کو یاد کرتی ہوگی۔اماں جانؓ نے فرمایا وہ اٹھ کر میری طرف آنے کی بجائے میرا بشیر آ گیا کہتی ہوئی اپنی بڑی والدہ (والدہ مرزا سلطان احمد صاحب) کی طرف دوڑ گئی۔اس کو اپنی بڑی والدہ سے بہت تعلق تھا۔''

(از سیرت و سوانح حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ، مصنفہ پروفیسر سیّدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ نمبر 516)

حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ کی شادی ایک الہامی شادی تھی جو خدا تعالیٰ کے اذن سے ہوئی۔

''یہ شادی 1884ء میں ہوئی اور یہی وہ سال ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعویٰ مجددیت کا اعلان فرمایا تھا اور پھر سارے زمانہ ماموریت میں حضرت اماں جانؓ مرحومہ مغفورہ حضرت مسیح موعودؑ کی رفیقہ حیات رہیں اور حضرت مسیح موعودؑ انہیں انتہا درجہ محبت اور انتہا درجہ شفقت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کی بے حد دلداری فرماتے تھے کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ کو یہ زبردست احساس تھا کہ یہ شادی خدا کے خاص منشاء کے ماتحت ہوئی ہے اور یہ کہ حضورؑ کی زندگی کے مبارک دور کے ساتھ حضرت اماں جانؓ کو مخصوص نسبت ہے۔چنانچہ بعض اوقات حضرت اماں جانؓ بھی محبت اور ناز کے انداز میں حضرت مسیح موعودؑ سے کہا کرتی تھیں کہ ''میرے آنے کے ساتھ ہی آپ کی زندگی میں برکتوں کا دور شروع ہوا ہے''۔اس پر حضرت مسیح موعودؑ مسکرا کر فرماتے تھے کہ ''ہاں یہ ٹھیک ہے'' دوسری طرف حضرت اماں جانؓ بھی حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق کامل محبت اور کامل یگانگت کے مقام پر فائز تھیں اور گھر میں یوں نظر آتا تھا کہ گویا دو سینوں میں ایک دل کام کر رہا ہے۔''

(از سیرت و سوانح حضرت اماں جانؓ مصنفہ پروفیسر سیّدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ نمبر 107)

خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ نے ایک آئیڈیل جوڑے کی طرح زندگی بسر کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کا ایک منظر

آپؑ کی اولاد اور ان کے بارے میں بعض پیشگوئیاں

امام مہدی مسیح موعودؑ کی اولاد اور خاندان کے بارے میں پُرانے صحیفوں الہامی کتب اور احادیث میں بہت سی پیشگوئیاں اور بشارات موجود ہیں۔اس کے علاوہ خود حضرت مسیح موعودؑ کو بھی خدا تعالیٰ نے آپؑ کی اولاد اور خاندان کی بہت سی خوشخبریاں الہامات، پیشگوئیوں، رؤیا اور کشوف کے ذریعے عطا فرمائی ہیں۔ان میں سے بہت سی پیشگوئیاں ہمارے بزرگوں نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھی ہیں کچھ ہم دیکھ رہے ہیں۔اس طرح خدا کے فضل سے ہمارا ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ان میں سے کچھ یوں ہیں۔''یہود کی مشہور کتاب طالمود میں لکھا ہے کہ مسیح کے وفات پانے کے بعد اس کی آسمانی بادشاہت اس کے فرزند اور پھر پوتے کو ملے گی۔''

(از رسالہ خدیجہ لجنہ جرمنی خلافت جوبلی نمبر صفحہ 19)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ''جب ابن مریم (اپنی دوسری بعثت) میں نزول فرما ہونگے تو وہ شادی کریں گے اور ان کی بشارتوں کی حامل اولاد ہوگی''۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ نمبر 901 حدیث نمبر 953)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ’’یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا۔ اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہو گی اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کیلئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ کبھی ناموں میں بھی اس کی پیشگوئی مخفی ہوتی ہے۔‘‘ (تذکرہ صفحہ نمبر 31 ایڈیشن ہفتم)

حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ کو خدا تعالیٰ نے دس بچے عطا کئے۔ ان میں سے 5 بچے چھوٹی عمر میں وفات پا گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ کے لئے یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ بعض اوقات کسی بچے کی وفات پہ آپ کو شماتت اعداء کا سامنا بھی کرنا پڑتا تھا لیکن یہ پاک جوڑا خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر امتحان میں ثابت قدم رہا۔ آپؑ کے پانچ بچوں نے خدا کے فضل سے لمبی عمر پائی۔ ہر بچے کے بارے میں خدا تعالیٰ نے الہامات اور بشارات سے نوازا۔ اس طرح آپؑ کی اولاد مبشر اولاد ہے۔

بابرکت کمرہ جہاں حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش ہوئی

حضرت مسیح موعودؑ کی نسل ان بچوں سے آگے چلی۔ ہفت روزہ بدر قادیان کی 26 اپریل 2007ء کے شمارہ میں صفحہ نمبر 6 پہ مکرمہ پروفیسر سیّدہ نسیم سعید صاحبہ کے ایک مضمون ’’سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی نسل میں برکت‘‘ میں یوں درج ہے کہ ’’اپریل 2007ء تک حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے افراد کی تعداد ماشاء اللہ 735 ہو چکی ہے‘‘۔ الحمد للہ۔ اس وقت خدا کے فضل سے آپؑ کی نسل ماشاء اللہ پاکستان، انڈیا، انگلینڈ، امریکہ، کینیڈا ہالینڈ، آسٹریلیا، افریقہ، جرمنی اور دنیا کے بہت سے ممالک میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان میں ایسی خوبصورت ہستیاں تھیں اور ہیں جو بیشمار خوبیوں کی مالک اور سیرت و کردار میں بے مثال ہیں۔ درخت اپنے پھل سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ اسلئے ہر انسان یہ سوچ سکتا ہے کہ جس درخت کے پھل اتنے شیریں اور خوبصورت ہیں وہ درخت کتنا عظیم الشان ہوگا۔ آپؑ کے رشتہ داروں میں سے صرف اُنہی کی نسل ہے جو احمدی ہو گئے اور ان میں سے زیادہ تر کی شادیاں حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ کی نسل میں ہو گئیں۔ اس طرح خدا تعالیٰ کی پیشگوئی پوری ہوئی کہ ’’تیرے جدی بھائیوں کی نسل کاٹی جائے گی۔‘‘ کسی نبی کی بعثت کے بعد اس نبی سے جو خاندان چلتا ہے وہ اس کے آباء واجداد سے بھی زیادہ متقی، پرہیزگار اور معزز ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا کا نبی ’’مُـزَکّـِی‘‘ ہوتا ہے اور وہ اول اپنے رشتہ داروں کو خدا کے حکم یُـزَکِّیْهِمْ (یعنی وہ ان کو پاک کرے گا) کے موافق تقویٰ میں بڑھانے کا موجب ہوتا ہے۔ اس کے جو رشتہ دار اسے مان لیتے ہیں وہ ان برکتوں کو حاصل کر لیتے ہیں جو خدا نے اس کے ماننے والوں کے لئے مقدر کی ہوتی ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ اپنے خاندان کے بارے میں فرماتے ہیں ’’سو چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا۔ اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے۔‘‘

(تذکرہ صفحہ نمبر 31 ایڈیشن ہفتم)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ آپؑ کے آسمانی روح رکھنے والے موعود فرزند ہیں۔ جس کے آنے کو خداوند کریم نے خود اپنا نازل ہونا قرار دیا۔ (تذکرہ صفحہ 110) خدا تعالیٰ نے روزِ اول سے مقدر کر دیا تھا کہ ایک مسیح محمدی علیہ السلام پیدا کیا جائے گا۔ وہ ایک خاص خاتون سے شادی کرے گا اور اس خاتون کے بطن سے اولاد پیدا ہو گی یہ اولاد ساری کی ساری معتبر ہوگی۔ یہ بات بڑی شان سے پوری ہوئی۔

حضرت مسیح موعودؑ پہ ایمان لانے والوں میں سے بعض لوگ جن کے آباء واجداد بھی نیک اور بزرگان دین میں سے تھے اور وہ خود نیکی، فرمانبرداری، تقویٰ اور خاکساری میں بہت عمدہ نمونہ رکھتے تھے۔ ان کے بچوں کی شادیاں حضرت مسیح موعودؑ کی بابرکت نسل سے ہو گئیں مثلاً حضرت مصلح موعود رضی اللہ کی ازواج میں سے حضرت سیدہ اُم ناصرؓ جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی حرم اوّل بنیں۔ یوں حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی بہو کا اعزاز

حاصل ہوا... ''والد کی طرف سے آپؓ کا شجرہ نسب حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملتا ہے۔اس لئے خاندان قریش کہلاتا ہے۔''

(از سیرت وسوانح حضرت سیّدہ ام ناصرؓ، پروفیسر سیّدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 5)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی بیٹی حضرت سیّدہ امتہ الحی صاحبہ کی شادی حضرت مصلح موعودؓ سے ہوئی۔آپؓ حضرت عمر فاروقؓ کی مبارک نسل تھیں کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا شجرہ نسب حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے۔''آپؓ (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ ۔ناقل) امیر المومنین حضرت عمرؓ کی اولاد میں سے ہیں۔''

(از حیات نور مصنف مکرم عبد القادر صاحب سوداگرمل صاحب صفحہ 1)

''حضرت اُم طاہرؓ حضرت امام حسینؓ کی نسل سے تھیں۔''

(از سید محمود اللہ شاہ صاحب حیاتِ خدمات مصنف احمد طاہر مرزا صفحہ 162-163)

حضرت مہر آپا صاحبہ نور اللہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ،حضرت ام طاہرؓ کی بھتیجی تھیں ،وہ بھی امام حسینؓ کی نسل سے تھیں ۔حضرت مریم صدیقہ چھوٹی آپا جان صاحبہ نور اللہ ،حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت اماں جانؓ کی بھتیجی تھیں ،وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مبارک نسل سے تھیں ۔حضرت سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہؓ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بھی قریش النسل سید تھیں ۔حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ بھی سید تھیں ۔یوں خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی نسل کو نا صرف روحانی لحاظ سے آنحضرت ﷺ کی آل بنایا بلکہ جسمانی لحاظ سے بھی حضرت اماں جانؓ کے ذریعے حضرت فاطمہؓ کی نسل ،حضرت اُم ناصرؓ کے ذریعے حضرت ابو بکرؓ کی نسل ،حضرت سیدہ امتہ الحی صاحبہ کے ذریعہ حضرت عمرؓ کی نسل اور حضرت اُم طاہرؓ کے ذریعے حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ کی نسل سے ملا دیا۔ یہ سب اتفاقات نہیں ہیں یہ اُس قادر خدا کے کام ہیں جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں ہے۔

پس جو نور حضرت آدم علیہ السلام سے چلا تھا وہ سلسلہ وار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ کر مکمل ہوا اور پھر آپؐ کی برکت سے حضرت مسیح موعودؑ جن کو خدا تعالیٰ نے ''جری اللہ فی حلل الانبیاء'' (خدا تعالیٰ کا پہلوان نبیوں کے لبادے میں) کا لقب دیا تھا، تک پہنچ گیا۔اور حضرت اقدسؑ کو اللہ تعالیٰ نے کئی مرتبہ الہام میں ابراہیم بھی کہا ہے ۔جیسا کہ ''براہین احمدیہ'' میں درج ہے ''اے ابراہیم تو آج ہمارے نزدیک صاحب مرتبہ اور امانت دار اور قوی العقل ہے اور دوست خدا ہے خلیل اللہ ہے۔'' (از براہین احمدیہ صفحہ 666 بحوالہ سیرت وسوانح حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ ازمکرمہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ نمبر 55)

حضرت ابراہیمؑ کو نبیوں کا باپ کہا گیا ہے۔اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی سے حضرت مسیح موعودؑ کے روپ میں تمام سابق انبیاء علیہ السلام بھی اس زمانہ میں دوبارہ زندہ ہو گئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں ان کے معجزات ظاہر ہونے لگے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے دوداماد ،حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ جو کہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے شوہر اور حضرت نواب عبد اللہ خان صاحبؓ جو حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کے شوہر تھے اور ایک بہو حضرت بو زینب صاحبہؓ جو حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کی بیگم تھیں،ایک ہی خاندان سے تھے اور ان کے بزرگ ''شیخ صدر جہاں صاحب''ایک باخدا بزرگ تھے۔

(سیرت وسوانح حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ ازمکرمہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 83)

ایک بہو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی بیگم حضرت سیدہ سرور سلطان صاحبہؓ پشاور کے ایک مخلص پٹھان گھرانے سے تھیں ۔حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے بچوں کے رشتے کرتے وقت صرف نیکی اور تقویٰ کو مدنظر رکھا۔ذات پات کا امتیاز نہ رکھا۔

خاندان حضرت مسیح موعودؑ کا ماحول: سیرت حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں عظیم ہستیوں کے گھر دار المسیح میں اور بھی کئی خاندان رہتے تھے۔ یہاں تک بعض اوقات سارا گھر مہمانوں سے بھرا ہوتا تھا اور وہ خاندان گھر کے مالکوں کی طرح رہتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت اماں جانؓ کے والدین، آپؓ کے بھائی، حضرت مسیح موعودؑ کی دو بہوئیں جو آپؑ کی زندگی میں بیاہ کے آ گئی تھیں، آپؑ کے داماد حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ اپنی پہلی بیوی اور بچوں کے ساتھ کچھ عرصہ رہے۔ (اس وقت ان کا رشتہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے نہیں ہوا تھا۔ ان کی بیوی کی وفات کے بعد یہ رشتہ ہوا) حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ ان سب لوگوں کا ہر طرح سے خیال رکھتے، کھانے پینے میں ان کی پسند ناپسند پہ دھیان ہوتا، علاج معالجہ بھی کرتے اور ساتھ ساتھ روحانی تربیت بھی کرتے۔ آپؑ کے رشتہ دار عزیز بھی محبت، خلوص، ایثار اور فرمانبرداری سے رہتے۔ یوں یہ دو عظیم ہستیاں باقی دنیا کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اس بابرکت خاندان کی بنیادیں استوار کرنے اور مضبوط کرنے میں لگی رہتی تھیں۔ حضرت مسیح موعودؑ سب کے لئے روحانی باپ تھے اور ہیں، حضرت اماں جانؓ "ام المؤمنین"، یعنی مومنوں کی ماں ہیں... حضرت مصلح موعودؓ کی ازواج اور باقی خلفاء کی ازواج "آپا" کہلائیں، حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بیگم کو ساری جماعت میں "اماں جی" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ حضرت اماں جانؓ کے محترم والد صاحبؓ اور محترمہ والدہ صاحبہؓ سب کیلئے "نانا جان" اور "نانی جان" تھے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ "میاں صاحب" تھے۔ یہ لوگ سب کیلئے مہربان بزرگ تھے۔ اب تک سب لوگ ایسے ہی کہتے ہیں۔ اس طرح جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک عالمی خاندان ہے۔

گھروں کے ماحول کو خوبصورت بنانے اور خاندانوں کو مضبوط کرنے کے کچھ خوبصورت اصول ہیں۔ اس میں سے ایک وہ ہے جو حضرت اماں جان ام المؤمنینؓ نے اپنی پیاری بیٹی کو رخصتی کے وقت نصائح کیں اور ان پہ آپؓ خود بھی ساری عمر کوشاں رہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپؓ نے فرمایا "ان کے (اپنے شوہر۔ ناقل) کے عزیزوں کو، عزیزوں کی اولاد کو اپنا جاننا کسی کی برائی تم نہ سوچنا، خواہ تم سے کوئی برائی کرے۔ تم دل میں بھی سب کا بھلا ہی چاہنا۔ اور عمل سے بھی بدی کا بدلہ نہ کرنا۔ دیکھنا پھر ہمیشہ خدا تمھارا بھلا کرے گا۔"

(سیرت وسوانح حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سید صاحبہ صفحہ 109)

حضرت اماں جانؓ کی پاک فطرت اس پہ حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت اور تربیت اس نے دار المسیح کے ماحول کو جنت نظیر بنا دیا تھا۔ وہاں سب محبت اور پیار کے ساتھ رہتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ سب لوگوں سے انتہائی محبت و شفقت کا سلوک کرتے تھے۔ جب سب لوگ آپس میں محبت سے رہتے تو آپؑ کو خوشی ہوتی تھی۔ "کتاب سیرت المہدیؑ" میں حضرت ام ناصرؓ کی والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ "حضرت مسیح موعودؑ میاں محمود یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تعریف فرماتے تھے کہ اس نے ایسے گھبراہٹ اور خطرناک وقت پر جو زلزلہ کے خوف سے پیدا ہو گیا تھا اپنی بیوی کو سنبھالے رکھا اور اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا۔ ایسے نازک وقت پر عورتیں بسا اوقات اپنے بچوں کو بھی بھول جاتی ہیں۔"

(سیرت المہدی جلد دوئم مرتبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ روایت نمبر 1463 صفحہ نمبر 258)

حضرت اماں جانؓ اپنی بہوؤں سے انتہائی پیار کا سلوک فرماتی تھیں اور اپنے صاحبزادگان کے سامنے اپنی بہوؤں کی تعریف کرتی تھیں آپؓ کے صاحبزادگان آپؓ کی نظروں میں اپنی ازواج کی قدر بڑھانے کی کوشش کرتے تھے اور اپنی بیویوں کو حضرت اماں جانؓ کی خدمت کرنے کی تلقین بھی کرتے ہیں اور وہ اس ارشاد پہ خلوص سے عمل کرتی تھیں۔ حضرت سیدہ چھوٹی آپا صاحبہؓ حضرت اماں جانؓ کے بارے میں فرماتی ہیں۔ "مجھے ماں سے بڑھ کر محبت دی۔ پیار میں اکثر کہا کرتیں "ماں بیٹی دو ذات پھوپھی بھتیجی ایک ذات"۔ (آپؓ حضرت چھوٹی آپا جان کی پھوپھی تھیں)

(از سیرت وسوانح حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 548)

ایک اور روایت حضرت سیدہ امۃ الحی صاحبہ کی صاحبزادی امۃ القیوم بیگم صاحبہ کی ہے... "امی جانؓ کو حضرت اماں جانؓ سے بہت پیار تھا... حضرت اماں جانؓ نے کئی دفعہ اور اس بات کا ذکر بڑے پیار سے کیا کہ تمھاری ماں کمرے کی کھڑکی سے منہ نکال کر مجھ سے باتیں کرتی تھی۔ ایک دن آواز نہیں آئی تو میں نے کہا "آج میری بلبل کیوں نہیں چہچہائی"۔ تو فوراً جواب دیا "منقار میں چھالے ہیں۔" (کیونکہ منہ میں چھالے ہو گئے تھے۔) اس برجستہ جواب کا ذکر اماں جانؓ کئی دفعہ بڑے پیار سے کرتیں"۔

(از سیرت وسوانح حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 546)

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور میں جب خلیفۃ المسیح کی مختلف ازواج اور ان کے بچے وہاں رہتے تھے۔ ان ازواج کے درمیان بہت اچھے تعلقات تھے۔ان کے بچوں میں سگے سوتیلے کا جھگڑا نہ تھا، بلکہ خلوص ومحبت کا رشتہ تھا۔خلاصہ یہ کہ دار المسیح میں سب لوگ فرشتوں کے سائے تلے سکون سے رہتے تھے۔بعد میں لاہور اور ربوہ میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسا ہی تھا الحمدللہ۔خاندان کے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادیاں عام طور پہ اپنے خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں ہی ہوئیں۔صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ کے بچوں کی شادیاں حضرت اماں جانؓ کی نسل میں ہوگئیں،آپؓ

مسجد مبارک۔قادیان

کے صاحبزادے حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ نے آپؓ سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرلی تھی۔ خاندان کے کچھ لڑکوں اور لڑکیوں کی خاندان سے باہر بھی شادیاں ہوئیں۔ایک خاتون جو کہ خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے نہیں تھیں ان کے دو بیٹوں کی شادیاں خاندان میں ہوئیں تو ربوہ میں لوگوں کو تجسس ہوا کہ معلوم ہو ان کے والدین کی کونسی نیکی خدا تعالیٰ کو پسند آئی ہے کہ ان کو یہ برکت ملی۔تو یہ معلوم ہوا کہ ان لڑکوں کی والدہ صاحبہ بس پہ سفر کرکے لوگوں کو گھر گھر جاکے قرآن پڑھاتی تھیں۔خدا تعالیٰ کو ان کی یہ نیکی پسند آ گئی ہوگی۔

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام بدرسوم کو توڑنے والا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ نے اس جہاد کو شروع کیا اور یہ آگے جاری رہا۔ ماشاءاللہ

خاکسار کو خدا تعالیٰ کے فضل سے خاندان کی کئی شادیوں میں شرکت کرنے کا موقع ملا ہے۔میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ بڑے بڑے ہال لے کے شادی ہوئی ہو،کبھی ویڈیو بناتے ہوئے کسی کو نہ دیکھا۔کبھی میوزک نہ لگا اور کھانا کھلانے کے لئے لڑکے یا مرد خواتین کی طرف نہ آئے۔ بہت پروقار، سادہ لیکن دلچسپ تقاریب ہوا کرتیں۔سب لوگ بہت خلوص ومحبت سے ملتے تھے۔ یہ محسوس ہوتا تھا کہ ان میں آپس میں بہت محبت ہے۔ ہنسی،مذاق اور خوبصورت باتیں ہوتی تھیں۔یہ احساس ہوتا تھا کہ یہاں کوئی خاص برکت ہے۔بہت مزا آتا تھا۔ایک بار حضرت مصلح موعودؓ کی ایک پڑپوتی کی شادی میں حلوہ پوری، چنوں کا سالن اور چائے سے مہمانوں کی تواضع ہوئی۔اس سادہ مینو کا سب نے خوب لطف اٹھایا۔

غم کے مواقع پہ خاندان کے افراد بہت صبر وتحمل کا نمونہ دکھاتے ہیں۔کئی ایسے مواقع پہ خاکسار کو جانے کا اتفاق ہوا۔ خاندان سے باہر کے لوگ بے چینی کا کبھی کبھی اظہار کردیتے تھے مگر خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے افراد انتہائی غمزدہ ہونے کے باوجود خود پر ضبط رکھتے تھے۔

خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے مختلف ادوار اور ترقیات:

خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے مختلف ادوار اور ترقیات: خاندان حضرت مسیح موعودؑ پر مختلف اُدوار آئے ہیں اور ان میں خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ خاندان روحانی ترقی کی منازل طے کرتا گیا۔خدا تعالیٰ نے دنیاوی لحاظ سے بھی ان پہ بے حد فضل فرمائے۔

1۔ پہلا دور حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں تھا۔اس زمانے میں اس عظیم خاندان کی بنیاد پڑی۔تمام ترقیات خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں سے ہیں۔اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں ان سب ترقیات کا پودا لگ گیا تھا۔

☆مبشر اولاد۔جن میں سے ہر ایک کے بارے میں خدا تعالیٰ کی بشارات موجود تھیں اور ان میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعودؓ کے بارے میں ایک لمبی پیشگوئی ہے۔حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں آپؑ کے دو صاحبزادوں کی شادیاں بھی ہوگئی تھیں۔

☆علمی ترقی : حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے ایک بڑا روحانی خزانہ دنیا کو ملا۔حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے بھی بعض بے مثال کتب لکھیں۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں رسالہ ''تشحیذ الاذہان'' جاری کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کی ترقی میں حضرت اماں جانؓ کے والد محترم حضرت میر ناصر نوابؓ (جو کہ جماعت میں نانا جان کے نام سے معروف ہیں) اور والدہ محترمہ حضرت سید بیگم صاحبہؓ (جو کہ نانی جان کے نام سے معروف ہیں) کا بہت اہم کردار ہے۔حضرت نانی جان صاحبہؓ بے حد نیک اور دعاگو خاتون تھیں۔

حضرت اماں جانؓ کے والد محترم نے 1892ء میں بیعت کی اور قادیان

میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ جیسے انہوں نے خود تحریر فرمایا ہے کہ "گویا میں ان کا پرائیویٹ سیکرٹری تھا۔ خدمت گار تھا۔ انجینئر تھا۔ مالی تھا۔ زمین کا مختار تھا۔ معاملہ وصول کیا کرتا تھا"۔ گویا کہ تمام وہ کام جو حضرت مسیح موعودؑ کے دینی انہماک کی وجہ سے یونہی پڑے ہوئے تھے وہ حضرت میر صاحب نے سنبھال لئے تھے۔ (سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ صفحہ 198)

سلسلہ کے کئی کام بھی حضرت میر صاحبؓ انجام دیتے تھے۔ مثلاً لنگر خانہ کا انتظام، چندہ وصول کرنا وغیرہ۔

2۔دوسرا دور حضرت مسیح موعودؑ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا دور خلافت ۔26 مئی 1908ء کو حضرت مسیح موعودؑ کی لاہور میں مختصر بیماری کے بعد وفات ہوگئی۔ "جماعت اور خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ کیلئے ایک بہت بڑا صدمہ تھا۔ یہ مشکل وقت حضرت اماں جانؓ نے انتہائی صبر و تحمل سے گزارا اور اپنے بچوں کو تسلی اور حوصلہ دیا۔ آپؓ نے فرمایا "بچو گھر خالی دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ تمھارے ابا تمھارے لئے کچھ چھوڑ کر نہیں گئے۔ انہوں نے آسمان پر تمھارے لئے دعاؤں کا بڑا بھاری خزانہ چھوڑا ہے جو تمھیں وقت پر ملتا رہے گا"۔

(سیرت حضرت اماں جانؓ مصنف پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 99)

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ (والد محترم حضرت اماں جانؓ) حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد کے حالات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں "اب میرے متعلق کوئی کام نہ رہا۔ کیونکہ وہ کام لینے والا ہی نہ رہا۔ دنیا سے اٹھ گیا۔ میر صاحب، میر صاحب کی صدائیں اب مدھم پڑ گئیں۔... ناز جاتا رہا۔ کیونکہ کوئی ناز بردار نہ رہا"۔ (سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ طبع 1943ء صفحہ 210)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں..."جب حضرت مسیح موعودؑ وفات پا گئے۔ آپؑ کی وفات کے بعد والدہ صاحبہ مجھے بیت الدعا لے گئیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی الہاموں والی کاپی میرے سامنے رکھ دی اور کہا میں سمجھتی ہوں یہی تمھارا سب سے بڑا ورثہ ہے۔ مَیں نے ان الہامات کو دیکھا تو ان میں سے ایک الہام آپؑ کی اولاد کے متعلق یہ درج تھا "حق اَولاد در اَولاد" ...حق اَولاد در اَولاد کے معنی درحقیقت یہی تھے کہ وہ حق جو باہر سے تعلق رکھتا ہے یعنی زمینوں اور جائیدادوں وغیرہ میں حصّہ یہ کوئی زیادہ قیمتی نہیں۔ زیادہ قیمتی یہ چیز ہے کہ میں نے تمھاری اولاد کے دماغوں میں وہ قابلیت رکھ دی ہے کہ جب بھی یہ اس قابلیت سے کام لیں گے دنیا کے لیڈر ہی بنیں گے...اور یہ وہ ورثہ ہے جو ہم نے تمہارے اولاد کے دماغوں میں مستقل طور پر رکھ دیا ہے۔"

نیز آپؓ فرماتے ہیں "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام جو پہلے کبھی شائع نہیں ہوا کہ "حق اَولاد در اَولاد" یعنی اولاد کا حق اس کے اندر موجود ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اس جگہ اولاد سے مراد صرف جسمانی اولاد مراد ہو بلکہ ہر احمدی جس نے حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کیا وہ آپؑ کی روحانی اولاد میں شامل ہے"۔ (تذکرہ صفحہ 676 ایڈیشن ہفتم)

اس دور خلافت میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کے گروہ کے کچھ لوگ جو خلافت ثانیہ میں غیر مبائعین میں شامل ہوئے انہوں نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور

مسجد مبارک قادیان کے اندر ہال کا ایک منظر

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کو مخالفت اور سازشوں سے بہت دکھ پہنچایا۔ بعض اوقات انہوں نے خواتین مبارکہ پہ بھی تنقید کی۔ یہ مخالفت وہ کھل کے نہیں کرتے تھے، بلکہ اندر اندر فتنہ پھیلانے کی کوشش کرتے اور بظاہر جماعت کے ساتھ ہوتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ان کی اصلاح کی بہت کوشش کی۔ اس مخالفت کی وجہ حسد، کینہ، ایمان کی کمزوری اور تکبر تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ، خاندان مسیح موعودؑ اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ سے بہت محبت اور آپؓ پر بہت اعتماد کرتے تھے اور آپؓ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دست راست تھے۔ خاندان مسیح موعودؑ اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے انتہائی محبت و عقیدت کا تعلق رکھتے تھے۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ نے بہت صبر اور تحمل سے یہ وقت گزارا۔

خاندان حضرت مسیح موعودؑ نے مشکل حالات کے باوجود ترقی کی منازل طے کیں۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے جون 1913ء میں اخبار الفضل جاری فرمایا۔ اس کے علاوہ خاندان نے اس دور میں

جماعت کی بہت مالی، دینی، علمی، ادبی خدمات سرانجام دیں۔

3۔تیسرا دور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے بعد کا دور ہے جس میں خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو خلیفۃ المسیح الثانیؓ بنایا۔ حضرت مصلح موعودؓ کو خدا تعالیٰ نے مثیل مسیح موعودؑ فرمایا ہے ... حضرت مصلح موعودؓ کی ایک لمبی رؤیا ہے۔آپؓ فرماتے ہیں ''جس وقت (رؤیا میں۔ناقل) میں یہ تقریر کر رہا ہوں (جو خود الہامی ہے) یوں معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ نے خود رسول اللہ ﷺ کو میری زبان سے بولنے کی توفیق دی ہے اور آپؐ فرماتے ہیں اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔اس کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے ذکر پر ایسا ہوتا ہے اور آپؑ فرماتے ہیں اَنَاالْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ اس کے بعد ان کو اپنی طرف توجہ دلاتا ہوں۔چنانچہ اس وقت میری زبان پر جو فقرہ جاری ہوا یہ ہے وَاَنَاالْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُمَثِیْلُہٗ وَخَلِیْفَتُہٗ اور میں بھی مسیح موعود ہوں یعنی اس کا مثیل اور اس کا خلیفہ ہوں... میرے ذہن میں یہ بات آئی... حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کہ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا اس کے مطابق اور اسے پورا کرنے کے لئے یہ فقرہ میری زبان پہ جاری ہوا ہے۔'' (رویاء وکشوف سیدنا محمودؓ صفحہ 191)

آپؓ کو غیر مبائعین کی طرف سے شدید مخالفت کا سامنا تھا۔جب تک حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ زندہ رہے یہ لوگ بظاہر جماعت کے ساتھ رہے۔خدا تعالیٰ نے بھی ان کو ڈھیل دے رکھی تھی مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے انتخابِ خلافت کے بعد انہوں نے کھل کر مخالفت کی تو خدا تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی۔جو بھی خدا تعالیٰ کے قائم کردہ خلیفہ سے ٹکر لینے کی گستاخی کرے گا وہ اصل میں خدا تعالیٰ سے مقابلہ کر رہا ہوگا اور شکست کھائے گا۔جماعت سے الگ ہو کے لاہوری جماعت کے نام سے جو گروہ بنایا گیا تھا۔وہ سخت تنزل اور گمنامی میں چلا گیا ہے اور خلافت کے سائے تلے جماعت ماشاء اللہ دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔الحمد للہ خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت مصلح موعودؓ کے دور خلافت میں جہاں جماعت کی بے تحاشہ ترقی ہوئی وہاں خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی بھی بہت ترقی ہوئی۔آپؓ کے ماموں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ اپنے ایک مضمون میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خاندانی ترقی میں لکھتے ہیں۔

1۔ آپؓ کے دور میں اپنی نسل کی ترقی۔ (حضرت مسیح موعودؑ کی نسل میں اضافہ ہوا)

2۔ دوسری ترقی بذریعہ پرانے خاندان کے افراد کے۔ آپؓ نے خدا کے فضل سے اپنے خاندان کے مخالف لوگوں کو اپنی قوتِ قدسی سے احمدیت کے اندر کھینچ لیا۔مثلاً مرزا سلطان احمد صاحب، عمالقہ کی اولاد، تائی صاحبہ، عزیز بیگم زوجہ فضل احمد مرحوم، مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے خاندان کے کئی افراد۔

3۔حضور کے اپنے خاندان کی علمی ،مذہبی اور اخلاقی ترقی ...ایک بیٹا مولوی فاضل۔آکسفورڈ...دوسرا بیٹا مولوی فاضل بی۔اے تیسرا M-B-B-S میں تعلیم پاتا ہے...حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تفسیر صغیر اور کبیر میں قرآن مجید کے حقائق و معارف بیان

مسجد اقصیٰ۔قادیان

فرمائے نیز بہت نئے اچھوتے مضامین تحریر فرمائے اور تقاریر کیں۔

4۔حضورؓ کی اور حضورؓ کے خاندان کی مالی ترقی ...حضورؓ اور حضورؓ کے خاندان کے چندے سب لوگوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔...

5۔یہ خاندان حق پہ ہے ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک نہایت خطرناک بددعا اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے کی ہے جس میں یہ مصرعہ آتا ہے

''آتش افشاں بر در و دیوار من''

(حقیقۃ الوحی صفحہ 8،9۔مطبوعہ مطبع ضیاء الاسلام قادیان تاریخ اشاعت 21 فروری 1899ء)

اس میں خدا سے التجا کی ہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں اور تیرے دین کو تباہ کرنے والا ہوں تو مجھے اور میری سب اولاد کو تباہ کر دے۔اب اگر حضورؑ کی سب اولاد دین اسلام اور احمدیت کو برباد کرنے والی ہوگئی ہے تو خدا تعالیٰ کو لازم تھا کہ اس بددعا کا اثر ان پر دکھاتا، نہ یہ کہ الٹا ان کو ترقی دیتا اور ان کی تائید و نصرت کرتا۔اس سے معلوم ہوا کہ وہ سب حق پر جمع ہیں۔(مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ، جلد اول مرتبہ محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ صفحہ 587 تا 591)

اس باون سالہ دور خلافت میں خاندان کے کئی بزرگوں کا انتقال ہوا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ، حضرت نانی جان سید بیگم صاحبہؓ، حضرت

میر محمد اسحاق صاحبؓ، حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ، حضرت اماں جانؓ یہ سب لوگ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ہجرت قادیان کا وقت ساری جماعت کی طرح خاندان حضرت مسیح موعودؑ پر بہت کڑا تھا۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ کے اولوالعزم بیٹے حضرت مصلح موعودؓ نے دعاؤں، بہادری اور حکمت عملی سے اپنے خاندان اور ساری جماعت کو پاکستان بھجوایا۔ قادیان کی حفاظت کے لئے آپؓ نے اپنے بیٹے حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو وہاں چھوڑا۔ بعد میں وہ پاکستان آ گئے۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ کے ایک اور بیٹے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ساری عمر وہاں رہے۔ انہوں نے ہندوستان کی جماعت کی تعمیر وترقی میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت شاندار کام کیا۔ ہجرت کے وقت جماعت کی مالی حالت اچھی نہیں تھی۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت کے سب لوگوں کی جائیدادیں اور ساز وسامان سب کچھ ہندوستان میں رہ گیا تھا۔ بعد میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھے حالات ہو گئے لیکن اس وقت جب کچھ عرصہ کے لئے لاہور رتن باغ میں قیام کیا تو وہاں سب لوگوں کو جماعت کی طرف سے صبح اور شام ایک ایک روٹی اور کچھ سالن ملتا تھا۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے افراد کو بھی وہی کچھ ملتا تھا۔

میری (مضمون نگار کی) والدہ نے ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے کہ ''ایک بار رتن باغ میں حضرت مصلح موعودؓ کی طبیعت خراب تھی اور آپؓ کی ایک بھتیجی آپؓ کو دبا رہی تھیں۔ آپؓ نے اسے فرمایا کہ ''اچھی طرح دباؤ''۔ اس نے عرض کی کہ ''ابا حضور ایک روٹی میں تو اتنی ہی طاقت ہو سکتی ہے۔'' آپؓ ہنس پڑے اور فرمایا ''اس کو میری روٹی سے بھی آدھی دے دیا کرو۔'' آپؓ کی خوراک بہت کم تھی۔ کبھی آدھی، کبھی چوتھائی روٹی کھاتے تھے۔

میری والدہ صاحبہ نے ایک اور واقعہ بھی سنایا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل سے بہت محبت تھی۔ ایک دفعہ حضرت مصلح موعودؓ کے ایک صاحبزادے کے ساتھ کسی بچے کی لڑائی ہو گئی۔ وہ ان کو اونچی اونچی آواز میں کہنے لگا ''تم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو۔ اگر تم مغل ہو تو میں سید ہوں سید''۔ حضرت مصلح موعودؓ کمرے میں کچھ لکھ رہے تھے۔ انہوں نے کسی کو بھیجا کہ ان دونوں کو بلا کے لاؤ۔ جب وہ آئے تو ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا میں نے اس کو یہ کہا تھا کہ ''میں سید ہوں''۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے بیٹے کو کہا ''ہاں یہ سید ہے۔ تمہیں اس کی عزت کرنی چاہئے''۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے... خاکم نثار کوچہ آل محمد است

حضرت مصلح موعودؓ نے ہمیشہ اپنے خاندان اور غیر خاندان کے لوگوں میں

یادگار خلافت۔ قادیان

مکمل اور کامل انصاف قائم کیا اور تمام خلفاء نے اسی طرح ہی کیا اور آج تک کرتے چلے آ رہے ہیں۔

1954ء میں آپؓ مسجد مبارک ربوہ میں نماز پڑھا کر واپس آنے لگے تو ایک دشمن نے چاقو سے آپؓ پر حملہ کر دیا۔ آپؓ کی گردن پہ بہت گہرا زخم آیا لیکن الحمدللہ کہ خدا تعالیٰ نے آپؓ کو بچا لیا۔ میری والدہ نے بتایا کہ اس دن جب یہ حملہ ہوا تو میرے ماموں عبدالقیوم صاحب روتے ہوئے گھر آئے اور یہ خبر سنائی۔ سب لوگ اسی وقت روتے ہوئے دیوانہ وار قصر خلافت کی طرف بھاگنے لگے۔ میری والدہ اس وقت نہ جا سکیں۔ بعد میں گئی تھیں۔ حضرت ام ناصرؓ کے گھر حضرت مصلح موعودؓ لیٹے ہوئے تھے۔ آپؓ بہت کمزور لگ رہے تھے لیکن آپؓ نے میری والدہ اور خالہ کو اشارے سے پاس بلایا آپؓ دونوں کو تسلی دینا چاہتے تھے، کیونکہ دونوں بہت غم زدہ تھیں اور حضرت مصلح موعودؓ کو اس بات کی بہت فکر تھی کہ لوگ پریشان نہ ہوں۔

ساری جماعت اور خاندان کے لوگ بہت دعائیں کرتے، نمازوں میں بہت روتے اور بے چین ہوتے تھے خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے افراد دعائیں تو بہت کرتے تھے لیکن انہوں نے بہت صبر سے یہ مشکل وقت گزارا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے حملہ آور کو اسی وقت معاف فرما دیا تھا۔

؎ اب وقت آ گیا ہے کہ کہتے ہیں حق شناس
ملت کہ اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

اس دور میں خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں سے بعض لوگوں نے اسیر راہِ مولیٰ ہونے کی سعادت بھی پائی۔ ان میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ شامل ہیں۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی ایک نظم اس بارہ میں ہے، اس کا ایک شعر ہے۔ ؎ چلاؤ کوئی جا کے مزار مسیح پر
نصرت جہاں کی گود کے پالوں کو لے گئے

اسیری کا وقت انہوں نے بہت وقار اور تحمل سے گزارا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خاندان کے بزرگوں اور جماعت کی دعاؤں کو خدا نے قبولیت بخشی اور جلد رہائی مل گئی۔ الحمدللہ

4۔ چوتھا دور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا دور خلافت ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات تمام جماعت اور خاندان مسیح موعودؑ کے لئے بہت بڑا سانحہ تھی۔ سب نے اس وقت کو دعاؤں میں گزارا۔ آپؓ کی وفات کے بعد آپؓ کے بڑے صاحبزادے حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحبؒ، خلیفۃ المسیح منتخب ہوئے۔ اس دور میں بھی خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ نے ترقیات کی منازل طے کیں۔ الحمدللہ۔ افراد میں بھی اضافہ ہوا۔ کئی آزمائشیں بھی آئیں مثلاً

☆1974ء میں احمدیوں کے خلاف فسادات ہوئے۔

☆ اسی سال پاکستان کی نیشنل اسمبلی نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ ان مواقع پر ساری جماعت دعاؤں کے ساتھ خلیفۃ المسیح کے حکموں پر عمل درآمد کرتی رہی حضرت مرزا طاہر احمد (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دست راست کے طور پر کامل عاجزی، فرمانبرداری اور شدید محنت سے کام کیا۔ خاندان مسیح موعودؑ نے مالی و دینی خدمات انجام دیں اور تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔

خلافت کے معاملے میں یہ ایک خوبصورت بات نظر آتی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے لے کر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ تک چاہے وہ خاندان سے باہر کا فرد ہو یا خاندان مسیح موعودؑ میں سے خدا تعالیٰ نے اس کو خلیفہ بنایا، جس نے اپنے امام کی کامل فرمانبرداری کی اور جس میں انتہائی عاجزی پائی جاتی تھی۔

5۔ پانچواں دور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا دور خلافت۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دور خلافت میں بہت ترقی ہوئی مگر خاندان پر کئی مشکل وقت بھی آئے۔ مثلاً

☆ ۔حضورؒ کی ہجرت، حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی وفات۔

☆ ۔مکرم صاحبزادہ مرزا غلام قادر صاحب کی شہادت۔

اس دور میں حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو اسیر راہ مولیٰ بننے کی سعادت ملی۔ یہ وقت ساری جماعت اور خاندان مسیح موعودؑ کے لئے امتحان کے وقت تھے۔ لیکن انہوں نے اپنی روایت کے مطابق ہمیشہ صبر و تحمل سے مشکل وقت کاٹے۔

☆ ۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرت کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ، والد محترم حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی کے طور پہ پاکستان میں حضورؒ کی ہدایات کی روشنی میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی طرح جماعت کو سنبھالا اور اپنے خاندان کا بھی بہت خیال رکھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کا خلافت سے انتہائی خلوص اور محبت کا رشتہ تھا، اور خلافت کے لئے آپ بہت غیرت رکھتے تھے۔

6۔ چھٹا دور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بابرکت جاری دور خلافت۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات ساری جماعت اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے لئے بہت نازک اور سخت وقت تھا۔ لیکن جیسے ہی خلافت خامسہ کے انتخاب کا اعلان ہوا، ایسے لگا کہ ہمارے دکھی دلوں کو قرار مل گیا ہے۔ موجودہ دور خلافت یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا دور بھی ماشاء اللہ جماعت اور خاندان کی ترقی کا دور ہے۔ علمی ترقی ہو رہی ہے، افراد میں اضافہ ہوا، مالی قربانی بھی جاری ہے۔

جب بھی خدا تعالیٰ نے کسی کو خلافت کے منصب پہ فائز کیا۔ خاندان کے وہ لوگ جو بزرگ تھے یا عمر میں بے شک خلیفۃ المسیح سے بڑے تھے انہوں نے منصب خلافت کے شایان شان خلیفۃ المسیح کے لئے ادب اور فرمانبرداری کا خوبصورت نمونہ دکھایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پہ آپؓ کے نانا جانؓ، نانی جانؓ، بڑے بھائی مرزا سلطان احمد صاحب، حضرت اماں جانؓ سب نے بیعت کی۔ وہ تائی صاحبہ جو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں سخت مخالف تھیں۔ ان پہ حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ''تائی آئی'' اتنی اچھی طرح پورا ہوا کہ وہ ایسے بیعت میں آئیں کہ آپؓ کو اپنا پیرو مرشد کہتی تھیں۔ حضرت اماں جانؓ ہر خلیفہ کا اتنا ادب کرتیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے اجازت لے کر شہر سے باہر جاتیں۔

اب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی والدہ محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اور خالہ محترمہ صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ کے بارے میں خطبہ جمعہ میں یہ بات بتائی ہے کہ حضور کے خلیفۃ المسیح منتخب ہونے کے بعد ان میں خلافت کی عزت و احترام کی وجہ سے نمایاں تبدیلی ہوگئی تھی۔

'' خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے''

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ ''خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے

میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے''۔

(تذکرہ صفحہ نمبر 31 ایڈیشن ہفتم)

خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بات کو پورا فرما رہا ہے اور انشاء اللہ فرماتا رہے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی ساری زندگی مخلوق خدا کی خدمت میں گزری۔ آپؑ نہ صرف لوگوں کا روحانی علاج فرماتے تھے بلکہ جسمانی امراض کے لئے دوائیاں دیتے اور مختلف طریق سے ان کے مسائل کو حل بھی فرماتے تھے۔ یہ ایک بہت وسیع مضمون ہے۔ یہاں اس کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپؑ کا خاندان جو خدمات انجام دیتا رہا ہے اور دے رہا ہے ان خدمات کے پودے حضرت مسیح موعودؑ نے ہی لگائے ہیں۔ سیرت و سوانح حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ (مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ) میں درج ہے...

مسجد اقصیٰ قادیان اور منارة المسیح کا ایک خوبصورت منظر

1۔ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ کی زندگی میں ہی ان کے نام کی برکات لینے اور ''نصرت جہاں'' کے فیض کو عام کرنے کے لئے اداروں کے نام حضرت اماں جانؓ کے نام پر رکھے گئے۔ مثلاً ''نصرت گرلز ہائی سکول ربوہ، جامعہ نصرت، نصرت انڈسٹریل سکول، نصرت آرٹ پریس، بیت نصرت، نصرت آباد سٹیٹ۔ 1965ء میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے ...کوپن ہیگن ڈنمارک میں ''بیت نصرت جہاں'' تعمیر کروائی۔

1970ء میں حضرت خلیفة المسیح الثالث رحمہ اللہ نے نصرت جہاں ریزرو فنڈ کا آغاز لندن سے فرمایا۔

12/جون 1970ء کو حضرت خلیفة المسیح الثالث رحمہ اللہ نے ''نصرت جہاں آگے بڑھو'' کی سکیم ارضِ بلال براعظم افریقہ میں سکولوں کالجوں ہسپتالوں، کلینکوں کو قائم کرنے کے لئے دکھی انسانیت کی خدمت کے لئے جاری کی۔''

(صفحہ نمبر 501)

نصرت جہاں سکیم کے تحت آج افریقہ میں جگہ جگہ سکول، کالج، ہسپتال اور کلینک قائم ہیں جو خدا تعالیٰ کے فضل سے دکھی انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں۔

2۔ ہومیوپیتھی خدمات۔ حضرت مسیح موعودؑ بھی بعض اوقات ہومیوپیتھک دوائی دیا کرتے تھے۔ ''سیرت المہدی'' جلد دوم (تصنیف حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ) میں برکت بی بی صاحبہ کی روایت درج ہے کہ ''...حضورؑ نے اماں جانؓ کو فرمایا۔ برکت کو وائی برنم دے دو...حضورؑ نے دس قطرے ڈال کر فرمایا...روز پیا کرو...دوا پینے کے بعد مجھے حمل ہوگیا۔''

(صفحہ نمبر 214 روایت نمبر 1350، 1351)

وائی برنم اب بھی ہومیوپیتھی میں استعمال ہوتی ہے۔

حضرت خلیفة المسیح الاول ؓ سے لے کر حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے پہلے تک تمام خلفاء ایسی خدمات انجام دیتے رہے ہیں اور اب خلافت خامسہ کے دور میں بھی یہ خدمات جاری وساری ہیں۔ الحمد للہ

حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ کی ہومیوپیتھی خدمات بے حد ہیں۔ آپؒ نے خلافت کے منصب پہ فائز ہونے سے پہلے بہت عرصہ وقف جدید کی ڈسپنسری میں یہ کام کیا۔ بچپن میں ہم جب دوائی لینے جاتے تو حضورؒ کے پاس لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا، آپؒ نے گرمیوں میں پنکھے کا رخ لوگوں کی طرف کیا ہوتا اور خود پسینے میں شرابور ہوتے۔ آج ساری دنیا خدا کے فضل سے ہومیوپیتھی کے اس فیض سے فائدہ حاصل کر رہی ہے۔

3۔ قلمی خدمات۔ حضرت مسیح موعودؑ تو ''سلطان القلم'' تھے۔ آپؑ کی کتب ملفوظات، روحانی خزائن اور منظوم کلام ایک خزانہ ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی کتب انوار العلوم ہیں۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کا لفظی ترجمہ قرآن ایک شاندار خدمت ہے۔ اسکے علاوہ بیشمار دینی، علمی اور ادبی کتب ایسی ہیں جو خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے احباب وخواتین نے لکھیں۔ منظوم کلام کے مجموعے ہیں کلام محمود، کلام طاہر، در عدن، بخار دل، ہے دراز دست دعا مرا وغیرہ

4۔ مالی خدمات۔ حضرت اماں جانؓ سے شروع ہوکر خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی مالی خدمات آج تک جاری ہیں۔ بے حساب چندہ جات ہیں جو خاندان نے خدا تعالیٰ کے فضل سے دیئے۔ حضرت اماں جانؓ نے لنگر خانہ کے لئے اپنا زیور دیا، حضرت اُم ناصرؓ نے الفضل کے لئے اپنا زیور دیا۔ آپؓ اپنا سارا جیب خرچ جو حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے ملتا تھا

چندہ میں دے دیتی تھیں۔ چندہ کے لئے پیسے بچانے کے لئے گھر میں کبھی کدو کے چھلکے بھی پکا لیتی تھیں۔

5۔دینی خدمات ۔وہ خدمات دین جو بحیثیت خلفاء کرام حضرت مسیح موعودؑ، حضرت مسیح موعودؑ کے صاحبزادے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ دو پوتوں حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے کیں اور جو خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کر رہے ہیں وہ ایک علیحدہ موضوع ہے۔اس کا یہاں احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد، آپؑ کے داماد بہوئیں، اور پھر نسل در نسل، خلفاء کرام کی بیگمات، حضرت اماں جانؓ کے برادران کرام، آپؓ کی بھابیوں اور ان کی نسلوں نے بہت زیادہ دینی خدمات سرانجام دی ہیں اور دے رہے ہیں۔ میری (مضمون نگار کی) والدہ نے بتایا ہے کہ "حضرت اماں جانؓ کی بھابھی حضرت ممانی جانؓ

بہشتی مقبرہ قادیان

بیگم حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ سالانہ پہ آدھی رات تک ڈیوٹی انجام دیتی تھیں۔رات کے کسی پہر بھی جلسہ ڈیوٹی والوں کو چیک کرنے کے لئے اچانک مہمانوں کی بیرکوں کا دورہ کر لیتیں۔اس لئے سب مستعد رہتے تھے۔ ہمارے کوارٹر کے سامنے جلسہ سالانہ کا دفتر ہوتا تھا، حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کے صاحبزادے، حضرت میر داؤد احمد صاحب اکثر ساری رات اس کے صحن میں کام کرتے رہتے تھے۔سخت سردی ہوتی تھی ایک، دو بار میری والدہ نے ان کو چائے بھجوائی کہ سردی سے بیمار نہ ہو جائیں"۔

6۔خدمت انسانیت۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ساری زندگی خدمت انسانیت میں گزری۔ حضرت اماں جانؓ نے بھی ہمیشہ غریبوں، یتیموں بیواؤں، مسکینوں، اور اسیروں کی مدد کی۔کئی یتیموں کو پالا اور ان کی شادیاں کیں۔اسی طرح خاندان کے دوسرے افراد میں بھی یہ خلق پایا جاتا ہے۔

حضرت اماں جانؓ کے بھائی حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کو غرباء، یتامیٰ اور محتاجوں سے بہت انس و پیار تھا۔آپؓ کی وفات پر ان گنت غریب اور یتیم بلک بلک کر اور پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے دیکھے۔آپؓ تیز بخار کی حالت میں بھی "دارالشیوخ" (جو یتامیٰ کے لئے قائم کیا گیا تھا) کے لئے چندہ لینے چلے جاتے تھے۔

حضرت ام طاہرؓ کی وفات پہ لوگوں نے کہا کہ آج یتیموں کی ماں فوت ہوگئی ہے۔حضرت چھوٹی آپا لوگوں کی مالی مدد کیا کرتی تھیں۔آپ نے نصرت گرلز سکول ربوہ کے لئے بہت کام کیا۔حضرت صاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ لوگوں کو ہومیو پیتھک نسخے بتاتیں اور اپنے آپ کو تنگی میں رکھ کر غرباء کی مالی مدد کرتیں۔

خلفاء کی تحریکات مریم شادی فنڈ، بلال فنڈ، ہیومینٹی فرسٹ، یتامیٰ فنڈ، نادار اور ضرورت مند طالب علموں کی مدد یہ سب خدمت انسانیت کے لئے ہیں۔

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے حضرت مصلح موعودؓ کے دور خلافت میں بھی بہت خدمات سرانجام دیں۔آپؒ کچھ عرصہ تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل رہے۔نیز جامعہ احمدیہ میں بھی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ایک صاحبزادے مرزا مبارک احمد صاحب نے کافی عرصہ وکیل التبشیر کے طور پہ بہت محنت سے کام کیا۔لوگ ان کے گھر بھی شکایتیں لے کے چلے جاتے تھے۔انہوں نے دفتر تحریک جدید میں حضورؓ کی اجازت سے بچوں کا ایک پارک بنوایا تھا۔ میرے بچپن کی یادوں میں ایک خوبصورت یاد یہ ہے کہ ہم سب کوارٹروں میں رہنے والے لوگوں کے بچے شام کو وہاں جھولا لینے جاتے تھے اور وہ ہمارے لئے سارے دن کا حسین ترین وقت ہوتا تھا، خدا تعالیٰ نے ان کے ذریعے ہمارے بچپن کی شاموں میں رنگ بھر دیئے، خدا تعالیٰ ان کو اس کی بہترین جزا دے۔آمین

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ایک صاحبزادے حضرت ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے اللہ کے فضل سے فضل عمر ہسپتال ربوہ کو بہت محنت سے ترقی کی بلند منازل پہ پہنچایا۔ایک لمبا عرصہ آپ نے یہاں کام کیا بعض اوقات بیماری میں بھی کام کرتے۔ایک مرتبہ میری والدہ صاحبہ کو پیٹ کی کوئی تکلیف تھی اور ٹھیک نہیں ہو رہی تھی۔انہوں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا

کہ ''میں پریشان ہوں''۔ انہوں نے فرمایا ''پریشان نہ ہوں۔ یہ تکلیف کچھ وقت کے بعد ٹھیک ہوتی ہے۔ مجھے بھی ہے اور ابھی تک آرام نہیں آیا'' اور وہ اسی تکلیف میں مریض دیکھ رہے تھے بعض اوقات وہ دیسی نسخے بھی بتا دیتے تھے۔ انہوں نے سچی بوٹی اپنے پاس رکھی ہوتی تھی، ضرورت پڑنے پہ وہ بھی لوگوں کو دیتے تھے۔

''حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے مرزا مظفر احمد صاحب عالمی شہرت رکھنے والے ماہر اقتصادیات تھے۔ بین الاقوامی اقتصادی اداروں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ World Bank اور IMF میں کام کرتے ہوئے ریٹائر ہوئے۔ متقی دیندار اور مخلص خادم دین تھے۔ اس کے علاوہ 1989ء سے اپنی وفات (2003ء) تک جماعت ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے امیر جماعت رہے۔''

(سیرت حضرت سرور سلطان صاحبہ المعروف اُم مظفر صاحبہؓ، مصنفہ محترمہ برکت ناصر صاحبہ صفحہ 12، 13)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے خلافت کے منصب پہ فائز ہونے سے پہلے افریقہ میں خدمات کیں اور زراعت کے شعبہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ یہ چند خدمات مختصراً بیان کی گئی ہیں۔ تمام خدمات بیان کرنا ممکن نہیں۔

اظہار تشکر اور دعا: اس تعارف کو بیان کرنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں جاننے اور ان پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھنے سے ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اور آپؑ کے دعویٰ کی سچائی پر ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔ الحمدللہ

خاکسار کو خاندان میں سے چند ہستیوں کے ساتھ جماعت کا کام کرنے کی

ریلوے اسٹیشن۔ قادیان

توفیق ملی ہے۔ یہ بات میں اپنے تجربے سے بیان کر سکتی ہوں کہ ان میں اور بہت ساری خوبیوں کے علاوہ تین باتیں بہت نمایاں ہیں۔ ایک تو وہ اپنے ساتھ کام کرنے والوں سے بہت محبت اور پیار کا رشتہ رکھتے ہیں اور ان کی ہر طرح مدد کرتے ہیں۔ وہ دوسروں کو آگے کر کے خود خاموشی سے پیچھے رہ کر بے حد محنت سے کام کرتے ہیں اور ان میں فیصلہ کرنے، حکمت عملی سے کام کرنے کی صلاحیت بہت زیادہ ہے۔ ہم خاندان مسیح موعودؑ کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی زبان میں دعا کرتے ہیں کہ

کر ان کو نیک قسمت، دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت، ہو ان پہ تیری رحمت
اے میرے بندہ پرور ، کر ان کو نیک اختر
رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر
شیطان سے دور رکھیو، اپنے حضور رکھیو
جاں پرزنور رکھیو، دل پُرسرور رکھیو!
اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولا کے یار ہوویں
بابرگ وبار ہوویں اک سے ہزار ہوویں

خدا کرے کہ ہم سب حضرت مسیح موعودؑ کی سچی پیروی کر کے ان برکات اور دعاؤں کو حاصل کر سکیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے مانگیں۔ آمین

ہم میں سے جو بھی حضرت مسیح موعودؑ کے پاک نمونہ پر چلے گا خدا تعالیٰ اس کے حق میں یہ دعائیں قبول فرمائے گا۔ انشاءاللہ

ہم پہ آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ کے اتنے احسانات ہیں کہ ہمیں چاہئے کہ ہم ان دونوں عظیم ہستیوں پہ درود و سلام بھیجتے رہیں اور ان کی آل کے لئے بھی دعائیں مانگیں۔ جزاکم اللہ

ایک بار میں اپنے خاندان کے لئے بہت زیادہ دعا کر رہی تھی تو میرے دل میں بہت شدت سے یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر میں اپنے خاندان کے لئے دعاؤں کو قبول کروانا چاہتی ہوں تو پہلے خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے لئے دعا کروں۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ خاندان حضرت مسیح موعودؑ پہ رحمتیں اور فضل نازل فرماتا رہے، ان کے صدقے میں ہماری بھی پردہ پوشی فرمائے اور اپنی رحمتوں اور فضلوں سے نوازتا رہے آمین۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمدؐ
و آخر داعوانا ان الحمد لله رب العالمین

امام الزماں

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حسن معاشرت

مکرمہ عذرا عباسی صاحبہ۔ Frankfurt

حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی بھی شیوۂ انبیاء ہے۔ دنیا میں جب بھی نبی مبعوث ہوئے۔ انہوں نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ اپنے اخلاق و کردار سے جہاں دینی اور روحانی انقلاب برپا کیا، وہاں خلق خدا سے ہمدردی، رواداری، احسان و مروت اور حق و صداقت اور دوسری اعلیٰ انسانی صفات کے ساتھ ایک مضبوط معاشرہ کی بنیاد رکھی۔ انسانی معاشرہ باہمی تعلق اور ربط سے تشکیل پاتا ہے۔ باہمی تعلق اور ربط سے جو رشتے استوار ہوتے ہیں۔ ان کی عمدہ طریق پر ادائیگی ہی حسن خلق ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ''عوام الناس خیال کرتے ہیں کہ خلق صرف حلیمی اور نرمی اور انکسار ہی کا نام ہے۔ یہ ان کی غلطی ہے بلکہ جو کچھ بمقابلہ ظاہری اعضاء کے باطن میں انسانی کمالات کی کیفیتیں رکھی گئی ہیں ان سب کیفیتوں کا نام خلق ہے۔ مثلاً انسان آنکھ سے روتا ہے اور اس کے مقابل پر دل میں ایک قوت رقت ہے۔ وہ جب بذریعہ عقل خداداد کے اپنے محل پر مستعمل ہو تو وہ ایک خلق ہے۔ ایسا ہی انسان ہاتھوں سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو شجاعت کہتے ہیں۔ جب انسان محل پر اور موقع کے لحاظ سے اس قوت کو استعمال میں لاتا ہے تو اس کا نام بھی خُلق ہے۔ اور ایسا ہی انسان کبھی ہاتھوں کے ذریعہ سے مظلوموں کو ظالموں سے بچانا چاہتا ہے یا ناداروں اور بھوکوں کو کچھ دینا چاہتا ہے یا کسی اور طرح سے بنی نوع کی خدمت کرنا چاہتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو رحم بولتے ہیں... جب انسان ان تمام قوتوں کو موقع اور محل کے لحاظ سے استعمال کرتا ہے تو اس وقت ان کا نام خلق رکھا جاتا ہے۔ اللہ جلشانہٗ ہمارے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے ''اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ'' یعنی تو ایک بزرگ خلق پر قائم ہے۔''

(روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 332، 333 طبع 1984ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی حیات طیبہ کا سب سے نمایاں پہلو آپؑ کا حسن خلق اور طرز معاشرت تھا۔ آپؑ اپنی تعلیم کا بہترین نمونہ تھے۔ اخلاق و کردار کا جو نکتہ دوسروں کو سکھانا چاہتے تھے خود اس کی عملی تفسیر تھے۔ انسانوں کے مجمع میں ان کی تعلیم و تربیت کے لئے جو درس دیتے گھر کے خلوت کدہ میں بھی اس کے مطابق عمل کرتے۔ صبح و شام اٹھتے بیٹھتے، خوشی غمی اور اپنے احباب کی محفل یا تنہائی کے لمحات ان کے اخلاق فاضلہ کا بیان تھے۔ ان کی حیات طیبہ میں کہیں بھی فکر و عمل میں تضاد نظر نہیں آتا۔ یعنی قول و فعل کی یکسانیت آپؑ کی سیرت کا نمایاں وصف تھا۔ آپؑ ہمیشہ خواہش رکھتے کہ زیادہ سے زیادہ احباب قادیان تشریف لائیں اور آپؑ کی صحبت صالحہ کے فیض سے اپنی عملی اور روحانی زندگی میں ایک انقلاب پیدا کریں اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر ایک ایسے معاشرہ کی بنیاد رکھی جائے جو حقیقی معنوں میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ ہو جس کے لئے آپؑ مبعوث کئے گئے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ''اعمال نیک کے واسطے صحبت صادقین کا نصیب ہونا بہت ضروری ہے یہ خدا کی سنت ہے ورنہ اگر چاہتا تو آسمان سے قرآن یونہی بھیج دیتا اور کوئی رسول نہ آتا مگر انسان کو عمل درآمد کے لئے نمونہ کی ضرورت ہے۔ پس اگر وہ نمونہ نہ بھیجتا رہتا تو حق مشتبہ ہو جاتا''۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 165 ایڈیشن 1984ء)

حضرت اقدسؑ کے اخلاق فاضلہ اور آپؑ کی بزرگی کے عظیم نمونے جو آپؑ کی سیرت کے مطالعہ سے ہم تک پہنچے۔ وہ تحریریں اور روایات ان مبارک افراد کی بیان کردہ ہیں جو آپؑ کی قربت و صحبت میں رہے اور آپؑ کی بزرگی اور حق و صداقت کا مشاہدہ کیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کا عجز و انکسار

حضرت مفتی فضل الرحمٰن صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں ''میں گورداسپور سے

امام الزمان

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ایک خط لے کر حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔گرمی کا موسم تھا اور میں سخت دھوپ میں آیا۔رات کو بھی میں سونہ سکا تھا۔حضرت مسیح موعودؑ نیچے کے کمرے میں تشریف فرما تھے۔میں جب پہنچا تو آپؑ خط لے کر میرے لئے شربت لینے تشریف لے گئے۔گرمی اور کوفت کی وجہ سے میں اونگھ گیا اور وہیں لیٹ گیا۔تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں۔حضرتؑ کے ہاتھ میں پنکھا ہے۔میں اٹھ بیٹھا اور بہت ہی شرمندہ ہوا۔فرمایا ''تھکے ہوئے تھے۔سوجاؤ۔اچھا ہے''۔میں نے عذر کیا پھر آپؑ نے وہ شربت دیا اور میں پی کر گھر چلا آیا''۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 338 حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

عفو اور درگزر

عفو اور درگزر یعنی کسی کی غلطی اور کوتاہی کو معاف کر دینا۔سزا اور ملامت کرنے کی بجائے اصلاح کے لئے چشم پوشی کرنا۔عفو اور درگزر حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کا اعلیٰ ترین وصف تھا اور ایسا انتہائی درجہ کا سلوک اسی وجود سے ظہور پا سکتا ہے جو مامور من اللہ ہو۔حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں ''یاد رہے اخلاق فاضلہ میں سے عفو اور درگزر ایک ایسی صفت ہے جو انسان کے کمال کا ایک خاص نشان ہے اس لئے کہ جب تک انسان اپنے غصہ و انتقام کے جذبات پر کامل قدرت اور حکومت حاصل نہ کرلے اس وقت تک یہ قوت اس میں پیدا نہیں ہو سکتی کہ وہ دوسروں کے قصوروں پر برمحل معاف کر دے''۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ حصہ اول صفحہ 101 حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

حضرت مخدوم الملت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ ''آپ کسی کو اس کی خطا اور لغزش پر مخاطب کر کے ملامت نہیں کرتے۔اگر کسی کی حرکت ناپسند آوے تو مختلف پیرایوں میں عام طور پر تقریر کر دیں گے۔اگر وہ سعید ہوتا ہے تو خود ہی سمجھ جاتا اور اپنی حرکت پر نادم ہوتا ہے۔آپ جب تقریر وعظ و نصیحت کی کرتے ہیں۔ہر ایک ایسا ہی یقین کرتا ہے کہ یہ میرے ہی عیب ہیں جو آپ بیان کر رہے ہیں۔اور یوں اصلاح اور تزکیہ کا پاک سلسلہ بڑی عمدگی سے جاری رہتا ہے''۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ مصنف حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ صفحہ 49)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں ''حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے خادموں میں سے ایک محمد اکبر خان صاحب سنوری ہیں۔جو مدت سے دارالامان میں ہجرت کر کے آ گئے اور اب یہاں ہی رہتے ہیں...خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ ''جب ہم وطن چھوڑ کر قادیان آ گئے تو ہم کو حضرت اقدسؑ نے اپنے مکان میں ٹھہرایا۔حضرت اقدسؑ کا قاعدہ تھا کہ رات کو عموماً موم بتی جلایا کرتے تھے اور بہت سی موم بتیاں اکٹھی روشن کر دیا کرتے تھے،جن دنوں میں مَیں آیا میری لڑکی بہت چھوٹی تھی۔ایک دفعہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمرے میں بتی جلا کر رکھ آئی۔اتفاق ایسا ہوا کہ وہ بتی گر پڑی اور تمام مسوّدات جل گئے۔علاوہ ازیں اور بھی چند چیزوں کا نقصان ہو گیا۔تھوڑی دیر کے بعد جب معلوم ہوا کہ حضرت اقدسؑ کے کئی مسودات ضائع ہو گئے ہیں تو تمام گھر میں گھبراہٹ۔میری بیوی اور لڑکی کو سخت پریشانی۔کیونکہ حضرت اقدسؑ کتابوں کے مسودات بڑی احتیاط سے رکھا کرتے تھے لیکن جب حضورؑ کو معلوم ہوا تو حضورؑ نے اس واقعہ کو یہ کہہ کر رفت گذشت کر دیا کہ ''خدا کا بہت ہی شکر ادا کرنا چاہئے کہ کوئی اس سے زیادہ نقصان نہیں ہو گیا''۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ حصہ اول صفحہ 103, 104 حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''الحکم'' میں ہفتہ وار ایک خط لکھا کرتے تھے۔ان خطوط میں سے بعض میں آپؓ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کے واقعات تحریر فرماتے۔جو بعد میں ''سیرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام'' کے نام سے الگ شائع ہوئی۔تحریر فرماتے ہیں ''ایک عورت نے اندر سے کچھ چاول چرائے۔چور کا دل نہیں ہوتا اور اس لئے اس کے اعضاء میں غیر معمولی قسم کی بے تابی اور اس کا ادھر ادھر دیکھنا بھی خاص وضع کا ہوتا ہے۔کسی دوسرے تیز نظر نے تاڑ لیا اور پکڑ لیا۔شور پڑ گیا اس کی بغل سے کوئی پندرہ سیر کی گٹھڑی چاولوں کی نکلی۔اِدھر سے ملامت اُدھر سے پھٹکار ہو رہی تھی۔جو حضرتؑ کسی تقریب سے ادھر آ نکلے۔پوچھنے پر کسی نے واقعہ کہہ سنایا فرمایا ''محتاج ہے کچھ تھوڑے سے اسے دے دو اور فضیحت نہ کرو اور خدا تعالیٰ کی ستاری کا شیوہ اختیار کرو''۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 27 حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ)

حضرت اقدسؑ کا حسن سلوک، جود و سخا

حسن سلوک اور سخاوت انسان کی معاشرتی زندگی میں بہترین خلق ہے یعنی نہ احسان کا خیال ہو اور نہ شکر گزاری کی آرزو۔اس کے پس پردہ انسان سے نیکی اور فطرت میں طبعی جوش ہو۔حضرت مسیح موعودؑ دوست واحباب کی مشکلات اور مصائب کا خیال رکھتے۔کبھی بھی کسی سائل کو نظر انداز نہ کرتے۔آپؑ کا یہ وصف صرف اپنے احباب اور محبت کرنیوالوں تک ہی

محدود نہ تھا بلکہ شدید ترمخالفین سے بھی حسن سلوک سے پیش آتے۔حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ تحریر کرتے ہیں"ایک دفعہ کسی نے ایک پارسل حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بھیجا۔جب پارسل کھولا تو اس میں ایک ٹوپی خوبصورت اور قیمتی تھی۔دو ہندو نوجوان بھی بیٹھے تھے۔ایک نے اس ٹوپی کی بہت تعریف کی اور ہاتھ میں لے کر بار بار دیکھتا رہا۔آخر حضرت اقدسؑ نے وہ ٹوپی اس کو ہی دے دی۔وہ لے کر خوش خوش چلا گیا۔مجھ سے مخاطب ہو کر آپؑ نے فرمایا" صاحبزادہ صاحب یہ ٹوپی اس کو پسند آ گئی تھی جبھی تو یہ بار بار تعریف کرتا رہا۔ہمارے دل نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس کو تکلیف پہنچے اس لئے ہم نے بشرح صدر ٹوپی دے دی۔خدا نے ہمارے پاس ٹوپی بھیجی اور بھیج دے گا اگر ہم اس کو یہ ٹوپی نہ دیتے تو اس کو رنج پہنچتا۔تالیف قلوب بھی تو ایک چیز ہے"۔

(تذکرۃ المہدیؑ حصہ دوم صفحہ 286 حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ)

آپؑ کی سادگی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق وعادات کا ایک اور نمایاں پہلو یہ تھا کہ آپؑ کی زندگی کلیۃً تکلفات سے پاک تھی۔حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں"یہ سادگی اور دنیا کے متاع سے بے نیازی اور عادات کی بے تکلفی نہ تو اس وجہ سے تھی کہ دنیا کے عیش وآرام کی چیزیں یا اسباب میسر نہ تھے اور نہ اس لحاظ سے تھی کہ آپ جوگیانہ اور رہبانیت کے رنگ کو پسند کرتے تھے اسلام رہبانیت اور اس قسم کی زندگی کا سخت دشمن ہے... شیخ نور احمدؓ صاحب کہتے ہیں کہ"جنگ مقدس کی تقریب پر بہت سے مہمان جمع ہو گئے تھے۔ایک روز حضرت مسیح موعودؑ کے لئے کھانا رکھنا یا پیش کرنا گھر میں بھول گیا۔میں نے اپنی اہلیہ کو تاکید کی ہوئی تھی مگر وہ کثرت کاروبار اور مشغولیت کی وجہ سے بھول گئی یہاں تک کہ رات کا بہت بڑا حصہ گزر گیا اور حضرتؑ نے بڑے انتظار کے بعد استفسار فرمایا تو سب کو فکر ہوئی۔بازار بھی بند ہو چکا تھا اور کھانا نہ مل سکا۔حضرتؑ کے حضور صورت حال کا اظہار کیا گیا۔آپؑ نے فرمایا"اس قدر گھبراہٹ اور تکلف کی کیا ضرورت ہے۔دستر خوان میں دیکھ لو کچھ بچا ہوا ہو گا۔وہی کافی ہے"۔دستر خوان کو دیکھا تو اس میں روٹیوں کے چند ٹکڑے تھے۔آپؑ نے فرمایا"یہی کافی ہیں اور ان میں سے ایک دو ٹکڑے لے کر کھا لئے اور بس"۔بظاہر یہ واقعہ نہایت معمولی معلوم ہو گا مگر اس سے حضرت مسیح موعودؑ کی سادگی اور بے تکلفی کا ایک حیرت انگیز اخلاقی معجزہ نمایاں ہے۔کھانے کے لئے اس وقت نئے سرے سے انتظام ہو سکتا تھا،اور اس میں سب کو خوشی ہوتی مگر آپؑ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ بے وقت تکلیف دی جاوے اور نہ اس بات کی پرواہ کی کہ پرتکلف کھانا آپؑ کے لئے نہیں آیا"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ حصہ سوم صفحہ 330 تا 333 حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں"مکرمی قاضی اکمل صاحب نے الحکم کے ایک خاص نمبر کیلئے داستان شوق لکھی تھی۔اس میں چند ایسے واقعات بھی قلم بند فرمائے تھے جو حضورؑ کی بے تکلفی اور سادہ زندگی کی حقیقت کو آشکارا کرتے ہیں... "ایک روز شیخ رحمت اللہ صاحبؓ و دیگر احباب لاہور تشریف لائے تو طبیعت نا ساز تھی۔فرمایا"اندر ہی آ جاؤ"(حضورؑ اس وقت اس کمرے میں تھے جس کا دروازہ بیت الفکر میں کھلتا ہے)میں بھی ساتھ ہی چلا گیا۔حضورؑ ایک پلنگ پر تشریف فرما تھے۔جو اتنا چوڑا تھا جتنی بالعموم چارپائیاں ہوتی ہیں(یہ پلنگ حضورؑ کی تمام ضروریات تصنیف وتالیف کا کام دیتا تھا اس لئے وہ لمبا چوڑا بنوایا تھا)اس کے سرہانے ایک چھوٹا سا میز تھا اس پر بتیاں بہت سی پڑی تھیں(حضورؑ موم بتی کی روشنی کرتے اور ایک ہی وقت میں کئی بتیاں روشن کر لیا کرتے تھے تا کہ کافی روشنی ہو)ایک دوات تھی۔جس کے گرد غالباً مٹی تھپی ہوئی تھی(یہ ایک رکابی میں رکھ کر اس کے اردگرد مٹی لگا دی گئی تھی تا کہ گر نہ پڑے)لوگ بے تکلفی سے جہاں کسی کو جگہ ملی بیٹھ گئے۔کوئی چارپائی پر کوئی صندوق پر،کوئی ٹرنک پر،کوئی دہلیز پر،کوئی فرش پر،دیر تک ہم بیٹھے رہے اور حضورؑ کے کلمات طیبات سے شادکام ہوتے رہے۔کمرہ میں بالکل سادگی تھی۔کوئی فرش نہ تھا۔نہ مکلّف سامان بلکہ میں نے دیکھا کہ رضائی بھی پھٹی ہوئی تھی۔اس کی روئی مجھے نظر آ رہی تھی"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ حصہ سوم صفحہ 338 تا 340 حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ فرماتے ہیں"آپؑ کو کسی قسم کے خاص لباس کا شوق نہ تھا۔آخری ایام کے کچھ سالوں میں آپؑ کے پاس کپڑے سادے اور سلے سلائے بطور تحفہ کے بہت آتے تھے۔خاص کر کوٹ صدری اور پائجامہ قمیض وغیرہ جو اکثر شیخ رحمت اللہ صاحب لاہوری ہر عید،بقر عید کے موقع پر اپنے ہمراہ نذر لاتے تھے۔...ہر وقت تبرک مانگنے والے طلب کرتے رہتے تھے۔بعض دفعہ تو یہ نوبت پہنچ جاتی کہ آپؑ ایک کپڑا بطور تبرک کے عطا فرماتے تو دوسرا بنوا کر اس وقت پہننا پڑتا اور بعض سمجھ دار اس

طرح بھی کرتے تھے کہ مثلاً ایک کپڑا اپنا بھیج دیا اور ساتھ عرض کر دیا کہ حضور ایک اپنا اترا ہوا تبرک مرحمت فرماویں''۔

(حیات طیبہ صفحہ 369، 370 حضرت شیخ عبدالقادرؒ سوداگرمل صاحب)

حضرت اقدس علیہ السلام کی حیا اور غضِ بصَر

حضرت مسیح موعود علیہ لصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ''مومن کو نہیں چاہئے کہ دریدہ دہن بنے یا بے محابہ اپنی آنکھ کو ہر طرف اُٹھائے پھرے بلکہ یَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِ هِمْ (النور 31) پر عمل کر کے نظر کو نیچی رکھنا چاہیے اور بدنظری کے اسباب سے بچنا چاہیے۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 332 ایڈیشن 1984ء)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ ''مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ مرحوم بیان فرماتے تھے کہ ''میں حضرت صاحب کے مکان کے اُوپر کے حصہ میں رہتا ہوں۔ میں نے کئی دفعہ حضرت صاحب کے گھر کی عورتوں کو آپس میں یہ باتیں کرتے سنا ہے کہ حضرت صاحب کی تو آنکھیں ہی نہیں ہیں۔ ان کے سامنے سے کوئی عورت کسی طرح سے بھی گزر جاوے ان کو پتہ نہیں لگتا۔ یہ وہ ایسے موقع پر کہا کرتی ہیں کہ جب کوئی عورت حضرت صاحب کے سامنے سے گزرتی ہوئی خاص طور پر گھونگھٹ یا پردہ کا اہتمام کرنے لگتی ہے اور ان کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کی آنکھیں ہر وقت نیچی اور نیم بند رہتی ہیں اور وہ اپنے کام میں بالکل منہمک رہتے ہیں ان کے سامنے سے جاتے ہوئے کسی خاص پردہ کی ضرورت نہیں''۔ نیز مولوی شیر علی صاحبؓ نے بیان کیا کہ ''باہر مردوں میں بھی حضرت صاحبؑ کی یہی عادت تھی کہ آپؑ کی آنکھیں ہمیشہ نیم بند رہتی تھیں اور اِدھر اُدھر آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی آپؑ کو عادت نہ تھی بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ سیر میں جاتے ہوئے آپؑ کسی خادم کا ذکر غائب کے صیغہ میں فرماتے تھے حالانکہ وہ آپؑ کے ساتھ ساتھ جا رہا ہوتا تھا اور پھر کسی کے جتلانے پر آپؑ کو پتہ چلتا تھا کہ وہ شخص آپؑ کے ساتھ ہے''۔

(سیرت المہدیؑ جلد اول حصہ دوم صفحہ 363 تا 364 روایت نمبر 406 حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

حضورِ اقدس علیہ السلام کی طرزِ گفتگو اور شگفتہ مزاجی

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں۔ ''حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ''پہلی دفعہ غالباً فروری 1891ء میں میں قادیان آیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سادگی نے مجھ پر خاص اثر کیا دسمبر 1892ء میں پہلے جلسہ میں شریک ہوا۔ ایک دفعہ میں نے حضرت صاحبؑ سے علیحدہ بات کرنی چاہی گو بہت تنہائی نہ تھی مگر حضرت مسیح موعودؑ کو بہت پریشان پایا۔ یعنی آپؑ کو علیحدگی میں اور خفیہ طور پر بات کرنی پسند نہ تھی۔ آپؑ کی خلوت اور جلوت میں ایک ہی بات ہوتی تھی۔ اسی جلسہ 1892ء میں حضرت صاحبؑ بعد نمازِ مغرب میرے مکان پر ہی تشریف لے آتے تھے اور مختلف امور پر تقریر ہوتی رہتی تھی احباب وہاں جمع ہو جاتے تھے اور کھانا بھی وہاں ہی کھاتے تھے۔ نماز عشاء تک یہ سلسلہ جاری رہتا تھا میں علماء اور بزرگان خاندان کے سامنے دوزانو بیٹھنے کا عادی تھا۔ بسا اوقات گھٹنے دکھنے لگتے مگر یہاں مجلس کی حالت نہایت بے تکلفانہ ہوتی۔ جس کو جس طرح آرام ہوتا بیٹھتا بعض پچھلی طرف لیٹ بھی جاتے مگر سب کے دل میں عظمت و ادب اور محبت ہوتی تھی چونکہ کوئی تکلف نہ ہوتا تھا اسی لیے یہی جی چاہتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ تقریر فرماتے رہیں اور ہم میں موجود رہیں مگر عشاء کی اذان سے جلسہ برخاست ہو جاتا۔''

(سیرت المہدیؑ جلد دوم صفحہ 40 حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ روایت نمبر 1041)

حضرت پیر سراج الحق نعمانیؓ تحریر فرماتے ہیں ''حضرت اقدسؑ سے جو عرض کرتا کہ میں نے نظم لکھی ہے وہ سنانی چاہتا ہوں خواہ وہ پنجابی زبان میں ہو خواہ فارسی میں خواہ عربی میں آپؑ بے تکلف فرماتے کہ ''اچھا سناؤ'' اور آپؑ شوق سے سنتے۔ خواہ وہ کیسی ژولیدہ طور سے ہوتی کسی کا دل نہیں توڑتے اور جزاک اللہ فرماتے''۔

(تذکرۃ المہدیؑ حصہ اول صفحہ 178 حضرت پیر سراج الحق نعمانی صاحبؓ)

حرم کا احترام اور محبت و اکرام

حضرت اقدس مسیح موعودؑ اُس زمانہ میں مبعوث ہوئے جب ہندوستان میں ہندوؤں کی تہذیب و معاشرت کے اثرات مسلمانوں کی طرزِ معاشرت پر اس قدر شدید تھے کہ عورت کی کوئی حیثیت اور احترام باقی نہیں رہا تھا۔ پردہ کی سخت قیود میں اس کی قدر و وقعت ختم ہو چکی تھی۔ مرد کی حیثیت ایک مطلق العنان حاکم اور بیوی ایک عاجز و مجبور کنیز لیکن امام الزمان حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے عملی نمونہ سے عورت کو پھر اُس کا اصلی مقام و مرتبہ دلایا۔

حضرت اقدسؑ اپنی حرم سے نیک سلوک کرتے اور عزت و احترام سے پیش آتے تھے۔ حضور اقدسؑ فرماتے ہیں۔ ''عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت

اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی مختصر الفاظ میں فرمادیا ہے" وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ " کہ جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر ہیں۔بعض لوگوں کا حال سنا جاتا ہے کہ ان بے چاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں اور ذلیل ترین خدمات ان سے لیتے ہیں۔گالیاں دیتے ہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور پردہ کے حکم ایسے ناجائز طریق سے برتتے ہیں کہ ان کو زندہ درگور کردیتے ہیں چاہئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے انسان کے اخلاقِ فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں اگر انہی سے اس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے" خَیْرُ کُمْ خَیْرُ کُمْ لِاَهْلِهٖ " تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے اچھا ہے"۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 417 تا 418 ایڈیشن 1984ء)

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں"اس بات کو اندرونِ خانہ کی خدمتگار عورتیں جو عوام الناس سے ہیں اور فطری سادگی اور انسانی جامہ کے سوا کوئی تکلف اور تصنع کی زیرکی اور استنباطی قوت نہیں رکھتیں بہت عمدہ طرح سے محسوس کرتی ہیں وہ تعجب سے دیکھتی ہیں اور زمانہ اور اپنے،اور اپنے گرد و پیش کی عام عرف اور برتاؤ کے بالکل برخلاف دیکھ کر بڑے تعجب سے کہتی ہیں اور میں نے بارہا انھیں خود حیرت سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ"مرِ جا بیوی دی گل بڑی مندا اے"ایک دن خود حضرتؑ فرماتے تھے کہ" فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں"،اور فرمایا"ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ہم کو خدا نے مرد بنایا اور یہ در حقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے اس کا شکریہ یہ ہے کہ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔"

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 18 حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ)

مولانا شیخ عبدالقادر سوداگرمل صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں"حضرت اماں جانؓ اور حضرت اماں جیؓ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ) اپنے بچوں کو ہمراہ لے کر حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے ساتھ چند روز کے لیے تبدیلی آب وہوا کی غرض سے لاہور تشریف لے گئیں۔ 4/جولائی 1907ء کو یہ قافلہ لاہور کی طرف روانہ ہوا۔اور 14/جولائی 1907ء کو واپس بٹالہ پہنچا حضرت اقدسؑ جو حسن معاشرت کا ایک کامل نمونہ تھے اپنے حرم محترم کے استقبال کے لیے چند خدام سمیت عازم بٹالہ ہوئے۔حضورؑ پالکی میں سوار تھے اور قرآن کھول کر سورۃ فاتحہ کی تلاوت فرما رہے تھے خدام کا بیان ہے کہ بٹالہ تک حضورؑ سورۃ فاتحہ پر ہی غور وفکر میں مشغول رہے۔ رستہ میں صرف نہر پر اُتر کر وضو کیا اور پھر وہی سورۃ فاتحہ پڑھنی شروع کر دی اللہ اللہ! کیا عشق تھا خدا کے معمور کو خدا کی کتاب کے ساتھ کہ گیارہ میل کے لمبے سفر میں قرآن کریم کی ایک چھوٹی سی سورۃ ہی زیرِ غور رہی۔سچ فرمایا آپؑ نے کہ

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

جب بٹالہ پہنچے تو بٹالہ کے تحصیلدار رائے جسمل خان صاحب نے اپنے مکان کے متصل اسٹیشن کے قریب ہی آپؑ کے لیے ایک آرام دہ جگہ کا انتظام کردیا اور خود بھی حضرت اقدسؑ کی ملاقات سے شرف یاب ہوئے۔ حضرت اقدسؑ نے ان کے اس احسان پر ان کا شکریہ ادا کیا۔دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد حضورؑ اپنے حرم محترم کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر تشریف لے گئے آپؑ کے اسٹیشن پر پہنچنے سے پہلے گاڑی آ چکی تھی اور حضرت اماں جانؓ آپؑ کو تلاش کر رہی تھیں چونکہ ہجوم بہت زیادہ تھا۔اس لیے تھوڑی دیر تک آپؑ انہیں نظر نہیں آسکے پھر جب آپؑ پر نظر پڑی تو "محمود کے ابا" کہہ کر آپؑ کو اپنی طرف متوجہ کیا اس پر حضرت اقدسؑ آگے بڑھے اور اپنی زوجہ محترمہ سے مصافحہ کیا۔اس کے بعد حضورؑ واپس فرودگاہ پر تشریف لائے اور دوپہر کا وقت گزار کر پچھلے پہر عازم قادیان ہوئے اور شام کے قریب بخیریت پہنچ گئے"۔

(حیات طیبہ صفحہ 341 مولانا شیخ عبدالقادر سوداگرمل صاحبؓ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں" سکینہ بیگم اہلیہ ماسٹر احمد حسین فرید آبادی نے ماسٹر صاحب سے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ "حضورؑ اپنی مجلس میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ" مردوں کو چاہئے کہ عورتوں کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آیا کریں" اور عورتوں کو فرمایا کرتے کہ "عورتوں کو اپنے گھر کو جنت بنا کر رکھنا چاہئے اور مردوں کے ساتھ کبھی اونچی آواز سے پیش نہیں آنا چاہئے" اور میں جب کبھی حضرت صاحبؑ کے گھر آتی تو میں دیکھا کرتی کہ حضورؑ ہمیشہ ام المومنینؓ کو بڑی نرمی کے ساتھ آواز دیتے" محمود کی والدہ یا کبھی محمود کی اماں! یہ بات اسطرح سے ہے"۔اور اپنے نوکروں کے ساتھ بھی نہایت نرمی سے پیش آتے۔مجھے یاد نہیں آتا کہ حضورؑ کبھی کسی کے ساتھ سختی سے گفتگو کرتے ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ بولتے"

(سیرت المہدیؑ جلد دوم صفحہ 319 روایت 1579 حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر کرتے ہیں مکرمی مفتی محمد صادق صاحبؓ

نے بیان کیا کہ ''ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مَیں کسی وجہ سے اپنی بیوی مرحومہ پر کچھ خفا ہوا جس پر میری بیوی نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی بڑی بیوی کے پاس جا کر میری ناراضگی کا ذکر کیا اور حضرت مولوی صاحبؓ کی بیوی نے مولوی صاحبؓ سے ذکر کر دیا۔ اس کے بعد میں جب مولوی عبدالکریم صاحبؓ سے ملا تو اُنھوں نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ ''مفتی صاحب آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں ملکہ کا راج ہے''۔ بس اس کے سوا اور کچھ نہیں کہا مگر میں اُن کا مطلب سمجھ گیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے یہ الفاظ عجیب معنی خیز ہیں کیونکہ ایک طرف تو ان دنوں میں برطانیہ کے تخت پر ملکہ وکٹوریہ متمکن تھیں اور دوسری طرف حضرت مولوی صاحبؓ کا اس طرف اشارہ تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے خانگی معاملات میں حضرت ام المومنینؓ کی بات بہت مانتے ہیں اور گویا گھر میں حضرت ام المومنینؓ کی حکومت ہے اور اس اشارہ سے مولوی صاحب کا مقصد یہ تھا کہ مفتی صاحب کو اپنی بیوی کے ساتھ سلوک کرتے ہوئے محتاط رہنا چاہیے''۔

(ذکر حبیب صفحہ 320 حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ اپنی تحریر میں فرماتے ہیں ''حضرت ام المومنینؓ پر جب کبھی بیماری کا حملہ ہوتا تو آپؑ ہر طرح آپؓ کی ہمدردی اور خدمت کرنا ضروری سمجھتے تھے اور اپنے عمل سے آپؑ نے یہ تعلیم ہم سب کو دی کہ بیوی کے کیا حقوق ہوتے ہیں۔ جس طرح پر وہ ہماری خدمت کرتی ہے عندالضرورت وہ مستحق ہے کہ ہم اسی قسم کا سلوک اُس سے کریں چنانچہ آپؑ علاج اور توجہ الی اللہ ہی میں مصروف نہ رہتے بلکہ بعض اوقات حضرت ام المومنینؓ کو دباتے بھی تا کہ آپؓ کو تسلی اور سکون ملے احمق اور نادان ممکن ہے اس پر اعتراض کریں مگر حقیقت میں نسوانی حقوق کی صیانت اور ان کے حقوق کی مساوات کا یہ بہترین نمونہ ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے دکھایا''۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 285, 286 حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

بچوں سے محبت وشفقت

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں ''حضرت مسیح موعودؑ بچوں کی دلداری کا بہت خیال رکھا کرتے تھے اور اپنے صاحبزادوں کا خصوصیت سے اس لیے بھی خیال رکھا کرتے کہ ان کو آیات اللہ یقین کرتے تھے اس لیے کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک کی پیدائش سے پہلے بطور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد

دائیں طرف کھڑے: حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ
(گود میں مرزا مبارک احمد مرحوم) حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ۔ (پیچھے دائیں طرف سے)
(خادمہ کی گود میں) حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ، حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ

نشان پیش گوئی فرمائی اور حقیقت تو یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بھی یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ کہہ کر پیشگوئی فرمائی ہوئی تھی۔ پس احترام واکرام اور دلداری آپؑ آیات اللہ کے اکرام کے رنگ میں بھی فرمایا کرتے تھے اس سے قطع نظر ایک شفیق باپ کا نمونہ آپؑ کے طرزِ عمل میں ایسا موجود تھا کہ اس کی نظیر عام انسانوں میں نہیں بلکہ صرف انبیاء میں ملتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ایام طفولیت کا ایک واقعہ ہے جس کو حضرت مخدوم الملتؓ نے تحریر فرمایا ہے اس کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کس شفقت پدری کا نمونہ تھے۔ چنانچہ حضرت مخدوم الملتؓ فرماتے ہیں ''جاڑے کا موسم تھا محمود نے جو اس وقت بچہ تھا آپؑ کی واسکٹ کی جیب میں ایک بڑی اینٹ ڈال دی۔ آپؑ جب لیٹیں وہ اینٹ چبھے۔ میں موجود تھا۔ آپؑ حامد علی سے فرماتے ہیں۔ ''حامد علی! چند روز سے ہماری پسلی میں درد ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز چبھتی ہے'' وہ حیران ہوا اور آپؑ کے جسدِ مبارک پر ہاتھ پھیرنے لگا اور آخر اس کا ہاتھ اینٹ سے جا لگا۔ جھٹ جیب سے نکال لی اور عرض کیا ''یہ اینٹ تھی جو آپ کو چبھتی تھی''، مسکرا کر فرمایا کہ ''او ہو چند روز ہوئے محمود نے میری جیب میں ڈالی تھی اور کہا تھا اسے نکالنا نہیں میں اس سے کھیلوں گا''۔

(سیرت مسیح موعودؑ صفحہ 369 جلد سوم حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں "محمود کوئی تین برس کا ہوگا آپؑ لدھیانہ میں تھے۔ میں بھی وہیں تھا۔ گرمی کا موسم تھا مردانہ اور زنانہ میں ایک دیوار حائل تھی۔ آدھی رات کا وقت ہوگا جو میں جاگا اور مجھے محمود کے رونے اور حضرتؑ کے ادھر ادھر کی باتوں میں بہلانے کی آواز آئی۔ حضرتؑ اسے گود میں لئے پھرتے تھے اور وہ کسی طرح چُپ نہیں ہوتا تھا آخر آپؑ نے فرمایا "دیکھو محمود وہ کیسا تارا ہے" بچہ نے نئے مشغلہ کی طرف دیکھا اور ذرا چُپ ہوا پھر وہی رونا اور چلانا اور یہ کہنا شروع کر دیا "ابّا تارے جانا" کیا مجھے مزہ آیا اور پیارا معلوم ہوا آپؑ کا اپنے ساتھ یوں گفتگو کرنا "یہ اچھا ہوا ہم نے تو ایک راہ نکالی تھی اس نے اس میں بھی اپنی ضد کی راہ نکال لی۔" آخر بچہ روتا روتا خود ہی جب تھک گیا۔ چُپ ہو گیا مگر اس سارے عرصہ میں ایک لفظ بھی سختی کا یا شکایت کا آپؑ کی زبان سے نہ نکلا۔"

(سیرت مسیح موعودؑ صفحہ 37 حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں "بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اُس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرکِ خفی ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے ہم تو اپنے بچوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آدابِ تعلیم کی پابندی کراتے ہیں بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہوگا وقت پر سرسبز ہو جائے گا"۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 5 ایڈیشن 1984ء)

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں "حضرتؑ بچوں کو سزا دینے کے سخت مخالف ہیں میں نے بارہا دیکھا ہے ایسی کسی چیز پر برہم نہیں ہوتے جیسے جب سن لیں کہ کسی نے بچہ کو مارا ہے۔ یہاں ایک بزرگ نے ایک دفعہ اپنے لڑکے کو عادتاً مارا تھا۔ حضرتؑ بہت متاثر ہوئے اور انہیں بلا کر بڑی دردانگیز تقریر فرمائی۔ فرمایا "میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے"۔ فرمایا "ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے اشتعال میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے... جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لیے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کر لیں اس لیے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 37، 38 حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں "ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ میاں بشیر احمد صاحب (یعنی خاکسار مؤلف) جب چھوٹے تھے تو اُن کو ایک زمانہ میں شکر کھانے کی بہت عادت ہوگئی تھی۔ ہمیشہ حضرت مسیح موعودؑ کے پاس پہنچتے اور ہاتھ پھیلا کر کہتے "ابا چِٹی" حضرتؑ تصنیف میں بھی مصروف ہوتے تو کام چھوڑ کر فوراً اُٹھتے۔ کوٹھڑی میں جاتے۔ شکر نکال کر اُن کو دیتے اور پھر تصنیف میں مصروف ہو جاتے۔ تھوڑی دیر میں میاں صاحب موصوف پھر دستِ سوال دراز کرتے ہوئے پہنچ جاتے اور کہتے "ابا چِٹی" (چِٹی شکر کو کہتے تھے کیونکہ بولنا پورا نہ آتا تھا اور مراد یہ تھی کہ چِٹے رنگ کی شکر لینی ہے) حضرت صاحبؑ پھر اُٹھ کر ان کا سوال پورا کر دیتے غرض اسطرح ان دنوں میں روزانہ کئی کئی دفعہ یہ ہیرا پھیری ہوتی رہتی تھی مگر حضرت صاحبؑ باوجود تصنیف میں سخت مصروف ہونے کے کچھ نہ فرماتے بلکہ ہر دفعہ اُن کے کام کے لیے اُٹھتے تھے یہ 1895ء یا اس کے قریب کا ذکر ہے" (حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی پیدائش 1893ء کی ہے)

(سیرت المہدیؑ حصہ سوم صفحہ 823,824 روایت 972 حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں "حضرت مسیح موعودؑ کی شفقت اور لطف اپنی اولاد کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ عام طور پر تمام بچوں کے ساتھ تھا جماعت کے کسی فرد کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو آپؑ بہت خوش ہوتے اور اکثر اُن کے نام آپؑ خود تجویز فرمایا کرتے باہر سے بھی لوگ بچوں کے نام کے متعلق استفسار کرتے اور حضورؑ نام تجویز فرماتے ... آپؑ کے معمولات میں یہ امر واضح ہے کہ آپؑ بچوں تک کی خواب کو بھی نظر انداز نہ فرمایا کرتے تھے بلکہ بعض اوقات فرماتے کہ بچوں کا نفس زکیہ ہوتا ہے اور اس لیے ان کی خوابیں بھی صحیح ہوتی ہیں اور اس خصوص میں آپؑ اپنی اولاد ہی کی خوابوں تک اس امر کو محدود نہ رکھتے تھے بلکہ کسی بھی بچہ کی خواب آپؑ تک پہنچ جاوے۔ اگر وہ خواب کوئی حقیقت رکھتی ہے جس کو حضورؑ خوب سمجھ سکتے تھے تو نہ صرف اسے نوٹ کر لیتے بلکہ اس پر عمل بھی کرتے... آپؑ بچوں کو گود میں اُٹھائے ہوئے باہر نکل آیا کرتے تھے اور

سیر میں بھی اُٹھا لیا کرتے ۔اس میں کبھی آپؑ کو تامل نہ ہوتا تھا۔اگر چہ خدام جو ساتھ ہوتے وہ خود اُٹھانا اپنی سعادت سمجھتے ۔مگر حضرتؑ بچوں کی خواہش کا احساس یا اُن کے اصرار کو دیکھ کر آپؑ اُٹھا لیتے اور اُن کی خوشی پوری کر دیتے اور پھر کچھ دُور جا کر کسی خادم کو دے دیتے ۔''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 386 تا 389 حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

خدام کے ساتھ عزت واحترام کا سلوک

حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق فاضلہ میں دوسروں سے عزت واحترام سے پیش آنا آپ کا نمایاں وصف تھا۔کسی شخص کی دل شکنی گوارہ نہ کرتے بات سننے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے اور دلداری کرتے ۔حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں ۔'' آپؑ اپنے خدام کو بڑے ادب اور احترام سے پکارتے ہیں اور حاضر وغائب ہر ایک کا نام ادب سے لیتے ہیں میں نے بارہا سنا ہے اندر اپنی زوجہ محترمہ سے آپؑ گفتگو کر رہے ہیں اور اس اثناء میں کسی خادم کا نام زبان پر آ گیا ہے تو بڑے ادب سے لیا ہے جیسے سامنے لیا کرتے ہیں ۔کبھی تُو کر کے کسی کو خطاب نہیں کرتے تحریروں میں جیسا آپؑ کا عام رویہ ہے'' حضرت اخویم مولوی صاحب'' اور'' اخویم حبی فی اللہ مولوی صاحب'' اسی طرح تقریر میں بھی فرماتے ہیں۔''

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 43 حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی صاحبؓ)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں'' حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے خادموں میں سے ایک حافظ حامد علی صاحبؓ مرحوم تھے۔وہ حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرصہ دراز تک رہے ... حضرت مسیح موعودؑ کے اخلاق اور برتاؤ کا جو حضورؑ حافظ صاحب سے کرتے تھے ۔ان پر ایسا اثر تھا کہ وہ بارہا ذکر کرتے ہوئے کہا کرتے ...'' مجھے ساری عمر میں کبھی حضرت مسیح موعودؑ نے نہ جھڑکا اور نہ سختی سے خطاب کیا بلکہ میں بڑا ہی سست تھا اور اکثر آپؑ کے ارشادات کی تعمیل میں دیر بھی کر دیا کرتا تھا۔ باایں سفر میں مجھے ہمیشہ ساتھ رکھتے اور میں نے خود دیکھا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ حافظ حامد علی صاحب کو حاضر غائب اسی پورے نام سے پکارتے یا میاں حامد علی کہتے''۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ حصہ سوم صفحہ 349 حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

مولانا شیخ عبد القادر سوداگرمل صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں'' آپؑ کے خادم مرزا اسماعیل بیگ مرحوم کی شہادت ہے کہ'' جب حضرت اقدسؑ اپنے والد بزرگوار کے ارشاد کے ماتحت بعثت سے قبل مقدمات کی پیروی کے لیے جایا کرتے تھے تو سواری کے لیے گھوڑا بھی ساتھ ہوتا تھا اور میں بھی عموماً ہمرکاب ہوتا تھا۔لیکن جب آپؑ چلنے لگتے تو آپؑ پیدل ہی چلتے اور مجھے گھوڑے پر سوار کرا دیتے میں بار بار انکار کرتا اور عرض کرتا حضور مجھے شرم آتی ہے۔آپؑ فرماتے کہ'' ہم کو پیدل چلتے شرم نہیں آتی تم کو سوار ہوتے کیوں شرم آتی ہے''۔جب حضرتؑ قادیان سے چلتے تو ہمیشہ پہلے مجھے سوار کراتے ۔جب نصف سے کم یا زیادہ راستہ طے ہو جاتا تو میں اُتر پڑتا اور آپؑ سوار ہو جاتے اور اسی طرح جب عدالت سے واپس ہونے لگتے تو پہلے مجھے سوار کراتے اور بعد میں آپؑ سوار ہوتے ۔جب آپؑ سوار ہوتے تو گھوڑا جس چال سے چلتا اُسی چال سے چلنے دیتے۔''

(حیاتِ طیبہ صفحہ 16 حضرت شیخ عبد القادرؓ مرحوم سابق سوداگرمل صاحب)

حضرت اقدسؑ کا حلم وحوصلہ اور ضبطِ نفس

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے مزاج میں حلم وکرم اور ضبطِ نفس کی وہ قوت عطا فرمائی تھی آپؑ بڑے مشکل حالات وواقعات میں بھی توکل علی اللہ کے بھروسے بڑے اطمینان اور سکینت میں رہتے اور یہ امر آپؑ کے نفسِ مطمئنہ اور اعلیٰ درجہ کے قرب الٰہی پر بڑی زبردست دلیل ہے۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں ۔'' حضرت مسیح موعودؑ کو غصہ دلانے والی ایک ہی بات تھی کہ شعائر اللہ کی ہتک ہو۔ آنحضرت ﷺ اور قرآنِ مجید پر کوئی حملہ ہو اس کے لئے آپؑ کو غصہ آتا تھا مگر وہ غصہ وحشیانہ رنگ نہ رکھتا تھا بلکہ وہ حمیت وغیرت، دینی خودداری اور عزت نفس کے مختلف شعبوں کا مظہر ہوتا تھا۔جہاں آپؑ کی ذاتی چیز کا سوال ہوتا آپؑ حد درجہ رحیم وکریم اور دل کے حلیم تھے ۔جب ہم یہ کہتے ہیں کہ آپؑ حلیم تھے تو اس کے یہی معنی ہیں کہ آپؑ غیرت دینی اور حمیت اسلامی کی صحیح شان کے مظہر تھے اور کبھی اور کسی حالت میں آپؑ سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہوتا تھا جو جوشِ نفسی کا ایک بے جا نتیجہ ہو....جب ہم ان حالات پر غور کرتے ہیں جو حضورؑ کو پیش آئے ۔آپؑ نے خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ومرسل ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ دعویٰ کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہونے کا نہ تھا۔ بلکہ اپنے سید ومولا آنحضرت ﷺ کے اتباع میں نوع انسان کی طرف تھا۔خدا تعالیٰ نے آپؑ کو موعود ادیان اور مصلح امم بنا کر بھیجا تھا۔اس مقام ومنصب نے آپؑ کو مجبور کیا کہ وہ ہر قوم اور مذہب کے غلط عقائد اور اعمال پر حملہ کریں۔ مدتوں کے مانے ہوئے غلط عقائد اور مروجہ رسوم وعادات سے الگ ہونا

کوئی معمولی بات نہ تھی۔اس پر ہر قوم کے مذہبی پیشواؤں میں جوش پیدا ہوا اور انہوں نے کوئی دقیقہ آپؑ کی مخالفت اور ایذا دہی کا باقی نہ رکھا۔بدزبانی اور ایذا دہی کی حد ہوگئی۔لیکن آپؑ چونکہ خدا تعالیٰ کے ماموراور مرسل تھے۔آپؑ نے اس تمام مقابلہ میں باوجود یکہ بے حد اشتعال دلایا گیا۔ضبط اور برداشت کی قوتوں کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔اس کے علاوہ آپؑ کی روزانہ زندگی میں عادتاً ایسی بہت سی باتیں پیش آجاتی تھیں جہاں کوئی شخص بھی صبر اور حوصلہ سے کام ہی نہیں لے سکتا... حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے مختلف حصوں اور حالتوں پر نظر کرو اور واقعات کا دقت نظر کے ساتھ مطالعہ کرو تو معلوم ہوگا کہ یہ نفسِ مطمئنہ مجسم ہیں اور غضب اور غصہ کی وہ قوتیں جو انسان کو اخلاق سے گرا کر نیچے گرا دیتی ہیں۔آپؑ سے سلب کر لی گئی تھیں۔"

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ 431، 432 حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں "کوئی ہولناک واقعہ اور غم انگیز سانحہ آپؑ کی توجہ کو منتشر اور مفوض کام سے غافل نہیں کر سکتا۔

اقدامِ قتل کا مقدمہ جسے پادریوں نے برپا کیا اور جن کی تائید میں بعض ناعاقبت اندیش نام کے مسلمان اور آریہ بھی شامل ہو گئے تھے۔ایک دنیادار کا پتہ پگھلا دینے اور اس کا دل پریشان اور حواس مختل کردینے کو کافی تھا۔مگر حضرتؑ کے کسی معاملہ میں، لکھنے میں، معاشرت میں، باہر خدام سے کشادہ پیشانی اور رأفت سے ملنے میں غرض کسی حرکت وسکون میں کوئی فرق نہ آیا۔کوئی آدمی قیاس بھی نہیں کرسکتا تھا کہ آپؑ پر کوئی مقدمہ ہے ...یا فلاں شخص شملہ کے پہاڑوں سے سر ٹکراتا اور ماتھا پھوڑتا پھرتا ہے کہ آپؑ کے دامنِ عزت پر اپنے ناپاک خون کا کوئی دھبہ ہی لگا دے ... آپؑ ہمیشہ فرماتے ہیں "کوئی معاملہ زمین پر واقع نہیں ہوتا۔جب تک پہلے آسمان پر طے نہ ہوجائے اور خدا تعالیٰ کے ارادہ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا اور وہ اپنے بندہ کو ذلیل اور ضائع نہیں کرے گا۔یہ ایک ایسا رکن شدید ہے جو ہر مصیبت میں آپؑ کا حصن حصین ہے میں مختلف شہروں اور ناگوار نظاروں میں آپؑ کے ساتھ رہا ہوں دہلی کی ناشکر گزار اور جلد باز مخلوق کے مقابل، پٹیالہ، جالندھر، کپورتھلہ، امرتسر، لاہور اور سیالکوٹ کے مخالفوں کی متفق اور منفرد دل آزار کوششوں کے مقابل میں آپؑ کا حیرت انگیز صبر اور حلم اور ثبات دیکھا ہے۔کبھی آپؑ نے خلوت میں یا جلوت میں ذکر تک نہیں کیا کہ فلاں شخص یا فلاں قوم نے ہمارے خلاف یہ ناشائستہ حرکت کی اور فلاں نے زبان سے یہ نکالا۔میں صاف دیکھتا تھا کہ آپ ایک پہاڑ ہیں کہ ناتواں پست ہمت چوہے اس میں سُرنگ کھود نہیں سکتے۔ایک دفعہ آپؑ نے جالندھر کے مقام میں فرمایا "ابتلا کے وقت ہمیں اندیشہ اپنی جماعت کے بعض ضعیف دلوں کا ہوتا ہے میرا تو یہ حال ہے کہ اگر مجھے صاف آواز آوے کہ تو مخذول ہے اور تیری کوئی مراد ہم پوری نہ کریں گے تو مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ اس عشق ومحبتِ الٰہی اور خدمتِ دین میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی اس لیے کہ میں تو اُسے دیکھ چکا ہوں پھر یہ پڑھا " هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا۔"

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 54، 55 حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ)

تکبر تصنع اور ریاکاری سے نفرت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تکبر، تصنع اور بے جا مزاح یا ستائش کو ناپسند فرماتے تھے۔حضور اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں "میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبر جیسی اور کوئی بلا نہیں۔یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہان میں انسان کو رسوا کرتی ہے۔خدا کا رحم ہر ایک موحد کا تدارک کرتا ہے۔مگر متکبر کا نہیں۔شیطان بھی موحد ہونے کا دم مارتا تھا۔مگر چونکہ اس کے سر میں تکبر تھا اور آدم کو جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پیارا تھا۔جب اس نے توہین کی نظر سے دیکھا اور اس کی نکتہ چینی کی اس لئے مارا گیا اور طوق لعنت اس کی گردن میں ڈالا گیا۔سو پہلا گناہ جس سے ایک شخص ہمیشہ کے لئے ہلاک ہوا تکبر ہی تھا"۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 598)

ایک شخص جو دنیا کے فقیروں اور سجادہ نشینوں کا شیفتہ اور خو کردہ تھا ہماری مسجد میں آیا۔لوگوں کو آزادی سے گفتگو کرتے دیکھ کر حیران ہوگیا۔آپؑ سے کہا کہ "آپ کی مسجد میں ادب نہیں' لوگ بے محابا بات چیت آپ سے کرتے ہیں"۔آپؑ نے فرمایا۔"میرا مسلک نہیں کہ میں ایسا تندخو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے ایسے ڈریں جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں اور میں بت بننے سے سخت نفرت رکھتا ہوں میں تو بت پرستی کے رد کرنے کو آیا ہوں نہ یہ کہ میں خود بت بنوں اور لوگ میری پوجا کریں۔اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا میرے نزدیک متکبر سے زیادہ کوئی بت پرست اور خبیث نہیں متکبر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے"۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 6 ایڈیشن 1984ء)

حضرت مخدوم الملت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں

''آپ کی ہر ادا سے صاف ترشح ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی حب جاہ اور علوّ نہیں اور آپ جلوت میں محض خدا تعالیٰ کے امر کی تعمیل کی خاطر بیٹھتے ہیں''۔فرمایا ''اگر خدا تعالیٰ مجھے اختیار دے کہ خلوت اور جلوت میں سے تو کس کو پسند کرتا ہے تو اس پاک ذات کی قسم ہے کہ میں خلوت کو اختیار کروں۔مجھے تو کشاں کشاں میدان عالم میں اس نے نکالا ہے۔جولذت مجھے خلوت میں آتی ہے اس سے بجز خدا تعالیٰ کے کون واقف ہے۔میں قریب 25 سال تک خلوت میں بیٹھا رہا ہوں اور کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں چاہا کہ دربار شہرت کی کرسی پر بیٹھوں۔مجھے طبعاً اس سے کراہت رہی ہے کہ لوگوں میں مل کر بیٹھوں۔مگر امر آمر سے مجبور ہوں۔''فرمایا ''میں جو باہر بیٹھتا ہوں یا سیر کرنے جاتا ہوں اور لوگوں سے بات چیت کرتا ہوں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے امر کی تعمیل کی بنا پر ہے''۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 45 حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ)

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:۔''مسجد مبارک میں آپؑ کی نشست کی کوئی خاص وضع نہیں ہوتی ایک اجنبی آدمی آپ کو کسی خاص امتیاز کی معرفت پہچان نہیں سکتا آپؑ ہمیشہ دائیں صف میں ایک کونے میں مسجد کے اس طرح مجتمع ہو کر بیٹھتے ہیں جیسے کوئی فکر کے دریا میں خوب سمٹ کر تیرتا ہے۔میں جو اکثر محراب میں بیٹھتا ہوں اور اسی لئے داخلی دروازہ کے عین محاذ میں ہوتا ہوں بسا اوقات ایک اجنبی جو مارے شوق کے سرزدہ اندر داخل ہوا ہے تو سیدھا میری طرف ہی آیا ہے اور پھر خود ہی اپنی غلطی پر متنبہ ہوا ہے یا حاضرین میں سے کسی نے اسے حقدار کی طرف اشارہ کر دیا ہے''۔

(سیرت مسیح موعودؑ صفحہ 41, 42 حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ)

بیماروں کا علاج اور تیمارداری

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں ''محض خدا کی رضا کے لئے بیماروں کی بیمار پُرسی یا ان کے علاج میں سعی کرنا محض ان لوگوں کا کام ہے جن کے قلوب کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا ہو اور اس کا صحیح اندازہ اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ عیادت کرنے والے اور مریض کے تعلقات اور مراتب کا پتہ لگ جاوے۔مثلاً اگر ایک آقا اپنے غلام کی عیادت کے لئے جا رہا ہے تو صاف معلوم ہوگا کہ اس کو جو چیز لے جا رہی ہے وہ محض خدا کی مخلوق سے ہمدردی ہے... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپؑ کے اس خلق کا مشاہدہ بھی ایسا موثر اور دلگداز ہے کہ انسان کو حیران کئے بغیر نہیں رہتا''۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ حصہ دوم صفحہ 167, 168 حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

بیماروں کے لئے ان کی درخواست پر یا درخواست کے بغیر دن رات دعاؤں پر ہی اکتفانہ کرتے بلکہ عملی رنگ میں بھی بیماروں کے لئے نسخہ تجویز کرتے۔دوائیں مفت دیتے اور بیماروں کی تیمارداری کے لئے گھروں میں تشریف لے جاتے۔حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں ''بعض اوقات دوادرمل پوچھنے والی گنواری عورتیں زور سے دستک دیتی ہیں اور اپنی سادہ اور گنواری زبان میں کہتی ہیں 'مِرجاجی جرا بوا کھولوتاں'' حضرت اس طرح اٹھتے ہیں جیسے مطاع ذی شان کا حکم آیا ہے اور کشادہ پیشانی سے باتیں کرتے اور دوا بتاتے ہیں۔ہمارے ملک میں وقت کی قدر پڑھی ہوئی جماعت کو بھی نہیں تو پھر گنوار تو اور بھی وقت کے ضائع کرنے والے ہیں۔ایک عورت بے معنی بات چیت کرنے لگ گئی ہے اور اپنے گھر کا رونا اور ساس نند کا گلہ شروع کر دیا ہے اور گھنٹہ بھر اسی میں ضائع کر دیا ہے۔آپؑ وقار اور تحمل سے بیٹھے سن رہے ہیں۔زبان سے یا اشارہ سے اس کو کہتے نہیں کہ بس اب جاؤ۔دوا پوچھ لی اب کیا کام ہے ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے۔وہ خود ہی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوتی اور مکان کو اپنی ہوا سے پاک کرتی ہے۔ایک دفعہ بہت سی گنواری عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں۔اتنے میں اندر سے بھی چند خدمتگار عورتیں شربت شیرہ کے لئے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں اور آپؑ کو دینی ضرورت کے لئے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا میں بھی اتفاقاً جا نکلا کیا دیکھتا ہوں حضرت کمربستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی دنیوی ڈیوٹی پر چست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں اور کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا اور ہسپتال جاری رہا فراغت کے بعد میں نے عرض کیا ''حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع جاتا ہے''۔اللہ اللہ کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ ''یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے یہ مسکین لوگ ہیں یہاں کوئی ہسپتال نہیں میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں''۔اور فرمایا ''یہ بڑا ثواب کا کام ہے مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پروانہ ہونا چاہئے''۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ صفحہ 35، 36)

مہر حامد علی کی عیادت: ۔حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:۔" مہر حامد قادیان کے ارائیوں میں پہلا آدمی تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوا... مہر حامد علی نہایت غریب مزاج تھا اس کا مکان فصیل قادیان سے باہر اس جگہ واقع تھا جہاں گاؤں کا کوڑا کرکٹ اور روڑیاں جمع ہوتی ہیں۔سخت بد بو اور تعفن ہوتا تھا اور زمین دار آدمی تھے۔خود اس کے مکان میں بھی صفائی کا التزام نہ تھا۔مویشیوں کا گوبر اور دوسری چیزیں اسی قسم کی پڑی رہتی تھیں اور سب جانتے ہیں کہ زمین دار کی یہ قیمتی متاع ہوتی ہے۔جس کو وہ کھاد کے طور پر استعمال کرتا ہے۔بہرحال اسی جگہ وہ رہتا تھا وہ بیمار ہوا اور وہی بیماری اس کی موت کا موجب ہوئی۔حضرت اقدسؑ متعدد مرتبہ اپنی جماعت مقیم قادیان کو لے کر اس کی عیادت کو تشریف لے گئے جب عیادت کو جاتے تو قدرتی طور پر بعض لوگوں کو اس تعفن اور بد بو سے سخت تکلیف ہوتی اور حضرت مسیح موعودؑ بھی اس تکلیف کو محسوس کرتے اور بہت کرتے اس لئے کہ فطرتی طور پر بہ وجود نظافت اور نفاست پسند واقع ہوا تھا مگر اشارتاً یا کنایتاً نہ تو اس کا اظہار کیا اور نہ اس تکلیف نے آپؑ کو اس عیادت اور خبر گیری کے لئے تشریف لے جانے سے کبھی روکا۔آپؑ جب جاتے تو اس سے بہت محبت اور دلجوئی کی باتیں کرتے اور اس کی مرض اور اس کی تکلیف وغیرہ کے متعلق بہت دیر تک دریافت فرماتے اور تسلی دیتے۔مناسب موقع ادویات بھی بتاتے اور توجہ الی اللہ کی بھی ہدایت فرماتے تھے۔"

(سیرت حضرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 172, 173 حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

آپؑ کی مہمان نوازی

مہمان نوازی ان اخلاق فاضلہ میں سے ہے جو تہذیب وتمدن میں بحیثیت ایک روح کے ہے جس سے معاشرہ میں امن واستحکام رواداری اور بھائی چارہ کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔23/مارچ 1889ء کے بعد بیعت کرنے اور قادیان میں قیام کرنے والوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا ان مخلصین کو حضرت مسیح موعودؑ کی میز بانی اور مہمان نوازی کا شرف حاصل کرنے کا موقع ملنے لگا۔حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں" حضرت مسیح موعودؑ کو تو خصوصیت سے اس کی طرف توجہ تھی اور اس کی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت آپؑ کو وحی الٰہی کے ذریعہ ایک آنے والی مخلوق کی خبر دی تھی اور فرما دیا تھا کہ تیرے پاس دور دراز سے لوگ آئیں گے اور ایسا ہی فرمایا تھا۔لَا تُصَعِّرُ لِخَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ ۔غرض یہاں تو پہلے ہی سے مہمانوں کے بکثرت آنے کی خبر دی گئی تھی اور پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے قلب کو وسعت اور دل میں حوصلہ پیدا کر رکھا تھا اور مہمان نوازی کے لئے آپؑ گویا بنائے گئے تھے... آپؑ مہمان کے آنے سے بہت خوش ہوتے تھے اور آپؑ کی انتہائی کوشش ہوتی تھی کہ مہمان کو ہر ممکن آرام پہنچے اور آپؑ نے خدام لنگر خانہ کو ہدایت کی ہوئی تھی کہ فوراً آپؑ کو اطلاع دی جائے۔اور یہ بھی ہدایت تھی کہ جس ملک اور مزاج کا مہمان ہو اس کے کھانے پینے کے لئے اسی قسم کا کھانا تیار کیا جاوے۔مثلاً اگر کوئی مدراسی ،بنگالی یا کشمیری آ گیا تو ان کے لئے چاول تیار ہوتے تھے۔ایسے موقع پر فرمایا کرتے تھے کہ اگر ان کی صحت ہی درست نہ رہی تو وہ دین کیا سیکھیں گے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ حصہ اول صفحہ 151 ، 128 حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں" حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہمیں کسی مکان سے کوئی انس نہیں ہم اپنے مکانوں کو اپنے اور اپنے دوستوں میں مشترک جانتے ہیں اور بڑی آرزو ہے کہ مل کر چندروز گذارہ کرلیں"۔اور فرمایا"میری بڑی آرزو ہے کہ ایسا مکان ہو کہ چاروں طرف ہمارے احباب کے گھر ہوں اور درمیان میں میرا گھر ہو اور ہر ایک گھر میں میری ایک کھڑکی ہو کہ ہر ایک سے ہر ایک وقت واسطہ ورابطہ رہے"۔برادران یہ باتیں سچی ہیں اور واقعات ان کے گواہ ہیں۔مکان اندر اور باہر نیچے اور اوپر مہمانوں سے کشتی کی طرح بھرا ہوا ہے اور حضرت بھی بقدر حصہ رسدی بلکہ تھوڑا سا ایک حصہ رہنے کو ملا ہوا ہے اور آپؑ اس میں یوں رہتے ہیں جیسے سرائے میں کوئی گذارہ کرتا ہے اور اس کے جی میں کبھی نہیں گذرتا کہ یہ میری کوٹھری ہے... حضرت کبھی پسند نہیں کرتے کہ خدام ان کے پاس سے جائیں۔آنے پر بڑے خوش ہوتے ہیں اور جانے پر کراہ سے رخصت دیتے ہیں اور کثرت سے آنے جانے والوں کو بہت ہی پسند فرماتے ہیں۔اب کی دفعہ دسمبر میں بہت کم لوگ آئے۔اس پر بہت اظہار افسوس کیا اور فرمایا"ہنوز لوگ ہمارے اغراض سے واقف نہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں کہ وہ کیا بن جائیں وہ غرض جو ہم چاہتے ہیں اور جس کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے وہ پوری نہیں ہو سکتی جب تک لوگ یہاں بار بار نہ آئیں اور آنے سے ذرا بھی نہ اکتائیں"۔اور فرمایا" جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ آنے میں اس پر بوجھ پڑتا ہے یا ایسا سمجھتا ہے کہ یہاں ٹھہرنے میں ہم پر بوجھ ہو گا اسے ڈرنا چاہئے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ اگر سارا جہان ہمارا

عیال ہو جائے تو ہماری مہمات کا متکفل خدا ہے ہم پر ذرا بھی بوجھ نہیں۔ ہمیں تو دوستوں کے وجود سے بڑی راحت پہنچتی ہے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 39 تا 51 مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے ہیں۔"حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خدام کے ساتھ بہت بے تکلف رہتے تھے جس کے نتیجہ میں خدام بھی حضورؑ کے ساتھ ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے بے تکلفی سے بات کر لیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ میں لاہور سے حضورؑ کی ملاقات کے لئے آیا اور وہ سردیوں کے دن تھے اور میرے پاس اوڑھنے کے لئے رضائی وغیرہ نہیں تھی میں نے حضرتؑ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ حضورؑ رات کو سردی لگنے کا اندیشہ ہے حضور مہربانی کر کے کوئی کپڑا عنایت فرمائیں۔ حضرت صاحبؑ نے ایک ہلکی رضائی اور ایک دُھسّا ارسال فرمائے اور ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ "رضائی محمود کی ہے اور دُھسّا میرا۔ آپ ان میں سے جو پسند کریں رکھ لیں اور چاہیں تو دونوں رکھ لیں۔ میں نے رضائی رکھ لی اور دھسّا واپس بھیج دیا"۔ حضرت مفتی صاحبؓ مزید فرماتے ہیں "جب میں قادیان سے واپس لاہور جایا کرتا تھا تو حضورؑ اندر سے میرے لئے ساتھ لے جانے کے واسطے کھانا بھجوایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب میں شام کے قریب قادیان سے آنے لگا تو حضرت صاحبؑ نے اندر سے میرے واسطے کھانا منگوایا جو خادم کھانا لایا وہ یونہی کھلا کھانا لے آیا۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ "مفتی صاحب یہ کھانا کس طرح ساتھ لے جائیں گے کوئی رومال بھی تو ساتھ لانا تھا جس میں کھانا باندھ دیا جاتا۔ اچھا میں کچھ انتظام کرتا ہوں" اور پھر اپنے سر کی پگڑی کا ایک کنارہ کاٹ کر اس میں وہ کھانا باندھ دیا"۔ (ذکر حبیب صفحہ 320, 321 حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں "اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر خلیفہ رشیدالدین صاحب مرحوم نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ "میری والدہ صاحبہ بھی قادیان میں ہی رہا کرتی تھیں۔ جب میں قادیان آتی تو حضورؑ مجھ کو کہتے تھے کہ "تم ہمارے مہمان ہو ہمارے مکان پر رہو" میں تو شرم کے مارے چپ رہتی اور ڈاکٹر صاحب سے کہلاتی "حضور دس روز کی رخصت ہے۔ یہ اپنی ماں کے پاس رہنا چاہتی ہیں" حضورؑ فرماتے "کوئی حرج نہیں ان کی والدہ بھی یہیں رہیں گی" فوراً آدمی میری اماں کی طرف بھیج دیتے کہ جب تک ڈاکٹر صاحب یہاں رہیں آپ بھی یہاں رہیں۔ چنانچہ کئی بار ایسا ہوا کہ میری والدہ صاحبہ اور میری بھاوج فاطمہ جو ڈاکٹر فیض علی صاحب کی بیوی ہیں یہاں رہتیں۔ میرے بھائی باہر نوکری پر ہوتے تو میری والدہ کہتیں "بہو گھر میں اکیلی ہے میں نہیں آسکتی"، لیکن حضرت صاحبؑ فرماتے "نہیں ڈاکٹر صاحب ہمارے مہمان ہیں ان کو بھی کہو کہ یہاں پر آجائیں"۔ کھانا لنگر خانہ سے آتا۔ حضورؑ کی سخت تاکید ہوتی تھی کہ ڈاکٹر صاحب کے لئے کھانا عمدہ ہو۔ کریم بخش باورچی کھانا پکایا کرتا تھا۔ جو کہ روز آکر پوچھا کرتا۔ لنگر والے روزانہ آکر پوچھتے۔ آپ کے لئے کیا پکایا جائے پھر آپ علیہ السلام خود پوچھتے "کھانا خراب تو نہیں تھا"۔ "کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟" کہنا "نہیں حضور کوئی تکلیف نہیں"۔ پھر بھی حضورؑ کی تسلی نہ ہوتی۔ گھر سے کبھی کبھی کوئی چیز ضرور بھیج دیتے۔ تین ماہ کی رخصت لے کر ڈاکٹر صاحب آئے حضورؑ کبھی بھی مہمان نوازی سے نہ گھبراتے تھے اور اپنی ملازمہ سے کہتے تھے۔ "دیکھو ڈاکٹر صاحب تنور کی روٹی کھانے کے عادی نہیں ان کو پھلکے پکا کر بھیجا کرو"۔ روز کھانے کے وقت حضورؑ آواز دے کر پوچھتے "صفیہ کی اماں! ڈاکٹر صاحب کے لئے پُھلکے بھیج دیئے؟" تو وہ کہتی بھیجتی ہوں۔ تو فرماتے "جلدی کرو وہ کھانا کھا چکے ہونگے" حضور علیہ السلام مہمانوں کا یوں خیال رکھتے جیسے ماں بچے کا خیال رکھتی ہے"۔

(سیرت المہدیؑ جلد دوم صفحہ 196، 197 روایت 1304۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

حضرت مسیح موعودؑ اپنے ہاتھوں سے مہمانوں کی خدمت کرنا پسند کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے ہیں "غالباً 1897ء یا 1898ء کا واقعہ ہوگا۔ مجھے حضرت صاحب نے مسجد میں بٹھایا جو کہ اس وقت چھوٹی سی جگہ تھی۔ فرمایا کہ "آپ بیٹھیئے میں آپ کے لئے کھانا لاتا ہوں" یہ کہہ کر آپؑ اندر تشریف لے گئے۔ میرا خیال تھا کہ کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے۔ مگر چند منٹ کے بعد کھڑکی کھلی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے ہاتھ سے سینی اٹھائے ہوئے میرے لئے کھانا لائے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ "آپ کھانا کھایئے میں پانی لاتا ہوں" بے اختیار رقت سے میرے آنسو نکل آئے کہ جب حضرتؑ ہمارے مقتدا اور پیشوا ہو کر ہماری یہ خدمت کرتے ہیں تو ہمیں آپس میں ایک دوسرے کی کس قدر خدمت کرنی چاہئے"۔

حضرت بانیٔ سلسلہ مہمانوں کے جذبات کا پورا خیال رکھتے تھے اور اپنے خدام سے بھی یہی توقع رکھتے تھے کہ وہ مہمانوں کا پورا احترام کریں تاکہ کسی آنے والے کے دل کو ٹھیس نہ لگے اور وہ رنجیدہ خاطر نہ ہو۔ اس بارہ میں حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کا بیان کردہ ایک واقعہ بڑا سبق آموز ہے وہ فرماتے ہیں۔ "دو شخص منی پور آسام سے قادیان آئے اور مہمان

خانہ میں آ کر انہوں نے خادمان مہمان خانہ سے کہا کہ" ہمارے بستر اتارے جائیں اور سامان اتارا جائے اور چارپائی بچھائی جائے"۔خادمان نے کہا کہ" آپ خود اپنا سامان اتروائیں چارپائیاں بھی مل جائیں گی"۔دونوں مہمان اس بات پر رنجیدہ ہو گئے اور فوراً یکہ پر سوار ہو کر واپس روانہ ہو گئے۔حضرت بانیٔ سلسلہ کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو نہایت جلدی سے ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہو گیا آپؑ ان کے پیچھے نہایت تیز قدم چل پڑے چند خدام بھی ہمراہ تھے میں بھی ساتھ تھا۔نہر کے قریب پہنچ کر ان کا یکہ مل گیا اور حضرت صاحبؑ کو آتا دیکھ کر وہ یکہ سے اتر پڑے۔اور حضرت صاحبؑ نے انہیں واپس چلنے کے لئے فرمایا کہ" آپ کے واپس ہونے کا مجھے بہت درد پہنچا"۔چنانچہ وہ واپس ہوئے۔حضرت صاحبؑ نے یکہ میں سوار ہونے کے لئے انہیں فرمایا کہ" میں ساتھ چلتا ہوں" مگر وہ شرمندہ ہوئے اور سوار نہ ہوئے اس کے بعد مہمان خانہ میں پہنچے حضرت صاحبؑ نے خود ان کے بستر اتارنے کے لئے ہاتھ بڑھائے مگر خدام نے اتار لئے۔حضرت صاحبؑ نے اسی وقت دو نواری پلنگ منگوائے اور ان پر ان کے بستر کروائے اور ان سے پوچھا کہ" آپ کیا کھائیں گے" اور خود بھی فرمایا" کہ اس طرف تو چاول کھائے جاتے ہیں" اور رات کو دودھ کے لئے پوچھا۔غرض کہ تمام ضروریات اپنے سامنے پیش فرمائیں اور جب تک کھانا آیا وہیں ٹھہرے رہے"۔

(روزنامہ الفضل ربوہ سالانہ نمبر 1997ء صفحہ 35)

جری اللہ فی حلل الانبیاء

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:۔"ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اخلاق میں کامل تھے یعنی آپ نہایت رؤف رحیم تھے۔سخی تھے،مہمان نواز تھے۔اشجع الناس تھے،ابتلاؤں کے وقت جب لوگوں کے دل بیٹھے جاتے تھے آپ شیر نر کی طرح آگے بڑھتے تھے،عفو،چشم پوشی ضیافی،دیانت،خاکساری،صبر،شکر،استغناء،حیا،غض بصر،عفت،محنت قناعت،وفاداری بے تکلفی،سادگی،شفقت،ادب الٰہی،ادب رسول و بزرگان دین،حلم،میانہ روی،ادائیگی حقوق،ایفائے وعدہ،چستی،ہمدردی اشاعت دین،تربیت،حسن معاشرت،مال کی نگہداشت،وقار،طہارت زندہ دلی اور مزاح،رازداری،غیرت،احسان،حفظ مراتب،حسن ظنّی ہمت اور اولوالعزمی،خودداری،خوش روئی اور کشادہ پیشانی،کظمِ غیظ کف یدو کف لسان،ایثار،معمور الاوقات ہونا،انتظام،اشاعت علم و معرفت،خدا اور اس کے رسولؐ کا عشق،کامل اتباع رسولؐ،یہ مختصراً آپؑ کے اخلاق و عادات تھے۔آپؑ میں ایک مقناطیسی جذب تھا،ایک عجیب کشش تھی،رعب تھا۔برکت تھی،موانست تھی۔بات میں اثر تھا،دعا میں قبولیت تھی۔خدام پروانہ وار حلقہ باندھ کر آپؑ کے پاس بیٹھتے تھے اور دلوں سے زنگ خود بخود دھلتا جاتا تھا۔بے صبری کینہ،حسد،ظلم،عداوت گندگی،حرص دنیا،بدخواہی،پردہ دری،غیبت،کذب،بے حیائی،ناشکری تکبر،کم ہمتی،بخل،ترش روی و کج خلقی بزدلی،چالاکی،فحشاء،بغاوت،عجز کسل،ناامیدی،ریا،تفاخر ناجائز،دل دکھانا،استہزاء،تمسخر،بدظنی،بے غیرتی تہمت لگانا،دھوکا،اسراف و تبذیر،بے احتیاطی،چغلی،لگائی بجھائی،بے استقلالی،لجاجت،بے وفائی،لغو حرکات یا فضولیات میں انہماک،ناجائز بحث و مباحثہ،پرخوری،کن رسی،افشائے عیب،گالی ایذا رسانی،سفلہ پن،ناجائز طرفداری،خود بینی،کسی کے دکھ میں خوشی محسوس کرنا،وقت کو ضائع کرنا،ان باتوں سے آپؑ کوسوں دور تھے۔آپؑ فصیح و بلیغ تھے،نہایت عقلمند تھے،دور اندیش تھے۔سچے تارک الدنیا تھے۔

سلطان القلم تھے اور حسب ذیل باتوں میں آپؑ کو خاص خصوصیت تھی۔خدا اور اس کے رسول ﷺ کا عشق،شجاعت،محنت،توحید و توکل علی اللہ،مہمان نوازی،خاکساری اور نمایاں پہلو آپؑ کے اخلاق کا یہ تھا کہ کسی کی دل آزاری کو نہایت ہی ناپسند فرماتے تھے۔اگر کسی کو بھی ایسا کرتے دیکھ پاتے تو منع کرتے۔آپؑ نماز باجماعت کی پابندی کرنے والے،تہجد گزار،دعا پر بے حد یقین کرنے والے،سوائے مرض یا سفر کے ہمیشہ روزہ رکھنے والے،سادہ عادات والے۔سخت مشقت برداشت کرنے والے اور ساری عمر جہاد میں گزارنے والے تھے۔آپؑ نے انتقام بھی لیا ہے۔آپؑ نے سزا بھی دی ہے،آپؑ نے جائز سختی بھی کی ہے،تادیب بھی فرمائی ہے،یہاں تک کہ تادیباً بعض دفعہ بچہ کو مارا بھی ہے۔ملازموں کو یا بعض غلط کار لوگوں کو نکال بھی دیا ہے۔تقریر و تحریر میں سختی بھی کی ہے۔عزیزوں سے قطع تعلق بھی کیا ہے،بعض خاص صورتوں میں توریا کی اجازت بھی دی ہے،بعض وقت سلسلہ کے دشمن کی پردہ دری بھی کی ہے۔(مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی کے مہدی کے انکار کا خفیہ پمفلٹ) بددعا بھی کی ہے۔مگر اس قسم کی ہر ایک بات ضرورتاً اور صرف رضائے الٰہی اور دین کے مفاد کے

کی مثال بیان کرسکتا ہوں۔ یہ نہیں کہ میں نے یونہی کہہ دیا ہے، میں نے آپؑ کو اس وقت دیکھا جب میں دو برس کا بچہ تھا۔ پھر آپؑ میری ان آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب میں ستائیس سال کا جوان تھا۔ مگر میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے آپؑ سے بہتر آپؑ سے زیادہ خلیق، آپؑ سے زیادہ نیک آپؑ سے زیادہ بزرگ، آپؑ سے زیادہ اللہ اور رسولؐ کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپؑ ایک نور تھے، جو انسانوں کے لئے دنیا پر ظاہر ہوا۔ اور ایک رحمت کی بارش تھے۔ جو ایمان کی لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی اور اسے شاداب کرگئی۔ اگر حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت یہ بات سچی کہی تھے کہ ''کان خلقہ القرآن'' تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت اسی طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''کان خلقہ حب محمد و اتباعہ علیہ الصلوۃ والسلام'' خاکسار عرض کرتا ہے کہ مکرم ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنی اس روایت میں ایک وسیع دریا کو کوزے میں بند کرنا چاہا ہے۔ ...مگر ایک دریا کو کوزے میں بند کرنا انسانی طاقت کا کام نہیں۔ ہاں خدا کو یہ طاقت ضرور حاصل ہے اور میں اس جگہ اس کوزے کا خاکہ درج کرتا ہوں، جس میں خدا نے دریا کو بند کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ''جری اللہ فی حلل الانبیاء'' یعنی خدا کا رسول جو تمام نبیوں کے لباس میں ظاہر ہوا۔ اس فقرہ سے بڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی جامع تعریف نہیں ہوسکتی آپؑ ہر نبی کے ظل اور بروز تھے اور ہر نبی کی اعلیٰ صفات اور اعلیٰ اخلاقی طاقتیں آپؑ میں جلوہ فگن تھیں۔ کسی نے آنحضرت ﷺ کے متعلق کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہی ورثہ آپؑ کے ظل کامل نے بھی پایا مگر لوگ صرف تین نبیوں کو گن کر رہ گئے۔ خدا نے اپنے کوزے میں سب کچھ بھر دیا۔ اللھم صلی علیہ وعلی مطاعہ محمدو بارک و سلّم واحشرنی رب تحت قدمیھما ذلک ظنی بک ارجو منک خیرا (آمین ثم آمین)

(سیرت المہدیؑ حصہ سوم صفحہ 824 تا 827 حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

خدا تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آمین اللھم آمین

مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام بمقام بہشتی مقبرہ قادیان

لئے کی ہے نہ کہ ذاتی غرض سے، آپؑ نے جھوٹے کو جھوٹا کہا۔ جنہیں لئیم یا زنیم لکھا وہ واقعی لئیم یا زنیم تھے۔ جن مسلمانوں کو غیر مسلم لکھا وہ واقعی غیر مسلم بلکہ اسلام کے حق میں غیر مسلموں سے بڑھ کر تھے... آپؑ کو کسی نشہ کی عادت نہ تھی، کوئی لغو حرکت نہ کرتے تھے، کوئی لغو بات نہ کیا کرتے تھے۔ خدا کی عزت اور دین کی غیرت کے آگے کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ آپؑ نے ایک دفعہ اعلانیہ ذبّ تہمت بھی کیا۔ ایک مرتبہ دشمن پر مقدمہ میں خرچہ پڑا، تو آپؑ نے اس کی درخواست پر اسے معاف کر دیا۔ ایک فریق نے آپؑ کو قتل کا الزام لگا کر پھانسی دلانا چاہی مگر حاکم پر حق ظاہر ہوگیا، اور اس نے آپؑ کو کہا کہ آپ ان پر قانوناً دعویٰ کر کے سزا دلا سکتے ہیں۔ مگر آپؑ نے درگزر کیا۔ آپؑ کے وکیل نے عدالت میں آپؑ کے دشمن پر اس کے نسب کے متعلق جرح کرنی چاہی مگر آپؑ نے اسے روک دیا۔ غرض یہ کہ آپؑ نے اخلاق کا وہ پہلو دنیا کے سامنے پیش کیا، جو معجزانہ تھا۔ سراپا حسن تھے۔ سراسر احسان تھے، اور اگر کسی شخص کا مثیل آپؑ کو کہا جاسکتا ہے تو وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہے اور بس۔ آپؑ کے اخلاق کے اس بیان کے وقت قریباً ہر خلق کے متعلق میں نے دیکھا کہ اس

”میری خدیجہ“

سیرت طیبہ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم حضرت امّاں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مکرمہ امتہ القیوم ناصرہ صاحبہ۔ Frankfurt

خدا تعالیٰ جو کل کائنات میں اپنے حسن و جمال میں لاثانی ہے وہ جب اپنے کسی محبوب بندے کی تخلیق کرتا ہے تو اس میں اپنے حسن کے لازوال رنگ بھر دیتا ہے۔ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ جو بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ تھیں ان کے اخلاق فاضلہ بھی انہیں حسین رنگوں سے مزیّن تھے۔ آپؓ کے مبارک خاندان کی تاریخ صدیوں تک پھیلی ہوئی ہے۔ ”آپؓ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نور نظر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی مبارک حسینی نسل، شاہی خاندان کی چشم چراغ تھیں۔“ (ماخوذ از سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ طبع 1943ء صفحہ 27)

آپؓ کی زندگی آیت قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کی مصداق تھی۔ یعنی تو کہہ دے میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے، جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ (سورۃ الانعام 163 ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

آپؓ کی مبارک زندگی کے ہر پہلو میں محبت الٰہی غالب نظر آتی ہے۔ آپؓ سردار دو جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اسوۂ کا ایک عمدہ نمونہ تھیں۔

آپؓ کا خاندان

آپؓ کے خاندان میں مجدّد دین اور باکمال ولی اللہ پیدا ہوتے رہے جو دنیاوی جاہ جلال اور مال و دولت سے بے نیاز تھے۔ ان میں حضرت امام زین العابدینؒ، حضرت امام باقرؒ، حضرت امام جعفرؒ، حضرت امام موسیٰ رضاؒ حضرت امام موسیٰ کاظمؒ، حضرت امام حسن عسکریؒ، حضرت امام علی تقیؒ حضرت خواجہ میر درد رحمہ اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔ (ماخوذ از سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ طبع 1943ء صفحہ 135)

آپؓ کے ایک جد امجد حضرت خواجہ ناصر عندلیبؒ بارھویں صدی کے باکمال ولی اللہ اور صاحب کشوف ورؤیا تھے۔ جن کو شاہی جاہ جلال حاصل تھا لیکن آپؒ نے اس دولت کو غرباء میں تقسیم کر کے شاہی محلات کو چھوڑ کر دہلی سے دور ایک ویرانے میں سکونت اختیار کر لی آپؒ بکثرت روزے رکھتے دن رات عبادات الٰہی میں مصروف رہتے۔ (ماخوذ از سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ طبع 1943ء صفحہ 67،68)

ایک عظیم الشان پیشگوئی: ۔ایک رات آپؒ نے ایک عجیب کشفی نظارہ دیکھا کہ آپؒ کا تاریک کمرہ اچانک غیر معمولی روشنی سے منور ہو گیا اور ایک خوبصورت نوجوان جس کے سر پر جواہر نگار تاج تھا سامنے آیا... فرمایا کہ... ”میں حسن مجتبیٰ بن علی مرتضیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے ماتحت تمہارے پاس آیا ہوں تا تجھے ولایت اور معرفت سے مالا مال کروں.... ایک خاص نعمت تھی جو خانوادہ نبوت نے تیرے واسطے محفوظ رکھی تھی اسکی ابتدا تجھ پر ہوئی اور انجام اس کا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوگا.... یہ ساعت جو ابھی کچھ دیر باقی رہے گی۔ نہایت ہی مبارک ہے اس وقت تو جس شخص کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔ اسے بقاباللہ کا مرتبہ حاصل ہوگا اور قیامت تک اُس کا نام آفتاب کی طرح چمکتا رہے گا۔“...

حضرت ناصر عندلیب رحمہ اللہ نے اسی وقت اپنے بیٹے حضرت سید میر درد رحمہ اللہ کی بیعت لی، جو آپؒ کے بعد تیرھویں صدی کے باکمال ولی اللہ کہلائے اور بقاباللہ کا مرتبہ پایا۔ (ماخوذ از سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ طبع 1943ء صفحہ 69 تا 72)

یہ مبارک بشارت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے مبارک وجود سے اس طرح پوری ہوئی کہ یہ آسمانی روشنی، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے نبوت کے نور سے مل کر ایک عظیم الشان شمع میں تبدیل ہوگئی اور ان نوروں سے پھر وہ آسمانی مبشر پاک نسل پیدا ہوئی جن کے ذریعہ صفحۂ ہستی پر ایک اسلامی انقلاب برپا ہونا ازل سے مقدر تھا۔ ان تمام برکات کا سرچشمہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے وہاں سے کوثر کی یہ نہریں جاری ہوئی ہیں پھر آنحضرت ﷺ کے روحانی فرزند اور عاشق صادق کے ذریعے ان نوروں کو جلا بخشی گئی۔ خدا تعالیٰ کا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عظیم وعدہ تھا جو سورۃ کوثر میں ہے۔ اس مبارک جوڑے کا فیصلہ تو 1400 سال پہلے ہی آسمان پر قرار پا چکا تھا جبکہ ان کی پیدائش میں ابھی کئی صدیوں کا طویل عرصہ باقی تھا جیسا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی یہ عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا" یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ "یعنی مسیح موعود شادی کریں گے اور ان کی (بشارتوں کی حامل) اولاد ہوگی۔"

(از حدیقۃ الصالحین صفحہ 901 حدیث نمبر 953)

پس یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے مبارک جوڑے کے ذریعہ بڑی شان سے پوری ہوئی۔ آپؓ وہ مقدس ماں ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے مبشر اولاد عطا کی اور جن کے بطن سے حضرت مصلح موعودؓ جیسا وہ پاک، وجیہہ، مبارک بیٹا پیدا ہوا۔ جس کے آنے کو خداوند کریم نے خود اپنا نازل ہونا قرار دیا۔ آپؓ وہ خوش بخت دادی بھی ہیں جس کو رب کریم نے علم و عرفان، حسن جمال میں کمال درجہ کے پوتے اور ماشاء اللہ پڑپوتا بھی عطا فرمایا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے آسمانی قبا یعنی خلافت کے عظیم انعام بخشے جس کی برکات سے دنیا کے کناروں تک آج ایک عالم فیض یاب ہو رہا ہے یعنی ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا مبارک وجود۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے آقا کو صحت و سلامتی اور عافیت والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین

حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کی پیدائش اور آپؓ کا نام

آپؓ 1865ء میں دہلی میں پیدا ہوئیں۔ آپؓ کے والد کا نام حضرت میر ناصر نواب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور والدہ کا نام حضرت سید بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔ حضرت ام المومنینؓ کی پیدائش بہت سی برکات لے کر آئی تھی۔ آپؓ کے والد حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کی بے روزگاری جاتی رہی اور ان کو کام مل گیا۔ ان کی کھوئی ہوئی جائیداد کا ایک حصہ خود بخود بغیر کسی سعی کے ان کو مل گیا۔ حضرت اماں جانؓ کا اصلی نام نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ تھا مگر بعد میں حضرت میر صاحبؓ نے آپؓ کا نام "عائشہ" بھی رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہام میں آپؓ کو "میری خدیجہ" کا نام عطا فرمایا۔ خاندان کی بڑی بوڑھی خواتین آپؓ کو "نصیر والجہان" کے نام سے بلایا کرتی تھیں۔ خدا تعالیٰ اس نصرت جہاں بیگم کو اس زمانے کی "خدیجہؓ" اور "عائشہؓ" بنانا چاہتا تھا، اس لئے ان کے والد کی زبان سے بچپن ہی میں ان کا نام "عائشہ" بھی رکھوا دیا۔ ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ لڑکی کل کو ایسے شخص کی بیوی بنے گی جسے خدا تعالیٰ نے بروز محمد ﷺ ٹھہرایا ہے۔ ..."ام المومنینؓ" آپؓ کا خطاب ہے۔ "ام محمود" آپ کی کنیت ہے۔ (ماخوذ از سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ طبع 1943ء صفحہ 268 تا 273)

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے چند بچے چھوٹی عمر میں فوت ہوئے مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت اماں جانؓ کے علاوہ آپؓ کے دو بیٹے حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ اور حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ نے لمبی عمر پائی۔

حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعلیم

پانچ چھ سال کی عمر میں گھر کی چار دیواری میں قرآن کریم، اردو نوشت و خواند کی تعلیم شروع ہوئی جو حضرت میر صاحبؓ نے خود ہی کرائی۔ حضرت ام المومنینؓ بچپن ہی سے زیرک، فہیم اور سلیقہ شعار تھی۔

(سیرت حضرت سیدۃ النساء اُم المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ طبع 1943ء صفحہ 272)

حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ کی تقریب نکاح اور اس کی کیفیت

حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی شادی اپنی ماموں زاد حرمت بی بی صاحبہ سے 1849ء میں ہوئی تھی۔ ان سے آپؑ کے دو صاحبزادے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب پیدا ہوئے تھے۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی والدہ صاحبہ کچھ دنیا داری کی طرف مائل تھیں۔ اس وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کا تعلق ان سے کم ہو گیا تھا۔

حضرت اماں جانؓ سے شادی سے قبل حضرت مسیح موعودؑ کو دوسری شادی کے سلسلہ میں کئی الہام ہوئے۔ان میں سے ایک یہ ہے...''میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمھاری ایک اور شادی کروں۔ یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا اور تمھیں کسی بات کی تکلیف نہ ہوگی۔'' (سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ طبع 1943ء صفحہ 282)

حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان سے تعلقات تھے۔آپؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی دختر نیک اختر حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کی شادی کے لئے دعا کی غرض سے خط لکھا۔اس کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے ان کی صاحبزادی کے لئے اپنا رشتہ پیش کیا۔حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ حضرت مسیح موعودؑ کی نیکی، خاندانی شرافت اور تقویٰ سے بہت متاثر تھے۔آپؓ نے کچھ سوچ بچار اور دعا کے بعد اپنی اہلیہ محترمہ حضرت سید بیگم صاحبہ المعروف نانی جانؓ سے مشورہ اور ان کی رضامندی کے بعد یہ رشتہ قبول کر لیا۔اس وقت تک حضرت مسیح موعودؑ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔

حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ سیرت حضرت اماں جانؓ میں تحریر کرتے ہیں ''جس تاریخ کو (حضرت مسیح موعودؑ۔ناقل) نے خط لکھا۔اس تاریخ سے آٹھ دن بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی پہنچ گئے۔حافظ حامد علی صاحبؓ بطور خادم کے ساتھ تھے اور لالہ ملاوامل صاحب اور ایک دو اور آدمی ساتھ تھے۔حضرت میر صاحبؓ کی برادری کے لوگوں کو جب معلوم ہوا تو وہ بہت ناراض ہوئے کہ ایک بوڑھے شخص کو اور پھر ایک پنجابی کو رشتہ دے دیا اور کئی لوگ اس ناراضگی کی وجہ سے شامل بھی نہ ہوئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ساتھ کوئی زیور اور کپڑا نہ لے گئے تھے، صرف ڈھائی سو روپیہ نقد تھا۔اس پر بھی رشتہ داروں نے بہت طعن کئے کہ اچھا نکاح کیا ہے نہ کوئی زیور ہے نہ کپڑا۔حضرت میر صاحبؓ اور ان کے گھر کے لوگ، لوگوں کو یہ جواب دیتے تھے کہ میرزا صاحب...کی گھر کی عورتیں ان کی مخالف ہیں۔پھر وہ جلدی میں آئے ہیں۔اس حالت میں وہ زیور کپڑا کہاں سے بنوالاتے مگر برادری کے لوگوں کا طعن و تشنیع کم نہ ہوا۔'' (سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ طبع 1943ء صفحہ 294،295)

حضرت ام المؤمنینؓ نے خود بھی اپنی شادی کے متعلق فرمایا'' حضرت صاحب مجھے بیاہنے دلّی گئے۔آپؑ کے ساتھ شیخ حامد علی صاحبؓ اور ملاوامل بھی تھے۔نکاح مولوی نذیر حسین صاحب نے پڑھایا تھا۔یہ 27/محرم 1302 ہجری بروز پیر کی بات ہے۔اس وقت میری عمر اٹھارہ سال تھی۔حضرت صاحبؑ نے نکاح کے بعد مولوی نذیر حسین صاحب کو پانچ روپیہ اور ایک مصلّٰے نذر دیا تھا''...

حضرت میر صاحبؓ نے لکھا ہے''...اس نکاح کے متعلق سوائے ان کی رفیق بیوی کے کسی کو علم نہ تھا۔حضرت صاحبؑ کو چپکے سے بلا بھیجا تھا''۔ خواجہ میر دردؒ کی مسجد میں بین العصر والمغرب مولوی نذیر حسین صاحب محدّث دہلوی نے نکاح پڑھایا۔وہ ڈولی میں بیٹھ کر آئے تھے کیونکہ بوجہ ضعف اور بڑھاپے کے وہ چل نہیں سکتے تھے۔

حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دہلی میں آبائی مکان

مہر : گیارہ سو روپیہ مہر مقرر ہوا۔حضرت میر صاحبؓ نے عین وقت پر اپنے اور اپنی بیوی کے رشتہ داروں کو بلا بھیجا۔اس لئے وہ کچھ نہ کر سکے۔ بعض رشتہ داروں نے گالیاں بھی دیں اور بعض دانت پیس کر رہ گئے۔

(سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ طبع 1943ء صفحہ 295)

حضرت اماں جانؓ کے بارے میں الہامات اور آپؓ کا مقام

حضرت مسیح پاک علیہ السلام آپؓ کی بلند شان کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (خدا تعالیٰ نے) خدیجہ اس لئے میری بیوی کا نام رکھا کہ وہ ایک مبارک نسل کی ماں ہے۔ (تذکرہ صفحہ 29 ایڈیشن ہفتم)

جیسے خدا تعالیٰ نے آپؑ کو الہاماً فرمایا تھا۔**اشکر نعمتی رأیت خدیجتی**... کہ تو میری نعمت کا شکر کر کہ تو نے میری خدیجہ کو پا لیا ہے۔اس بشارت میں خدا تعالیٰ نے حضرت اماں جانؓ کو 'میری نعمت' اور

شجرہ نسب حضرت خواجہ میر درد و حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیب

نمبر1

1 خواجہ میر درد بن	2 خواجہ محمد ناصر بن	3 نواب روشن الدولہ بن	4 خواجہ فتح اللہ خان بن
5 خواجہ محمد طاہر بن	6 خواجہ عوض بخاری بن	7 خواجہ سلطان احمد بن	8 خواجہ میرک بن
9 سلطان احمد ثانی بن	10 خواجہ قاسم بن	11 خواجہ شعبان بن	12 خواجہ عبداللہ بن
13 خواجہ زین العابدین بن	14 حضرت بہاؤالدین نقشبندی بن	15 خواجہ عبداللہ بخاری بن	16 خواجہ جلال الدین بخاری بن
17 سید کمال الدین بخاری بن	18 سید حسین ملقب بہ محبوب بن	19 سید حسین اکبر بن	20 سید عبداللہ بن
21 سید فخر الدین بن	22 سید یلاق بن	23 سید محمود اعلیٰ بن	24 سید حسین مقبول بن
25 سید حسین محمد تقی بن	26 سید حسین محمد تقی بن	27 سید عبداللہ بن	28 سید جامع بن
29 سید علی اکبر بن	30 امام حسن عسکریؒ بن	31 امام علی تقیؒ بن	32 امام علی نقیؒ بن
33 امام موسیٰ رضاؒ بن	34 امام موسیٰ کاظمؒ بن	35 امام جعفرؒ بن	36 امام باقرؒ بن
37 امام زین العابدین بن	38 امام حسینؓ بن	39 حضرت علیؓ بن	40 ابوطالبؓ

(یہ شجرہ سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ طبع 1943ء صفحہ 135 سے لیا گیا ہے۔)

شجرہ نمبر2
حضرت خواجہ محمد ناصر عندلیب
سید محمد محفوظ (لاولد)
سید میر محمدی (لاولد)
خواجہ میر درد
خواجہ میر اثر
خواجہ صاحب میر الم
برانی بیگم (لاولد)
زینت النساء بیگم
بیگما بیگم
میر محمد بخش (لاولد)
امانی بیگم
شاہ محمد نصیر رنج
(از زوجہ اوّل)
(از زوجہ ثانی)
سید ناصر جان
نصیرہ بیگم
اشرف النساء (لاولد)
انجمن النساء
عمدہ بیگم
ناصر امیر
خلیفہ حضرت دردؒ
فرحت النساء
احمد نصیر خان
شمس النساء بیگم
حاجی کبیر الدین احمد
پیرجی بشیر الدین احمد
سید ناصر وزیر صاحب
حضرت سید میر ناصر نواب صاحبؓ
رفعت النساء
انجمن آراء بیگم
حضرت سیّدۃ النّساء نصرت جہاں بیگمؓ
حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ
حضرت سید میر محمد اسحٰق صاحبؓ
ناصر خلیل
ناصر سعید
ناصر وحید
نصیرہ بیگم
ناصر سلطان
ناصری بیگم
ناصر جلیل
ناصر عزیز

''میری خدیجہ'' کے مبارک مقدس اعزاز سے نوازا جس میں آپؓ کے ساتھ اپنی خاص محبت اور غیر معمولی قرب کی طرف اشارہ تھا۔
(ماخوذ از سیرت حضرت اماں جانؓ صفحہ 1 مصنفہ مکرمہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ)
تین صدیاں پہلے حضرت ناصر عندلیب صاحبؒ کے کشف میں بھی آپؓ کو ایک نعمت کی بشارت دی اس الہام میں بھی میری نعمت فرمایا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک اور تیسرے الہام میں بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔'' اُذْکُرْ نِعْمَتِیْ رَائَیْتَ خَدِیْجَتِی'' اے خدا کے برگزیدہ مسیح اس نعمت کو یاد کر کہ تو نے میری خدیجہ کو پالیا ہے۔...
حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''اس الہام میں آپؓ کے وجود کو خدا تعالیٰ نے میری نعمت کے شاندار الفاظ سے یاد کیا جس سے مراد یہ ہے کہ آپؓ کا وجود ایک عام نعمت ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی خاص نعمت ہے...جو یاد رکھنے کے قابل ہے اور بھلانے والی نہیں۔''
(سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ مکرمہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 1)
اس مبارک الہام کے بارہ میں حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ جو صاحب کشوف و رؤیا بزرگ تھے فرماتے ہیں ''حضرت ام المومنینؓ کے متعلق خدا تعالیٰ نے تذکرہ میں اس قدر مدح اور بشارات نازل فرمائی ہیں کہ (حضرت نبی پاک ﷺ کی ازواج مطہرات کے بعد۔ ناقل) اس طرح کی شان اور فضیلت کسی نبی کی بیوی کو حاصل نہیں ہوئی۔ قرآن کریم میں پارہ 6 میں حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت فرمایا ۔اُذْکُرْ نِعْمَتِیْ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب ام المومنینؓ عطا کیں تو فرمایا '' اُذْکُرْ نِعْمَتِیْ '' (سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ طبع 1943ء صفحہ 433)
خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس علیہ السلام کو حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک سیرت اور بلند اقبال کے متعلق بھی بے شمار بشارتیں دیں جن میں سے ایک یہ پُر شوکت الہام ہے کہ ''تیرا گھر برکت سے بھریگا میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کرونگا اور خواتین مبارکہ میں سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائیگا۔ تیری نسل بہت ہو گی اور میں تیری ذریت کو بڑھاؤنگا اور برکت دونگا ۔'' (سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ طبع 1943ء صفحہ 15، تذکرہ صفحہ 111)
سب سے پہلی خاتون مبارکہ آنحضرت ﷺ کی پاک نسل سے حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نکاح میں آئیں۔ نیز خدا تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ کی ایک یہ پیشگوئی بھی حضرت سیّدہ اماں جانؓ کے مبارک وجود کے ذریعہ بڑی شان سے پوری فرمائی۔ کہ'' تَرٰی نَسْلاً بَعِیْدًا ''۔یعنی تو ایک دور کی نسل بھی دیکھے گا۔
حضرت مسیح موعودؑ خدا تعالیٰ کے نبی اور نبیوں کے چاند ہیں۔خدا تعالیٰ نے آپؑ کو اپنے آقا و مطاع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز بنایا ایسے ہی حضرت امّاں جانؓ، حضرت خدیجہ ثانیہ تھیں۔آپؓ کا حضرت اقدسؑ کے ساتھ عقیدت و محبت کا ایک گہرا رشتہ تھا۔اللہ تعالیٰ کا بھی آپؓ سے اس قدر محبت کا تعلق تھا کہ بعض غیب کی خبریں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوتیں حضرت اماں جان رضی اللہ کو رؤیا کے ذریعے ان کا علم ہو جاتا حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں'' کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جو رؤیا وحی مجھے ہوتی وہی گھر والوں (یعنی حضرت اماں جانؓ) کو بھی رؤیا یا خواب آجاتا...آج کوئی پہر رات باقی ہوگی کہ الہام ہوا ...''میں ہر ایک کی جو دار میں ہے حفاظت کروں گا اور اسے لوگوں کے لئے آیت بناؤں گا اور ہماری طرف سے رحمت ہوگی اور یہ بات اٹل ہے تمام معالجات (یعنی علاج) میرے

پاس ہیں''۔...حضرت اقدسؑ نے حضرت اماں جانؓ سے دریافت کیا''کہ آج تم نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا''میں نے ابھی ایک خواب دیکھا ہے۔کہ ایک صندوق بذریعہ بلٹی آیا ہے۔جس کو شیخ رحمت اللہ نے بھیجا ہے اور وہ دوائیوں کا صندوق ہے۔حکیم فضل دین کی بیوی اور مریم دائی پاس کھڑی ہیں۔جب اس کو کھولا گیا تو وہ لبالب دوائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ڈبیا ہیں شیشیاں ہیں۔غرض پوری طور پہ بھرا ہوا ہے۔گھاس پھوس کی جگہ بھی دوائیاں ہیں''۔میں نے اس لحاظ سے کہ ان کے ایمان میں اور بھی ترقی ہو۔کہا کہ آج یہ الہام ہوا ہے۔....''

(سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 77,76)

اس الہام اور رؤیا میں بشارتیں اور خوشخبریاں ہیں خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی ہومیو پیتھی علاج اور شفاؤں سے پوری کیں اور مزید پوری کرے گا۔...حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ تحریر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بعض اوقات حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کے متعلق حضرت اماں جانؓ کو بھی خبر بتادیتا تھا۔...محترمہ امام بی بی صاحبہؓ والدہ مکرم منشی ابراہیم صاحبؓ سناتی تھیں کہ''میں چھوٹی تھی جب حضرت اماں جانؓ کے گھر رہتی تھی حضورؑ کو جب وحی ہوتی تو آپؑ کو پسینہ بہت آتا اور بعد میں آپؑ کو کمزوری محسوس ہوتی تو حضرت اماں جانؓ آپؑ کے لئے کدو کا حلوہ بنا کر رکھتی تھیں۔وہ آپؑ کو کھلاتی تھیں۔آپؓ حضورؑ کے کھانے کا خاص خیال رکھتیں۔خود پکاتیں یا اپنے سامنے پکواتیں۔حضرت امّاں جانؓ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کی عینی گواہ تھیں۔آپؓ نے بارہا الہام ہوتے دیکھا۔''

...حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنی ڈائری میں 1893ء کا حضرت امّاں جانؓ کا ایک مبشر خواب درج کیا''حضرت علیہ السلام کے گھر ایک خواب ہوا کہ ایک عورت ہے اس کے ساتھ بہت لڑکے اور لڑکیاں ہیں اس سے پوچھا گیا کہ تو کون ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ''میں عیسیٰ علیہ السلام کی بیٹی ہوں اور مسلمان ہونے کے لئے مرزا جی کے پاس آئی ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت عیسائی مسلمان ہونگے''۔

(سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ مکرمہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 76 تا 78)

مندرجہ بالا سب الہام آپؓ کے بلند مقام اور مضبوط تعلق باللہ کی شہادت دیتے ہیں۔یہ نہایت ہی مبارک اور پاک جوڑا تھا حضرت مسیح موعودؑ بڑی محبت سے حضرت اماں جانؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں۔''خدا تعالیٰ نے مجھے لڑکوں کی بشارت دی وہ اس بی بی کے بطن سے پیدا ہوئے اس لیے میں اسے شعائر اللہ سمجھ کر اس کی خاطرداری رکھتا ہوں اور وہ جو کہے مان لیتا ہوں۔''حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپؓ کو اپنے ساتھ دعاؤں میں بھی شامل فرماتے تھے۔

1903ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام،حضرت شہزادہ عبداللطیف شہیدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن شہیدؓ کے سفا کانہ قتل پر رسالہ تذکرۃ الشہادتین تحریر کرنا چاہتے تھے۔اس بارہ میں آپؑ فرماتے ہیں''جب میں نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا...تو ایسا اتفاق ہوا کہ مجھے درد گردہ سخت پیدا ہوا...تب خدا تعالیٰ نے مجھے دعا کی طرف توجہ دلائی۔میں نے رات کے وقت میں جبکہ تین گھنٹے کے قریب بارہ بجے کے بعد رات گزر چکی تھی اپنے گھر کے لوگوں سے کہا کہ اب میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو۔سو میں نے اسی دردناک حالت میں صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کے تصور سے دعا کی...تو ساتھ ہی مجھے غنودگی ہوئی اور الہام ہوا۔سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَّحِیْمٍ۔یعنی سلامتی اور عافیت ہے یہ خدائے رحیم کا کلام ہے پس قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی صبح کے چھ نہیں بجے تھے کہ میں بالکل تندرست ہو گیا اور اسی روز نصف کے قریب کتاب کو لکھ لیا۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک''۔

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد 30 طبع 2009ء صفحہ 74،75)

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ کو فرمایا تھا کہ''**یا احمد اسکن انت و زوجک الجنۃ**''یعنی اے احمد تو اور تیری بیوی جنت میں رہو''۔

(تریاق القلوب تصنیف سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ 203)

واقعتاً آپؓ کا گھر جنت نظیر محسوس ہوتا ہے۔دارالمسیح قادیان وہ مبارک گھر ہے جہاں فرشتوں کا نزول ہوتا تھا اور اس میں بیت الدعا وہ خاص حجرہ ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے بیشمار دعائیں مانگی ہیں۔حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں''یہ وہی گھر ہے جس میں حضرت مسیح موعودؑ کو ذکر الٰہی کی توفیق ملی آپؑ نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کثرت سے درود شریف پڑھا اور نور خدا نازل ہوا،وحی صادق سے مولا کریم نے نوازا۔...''پھر فرماتی ہیں''دارالمسیح کی ایک ایک جگہ متبرک اور برکتوں کا خزانہ ہے۔... حضورؑ اس کو'دارالامن' بھی کہتے تھے''۔

(سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 127)

یہ ایک حقیقت ہے کہ واقعی اس گھر میں داخل ہو تو محسوس ہوتا ہے کہ خاص

برکتوں بھرا گھر ہے وہاں سے نکلنے کو دل نہیں کرتا۔

حضرت اماں جانؓ کی مبشر اولاد

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو آپؓ کے بطن سے دس بچے عطا کئے۔ دو صاحبزادگان اور تین صاحبزادیاں چھوٹی عمر میں وفات پا گئیں۔ پانچ بچوں نے لمبی عمر پائی۔ ان کے نام اور ان کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ کو ملنے والی الٰہی بشارات درج ذیل ہیں۔

☆ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ ''المصلح موعود''

☆ حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ ''قمر الانبیا''

☆ حضرت نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ''نواب مبارکہ بیگم''

☆ حضرت مرزا شریف احمد رضی اللہ تعالیٰ ''وہ بادشاہ آیا''

☆ حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ''دختِ کرام''

خاکسار نے جب پہلی بار حضرت امّاں جانؓ کا دیدار کیا :خاکسار چھوٹی تھی جب ہم دارالمسیح میں جاتے تھے۔ مجھے اس گھر کا ایک ایک کمرہ یاد ہے وہ یادیں آج بھی میرے دل پر نقش ہیں جہاں میں نے حضرت امّاں جانؓ کو چلتے پھرتے عبادت کرتے دیکھا۔ اس وقت بھی دیکھ رہی ہوں جیسے کل کی باتیں ہیں۔ یہ گھر خدا کی رحمتوں برکتوں قبولیت دعاؤں کا زندہ نشان ہے یہاں دن رات عبادت الٰہی ہوتی ہے۔ میری والدہ زینب بی بی صاحبہ جن کو ہم اماں جی کہتے تھے، حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتی تھیں اور حضورؑ کے گھر کو اپنا میکہ جانتی تھیں۔ آپ جب امرتسر سے قادیان آتیں تو حضرت امّاں جانؓ کے گھر کے نچلے حجرہ میں ٹھہرتیں۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت کو ایک سعادت جانتیں اور خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کے زمانہ میں ملتانی اور مصری کا ایک فتنہ اُٹھا جس نے بہت خطرناک صورت اختیار کر لی اس وقت جماعت کی خواتین نے خاندان کے گھروں میں پہرہ دیا تھا۔ میری والدہ صاحبہ نے بھی حضرت امّاں جانؓ کے گھر پہرہ دینے کی سعادت پائی۔ امّاں جانؓ نے اپنے گھر پہرہ دینے کے لئے یہ شرط رکھی تھی کہ اس کو اجازت ملے گی جس کو چرخہ کاتنا آتا ہو۔ آپؓ یہ پسند نہیں فرماتی تھیں کہ خواتین کا وقت ضائع ہو۔ اسطرح آپؓ نے جماعت کی خواتین میں وقت کی قدر کرنے کی روح پیدا فرمائی۔

قادیان میں گرمیوں کی ایک صبح ہمارے گھر کا دروازہ کھٹکا۔ ہماری اماں جی (اللہ تعالیٰ ان کے درجات ہر لحہ بڑھاتا رہے) نے کھولا تو دیکھا حضرت امّاں جانؓ، آپؓ کی خادمہ اور حضرت بابو اکبر علیؓ جو ہمارے پڑوسی تھے کھڑے ہیں۔ وہ امّاں جانؓ کو ہمارے گھر لے کر آئے تھے۔ میری امّاں جی کا خوشی کے مارے کوئی حال نہ تھا۔ امّاں جانؓ نے سلام دعا کے بعد فرمایا ''زینب تمہاری بیٹی کہاں ہے جو بے بے جی کے گھر پڑھنے جاتی ہے وہ مجھے ان کے گھر لے جائے''۔ بے بے جیؓ ہمارے محلّہ دارالعلوم میں رہتی تھیں جو حضرت حکیم دین محمد رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور صحابیہ تھیں۔ اماں جیؒ نے جلدی جلدی مجھے فراک پہنا کر تیار کیا اور آپؓ کے ہمراہ بھیجا۔ آپؓ نے راستہ میں میرا ہاتھ پکڑے رکھا اور مجھ سے باتیں پوچھتی رہیں جو کم عمری کی وجہ سے یاد نہیں رہیں۔ میں آہستہ چل کر آپؓ کے ساتھ گئی تھی آپؓ بھی آہستہ ہی چلیں۔ جب حضرت بے بے جیؓ کے گھر تشریف لے گئیں تو حضرت بے بے جیؓ کی بھی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ اس وقت بے بے جیؓ کے گھر میں بچے قرآن پڑھنے آئے ہوئے تھے۔ امّاں جانؓ آپ کے گھر کے صحن میں ٹہلنے لگیں۔ بے بے جیؓ محبت اور خوشی سے آپؓ کی مبارک کمر پر ہاتھ پھیرتی جاتیں ساتھ مجھے دعائیں دیتیں کہ میں امّاں جانؓ کو لیکر آئی ہوں۔ بے بے جیؓ کے گھر انگوروں کی بیل تھی۔ جو انگوروں سے لدی ہوئی تھی آپؓ نے اس سے ایک خوشہ اتار کر دھو کر حضرت امّاں جانؓ کو پیش کیا

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ
حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد مرحوم

آپؓ ہاتھ میں لے کر نوش فرماتی رہیں اور ٹہلتی رہیں۔ قادیان میں ہر گھر میں پھلوں کے درخت اور انگوروں کی بیلیں، سبزیاں، موتیا، گلاب کے پھول لگے ہوئے تھے۔ یہ حضرت امّاں جانؓ کے عمدہ ذوق اور تربیت کا نتیجہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کو پھول، پودوں سے خاص لگاؤ تھا۔

بے بے جیؓ بہت نفیس مزاج تھیں اور عمدہ لباس پہنتیں تھیں۔ اس وقت آپؓ نے خوبصورت کڑھائی والا دوپٹہ لیا ہوا تھا۔ حضرت امّاں جانؓ نے دوپٹے کی بہت تعریف فرمائی تو بے بے جیؓ نے اتار کر آپؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ لیکن آپؓ نے نہیں لیا، بہت پیار سے روک دیا۔ بعد میں بے بے جیؓ نے ایسا ہی نیا دوپٹہ بنوا کر آپؓ کو خوشی خوشی تحفہ دیا تھا۔ بے بے جیؓ نے جاتے وقت ایک ٹوکری انگوروں کی آپؓ کو تحفہ دی جو آپؓ نے خوشی

ربوہ میں حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کمرہ

سے قبول کر لی۔

اب جیسے جیسے زمانہ گزر رہا ہے اور خدا تعالیٰ کے انعاموں کی بارش آپؓ کی مبشر اولاد پر ہوتے دیکھتے ہیں تو آپؓ سے عقیدت و محبت پہلے سے بڑھتی ہے۔ تو پھر میں ان یادوں میں کھو کر کبھی قادیان دارالامان کے مبارک گھر دارالمسیح کے حجروں میں ہوتی ہوں تو کبھی ربوہ میں حضرت اماں جانؓ کے ساتھ بیتے ہوئے دن یاد آتے ہیں۔ جہاں آپؓ اس کچے گھر میں چلتی پھرتی تھیں اور میں آپؓ کو کوئی کتاب پڑھ کر سنایا کرتی تھی کبھی آپؓ مجھے کہانی سناتیں کبھی میں بھی سناتی۔ آپؓ کے ساتھ بیتے ہوئے دن یاد آتے ہیں تو حسرت ہوتی ہے کہ آپؓ کی وہ خدمت نہیں کر سکی جیسی مجھے کرنی چاہئے تھی۔ ہر وقت دل چاہتا ہے کہ آپؓ کا مبارک ذکر کرتی رہوں۔ عاجزہ نے آپؓ کی وفات کے بعد ایک مضمون لکھ کر مصباح میں دیا تھا۔ وہ میں نے حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کو دکھایا آپؓ نے پڑھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا اور ازراہِ شفقت اپنے دست مبارک سے اس پر یہ لکھا کہ ''یہ بہت پیاری اور حسین یادیں ہیں۔ آپ کے پاکیزہ شب وروز''۔

عاجزہ کو خدا تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے یہ سعادت حاصل ہے کہ لاہور ہجرت کے بعد ہر روز سکول کے بعد رتن باغ میں جہاں ہم بھی رہتے تھے آپؓ کو کتاب پڑھ کر سنانے جاتی اگر کسی دن نہ جاتی تو آپؓ محترمہ اماں عائشہ صاحبہ کو ہمارے گھر بھجواتیں۔ وہ آکر بڑے پیار سے کہتیں ''بی بی تینوں اماں جان یاد کر رہے نے''۔ اس وقت مجھے آپؓ کے عالی مرتبہ اور بلند شان کا کچھ علم نہ تھا۔ ہاں آپؓ سے ایک عجیب گہری دلی محبت اور کشش محسوس ہوتی جس کو الفاظ میں بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ دل بے اختیار آپؓ پر قربان ہوتا تھا۔ بڑھاپے میں بھی آپؓ بے حد پیاری لگتیں۔ میں آپؓ کے پلنگ پر بیٹھ کر آپؓ کی ٹانگیں اپنی گود میں رکھ کر ان پر ہاتھ پھیرتی اور کتاب سناتی تھی۔ آپؓ اس قدر فراخ دل تھیں کہ آپؓ نے کبھی اکتاہٹ کا اظہار نہیں کیا۔ آپؓ ہمیشہ مجھے بڑی محبت سے۔ ''ارے بیٹی'' کہہ کر پکارتیں۔ آپؓ غیر شادی شدہ کو ''بیٹی'' اور شادی شدہ کو ''بہو'' کہہ کر بلاتیں یا پھر بے تکلفی سے ''ارے بوا'' کہتیں۔

آپؓ نہایت خوبصورت وجیہہ نین نقش کی مالک تھیں چاند کی مانند روشن نورانی چہرہ جس پر نورِ الٰہی برستا نظر آتا اور ایک خاص رعب بھی تھا۔ آپؓ کی آواز نہایت شیریں تھی اور لب ولہجہ میں مٹھاس تھی۔ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی صورت آپؓ سے بہت ملتی تھی اسی طرح حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی شبیہہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے ملتی تھی۔

حضرت اماں جانؓ کے اوصاف

حضرت اماں جانؓ کی پاکیزہ نیک فطرت اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت اور تربیت نے آپؓ کی شخصیت کو بہت پیارا بنا دیا تھا۔ آپؓ نہایت خوش مزاج سلیقہ شعار مخلوق خدا کی سچی خیر خواہ ہمدرد اور خدمت گار ہر ایک سے محبت کا سلوک کرنے والی تھیں۔ سب یہ سمجھتے تھے کہ بس سب سے زیادہ مجھ سے پیار ہے۔ آپؓ نہایت درجہ صابر شاکر تھیں، کسی مشکل میں نہ گھبراتیں۔ خدا تعالیٰ پر کامل توکل تھا۔ مشکل کے وقت دعا میں لگ جاتیں۔ آپؓ کا دل محبت کا ایک سمندر تھا۔ آپؓ شریعت کی پوری پابند تھیں۔ آخری وقت تک مکمل پردہ کرتی رہیں۔ آپؓ ایسے دل کش، پیارے انداز سے تربیت کرتیں کہ سارا خاندان اور جماعت کی خواتین بھی خوشی سے آپؓ کی اطاعت کرتیں۔

آپؓ سجدے بہت لمبے کرتیں تہجد اور اِشراق کے نوافل بیت الدّعا میں ادا کرتیں جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے دن رات بے شمار دعائیں کیں، آپؓ پر خدا کے فرشتے اترتے اور وحی نازل ہوتی۔ آپ رضی اللہ کو حضرت اقدسؑ سے بے پناہ عشق تھا۔ میں نے دیکھا ہے کہ آپ رضی اللہ کا پلنگ ہمیشہ دالان میں بیت الدعا کے سامنے ہوتا ایسے لگتا کہ آپؓ وہاں پر حضرت اقدسؑ کا قرب محسوس کرتی ہیں۔شاید اور لوگوں نے بھی یہ بات محسوس کی ہو لیکن میں یقین کی حد تک کہتی ہوں۔

آپؓ کو خدا تعالیٰ کے گھر یعنی مساجد سے بے حد محبت تھی حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں۔''ایک بار لاہور ایک غیر آباد مسجد دیکھ کر آہ کے ساتھ فرمایا''الٰہی مسجدیں آباد ہوں گرجائیں (چرچ) گر جائیں۔''

(سیرت حضرت اماں جانؓ تصنیف پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 688)

قادیان میں چھٹیوں میں عاجزہ حضرت سیّدہ اُم ناصر صاحبہؓ کے گھر چلی جاتی یہی ہماری تفریح تھی ۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ مسجد مبارک میں نمازیں پڑھاتے تھے۔آپؓ دفتر سے مسجد آتے ہوئے حضرت اُمی جانؓ یعنی اُم ناصرؓ کے دالان سے گزرتے پھر حضرت اماں جان رضی اللہ کے صحن سے گزر کر مسجد مبارک کو جاتے ۔اس طرح حضرت مصلح موعودؓ سے دن میں کئی بار ملاقات ہو جاتی ۔حضرت چھوٹی آپا جانؓ صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ عاجزہ اور بیبیاں ہم سب حضور اقدسؓ کی امامت میں حضرت اماں جانؓ کے بیت الدعا والے مبارک دالان میں نمازیں پڑھتے۔آپؓ سب کو دیکھ کر بہت خوش ہوتیں اس طرح آپؓ کی زیارت ہو جاتی۔آپؓ الگ نمازیں بھی وہیں ادا کرتیں۔آپؓ اکثر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتیں۔

گھر کے کام کاج میں بھی ہاتھ بٹاتیں سب آپؓ کو دیکھ کر اور باتیں کر کے راحت وسکون پاتے۔حضور اقدسؓ آتے جاتے آپؓ کو سلام کرتے۔آپؓ نے بچوں میں عبادت الٰہی کا بہت ذوق وشوق پیدا کر دیا ہوا تھا۔حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں''میں جب چھوٹی تھی تو آپ نے ایک لڑکی کی ڈیوٹی لگائی ہوئی تھی جو مجھے تہجد کے وقت جگاتی تھی۔''

حضرت اماں جانؓ کی قرآن کریم سے محبت:۔آپؓ قرآن کریم کثرت سے پڑھتی تھیں۔بڑھاپے میں جب نظر کمزور ہوگئی تو آپؓ کسی نہ کسی کو بٹھا کر قرآن کریم کی تلاوت سنا کرتی تھیں۔آپؓ نے اپنی وفات سے قبل بھی قرآن مجید سننے کی خواہش کی تھی۔

آپؓ کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز تھی:۔آپؓ کے صاحبزادے حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔''حضرت امّاں جان کی نیکی اور دینداری کا مقدم ترین پہلو نماز اور نوافل میں شغف تھا۔ فرض نمازوں کا کیا کہنا آپؓ تہجد نماز اور ضحیٰ کی بھی بے حد پابند تھیں،انہیں اس ذوق شوق سے ادا کرتیں کہ دیکھنے والوں کے دل میں بھی ایک خاص کیفیت پیدا ہونے لگتی۔میں پوری بصیرت سے کہہ سکتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کی پیاری کیفیت کہ ... میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے حضرت امّاں جان رضی اللہ کو بھی اپنے آقا ﷺ سے ورثے میں ملی تھی۔''

(سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 132)

آپؓ کی پوتی صاحبزادی امتہ القیوم صاحبہؓ تحریر فرماتی ہیں''اماں جانؓ اتنی عاجزی اور انکساری سے نماز پڑھتیں جیسے سچ مچ اللہ میاں کے پاؤں پکڑے فریاد کر رہی ہیں۔

(ماخوذ از سیرت حضرت اماں جانؓ تصنیف پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 134)

اس بارہ میں حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب فرماتے ہیں ''وفات کے دن صبح کے وقت جب میں ورید میں ٹیکا شروع کرنے لگا تو آپؓ نے فرمایا'' قرآن شریف لے آؤ''۔ میں نے عرض کی ''اماں جان ٹیکا کرلوں پھر سن لیں''۔اس پر آپؓ نے اثبات میں سر سے اشارہ کیا۔ چنانچہ ٹیکا کے بعد میر محمود احمد نے قرآن شریف پڑھ کر سنایا۔ اور وفات سے ایک گھنٹہ قبل یعنی رات ساڑھے دس بجے بھی امان جانؓ نے فرمایا'' قرآن شریف سناؤ'' جس پر میر محمود احمد صاحب نے قرآن شریف پڑھ کر سنایا۔'' (سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 622،623)

باورچی خانہ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا قادیان

حضرت نبی اکرم ﷺ سے حد درجہ محبت:

سیرت حضرت اماں جانؓ میں درج ہے ''حضرت اماں جانؓ کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت تھی۔ آخر آپؓ زوجہ محترمہ بھی تو اس عاشق صادق کی تھیں، جس سے بڑھ کر کسی نے عشق رسولؐ کا حق ادا نہیں کیا۔ ...جس طرح آپؓ تلاوت قرآن کریم سنتیں اسی طرح صاحبزادگان سے کتب حدیث روزانہ سنتیں۔کبھی یتیم بچیوں میں سے جن کو آپؓ نے خود پالا تھا کسی ایک کو پاس بٹھا کر اس سے حدیث پڑھوا کر سنتیں۔وفات کے قریب بیماری میں یہ شوق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ سنانے والا تھک جاتا لیکن آپؓ کی پیاس نہ بجھتی...نہ صرف احادیث پڑھوا کر سنتیں بلکہ بھر پور انداز میں ان پر عمل پیرا ہوتیں۔...حضرت اماں جانؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کو اپنے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ آپؓ انہی اخلاق کا نمونہ بن گئیں۔مثلاً ام المساکین، بیوہ عورتوں کی سرپرست، یتیموں کی ماں، قیدیوں پر شفقت''...آپؓ قرآن کریم کی تعلیم اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے اور حضرت مسیح موعودؑ کی تربیت کے اثر سے ہر شکستہ خاطر اور مخلوق کے دھتکارے ہوئے بیکسوں کی پناہ تھیں۔کئی بیوہ عورتیں اور ضعیف بے سہارا کنبے آپؓ کی سرپرستی میں بڑھے، پھلے پھولے اور آرام کی زندگی بسر کرتے رہے...آپؓ نے ان بیوہ عورتوں کی ہر طرح سرپرستی کی۔بچوں کی تعلیم وتربیت، ان کی خوراک اور پوشاک اور شادیوں میں مادرانہ شفقت کا عملی مظاہرہ فرمایا۔...

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ تحریر کرتی ہیں'' ہفتے میں ایک دفعہ نابینا اور یتیم بچوں کو حضرت اماں جانؓ دوپہر کے کھانے پر بلاتیں۔جو قطار میں ایک دوسرے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر آتے تھے۔سب سے آگے سب سے چھوٹا لڑکا ہوتا تھا۔ان کے لئے دستر خوان بچھتا۔پلاؤ تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پکتا تھا اور کیا ہوتا تھا وہ یاد نہیں۔''

...محترم جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔''غالباً 1914ء کا واقعہ ہے کہ حضرت ممدوحہ پٹیالہ تشریف لے گئیں...آپؓ نے خاکسار سے دریافت فرمایا کہ کیا یہاں کی جیل کے قیدیوں کو ہماری طرف سے عمدہ قسم کا کھانا کھلانے کی اجازت مل سکتی ہے؟ خاکسار نے سرجن صاحب کے ذریعہ جو میرے افسر تھے اور جیل کے بھی بڑے ڈاکٹر تھے،کوشش کی اور کھانا کھلانے کی اجازت حاصل کر کے عرض کی کہ مل سکتی ہے۔تب آپؓ نے پچاس روپے کی رقم مجھے دی اس طرح پر قیدیوں کو عمدہ قسم کا کھانا کھلوایا گیا۔''

(ماخوذ از سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ نمبر 141 تا 154)

حضرت صاحبزادی امۃ القیوم بیگم صاحبہؓ بیان فرماتی ہیں''ایک عورت جو مدت سے حضرت اماں جانؓ کے پاس رہتی تھی اسے بھوک لگی۔سردار کو کہا ''آپا مجھے بھوک لگی ہے لنگر سے ابھی کھانا نہیں آیا ہے''۔سردار نے کہا ''میں ابھی مصروف ہوں روٹی نہیں پکا سکتی۔'' اس نے بے تکلف اماں جانؓ سے کہہ دیا کہ ''اماں جان مجھے بھوک لگی ہے آپا کھانا پکا کر نہیں دیتی۔''

اماں جانؓ نے کہا ''کوئی بات نہیں روٹی میں پکا دیتی ہوں''۔اور اماں جانؓ نے روٹی پکا کر اسے کھانا کھلایا۔

(سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 705)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ تحریر کرتی ہیں ''حضرت اماں جانؓ اپنے ملازموں پر انتہائی شفقت فرماتی تھیں۔آخری ایام میں جب آواز نکالنا محال تھا۔ مائی عائشہ (والدہ مجید احمد مرحوم درویش قادیان) کی آواز کسی سے جھگڑنے کی آئی۔بڑی مشکل سے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور بدقت فرمایا ''مائی کیوں روئی''میں نے کہا نہیں اماں جان !روئی تو نہیں یونہی کسی سے بات کر رہی تھیں،مگر جو درد اماں جان کی آواز میں اس وقت مائی کے لئے تھا وہ آج تک مجھے بے چین کرتا ہے''۔

(سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 686)

آپؓ کا صبر و تحمل :۔حضرت اماں جانؓ میں اس قدر صبر و رضا اور بلند حوصلہ تھا جو کسی عام خاتون کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جیسے ہی الٰہی منشاء کے مطابق نبوت کا دعویٰ کیا تو تمام ہندوستان میں علماء نے ایک طوفان بدتمیزی برپا کر دیا۔بدزبانی،گالیاں، کفر کے فتوے،قتل کی دھمکیاں ہر طرف سے آپؑ پر حملے شروع ہو گئے۔ آپؓ کی زندگی انبیاء علیہ السلام کی طرح ابتلاؤں کی زندگی تھی۔ان ابتلاؤں میں آپؓ برابر کی شریک تھیں۔آپؓ کے پانچ بچے بچپن میں فوت ہو گئے بچوں کا صدمہ الگ ہوتا،اس کے علاوہ مخالفین کا شور بھی ہوتا، وہ خوشیوں کے تازیانے بجا بجا کر آپؑ کا تمسخر اُڑاتے اور گالیاں دیتے۔ان حالات میں ایک ماں کے دل کی حالت کو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کیسی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے آپؓ ایک مضبوط چٹان کی طرح حوصلہ کرتیں اور اپنے پیارے ربّ کی رضا پر صدق دل سے راضی رہتیں۔

آپؓ کسی اچانک پریشانی پر بھی بہت زیادہ گھبراہٹ کا اظہار نہیں کرتی تھیں۔ایسے وقت میں اپنے مولیٰ کے حضور دعا میں لگ جاتی تھیں۔ایک دن لاہور میں شدید زلزلہ کے جھٹکے آئے مجھے یاد ہے کہ میں رتن باغ میں برآمدہ میں دروازہ کے سامنے کھڑی تھی اور حضرت اماں جانؓ کی طرف دیکھ رہی تھی مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کروں۔حضرت اماں جانؓ کمرہ کے اندر اطمینان سے اپنے پلنگ پر لیٹی رہیں اور دعا میں مصروف رہیں۔ باہر صحن میں سے خادمہ نے شور مچایا ''اماں جان جلدی باہر آ جائیں''۔میں جلدی سے کمرہ میں جا کر آپؓ کو سہارا دے کر باہر لے کر آئی یہ گھر اوپر کی منزل میں تھا اور آپؓ کے کمرہ کے ساتھ صحن بھی تھا۔آپؓ کا پلنگ کمرہ میں سامنے والی دیوار کے ساتھ باہر کے دروازہ سے دور تھا۔وہاں سے باہر آنا اس وقت کافی مشکل تھا۔جب زلزلہ تھم گیا تو آپؓ نے فرمایا ''جاؤ دیکھ کر آؤ حضرت صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کہاں ہیں''۔میں نے جا کر دیکھا تو حضورؓ کمرے میں فرش پر بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے۔حضورؓ کا کمرہ بھی اوپر کی منزل میں تھا اور حضورؓ کے کمرہ کے آگے برآمدہ تھا صحن کوئی نہ تھا۔آپؓ کے بہادر بیٹے حضرت مصلح موعودؓ بڑے اطمینان سے اپنے کام میں مشغول تھے۔اس کوٹھی میں سارا خاندان تھا اور حضرت مصلح موعودؓ، حضرت میاں بشیر احمدؓ کی فیملی اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سب اوپر کی منزل میں ہی تھے۔لیکن حضرت اماں جانؓ کو صرف حضرت مصلح موعودؓ کی فکر ہوئی۔آپؓ نے ان کا پتہ کروایا اس لئے کہ حضرت مصلح موعودؓ ایک تو موعود بیٹے تھے دوسرے خلیفۃ المسیح کے منصب پر فائز تھے۔اس لئے آپؓ کو زیادہ حضرت مصلح موعودؓ کی فکر ہوئی تھی۔آپؓ حضرت مصلح موعودؓ کا بہت احترام کرتیں دوسروں سے ذکر کرتے وقت ''حضور'' فرماتیں لیکن جب خود آپؓ سے مخاطب ہوتیں تو بڑے پیار سے ''میاں'' کہتیں۔

حضرت اماں جانؓ کی حضرت مسیح موعودؑ، اپنے بچوں اور خاندان سے محبت :۔آپؓ کی حضرت مسیح موعودؑ سے شادی ایک الہامی شادی تھی یعنی خدا تعالیٰ نے اس کو خود طے فرمایا تھا۔اس لئے حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ کا ایک مثالی جوڑا تھا۔حضرت مسیح موعودؑ کو آپؓ سے بے حد محبت تھی اور آپؓ کو بھی حضرت مسیح موعودؑ سے بہت پیار تھا۔

حضرت ام ناصر صاحبہؓ نے ایک دفعہ ذکر کیا کہ ''حضرت اماں جانؓ ایک بار بیمار تھیں اور حضرت اقدسؑ تیمارداری فرماتے۔کھڑے دوائی پلا رہے تھے اور حالت اضطراب میں اماں جانؓ کہہ رہی تھیں ہائے میں مر جاؤں گی آپ کا کیا ہے،بس اب میں مر چلی ہوں تو حضرت صاحبؑ نے آہستہ سے فرمایا تو تمہارے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ایسی ایسی دل نوازی کی ہزاروں باتیں ہیں۔''

(سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 117)

لاہور رتن باغ کا واقعہ ہے ایک دن آپؓ سے ملنے مکرم شیخ اکرام صاحب تشریف لائے میں نے پیغام دیا تو آپؓ دروازہ پر پردہ کے پیچھے تشریف

لائیں اور ان سے بات کی۔ شیخ صاحبؓ نے سلام کے بعد دعا کی درخواست کی اور کہنے لگے" امّاں جانؓ قادیان میں ہم حضرت اقدسؑ کے مزار پر دعا کے لئے چلے جاتے تھے اب ہم کہاں جائیں"۔ پھر بے قرار ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور کہا" امّاں جان دعا کریں ہمیں اللہ صبر دے"۔ آپؓ بالکل خاموش کھڑی ٹھنڈی آہیں بھرتی رہیں اور شیخ صاحبؓ کے جانے کے بعد چارپائی پر آ کر لیٹ گئیں۔ ایسے لگتا تھا کہ آپؓ حضرت اقدسؑ کی یاد سے بے حد بے قرار ہیں۔ لیکن آپؓ بہت وقار سے اپنے جذبات کو ضبط کر رہی تھیں۔ میں آپؓ کے پاس بیٹھی رہی لیکن آپؓ کی حالت دیکھ کر مجھے آپؓ سے کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

حضرت اقدسؑ کی یاد میں آپؓ بہت عمدہ گُڑ والے چاول پکوا کر سب کو کھلاتیں۔ ان چاولوں میں علاوہ دوسری چیزوں کے سنگترے کے چھلکے بھی دم میں ڈلواتیں جس سے چاول بہت لذیذ ہو جاتے۔ ایک دفعہ ربوہ میں عاجزہ اور میری کلاس فیلو حامدہ آپؓ سے ملاقات کے لئے گئیں باہر صحن میں چوکی پر امّاں جانؓ اور حضرت چھوٹی آپا جانؒ آپس میں باتیں کر رہی تھیں اور بے حد خوش تھیں۔ امّاں جانؓ نے ایک پلیٹ بھر کر عاجزہ کو دے کر فرمایا "لو بیٹی تم بھی کھاؤ"، پس ہم دونوں نے مل کر تبرک کھایا۔ الحمدللہ

رتن باغ لاہور کا واقعہ ہے ایک دن حضرت مصلح موعودؓ تشریف لائے تو آپؓ لیٹی ہوئی تھیں۔ حضور رضی اللہ آپؓ کے پاؤں کے پاس پائنتی پر اپنا کوٹ سمیٹ کر بیٹھ گئے اور بے حد خوش گوار ماحول میں ایسے باتیں کر رہے تھے جس طرح ایک چھوٹا بچہ اپنی ماں سے کرتا ہے۔

لاہور کا واقعہ ہے ایک دن حضرت امّاں جانؓ نے مرمرے کے چھوٹے چھوٹے لڈو (جو عام طور پر بچے کھاتے ہیں) پلیٹ میں بھر کر مجھے دیئے اور فرمایا" جاؤ حضرت صاحب کو دے آؤ"۔ میں آپؓ کے کمرہ میں گئی تو حضور اقدسؓ فرش پر آگے چھوٹی سی میز رکھے بیٹھے کچھ لکھنے میں مصروف تھے میں نے عرض کی" امّاں جانؓ نے آپ کے لئے یہ لڈو بھیجے ہیں"۔ آپؓ بہت خوش ہوئے، امّاں جانؓ کا شکریہ ادا کیا اور پلیٹ لے کر پاس رکھ کر کھانے لگے۔ میں نے آ کر امّاں جانؓ کو بتایا کہ" حضورؓ کچھ لکھ رہے تھے اور آپکا شکریہ ادا کرتے ہیں"۔ آپؓ سُن کر بے حد خوش ہوئیں۔

رتن باغ لاہور میں صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ کے نکاح کی تقریب تھی امّاں جانؓ بہت خوبصورت جوڑا پہن کر گئیں اور مجھے بھی ساتھ لے گئیں۔ جس پورشن میں یہ تقریب تھی اس کو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے کمرہ سے راستہ جاتا تھا۔ واپسی پر آپؓ جب اس کمرہ سے گزریں تو حضرت مصلح موعودؓ وہاں پر بیٹھے کچھ تحریر فرما رہے تھے۔ عاجزہ حضرت امّاں جانؓ کے پیچھے تھی۔ امّاں جانؓ نے السلام علیکم فرمایا تو حضور اقدسؓ نے نظر اُٹھا کر دیکھا سلام کا جواب دے کر مجھ سے فرمایا" آگے ہو کر امّاں جان کو بازو سے سہارا دے کر لے جاؤ"۔ آپؓ حضرت امّاں جانؓ کو شعائراللہ کا مرتبہ دیتے تھے۔ مجھے بے حد مسرت ہوئی کیونکہ میرا دل چاہتا تھا لیکن میں نے شرم کے مارے اماں جانؓ کو سہارا دینے کی جرأت نہ کی تھی۔

بعض اوقات رشتہ داروں اور بہن بھائیوں میں بچوں کی وجہ سے تلخی پیدا ہو جاتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ خاندان کا شیرازہ بکھر جاتا ہے لیکن حضرت اماں جانؓ نے ہر رشتے کو بہت خوبصورتی سے نبھایا اور تلخی کی نوبت نہ آنے دی۔ یوں خاندان کو آپس میں جوڑے رکھا۔ ہمارے لئے آپؓ کا اسوہ مشعل راہ ہے۔

خاکسار نے کبھی امّاں جانؓ کو کسی کو ڈانٹتے یا خفا ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپؓ کے سب کام خدا کے فضل سے بخیر و خوبی انجام پا رہے تھے۔ آپؓ بات بڑی حکمت سے کیا کرتی تھیں۔ گھر میں خادمائیں نیز اوپر نیچے مہمانوں سے گھر بھرا رہتا کبھی کوئی ناخوش گوار واقعہ ہو بھی جاتا ہوگا۔ آپؓ اس کو نظر انداز فرما دیتیں۔

رتن باغ لاہور کا ایک واقعہ ہے کہ نیچے صحن میں ایک دن صاحبزادیاں میرو ڈبہ کھیل رہی تھیں (یہ گیند کے ساتھ بہت مزے کا کھیل ہے ہم بھی کھیلا کرتے تھے) حضرت مائی کا کو صاحبہؓ جو ایک بزرگ دعا گو صحابیہ حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کی پھوپھو تھیں، بہت مخلص خاندان سے تھیں۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے بہت محبت رکھتی تھیں۔ مزاج کی سادہ تھیں اس وقت وہ آئیں اور بڑے غصے سے کہنے لگیں۔" امّاں جان یہ نیچے صحن میں کیا ہو رہا ہے جوان بیبیاں دگر، دگر سارے صحن میں بھاگی پھر رہی ہیں یہ کیا طریقہ ہے؟" میں بھی وہاں بیٹھی تھی مجھے ان کی بات سن کر ہنسی آ رہی تھی لیکن ادب کی وجہ سے روک رہی تھی۔ میں نے دیکھا اماں جانؓ بالکل خاموش رہیں۔ نہ کوئی جواب دیا نہ ان کی باتوں کا برا منایا۔ وہ بھی اپنی طرف سے ہمدردی میں کہہ رہی تھیں۔ امّاں جانؓ بہت وسیع نظر تھیں۔ آپؓ جانتی تھیں کہ کھیلنا کوئی برائی نہیں ہے۔ بلکہ صحت کے لئے

بہت ضروری ہے کیوں کہ بچیاں گھر کے اندر کھیل رہی تھیں اس لئے آپؓ خاموش رہیں۔

آپؓ کا حلیہ مبارک اور نفاست پسندی:۔ آپؓ بہت نفیس طبع تھیں۔ صاف ستھرا، عمدہ پاکیزہ لباس زیب تن کرتیں۔ ہر وقت آپؓ کے جسم مبارک سے ہلکی ہلکی خوشبو آتی رہتی تھی۔ گرمیوں میں بھی میں آپؓ کے قریب آپؓ کی چارپائی پر بیٹھا کرتی تھی۔ آپؓ پاک مطہر شہزادی لگتی تھیں۔ سر پر ہر وقت ریشمی رومال باندھ کر رکھتیں۔ دہلی کا لباس چوڑی دار پاجامہ، لمبا کرتا لمبا دوپٹہ پہنتیں۔ میں نے آپؓ کو کبھی بکھرے حال میں نہیں دیکھا۔ ہمیشہ اچھے طریق پہ تیار رہتیں۔ لباس نہایت عمدہ رنگوں کے امتزاج سے پہنتیں۔ ہر وقت پاک صاف رہتیں۔ یہ طریقہ خدائی نعمتوں کے تشکر کے طور پر تھا۔ ایک دفعہ حضرت استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ سے باتیں کرتے آپؓ نے ان کے لباس کی بہت تعریف کی۔ انہوں نے کہا'' خدا تعالیٰ بہت خوبصورت ہے اس لئے مجھے خوبصورت چیزیں پسند ہیں''۔ آپؓ بہت خوش ہوئیں کیونکہ آپؓ کا بھی زندگی میں یہی نظریہ تھا۔ آپؓ عمدہ عطر استعمال کرتیں۔ حضرت مصلح موعودؓ جو عمدہ عطر خود بناتے تھے۔ وہی آپؓ استعمال فرماتیں۔

آپؓ کو یہ بات ناپسند تھی کہ کوئی شادی شدہ خاتون اپنے شوہر کے لئے بن سنور کر نہ رہے۔ اس کے ہاتھوں میں چوڑیاں نہ ہوں یا اچھے طریق پہ تیار نہ ہو، ربوہ میں ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ خاندان کی ایک بی بی کے ہاتھ پکڑے فرمارہی تھیں ''ارے، تمہارے ہاتھوں میں نہ چوڑیاں نہ مہندی ابھی جاؤ اور چوڑیاں پہن کر آؤ''۔ وہ فوراً مسکراتے ہوئے اچھا کہہ کر چوڑیاں پہننے چلی گئیں۔

آپؓ کی بہت ساری بہوئیں تھیں جو مختلف ماحول سے آئی تھیں آپؓ نے کبھی کسی بہو یا اپنی بھابھی کی جستجو نہ کی کہ وہ گھروں میں کیا کرتی ہیں بلکہ آپؓ کا کمال یہ تھا کہ آپؓ نے اپنے سارے خاندان سے ایسا محبت و پیار کا بے مثال سلوک کیا کہ نئے آنے والیاں سب اپنے میکے بھول بھال کر دل وجان سے آپؓ کی ہو کر رہ گئیں۔ اس طرح آپؓ کی بہوئیں بھابیاں پھران سب کی اولادیں سب ہی آپؓ کے رنگ میں ایسے رنگیں ہو گئیں جیسے سب آپؓ کی ہی اولاد ہیں اور آپؓ جیسا لباس اپنالیا۔ حالانکہ بعض دوسرے ماحول کی تھیں جیسے کہ حضرت اُمّ وسیم صاحبہ عرب کی تھیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی زوجہ پشاور کے پٹھان خاندان سے اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی زوجہ حضرت بوزینب بیگمؓ نواب خاندان سے تھیں۔ یہاں تک آپؓ کے اثر کا دائرہ وسیع تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی حرم حضرت امّاں جیؓ بھی آپؓ کے دہلی طرز کا ہی لباس پہنتی تھیں۔

آپؓ کی صبح کی سیر:۔ ربوہ میں ایک دن عاجزہ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور طبیعت پوچھی فرمایا'' کمر میں درد ہے''۔ عاجزہ نے عرض کی'' امّاں جان آجکل موسم بہت اچھا ہے آپ سیر کو جایا کریں'' گرمیوں کے دن تھے۔ نیز میں نے عرض کی کہ میں آجایا کروں گی۔ آپؓ بہت خوش ہوئیں۔ دوسرے دن صبح کی نماز کے فوراً بعد میں گئی تو آپؓ برقع اور سوٹی چارپائی پر رکھ کر تیار میرا انتظار فرمارہی تھیں۔ آپؓ نے پہلے ناشتہ منگوایا۔ خادمہ نے ایک پھلکا اور چائے کا ایک کپ ٹرے میں رکھ کر دیا۔ آپؓ نے ازراہ شفقت پیالی سے دو گھونٹ چائے خود پی اور باقی مجھے عنایت کی اور فرمایا'' بیٹی پہلے ناشتہ کرلو''۔ پھر ہمارا روزانہ کا یہ معمول بن گیا۔ اس طرح مجھے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپؓ کا تبرک کھانے کا موقع فراہم کردیا۔ ورنہ میں شرم کے مارے آپؓ سے کہہ نہ سکتی۔

ایک دن سیر کے بعد اپنے بھائی حضرت سید میر محمد اسحاق صاحبؓ کے گھر چلی گئیں۔ ابھی منہ اندھیرا ہی تھا۔ سارے گھر والے جاگے ہوئے تھے حضرت ممانی جان صالحہ بیگم صاحبہؓ اور میر محمود احمد صاحب قرآن شریف کی تلاوت کررہے تھے۔ ان کے گھر کا ماحول خالص دینی ہے۔ امّاں جانؓ میرے سیر کروانے پر بہت خوش تھیں وہاں بھی آپؓ نے اس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا'' دیکھو یہ مجھے سیر کے لئے لے کر جاتی ہے''۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی الحمدللہ۔ اس دن امّاں جانؓ نے ان کے گھر کی کھڑکی میں سے ٹرین کو گزرتے دیکھا اور بہت خوش ہوئیں۔

جب ٹھنڈا موسم شروع ہوا تو میں نے خود ہی یہ سوچ کر کہ اب ٹھنڈ ہوگئی ہے آپؓ سیر کو نہ جاسکیں گی صبح کو جانا چھوڑ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد میں حضرت مصلح موعودؓ کی زیارت کو حاضر ہوئی آپؓ بھی حضور کے صحن میں ٹہل رہی تھیں۔ حضورؓ اور چھوٹی آپا جانؒ تخت پوش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؓ ان سے باتیں کررہی تھیں۔ آپؓ جب میرے قریب آئیں تو میں نے خاص طور پر آپؓ کو سلام کیا آپؓ نظریں نیچی کئے تھیں۔ سلام کا جواب اونچی

آواز میں نہ دیا۔ میں نے خیال کیا کہ آپؓ نے سنا نہیں اس لئے دوبارہ ٹہلتے ہوئے میرے قریب آئیں تو میں نے پوچھا۔ ''امّاں جان آپ مجھ سے ناراض ہیں؟'' بالکل بچوں کی طرح جو روٹھے ہوئے پہلے سے زیادہ پیارے لگتے ہیں۔ اس طرح آپؓ نے فرمایا ''بڑی مجھے سیر کروانے لے جاتی تھی اب کیوں نہیں آتی؟'' یکدم پیار سے میری ہنسی چھوٹ گئی میں نے کہا ''اچھا تو یہ بات ہے؟'' پھر میں نے بتایا کہ ''میں اس لئے نہیں آئی کہ اب ٹھنڈ شروع ہوگئی ہے آپ کو مشکل ہوگی''۔ آپؓ نے غالباً فرمایا ''ٹھنڈ ہے تو کیا ہوا''۔ میں نے عرض کی ''میں کل سے پھر آجاؤں گی'' اس پر خوشی سے میری طرف دیکھ کر مسکرائیں۔ پھر میں نے دوبارہ آپؓ کو سیر پہ لے جانا شروع کر دیا۔

رات تہجد پڑھ کر صبح کی نماز کے ساتھ سویرا کرتیں اور پھر نہ سوتیں۔ میں نے کبھی آپؓ کو دیر تک سوتے نہیں دیکھا۔ دوپہر کو ضرور کچھ دیر آرام فرماتیں۔

احمدیوں کے گھروں میں جاتیں تو ان بہنوں کے ساتھ گھر کے کام میں مدد فرماتیں اور انکو گھر سنبھالنے کے اچھے سلیقے بتاتیں یا پھر ٹہلتی رہتیں۔ آپؓ نے اپنے خاندان کا شاہانہ زمانہ دیکھا ہوا تھا لیکن آپؓ میں عاجزی انکساری بہت تھی۔ آپؓ کسی کے گھر میں داخل ہونے کے آداب کا پورا خیال رکھتی تھیں۔ دروازے پہ دستک دیتیں پھر اونچی آواز میں السلام علیکم کہتیں۔

بچیوں کی دینی و دنیاوی تعلیم کا بہت احساس تھا۔ نصرت گرلز سکول ابتدا میں اُن بیرکوں میں تھا جو جلسہ سالانہ ربوہ کے لئے بنائی گئی تھیں جہاں مہمانوں کو ٹھہرایا گیا تھا۔ یہ کچے کمرے تھے روز صبح ہم اپنے کمروں کو پانی ڈال کر لپائی کرتے تھے پھر کلاس شروع ہوتی۔ میں درجہ ثانیہ میں پڑھتی تھی۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ عاجزہ حضرت امّاں جانؓ کو اپنے سکول لے گئی اور اپنی کلاس کا کمرہ دکھایا آپؓ کرسی پر دیر تک اس کمرہ میں بیٹھی رہیں اور سکول کے بارہ میں پوچھتی رہیں۔ کچھ دیر کے بعد سکول کھل گیا بچے آنے شروع ہوگئے ساری اساتذہ آگئیں وہ آپؓ کو دیکھ کر خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتی تھیں۔ سب آپؓ کے گرد جمع ہوگئیں آپؓ نے باری باری سب کا حال احوال پوچھا۔ پھر آپؓ نے سب کو عمدہ نصائح کیں۔

آپؓ کے مزاج کی شگفتگی اور آپؓ کا ادبی ذوق:

آپؓ کبھی بے مقصد گفتگو نہیں کرتی تھیں۔ بلکہ باتوں باتوں میں سبق آموز واقعات سنا کر عمدہ نصیحت کرتیں۔ سکول میں اساتذہ اور بچیوں کو ایک مزیدار کہانی سنا کر آپؓ نے یہ نصیحت فرمائی کہ ''کبھی کسی کی نقل نہ کریں ورنہ شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔''

خاکسار حضرت اماں جانؓ کو جماعتی کتب کے علاوہ کبھی کبھی اس وقت کی مشہور ناول نگار اے آر خاتون کے ناول بھی پڑھ کر سناتی تھی۔ حضرت صاحبزادی امتہ الباسط کے نکاح کی تقریب رتن باغ لاہور میں ہوئی تھی، اس موقع پر اے آر خاتون بھی حضرت امّاں جانؓ کے گھر آئی ہوئی تھیں۔ آپؓ نے خاص طور پر مجھے بلوایا اور فرمایا ''بیٹی یہ ہیں اے آر خاتون جن کے ناول تم پڑھتی ہو''۔ آپؓ اے آر خاتون صاحبہ سے بڑے پیار سے گفتگو فرما رہی تھیں۔ وہ بہت خوش تھیں کہ حضرت امّاں جانؓ انکی کتب پر تبصرہ فرما رہی تھیں۔

حضرت امّاں جانؓ اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہوئے سبق آموز کہانیاں سنا کر نصائح فرمایا کرتی تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔ ''ہم جب بچے تھے تو حضرت امّاں جانؓ ہمیں کہانی سنایا کرتی تھیں اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی نصیحت فرماتیں''۔

(ماخوذ از مشعل راہ جلد اوّل صفحہ 451)

حضرت اماں جانؓ کی وفات

20 اپریل 1952ء کو ہماری از حد پیاری اماں جان ام المومنین حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتوار اور پیر کی درمیانی شب ساڑھے گیارہ بجے ربوہ میں انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپؓ تقریباً تین ماہ بیمار رہیں۔ آپؓ کی وفات کے بارے میں حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب فرماتے ہیں ''جب بیس تاریخ کی رات اماں جانؓ کی حالت یکدم خراب ہوگئی تو حضرت صاحبؓ بھی تشریف لے آئے اور اماں جانؓ کے سرہانے بیٹھے دعائیں کرتے رہے۔ اسی دوران حضرت اماں جانؓ نے آنکھیں کھول کر حضرت صاحبؓ کو دیکھا اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر اشارے سے دعا کرنے کے لئے کہا۔ حضرت صاحبؓ دعائیں بڑے سوز اور رقت سے کرتے جاتے تھے۔ کبھی آپؓ کی آواز بلند بھی ہوجاتی تھی اس وقت جو دعا آپؓ نے بلند آواز سے بار بار دہرائی، وہ جسے میں سن سکا وہ یہ تھی انـنـا سمعنا منا دیا یُنادی لـلایمان اماں جانؓ کے آخری اڑھائی گھنٹہ حضرت صاحبؓ آپؓ کے پاس ہی رہے سوائے اس کے کہ چند منٹ

کے لئے باہر برآمدے میں تشریف لے جاتے پھر کمرہ میں آجاتے۔"
نیز آمنہ بیگم اہلیہ نیک محمد خاں کہتی ہیں "جب آپؓ پر نزع کا عالم طاری تھا اور ہم سب سخت گھبرائے ہوئے تھے تو حضرت اماں جانؓ نے...اپنے کمزور اور کانپتے ہوئے ہاتھوں کو اوپر دعا کے لئے اٹھایا اور فرمایا "دعا کرو" اس وقت حضرت صاحبؓ آپؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؓ نے اسی وقت دعا شروع کی اور ربوہ کے سب لوگوں کو مسجد میں اکٹھا کیا گیا۔ ابھی دعا شروع ہی ہوئی تھی کہ آپؓ کی پاک روح اپنے مولائے حقیقی سے جا ملی۔" (سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 622، 623)

حضرت اماں جانؓ اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک اللہ تعالیٰ کی یاد میں محو تھیں اسی طرح جیسے حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے وقت حضرت اماں جانؓ کی زبان مبارک پر یہی الفاظ تھے کہ "اے خدا! یہ تو ہمیں چھوڑ چلے ہیں پر تو نہ ہمیں چھوڑیو"۔ گویا اس وقت بھی آپؓ کا آخری سہارا اور آخری نظر اللہ پر تھی اور پھر 46 سال بعد خود حضرت اماں جانؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس وقت بھی آپؓ کی نظر اللہ تعالیٰ کی طرف تھی وہی پاک و برتر ہستی آپؓ کا آخری سہارا تھی۔

خاکسار (راقمہ) آپؓ کی وفات کے بعد انتہائی غمزدہ دل کے ساتھ آپؓ کا آخری دیدار کرنے گئی تھی۔ وفات کے بعد ایسا لگتا تھا کہ آپؓ سو رہی ہیں۔ بہت مطمئن اور شگفتہ چہرہ تھا۔ عاجزہ کو کئی بار دیدار کا موقع ملا اور آپؓ کے مبارک چہرہ پر بوسہ دینے کی توفیق بھی ملی۔ (الحمدللہ) ساری جماعت آپؓ کے گھر کے گرد جمع تھی۔ آپؓ کی مبشر اولاد بھی تھی۔ ماں کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ مگر یہ سب صابر، شاکر الٰہی رضا پر راضی رہنے والے تھے۔ جب جنازہ حضرت مصلح موعودؓ اور خاندان کے افراد اٹھا کر لے گئے، تو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ ماں کی محبت میں اکیلی حضرت اماں جانؓ کے صحن میں چارپائی پر منہ پر رومال رکھے خود پر قابو پانے کی کوشش میں کبھی ادھر کروٹ لیتی تھیں کبھی ادھر، مگر بالکل آواز نہیں نکلی کوئی واویلا نہیں کیا۔ بہت صبر کا آپؓ نے مظاہرہ کیا جو آپؓ کے شایان شان تھا۔ صابر ماں کی صابر بیٹی نے وہی نمونہ دکھایا جو پیاری ماں نے ساری عمر دکھایا تھا۔

(سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 635)

حضرت اماں جانؓ کی وفات سے صرف دواڑھائی ماہ قبل آپؓ کی آواز میں پیغام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ریکارڈ کیا۔ اس کا ایک حصہ یہ ہے۔ آپؓ نے فرمایا "...میرا پیغام یہی ہے کہ میری طرف سے سب کو سلام پہنچے۔ جماعت کو چاہئے کہ تقویٰ اور دینداری پر قائم رہے اور اسلام احمدیت کی تبلیغ کی طرف سے کبھی غافل نہ ہو۔ اسی میں ساری برکت ہے۔ میں جماعت کے لئے ہمیشہ دعا کرتی ہوں۔ جماعت مجھے اور میری اولاد کو ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھے۔"

(سیرت حضرت اماں جانؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 627)

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم اور ہماری نسلیں حضرت اماں جانؓ کے پیغام پہ عمل کرنے والی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپؓ کے درجات بلند تر فرماتا رہے۔ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؓ کی نسلوں پہ رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی رہیں۔ ہم آپؓ کے اوصاف اپنانے والے ہوں آمین۔

اے ام المومنین! تیری شان ہے بلند
پہلو میں تیرے اتارا گیا ہے پیام حق
کیا وصف لکھ سکے یہ حقیر وفقیر قوم
تو خَلق وخُلق میں ہے نشان دوام حق
روز ازل سے تا بہ ابد کائنات میں
مخصوص ہے ترے لئے دارالسلام حق
قوموں کی ماں ہے، انکی ترقی کی جاں ہے تو
جاری رہے گا تجھ سے یہ فیضان عام حق
آئندہ آنے والی خواتین مبارکہ
اور ہونے والے سارے آئمہ عظام حق
تیرے ہی دم قدم سے ہیں وابستہ سب کے سب
بھیجا کریں گے تجھ پہ درود وسلام حق
دامن تمہارا پاک ہے ہر نقص وعیب سے
وہ مشک ہو کہ جس سے معنبرؔ مشام حق

(کلام مکرم ومحترم قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب۔ بحوالہ سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ طبع 1943ء صفحہ 7، 8)

اللّٰھم صل علی محمد و علی آل محمد --- و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

سیرت حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرمہ در ثمین احمد صاحبہ۔ Bad Marienberg

اِمام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے رفقاء کی صورت میں جو عظیم وجود عطا فرمائے ،ان میں ایک حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ بھی ہیں۔آپؓ کا مقام اس لحاظ سے بھی بلند ہے کہ آپؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کا خسر ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔دن رات سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت میں مصروف رہنے والے اس وجود کو خدا تعالیٰ نے قلمی وتقریری ملکہ بھی عطا کیا ہوا تھا جسے انہوں نے بخوبی استعمال کیا۔آج کے اس مضمون میں خاکسار آپؓ کی سیرت مبارکہ کا مختصر اًتعارف پیش کرے گی۔

سیرت وسوانح کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ''سوانح نویسی سے اصل مطلب تو یہ ہے کہ تا اس زمانے کے لوگ یا آنے والی نسلیں ان لوگوں کے واقعاتِ زندگی پر غور کر کے کچھ نمونہ انکے اخلاق یا ہمت یا زہد و تقویٰ یا علم ومعرفت یا تائید دین یا ہمدردی نوع انسان یا کسی اور قسم کی قابلِ تعریف ترقی کا اپنے لیے حاصل کریں''۔

(از کتاب البریہ (حاشیہ) صفحہ 159 تا 160 روحانی خزائن جلد 13۔Reprinted in 2009)

خاندان ونسبت :۔حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کا خاندان دہلی کا نہایت ہی معزز، قابلِ احترام اور سادات خاندان تھا۔آپؓ کے خاندان کا شمار ان بزرگانِ دین میں ہوتا ہے جن کی ابتدا خود آنحضرت ﷺ کے مبارک وجود سے ہوئی۔آپؓ کے والد محترم میر ناصر امیر صاحبؒ تھے اور دادا کا نام میر ہاشم علی صاحب تھا۔آپؓ کے جدّ امجد میں حضرت خواجہ بہاالدینؒ نقشبندی اور حضرت خواجہ میر دردؒ کا شمار بے حد عالی مرتبہ بزرگانِ دین میں ہوتا ہے۔جنکی روحانی برکات اور فیوض کا سلسلہ بے حد وسیع ہے۔

پیدائش وبچپن کے حالات :۔آپؓ کی پیدائش اندازاً 1845-46ء دہلی میں ہوئی۔(ماخوذ از سیرت حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ صفحہ 113 تصنیف مکرم شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ) خدا تعالیٰ نے خود حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے خاندان اور انکے نسب اور شرافت کی گواہی'' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الصِّھْرَ وَالنَّسَبَ ''(تذکرہ ایڈیشن پنجم صفحہ 30) میں حضرت مسیح موعودؑ کو دی جو بذات خود حضرت میر صاحبؓ کی نیکی تقویٰ پاکیزگی شرافتِ ذاتی ،شرافتِ نسبی کی کھلی کھلی دلیل ہے۔آپؓ نے دہلی میں ہی پرورش پائی مگر والد محترم کی ناگہانی وفات کے سبب آپؓ اور آپؓ کے خاندان کی کفالت کا ذمہ نانا اور ماموں نے لیا۔آپؓ اپنے خاندان کے ہمراہ دہلی میں ہی مقیم تھے کہ 1857ء کے نامساعد حالات کے سبب آپؓ کو خاندان کے ہمراہ ہجرت کرنا پڑی۔ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں کہ''سب لوگ اپنے اپنے گھروں سے قیمتی اشیاء ساتھ لے جانے کے لیے اٹھا رہے تھے میری والدہ نے (اللہ انہیں جنت نصیب کرے) میرے والدؒ کا قرآن اٹھالیا، جو میرے پاس نشانی کے طور پر محفوظ ہے۔''

(ماخوذ از سیرت حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ تصنیف مکرم برہان الدین صاحب صفحہ 2، 3)

آپؓ کا خاندان نہایت کسمپرسی کی حالت میں پانی پت آپؓ کے ماموں کے پاس پہنچا اور یہاں آپؓ نے دوسال قیام کیا۔اسکے بعد لوگوں کو دہلی آنے کی اجازت مل گئی تو آپؓ کا خاندان بھی پھر سے دہلی میں آباد ہوگیا۔

تعلیم وشادی :۔اس وقت دہلی کے حالات قدرے بہتر ہو چکے تھے اور آپؓ کی عمر بارہ سال کے قریب تھی تو آپؓ کی والدہ نے آپؓ کو آپؓ کے ماموں میر ناصر حسین صاحب کے پاس جو مادھو پور ضلع گورداسپور میں رہتے تھے تعلیم کی غرض سے بجھوادیا۔وہاں پر آپؓ نے باقی تو تمام علوم حاصل کیے مگر بڑے بھائی کے مشورہ پر انگریزی پڑھنے سے

انکار کر دیا۔ آپؓ کی شادی اس زمانہ کے دستور کے مطابق سولہ سال کی عمر میں حضرت سید بیگم صاحبہؓ کے ساتھ قرار پائی۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے ایک طویل نظم میں اپنی بیوی کی وہ تمام صفات بیان کی ہیں جو ایک وفاشعار بیوی میں ہونی چاہئیں۔

(ماخوذ از سیرت میر ناصر نوابؓ تصنیف برہان الدین صاحب صفحہ نمبر 4)

حضرت میر ناصر نواب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اولاد: 1865ء میں شادی کے تین سال بعد آپؓ کے ہاں ایک با اقبال لڑکی پیدا ہوئی، جو بعد میں حضرت مسیح موعودؑ کے حرم میں داخل ہو کر حضرت اماں جانؓ کہلائیں۔ ان کا نام حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم ہے۔ آپؓ کے ہاں سیدہ نصرت جہاںؓ کے بعد پانچ بچے پیدا ہوئے اور سب ہی مشیت الٰہی سے وفات پا گئے، مگر پانچ بچوں کا داغ جدائی کھا کر بھی آپؓ عبدالشکور رہے۔ 1881ء میں ایک بیٹا عطا ہوا جس کا نام محمد اسماعیل رکھا گیا جو آنے والے وقت میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کہلائے۔ آپؓ کی پیدائش کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے میر صاحبؓ کو مزید پانچ بچوں سے نوازا، مگر سب کے سب الٰہی منشا کے تحت وفات پا گئے۔ تب 1890ء میں بمقام لدھیانہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور بچہ عطا فرمایا۔ اس کا نام حضرت میر صاحبؓ نے محمد اسحٰق رکھا۔ (سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ صفحہ 123)

ملازمت: اکیس سال کے ہونے کے باوجود کوئی ذریعہ معاش نہ تھا، آپؓ کی والدہ نے آپؓ کو ماموں کے پاس لاہور بھجوا دیا۔ جہاں آپؓ نے ایک سال مزید تعلیم حاصل کی اور آپؓ کے ماموں کی وساطت سے آپؓ کو ملازمت مل گئی۔ آپؓ بسلسلہ ملازمت امرتسر، سٹھیالی، کاہنوان میں مقیم رہے کچھ وقت آپؓ کو قادیان میں بھی رہنے کا موقع ملا۔ قادیان میں قیام کے دوران آپؓ نے حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات بھی کی۔ آپؑ ان دنوں براہینِ احمدیہ تصنیف فرما رہے تھے۔ الٰہی تصرف کے ماتحت جب آپؓ اہل وعیال کے ہمراہ قادیان میں سکونت پذیر ہوئے تو کچھ عرصہ بعد آپؓ کا تبادلہ قادیان سے لاہور ہو گیا۔ آپؓ حضرت مسیح موعودؑ کے مشورہ پر اپنے اہل وعیال کو آپؑ کے گھر مناسب رہائش کے انتظام تک قادیان چھوڑ کر لاہور روانہ ہو گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں نواب صاحبؓ کی بیحد عزت تھی، میر صاحبؓ فرماتے ہیں "مجھے اس بات کا علم ہوا کہ جتنے دن میرے اہل وعیال حضرت مسیح موعودؑ کے گھر پر رہے حضورؑ اس گھر میں داخل نہ ہوئے بلکہ دوسرے گھر میں رہے"۔

چند دن بعد رہائش کا انتظام ہو گیا اور آپؓ اپنے اہل وعیال کو لے کر لاہور چلے گئے۔ چند دن بعد جب براہینِ احمدیہ کی اشاعت ہوئی تو آپؓ نے خرید کر پڑھی۔

(ماخوذ از سیرت حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ تصنیف برہان الدین صاحب صفحہ نمبر 6)

حضرت مسیح موعودؑ کا نکاح: اسی اثناء میں میر صاحبؓ نے بعض امور کے بارہ میں حضرت اقدسؑ کی خدمت میں دعا کے لئے لکھا ان میں سے ایک امر یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے نیک صالح داماد عطا کرے۔ جب حضرت میر صاحبؓ کی دعا کی تحریک ہوئی تو آپؑ نے ایک خط میر صاحبؓ کو لکھا چنانچہ حضرت میر صاحبؓ کا بیان ہے "اسکے جواب میں مجھے حضرت صاحب نے تحریر فرمایا...لکھا کہ آپ مجھ پر نیک ظنی کر کے اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دیں اور تا تصفیہ اس امر کو مخفی رکھیں۔"... آگے حضرت میر صاحبؓ فرماتے ہیں "پہلے تو میں نے کچھ تامل کیا... مگر پھر حضرت صاحب کی نیکی اور نیک مزاجی پر نظر کر کے جس کا میں دل سے خواہاں تھا میں نے اپنے دل میں مقرر کر لیا کہ اسی نیک مرد سے اپنی دختر نیک اختر کا رشتہ کر دوں۔"

(سیرت حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ تصنیف برہان الدین صاحب صفحہ نمبر 7)

بیعت: اگر چہ کہ آپؓ کا حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے بہت ہی عقیدت کا تعلق تھا، تاہم جب حضرت اقدسؑ کو بیعت لینے کا حکم ہوا تو آپؓ

نے فوری طور پر بیعت نہ کی جبکہ آپؓ 1889ء میں لدھیانہ میں موجود تھے۔ پھر آپؓ کا تقرر لدھیانہ سے پٹیالہ ہو گیا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپؓ کا سینہ کھولنا تھا اس لیے ایسے سامان میسر فرما دیئے کہ 1891ء میں منعقدہ جلسہ سالانہ قادیان میں آپؓ کو شمولیت کی توفیق ملی اور خدا تعالیٰ نے آپؓ پر حق آشکار کر دیا اور آپؓ فوراً حضرت اقدسؑ کی بیعت کر کے آپؑ کی غلامی میں داخل ہو گئے اور پھر ساری زندگی صدق و وفا سے بسر کی۔

(ماخوذ سیرت حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ تصنیف برہان الدین صاحب صفحہ 9)

پنشن منظور ہونے کے بعد آپؓ مستقل طور پر قادیان سکونت پذیر ہو گئے۔ اور اپنے آپ کو حضرت اقدسؑ کے قدموں میں ڈال دیا اور ہمیشہ کے لیے آپؑ کی خدمت پر مامور ہو گئے۔

امانت و دیانت:۔حضرت میر صاحبؓ کی سیرت کا ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ اپنے تو اپنے غیر بھی آپؓ کی امانت و دیانت کے قائل تھے۔ ایک بار سرکاری ملازمت کے دوران افسرانِ نہر نے قاعدہ کے مطابق آپؓ سے سو روپیہ نقد ضمانت طلب کر لی۔ آپؓ کے دوسرے ساتھیوں نے تو روپیہ جمع کروا دیا۔ آپؓ کے پاس روپیہ نہ تھا چنانچہ آپؓ نے روپیہ جمع کروانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس نہیں ہے تو کہاں سے ادا کروں، چند دوستوں نے ادھار لیکر جمع کروانے کا مشورہ دیا۔ اس پر آپؓ نے فرمایا کہ ''پھر قرض کہاں سے ادا کروں گا''۔ ضمانت کی رقم جمع نہ کروانے کا مطلب تھا عہدہ سے علیحدگی، آپؓ کو آخری نوٹس بھی دے دیا گیا۔ آخر معاملہ چیف انجینئر تک پہنچا اور اس نے آپؓ کی دیانت داری سے متاثر ہو کر آپؓ کو رقم سے مستثنیٰ قرار دیا۔

(ماخوذ از سیرت حضرت میر ناصر نوابؓ تصنیف برہان الدین صاحب صفحہ 11,10)

نیک وصاف دلی:۔حضرت میر نواب صاحبؓ کی طبیعت میں بعض معاملات میں سختی پائی جاتی تھی، لیکن کبھی آپؓ کسی سے ناراض بھی ہو جاتے تو تین روز سے زیادہ قطع تعلقی نہ کرتے اور خود سے سلام کر کے ناراضگی دور کر لیتے زیادتی کرنے والے کو بھی معاف فرما دیتے یہ آپؓ کی خاص صفت تھی جو ساری زندگی نظر آتی رہی۔

(ماخوذ سیرت حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ تصنیف برہان الدین صاحب صفحہ 11)

حیاتِ طیبہ کا ایک اہم واقعہ:۔جناب شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساویؓ جو خود بھی تیز طبیعت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی بات پر حضرت میر صاحبؓ سے ناراض ہو گئے۔ یہ 1913ء کی بات ہے، حضرت میر صاحبؓ جب حج سے واپس آئے تو شیخ صاحبؓ کی دکان پر آئے اور ان سے ملاطفت کی باتیں کیں اور فرمایا ''یہ دیگچی اور رکابی ہے۔ اس میں ہم مکہ مکرمہ میں کھانا پکاتے اور کھاتے تھے۔ میں نے وہیں ایام حج میں ہی نیت کر لی تھی کہ واپس آ کر آپ کو دوں گا۔ اگر آپ خوشی سے لے لیں۔'' اس طرح شیخ صاحب کی دلداری بھی کی اور ان سے صلح بھی کر لی۔ الغرض میر صاحبؓ صلح کرنے میں بھی بہت پیش پیش تھے۔

(سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ صفحہ 161، 162)

غرباء سے ہمدردی و محبت:۔حضرت میر نواب صاحبؓ میں خدا تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کا وصف اور غرباء کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ خصوصاً ایسے غرباء جو مالی کشائش نہ رکھنے کے سبب قادیان میں رہائش نہ رکھ پاتے، ان کے لیے آپؓ کے دل میں ایک خاص تڑپ تھی۔ آپؓ کی ذاتی کوششوں کی بدولت محلّہ دارالضعفاء کا قیام عمل میں آیا۔ آپؓ کے رفاہ عامہ کے کاموں کی ایک طویل فہرست ہے۔ نور ہسپتال میں آپؓ نے ایک وارڈ 'ناصر وارڈ' کے نام سے تعمیر کروایا۔ احمدیہ کالج قادیان میں تعمیر ہونے والی مسجد نور بھی آپؓ کا کارنامہ ہے۔ اسی طرح الدار کے سامنے اور مسجد مبارک کے سامنے اینٹوں کا فرش بنوایا۔ یہ چند ایک مثالیں ہیں جو میں نے دی ہیں۔

(سیرت حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ تصنیف برہان الدین صاحب صفحہ 12 تا 14)

حضرتِ اقدسؑ وخلفاء سلسلہ کی خدمت:۔جہاں آپؓ نے اپنے آپ کو سلسلہ کے کاموں کے لیے وقف کر دیا تھا، وہاں حضرتِ اقدسؑ کی خدمت کو بھی آپؓ نے اپنے پر فرض کر لیا تھا، حضرت صاحبؑ کی غیر موجودگی میں تمام تر معاملات کی نگرانی آپؓ کے سپرد ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ حضرت اقدسؑ کے آخری لمحات میں بھی آپؓ ان کے ساتھ موجود تھے۔ اسی طرح آپؓ ان لوگوں میں بھی شامل تھے، جنہوں نے بذریعہ انتخاب حضرت حکیم نور الدینؓ کو خلیفۃ المسیح چنا اور آپؓ کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ حضرت اقدسؑ کی وفات کے بعد جب حضرت حکیم مولوی نور الدینؓ خلیفۃ المسیح الاوّل منتخب ہوئے تو آپؓ کی تمام تر وفاداریاں جو حضورؑ کے ساتھ تھیں حضرت حکیم مولوی نور الدینؓ کی جانب منتقل ہو گئیں اور آپؓ کے اخلاص و وفا کو حضرت حکیم مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے ہمیشہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا۔

(ماخوذ سیرت حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ تصنیف برہان الدین صاحب صفحہ 15 تا 18)

حضرت اقدسؑ کی وفات پر آپؓ کے دلی جذبات کا اظہار:۔26 رمئی 1908ء کو جب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا وصال ہو گیا... تو حضرت میر صاحبؓ کے کاموں کی نوعیت بھی بدل گئی۔اس بارے میں خود حضرت میر صاحبؓ اپنی خودنوشت میں یوں رقمطراز ہیں۔''اب میرے متعلق کوئی کام نہ رہا، کیونکہ وہ کام لینے والا ہی نہ رہا۔دنیا سے اٹھ گیا۔میر صاحب ،میر صاحب کی صدائیں اب مدہم پڑ گئیں بلکہ گئی اور میر صاحب پیدا ہو گئے۔شکر ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا غرور مجھ سے دور ہوا اور ناز جاتا رہا کیونکہ کوئی ناز بردار نہ رہا۔حضرت صاحبؑ کی جدائی کا غم اور آپؑ کے سلسلہ کے کاموں کی سبکدوشی نے مجھے پریشان کر دیا''۔(حیات ناصر صفحہ 15، بحوالہ سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ صفحہ 146)

قدرتِ ثانیہ کے لیے دعا کا التزام وخلافتِ ثانیہ سے تعلق:آپؓ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے حضرتِ اقدس مسیح موعودؑ کے حکم پر اور حضرت خلیفہ اول حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ کی خصوصی تحریک پر قدرتِ ثانیہ کے لیے لمبی لمبی دعاؤں کا التزام کیا اور پہلی بار اجتماعی رنگ میں دعا کرنے پر زور دیا اور پھر پوری جانفشانی کے ساتھ ان لوگوں کا بھی مقابلہ کیا جو خلافت کے حق میں نہیں تھے۔اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے بعد آپؓ نے قدرتِ ثانیہ کے دوسرے مظہر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی نہ صرف بیعت کی بلکہ پورے اخلاص ووفا کے ساتھ خلافت کے استحکام کی خاطر دور دراز کے علاقوں کے سفر بھی کیے اور لوگوں کے سامنے تقاریر کیں اور خلافت کی اہمیت کو ابھارا۔اسی طرح آپؓ نے خلافت ثانیہ کے ساتھ بھی اخلاص ووفا کا ایک مضبوط تعلق رکھا۔

(ماخوذ از سیرت حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ تصنیف برہان الدین صاحب صفحہ نمبر 20،21)

بحیثیت شاعر:۔آپؓ ایک بہترین شاعر، بہترین مقرر اور بہترین مناظر تھے۔آپؓ کے جس قدر بھی اوصاف بیان کیے جائیں وہ کم ہیں۔آپؓ کا اندازِ سخن ایک عجب شگفتگی لیے ہوئے تھا۔دینی کاموں کی غرض سے آپؓ اکثر چندہ اکٹھا کرنے کے لیے سفر کیا کرتے تھے اور ان سفروں کے دوران آپؓ کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا، ان کو آپؓ اکثر شعری پیرائے میں بیان کرتے۔بسا اوقات آپؓ جو بات براہ راست کسی کی ذات کے بارے میں نہ کرنا چاہتے وہ بھی شعر کی صورت میں بیان کر دیتے۔اکثر سلسلہ احمدیہ کی تائید میں حمدِ الٰہی، نعتِ نبیؐ، اپنے سفرنامے اور بعض تحریکیں انہوں نے شعر میں لکھے۔وہ اپنی شاعری میں خیالی باتوں کی طرف نہ جاتے تھے۔ہذا میں آپؓ کی شاعری میں سے چند اشعار نمونہ کے طور پر پیش ہیں۔جن سے آپؓ کی زبان کی سادگی اور پرُکاری کا علم ہوتا ہے۔

؎ دین کے کام کے لیے میں چلا
تا جماعت سے لاؤں میں چندہ
احمدی بھائیوں سے لاؤں مال
دینی کاموں پہ وہ لگاؤں مال
چار کاموں کا ہے خیال مجھے
واسطے ان کے ہے ملال مجھے
مسجد و ہسپتال مردانہ
اک زنانہ بھی ہے شفا خانہ
کچھ غریبوں کے واسطے ہیں مکاں
امن و آرام سے بسیں وہ جہاں
میں نے کی ہے یہ اس لئے تکلیف
میرا مالک قوی ہے میں ہوں ضعیف
میرے دکھ کو خدا کرے آسان
غیب سے بخشے وہ مجھے سامان

(سیرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ تصنیف شیخ محمود علی عرفانی صاحبؓ صفحہ 148)

سانحہ وفات:۔حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ عمر رسیدگی کے باوجود بھی ہمہ تن دینی کاموں میں مشغول رہتے۔آپؓ آخری وقت میں بھی باوجود اعصابی کمزوری کے ہر وقت جماعتی کاموں میں مشغول رہتے، اور بیت الذکر میں آکر نمازیں ادا کرتے۔آپؓ کے سعادتمند بیٹوں نے ایک آدمی مستقل طور ہر آپ کے ساتھ رکھا ہوا تھا۔جو ہر وقت آپؓ کے ساتھ ہوتا تھا اور ہر جگہ آپؓ کے ساتھ جاتا تھا۔آپؓ کی وفات 19 رستمبر 1924ء میں بروز جمعہ صبح 9 بجے ہوئی اور بعد نمازِ جمعہ باغ حضرت اماں جانؓ میں ایک مجمع کثیر کے ساتھ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ نے آپؓ کی نمازِ جنازہ ادا کی اور اسی روز بہشتی مقبرہ میں آپؓ کی تدفین عمل میں آئی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دنوں یورپ کے دورہ پر تشریف فرما تھے اسلئے انہوں نے آپؓ کا نماز جنازہ غائب لندن میں ادا کیا۔اللہ آپؓ کے درجات بلند فرمائے۔آپؓ کی نسلوں کو رحمتوں اور فضلوں سے نوازتا رہے۔آمین

(ماخوذ از سیرت حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ تصنیف برہان الدین صاحب صفحہ نمبر 23،24)

سیرت حضرت سیّدہ نانی جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مکرمہ ڈاکٹر امتہ الرقیب ناصرہ صاحبہ۔ Frankfurt

حضرت سیّدہ نانی جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت سیّدہ اماں جانؓ کی والدہ ماجدہ اور حضرت سیّد میر ناصر نوابؓ کی زوجہ محترمہ تھیں اور سردارِ دو جہاں سرورِ کائنات کی نورِ نظر حضرت فاطمہؓ کی مبارک حسینی نسل اور شاہی خاندان کی چشم و چراغ تھیں۔

حضرت نانی جانؓ کو حضرت مسیح پاکؑ کے بابرکت وجود کی بدولت ساری عالمی جماعتِ احمدیہ کی نانی اور حضرت اماں جانؓ کو سب مومنوں کی ماں ہونے کا اعزاز ملا۔اس طرح اس رشتے کی بدولت جماعتِ احمدیہ وہ خوش نصیب جماعت ہے جو ایک خاندان کی لڑی میں پروئی ہوئی ہے۔ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ۔(سورة الحديد آيت 22)

تعارف :۔آپؓ کے بزرگوں میں سے مرزا فولاد بیگ صاحب ایران سے آئے تھے۔آپؓ کی والدہ کا نام قادری بیگم صاحبہ اور والد صاحب کا نام سید عبدالکریم صاحب تھا۔آپؓ والدہ کی جانب سے مغل اور والد کی جانب سے سید النسل تھیں۔آپؓ کی ایک چھوٹی ہمشیرہ تھیں جن کا نام معظم بیگم صاحبہ تھا۔ان کے شوہر کا نام سید ابراہیم صاحب تھا۔

آپؓ کی پیدائش :۔سیرت حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ میں درج ہے کہ آپؓ کا سن پیدائش 1848ء یا 1849ء ہے۔

آپؓ کی تعلیم :۔آپؓ قرآن شریف اور اردو زبان کی تعلیم رکھتی تھیں۔آپؓ جس خاندان سے تھیں اس میں لڑکیوں کو قرآن کریم اور دینیات کی کتابیں پڑھاتے تھے۔مکرم شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ تحریر کرتے ہیں کہ ''ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت نانی اماں اردو زبان کی کتابیں اکثر مطالعہ میں رکھتی تھیں۔آپ دہلی سے تھیں اور وہاں ایسی تعلیم بہت آسان تھی۔''(ماخوذ از سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ حصہ اول صفحہ 170 مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ)

آپؓ کی شادی :۔حضرت سید بیگم صاحبہؓ کی شادی حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے ساتھ سولہ سال کی عمر میں ہوئی...حضرت میر صاحبؓ کے یہ الفاظ (ہیں) ''سولہ سال کی عمر میں میری فہمیدہ اور دانا ماں نے نشیب و فراز زمانہ کو مدنظر رکھ کر میری شادی ایک شریف اور سادات کے خاندان میں کر دی اور میرے خیال میں ایک بیڑی پہنا دی تا کہ میں آوارہ نہ ہوں۔اس باعث سے میں بہت سی بلاؤں اور ابتلاؤں سے محفوظ رہا''۔
(حیات ناصر صفحہ 5 بحوالہ سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ حصہ اول صفحہ 168 مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ)

آپؓ کی نیک سیرت :۔آپؓ کی خوبیوں اور پاکیزہ سیرت کی سب سے معتبر گواہی وہ ہے جو آپؓ کے معزز شوہر حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں دی ہے۔''اس بابرکت بیوی نے جس سے میرا پالا پڑا تھا مجھے بہت ہی آرام دیا اور نہایت ہی وفاداری سے میرے ساتھ اوقات بسری کی اور ہمیشہ نیک صلاح دیتی رہی اور کبھی مجھ پر ناجائز دباؤ نہیں ڈالا، نہ میری طاقت سے بڑھ کر تکلیف دی۔میرے بچوں کو بہت ہی شفقت اور جانفشانی سے پالا۔نہ کبھی بچوں کو کوسا نہ مارا۔اللہ تعالیٰ اسے دین و دنیا میں سرخرو رکھے اور بعد انتقال جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرماوے۔بہرحال عسر اور یسر میں میرا ساتھ دیا۔جس کو میں نے مانا اسکو اس نے مانا۔جس کو میں نے پیر بنایا اس نے بھی اس سے بلا تامل بیعت کی۔چنانچہ عبداللہ صاحب غزنوی کی میرے ساتھ بیعت کی۔نیز مرزا صاحبؑ کو جب میں نے تسلیم کیا تو اس نے بھی مان لیا۔ایسی بیویاں بھی دنیا میں کم نظر آتی ہیں۔یہ بھی میری ایک خوش نصیبی ہے جس کا میں شکرگزار ہوں۔کئی لوگ بسبب دینی اور دنیوی اختلاف کے بیویوں کے ہاتھ سے نالاں پائے جاتے ہیں جو گویا کہ دنیا کی دوزخ میں داخل ہو جاتے ہیں۔میں تو اپنی بیوی کے نیک سلوک سے دنیا میں ہی جنت میں ہوں۔ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُوالۡفَضۡلِ الۡعَظِيۡمِ۔''(سورة الحديد آيت 22)(سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ حصہ اول صفحہ 170 مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ)

یہ نہایت خوبصورت تعریفی کلمات آپؓ کی سیرت کے عکاس ہیں۔

پھر آپؓ (حضرت میر صاحبؓ) نے ان پر ایک نظم بعنوان ''حرمِ محترم'' بھی

تحریر کی۔جس کے دو شعر یہ ہیں۔

اے میرے دل کی راحت میں ہوں تیرا فدائی
تکلیف میں نے ہرگز تجھ سے کبھی نہ پائی
تو لعلِ بے بہا ہے انمول ہے تو موتی
ہے نقش میرے دل پہ بس تیری پارسائی

آپؓ کے بطن سے بہت سی اولاد پیدا ہوئی لیکن ان میں سے صرف تین لعلِ بے بہا اور صاحبِ حیات و صاحبِ اولاد شجرۂ پاک زندہ رہے۔ان کے اسم گرامی یہ ہیں۔

1۔حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ
2۔حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ
3۔حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ۔

باقی وفات پا گئے۔ان کی وفات پر آپؓ نے صبر و رضا کا نمونہ دکھایا۔

حضرت نانی جانؓ کی شفقت علی الاولاد کا ایک واقعہ:۔مکرم شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ لکھتے ہیں ''ایک دفعہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ سخت بیمار ہو گئے۔انکی طبیعت زیادہ بیمار تھی۔ان ایام میں حضرت میر صاحبؓ حضرت عرفانی کبیرؓ سے کچھ ناراض ہو گئے تھے اور دونوں الگ الگ تھے۔کسی نے اس واقعہ کا ذکر حضرت نانی اماںؓ سے کر دیا۔ان کو خیال گزرا کہ کہیں شیخ صاحب نے کوئی بد دعا ہی نہ کر دی ہو جس کی وجہ سے میرا لختِ جگر میرا بچہ بیمار ہو گیا اور اس قدر تکلیف اٹھا رہا ہے۔ وہ فوراً ہمارے مکان پر آئیں اور گلی میں ڈیوڑھی کے دروازے پر آ کر بیٹھ گئیں اور کسی کو کہا ''شیخ صاحب کو اطلاع کر دو کہ نانی اماں آئیں ہیں''۔ والد صاحب اسی وقت دوڑے ہوئے آئے۔نانی اماںؓ کو یوں دروازے پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر گھبرائے۔قبل اس کے کہ ان کی سنیں۔انہوں نے نانی اماںؓ کی اس حالت کو دیکھ کر اپنی پریشانی اور معذرت کا سلسلہ شروع کر دیا ۔آپ نے مجھے بلا لیا ہوتا۔آپ نے یہ تکلیف کیوں کی۔آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں۔اس قسم کی بہت سی باتیں کہہ ڈالیں۔نانی اماںؓ نے میر صاحبؓ (حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ...ناقل) کی طرف سے معذرت کی اور میر اسحاق صاحبؓ کی تکلیف کا رقت آمیز لہجے میں ذکر کر کے کہا کہ ''آپ کا دل دکھا۔مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں آپ نے کوئی بد دعا نہ کی ہو''۔

والد صاحب نے ان کو یقین دلایا کہ میں تو ان کی ناراضگی کا کبھی خیال نہیں کرتا۔وہ ہمارے فائدے کے لئے کہتے ہیں اور میں آپ کی اولاد کیلئے کیوں بد دعا کرنے لگا۔ جب ان کو یقین آیا اور تسلی ہوئی تو واپس ہوئیں۔'' (سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ حصہ اول صفحہ 172، 173 مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ)

حضرت نانا جانؓ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے اچھے تعلقات تھے۔ایک بار جب حضرت نانا جانؓ کو ملازمت کے سلسلہ میں ایک شہر تتلہ میں جانا ہوا تو آپ حضرت نانی جانؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے بھائی مکرم مرزا غلام قادر صاحب کے مشورہ پہ قادیان دارالمسیح میں کچھ عرصہ کے لئے چھوڑ گئے۔ان دنوں کا ایک واقعہ حضرت نانی جانؓ کی زبانی سیرت حضرت اماں جانؓ میں درج ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نانی جانؓ ایک شکر گزار فطرت رکھنے والی اور نیکی کا جواب نیکی سے دینے والی خاتون تھیں۔آپؓ فرماتی ہیں ''ان دنوں جب بھی تمھارے تایا (مکرم مرزا غلام قادر صاحب) گورداسپور سے قادیان آتے تھے تو ہمارے لئے پان لایا کرتے تھے اور میں ان کے واسطے کوئی اچھا سا کھانا وغیرہ تیار کر کے بھیجا کرتی تھی۔ایک دفعہ جو میں نے شامی کباب ان کے لئے تیار کئے اور بھیجنے لگی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ گورداسپور واپس چلے گئے ہیں جس پہ مجھے خیال آیا کہ کباب تو تیار ہی ہیں میں ان کے چھوٹے بھائی کو بھجوا دیتی ہوں چنانچہ میں نے نائن کے ہاتھ تمھارے ابا (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کو بھجوا دیئے اور نائن نے مجھے آکر کہا کہ وہ بہت شکر گزار ہوئے ،اور انہوں نے بڑی خوشی سے کباب کھائے۔'' (ماخوذ از سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ حصہ اول صفحہ 124،127 مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ)

آپؓ کا بلند مقام:۔حضرت نانی جانؓ کی سب سے بڑی نورِ نظر حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس و مطہر بیوی ہونے کا مقام عطا فرمایا۔حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام حضرت نانی جانؓ کا بہت احترام فرماتے اور محبت رکھتے تھے۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم نوّر اللہ نے اپنی والدہ کی عزت و احترام کا ایک بہت پیارا واقعہ بیان فرمایا ہے۔آپؓ فرماتی ہیں ''حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں حضرت اماں جانؓ کی بے حد قدر و قیمت تھی۔ بہت زیادہ دلداری اور خیال فرماتے۔اس کا نقش اب تک میرے دل پر ہے۔مگر ایک بار میں نے دیکھا کہ جب آپؑ نے ضروری سمجھا تو حضرت اماں جانؓ کی بھی تربیت فرمائی۔ایک واقعہ عرض ہے بس یہی ایک بات دیکھی اور کبھی نہیں اور خود حضرت اماں جانؓ بھی تو ایک احسن نمونہ تھیں۔ضرورت ہی پیش نہیں آئی کبھی بھی۔صاف نظارہ یاد ہے۔ نیچے کے کمرے کے سامنے کے سہ درے میں نانی اماںؓ بیٹھی تھیں۔کسی خادمہ نے ان کا کہنا نہ مانا اور کوئی ایسی بات کہہ دی جس سے حضرت اماں جانؓ کی طرف سے غلط فہمی نانی اماںؓ کو ہو گئی اور حضرت اماں جانؓ سے نانی اماںؓ ناراض ہو گئیں۔اس

وقت مجھے یاد ہے کہ حضرت نانی جانؓ غصہ میں کہہ رہی تھیں کہ لڑکی (حضرت اماں جانؓ کو حضرت نانی جانؓ لڑکی کہہ کر مخاطب کرتی تھیں) آخر میری بیٹی ہی تو ہے ہاں میرے حضرت، میرے سر کا تاج ہیں بیشک۔ وغیرہ وغیرہ اتنے میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ، حضرت اماں جانؓ کو اپنے آگے آگے لیے چلے آرہے ہیں۔ اس طرح کہ حضرت اماں جانؓ کے دونوں شانوں پر آپؑ کے دست مبارک ہیں اور حضرت اماں جانؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہہ رہی ہیں۔ آپؑ خاموشی سے اسی طرح حضرت اماں جانؓ کو لے کر آگے بڑھے اور اسی طرح حضرت اماں جانؓ کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نانی اماںؓ کے قدموں پر آپؑ کا سر جھکا دیا۔ پھر نانی اماںؓ نے حضرت اماں جانؓ کو اپنے ہاتھوں پر سنبھال لیا۔ شاید گلے بھی لگایا تھا اور آپؑ واپس تشریف لے گئے۔ کچھ سوچیں، اس زمانے کی اولادیں اکثریت ہوگی، جن کو ماؤں کی قدر نہیں۔ احمدی بچیو! اور بہنو! یہ نقشہ جو میں نے دیکھا اور یاد رہا۔ اس کو ذرا اپنی چشم تصور میں لاؤ کہ وہ شاہ دین اپنی خدا تعالیٰ کی جانب سے خدیجہ لقب پائے ہوئے بیوی کو جس کی ہر وقت آپؑ کو خاطر مطلوب تھی اور جس کی عزت بہت زیادہ آپؑ کے دل میں تھی۔ اس کی والدہ کی معمولی ناراضگی کا سن کر برداشت نہ کر سکا اور خود لا کر اس کی ماں کے قدموں میں جھکا دیا۔ گویا یہ سمجھایا کہ تمھارا رتبہ بڑا ہے مگر یہ ماں ہے تمھارے لئے بھی اس کے قدموں تلے جنت ہے۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وعلی عبدہ المسیح الموعود۔"

(سیرت وسوانح حضرت اماں جانؓ مصنفہ مکرمہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 522،523)

اسی طرح حضرت اماں جانؓ بھی حضرت نانی جانؓ کا احترام فرماتیں اور خدمت کرتی تھیں۔

محترمہ استانی سکینۃ النساء بیگم صاحبہ...تحریر کرتی ہیں۔ "حضرت امان جان نے اپنے دونوں بھائیوں اور والدین کو کافی عرصہ اپنے گھر میں ہی رکھا۔ حضرت نانی اماں کی ایسی خدمت کرتے ہم نے دیکھا کہ کم از کم ہندوستان میں تو ایسی مثال کم ہی ملے گی۔ حضرت نانی اماں کو اپنا وطن دہلی بہت پیارا تھا اور ان کے بعض غیر احمدی رشتہ دار بھی آتے تو حضرت اماں جان کے گھر میں ان کی اتنی خاطر تواضع ہوتی کہ شاید حضرت نانی اماں بھی نہ کر سکتیں۔"

(سیرت وسوانح حضرت اماں جانؓ مصنفہ مکرمہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 521)

آپؓ کی وفات:۔ حضرت نانی اماںؓ، حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کی وفات کے بعد تقریباً آٹھ سال زندہ رہیں۔ آخر وقت تک وہ چلتی پھرتی رہتی تھیں اور عینک لگا کر پڑھ لیتی تھیں.....حضرت نانی اماںؓ نے اپنی اولاد کے عروج کو دیکھا۔ بیٹی ملی تو ایسی جو ام المومنین کہلائی۔ داماد ملا تو ایسا جو جری اللہ فی حلل الانبیاء تھا۔ خاوند ملا تو وہ اپنی شان میں بے نظیر، بیٹے ملے تو ایسے عارف باللہ اور خادم دین۔ انہوں نے سلسلہ کی ابتدائی حالت بھی دیکھی ترقی اور عروج بھی دیکھا۔ بہر حال انہوں نے بہت کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر وہ 23،24/نومبر 1932ء کی درمیانی رات کو تقریباً 85 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انہوں نے اپنی زندگی تقویٰ، طہارت اور پاکیزگی سے گزاری اور وفات سے قبل ایک بڑی جماعت اپنی نسل در نسل لوگوں کی چھوڑی جو سب کے سب باخدا، متقی اور پرہیزگار ہیں۔ ایک بڑی جماعت نے آپؓ کا جنازہ پڑھا اور آپ مقبرہ بہشتی میں چار دیواری کے اندر حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں کی طرف حضرت میر صاحبؓ کے پہلو میں دفن ہوئیں۔ حضرت میر صاحبؓ قبلہ نے نظم "حرم محترم" تین اشعار ایسے کہے جو لفظ بلفظ پورے ہو کر رہے

اسلام پر جئیں ہم ایمان سے مریں ہم
ہر دم خدا کے در کی حاصل ہو جبہ سائی
جب وقت موت آئے بے خوف ہم سدھاریں
دل پر نہ ہو ہمارے اندوہ ایک رائی
مہدیؑ کے مقبرہ میں ہم پاس پاس سوئیں
دنیا کی کشمکش سے ہم کو ملے رہائی

یہ دعا ایسی پوری ہوئی کہ اب دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ یہ خوش قسمت جوڑا جس طرح دنیا میں اکٹھا رہا اس طرح مرنے کے بعد بھی اکٹھا نظر آرہا ہے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت سیدۃ النساء ام المومنین نصرت جہاں بیگمؓ حصہ اول صفحہ 173،174 مصنف حضرت شیخ محمود احمد عرفانی صاحبؓ)

حضرت صاحبزادی امتہ القیوم صاحبہ حرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد تحریر کرتی ہیں۔ "حضرت اماں جانؓ کی والدہ محترمہ کی جب وفات ہوئی اس وقت کا منظر ابھی تک آنکھوں میں پوری طرح ٹھہرا ہوا ہے۔ نانی اماںؓ کا جسم مبارک، صحن میں ایک چارپائی پر پڑا تھا اور حضرت اماں جانؓ پائینتی کی طرف زمین پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ نانی اماںؓ کے دونوں پاؤں دونوں ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھے اور ان پر سر رکھا ہوا تھا، جیسے اپنے مولا کے حضور ان پاؤں کے صدقے میں جنت کی طلبگار ہوں۔ پتہ نہیں کتنی دیر اسی طرح بیٹھی رہیں۔"

(سیرت وسوانح حضرت اماں جانؓ مصنفہ مکرمہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 523)

خدا تعالیٰ حضرت نانی جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درجات ہمیشہ بلند فرماتا رہے۔ ان کی نسلوں پہ رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا رہے۔ آمین

یہ نظم حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے اپنی حرم حضرت سید بیگم صاحبہؓ کے بارہ میں لکھی تھی

اے میرے دل کی راحت میں ہوں تیرا فدائی
تکلیف میں نے ہرگز تجھ سے کبھی نہ پائی

صورت سے تیری بڑھ کر سیرت میں دلربائی
میں ہوں شکستہ خاطر اور تو ہے میری مومیائی

مجھکو نہ چین تجھ بن، بے میرے سکھ نہ تجھ کو
میں تیرے غم کی دارو تو میری ہے دوائی

شرمندہ ہوں میں تجھ سے مجھ سے نہیں خَجِل تو
مجھ میں رہی کدورت تجھ میں رہی صفائی

تونے کرم کیا ہے میرے ستم کے بدلے
دیکھی نہ میں نے تجھ سے اک ذرہ بے وفائی

تو لعلِ بے بہا ہے انمول ہے تو موتی
ہے نقش میرے دل پہ بس تیری پارسائی

میں نے نہ قدر تیری پہچانی اک ذرہ
ہیرے کو میں ہوں سمجھا افسوس اک پائی

خاطر سے تو نے میری کنبہ کو اپنے چھوڑا
جنگل میں ساتھ میرے پیارے وطن سے آئی

تھی ناز کی پلی تو اور میں غریب گھر کا
تو نے ہر اک مصیبت گھر میں میرے اٹھائی

محنت کا تیری ثمرہ اللہ تجھ کو بخشے
چولھے میں سر کھپایا بچوں پہ جاں کھپائی

دُکھ سُکھ میں ساتھ میرا تونے کبھی نہ چھوڑا
خود ہو گئی مقابل جب غم کی فوج آئی

دنیا کے رنج و غم کو ہنس ہنس کے تو نے کاٹا
اللہ رے تیری ہمت بل بے تیری سمائی

بچوں کو تو سُلاتی اور آپ جاگتی تھی
سو بار موت گُو میں تو رات کو نہائی

بچوں کے پالنے میں لاکھوں اٹھائے صدمے
جب تک یہ سلسلہ تھا راحت نہ تو نے پائی

ہوتا تھا اک پیدا اور دوسرا گزرتا
تھی صابرہ تو ایسی ہرگز نہ بلبلائی

صدمہ کو اپنے دل کے لاتی نہ تو زبان پر
جہاں کی طرح سے دیتی ہرگز نہ تو دہائی

تنگی میں عمر کاٹی بچوں کو خوب پالا
شکوہ نہ سختیوں کا لب پر کبھی تو لائی

دکھ درد اپنے دل کا تو نے کیا نہ افشاء
غیروں سے تو چھپاتی ہوتی اگر لڑائی

جو میں نے تجھ کو بخشا تو نے لیا خوشی سے ‏ ‏ مانگی نہ تو نے مجھ سے ساری کبھی کمائی

دھوکہ دیا نہ ہرگز بولی نہ جھوٹ گاہے ‏ ‏ مجھ سے نہ بات کوئی تو نے کبھی چھپائی

تھی جتنی تجھ میں طاقت کی تو نے میری خدمت ‏ ‏ خود کھایا روکھا سوکھا نعمت مجھے کھلائی

عیبوں کو تو نے میرے اغیار سے چھپایا ‏ ‏ تھا تیرے بس میں جتنا عزت میری بنائی

صدمہ سے میرے صدمہ تجھ کو ہوا ہمیشہ ‏ ‏ جب شاد مجھ کو پایا تو نے خوشی منائی

تھی میرے دشمنوں کی تو جان و دل سے دشمن ‏ ‏ اور میرے دوستوں سے تیری رہی صفائی

جو کچھ تھا میرا مذہب تھا وہ ہی تیرا مشرب ‏ ‏ تھی تیرے دل میں الفت ایسی میری سمائی

مجھ پر کیا تصدق جو تیرے پاس تھا زر ‏ ‏ یاں تک کہ پاس تیرے باقی رہی نہ پائی

کرتا ہوں شکر حق کا جس نے تجھے ملایا ‏ ‏ اور میری تیری قسمت آپس میں یوں ملائی

ہو تجھ پہ حق کی رحمت تجھ کو عطا ہو جنت ‏ ‏ اور میری تیری اک دم ہووے نہ واں جدائی

آرام تجھ کو دیوے فضل وکرم سے مولیٰ ‏ ‏ ہر رنج و غم سے بخشے مالک تجھے رہائی

ہرگز نہ تو دکھی ہو ہر وقت تو سکھی ہو ‏ ‏ بچوں کا عیش دیکھے تو اور تیری جائی

فضلِ خدا کی بارش دن رات تجھ پہ برسے ‏ ‏ پانی میں مغفرت کے ہر دم رہے نہائی

دولت ہو تجھ سے ہمدم عزت ہو ساتھ تیرے ‏ ‏ اولاد میں ہو برکت کہلائے سب کی مائی

تیرا نہیں ہے ثانی لاکھوں کی تو ہے نانی ‏ ‏ عیسیٰ سے کرکے رشتہ دولت یہ تونے پائی

اسلام پر جئیں ہم ایمان سے مریں ہم ‏ ‏ ہر دم خدا کے در کی حاصل ہو جبہ سائی

جب وقتِ موت آوے بے خوف ہم سدھاریں ‏ ‏ دل پر نہ ہو ہمارے اندوہ ایک رائی

مہدی کے مقبرہ میں ہم پاس پاس سوئیں ‏ ‏ دنیا کی کشمکش سے ہم کو ملے رہائی

(سیرت حضرت اماں جانؓ تصنیف حضرت شیخ محمود علی عرفانی صاحبؓ صفحہ 172،173)

تعارف کتب سیرت المہدی

اور کچھ کتاب میں سے

نام کتاب	سیرت المہدی
مصنف	حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ
زبان	اردو
جلد	اوّل و دوم
صفحات	1260

مکرمہ بشریٰ مالک صاحبہ۔ Riedstadt

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ کتاب حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کی سیرت پاک پر لکھی ہے۔ یہ دو جلدوں پر مشتمل ہے اور اس میں کل 2571 روایات ہیں۔ ہر روایت کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتا ہے۔ کتاب کے آخر پر شجرہ طیبہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ بھی درج ہے۔ سیرت المہدی کی دونوں جلدیں کسی قیمتی خزانے سے کم نہیں۔ کیونکہ اس انمول کتاب میں حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بڑی احتیاط، محنت اور لگن سے کئی رجسٹروں اور مختلف احباب سے روایات لے کر لکھی ہیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ کے بیٹے ہیں۔ جنہوں نے بذاتِ خود حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ کی پاک صحبت سے حصہ پایا۔

حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ کی سیرت پر اور بھی بہت سی کتب لکھی گئی ہیں مگر جس طرح حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے آپؑ کی سیرت کو روایات کی صورت میں لکھا ہے یہ ایک اچھوتا اور پیارا رنگ ہے۔ جس سے پڑھنے والے کے دل پر ایک عجیب روحانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ سیرت المہدی میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے حالاتِ زندگی اور آپؑ کے الفاظ اپنے اندر روحانی اثر اور زندگی بخش جوہر رکھتے ہیں۔ بعض صورتوں میں یہ روایات پڑھنے سے انسان کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ یہ قیمتی روایات ام المومنین حضرت امّاں جانؓ، حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ، حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ، حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلویؓ، حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ، مولوی عبد الکریم صاحبؓ، اور دیگر اصحابؓ سے لی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں بعض خطوط بھی شامل ہیں اور بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانیؓ کا مضمون بھی اس کی زینت ہے۔ یہ کتاب ہر لحاظ سے ضرورتِ وقت اور ہر پہلو سے ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ آنحضرت ﷺ کی سیرت کا کامل نمونہ تھے۔ اس کتاب کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے گھر ''دار المسیح'' کا ماحول بے حد شفقت و محبت بھرا تھا۔ ہر قسم کی تصنع اور بناوٹ سے پاک تھا۔

حضرت بھائی عبد الرحمٰن قادیانیؓ بیان کرتے ہیں... ''قیام لاہور کے زمانہ میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ قریباً روزانہ سیر کے واسطے خاندان کی بیگمات اور بچوں سمیت تشریف لے جایا کرتے تھے۔ بلکہ بعض روز تو صبح وشام دو وقتہ سیر فرمایا کرتے تھے۔ ابتدا میں حضور بھی رتھ میں بیٹھ کر بیگمات کے ساتھ سیر کو تشریف لے جاتے تھے۔ کھلی سڑکوں پر بھی اور شہر کے بازاروں مثلاً مال روڈ اور انارکلی میں بھی حضورؑ سیر کے واسطے چلے جاتے تھے۔ بازار میں سے گزرتے ہوئے کبھی سواری ٹھہرا کر ہندو حلوائیوں کے ہاں سے کھانے کی چیزیں بھی خرید فرمالیا کرتے تھے اور بیگمات اور بچوں کے علاوہ ہمرکاب خدام کو بھی شریک فرماتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضورؑ انارکلی میں سے گزرتے ہوئے کیسری کی دکان پر اکثر ٹھہرا کرتے اور سب کو سوڈا پلوایا کرتے تھے۔ عام اجازت ہوا کرتی تھی جو جس کا جی

چاہتا پیتا یعنی لیمن، روز اور آئس کریم یا مائیلیل وغیرہ وغیرہ۔ مگر سیدنا حضرت اقدسؑ خود کھاری بوتل بتاشہ ڈال کر پیا کرتے تھے اور یہ عمل کھلے بازار میں کیسری کی دکان کے سامنے سواریاں کھڑی کر کے ہوا کرتا تھا۔ بیگمات بھی رتھ یا فٹن میں تشریف فرما ہوا کرتی تھیں۔''

(سیرت المہدی جلد دوم صفحہ نمبر 378، 379)

حضورؑ بیمار عورتوں، خادماؤں اور بے سہارا عورتوں پر خاص مہربانی وشفقت فرماتے۔ ''فضل بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا محمود بیگ صاحب پٹی نے بواسطہ لجنہ اماءاللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ آپؑ بچوں سے بہت محبت کیا کرتے تھے۔ ہر وقت اپنے پاس کوئی چیز رکھتے تھے۔ میری بڑی لڑکی چار سال کی تھی اور اس کو کالی کھانسی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ ''اگر حضرت صاحب مجھے کچھ دیں گے تو مجھے آرام ہو جائے گا''۔ حضورؑ کچھ لکھ رہے تھے۔ حضورؑ نے بکس کھولا اور دونوں ہاتھ بھر کے منقّہ دیا اور ایک سفید رومال میں باندھ دیا اور فرمایا کہ سارا نہ کھا جائے۔ تھوڑا تھوڑا کھائے گرم ہوتا ہے۔ وہ کھانے لگی۔ اس کے کھاتے ہی اس کو کھانسی سے آرام ہو گیا ورنہ ہم تو بہت علاج کر چکے تھے۔ حضورؑ کے ہاتھ کی برکت تھی۔''

(سیرت المہدی جلد دوم روایت نمبر 1398 ص: 234)

''اہلیہ صاحبہ مولوی فضل دین صاحب زمیندار کھاریاں نے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ آپؑ کی طبیعت میں کسی قدر مذاق بھی تھا۔ ایک دفعہ آپؑ نے ایک لڑکی کو اخروٹ توڑنے کے لئے دیئے اور فرمایا کہ جتنے اخروٹ ہیں اتنی ہی گریاں لیں گے۔ ایک عورت نے کہا کہ حضور اخروٹوں میں سے گریاں بہت نکلتی ہیں تو حضورؑ مسکرائے۔''

(سیرت المہدی جلد دوم روایت نمبر 1421 ص: 244)

مراد خاتون صاحبہ اہلیہ محترمہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ مرحوم نے بواسطہ لجنہ اماءاللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ''میں نے حضرت اماں جان صاحبہؓ سے سنا کہ ایک دفعہ شام کے وقت حضرت اُمّ المومنین صاحبہؓ اور مولویانی نے صلاح کی کہ حسن بی بیؓ اہلیہ ملک غلام حسین صاحبؓ کو ڈرائیں۔ جب حضرت مسیح موعودؑ عشاء کی نماز کیلئے مسجد میں تشریف لے گئے تو حضرت اُمّ المومنینؓ نے حسن بی بی سے کہا کہ پانی پلاؤ۔ جب وہ پانی لینے گئی تو مولویانی صاحبہ چارپائی کے نیچے چھپ گئی۔ وہ پانی لے کر آئی اور چارپائی کے پاس کھڑی ہو کر پانی دینے لگی تو مولویانی صاحبہ نے نیچے سے اس کے پاؤں کی زور سے چٹکی لی۔ اس نے دو تین چیخیں ماریں اور زمین پر گر پڑی۔ حضورؑ مسجد سے گھبرائے ہوئے تشریف لائے اور استفسار فرمایا تو حضرت اماں جانؓ اور سب چپ ہو گئیں۔ اس پر آپؑ نے فرمایا کہ ''میں نے کئی بار کہا ہے کہ نماز کے وقت ایسی باتیں نہ کیا کرو''۔ آپؑ ہنستے بھی جاتے کیونکہ حضورؑ کو معلوم ہو گیا تھا کہ مذاق کیا گیا ہے۔''

(سیرت المہدی جلد دوم روایت نمبر 1472 ص: 262 تا 261)

آپؑ گھر کے کسی کام میں عار نہ سمجھتے تھے۔ مراد خاتون صاحبہ اہلیہ محترمہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ مرحوم نے بیان کیا کہ ''ایک دفعہ حضرت اُمّ المومنینؓ اور سب نے مل کر آم کھائے۔ صحن میں چھلکوں اور گٹھلیوں کے دو تین ڈھیر لگ گئے جن پر بہت مکھیاں آ گئیں۔ اس وقت میں بھی وہاں بیٹھی تھی۔ کچھ خادمات بھی موجود تھیں۔ مگر حضرت اقدسؑ نے خود ایک لوٹے میں فینائل ڈال کر سب صحن میں چھلکوں کے ڈھیروں پر اپنے ہاتھ سے ڈالی۔'' (سیرت المہدی جلد دوم روایت نمبر 1470 ص: 261)

آپؑ اپنے مہمانوں کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دیتے تھے اور انکی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے تھے۔ ''اہلیہ محترمہ قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی قادیان نے بواسطہ لجنہ اماءاللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ''ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ دونوں وقت دال پک کر آئی۔ حضورؑ کو علم ہوا تو آپؑ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ میرے مہمانوں کو دونوں وقت دال دی جائے۔ میں تو بدل بدل کر کھانا کھلاؤں گا۔ یہ میرے مہمان ہیں۔'' (سیرت المہدی جلد دوم روایت نمبر 1396 ص: 232)

ان واقعات اور روایات سے حضرت مسیح پاکؑ اور حضرت اماں جانؓ کے مقدس گھر دارالمسیح اور قادیان کے ماحول کے بارے میں بھی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ کہ کس طرح وہ عظیم ہستیاں ہر ایک سے محبت اور شفقت کا سلوک فرماتی تھیں۔

آپؑ اپنے گھر میں عام آدمی کی طرح ہوتے۔ کوئی دیکھنے والا معلوم نہ کرتا کہ آپؑ خدا کے اتنے بڑے مامور ہیں۔ بلکہ گھر کے ملازموں سے حضرت صاحبؑ کمال سادگی کے ساتھ گفتگو فرماتے۔

قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ''میاں عبداللہ صاحب سنوری نے مجھ سے بیان کیا کہ شروع شروع میں حافظ حامد علی صاحب مرحوم حضرت صاحبؑ کو مہندی لگایا کرتے تھے... بات چیت کی وجہ سے چہرہ میں کچھ حرکت پیدا ہوتی تھی۔ اور مہندی گرنے لگ جاتی تھی۔ اس پر بعض اوقات حافظ حامد علی صاحب عرض کرتے تھے کہ حضور ذرا دیر بات چیت نہ کریں۔ مہندی ٹھہرتی نہیں ہے۔... کچھ عرصہ میاں عبداللہ نائی اور آخری زمانہ میں میاں عبدالرحیم نائی حضرت صاحبؑ کو مہندی لگاتے تھے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب میاں عبداللہ صاحب نے یہ روایت بیان کی تو حضرت صاحبؑ کی یاد نے ان پر اس قدر رقت طاری کی کہ وہ بے اختیار ہو کر رونے لگ گئے۔ یہ محبت کے کرشمے ہیں۔ بسا اوقات

ایک معمولی سی بات ہوتی ہے مگر چونکہ وہ ذاتی اور شخصی رنگ رکھتی ہے۔ اور اس سے محبوب کے عادات و اطوار نہایت سادگی کے ساتھ سامنے آجاتے ہیں۔ اس لیے وہ بعض دوسری بڑی اور اہم باتوں کی نسبت دل کو زیادہ چوٹ لگاتی ہے''۔ (سیرت المہدی جلد اوّل روایت 351 ص:320)

''منشی عبدالعزیز صاحب نے بیان کیا کہ ''ایک دفعہ کرم دین جہلمی کے مقدمہ میں حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ گرداسپور تشریف لائے ہوئے تھے۔ کچہری کے وقت احاطہ کچہری میں ایک جامن کے درخت کے نیچے کپڑا بچھا کر مع خدّام تشریف فرما تھے۔ حضورؑ کیلئے دودھ کا گلاس لایا گیا۔ چونکہ حضورؑ کا پس خوردہ پینے کیلئے سب دوست جدوجہد کیا کرتے تھے۔ میرے دل میں اس وقت خیال آیا کہ میں ایک غریب اور کمزور آدمی ہوں۔ اتنے بڑے بڑے آدمیوں میں مجھے کس طرح حضورؑ کا پس خوردہ مل سکتا ہے؟ اس لئے میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ حضورؑ نے جب نصف گلاس نوش فرما لیا تو بقیہ میرے ہاتھ میں دے کر فرمایا ''میاں عبدالعزیز بیٹھ کر اچھی طرح سے پی لو''۔ (سیرت المہدی جلد اوّل روایت 600 ص: 567)

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ ایک عام آدمی سے بھی بے حد شفقت و محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ آپؑ بے حد سادہ اور دل کے حلیم تھے۔ آپؑ آنحضرت ﷺ کا کامل نمونہ تھے۔

''ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو گھر کا کوئی کام کرنے سے کبھی عار نہ تھی۔ چارپائیاں خود بچھا لیتے، فرش کر لیتے تھے، بسترہ کر لیا کرتے تھے۔ کبھی یک دم بارش آجاتی تو چھوٹے بچے تو چارپائیوں پر سوتے رہتے۔ حضورؑ ایک طرف سے خود ان کی چارپائیاں پکڑتے۔ دوسری طرف سے کوئی اور شخص پکڑتا اور اندر برآمدہ میں کروا لیتے۔ اگر کوئی شخص ایسے موقع پر یا صبح کے وقت بچوں کو جھنجوڑ کر جگانا چاہتا تو حضورؑ منع کرتے اور فرماتے کہ ''اس طرح یک دم ہلانے اور چیخنے سے بچہ ڈر جاتا ہے۔ آہستہ سے آواز دے کر اٹھاؤ''۔

(سیرت المہدی جلد اوّل روایت 559 ص: 543)

آپؑ مہمانوں کا بھی بے حد خیال رکھتے تھے۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ ''مولوی محمد علی صاحب ایم اے حضرت مسیح موعودؑ کے مکان کے ایک حصّہ میں بالا خانہ میں رہا کرتے تھے۔ اور جب ان کی شادی اور خانہ داری کا انتظام نہیں ہوا حضرت صاحبؑ خود ان کے لئے صبح کے وقت گلاس میں دودھ ڈال کر اور پھر اس میں مصری حل کر کے خاص اہتمام سے بھجوایا کرتے تھے... حضرت صاحبؑ کو مہمانوں کی بہت خاطر منظور ہوتی تھی اور پھر جو لوگ دینی مشاغل میں مصروف ہوں ان کو تو آپؑ بڑی قدر اور محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔''

(سیرت المہدی جلد اوّل حصّہ دوم روایت 380 ص: 344)

قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ سے کسی بات کی بابت عرض کیا کہ ''اس میں میرے کامیاب ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ حضورؑ نے فرمایا کہ میاں تم اللہ تعالیٰ کے نام ''مُسَبِّبُ الْاَسْبَابُ'' کو لے کر اس سے دعا کیا کرو۔''

(سیرت المہدی جلد دوم روایت 1175 ص: 134)

آپؑ عورتوں کے آرام کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ ''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ملک مولا بخش صاحب پنشنر نے بذریعہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ بمعہ اہل بیت و خدام امرتسر تشریف لائے۔ امرتسر کی جماعت نے ایک بڑے مکان کا انتظام کیا مگر اس خیال سے کہ مرد زیادہ ہوں گے۔ مکان کا بڑا حصہ مردانہ کے لئے اور چھوٹا حصہ زنانہ کے لئے تجویز کیا۔ حضورؑ نے آتے ہی پہلے مکان کو دیکھا اور اس تقسیم کو ناپسند فرمایا اور بڑے حصے کو زنانہ کیلئے مخصوص فرمالیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور کو صنفِ نازک کے آرام کا بہت خیال رہتا تھا''۔ (سیرت المہدی جلد دوم روایت 1201 ص: 146)

کتاب سیرت المہدی پڑھنے کے بعد خاکسار اپنے دل کی کیفیت بتائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ مجھے مرکزی شعبہ اشاعت جرمنی کی طرف سے اس خدمت کے لیے کہا گیا کہ خدیجہ شمارہ کیلئے کتاب سیرت المہدی کا تعارف لکھیں۔ چونکہ خاکسار نے پہلے یہ کتاب پڑھی ہوئی نہیں تھی اس لیے اس کتاب کے دونوں حصے منگوائے اور بغرض تعارف لکھنے کے پڑھنا شروع کیے تو مجھے بے حد افسوس ہوا کہ اتنا عرصہ یہ انمول کتاب میری نظروں سے اوجھل رہی جس میں حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے ہر پہلو کے متعلق لکھا ہوا ہے۔ یہ کتاب پڑھ کر قادیان دارالامان کا ماحول آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

پس میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب (سیرت المہدی) کو ہمیں خریدنے اور اس کو پڑھنے کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ پر ہزاروں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے جنہوں نے حضورؑ کی روایات اکٹھی کر کے ان کو ایک کتابی صورت میں ہمارے سامنے پیش کیا ہے تا کہ وہ لوگ بھی جن کو حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ کی صحبت نہیں ملی اور نہ آپؑ کو دیکھا ہے۔ آپؑ کے کلمات و حالات، سوانح اور آپؑ کے اخلاق و عادات وغیرہ سے اس کتاب کو پڑھ کر مستفید ہو سکیں۔ آمین

سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے ☆ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

مکرمہ آصفہ احمد صاحبہ۔ Obertshausen

تعارف: ۔قدرت ثانیہ کے مظہر اوّل حضرت الحاج حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ پاکستان کے قدیم شہر بھیرہ ضلع سرگودھا میں 1841ء میں راجہ شیر سنگھ کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کے والد ماجد کا نام مکرم حافظ غلام رسول صاحب اور والدہ کا نام مکرمہ نور بخت صاحبہ تھا۔ آپؓ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروقؓ کے خاندان سے ملتا ہے۔ آپؓ کے خاندان میں بہت سے اولیاء اور مشائخ گذرے ہیں۔ گیارہ پشت سے حفاظ کا سلسلہ بھی چلا آرہا ہے۔ آپؓ نے ابتدائی تعلیم اپنے والدین سے حاصل کی۔ اس کے بعد حصول علم کے لیے آپؓ نے لاہور، راولپنڈی رام پور، لکھنؤ، میرٹھ اور بھوپال کے علاوہ مکہ اور مدینہ کے سفر اختیار کیے اور عربی، فارسی، منطق، فلسفہ اور طب غرض ہر قسم کے مروجہ علوم سیکھے۔ آپؓ کی پہلی شادی 30 سال کی عمر میں بمقام بھیرہ مکرم مفتی شیخ قریشی صاحب کی صاحبزادی محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہؓ کے ساتھ ہوئی۔ آپؓ کی یہ اہلیہ 1905ء میں وفات پا گئیں۔ آپؓ کی دوسری شادی 1889ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی تحریک پر لدھیانہ میں صوفی احمد جان صاحبؓ کی صاحبزادی حضرت صغریٰ بیگم صاحبہؓ سے ہوئی۔ آپؓ کی دوسری اہلیہ کی وفات 1955ء میں بمقام ربوہ ہوئی۔ آپؓ اپنے سات بھائیوں اور دو بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپؓ کا رنگ گندمی، قد لمبا اور داڑھی گھنی تھی، آپؓ شکل وصورت سے نہایت وجیہہ تھے۔ آپؓ کے ایک بچے کا نام اسامہ تھا جس کی وجہ سے آپؓ کی کنیت ابواسامہ ہوئی۔

حضرت مسیح موعودؑ سے آپؓ کا غائبانہ تعارف جموں میں آپؓ کے شاگرد کے ذریعہ ہوا۔ آپؓ وہ خوش نصیب فدائی حق ہیں جنہیں بیعتِ اولیٰ کے وقت سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس اعتبار سے آپؓ کو جماعت میں اول المصدقین ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔

توکل علی اللّٰہ کا اعلیٰ مقام: ۔آپؓ کی زندگی کا سب سے بے مثال پہلو آپؓ کا توکل علی اللہ ہے جو آپؓ کی ساری زندگی میں پوری شان سے جلوہ گر نظر آتا ہے۔ آپؓ ریاست جموں کشمیر میں ایک معقول تنخواہ پانے کے علاوہ بہت سے انعام واکرام سے بھی نوازے جاتے تھے مگر آپؓ ساری رقم طلباء، بیوگان، یتامیٰ اور دیگر ضرورت مندوں کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کر دیتے تھے۔

آپؓ تحریر فرماتے ہیں ''جموں میں حاکم نام ایک ہندو پنساری تھا وہ مجھ سے ہمیشہ نصیحتاً کہا کرتا تھا کہ ہر مہینہ میں ایک سو روپیہ پس انداز کر لیا کریں۔ یہاں مشکلات پیش آجاتی ہیں۔ میں ہمیشہ یہی کہہ دیا کرتا۔ ایسے خیالات کرنا اللہ تعالیٰ پر بدظنی ہے۔ ہم پر انشاء اللہ تعالیٰ کبھی مشکلات نہ آئیں گے ۔جس دن میں وہاں سے علیحدہ ہوا۔ اس دن وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا آج شاید آپ کو میری نصیحت یاد آئی ہوگی۔ میں نے کہا میں تمہاری نصیحت کو جیسا پہلے حقارت سے دیکھتا تھا۔ آج بھی ویسا ہی حقارت سے دیکھتا ہوں۔ ابھی وہ مجھ سے باتیں ہی کر رہا تھا کہ خزانہ سے چارسواسی روپیہ میرے پاس آئے کہ یہ آپ کی ان دنوں کی تنخواہ ہے۔ اس پنساری نے افسروں کو گالی دے کر کہا کہ کیا نوردین تم پر نالش تھوڑا ہی کرنے لگا تھا۔ ابھی وہ اپنے غصّہ کو فرو نہ کرنے پایا تھا کہ ایک رانی صاحبہ نے میرے پاس بہت سارو پیہ بھجوایا اور کہا کہ اس وقت ہمارے پاس اس سے زیادہ روپیہ نہ تھا۔ یہ ہمارے جیب خرچ کا روپیہ ہے۔ جس قدر اس وقت موجود تھا۔ سب کا سب حاضر خدمت ہے۔ پھر تو اس کا غضب بہت ہی بڑھ گیا۔ مجھ کو ایک شخص کا ایک لاکھ پچانوے ہزار روپیہ دینا تھا۔ اس پنساری نے اس طرف اشارہ کیا کہ بھلا یہ تو ہوا۔ جن کا آپ کو قریباً دو لاکھ روپیہ دینا ہے وہ آپ کو بدوں اس کے کہ اپنا اطمینان کر لیں کیسے جانے دیں گے؟ اتنے میں انہیں کا آدمی آیا اور بڑے ادب سے ہاتھ باندھ کر کہنے

☆ کیا ہی اچھا ہوتا اگر اُمت کا ہر شخص نورالدین بن جاتا کیا ہی اچھا ہوتا جو ہر دل یقین کے نور سے پُر ہوتا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے رفقاء کے ہمراہ (جون 1899ء)

دائیں سے بائیں:۔(کرسیوں پر) حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت سیدنا مصلح موعودؓ، **حضرت مسیح موعود علیہ السلام** (گود میں حضرت مرزا شریف احمدؓ) حضرت حکیم الامت مولوی نورالدین صاحب بھیرویؓ، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ، حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ موجد قاعدہ یسرنا القرآن۔(کھڑے ہوئے) حضرت منشی کرم علی صاحبؓ کاتب مولوی عبداللہ صاحب، مولوی محمد علی صاحب، حضرت میاں معراج دین صاحب عمرؓ، حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیرویؓ، حضرت حکیم محمد حسین صاحبؓ (مرہم عیسیٰ)، حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ (تراب) مفتی فضل رحمٰن صاحب، حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ (نو احمدی)۔(فرش پر) حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ، حضرت حکیم قطب الدین صاحبؓ، حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ، ملک شیر محمد صاحبؓ

لگا کہ میرے پاس ابھی تار آیا ہے میرے آقا فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب کو تو جانا ہے۔ان کے پاس روپیہ نہ ہوگا۔اس لیے تم ان کا سب سامان گھر جانے کا کر دو اور جس قدر روپیہ کی ان کو ضرورت ہو دے دو۔اور اسباب کو اگر وہ ساتھ نہ لے جاسکیں تو تم اپنے اہتمام سے بحفاظت پہنچوا دو۔میں نے کہا۔مجھ کو روپیہ کی ضرورت نہیں۔خزانہ سے بھی روپیہ آ گیا ہے اور ایک رانی نے بھی بھیج دیا ہے۔میرے پاس روپیہ کافی سے زیادہ ہے اور اسباب میں سب ساتھ ہی لے جاؤں گا''۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ 185 تا 186۔ایڈیشن 2009)

آپؓ مزید فرماتے ہیں ''میرا ایک بھتیجا تھا۔اس کا نام شہسوار تھا۔میں اس کو ہمراہ لے کر جموں کے ارادہ سے گھر سے نکلا۔میرے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا۔میں نے ارادہ کیا کہ بیوی سے کچھ روپیہ قرض لے لوں لیکن طبیعت نے مضائقہ کیا اور ویسے ہی چل دیا۔ہم دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔شہر سے باہر ایک آدمی نے مجھے ایک روپیہ اور کچھ بتاشے دیئے۔ایک اور آدمی نے ایک اٹھنی دی۔تین چار کوس چل کر سڑک کے کنارے آوان نام ایک گاؤں کے قریب پہنچے تو لڑکے نے مجھ سے کہا کہ بتاشے ہمارے پاس ہیں۔گرمی ہے۔اگر آپ فرمائیں تو میں یہاں کنوئیں پر جا کر شربت پی لوں۔چنانچہ وہ لڑکا تھوڑی دور جا کر پھر واپس ہوا اور مجھ سے کہا کہ آپ بھی آجائیں۔ہم دونوں اس گاؤں میں پہنچے۔لڑکے نے لوٹا کھولنا چاہا۔لیکن کنوئیں والے نے کہا کہ ذرا آپ ٹھہر جائیں۔خیر ہم بیٹھ گئے۔میں نے اس سے پوچھا کہ ٹھہرانے کی وجہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ گاؤں کے نمبردار نے دور سے آپ کو دیکھا تھا۔وہ دودھ لینے کے واسطے گیا ہے۔تھوڑے ہی وقفہ میں نمبردار آیا اور اس نے ایک روپیہ مجھ کو نذر دیا۔اس کا بیٹا کبھی میرے پاس علاج کے واسطے آیا تھا اور اچھا ہو گیا تھا۔خیر ہم نے دودھ پیا۔جب اُٹھنے لگے تو اس نمبردار نے کہا کہ آپ ذرا ٹھہر جائیں۔غرض تھوڑی دیر میں وہاں کی مسجد کا مُلّا آیا اور اس نے ایک روپیہ دیا۔چونکہ وہ غریب حالت میں تھا۔میں نے اس سے روپیہ لینا پسند نہ کیا۔اس عرصہ میں گاؤں کے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔جب میں نے روپیہ واپس کرنا چاہا تو سب نے یک زبان ہو کر کہا یہ روپیہ تو ضرور لے لیں۔آپ ہرگز واپس نہ کریں۔میں نے سبب پوچھا تو کہا کہ یہ شخص بہت دنوں سے بیمار تھا اور اس نے آپ سے بذریعہ ڈاک جموں سے دوائی منگوائی تھی۔یہ اس کے استعمال سے اچھا ہو گیا۔ہم سب کہتے تھے کہ تو نے دوا مفت منگوائی اور کوئی شکریہ بھی ادا نہیں کیا۔اس نے کہا کہ اگر نوردین یہاں ہمارے گاؤں میں

آئے تو روپیہ دے دوں گا۔ یہ کبھی روپیہ دینے والا نہیں۔ آج اتفاق سے ہی یہ قابو چڑھا ہے۔ اب آپ اس سے روپیہ لے ہی لیں۔ عجیب بات ہے کہ میں اس سے پیشتر کبھی اس گاؤں میں نہیں گیا تھا (حالانکہ ہمارے شہر سے صرف ساڑھے چار میل کے فاصلے پر ہوگا) اور نہ اس کے بعد کبھی وہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ اب میرے پاس ساڑھے تین روپیہ ہو گئے۔ غرض ہم ریل کے کنارے پر پہنچے۔ اسٹیشن پر پہنچ کر میرے دل میں خیال آیا کہ اس لڑکے کو لاہور دکھا دیں۔ میں نے اسٹیشن پر دیکھا کہ لاہور تک کا دو آدمیوں کا تھرڈ کلاس کا کرایہ تین روپیہ ہے۔ ہم نے دو ٹکٹ تھرڈ کلاس کے لئے اور لاہور پہنچ گئے۔ آٹھ آنے ہمارے پاس باقی تھے۔ اسٹیشن پر اترے۔ ایک گاڑی بان نے کہا کہ سوار ہو جاؤ۔ ہم نے کہا۔ انارکلی میں شیخ رحیم بخش کی کوٹھی پر اترنا ہے کیا لو گے؟ اس نے کہا کہ ایک روپیہ سے کم نہ لوں گا۔ ہم نے کہا کہ ہمارے پاس تو ایک اٹھنی ہے۔ چاہو تو لے لو۔ اس نے ہنس کر اٹھنی لے لی اور شیخ صاحب کے مکان پر ہم کو پہنچا دیا۔ کچھ دن لاہور رہنے کے بعد جب چلنے لگے تو شیخ صاحب نے اپنی گاڑی میرے لیے منگوا دی اور آہستہ سے میرے کان میں کہا کہ ہمارے نوکر کو آپ انعام نہ دیں۔ اسٹیشن پر مجھے یقین تھا کہ میں ابھی کی گاڑی میں جاؤں گا۔ پیسہ تو پاس ایک بھی نہ تھا۔ لیکن یقین ایسا کامل تھا کہ اس میں ذرہ بھی تزلزل نہ تھا۔ میرے کھڑے کھڑے ٹکٹ تقسیم ہونے شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے بند ہو گئے۔ ٹرین بھی آئی۔ مسافر بھی سوار ہو گئے۔ اندر جانے کا دروازہ بھی بند کیا گیا۔ انجن نے روانگی کی سیٹی دی۔ اس وقت بھی مجھ کو یقین تھا کہ اسی گاڑی پر جاؤں گا۔ جب گاڑی بالکل چلنے ہی کو تھی تو ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نوردین نوردین پکارتا ہوا دور تک چلا گیا۔ اور گاڑی میں کوئی ایسا واقعہ ہوا کہ وہ چل کر پھر رک گئی۔ وہ شخص پھر واپس آیا اور مجھے دیکھ لیا۔ دیکھتے ہی دوڑتا ہوا اسٹیشن کے کمرہ میں گیا وہاں سے تین ٹکٹ لایا ایک اپنا اور دو ہمارے۔ ساتھ ہی ایک سپاہی بھی لایا۔ دروازہ کھلوایا اور ہم تینوں سوار ہو گئے۔ ہمارے سوار ہوتے ہی ٹرین چل دی۔ اس نے کہا کہ مجھ کو آپ سے ایک نسخہ لکھوانا ہے میں نے نسخہ لکھ دیا اور پھر ٹکٹوں کو دیکھنے لگا کہ یہ کہاں تک کے ہیں اور کیا کرایہ دیا گیا ہے۔ وہ خود ہی فوراً بولا کہ میں ان ٹکٹوں کے دام ہرگز نہ لوں گا۔ میں بھی خاموش ہو گیا۔ ٹکٹ وہیں کے تھے جہاں ہم کو جانا تھا یعنی وزیرآباد۔ وہ تو نسخہ لکھوا کر شاہدرہ اتر گیا۔ ہم وزیرآباد پہنچے میں نے لڑکے سے کہا کہ بیگ لے کر تم شہر میں سے ہوتے ہوئے سیدھے شہر کے دوسری طرف پہنچو۔ پیچھے پیچھے میں بھی آتا ہوں۔ وزیرآباد سے جموں تک ریل نہ تھی۔ راستہ میں ایک شخص ملا۔ اس نے کہا کہ میری ماں بیمار ہے۔ آپ اس کو دیکھ لیں۔ میں نے کہا کہ یہ کوئی علاج کا موقع نہیں۔ مجھ کو جانے کی جلدی ہے۔ اس نے کہا کہ میرا بھائی جو میرے ساتھ ہے یہ آگے اڈے پر جاتا ہے اور یکہ کرایہ کرتا ہے۔ اتنے میں آپ میری ماں کو دیکھ لیں۔ آپ کو اڈے پر پہنچ کر یکہ تیار ملے گا۔ چنانچہ میں نے اس کی ماں کو دیکھا اور نسخہ لکھا۔ جب میں وہاں سے چلا تو اس شخص نے چلتے چلتے میری جیب میں کچھ روپے ڈال دیئے جن کو میں نے اڈے پر پہنچنے سے پہلے ہی پہلے جیب میں ہاتھ ڈال کر گن لیا معلوم ہوا کہ دس روپیہ ہیں۔ اڈے پر پہنچے تو اس کا بھائی اور یکہ والا آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ یکہ والا کہتا کہ دس روپیہ لوں گا اور وہ کہتا تھا کہ کم۔ میں نے کہا جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں۔ دس روپیہ کرایہ ٹھیک ہے۔"

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ 235 تا 237۔ ایڈیشن 2009)

عاشق رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم:۔ آپؓ کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو آپ کا اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو کمر پر اس طرح اٹھا رکھا ہے جس طرح بچوں کو مشک بناتے ہیں۔ پھر میرے کان میں کہا کہ "تو ہم کو محبوب ہے۔"

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ 291۔ ایڈیشن 2009)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے جماعت کو ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو سمجھنے اور آپؐ کا اسوہ اپنانے کی تلقین کی۔ آپؓ فرماتے ہیں۔

"قرآن کریم کی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونہ سے ایک قوم تیار ہو رہی ہے جو داؤد علیہ السلام کی پیشگوئی کے موافق ارض مقدس کی وارث ہو گی مگر ہاں اس کے لئے راہ یہی ہے کہ عابد اور فرمانبردار بن جاؤ۔ رسول کے آگے پست ہو جاؤ اور وہ تقویٰ جو خیال بناوٹ، اپنی تجویز سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونہ اور خدا تعالیٰ کے فرمودہ نقشہ کے موافق ہے وہ اختیار کرو۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء 108) اس کے ضمن میں نکلتا ہے کہ اگر اس رحمت کو اختیار نہ کرو گے اور اس کے نقشِ قدم پر چل کر اپنا چال چلن، صلاح و تقویٰ نہ بناؤ گے تو ذلیل ہو کر ہلاک ہو جاؤ گے۔ رسول اللہ پر حرف نہ آئے گا کیونکہ وہ تو رحمت مجسم ہے۔

یہ بات کہ ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کے لئے رحمت کر کے بھیجا ہے نرا دعویٰ ہی دعویٰ نہیں۔ تاریخ بتلاتی ہے اور تجربہ صحیحہ گواہی دیتا ہے کہ جس قوم نے صدق دل سے روح اور راستی سے اس پاک نمونہ کی پیروی کی وہ قوم کیا سے کیا ہو گئی۔ وہ بدنام اور ذلیل قوم جس میں کسی قسم کی خوبی نہیں تھی، وہ جنگجو، وحشی بدوی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت

کی اطاعت کرنے سے آخر اس ارض مقدس کے وارث ہوئے جس کے لئے بنی اسرائیل کی برگزیدہ قوم جنگلوں اور بیابانوں میں تڑپتی اور بھٹکتی رہی تھی۔ بنو قریظہ اور بنو نضیر جو وارث بنے بیٹھے تھے کہاں گئے؟ اس سے ایک سبق ملتا ہے۔ بہت سے لوگ اپنی نحوستوں اور فلاکتوں، اپنے فقر و فاقہ کے متعلق چلّاتے ہیں اور واویلا مچاتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ تنگ دستیوں اور فلاکتوں کے دور کرنے کے لئے یہی اور ہاں یہی ایک مجرب نسخہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اطاعت کی جاوے اور صلاح و تقویٰ جو اس اطاعت کی غایت اور منشاء ہے اپنا شعار بنالیا جاوے پھر خدا تعالیٰ کا وعدہ صادق ہے کہ یَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق:4) بے شک! بے شک!! یہ سچی بات ہے کہ ممکن نہیں رحمت کی اطاعت میں زحمت آئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کرو کہ اس سے تمام نحوستیں اور ہر قسم کے حزن و ہموم دور ہوجاتے ہیں''۔

(خطبہ جمعہ 8/دسمبر 1899ء از خطبات نور صفحہ 41،42)

اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی اپنے پیاروں کے ساتھ کیا عجیب ہوتا ہے ایک مرتبہ آپؓ نے رؤیا میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ ''تمہارا کھانا تو ہمارے گھر میں ہے لیکن نبی بخش کا ہم کو بہت فکر ہے''۔ اس رؤیا کے بعد ''نبی بخش'' کو آپؓ نے بہت تلاش کیا مگر وہ نہ مل سکے۔ بہت دنوں کے بعد جب ملاقات ہوئی تو ان سے پوچھا کہ ''آپ کو کوئی تکلیف ہو تو بتائیں اور ضرورت ہو تو میں آپ کو کچھ دام دے دوں'' کہا کہ ''مجھ کو بہت شدت کی تکلیف تھی مگر آج مجھ کو چونا اٹھانے کی مزدوری مل گئی ہے اور پیسے مزدوری کے ہاتھ آگئے ہیں۔ اس لئے ضرورت نہیں''۔

(حیاتِ نور مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب صفحہ 57)

قرآن کریم سے محبت :۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی زندگی پر نظر ڈالیں تو آپؓ کی زندگی قرآن کریم کی عملی تصویر تھی اور آپؓ کی زندگی کا ہر ہر لمحہ قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرتے گزرا۔ آپؓ نے اپنی والدہ کی گود میں قرآن شریف پڑھا اور ان سے پنجابی زبان اور فقہ کی کتابیں پڑھیں اور سنیں اور قرآن کریم کا کچھ حصہ آپؓ نے اپنے والد صاحب سے پڑھا۔

آپؓ گھنٹوں قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور غور و فکر کرتے۔ آپؓ فرماتے ہیں۔ ''میں نے دنیا کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں اور بہت ہی پڑھی ہیں مگر ایسی کتاب دنیا کی دلربا، راحت بخش، لذت دینے والی جس کا نتیجہ دکھ نہ ہو، نہیں دیکھی۔ جس کو بار بار پڑھتے ہوئے، مطالعہ کرتے ہوئے اور اس پر فکر کرنے سے جی نہ اکتائے۔ طبیعت نہ بھر جائے اور یا بدخُو دل اکتا جائے اور اسے چھوڑ نہ دینا پڑا ہو۔ مَیں پھر تم کو یقین دلاتا ہوں کہ میری عمر، میری مطالعہ پسند طبیعت، کتابوں کا شوق، اس امر کو ایک بصیرت اور کافی تجربہ کی بنا پر کہنے کے لئے جرأت دلاتے ہیں کہ ہرگز ہرگز کوئی کتاب ایسی موجود نہیں... میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں ہے کہ اس کو جتنی بار پڑھو، جس قدر پڑھو اور جتنا اس پر غور کرو اسی قدر لطف اور راحت بڑھتی جاوے گی، طبیعت اکتانے کی بجائے چاہے گی کہ اور وقت اس پر صرف کرو۔ عمل کرنے کے لئے کم از کم جوش پیدا ہوتا ہے اور دل میں ایمان یقین اور عرفان کی لہریں اُٹھتی ہیں''۔

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 34)

آپؓ فرماتے ہیں ''میری والدہ کو قرآن کریم پڑھانے کا بڑا ہی شوق تھا... میں نے اپنی ماں کے پیٹ میں قرآن مجید سنا پھر گود میں سنا اور پھر ان سے ہی پڑھا''۔

(حیات نور صفحہ 8 مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب)

آپؓ مزید فرماتے ہیں۔ ''...قرآن شریف میری غذا اور میری تسلی اور اطمینان کا سچا ذریعہ ہے اور میں جب تک ہر روز اس کو کئی رنگ میں پڑھ نہیں لیتا مجھے آرام اور چین نہیں آتا۔ بچپن ہی سے میری طبیعت خدا نے قرآن شریف پر تدبر کرنے والی رکھی ہے اور میں ہمیشہ دیر دیر تک قرآن شریف کے عجائبات اور بلند پروازیوں پر غور کیا کرتا ہوں''۔

(الفضل انٹرنیشنل 17 مئی 2002ء)

ایک مرتبہ آپؓ درس قرآن دینے مسجد میں جا رہے تھے۔ راستہ میں کسی نے آپؓ کو بتایا صوفی غلام محمد صاحب نے قرآن حفظ کرلیا ہے۔ یہ سنتے ہی آپؓ فرط مسرت میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے وہیں سجدہ میں گر گئے۔

آپؓ نے اپنی بیٹی حفصہؓ کو رخصتی کے موقع پر علاوہ مروّجہ جہیز ایک صندوق کتابوں کا بھی دیا جو آپؓ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ جب آپؓ کی بیٹی کو ڈولی میں سوار کیا گیا تو آپؓ اسے رخصت کرنے کے لیے تشریف لائے اور کہا ''حفصہ! میں تیرا جہیز لایا ہوں'' اور ایک کاغذ اس کی گود میں رکھ دیا اور کہا ''بچہ! اس کو سسرال پہنچ کر کھولنا اور پڑھ لینا''۔ اس میں دیگر نصائح کے علاوہ یہ بھی لکھا تھا کہ قرآن کریم ہمیشہ پڑھنا اور چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو قرآن پڑھانا''۔ (حیاتِ نور مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب صفحہ 80)

قرآن کریم سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپؓ جہاں جہاں سفر اختیار کرتے وہاں پر درس دینے کا اہتمام کرتے۔ آپؓ فرماتے ہیں۔ ''میں نے جموں

میں بہت درس دیئے ہیں۔ میں اپنی جیب سے بہت سے روپے بھی اس کام کے لیے خرچ کرتا تھا۔ پھر مجھ کو خدا تعالیٰ نے سمجھایا کہ ہم تیرے لیے دوسری صورت پیدا کردیں گے۔ اب میں کچھ زیادہ روپیہ بھی خرچ نہیں کرتا۔ اخلاص ایسی چیز ہے کہ یا تو میں ہزاروں روپے خرچ کر کے بعض نوجوانوں کو بنانا چاہتا تھا یا اب میں ایسے نوجوانوں کو جانتا ہوں جو مجھ پر جان بھی دینے کو تیار ہیں۔ اور میرے بالکل جاں گداز عاشق ہیں۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ 251 ۔ایڈیشن2009)

قرآن کریم کا ادب اور اس کے لئے غیرت :۔

محترم قریشی ضیاءالدین صاحب ایڈوکیٹ نے بیان کیا کہ ''ایک مرتبہ ایک طالب علم نے قرآن کریم پر دوات رکھ دی۔ آپؓ اس کی حرکت کو دیکھ کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا میاں! اگر تمہارے منہ پر کوئی شخص گو برا ٹھا کر ماردے تو تمہیں کیسا برا لگے! قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ ہمیشہ اس کا ادب ملحوظ رکھا کرو اور اس کے اوپر کوئی چیز نہ رکھا کرو''۔

(حیاتِ نور مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب صفحہ 694)

ایک مرتبہ آپؓ نے فرمایا'' خدا تعالیٰ مجھے بہشت اور حشر میں نعمتیں دے تو میں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں گا تا حشر کے میدان میں اور بہشت میں بھی قرآن پڑھوں، پڑھاؤں اور سناؤں''.... اور وفات کے وقت اپنے بیٹے عبدالحئی کو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی ۔'' تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی کتاب کو پڑھنا، پڑھانا اور عمل کرنا۔ میں نے بہت کچھ دیکھا پر قرآن جیسی چیز نہ دیکھی ۔ بے شک یہ خدا تعالیٰ کی کتاب ہے''.... اور وفات سے چند روز قبل جماعت کے نام جو وصیت تحریر فرمائی اس وصیت کے آخری الفاظ یہ تھے'' قرآن و حدیث کا درس جاری رہے''۔

(الفضل انٹرنیشنل 25/جولائی 2008ء)

حضرت مسیح موعودؑ سے اطاعت ومحبت :۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دل میں اپنے محبوب آقا کی اطاعت ومحبت کا کیسا جذبہ موجزن تھا کہ اس کی ایک مثال حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کے بیان سے ملتی ہے آپؓ فرماتے ہیں۔''ایک دن میں حضرت مولوی صاحبؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ وہاں ذکر ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کسی دوست کو اپنی لڑکی کا رشتہ کسی احمدی سے کرنے کو ارشاد فرمایا مگر یہ کہ وہ دوست راضی نہ ہوا۔ اتفاقاً اس وقت مرحومہ امتہ الحئی صاحبہ بھی جو اس وقت بہت چھوٹی تھیں کھیلتی ہوئی سامنے آ گئیں۔ حضرت مولوی صاحبؓ اس دوست کا ذکر سن کر جوش سے فرمانے لگے کہ مجھے تو اگر مرزا کہے کہ اپنی اس لڑکی کو نہالی (نہالی ایک مہترانی تھی جو حضرت صاحبؑ کے گھر میں کماتی تھی) کے لڑکے کو دے دو تو میں بغیر کسی انقباض کے فوراً دے دوں گا۔ یہ کلمہ سخت عشق و محبت کا تھا مگر نتیجہ دیکھ لیں کہ بالآخر وہی لڑکی حضورؑ کی بہو بنی اور اس شخص کی زوجیت میں آئی جو خود حضرت مسیح موعودؑ کا حسن واحسان میں نظیر ہے''۔ (سیرت المہدی جلداوّل حصہ سوم صفحہ 578)

حضرت مسیح موعودؑ کی محبت میں لذت و سرشاری سے معمور ایک غیر معمولی واقعہ :۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی سیرت کا ایک اعلیٰ ترین پہلو آپؓ کا معیار اطاعت تھا۔''ایک مرتبہ حضرت مسیح موعودؑ دہلی تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ قادیان میں تھے تار دیا کہ فوراً بلا توقف پہنچ جاؤ... حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ حسب معمول اپنے مطب میں بیٹھے مریضوں کو دیکھ رہے تھے۔ تار والا تار لے کر آیا آپؓ نے تار پڑھا اپنے محبوب کا حکم ملا بلا توقف دہلی پہنچ جاؤ ذرا سوچیں کہ اگر آپ کو ایسا تار ملے اور آپ کی روح اطاعت کا اعلیٰ ترین نمونہ دکھانا چاہے تو آپ کیا کریں گے؟ یہی ناں کہ ہر ایک مصروفیت چھوڑ کر فوراً گھر جائیں۔ زاد راہ ساتھ لیں گے ایک دو جوڑے بیگ میں رکھیں گے...ہم خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے اس معیار کو سوچ بھی نہیں سکتے جس پر خدا کا وہ پیارا بندہ نوردین پہنچا ہوا تھا۔ آپؓ کو تار ملا۔ تار ملتے ہی اپنی نشست پر کھڑے ہوگئے اور سیدھے بٹالہ کی طرف چل پڑے پگڑی بھی نہ باندھی۔ راستے میں چلے جارہے ہیں اور پگڑی باندھتے چلے جارہے ہیں۔ گھر جانے کا تو خیال بھی دل میں نہ آیا۔ راستے میں کوئی شخص ملا اس کو سرسری سا کہہ دیا کہ گھر میں بتا دینا میں دلی چلا گیا ہوں۔ اس سب کے باوجود جیب میں ہاتھ ڈال کر یہ بھی نہیں دیکھا کہ کرایہ ہے بھی یا نہیں۔ جیب میں کرایہ واقعی نہیں تھا مگر رک کر کسی سے نہیں لیا۔ گھر جا کر لینے کا تو سوال ہی نہیں کوئی کپڑا چادر کوئی چیز ساتھ نہیں لی۔ یہ ایمان کی اطاعت میں فدائیت اور عشق کا وہ مرحلہ ہے جہاں خدا کا یہ بندہ صرف اطاعت کرنا جانتا ہے۔ ذرا پیار کا یہ سلوک ملاحظہ کریں۔ بٹالہ پہنچ گئے۔ جہاں ٹرین پکڑنی تھی دھن سوار تھی کہ دلی جلد سے جلد پہنچنا ہے اور جو ٹرین پہلی مل جائے اس پر سوار ہو جانا ہے۔ وقت دیکھا ٹرین کی آمد میں چند منٹ باقی ہیں۔ انتظار اور بے قراری میں پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگ جاتے ہیں۔ ایک ہندو واقف کار کی نظر آپؓ پر پڑ جاتی ہے اس کی بیوی بیمار ہے وہ لپک کر آتا ہے اور درخواست کرتا ہے۔ ذرا چل کر میری بیوی کو دیکھ لیں اور اس کو دوا تجویز کردیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں۔''ٹرین

آنے میں چند منٹ باقی ہیں میں کہیں نہیں جا سکتا۔ وہ ہندو منت کرتا ہے کہ میرا گھر اسٹیشن کے بالکل پاس ہے۔ آپ مریضہ کو دیکھ کر بروقت واپس آجائیں گے اور ٹرین پر سوار ہو جائیں گے۔ یہ یقین دہانی سن کر آپ راضی ہو جاتے ہیں جا کر مریضہ کو دیکھتے ہیں گاڑی تیار کھڑی ہے فوراً سوار ہو جاتے ہیں۔ وہ ہندو آپ کو ٹکٹ بھی لا کر دیتا ہے اور کچھ رقم بھی نذرانے کے طور پر دیتا ہے۔ یہ رقم آپؓ کے زادِراہ کے لئے کافی ہے۔ آپؓ بے نیازی سے قبول کرتے ہیں اور ٹرین میں سوار اپنے محبوب کے قدموں میں دلّی پہنچ جاتے ہیں۔" (سووینئر کراچی 1990 صفحہ 89،90)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا مقام حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں :۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی ارفع شان، علم کی گہرائی اور خداداد بصیرت اس بات سے ظاہر ہے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا شرف حاصل کیا تو انہیں دیکھتے ہی حضورؑ کے دل سے یہ صدا نکلی کہ "ھٰذا دعائی یعنی یہ مردِ مومن میری دعاؤں کی قبولیت کا نتیجہ ہے"۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپؓ ایک عظیم الشان، عالم باعمل اور زندہ جاوید انسان تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپؓ کو نوازا اور آپؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جانثار خادم بننے کی سعادت بخشی آپؓ کا سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ حضرت اقدسؑ اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں فرماتے ہیں۔"میں رات دن خدا تعالیٰ کے حضور چلاّتا اور عرض کرتا تھا کہ اے میرے رب میرا کون ناصر و مددگار ہے۔ میں تنہا ہوں اور جب دعا کا ہاتھ پے در پے اٹھا اور فضائے آسمانی میری دعاؤں کے ساتھ بھر گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعا کو شرف قبولیت بخشا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا... اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے.... جب وہ میرے پاس آکر مجھ سے ملا تو میں نے اسے اپنے رب کی آیتوں میں سے ایک آیت پایا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ میری اس دعا کا نتیجہ ہے۔ جو میں ہمیشہ کیا کرتا تھا اور میری فراست نے مجھے بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے اور میں لوگوں کی مدح کرنا اور ان کے شمائل کی اشاعت کرنا اس خوف سے برا سمجھتا تھا۔ کہ مبادا انہیں نقصان پہنچائے مگر میں اسے ان لوگوں سے پاتا ہوں۔ جن کے نفسانی جذبات شکستہ، اور طبعی شہوات مٹ گئی ہیں۔ اور ان کے متعلق اس قسم کا خوف نہیں کیا جا سکتا... اور وہ میری محبت میں قسم قسم کی ملامتیں اور بدزبانیاں اور وطن مالوف اور دوستوں سے مفارقت اختیار کرتا ہے اور میرا کلام سننے کے لیے اس پر وطن کی جدائی آسان ہے اور میرے مقام کی محبت کے لیے اپنے اصلی وطن کی یاد بھلا دیتا ہے اور ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔" (از:۔ عربی عبارت مندرجہ" آئینہ کمالات اسلام" روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 581 تا 586 بحوالہ مرقاۃ الیقین صفحہ 1،2 ایڈیشن 2009)

آپؑ ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں۔" دل میں از بس آرزو ہے کہ اور لوگ بھی مولوی صاحب کے نمونہ پر چلیں۔ مولوی صاحب پہلے راست بازوں کا ایک نمونہ ہیں۔ جزاھم اللہ خیرالجزاء۔"

(ازالہ اوہام صفحہ 522۔ ایڈیشن 1984)

حضرت مولوی صاحبؓ کی غیر معمولی عظمت وشان کے بارے میں حیات نور میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کا بیان فرمودہ ایک چشم دید واقعہ درج ہے کہ" حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ بیمار ہو گئے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ آپؓ کو دیکھنے کے لئے تشریف لاتے تھے ایک دن حضرت مولوی صاحبؓ کی طبیعت کچھ زیادہ ناساز تھی۔ اپنے مکان میں تشریف لا کر حضرت صاحب نے ایک الماری میں سے کچھ دوائیں نکالیں اور حضرت اماں جانؓ کے دالان میں ہی زمین پر بیٹھ گئے اور ان دواؤں میں سے کچھ دوائیں نکال نکال کر کاغذ کے ٹکڑوں پر رکھنی شروع کر دیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی فکرمندی کو دیکھ کر حضرت اماں جانؓ بھی آکر حضورؑ کے پاس بیٹھ گئیں اور جیسے کوئی کسی کو تسلی دیتا ہے اس طرح سے آپؓ نے حضورؑ سے کلام کرنا شروع کر دیا کہ جماعت کے بڑے بڑے عالم فوت ہو رہے ہیں۔ مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؓ فوت ہو گئے۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ بھی فوت ہو گئے خدا تعالیٰ مولوی صاحب کو صحت دے۔ حضرت اماں جانؓ کی یہ باتیں سن کر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا!" یہ شخص ہزار عبدالکریم کے برابر ہے"۔

(ماخوذ از حیات نور صفحہ 298 مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب)

ایک دفعہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو روپے کی ضرورت پیش آئی۔ حضرت اقدسؑ سے آپؓ نے دو صد یا کم و بیش روپیہ منگوایا۔ کچھ دنوں کے بعد اتنا روپیہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں واپس کرنے کے لئے پیش کر دیا۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا کہ" مولوی صاحب! کیا ہمارا اور آپ کا روپیہ الگ الگ ہے۔ آپ اور ہم دو نہیں ہیں۔ آپ کا روپیہ ہمارا اور ہمارا روپیہ آپ کا ہے۔" (حیات نور مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب صفحہ 554)

سر سیّد مرحوم بانی مدرسہ علی گڑھ کے ساتھ آپؓ کے تعلقات:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر سیّد مرحوم بانی مدرسہ علی گڑھ کی قومی خدمات کے معترف تھے اور اس سلسلہ میں ہمیشہ ان کی امداد فرماتے رہتے تھے مگر ان کے مذہبی معتقدات سے آپؓ کو اختلاف تھا جس کا آپؓ برملا اظہار فرما دیا کرتے تھے۔ ''بدر'' میں ایک ''نواب صاحب'' کے نام آپؓ کا ایک خط چھپا تھا جس سے آپؓ کے ان تعلقات پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے۔ آپؓ لکھتے ہیں۔

''مجھ خاکسار کی (سر) سیّد سے خط و کتابت رہی ہے۔ میں نے ان کو ایک بار کسی تقریب پر عرض کیا تھا، جاہل علم پڑھ کر عالم بنتا ہے اور عالم ترقی کر کے حکیم ہو جاتا ہے حکیم ترقی کرتے کرتے صوفی بن جاتا ہے مگر صوفی ترقی کرتا ہے تو کیا بنتا ہے؟ قابل غور ہے جس کے جواب میں سر سیّد نے لکھا کہ وہ **نورالدین** بنتا ہے۔''

(حیاتِ نور مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب صفحہ 217,216)

خلافت کے قیام کے لئے آپؓ کی عظیم الشان قربانیاں:

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے خلافت کے نظام کو مضبوطی سے قائم کیا اور خلافت کی ضرورت و اہمیت کو بار بار جماعت کے سامنے پیش کر کے اس بات کو جماعت میں راسخ کر دیا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور انسانی منصوبوں سے کوئی خلیفہ نہیں بن سکتا آپؓ کے دور خلافت میں منکرین خلافت نے بہت فتنہ و فسادات کیے لوگوں کو ورغلانے کی کوشش کی لیکن آپؓ کی اولوالعزمی اور توکل علی اللہ کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو نقصان سے بچا لیا آپؓ نے بیعت کی اہمیت کے متعلق بہت سے ارشادات فرمائے۔

آپؓ فرماتے ہیں۔ ''میں نے تمھیں بار ہا کہا ہے اور قرآن مجید سے دکھایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا کام ہے آدمؑ کو خلیفہ بنایا کس نے۔ بار ہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفہ اس خلافت آدمؑ پر فرشتوں نے اعتراض کیا... مگر انہوں نے اعتراض کر کے کیا پھل پایا تم قرآن مجید میں پڑھ لو آخر انہیں آدم کے لیے سجدہ کرنا پڑا پس اگر کوئی مجھ پر اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو تو میں اسے کہہ دوں گا کہ آدمؑ کی خلافت کے سامنے سر بسجود ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ (سوونیئر 1990ء کراچی صفحہ 91,90)

...اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا جو اس کی مخالفت کرتا ہو وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔ فرشتے بن کر اطاعت و فرماں برداری اختیار کرو۔ ابلیس نہ بنو... تم خلافت کا نام نہ لو۔ نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ میں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہو گا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اس کو آپ کھڑا کرے گا۔ تم نے میرے ہاتھ پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمھارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے''۔

(مرقات الیقین فی حیات نورالدین صفحہ 8۔ ایڈیشن 2009)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مماثلت:۔ یہ عجیب مماثلت ہے کہ جس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں اتنے ہی چھوٹے تھے جتنی مدت آپؓ نے خلافت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر یعنی تریسٹھ سال عمر پا کر آپؓ فوت ہوئے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ بھی حضرت مسیح موعودؑ سے اتنے ہی چھوٹے تھے جتنی مدت آپؓ نے حضورؑ کے بعد خلافت کی اور حضرت مسیح موعودؑ کے برابر یعنی 74 سال عمر پا کر وفات پائی۔

(حیاتِ نور مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب صفحہ 711)

زمانہ خلافت کے نمایاں کام:۔ آپؓ کے دور خلافت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت نمایاں کام ہوئے اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1:۔ آپؓ کی خلافت کے شروع ہی میں باقاعدہ بیت المال کا محکمہ قائم کیا گیا۔

2:۔ حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے مشورہ سے انجمن تشحیذ الاذہان کے زیر انتظام ایک پبلک لائبریری قائم کی۔

3 :۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خلافت کے شروع ہی سے یہ خواہش تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی یاد میں ایک دینی مدرسہ قائم ہونا چاہیئے۔ یکم مارچ 1909ء کو آپؓ نے اس کی بنیاد رکھی جس کا نام حضرت مسیح موعودؑ کے ایک مشہور صحابی حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کی تجویز کے مطابق ''مدرسہ احمدیہ'' رکھا گیا۔

4:۔ اخبار ''نور'' جاری کیا گیا۔

5:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے 5/مارچ 1910ء کو بعد نماز فجر اپنے مبارک ہاتھوں سے مسجد نور کی بنیاد رکھی۔

6:۔ تعلیم الاسلام ہائی اسکول کی عظیم الشان عمارت کی بنیاد رکھی۔

7:۔ پہلے مسجد اقصیٰ چونکہ تنگ تھی اس لئے عورتیں ابھی تک جمعہ میں آکر خطبہ نہیں سن سکتی تھیں۔ آپؓ کے وقت میں مسجد اقصیٰ کو بڑھانے کا کام مکمل

ہوا اور 21/جنوری 1910ء کے جمعہ میں احمدی عورتوں نے جن میں (حضرت امّاں جانؓ) بھی شامل تھیں نماز پڑھی۔

8:۔انجمن انصاراللہ کا قیام :۔فروری 1911ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی اجازت سے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک انجمن انصاراللہ کی بنیاد ڈالی اور آپؓ نے فرمایا ''میں بھی آپ کے انصاراللہ میں شامل ہوں۔''

9:۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ اور حضرت شیخ محمد یوسف صاحبؓ کو سنسکرت پڑھانے کے لئے ایک پنڈت کا انتظام کیا اور اس کا خرچ خود اٹھایا۔

10:۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی زندگی کے حالات شائع کرنے کا سب پہلا خیال اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی کے دل میں آیا۔ چنانچہ ان کی خواہش پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنے حالات زندگی لکھوائے اور 1912ء کے آخر میں ''مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین'' کے نام سے شائع کئے گئے۔

11:۔رسالہ ''احمدی خواتین''۔احمدی عورتوں کی تربیت کے لئے اس وقت کوئی رسالہ نہیں تھا۔ چنانچہ 1912ء سے رسالہ ''احمدی خواتین'' نکلنا شروع ہوا۔

12:۔اخبار ''الفضل''۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحبؓ نے 18/جون 1913ء سے اخبار ''الفضل'' جاری فرمایا۔ یہ نام خود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے تجویز فرمایا تھا۔

13:۔1913ء کا جلسہ سالانہ آپؓ کی خلافت کا آخری جلسہ سالانہ تھا۔ اس میں آپؓ نے دو زبردست تقریریں کیں۔

جنگ مقدس میں شمولیت :۔22/مئی سے 5/جون 1893ء تک امرتسر میں ایک مشہور مباحثہ ہوا۔ جسے ''جنگ مقدس'' کہتے ہیں یہ حضرت مسیح موعودؑ اور عیسائیوں کے پادری عبداللہ آتھم کے درمیان تھا۔ اس مباحثہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ بھی تھے۔ایک دفعہ کسی عیسائی نے سوال کیا کہ پندرہ دن امرتسر میں بحث ہوتی رہی مگر کیا نتیجہ نکلا۔ آپؓ نے فرمایا چار نتیجے نکلے ہیں۔

اوّل۔عیسائیوں جیسا جھگڑالو دنیا میں کوئی نہیں۔

دوم۔مرزا صاحب بڑے حوصلے والے ہیں۔

سوم۔اب عیسائی ایک منٹ کے لئے بھی کسی مذہب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

چہارم۔ہم بادشاہ ہیں۔

یہ چاروں نتائج تو میں نے پہلے دن ہی نکال لئے تھے باقی پندرہ دنوں میں تو اور بہت نتیجے نکلے۔ عیسائی نے ان کی وجہ پوچھی۔ آپؓ نے جواب دیا۔

نمبر 1:۔حضرت مرزا صاحب نے ایک اصول بتایا تھا کہ عقل مند جو دعویٰ کرے اس کی دلیل دے۔ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے آپ وعدے کے باوجود اس کی طرف نہیں آئے اس لئے جھگڑالو ہیں۔

نمبر 2:۔مرزا صاحب کا حوصلہ بہت بڑا ہے کہ پندرہ دن تک تم سے بحث کرتے رہے۔ میرے جیسا پہلے ہی دن ختم کر دیتا۔

نمبر 3:۔آپ اپنے مذہب کی سچائی کی دلیل کسی اور مذہب کے سامنے نہیں دے سکتے۔اس لئے کسی مذہب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

نمبر 4:۔ہم اس لئے بادشاہ ہیں کہ ہمارے دعویٰ اور جواب کی دلیل ہماری پاک کتاب قرآن مجید میں موجود ہے۔

(سیرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ تصنیف رضیہ دردصاحبہ صفحہ 21 تا 29)

شوق کتب بینی :۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی لائبریری میں تفسیر، حدیث اسماءالرجال، فقہ، اصول فقہ، کلام، تاریخ، تصوف، سیاست، منطق، فلسفہ، صرف ونحو، ادب، کیمیا، طب، علم جراحی، علم ہیئت، اور غیر مذاہب کی نادر کتابیں موجود تھیں... پنجاب اور ہندوستان کے اہل علم کو چونکہ آپؓ کی اس لائبریری کا خوب علم تھا۔اس لئے سرسید اور علامہ شبلی نعمانی جیسے علماء بھی اس سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ بلکہ ایک مرتبہ جب سر شاہ محمد سلیمان جج فیڈرل کورٹ آف انڈیا کو جو ایک علم دوست آدمی تھے۔سپین کی ایک نادر کتاب کی ضرورت پیش آئی اور ہندوستان بھر کی کسی مشہور لائبریری میں انہیں یہ کتاب میسر نہ آسکی تو آخر انہیں پتہ لگا کہ اس کا ایک قلمی نسخہ قادیان میں موجود ہے۔جس پر انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس کا یہ نسخہ عاریتاً حاصل کیا اور بحفاظت واپس بھجوادیا۔

محترم عبدالقادر صاحب (سابق سوداگرمل) بیان کرتے ہیں کہ جب قادیان کے زمانہ میں متعدد غیر ملکی سیاح قادیان آیا کرتے تھے تو سب سے زیادہ جو بات انہیں تعجب میں ڈالا کرتی تھی۔ وہ قادیان کی لائبریری تھی۔ اور وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو جایا کرتے تھے کہ اس چھوٹے سے گاؤں میں اتنی عظیم الشان لائبریری کہاں سے آ گئی۔

(حیات نور مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب صفحہ 581,580)

تصنیفات:۔

1۔فصل الخطاب فی مسئلہ فاتحۃ الکتاب

2۔فصل الخطاب المقدمۃ اہل الکتاب

3۔ایک عیسائی کے تین سوال اوران کے جوابات
4۔تصدیق براہین احمدیہ
5۔ابطال الوہیت مسیحؑ
6۔رڈ تناسخ
7۔خطوط جواب شیعہ ورڈ نسخ قرآن
8۔تفسیر سورۃ جمعہ
9۔نورالدین بجواب ''ترک اسلام''
10۔دینیات کا پہلا رسالہ
۱۱۔وفات مسیح موعودؑ
12۔درس القرآن
13۔خطبات نور
14۔مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین (مرتبہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی)
15۔مجربات نورالدین
16۔تفسیر احمدی
17۔روحانی علوم

(حیات نور مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب صفحہ 752 تا 758)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی جماعت کو بعض قیمتی نصائح

1۔اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کے لیے استغفار، لاحول، الحمدللہ اور درود کو بہت توجہ سے پڑھو۔
2۔متکبر، منافق، کنجوس، غافل، بے وجہ لڑنے والے، کم ہمت، مذہب کو لہو ولعب سمجھنے والے اور بے باک لوگوں سے تعلق نہ رکھو۔
3۔نماز مومن کا معراج ہے۔تمام عبادتوں کی جامع ہے۔کبھی اس میں غفلت نہ کرو۔بے کس اور بے بس لوگوں کے ساتھ سلوک کیا جاوے۔
4۔اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے اور اپنے بڑوں کے ادب اور اپنے برابروں کی مدارت بقدر امکان کرو۔
5۔والدین اور اپنے افسروں کے راضی رکھنے میں کوشش کرو۔جہاں تک دین اجازت دیوے۔
6۔باہمی تعارف بڑھاؤ۔
7۔انگریزی اور عربی بولنے کی مشق کرو اور عادت ڈالو۔
8۔ہر کام احتیاط اور عاقبت اندیشی سے کرو۔
9۔نیک نمونہ بنو۔
10۔جو کام ہو۔اللہ ہی کے لئے ہو۔کھانا ہو یا پہننا، سونا ہو یا جاگنا، اٹھنا ہو یا بیٹھنا، دوستی ہو یا دشمنی۔
11۔ہر ایک مشکل میں دعا سے کام لو۔
12۔پھر جاذب بنو اور جماعت بنو۔

(حیاتِ نور مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب صفحہ 587)

قبولیت دعا کی اہمیت:۔آپؓ دعا کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''بعض لوگ دعا کے واسطے مجھے اس طرح سے کہتے ہیں کہ گویا میں خدا کا ایجنٹ ہوں اور بہرحال ان کا کام کرادوں گا۔خوب یاد رکھو۔میں ایجنٹ نہیں ہوں میں اللہ کا ایک عاجز بندہ ہوں... دعاؤں میں تڑپنا اور قسم قسم کے الفاظ میں دعا کرنا مجھے بتایا گیا ہے...اسی کے آگے سجدہ کرو اسی سے دعا مانگو روزہ، نماز، دعا، وظیفہ، طواف، سجدہ قربانی اللہ کے سوا دوسرے کے لئے جائز نہیں... حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمھاری طبائع، خواہشات، چال چلن، لباس، خوراک، تربیّت پرورش، سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں اس لئے تم لوگوں میں اختلاف ہوتے ہیں''۔(خطبات نور مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب صفحہ 506،507)

گناہ سے بچنے کے ذرائع:۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں کہ ''گناہ سے بچنے کے کئی علاج ہیں۔موت کو یاد رکھنا، قرآن کریم کو پاس رکھنا اور کثرت سے استغفار کرنا...اور کونوا مع الصادقین پر عمل اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنا بھی گناہ سے بچنے کے ذرائع میں سے ہے۔غرض کسی شخص پر ایک بات زیادہ اثر کرتی ہے اور کسی پر دوسری۔انسان اگر کوشش میں لگا رہے تو آخر کامیاب ہو ہی جاتا ہے''۔...

''میں نے کئی ایک بزرگوں سے خود دریافت کیا ہے کہ انسان گناہ سے کس طرح بچ سکتا ہے؟ مولانا محمد صاحب نانوتوی نے فرمایا کہ انسان موت کو یاد رکھنے سے بچ جاتا ہے۔ایک میرے استاد میرے پیر تھے...ان کا نام عبدالغنی تھا۔انہوں نے فرمایا کہ جو انسان ہر وقت خدا تعالیٰ کو سامنے رکھتا ہے وہ بچ جاتا ہے۔مرزا صاحب مسیح موعودؑ بھی میرے پیر ہی تھے۔ان سے میں نے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آدمی بہت کثرت سے استغفار کرنے سے بچ جاتا ہے''۔

(حیات نور صفحہ 585,584 مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب)

آپؓ نے بدی سے بچنے کا یہ نسخہ بھی ہمیں بتایا کہ ''بدی سے بچنے کا یہ گر ہے کہ انسان علم الٰہی کا مراقبہ کرے سوچے اور فکر کرے اور بار بار اس بات کو دل میں لائے۔اور اس پر اپنا یقین جمائے کہ خدا علیم ہے۔خبیر ہے۔وہ مجھ کو دیکھ رہا ہے۔میرے ہر اس فعل کی اس کو خبر ہے۔اس طرح ریاضت کرنے سے انسان بدی سے بچ جاتا ہے'' ۔

(حیاتِ نور مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب صفحہ 518)

قرض سے بچنے کا علاج:۔حضرت حافظ عبدالجلیل صاحبؓ

جو قدیم صحابہ میں سے تھے بیان فرمایا کرتے ہیں کہ ” حاجی غلام جبار سکنہ بریلی کے ذمہ چار ہزار روپیہ قرض تھا۔ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قرض کا حال بیان کر کے دعا کی درخواست کی۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے اپنی جیب سے پانچ روپے نکال کر انہیں دیئے۔ اور فرمایا جب بھی کچھ روپیہ ہاتھ لگے اس کے ساتھ شامل کر لو۔ اور جب ایک سو روپیہ کی رقم ہو جائے۔ تو فوراً ادا کر دو۔ چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا اور دو سال میں سارا قرضہ ادا ہو گیا“۔

(حیات نور مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب۔ صفحہ 518)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی اپنی اہلیہ کو وصیت

وفات سے ایک دو روز پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنی اہلیہ محترمہ کو ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر دیا اور فرمایا کہ ”اسے پھر پڑھنا دین و دنیا کے خزائن کی چابی ہے۔“ آپؓ کی وفات کے بعد اسے کھولا گیا تو اس میں لکھا تھا۔

1۔ پانچ وقت نماز کی پابندی رہے۔
2۔ شرک سے نفرت تامہ ہو۔
3۔ جھوٹ، چوری، بدنظری، حرص و بخل، عدم استقلال، بزدلی، بے وجہ مخلوق کا خوف تم میں نہ ہو بلکہ اس کی جگہ پابندی نماز، وحدت الٰہیہ، صداقت، عفت، غض بصر، ہمت بلند، شجاعت، استقلال میں اللہ کے فضل سے ترقی ہو۔ آمین“۔

(حیاتِ نور مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب صفحہ 706)

بیٹے کو نصائح: ۔ آپؓ کو بچوں سے بہت محبت تھی۔ قادیان میں چھوٹے بچوں کی ایک انجمن ہمدردان اسلام تھی۔ آپؓ اکثر وہاں تشریف لے جاتے اور بچوں کو اپنی پیاری پیاری باتیں سناتے۔ آپؓ کے بیٹے میاں عبدالحیٔ صاحب نے قرآن ختم کیا تو اس دن آپؓ بہت خوش تھے کہ آپؓ کے لاڈلے بیٹے نے آپؓ کی سب سے پیاری کتاب ختم کی تھی۔ میاں عبدالحیٔ صاحب قرآن ختم کر کے آئے تو آپؓ نے فرمایا ”بیٹا ہم تم سے دس باتیں چاہتے ہیں۔

1:۔ قرآن شریف پڑھو۔
2:۔ پھر اسے یاد کرو۔
3:۔ پھر اس کا ترجمہ پڑھو۔
4:۔ پھر اس پر عمل کرو۔
5:۔ پھر اس طرح ساری زندگی گذارو یہاں تک کہ تمہیں موت آ جائے۔
6:۔ قرآن پڑھاؤ۔
7:۔ پھر یاد کراؤ۔
8:۔ پھر ترجمہ سناؤ۔
9:۔ پھر عمل کرواؤ۔
10:۔ پھر اسی حالت میں تم کو موت آ جائے۔

(سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ۔ تصنیف رضیہ درد صاحبہ صفحہ 24,23)

شادی کے موقع پر بیٹی کو رخصت کرتے وقت آپؓ کی نصائح

بچہ! اپنے مالک، رازق، اللہ کریم سے ہر وقت ڈرتے رہنا۔ اور اس کی رضامندی کا ہر دم طالب رہنا، اور دعا کی عادت رکھنا، نماز اپنے وقت پر اور منزل قرآن کریم کی بقدر امکان بدوں ایام مماثلت شرعیہ ہمیشہ پڑھنا۔ زکوٰۃ، روزہ، حج کا دھیان رکھنا اور اپنے موقع پر عملدرآمد کرتے رہنا۔ گلہ، جھوٹ، بہتان، بیہودہ قصّے کہانیاں یہاں کی عورتوں کی عادت ہے اور بے وجہ باتیں شروع کر دیتی ہیں۔ ایسی عورتوں کی مجلس زہر قاتل ہے۔ ہوشیار، خبردار رہنا۔ ہم کو ہمیشہ خط لکھنا۔ علم دولت ہے بے زوال ہمیشہ پڑھنا۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو قرآن پڑھانا۔

زبان کو نرم، اخلاق کو نیک رکھنا۔ پردہ بڑی ضروری چیز ہے۔ قرآن شریف کے بعد ریاحین العابدین کو ہمیشہ پڑھتے رہنا۔

مرأۃ العروس اور دوسری کتابیں پڑھو اور اس پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو اور تم کو نیک کاموں میں مدد دیوے۔

والسلام

نورالدین

(حیاتِ نور مصنف مکرم شیخ عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب صفحہ 80)

قوم خدا کے سپرد: ۔ 13/ مارچ 1914ء کو جمعہ کے دن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے ساعت وصال قریب دیکھ کر اپنے صاحبزادہ عبدالحیٔ کو بلوایا اور کچھ الوداعی الفاظ کہے جن میں آپؓ نے فرمایا ”قوم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور مجھے اطمینان ہے کہ وہ ضائع نہیں کرے گا۔“

وفات: ۔ 13/ مارچ 1914ء کو عین جمعہ کے وقت مسیح آخرالزماں کا یہ صدیق دوست، جاں نثار ساتھی جس کا آسمانی نام ”عبدالباسط“ تھا انتہائی کامیاب و کامران زندگی گذارنے اور چھ سال مسیح محمدی کی فوج کی سالاری کے بعد اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہو گیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا ایمان اور توکل ہمیں بھی عطا فرمائے اور خدا تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ ہمیشہ آپؓ کے درجات بلند سے بلند تر کرتا جائے۔ آمین

جس کی ہر ایک ادا نافلۃ لک کی دلیل

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیرت اور کارہائے نمایاں

مکرمہ سیدہ منورہ سلطانہ صاحبہ۔ Neu-Isenburg

تعارف:۔ برصغیر کے مشہور بزرگ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شہرہ آفاق الہامی قصیدہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد اور آپؑ کے زمانہ سے متعلق بہت سی پیشگوئیاں فرمائیں ان میں ایک یہ بھی فرمائی کہ

؎ دور او چوں شود تمام کمال پسرش یادگار مے بینم

(اربعین فی احوال المہدیین مؤلفہ حضرت سید اسمٰعیل شہیدؒ)

یعنی جب مسیح کا زمانہ کامیابی سے گزر جائے گا تو اس کے نمونہ پر اس کا لڑکا یادگار رہ جائے گا۔ مقصد یوں ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو ایک لڑکا پارسا دے گا جو اس کے نمونہ پر ہوگا اور اس کے رنگ میں رنگین ہو جائے گا اور اس کے بعد اس کا یادگار ہوگا۔

اسی طرح دنیا کی قدیم مذہبی تاریخ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ مصلح موعودؓ کی آمد کی پیشگوئی سب سے پہلے بنی اسرائیل پر منکشف ہوئی جس میں بتایا گیا کہ موعود مسیح کے بعد اس کا فرزند اور بعدہٗ اس کا پوتا اس کی روحانی بادشاہت کے وارث ہوں گے چنانچہ طالمود میں لکھا ہے کہ "It is also said that he shall die and his Kingdom will descend to his Son and Grandson."

(طالمود باب پنجم 37 مطبوعہ لندن 1878ء از جوزف بارکلے ایل ایل ڈی...)

یعنی یہ بھی ایک روایت ہے کہ مسیح (موعود) کی وفات کے بعد اس کی (روحانی) بادشاہت اس کے فرزند اور پھر اس کے پوتے کو ملے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک حدیث میں مسیح موعودؓ کے متعلق فرمایا فَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُلَهٗ۔ (مشکوٰۃ مجتبائی باب نزول عیسیٰ بن مریمؑ)

(مصباح فروری 1995ء صفحہ 3,2)

حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ فیج اعوج کے نام سے موسوم ہے۔ اسلام کو نہ صرف ماننے والے ہی چھوڑ بیٹھے تھے بلکہ مخالفین اور معاندین اسلام نے اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے ہر ممکن طریق اختیار کر رکھا تھا اور مختلف جہات سے اسلام اور حضرت محمد ﷺ کے خلاف حملے کر کے اہل اسلام کو بددل کرنے میں ہمہ تن مشغول تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی بعثت کے بعد اسلام کو باقی کل ادیان پر افضل اور زندہ مذہب ثابت کرنے کے لئے قلمی اور لسانی جدوجہد فرمائی اور دشمنان اسلام کے حملوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ اور منکرین اور معاندین اسلام کو مقابلہ کی دعوتیں دیں، انعامی چیلنج دیئے مگر کسی کو مقابلہ کی سکت نہ ہوئی۔ اس سلسلہ میں 1882ء میں آریہ سماج کے لیڈروں مثلاً منشی اندر من مراد آبادی اور ماسٹر ملی دھر وغیرہ نے حضرت مسیح موعودؑ سے اسلام کی صداقت کے متعلق بحث و مناظرہ کیا اور اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا نشان طلب کیا۔ (مصباح فروری 1995ء صفحہ 14)

حضرت مسیح موعودؑ نے ان کا چیلنج قبول فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور عجز و نیاز کے ساتھ دعائیں کرنے کا پروگرام بنایا، آپؑ نے جنوری 1886ء کو ہوشیار پور کا سفر اختیار کیا وہاں آپؑ نے 40 دن تک چلہ کشی کی۔ نہ کسی سے ملے نہ کسی کے گھر گئے، سارا وقت خدا تعالیٰ کی عبادت اور دعائیں کرتے رہے۔ اس چلہ کشی کے نتیجے میں خدا تعالیٰ نے آپؑ کو ایک موعود بیٹے کی خوش خبری دی۔ چنانچہ 20 رفروری 1886ء کو آپؑ نے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں وہ پیش گوئی تھی۔

؎ بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا جو ہوگا ایک دن محبوب میرا

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ''خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جل شانہٗ و عزاسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ ''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا... سو میں نے تیری تضرّعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہشیار پور اور

لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفرؔ! تجھ پر سلام ... سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے ہوگا... وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا... نور آتا ہے نور جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا وَ کَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔'' (تذکرہ صفحہ 109 تا 111 ایڈیشن پنجم)

یہ غیب کی بشارات اتنی مہتم بالشان ہیں کہ اس میں کم از کم اٹھاون نشانات ہیں جو کہ ایک ایک کر کے حضرت مصلح موعودؓ کی ذات گرامی میں سب کے سب پورے ہوئے اور ان سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے خدائی وعدے سچے اور اس کی پیشگوئی برحق ہے، کوئی کاذب یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ اتنی تفاصیل پر مشتمل پیشگوئی کرے اور اس کا ایک ایک جز من وعن پورا ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی شادی 45 سال سے متجاوز عمر میں ہوئی، کسی بھی شخص سے متعلق کون کہہ سکتا ہے کہ اس کے ہاں ضرور اولاد ہوگی اور ہوگی تو زندہ رہے گی اور اگر زندہ رہی تو اس میں یہ یہ خوبیاں ہوں گی۔ بسا اوقات بڑے بڑے عالم فاضل لوگوں کی اولاد غبی جاہل ہوتی ہے، کئی پاکباز بزرگوں کی اولاد بے دین ہو جاتی ہے لیکن مصلح موعودؓ کی پیشگوئی میں پرشوکت الفاظ اور کمال تحدی کے ساتھ بہت سے وعدے کئے گئے۔ چنانچہ وہ پسر موعودؓ جملہ پیشگوئیوں کے عین مطابق اپنے پدر بزرگوار کے حسن و احسان میں نظیر، یہ فرزند ارجمند جلد جلد بڑھا اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا گیا۔ (مصباح فروری 1995ء صفحہ 3، 4)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ''ایسا انسان جس کی صحت ایک دن بھی اچھی نہیں ہوئی۔ اس انسان کو خدا نے زندہ رکھا اور اس لئے زندہ رکھا کہ اس کے ذریعہ اپنی پیش گوئیوں کو پورا کرے... اسلام کی صداقت کا ثبوت لوگوں کے سامنے مہیا کرے۔ پھر میں وہ شخص تھا جسے علوم ظاہری میں سے کوئی علم حاصل نہ تھا مگر خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کے لئے بھجوایا اور مجھے قرآن کے ان مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے واہمہ اور گمان میں بھی نہیں آ سکتے۔'' (مصباح فروری 1997ء صفحہ 9)

اللہ تعالیٰ کے الہام کے تحت حضرت مسیح موعودؑ نے اس پیش گوئی کو بطور نشان اپنے مخالفین کے سامنے پیش فرمایا اور کثرت سے اس کی اشاعت فرمائی۔

ولادت:۔ الٰہی بشارتوں کے مطابق حضرت مصلح موعودؓ مورخہ 12 رجنوری بروز ہفتہ 1889ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کی تربیت حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کے زیر سایہ حضرت امّاں جانؓ کی گود میں ہوئی۔

آپؓ کی چھوٹی ہمشیرہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں ''میں نے حضرت اُمّ المومنینؓ کو ایک خواب بیان فرماتے سنا ہے بلکہ خود مجھے بھی مخاطب فرما کر سنایا ہے دو چار بار فرمایا ''جب تمہارے بڑے بھائی پیدا ہونے کو تھے تو ایام حمل میں میں نے خواب دیکھا کہ میری شادی مرزا نظام الدین سے ہو رہی ہے۔ اس خواب کا میرے دل پر مرزا نظام دین کے اشد مخالف ہونے کی وجہ سے بہت برا اثر پڑا کہ دشمن سے شادی میں نے کیوں دیکھی؟ میں تین روز تک مغموم رہی اور اکثر روتی رہتی تمہارے ابا یعنی حضرت مسیح موعودؑ سے میں نے ذکر نہیں کیا۔ مگر جب آپؑ نے بہت اصرار کیا کہ بات کیا ہے؟ کیا تکلیف پہنچی ہے؟ مجھے بتانا چاہیے تو میں نے ڈرتے ڈرتے یہ خواب بیان کیا۔ خواب سن کر تو آپؑ بے حد خوش ہو گئے اور فرمایا اتنا مبارک خواب اور اتنے دن تم نے مجھ سے چھپایا۔ تمہارے ہاں لڑکا اسی حمل سے پیدا ہوگا اور نظام الدین کے نام پر غور کرو۔ اس کا مطلب یہ مرزا نظام الدین نہیں۔ تم نے اتنے دن تکلیف اٹھائی اور مجھے یہ بشارت نہیں سُنائی۔'' (سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ 137، 138)

آپؓ مزید فرماتی ہیں ''جہاں تک مجھے یاد ہے حضرت اماں جانؓ کی زبانی دائی کا نام ہر ودائی تھا۔ اذان بھی کان میں حضورؑ خود دیتے تھے اور غالباً شہد وغیرہ بھی خود ہی چٹاتے ہوں گے۔ مگر اس کے لئے خاص الفاظ حضرت اماں جانؓ کے مجھے یاد نہیں... بسم اللہ وغیرہ کی کوئی تقریب میں نے نہیں سنی نہ دیکھی۔ آمین بے شک ہم سب کی ہوئی اور بہت دھوم سے ہوئی۔''

(سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ 138)

بچپن کے ابتدائی ایام:۔ آپؓ کی دلچسپیوں کا دائرہ بہت وسیع تھا... کھیلوں میں آپؓ کی دلچسپی کا عمومی تعارف تو یہ ہے کہ کبھی آپؓ نے کسی ایک کھیل کو اس طرح منفرد کر کے نہیں اپنایا کہ وہ مستقلاً آپؓ کی عادت بن جائے... طبیعت میں تجسس کا مادہ بہت تھا اور نئی چیز دیکھنے پر اس کا ذاتی

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ

تجربہ حاصل کرنے کا شوق مچلنے لگتا۔ چنانچہ ایسے دنوں میں جب کہ موسم اور طبیعت کو فٹ بال سے زیادہ مناسبت ہو آپؓ فٹ بال کھیلا کرتے... جب برسات کی جھڑیاں قادیان کے گرداگرد پھیلے ہوئے جوہڑوں کو لبالب بھر دیتیں بلکہ پانی ان کے کناروں سے اُچھل کر میدانوں میں پھیل جاتا اور قادیان حدِّ نظر تک پھیلے ہوئے پانی کے درمیان ایک جزیرہ دکھائی دینے لگتا تو تیراکی اور کشتی رانی کا شوق ہر شوق پر غالب آ جاتا۔ پھر جب خزاں اور بہار کے معتدل دن رات شکار کا موسم لے کر آتے تو آپؓ کے دل میں بھی یہ شوق کروٹیں لینے لگتا... حضرت اماں جانؓ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام جہاں ضروری سمجھتے مناسب نصیحت فرمادیتے جو حکمت و دانائی سے لبریز ہوتی۔ ایک مرتبہ آپؓ ایک طوطا شکار کر لائے۔ ہمارے ہاں عوام الناس میں طوطے کو حرام سمجھا جاتا ہے اور بہت سے علماء کے نزدیک اس کا کھانا مکروہ ہے لیکن جہاں تک شریعت کا تعلق ہے کوئی ثبوت اس کے حرام یا مکروہ ہونے کا نہیں ملتا البتہ ہمارا مزاج ضرور گواہی دیتا ہے کہ یہ جانور کھانے کا نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس موقع پر ظاہری اصطلاحوں میں پڑنے کی بجائے بڑے ہی پیارے انداز میں وہ حکمت کی بات صاحبزادہ صاحب کو سمجھادی... آپؑ نے فرمایا ”میاں! اللہ تعالیٰ نے سب جانور کھانے کے لئے ہی پیدا نہیں کئے۔ بعض ان میں سے خوبصورتی کے لئے بھی پیدا کئے گئے ہیں۔“ (سوانح فضل عمرؓ جلد اوّل صفحہ 126 تا 130)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بیان فرماتی ہیں ”آپؓ گھر میں کھیلتے تھے اکثر وقت پاکر جو خالی صحن ہو اس میں گیند بلا وغیرہ اور اس کے علاوہ گھر کے باہر آپؓ کے مشاغل غلیل سے نشانہ بازی، کشتی چلانا تیرنا وغیرہ تھے...اس سے ذرا بڑے ہوئے تو سواری سیکھی اور گھوڑے کی سواری کو بہت پسند کرتے تھے... میں نے تو بڑے بھائی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مانند محبت کرنے والا پایا۔ ذرا بڑے ہو کر یہ محبت ایک دوستی کا رنگ بھی اختیار کر گئی... میں بہت چھوٹی تھی آپؓ باہر ڈھاب (جوہڑ) میں کشتی چلانے گئے ہوئے تھے دولڑکے آئے اور کہا میاں ٹب مانگ رہے ہیں۔ ٹب دے دیا گیا اور میں نے اس وقت اپنی زندگی میں پہلا شعر کہا۔ جب آئے تو خوشی سے لپٹ کر کہا، بڑے بھائی! میں نے تمہارے لئے شعر بنایا ہے۔ (اس وقت اس عمر میں ہم شعر کہتے نہیں تھے بلکہ بناتے تھے۔) فرمایا بتاؤ بتاؤ کیا؟ میں نے بڑے فخر سے سنایا کہ

ٹب لینا تھا ٹب لے گئے   کشتی چلانی تھی کشتی چلا گئے

اس کو یاد کر کے اب تک ہنسا کرتے تھے۔“

(سوانح فضل عمرؓ جلد اوّل صفحہ 140 تا 142)

تربیت والدین :۔ حضرت صاحبؓ کی سیرت کا یہ دور اپنے بزرگ والد کی سیرت سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک تربیت کا سب سے مقدم ذریعہ دعا تھا۔ آپؑ کی تربیت کا رنگ بے حد لطیف تھا۔ اس کے لئے آپؑ کبھی کوئی چھوٹے سے چھوٹا موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے جس کی مدد سے اس بچے کے اخلاق کو ایک نرالی شان سے صیقل کیا جاسکے۔ اس سلسلہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ فرماتے ہیں ”آپؑ نے حضرت صاحبزادہ مرزا محمود صاحب پر کبھی سختی نہیں کی... مگر جہاں تک امورِ دینیہ کا تعلق ہے یا ایسی غلطیوں کا سوال ہے جن کے نتیجہ میں اخلاق پر بُرا اثر پڑنے کا خطرہ ہوسکتا تھا وہاں آپؑ نے موقع و محل کے مطابق کبھی نرمی سے اور کبھی سختی سے آپ کو اس طرف توجہ ضرور دلائی... حضرت صاحبزادہ صاحب کا اپنا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک کتا ہمارے دروازے پر آیا۔ میں وہاں کھڑا تھا۔ اندر کمرے میں صرف حضرت صاحبؑ تھے۔ میں نے اس کتے کو اشارہ کیا اور کہا ”ٹیپو! ٹیپو! ٹیپو!!!“ حضرت صاحبؑ بڑے غصے سے باہر نکلے اور فرمایا ”تمہیں شرم نہیں آتی کہ انگریز نے تو دشمنی کی وجہ سے اپنے

کتوں کا نام ایک صادق مسلمان کے نام پر ٹیپو رکھ دیا ہے اور تم اُن کی نقل کر کے کتے کو ٹیپو کہتے ہو۔ خبردار! آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا"۔ میری عمر شاید آٹھ نو سال کی تھی۔ وہ پہلا دن تھا جب سے میرے دل کے اندر سلطان ٹیپو کی محبت قائم ہوگئی۔" (سوانح فضل عمرؓ جلد اوّل صفحہ 77،78)

"نہایت شفیق اور مہربان ہونے کے باوجود حضرت مسیح موعودؑ کبھی یہ پسند نہ فرماتے تھے کہ بچہ دینی فرائض کی سرانجام دہی میں غفلت برتے اور آپؑ بغیر سرزنش یا اظہار ناراضگی کے اسے چھوڑ دیں اسی قسم کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ فرماتے ہیں "ایک دفعہ حضرت صاحبؑ کچھ بیمار تھے اس لیے جمعہ کے لئے مسجد میں نہ جا سکے۔ میں اس وقت بالغ نہیں تھا کہ بلوغت والے احکام مجھ پر جاری ہوں۔ تاہم میں جمعہ پڑھنے کے لئے مسجد کو آرہا تھا کہ ایک شخص مجھے ملا، میں نے اُن سے پوچھا" آپ واپس آرہے ہیں، کیا نماز ہوگئی؟" انہوں نے کہا۔" آدمی بہت ہیں مسجد میں جگہ نہیں تھی میں واپس آ گیا"۔ میں بھی یہ جواب سن کر واپس آ گیا اور گھر میں آ کر نماز پڑھ لی۔ حضرت صاحبؑ نے یہ دیکھ کر مجھ سے پوچھا" مسجد میں نماز پڑھنے کیوں نہیں گئے؟" خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ میں بچپن سے ہی حضرت صاحبؑ کا ادب اُن کے نبی ہونے کی حیثیت سے کرتا تھا۔ میں نے دیکھا آپؑ کے پوچھنے میں ایک سختی تھی اور آپؑ کے چہرہ سے غصہ ظاہر ہوتا تھا۔ آپؑ کے اس رنگ میں پوچھنے کا مجھ پر بہت ہی اثر ہوا۔ جواب میں میں نے کہا کہ" میں گیا تو تھا لیکن جگہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس آ گیا"۔ آپؑ یہ سن کر خاموش ہوگئے لیکن اب جس وقت جمعہ پڑھ کر مولوی عبدالکریم صاحبؓ آپؑ کی طبیعت کا حال پوچھنے کے لئے آئے تو سب سے پہلی بات جو حضرت مسیح موعودؑ نے آپؓ سے دریافت کی، وہ یہ تھی کہ آج لوگ مسجد میں زیادہ تھے؟ اس وقت میرے دل میں سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی کیونکہ میں خود تو گیا ہی نہیں تھا۔ معلوم نہیں بتانے والے کو غلطی لگی یا مجھے اس کی بات سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں ان کی بات سے یہ سمجھا تھا کہ مسجد میں جگہ نہیں ہے۔ مجھے فکر یہ ہوئی کہ اگر غلط فہمی ہوئی ہے یا بتانے والے کو ہوئی ہے، دونوں صورتوں میں الزام مجھ پر آئے گا کہ میں نے جُھوٹ بولا۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے جواب دیا۔" ہاں حضور! آج واقعہ میں بہت لوگ تھے۔" میں اب بھی نہیں جانتا کہ اصلیت کیا تھی۔ خدا نے میری بریت کے لئے یہ سامان کر دیا کہ مولوی صاحب کی زبان سے بھی تصدیق کرا دی کہ فی الواقعہ اس دن غیر معمولی طور پر لوگ آئے تھے۔ بہرحال یہ ایک واقعہ ہے جس کا آج تک میرے قلب پر گہرا اثر ہے۔" (سوانح فضل عمرؓ جلد اوّل صفحہ 79،80)

یہ مضمون ادھورا رہے گا اگر یہ ذکر نہ کیا جائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تربیت کے ساتھ ساتھ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی بزرگ والدہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعودؓ

حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تربیت کا بھی آپؓ کے کردار کی تشکیل پر نہایت گہرا اثر پڑا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات نے خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی مالی مشکلات، ذرائع آمد کی کمی اور زمیندارہ انتظام کی کمزوری کو بالکل نمایاں کر دیا تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کا اصل ورثہ آپؑ کی روحانی برکتیں تھیں نہ کہ دنیاوی مال ومنال۔ حضرت ام المومنینؓ کو اللہ تعالیٰ نے تربیت کا نہایت لطیف ملکہ اور گہری فراست عطا فرمائی تھی چنانچہ مالی مشکلات کے اس صبر آزما دور میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے خیالات اور جذبات کی رو کو اصل حقیقت کی طرف مبذول کرنے کی خاطر اپنے لخت جگر کا ہاتھ تھام کر اسے بیت الدُّعا یعنی اس چھوٹے سے حجرہ میں لے گئیں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تخلیہ میں اپنے رب کی عبادت اور مناجات کیا کرتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہاموں والی کاپی نکال کر آپؓ کے سامنے رکھ دی اور کہا میں

سمجھتی ہوں یہی تمہارا سب سے بڑا ورثہ ہے۔''

(سوانح فضل عمرؓ جلداوّل صفحہ 243)

تربیت قبول کرنے کی اہلیت: ۔جب ہم حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں ۔تو ہمیں آپؓ کی ذات میں یہ خوبی بدرجۂ اتم موجود نظر آتی ہے کہ اچھی باتوں کو قبول کرنے اور خوبصورت رنگوں کو اپنانے کا مادہ آپ کو بدرجۂ احسن ودیعت ہوا تھا۔یہی نہیں بلکہ غلط نقش کو رد کرنے کی اہلیت بھی آپ بخوبی رکھتے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ''ایک دفعہ میں نے لاہور آنے پر یہاں بعض لڑکوں کو نکٹائی لگاتے دیکھا اور میں نے بھی شوق سے ایک نکٹائی خرید لی اور پہننی شروع کر دی...(میرے ایک۔ناقل) مرحوم دوست مجھے پکڑ کر ایک طرف لے گئے اور کہنے لگے'' آج آپ نے نکٹائی پہنی ہے تو ہم

کل کنچنیوں کا تماشہ دیکھنے لگ جائیں گے کیونکہ ہم نے تو آپ سے سبق سیکھنا ہے۔جو قدم آپ اٹھائیں گے،ہم بھی آپ کے پیچھے چلیں گے۔'' یہ کہہ کر انہوں نے مجھ سے نکٹائی مانگی اور میں نے اُتار کر اُن کو دے دی۔ پس اُن کی یہ دو نصیحتیں مجھے کبھی نہیں بھول سکتی اور میں سمجھتا ہوں کہ ایک مخلص متبع کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔اگر ہمارے خاندان کا کوئی نوجوان اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھتا تو صاحبزادہ صاحب!صاحبزادہ صاحب کہہ کر اس کا دماغ بگاڑنا نہیں چاہیئے، بلکہ اس سے کہنا چاہیئے کہ آپ ہوتے تو صاحبزادہ ہی تھے مگر اب غلام زادہ سے بھی بدتر معلوم ہو رہے ہیں اس لئے آپ کو چاہیئے کہ اپنی اصلاح کریں''۔

(سوانح فضل عمرؓ جلداوّل صفحہ 91،92)

آپؓ اس سلسلہ میں مزید فرماتے ہیں''...میں نے حضرت صاحبؑ کو والد ہونے کی وجہ سے نہیں مانا تھا بلکہ جب میں گیارہ سال کے قریب کا تھا...تو میں نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ اگر میری تحقیقات میں وہ نعوذ باللہ جھوٹے نکلے تو میں گھر سے نکل جاؤں گا مگر میں نے ان کی صداقت کو سمجھا اور میرا ایمان بڑھتا گیا حتیٰ کہ جب آپؑ فوت ہوئے تو میرا یقین اور بھی بڑھ گیا۔''

(سوانح فضل عمرؓ جلداوّل صفحہ 96)

حلیہ مبارک :۔آپؓ بہت متناسب الاعضاء میانہ قد تھے۔جسم ہلکا پھلکا اور چھریرا تھا جو آخری عمر میں بھرا بھرا لگنے لگا تھا تاہم موٹا پا اور بھدا پن کبھی بھی نہ آیا۔آنکھیں غلافی پُرکشش جو عادتاً نیم وا رہتی تھیں۔نظر اُٹھا کر کم ہی دیکھتے تھے مگر جس چیز کو بھی دیکھتے تھے اسے پاتال تک دیکھ لیتے اور حقیقت کو بخوبی سمجھ لیتے۔مسنون خوبصورت داڑھی جو نہ بہت لمبی تھی اور نہ ہی بہت چھوٹی...چہرے پر ایک بہت پیاری مسکراہٹ ہر وقت سجی رہتی۔کبھی کبھی قہقہہ لگا کر بھی ہنستے تھے مگر بہت کم۔ہر حرکت و ادا سنجیدگی و ثقاہت لئے ہوئے ہوتی، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپؓ ریاکار خشک مزاج صوفیوں یا زاہدوں کی طرح... خشکی کی تصویر بنے رہتے تھے بلکہ آپؓ نہایت لطیف حس مزاح رکھتے تھے۔آپؓ کی تقاریر بعض دفعہ گھنٹوں لمبی ہوتیں مگر سننے والا اُکتاہٹ اور بے دلی میں مبتلا نہ ہوتا کیونکہ آپؓ گفتگو اور تقریر کے دوران وقفہ وقفہ سے بہت موزوں اور موقع و محل کے مطابق کوئی لطیفہ یا دلچسپ واقعہ سنا کر محفل کو زعفران زار بنا دیتے یہی نہیں آپؓ خود کبھی کوئی غیر سنجیدہ اور غیر مہذب بات نہ کرتے۔

(سوانح فضل عمرؓ جلد پنجم صفحہ 1،2)

تعلیم :ناظرہ قرآن پڑھنے کے بعد آپ کو باقاعدہ اسکول میں داخل ہو کر مروّجہ دینی تعلیم پانے کا موقع ملا اور گھر پر بھی بعض اساتذہ سے اردو اور انگریزی کی امدادی تعلیم حاصل کی چنانچہ حضرت پیر منظور محمد صاحب رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ آپؓ کو اُردو پڑھاتے رہے اور بعد ازاں کچھ عرصہ حضرت

مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ نے آپؓ کو انگریزی پڑھائی لیکن یہ سب تعلیم کس ماحول میں اور کس اہتمام کے ساتھ ہوئی یہ ایک دلچسپ داستان ہے جو خود حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ ہی کے الفاظ میں سننے سے تعلق رکھتی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں ”میری تعلیم کے سلسلہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا ہے۔ آپؓ چونکہ طبیب بھی تھے اور اس بات کو جانتے تھے کہ میری صحت اس قابل نہیں کہ میں کتاب کی طرف زیادہ دیر تک دیکھ سکوں اس لئے آپؓ کا طریق تھا کہ آپؓ مجھے اپنے پاس بٹھا لیتے اور فرماتے ”میاں میں پڑھتا جاتا ہوں تم سنتے جاؤ“۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بچپن میں میری آنکھوں میں سخت کُکرے پڑ گئے تھے اور متواتر تین چار سال تک میری آنکھیں دُکھتی رہیں اور ایسی شدید تکلیف کُکروں کی وجہ سے پیدا ہوگئی کہ ڈاکٹروں نے کہا اس کی بینائی ضائع ہوجائے گی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری صحت کے لئے خاص طور پر دعائیں کرنی شروع کردیں اور ساتھ ہی آپؑ نے روزے رکھنے شروع کردیئے مجھے اس وقت یاد نہیں کہ آپؑ نے کتنے روزے رکھے۔ بہر حال تین یا سات روزے آپؑ نے رکھے۔ جب آخری روزے کی افطاری کرنے لگے اور روزہ کھولنے کے لئے منہ میں کوئی چیز ڈالی تو یکدم میں نے آنکھیں کھول دیں اور میں نے آواز دی کہ مجھے نظر آنے لگ گیا ہے... حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے استادوں سے کہہ دیا تھا کہ پڑھائی اُس کی مرضی پر ہوگی یہ جتنا پڑھنا چاہے پڑھے اور اگر نہ پڑھے تو اس پر زور نہ دیا جائے کیونکہ اس کی صحت اس قابل نہیں کہ یہ پڑھائی کا بوجھ برداشت کرسکے۔ حضرت مسیح موعودؑ بارہا مجھے صرف یہی فرماتے کہ تم قرآن کا ترجمہ اور بخاری حضرت مولوی صاحبؓ سے پڑھ لو اس کے علاوہ آپؑ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ کچھ طب بھی پڑھ لو کیونکہ یہ ہمارا خاندانی فن ہے“۔

(سوانح فضل عمرؓ جلد اول صفحہ 104-105)

اس سلسلہ میں آپؓ مزید فرماتے ہیں ”ایک دفعہ ہمارے نانا جان حضرت میر ناصر نواب رضی اللہ عنہ نے میرا اُردو کا امتحان لیا۔ میں اب بھی بہت بدخط ہوں مگر اس زمانہ میں تو میرا اتنا بدخط تھا کہ پڑھا ہی نہیں جاتا تھا کہ میں نے کیا لکھا۔ انہوں نے بڑی کوشش کی کہ پتہ لگائیں میں نے کیا لکھا ہے۔ مگر انہیں کچھ پتہ نہ چلا .... جب میر صاحبؓ نے پرچہ دیکھا تو وہ جوش میں آگئے ... فوراً حضرت مسیح موعودؑ کے پاس پہنچے۔ میں بھی اتفاقاً اس وقت گھر میں ہی تھا۔ ہم تو پہلے ہی ان کی طبیعت سے ڈرا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے پاس شکایت لے کر پہنچے تو اور بھی ڈر پیدا ہوا کہ اب نا معلوم کیا ہو۔ خیر میر صاحبؓ آگئے اور حضرت صاحبؑ سے کہنے لگے کہ محمود کی تعلیم کی طرف آپ کو ذرا بھی توجہ نہیں ہے میں نے اس کا اردو کا امتحان لیا تھا۔ آپ ذرا پرچہ تو دیکھیں اس کا اتنا برا خط ہے کہ کوئی بھی یہ خط نہیں پڑھ سکتا۔ پھر اسی جوش کی حالت میں وہ حضرت مسیح موعودؑ سے کہنے لگے آپ بالکل پرواہ نہیں کرتے اور لڑکے کی عمر برباد ہورہی ہے، حضرت مسیح موعودؑ نے جب میر صاحبؓ کو اس طرح جوش کی حالت میں دیکھا تو فرمایا ”بلاؤ حضرت مولوی صاحب کو“ جب آپؑ کو کوئی مشکل پیش آتی تو ہمیشہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کو بُلا لیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کو مجھ سے بڑی محبت تھی آپؓ تشریف لائے اور حسب معمول سر نیچا ڈال کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ”مولوی صاحب! میں نے آپ کو اس غرض کے لئے بُلایا ہے کہ میر صاحب کہتے ہیں کہ محمود کا لکھا ہوا پڑھا نہیں جاتا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اس کا امتحان لیا جائے، یہ کہتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے قلم اُٹھائی اور دو تین سطریں ایک عبارت لکھ کر مجھے دی اور فرمایا اس کو نقل کرو۔ بس یہ امتحان تھا جو حضرت مسیح موعودؑ نے لیا میں نے بڑی احتیاط سے اور سوچ سمجھ کر اس کو نقل کردیا... اور نقل کرنے میں تو اور بھی آسانی ہوتی ہے۔ کیونکہ اصل چیز سامنے ہوتی ہے اور پھر میں نے آہستہ آہستہ نقل کیا۔ الف اور با وغیرہ احتیاط سے ڈالے جب حضرت مسیح موعودؑ نے اس کو دیکھا تو فرمانے لگے۔ مجھے تو میر صاحب کی بات سے بڑا فکر پیدا ہوگیا تھا مگر اس کا خط تو میرے خط کے ساتھ ملتا جلتا ہے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ پہلے ہی میری تائید میں اُدھار کھائے بیٹھے تھے۔ فرمانے لگے حضور! میر صاحب کو تو یونہی جوش آگیا ورنہ

سفر یورپ 1924ء کے بعض احباب حضرت مصلح موعودؓ کے ہمراہ
تصویر میں دائیں جانب حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کھڑے ہیں

اس کا خط تو بڑا اچھا ہے۔''

(سوانح فضل عمرؓ جلد اوّل صفحہ 106 تا 108)

خدا تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ اگر چہ آپؓ نے دینی و دنیاوی تعلیم سکولوں اور کالجوں میں حاصل نہ کی تھی لیکن اتنے باشعور تھے اور مطالعہ اتنا وسیع تھا کہ مقابلے پر آنے والے کو دلائل سے قائل کر لیتے تھے۔ آپؓ نے بیش قیمت اور نادر کتب کا ایک بڑا خزانہ جماعت کی راہنمائی کے لئے تصنیف کیا ہے۔ قرآن کریم کے علم ومعارف ،فقہ اور حدیث پر پوری دسترس حاصل تھی۔ اس کے علاوہ آپؓ بہترین مقرر تھے ۔گھنٹوں کسی بھی موضوع پر تقریر کر سکتے تھے۔ تقریر اور نثر کے علاوہ آپؓ بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ اشاعت دین کا عزم کرتے ہوئے کہتے ہیں

محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

اساتذہ کی رائے :۔حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ آپؓ کے انگریزی کے استاد تھے، اپنے تاثرات بیان فرماتے ہیں'' میں نے بچپن سے ہی حضور میں سوائے اوصاف حمیدہ اور خصائل محمودہ کے کچھ نہیں دیکھا۔ ابتدا میں ہی آپ میں نیکی کے انوار اور تقویٰ کے آثار پائے جاتے تھے۔ جو آپ کی عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اور زیادہ نمایاں ہوتے گئے تھے۔''

(سوانح فضل عمرؓ جلد اول صفحہ 114)

حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک جلیل القدر صحابی اور جید عالم تھے اور جن کے علم وفضل کا شہرہ دُور دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے اساتذہ میں سے تھے بیان فرماتے ہیں '' حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مجھ سے پڑھا کرتے تھے تو ایک دن میں نے کہا کہ '' میاں! آپ کے والد صاحب کو تو کثرت سے الہام ہوتے ہیں۔ کیا آپ کو بھی الہام ہوتا اور خوابیں وغیرہ آتی ہیں؟'' تو میاں صاحب نے فرمایا کہ '' مولوی صاحب! خوابیں تو بہت آتی ہیں اور میں ایک خواب تو تقریباً روز ہی دیکھتا ہوں اور جونہی میں تکیہ پر سر رکھتا ہوں اس وقت سے لے کر صبح اُٹھنے تک یہ نظارہ دیکھتا ہوں کہ ایک فوج ہے جس کی میں کمان کر رہا ہوں اور بعض اوقات ایسا دیکھتا ہوں کہ سمندروں سے گزر کر آگے جا کر حریف کا مقابلہ کر رہے ہیں اور کئی بار ایسا ہوا ہے کہ اگر میں نے پار گزرنے کے لئے کوئی چیز نہیں پائی تو سرکنڈے وغیرہ سے کشتی بنا کر اور اس کے ذریعہ پار ہو کر حملہ آور ہو گیا ہوں۔'' میں نے جس وقت یہ خواب آپ سے سنا اسی وقت سے میرے دل میں یہ بات گڑی ہوئی ہے کہ یہ شخص کسی وقت یقیناً جماعت کی قیادت کرے گا اور میں نے اسی وجہ سے کلاس میں بیٹھ کر آپ کو پڑھانا چھوڑ دیا۔ آپ کو اپنی کرسی پر بٹھاتا اور خود آپ کی جگہ بیٹھ کر آپ کو پڑھاتا اور میں نے خواب سُن کر آپ سے یہ بھی عرض کر دیا تھا کہ میاں! آپ بڑے ہو کر مجھے بھلا نہ دیں اور مجھ پر بھی نظرِ شفقت رکھیں۔''

(سوانح فضل عمرؓ جلد اوّل ص صفحہ 152)

آپؓ کی سیرت کے نمایاں پہلو

آپؓ اتنی خوبیوں اور صفات سے بہرہ ور تھے کہ آپؓ ایک فرد کی بجائے اپنی ذات میں ایک انجمن تھے اور آپؓ کی زندگی کے ہر پہلو یا ہر خوبی پر نظر ڈالنے سے یوں لگتا ہے کہ آپؓ اس میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ آپؓ کی سیرت کے نمایاں پہلو جن میں ''محبت الٰہی ،عشقِ رسولؐ ،قرآن کی محبت اور قبولیت دعا ہے۔ آپؓ کی حیات طیبہ ہمارے لئے روشنی کا مینار ہے۔

محبت الٰہی :۔اللہ تعالیٰ پر جو آپؓ کا ایمان تھا اس کی ابتدا جس رنگ میں ہوئی اس کا بیان آپؓ کے ہی الفاظ میں درج ہے''1900ء میرے قلب کو اسلامی احکام کی طرف توجہ دلانے کا موجب ہوا ہے۔ میں گیارہ سال کا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے کوئی شخص چھینٹ کی قسم کے کپڑے کا ایک جُبّہ لایا تھا میں نے آپ سے وہ جُبّہ لے لیا تھا کسی اور خیال سے نہیں بلکہ اس لئے کہ اس کا رنگ اور اس کے نقش مجھے پسند تھے میں اسے پہن نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کے دامن میرے پاؤں سے نیچے لٹکتے رہتے تھے۔ جب میں گیارہ سال کا ہوا اور 1900ء نے دنیا میں قدم رکھا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں اسکے وجود کا کیا ثبوت ہے؟ دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا

آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لیے کیسی خوشی کی گھڑی تھی جس طرح ایک بچہ کو اُس کی ماں مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان، علمی ایمان سے تبدیل ہو گیا۔ میں اپنے جامہ میں پھُولا نہیں سماتا تھا میں نے اُس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا کہ خدایا! مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو اس وقت میں گیارہ سال کا تھا... مگر آج بھی اس دعا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں میں آج بھی یہی کہتا ہوں کہ خدایا! تیری ذات کے متعلق مجھے کبھی شک پیدا نہ ہو۔ ہاں اس وقت میں بچہ تھا اب مجھے زائد تجربہ ہے اب اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو۔"
(سوانح فضل عمرؓ جلد اول صفحہ 97،98)

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ۔آپؓ کا حضور ﷺ سے تعلق روایتی اور جذباتی ہی نہیں تھا بلکہ آپ معرفت و وجدان کی دولت سے مالا مال تھے۔ آنحضرتؐ سے کمال محبت وعقیدت حضورؓ کی ہر حرکت، ہر بات، ہر تقریر، ہر تحریر سے ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ خود فرماتے ہیں "میں کسی خوبی کا اپنے لئے دعویدار نہیں ہوں ۔میں فقط خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک نشان ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی شان کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے ہتھیار بنایا ہے۔اس سے زیادہ نہ مجھے کوئی دعویٰ ہے نہ مجھے کسی دعویٰ میں خوشی ہے میری ساری خوشی اسی سے ہے کہ میری خاک محمد رسول اللہ ﷺ کی کھیتی میں کھاد کے طور پر کام آجائے اور اللہ تعالیٰ مجھ پر راضی ہو جائے اور میرا خاتمہ رسول کریمؐ کے دین کے قیام کی کوشش پر ہو۔"
(سوانح فضل عمرؓ جلد پنجم صفحہ 31)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں "مجھے کبھی نہیں یاد کہ آپؓ نے آنحضرتؐ کا نام لیا اور آپؓ کی آواز میں لرزش اور آپؓ کی آنکھوں میں آنسو نہ آ گئے ہوں ۔آپؓ کے مندرجہ ذیل اشعار جو سرورِ دو عالم ﷺ کے لئے کہے گئے ہیں آپؓ کی محبت پر روشنی ڈالتے ہیں:۔

مجھے اس بات پر ہے فخر محمود — مرا معشوق محبوب خدا ہے
ہو اس کے نام پر قربان سب کچھ — کہ وہ شاہنشہِ ہر دو سرا ہے
اسی سے میرا دل پاتا ہے تسکیں — وہی آرام میری روح کا ہے
خدا کو اس سے مل کر ہم نے پایا — وہی اک راہ دیں کا رہنما ہے

(کلام محمود) (سوانح فضل عمرؓ جلد پنجم صفحہ 361،362)

عشق ومحبت کی یہ بے مثال کیفیت الفاظ بیان کی حدود سے کہیں زیادہ وسیع اور گہری ہے۔1927ء میں اس کیفیت کے کسی قدر اظہار کا ایک موقع پیدا ہوا۔ایک ہندو اخبار "ورتمان" نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک نہایت دلآزار مضمون شائع کیا۔اسی زمانے میں ایک نہایت گندی کتاب "رنگیلا رسول" کے نام سے شائع ہوئی یہ ایسا واقعہ تھا جس نے عاشقِ رسولؐ کو سراپا احتجاج بنا دیا آپؓ نے ایک مضمون بعنوان "رسول کریم ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرنے والے کیا اب بھی بیدار نہ ہونگے ؟" فوری طور پر تحریر فرمایا جسے سارے ملک میں بصورت پمفلٹ اور پوسٹر شائع کیا گیا اس سلسلہ میں مصلحتِ وقت کے مطابق یہ بھی اہتمام کیا گیا کہ یہ پوسٹر ملک کے تمام بڑے بڑے شہروں میں نمایاں مقامات پر ایک ہی رات میں چسپاں کیا جاوے۔ (سوانح فضل عمرؓ جلد پنجم صفحہ 38،39)
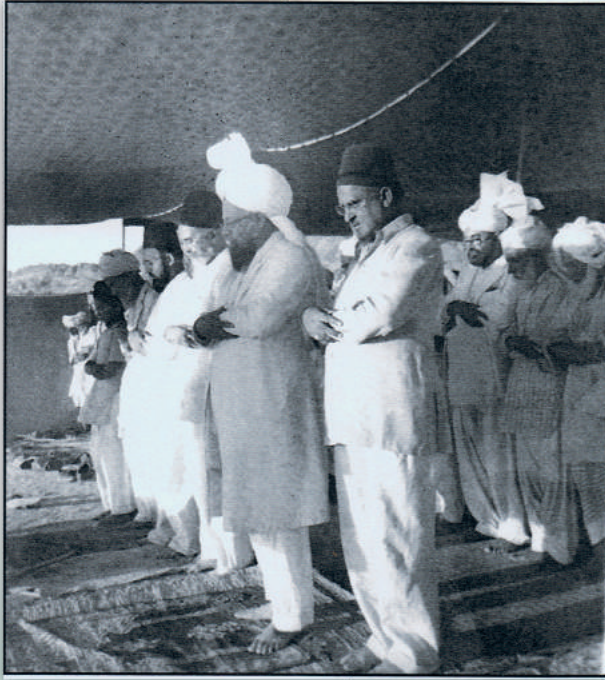
ربوہ میں پہلی نماز 20ستمبر 1948ء

سیرت النبیؐ کے جلسوں کا انعقاد:۔اس سلسلہ میں ایک اور درخشندہ باب کا اضافہ ہوا اور ملک بھر میں منظم طریق پر "سیرت النبیؐ" کے جلسوں کا انعقاد شروع ہوا۔اس بابرکت تجویز کو پیش کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں "لوگوں کو آپؐ پر حملہ کرنے کی جرأت اس لئے ہوتی ہے کہ وہ آپؐ کی زندگی کے صحیح حالات سے ناواقف ہیں یا اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے لوگ ناواقف ہیں اور اس کا ایک ہی علاج ہے

جو یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی سوانح پر اس کثرت سے اور اس قدر زور کے ساتھ لیکچر دیئے جائیں کہ ہندوستان کا بچہ بچہ آپ ﷺ کے حالات زندگی اور آپ ﷺ کی پاکیزگی سے آگاہ ہوجائے اور کسی کو آپؐ کے متعلق زبان درازی کرنے کی جرأت نہ رہے"...اس اہم قومی اور ملی مقصد کی تکمیل کے لئے آپؓ نے ایک وسیع پروگرام تجویز فرمایا جس کے اہم پہلو مندرجہ ذیل تھے۔

اول:۔ ہر سال آنحضرتؐ کے مقدس سوانح میں سے بعض اہم پہلوؤں کو منتخب کرکے ان پر خاص طور سے روشنی ڈالی جائے۔

دوم:۔ ان مضامین پر لیکچر دینے کے لئے آپؓ نے سالانہ جلسہ 1927ء میں ایسے ایک ہزار فدائیوں کا مطالبہ کیا جو لیکچر دینے کے لئے آگے آئیں۔

سوم:۔ سیرت النبیؐ پر تقریر کرنے کے لئے آپؓ نے فرمایا کہ "رسول کریم ﷺ کے احسانات سب دنیا پر ہیں اس لئے مسلمانوں کے علاوہ وہ لوگ جن کو ابھی تک یہ توفیق نہیں ملی کہ وہ رسول کریم ﷺ کے اس تعلق کو محسوس کرسکیں جو آپؐ کو خدا تعالیٰ کے ساتھ تھا مگر وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ آپؐ نے اپنی قربانیوں سے بنی نوع انسان پر بہت احسان کئے ہیں وہ بھی اپنے آپ کو پیش کرسکتے ہیں۔

چہارم:۔ غیر مسلموں کو سیرت رسولؐ کے موضوع سے وابستگی اور شوق پیدا کرنے کے لئے یہ اعلان کیا گیا کہ جو غیر مسلم احباب ان جلسوں میں تقریریں کرنے کی تیاری کریں گے اور اپنے مضامین ارسال کریں گے ان میں سے اول، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والوں کو علی الترتیب سو، پچاس اور پچیس روپے کے نقد انعامات بھی دیئے جائیں گے۔
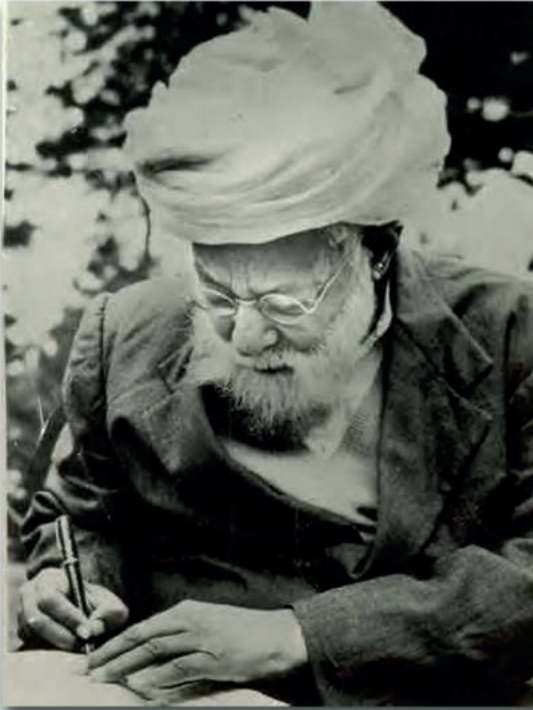
پنجم:۔ وسیع تر مفاد اور عام اشاعت کی خاطر...یہ بھی مناسب سمجھا گیا کہ ایسے جلسوں کو رسمی طور پر کسی ایک دن ہی منانا ضروری نہ سمجھا جائے بلکہ اس مقصد کے لئے اور دن بھی مقرر کئے جاسکتے ہیں۔ روزنامہ الفضل میں بہت نمایاں جگہ پر مندرجہ ذیل اعلان بار بار شائع ہوتا رہا "رسول کریم ﷺ کے ایک ہزار فدائیوں کی ضرورت"۔

(سوانح فضل عمرؓ جلد پنجم صفحہ 50 تا 52)

قرآن سے محبت اور اشاعت علم قرآن کی تڑپ:۔

حضرت سیدہ اُم متین مریم صدیقہ صاحبہ فرماتی ہیں "قرآن مجید سے آپؓ کو جو عشق تھا اور جس طرح آپؓ نے اس کی تفسیریں لکھ کر اس کی اشاعت کی وہ تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ہے ...قرآن مجید کی تلاوت کا کوئی وقت مقرر نہ تھا جب بھی وقت ملا تلاوت کرلی یہ نہیں کہ دن میں صرف ایک بار یا دو بار۔ عموماً یہ ہوتا تھا کہ صبح اٹھ کر ناشتہ سے فارغ ہو کر ملاقاتوں کی اطلاع ہوئی آپؓ انتظار میں ٹہل رہے ہیں قرآن مجید ہاتھ میں ہے لوگ ملنے آگئے قرآن مجید رکھ دیا مل کر چلے گئے پڑھنا شروع کردیا۔ تین تین چار چار دنوں میں عموماً میں نے ختم کرتے دیکھا ہے"۔

(سوانح فضل عمرؓ جلد پنجم صفحہ 362، 363)

حضرت سیدنا مصلح موعودؓ کو قرآن سے گہری محبت اشاعت علم قرآن کی جو تڑپ تھی اس کا ایک اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ قاتلانہ حملے کے بعد جب حضورؓ کی علالت انتہائی تشویش ناک صورت اختیار کرگئی اور بغرض علاج آپؓ کو یورپ تشریف لے جانا پڑا اس موقع پر حضورؓ نے احباب جماعت کے نام ایک خصوصی پیغام میں تحریر فرمایا کہ "میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا ابھی دنیا تک تیرا قرآن صحیح طور پر نہیں پہنچا اور قرآن کے بغیر نہ اسلام ہے نہ مسلمان کی زندگی تو مجھے پھر سے توفیق بخش کہ میں قرآن کے بقیہ حصے کی تفسیر کر جاؤں اور دنیا پھر ایک لمبے عرصے کے لیے قرآن شریف سے واقف ہوجائے۔ اور اس پر عامل ہوجائے اور اس کی عاشق ہوجائے"۔

(ماہنامہ انصاراللہ پاکستان مئی، جون، جولائی 2008ء صفحہ 621)

اس سلسلہ میں آپؓ کا عظیم کارنامہ تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جانؓ سے محبت:۔

حضرت مسیح موعودؑ کے

ذکر پر آپؓ کی آنکھیں اکثر بھیگ جاتی تھیں۔آپؓ کی یاد میں آپؓ کے یہ اشعار آپؓ کے دل کی ترجمانی کرتے ہیں۔

اے مسیحا تیرے سودائی جو ہیں ہوش میں بتلا کہ ان کو لائے کون
تُو تو واں جنت میں خوش اور شاد ہے ان غریبوں کی خبر کو آئے کون
اے مسیحا ہم سے گو تو چھوٹ گیا دل سے پر الفت تری چھڑوائے کون
(کلامِ محمود)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بیان فرماتی ہیں کہ'' آپؓ کو اماں جانؓ سے بہت پیار تھا۔ایک مرتبہ حضرت اماں جانؓ بیمار ہوئیں ہم سب پریشان تھے،آپؓ مجھے الگ لے کر گئے کہا'' اماں جانؓ کے لئے بہت دعا کرو مگر ایک دعا میں کرتا ہوں تم بھی کیا کرو کہ ہماری اماں جان کو خدا تعالیٰ لمبی عمر دے۔ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے لیکن اب ہم پانچوں میں سے کسی کا غم اماں جان نہ دیکھیں یہ دعا کبھی نہ بھولنا''۔حضرت اماں جانؓ کی وفات ہوئی تو میں آپؓ کی چھاتی سے لگ گئی میرے آنسو بہنے لگے، مجھے سینے سے لگا کر فرمایا'' بالکل نہ رونا صبر صبر'' اور آپؓ کی آواز بھرا رہی تھی''۔ (مصباح فروری 2009ء صفحہ 25)

عائلی زندگی:۔حضرت مسیح موعودؑ پسند فرماتے تھے کہ نوجوانی کی عمر کو پہنچتے ہی بچہ کی شادی کردی جائے۔چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کی عمر ابھی تیرہ برس کی تھی کہ آپؑ نے 1902ء میں اپنے ایک مخلص مرید حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدینؓ کو تحریک فرمائی کہ وہ اپنی بڑی لڑکی رشیدہ بیگم (جن کا نام ام المومنینؓ نے محمودہ بیگم رکھ دیا تھا اور جو بعد از اں ام ناصرؓ کے نام سے مشہور ہوئیں) کا رشتہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ کرنے کے بارہ میں غور کریں۔

اس سلسلہ میں آپؑ نے محترم ڈاکٹر صاحبؓ کو لکھا''...جب آپ کو مسنون طور پر نکاح کے لئے لکھا جائے۔چند ہفتہ تک استخارہ کریں کہ ہر ایک کام جو استخارہ اور خدا کی مرضی سے کیا جاتا ہے وہ مبارک ہوتا ہے۔دوسرا میرا ارادہ یہ ہے اس نکاح میں انبیاء کی سنت کی طرح سب کام ہو۔بدعت اور بے ہودہ مصارف اور لغو رسوم اس نکاح میں نہ ہوں۔بلکہ ایسے سیدھے طریق پر ہو جو خدا کے پاک نبیوں نے پسند فرمایا ہے نکاح ہو جاوے تو موجب برکات ہو''۔محترم ڈاکٹر صاحبؓ کے رشتے داروں نے جو احمدی نہیں تھے اس رشتہ کی مخالفت کی لیکن ڈاکٹر صاحبؓ نے بلا تامل اس مبارک تعلق پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔ان دنوں ڈاکٹر صاحبؓ رڑکی ضلع سہارن پور (یوپی) میں متعین تھے...وہیں نکاح کی تقریب کا منعقد ہونا طے پایا۔چنانچہ صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ،حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ،حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ،حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ اور چند اور بزرگوں اور دوستوں کے ہمراہ 2 اکتوبر 1902ء کی شام کو رڑکی پہنچے۔اسٹیشن پر ڈاکٹر صاحب نے اپنے بہت سے دوستوں کے ساتھ استقبال کیا۔حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے ایک ہزار روپیہ حق مہر پر نکاح پڑھا اور 5 اکتوبر کو بعد نماز عصر یہ قافلہ رڑکی سے بخیریت قادیان پہنچا...رخصتانہ کی تقریب دوسرے سال 1903ء کے دوسرے ہفتے آگرہ میں منعقد ہوئی۔11 اکتوبر 1903ء کو بارات واپس قادیان پہنچی،اگلے دن اس خوشی میں حضورؑ کے گھر سے بتاشے تقسیم کئے گئے۔

(سوانح فضل عمرؓ جلد اول صفحہ 144،145)

آپؓ اپنی اہلی زندگی میں بے تکلفی کے علاوہ بیگمات کے آرام و راحت اور ان کے جذبات و احساسات کا بہت خیال فرماتے۔حضرت مہر آپا ایک واقعہ بیان فرماتی ہیں''ایک دفعہ ایسی صورت پیش آئی کہ گھر کے ملازم بوجہ بیماری رخصت پر تھے گھر کے کاموں کی مسلسل مصروفیت کے ساتھ ساتھ کھانا پکانے کا کام بھی پہلی دفعہ مجھے خود کرنا پڑا حضورؓ نے کھانے کی خوب تعریف فرمائی بلکہ مزید حوصلہ افزائی اور قدر دانی کے طور پر حضرت اماں جانؓ کو بھی کھانا بھجوایا اور یہ صراحت فرمائی کہ''یہ بشریٰ نے تیار کیا ہے''۔اس حوصلہ افزائی کے علاوہ آپؓ نے اس امر پر مسرت انگیز حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہ''تم نے اتنی جلدی اتنا سارا کام کیسے کر لیا'' اور یہ نصیحت بھی فرمائی کہ''اپنے اوپر اتنا بوجھ نہ ڈال لینا کہ تمہاری صحت پر اثر پڑے۔''

(سوانح فضل عمرؓ جلد پنجم صفحہ 374)

ایک واقعہ حضرت سیدہ اُمّ متین مریم صدیقہ صاحبہ نے بیان فرمایا ''عموماً شادیاں ہوتی ہیں دولہا دلہن ملتے ہیں تو سوائے عشق ومحبت کی باتوں کے اور کچھ نہیں ہوتا مجھے یاد ہے کہ میری شادی کی پہلی رات بے شک عشق ومحبت کی باتیں بھی ہوئیں مگر زیادہ تر عشق الٰہی کی باتیں تھیں۔ آپؓ کی باتوں کا لُبِ لباب یہ تھا اور مجھ سے ایک طرح عہد لیا جا رہا تھا کہ میں ذکر الٰہی اور دعاؤں کی عادت ڈالوں، دین کی خدمت کروں، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی عظیم ذمہ داریوں میں آپؓ کا ہاتھ بٹاؤں، بار بار آپؓ نے اس کا اظہار فرمایا کہ ''میں نے تم سے شادی اسی غرض سے کی ہے'' اور میں خود بھی اپنے والدین کے گھر سے یہی جذبہ لے کر آئی تھی''۔

(سوانح فضل عمرؓ جلد پنجم صفحہ 354،353)

شفیق باپ: ۔حضرت مریم صدیقہ صاحبہ فرماتی ہیں ''بچوں کے لئے انتہائی شفیق باپ تھے تربیت کی خاطر لڑکوں پر وقتاً فوقتاً سختی بھی کی لیکن ان کی عزت نفس کا خیال رکھا۔ مجھے یاد ہے کہ قادیان میں مجھے ان کی زور سے ڈانٹنے کی آواز آئی میں اندر کمرہ میں تھی ایکدم اس خیال سے باہر نکلی کہ دیکھوں کیا بات ہے کسے ڈانٹ رہے ہیں حضورؓ کسی بچہ کو پڑھائی ٹھیک نہ کرنے پر ناراض ہو رہے تھے میں اسی وقت واپس چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد جب اندر کمرہ میں آئے تو کہنے لگے ''میں جب اپنے بچہ کو ڈانٹ رہا تھا تو تمہیں وہاں نہیں آنا چاہئے تھا اس سے وہ شرمندہ ہوگا کہ مجھے تمہارے سامنے ڈانٹ پڑی''۔ بیٹیوں سے بہت زیادہ محبت کا اظہار کرتے تھے لیکن جہاں دین کا معاملہ آجائے آنکھوں میں خون اُتر آتا تھا نماز کی سستی بالکل برداشت نہ تھی۔ اگر ڈانٹا ہے تو نماز وقت پر نہ پڑھنے پر۔ بچوں کے دلوں میں شروع دن سے یہی ڈالا کہ سب دین کے لئے وقف ہیں ان کو دینی تعلیم دلوائی۔ جب 1918ء میں شدید انفلوئنزا کا حملہ ہو کر بیمار ہوئے تھے اور اپنی وصیت شائع کروائی تھی اس میں بھی یہ وصیت فرمائی تھی کہ ''بچوں کو دینی اور دنیاوی تعلیم ایسے رنگ میں دلائی جائے کہ وہ آزاد پیشہ ہو کر خدمت دین کر سکیں جہاں تک ہو سکے لڑکوں کو حفظ قرآن کرایا جائے''۔

(سوانح فضل عمرؓ جلد پنجم صفحہ 368،367)

بچوں کے جذبات کا خیال: ۔حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں ''آپا جان سارہ بیگم اور میں نے میٹرک کا امتحان دیا ابا جان فرمانے لگے امتحان دے کر تھک گئی ہو تم لوگوں کو سیر کرا لاؤں۔ ڈیرہ دون، مسوری و دہلی لے گئے۔ عید مسوری کرنی تھی حضرت ابا جانؓ تو جماعتی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعلیم الاسلام کالج کے ممبرز کے ساتھ حضورؓ کے دائیں جانب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ تشریف فرما ہیں۔

کاموں میں مصروف رہتے تھے زیادہ وقت باہر ہی گزرتا میں اُداس ہوگئی اور کہنے لگی عید کا مزہ تو سب میں آتا ہے جماعت بہت زیادہ زور دے رہی تھی اس لئے ابا جانؓ کی خواہش تھی کہ عید مسوری میں کی جائے۔ میں نے کہا اگر عید ضرور یہاں کرنی ہے تو بھائی کو بُلوا دیں بھائی جان (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) اُس وقت لاہور پڑھتے تھے۔ ابا جانؓ نے فوراً تار دے کر اُن کو وہاں بُلوایا۔ کتنی محبت تھی آپؓ کو اپنی بچیوں سے کتنا احترام کرتے تھے ان کے جذبات کا''۔ (سوانح فضل عمرؓ جلد پنجم صفحہ 387)

بچیوں کی تربیت کے حوالے سے آپؓ کی صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ نے اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا ''میری شادی سے چند روز قبل کی بات ہے میں ایک کمرے کے دروازے میں کھڑی تھی حضرت ابا جانؓ صحن میں ٹہل رہے تھے اور مجھے سمجھاتے جا رہے تھے۔ دیکھو تمہاری عادت ہے تم کھانے میں بہت نخرے کرتی ہو اور اکثر چیزیں تم نہیں کھاتیں۔ ماں باپ کے گھر میں تو ایسی باتوں کا گزارہ ہو جاتا ہے وہ اپنی اولاد کے ناز نخرے اُٹھا لیتے ہیں مگر سسرال میں جا کر ایسا نہیں کرنا جو ملے خاموشی سے کھا لینا وغیرہ۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ میں قریباً چھ سال چچا جان کے ساتھ رہی کبھی ایک لفظ کھانے کے متعلق منہ سے نہیں نکلا میری پسند ناپسند اس عرصے میں ختم رہی۔ کبھی لڑکیوں سے سسرال کے متعلق بات نہ پوچھی اگر کبھی کوئی بات دوسروں کے ذریعے سے پہنچی بھی تو سُنی اَن سُنی کر گئے۔ ہمیں اس لئے کبھی خیال نہیں آیا

کہ میکے میں سسرال کی بات بھی کرتے ہیں۔"

(سوانح فضل عمرؓ جلد پنجم صفحہ 385)

قبولیت دعا: ۔حضرت سیدہ مہر آپا حرم حضرت فضل عمرؓ نے حضورؓ کی قبولیت دعا کے بعض واقعات بیان فرمائے "مصلح موعود حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مستجاب الدعوات کے صحیح معنی مجھے معلوم نہ تھے۔اس کے صحیح معنے مجھے اس وقت معلوم ہوئے جب مستجاب الدعوات کا منظر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور سنا اس کی مثال عرض کرتی ہوں۔پارٹیشن سے پہلے کے تمام حالات سب جانتے ہیں کہ وہ کیسا خطرناک دور تھا اور کن حالات سے ہمیں دو چار ہونا پڑا؟ حضرت مصلح موعودؓ۔ہاں وہ جانثارِ اسلام جو دنیا کے کونے کونے میں نہ صرف ضُعف دینِ مصطفیٰ ﷺ دیکھ نہ سکتا تھا بلکہ ہر جگہ اس کا جھنڈا نصب کرنے کی فکر میں کوشاں رہتا تھا، جس کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا صرف اور صرف خدمتِ دین محمدؐ کے لئے ہی وقف تھا، ہاں وہ غمگسار دین محمدؐ! ان دنوں شدید پریشانی کے عالم میں تھا۔اسے دنیا کے، مال متاع کا غم نہ تھا، اسے بیوی بچوں کی پریشانی نہ تھی اسے غم تھا تو یہی کہ یہ "بٹوارا" کہیں اعلائے کلمۃ الحق میں روک نہ بن جائے، تبلیغی راہیں مسدود نہ ہو جائیں، گو کہ آپؓ کو یہ خوب علم تھا کہ جس راستہ پر آپؓ گامزن ہیں وہ راستہ خالصتاً اللہ تعالیٰ ہی کا ہے لیکن آزمائش تو انبیاء پر بھی آتی رہتی ہیں۔آپؓ دن رات دعاؤں میں لگے رہتے بسا اوقات میں نے آپؓ کو گھنٹوں سجدہ ریز سسکیوں کی حالت میں دیکھا... پارٹیشن کے پریشانی کے دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک دن عصر کے وقت آپؓ میرے پاس آئے۔آپؓ کی آنکھیں سرخ اور متورم تھیں، آواز میں رقّت تھی مگر اس پر پورا ضبط کئے ہوئے تھے مجھے فرمانے لگے "صبح عید ہے میں شاید آپؓ لوگوں کو 'عیدی' دینی بھول جاؤں، کام کی مصروفیت غیر معمولی ہے، اور مجھے موجودہ حالات کے متعلق شدید گھبراہٹ ہے، گو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری دعا کو سنا ہے اور اس کا یہ وعدہ ہے کہ اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہ جَمِیْعاً۔ میں سجدہ کی حالت میں تھا جس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت ملی ہے اور مجھے اس پر پورا ایمان ہے لیکن پھر بھی دعا کی سخت ضرورت ہے۔تم بھی درد سے دعائیں کرو اللہ تعالیٰ تبلیغ کے راستے ہمیشہ کھلے رکھے۔" میں نے آپؓ کا یہ الہام و بشارت نوٹ کر لیا اور اس کے پورا ہونے کی منتظر رہنے لگی۔آج آپ سب دیکھ رہے ہیں کہ وہ دعا اور پھر اس کا جواب جس میں بشارت تھی کس خوبی اور کس خوبصورتی سے پورا ہوا؟

جلسہ مصلح موعود ہوشیار پور کے موقع پر سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی اقتدا میں نماز کی ادائیگی، بائیں جانب سب سے پہلے حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ

کس طرح قادیان سے نکلنے کے بعد پھر یہ ساری جمعیت ایک جھنڈے تلے جمع ہوئی اور پھر کس شان و شوکت سے اسلام کی تبلیغ چار دانگ عالم میں پہنچی۔کس طرح زیادہ سے زیادہ حق کی تڑپ و جستجو رکھنے والے احمدیت کے اس دوسرے مرکز میں جوق در جوق پہنچے فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ

(سوانح فضل عمرؓ جلد پنجم صفحہ 66 تا 68)

پیشگوئی کے مصداق: ۔حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ فرماتے ہیں "حضور کی پہلی تقریر ہے جو حضور نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد پہلے سالانہ جلسہ کے موقع پر کی۔ یہ جلسہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں منعقد ہوا...اس تقریر کے متعلق دو باتیں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔اوّل عجیب بات یہ تھی کہ اس وقت آپؓ کی آواز اور آپؓ کی ادا اور آپؓ کا لہجہ اور طرز تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز اور طرز تقریر سے ایسے شدید طور پر مشابہ تھے کہ اس وقت سننے والوں کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کی جو ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا کہ ہم سے جُدا ہوئے تھے، یاد تازہ ہو گئی اور سامعین میں سے بہت ایسے تھے جن آنکھوں سے حضرت مسیح موعودؑ کی اس آواز کی وجہ سے جو اُن کے پسر موعود کے ہونٹوں سے اس وقت اس طرح پہنچ رہی تھی جس طرح گراموفون سے ایک نظروں سے غائب انسان کی آواز پہنچتی ہے، آنسو جاری ہو گئے اور اُن آنسو بہانے والوں میں ایک خاکسار بھی تھا۔اگر یہ کہنا درست ہے کہ انسان کی روح دوسرے پر اُترتی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رُوح آپؓ پر اُتر رہی تھی اور اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ "یہ ہے میرا پیارا بیٹا جو مجھے بطور رحمت کے نشان کے دیا گیا تھا۔اور جس کی

نسبت یہ کہا گیا تھا کہ وہ حُسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا۔"

(سوانح فضل عمرؓ جلد اول صفحہ 218)

منصب خلافت:۔14/مارچ 1914ء بروز ہفتہ بعد نماز عصر انتخاب خلافت کے لئے مسجد نور میں جمع ہوئے، منکر خلافت بھی موجود تھے ... حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے حضرت خلیفہ اولؓ کی وصیت پڑھ کر سنائی، جس میں جماعت کو ایک ہاتھ پر جمع ہونے کی نصیحت تھی۔اس پر ہر طرف سے میاں صاحب، میاں صاحب کی آوازیں آنے لگیں۔آپؓ کی تائید میں مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے خلافت کی اہمیت اور ضرورت پر تقریر کی۔اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب اور سید میر حامد شاہ صاحب کھڑے ہوگئے... مولوی یعقوب علی عرفانی صاحبؓ نے کہا کہ "یہ وقت ان جھگڑوں کا نہیں۔ہمارے آقا! حضور ہماری بیعت قبول فرمائیں..."لوگ جوق در جوق آگے بڑھنے لگے، جب حضورؓ نے بیعت لینی شروع کی تو مجلس پر ایک دم سناٹا چھا گیا۔بیعت کے بعد ایک لمبی دعا ہوئی اور آپؓ نے ایک درد انگیز تقریر کرتے ہوئے فرمایا..."میں ایک کمزور اور بہت کمزور انسان ہوں مگر میں خدا سے امید رکھتا ہوں کہ جب اس نے مجھے اس خلعت سے نوازا ہے تو وہ مجھے اس بوجھ کو اٹھانے کی طاقت دے گا۔اگر اطاعت اور فرمانبرداری سے کام لوگے اور اس عہد کو مضبوط کروگے تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہماری دستگیری کرے گا۔"

(ماہنامہ انصار اللہ پاکستان مئی، جون، جولائی 2008ء صفحہ 183،184)

پیش خبری مصلح موعودؓ:۔جس کی خبر اس زمانہ میں خود خدائے قادر نے اپنے مسیح ومہدیؑ کے ذریعہ دی تھی۔پرانے صحیفوں میں اس کے متعلق پیش خبریاں تھیں۔آخر کار اس نے 1944ء میں منجانب اللہ انا المسیح الموعود مثیلہٗ وخلیفتہٗ کی آسمانی آواز سنی۔چنانچہ 1944ء میں جبکہ آپؓ شیخ بشیر احمد صاحب سابق جج ہائی کورٹ لاہور کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے۔خدا تعالیٰ نے آپؓ کو واضح طور پر مصلح موعود ہونے کی خبر دی جس کو آپؓ نے علی الاعلان مشتہر کیا۔آپؓ فرماتے ہیں "میں اس واحد قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افتراء کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں 13۔ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب کے مکان میں یہ خبر دی ہے کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید

شیخ بشیر احمد صاحب کی کوٹھی بمقام لاہور کا وہ کمرہ جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر مصلح موعود ہونے کا انکشاف ہوا۔وہ چارپائی بھی کمرہ میں موجود ہے

دنیا میں قائم ہوگی۔"

(تقریر جلسہ لاہور، الفضل 15/مارچ 1944ء)(ماہنامہ مصباح فروری 2008ء ص6)

آپؓ مزید فرماتے ہیں "یہ رؤیا سات آٹھ جنوری 1944ء کی درمیانی شب خدا تعالیٰ نے مجھے دکھایا جس سے یہ بات آسمانی طور پر مجھ پر ظاہر ہوگئی کہ وہ پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک بیٹے کے متعلق فرمائی تھی...جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے ماتحت دنیا میں آنا تھا اور جس کے متعلق یہ مقدر تھا کہ وہ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو دُنیا کے کناروں تک پھیلائے گا۔اور اس کا وجود خدا تعالیٰ کے جلالی نشانات کا حامل ہوگا...میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس امر کا اعلان کر چکا ہوں۔اسی طرح اب جبکہ جماعتوں کے نمائندے یہاں ہزاروں کی تعداد میں چاروں طرف سے جمع ہیں اور غیر بھی سینکڑوں کی تعداد میں یہاں موجود ہیں۔میں اللہ تعالیٰ کی جو زمین اور آسمان کو پیدا کرنے والا ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور میرے آباؤاجداد کو بھی۔جس کی بادشاہت سے کوئی چیز باہر نہیں۔جس کا مقابلہ کرنا انسان کو لعنتی بنا دیتا ہے اور دینی اور دنیوی تباہیوں کا مستوجب بنا دیتا ہے۔میں اُسی واحدہٗ لاشریک خدا کی جو قرآن اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ہے قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ میں نے اس وقت جو رؤیا بیان کیا ہے وہ میں نے حقیقتاً اسی رنگ میں دیکھا تھا اور میں نے بغیر کسی قطع وبرید کے اور بغیر کسی زیادتی کے (سوائے اس کے کہ رؤیا کو بیان کرتے ہوئے کوئی لفظ بدل گیا ہو) اس کو اسی طرح بیان کیا ہے۔جس طرح مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رؤیا دکھایا گیا۔اگر میں اپنے اس بیان

میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے جھوٹوں کی سزا دے، لیکن میں جانتا ہوں کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی مجھے دکھایا گیا ہے اور خدا تعالیٰ خود ایک نظارہ دکھا کر اپنے کسی بندہ کو ذلیل نہیں کیا کرتا۔''
(سوانح فضل عمرؓ جلد سوم صفحہ 371، 372)

حضرت مصلح موعودؓ کے عظیم الشان کارہائے نمایاں

آپؓ کے 52 سالہ دورِ خلافت میں وہ تمام پیشگوئیاں بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئیں اور خدا تعالیٰ کے تمام وعدے پورے ہوئے۔ آپؓ نے اپنی نسبت ایک شعر میں آنے والی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا

اک وقت آئے گا کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

مینارۃ المسیح کی تکمیل :۔ مینارۃ المسیح کی تعمیر اخراجات کی وجہ سے رکی ہوئی تھی۔ 27 ردسمبر 1914ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے خطبہ جمعہ میں اس کے لیے تحریک کی اور جمعہ کے بعد حضورؓ نے مینارہ کی اس عمارت پر اپنے دست مبارک سے اینٹ رکھی جو نامکمل تھی۔ حضورؓ کی توجہ اور مخلص قربانیوں سے دسمبر 1916ء میں مینارہ مکمل ہو گیا۔

مدرسۃ الخواتین :۔ سفر یورپ کے دوران حضورؓ نے احمدی خواتین کی علمی ترقی کے لئے سکیم بنائی تھی۔ چنانچہ 17 رمارچ 1925ء کو حضورؓ نے اسے عملی جامہ پہناتے ہوئے (مدرسۃ الخواتین) کی بنیاد رکھی۔ چونکہ اس وقت اتنی معلمات میسر نہیں تھیں اس لیے حضورؓ خود بھی پڑھاتے تھے۔ آپؓ فرماتے ہیں ''ایک مدرسہ قائم کیا گیا ہے جس میں چند تعلیم یافتہ عورتوں کو داخل کیا گیا ہے اس میں میری تینوں بیویاں اور لڑکی بھی شامل ہیں۔ چونکہ ہمیں اعلیٰ تعلیم دینے کے لیے معلم عورتیں نہیں ملتیں اس لیے چکیں ڈال کر عورتوں کو مرد پڑھاتے ہیں آج کل میں ان عورتوں کو عربی پڑھاتا ہوں۔''

جامعہ احمدیہ کا قیام :۔ حضورؓ نے جماعت احمدیہ عالمگیر کی تبلیغی ضرورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے 15 راپریل 1928ء کو جامعہ احمدیہ کے نام سے ایک مستقل ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے پہلے پرنسپل حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب مقرر ہوئے۔ 20 رمئی کو اس کا افتتاح ہوا۔

رسالہ مصباح کا اجراء :۔ احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے 15 رنومبر 1926ء کو اخبار مصباح جاری ہوا۔ جس کے پہلے ایڈیٹر حضرت قاضی ظہور احمد اکمل صاحب مقرر ہوئے۔

(ماہنامہ انصاراللہ پاکستان مئی، جون، جولائی 2009ء صفحہ 192 تا 207)

اخبار الفضل کا اجراء :۔ حضرت مصلح موعودؓ کے لازوال کارناموں میں سے ایک اخبار الفضل کا اجراء ہے۔ آپؓ نے 18 رجون 1931ء کو الفضل کا اجراء فرمایا... الفضل کے لئے ابتدائی سرمایہ تین قابل احترام ہستیوں نے مہیا فرمایا۔

1۔ آپؓ کی حرم اول حضرت سیدہ ام ناصر صاحبہؓ نے اپنے دو زیور پیش کر دیئے کہ ان کو فروخت کر دیا جائے۔ آپؓ فرماتے ہیں ''خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اس طرح تحریک کی جس طرح خدیجہؓ کے دل میں رسول کریم ﷺ کی مدد کی تحریک کی تھی... اس حسن سلوک نے نہ صرف مجھے ہاتھ دیئے جن سے میں دین کی خدمت کے قابل ہوا اور میرے لئے زندگی کا ایک نیا ورق الٹ دیا بلکہ ساری جماعت کی زندگی کے لئے بھی بہت بڑا سبب پیدا کر دیا''۔

2۔ دوسرا وجود جس نے الفضل میں روح پھونکی حضرت اماں جانؓ کا تھا آپؓ نے اپنی ایک زمین جو ایک ہزار میں بکی الفضل کے لئے عنایت فرمائی۔

3۔ تیسرا وجود حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کا تھا جنہوں نے نقد رقم کے علاوہ زمین بھی دی جو تیرہ سو روپے میں فروخت ہوئی۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ''اس وقت سلسلہ کو ایک اخبار کی ضرورت تھی جو احمدیوں کے دلوں کو گرمائے۔ اُن کی سستی کو جھاڑے۔ اُن کی محبت کو اُبھارے اُن کی ہمتوں کو بلند کرے اور یہ اخبار ثریا کے پاس ایک بلند مقام پر بیٹھا تھا۔ اس کی خواہش میرے لئے ایسی ہی تھی جیسے ثریا کی خواہش۔ نہ وہ ممکن تھی نہ یہ۔ آخر دل کی بے تابی رنگ لائی۔ اُمید بر آنے

ویمبلے کانفرنس 1924ء کے موقع پر

کی صورت ہوئی... چنانچہ 15 ستمبر 1947ء کو پاکستان سے اخبار الفضل کا پہلا پرچہ شائع ہوا"۔

(ماہنامہ انصار اللہ پاکستان مئی، جون، جولائی 2009ء صفحہ 181 تا 249)

تاریخ لوائے لجنہ اماء اللّٰہ:۔ 25 دسمبر 1939ء 2 بجکر 25 منٹ پر لوائے احمدیت اور لوائے خدام الاحمدیہ لہرانے کے بعد حضورؓ زنانہ جلسہ گاہ تشریف لائے اور "ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم" کی دعا کرتے ہوئے خواتین جماعت احمدیہ کا جھنڈا اپنے دست مبارک سے لہرایا جھنڈے کا بانس 35 فٹ لمبا اور کپڑا پونے چار گز لمبا اور سوا دو گز چوڑا تھا۔ جن پر لوائے احمدیت کے نقوش کے علاوہ تین کھجور کے درخت تھے جن کے نیچے چشمہ تھا۔ اس جھنڈے کے نقوش ریشم کے مختلف رنگوں کے دھاگوں کے تھے جو مشین سے کاڑھے گئے۔ کپڑا ساٹن کا تھا۔

(تاریخ لجنہ جلد اوّل صفحہ 469، 470)

پاکستان میں نئے مرکز احمدیت (ربوہ) کا قیام:۔ پیشگوئی مصلح موعودؓ کے پورا ہونے کا ایک عظیم الشان موقع نئے مرکز احمدیت کا قیام ہے۔ جو اولوالعزم خلیفہ سیدنا حضرت مُصلح موعودؓ کا ایک عظیم المرتبت کارنامہ ہے۔ جب تقسیم ہند کے نتیجہ میں بکھری ہوئی جماعت کو پھر کماحقہ، جمع کر کے اشاعت دین کے فریضہ کو دوبارہ اتنی شان و شوکت کے ساتھ شروع کر دیا گیا جس طرح یہ سلسلہ قادیان میں جاری تھا۔.. 16 ستمبر 1948ء کو لاہور میں حضرت مُصلح موعودؓ نے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے مشترکہ اجلاس میں نئے مرکز کے افتتاح کے لیے 20 ستمبر کا دن مقرر فرمایا... اور آپؓ نے مولانا جلال الدین شمس صاحب کا تجویز کردہ نام "ربوہ" منظور فرمایا جس کے معنی ٹیلہ، پہاڑی، بلند زمین کے ہیں۔

پہلا تعلیمی ادارہ:۔ نصرت گرلز ہائی سکول اپریل 1949ء میں لاہور سے نئے مرکز منتقل ہوا۔ ربوہ میں قائم ہونے والا پہلا تعلیمی ادارہ تھا۔ ہجرت کے بعد تعلیم الاسلام کالج لاہور میں، تعلیم الاسلام ہائی سکول چنیوٹ اور مدرسہ جامعہ احمدیہ احمد نگر میں قائم کئے گئے۔

(ماہنامہ انصار اللہ پاکستان مئی، جون، جولائی 2009ء ص 481 تا 486)

لجنہ اماء اللّٰہ کا قیام۔ عورتیں قوم کا آدھا حصہ ہوتی ہیں بلکہ بعض لحاظ سے ان کا کام مردوں سے بھی زیادہ ذمہ داری کا رنگ رکھتا ہے کیونکہ قوم کا آئندہ بوجھ اٹھانے والے نونہال انہی کی گودوں میں پرورش پاتے ہیں اسی لئے حضرت محمد ﷺ نے لڑکیوں کی تربیت پر خاص زور دیا ہے تاکہ وہ اس کام کے قابل بنائی جاسکیں جو بڑے ہو کر ان کو پیش آنے والا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی اس نکتہ کو ابتدا سے ہی مدِ نظر رکھا

اور احمدی مستورات کی تنظیم اور تربیت کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ 25 دسمبر 1922ء کا دن ایک خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس روز حضرت مصلح موعودؓ نے لجنہ اماء اللہ جیسی عالمگیر تنظیم کی بنیاد رکھی۔

خدام الاحمدیہ کا قیام:۔ 1937ء کے شروع میں حضرت مصلح موعودؓ نے خدام الاحمدیہ کی بنیاد رکھی۔ اس کی بڑی غرض و غایت جماعت کے نوجوانوں کی تنظیم و تربیت تھی تاکہ ان نونہالوں کو اس اہم کام کے قابل بنایا جاسکے جو کل کو ان کے کندھوں پر پڑنے والا ہے۔

اطفال الاحمدیہ کا قیام:۔ تربیتی امور کی ابتدا چھوٹی عمر سے ہونا ضروری ہے چونکہ اس عمر سے حافظہ اور عادات کی خاص نسبت ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے 1938ء میں احمدی بچوں کی تربیت کے لئے ایک علیحدہ تنظیم قائم فرمائی جس کا نام آپؓ کی منظوری سے اطفال الاحمدیہ رکھا گیا۔

انصار اللّٰہ کا قیام:۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے اپنی ایک خواب کی بنا پر ایک انجمن بنانے کا فیصلہ کیا تاکہ اس کے ذریعہ احمدیوں کے دلوں میں ایمان کو پختہ کیا جائے اور تبلیغ کے فریضہ کو اچھی طرح سے ادا کیا جائے... چنانچہ 26 جولائی 1940ء کو آپؓ نے 40 سال سے زائد عمر والے احمدی

مردوں کی تنظیم مجلس انصاراللہ کے نام سے قائم فرمائی۔

ناصرات الاحمدیہ کا قیام :۔1945ء میں ناصرات الاحمدیہ کے نام سے احمدی بچیوں کی ایک علیحدہ ذیلی تنظیم تشکیل دی گئی۔ یہ تنظیم صدر لجنہ کی ہدایت کے ماتحت سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ کی زیرنگرانی کام کرتی ہے۔ اس تنظیم کے بنیادی مقاصد بچیوں کی تربیت اور ان میں دینی روح کواجاگر کرنا ہے۔

(نورالدین سیدنا مصلح موعودؓ نمبر2009ء صفحہ16 تا 71)

تحریک شدھی میں حضرت مصلح موعودؓ کا قائدانہ کردار:۔حضورؓ نے مسلسل خطبات کے ذریعے احمدی احباب کو مالی قربانی اور اپنے آپ کو وقف کرنے کی تحریک فرمائی۔ آپؓ نے سردست ایک سو پچاس افراد سے پچاس ہزار روپیہ کی قربانی کا مطالبہ کیا۔ احباب جماعت نے اپنے امام کی آواز پر دیوانہ وار لبیک کہتے ہوئے اپنے اموال اور اپنی جانیں، بوڑھوں نے اپنے کم سن بچے عورتوں اور بچوں نے اپنے آپ کو پیش کردیا۔ چند ایام میں ہی احمدی مجاہدین کے قافلے اس میدان کارزار شدھی میں پہنچنے شروع ہوگئے ۔ ان میں وکلاء بھی تھے گریجویٹ بھی تھے، دفاتر میں کام کرنے والے احباب تھے اور زمینداره کرنے والے لوگ بھی تھے۔ غرض یہ کہ جماعت کے ہر طبقے نے اپنی خدمات خلیفۂ وقت کے حضور پیش کردیں۔ تاکہ شدھی کی تحریک میں اشاعت دین کا کام رکنے نہ پائے۔

(ماہنامہ انصاراللہ پاکستان مئی، جون، جولائی 2008ء صفحہ392)

اگرچہ ہندوستان کے مسلمانوں میں تو حضرت مرزا محمود احمدؓ کارزار شدھی سے پہلے بھی روشناس تھے لیکن ہندوستان میں بسنے والے ہندوؤں کی اکثریت آپؓ کے نام سے ناآشنا تھی بلکہ جماعت احمدیہ کے وجود سے بھی ناواقف تھی۔ تحریک شدھی ہی ملک گیر شہرت کا وہ پہلا زینہ ثابت ہوئی جسے طے کرتے ہوئے تمام ہندوستان میں آپؓ کا شہرہ بام عروج پر جا پہنچا اور دشمن بھی آپؓ کی عظیم قیادت کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور ہوگیا۔

(سوانح فضل عمرؓ جلد دوم صفحہ327)

قاتلانہ حملہ اور خارق عادت رنگ میں خدائی حفاظت :۔ قیام پاکستان کے ابتدائی چار سال میں اس قسم کا کوئی قابل ذکر واقعہ رونما نہیں ہوا مگر خدا کے ازلی علم میں اس کا یہ نشان بھی مخفی تھا کہ کوئی سازشی ہاتھ حضرت مصلح موعودؓ کو شہید کرنے کے لئے بھرپور وار کرے لیکن خدا کے فرشتے معجزانہ طور پر آپؓ کو بچالیں۔ خدا کی یہ تقدیر 10 /مارچ 1954ء کو پوری ہوئی جبکہ عبدالحمید نامی ایک شخص نے حضورؓ پر قاتلانہ حملہ کیا مگر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل، اپنی قدرت اور صفتِ احیاء کا غیر معمولی نظارہ دکھایا اور اس بندۂ درگاہ عالی کو خارق عادت رنگ میں بچا لیا۔ (تاریخ احمدیت جلد16 صفحہ230)

وفات :۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات پر آپؓ جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے اور اپنے باون سالہ دورخلافت میں اکناف عالم تک اسلام کا پیغام پہنچایا اور جماعت کو ترقی اور استحکام کی مضبوط بنیادوں پر قائم کیا۔ آخر کار آپؓ 7 اور 8/نومبر 1965ء کی درمیانی شب 2 بجکر 20 منٹ پر دربار خداوندی میں حاضر ہوگئے ۔ نماز جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پڑھایا حضرت اماں جانؓ کے پہلو میں حضورؓ کے جسد عطر کی تدفین ہوئی ۔۔آپؓ کا بابرکت باون سالہ دورخلافت تکمیل کو پہنچا جس کی غیر معمولی کامیابیوں کے پس پردہ خدائے قادر وتوانا کا مضبوط ہاتھ تھا جس نے آپؓ کی پیدائش سے قبل آپؓ کی عظیم الشان خوبیوں کی خوشخبری دے رکھی تھی۔ ایسی عظیم ہستیوں کو موت بھی فنا نہیں کرسکتی۔ وہ اپنے عظیم الشان کارناموں کی بدولت ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ دہلی میں جلسہ مصلح موعود سے خطاب فرمارہے ہیں۔ تصویر میں حضورؓ کے پیچھے حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمدؒ نیچے تشریف فرما ہیں۔

نافلہ موعود ناصر دیں

سیرت حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

مکرمہ رضیہ شیخ صاحبہ۔ Augsburg

؎ حُسن صورت، حُسنِ سیرت، نازش قدّوسیاں
شادمانی، مہربانی، کامگاری کا جہاں

خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جہاں ایک موعود بیٹے کی خوشخبری دی تھی وہاں ایک پوتے کی بھی بشارت عطا فرمائی۔ حضرت مسیح موعودؑ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے 26 ردسمبر 1905ء کو یہ بشارت دی ''اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَّافِلَةً لَّكَ نَافِلَةً مِّنْ عِنْدِیْ'' (تذکرہ صفحہ 500) یعنی ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں وہ تیرے لیے نافلہ ہے وہ ہماری طرف سے نافلہ ہے۔ اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو بھی یہ بشارت دی کہ ''میں تجھے ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا۔'' (الفضل 8 راپریل 1915ء)

یہ دونوں الٰہی وعدے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی بابرکت ذات میں ایک عظیم شان کے ساتھ پورے ہوئے۔

ولادت باسعادت:۔ ان بشارات کے عین مطابق 16 رنومبر 1909ء کو سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے ہاں حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ کے بطن سے بیٹا پیدا ہوا جن کا نام ''مرزا ناصر احمد صاحب'' رکھا گیا۔

(مصباح سیدنا ناصرؒ نمبر 2008ء ص: 7)

بچپن اور آپؒ کی تربیت:۔ آپؒ کی پرورش حضرت امّاں جانؓ کی مبارک گود میں ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بھی اپنی اس خوش بختی پر ناز فرماتے اور لطف وسرور کے احساس میں ڈوب کر فرمایا کرتے ''میری تربیت تو اماں جانؓ نے کی تھی''۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کا اپنی مقدس دادی کی گود میں پرورش پانا کوئی اتفاقی بات نہ تھی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص تقدیروں میں سے ایک تقدیر تھی کہ آپؒ نے حضرت مسیح موعودؑ کے انوار کو دنیا میں پھیلانا تھا۔

(مصباح سیدنا ناصرؒ نمبر 2008ء ص: 37)

خدا تعالیٰ سے پیار:۔ اس سلسلہ میں آپؒ فرماتے ہیں ''ہماری منزل اور ہماری پیدائش کی غرض اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنا اور اس کی محبت میں فنا کے لبادہ کو اوڑھنا ہے۔ پہلی نسل تھی دوسری یا بیسیوں نسلوں کے بعد آج ہماری نسل اور ہمارے سامنے جو نوجوان احمدی مرد و عورت کی نسل ہے ان سب کا مطمح نظر اور ان کا مقصود یہی ہے کہ خدا سے پیار کرنا، اس حد تک پیار کرنا کہ وہ قادر و توانا ہستی جس کے مقابلہ میں ساری مخلوق کی قیمت ایک ذرّہ سے بھی کم ہے...اپنے اندر کچھ ایسا تغیر پیدا کرنا اپنی زندگی پر کچھ ایسا رنگ چڑھانا کہ وہ قادر و توانا ہم جیسے عاجزوں سے پیار کرنے لگے یہ ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ ہم سے پہلوں کی زندگیوں کا مقصد بھی یہی تھا اور آنے والی نسلوں کا بھی یہی ہے اور جو دوسرا حصہ ہے اس کا ایک بوجھ تو آنے والوں نے اپنے کندھوں پر اُٹھانا ہے۔ نہ میں ان کا بوجھ اُٹھا سکتا ہوں نہ آپ ان کا بوجھ اُٹھا سکتے ہیں۔ عمل انہوں نے ہی کرنا ہے، خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی انہوں نے ہی دینی ہے۔ لیکن ان کے ذہنوں کی تربیت اس رنگ میں کر دینا کہ وہ اس

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بچپن کے ایام میں

اس عظیم تعلیم کو سمجھنے لگیں۔اوراس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کے لئے تیار ہوجائیں،یہ ہمارا کام ہے۔‘‘

(مصباح سیدنا ناصرؒ نمبر2008ء ص:191تا 192)

نماز کی ادائیگی کے لئے چبوترے کی تعمیر:۔آپؒ کی خدمت کا ایک واقعہ آپؒ کے بچپن کے ساتھی مکرم ملک محمد عبداللہ صاحب سابق لیکچرار تعلیم الاسلام کالج ربوہ یوں بیان کرتے ہیں کہ’’1928ء میں جب مدرسہ احمدیہ سے الگ جامعہ احمدیہ کا قیام عمل میں آیا تو حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ بھی جامعہ کے ابتدائی طلباء میں شامل تھے۔ جامعہ کی عمارت تعلیم الاسلام ہائی سکول اور بیت النور کے قریب ایک چھوٹی سی کوٹھی میں تھی جو جامعہ کی چار مختصر کلاسوں کیلئے کافی تھی۔تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب کو خیال آیا کہ اگر چہ بیت النور بھی قریب ہی ہے مگر انفرادی طور پر نماز ادا کرنے کے لئے کوئی جگہ ہونی چاہیے چنانچہ کوٹھی کے ایک جانب نماز کی ادائیگی کے لئے ایک 6×4فٹ چبوترہ بنانے کا پروگرام بنا۔یہ سب کام طلباء نے خود ہی کیا جس میں حضورؒ نے بھی بھر پور حصہ لیا۔ شام تک یہ چبوترہ اینٹوں اور گارے سے مکمل ہوگیا اس کے اوپر کی سطح زیادہ ہموار نہیں تھی کیونکہ ہم لیول(LEVEL) کرنا تو جانتے نہ تھے... بہر حال ہم نے سوچا کہ اس نقص کو ہم سیمنٹ بچھا کر دور کرلیں گے ہمارے پڑوس میں سری گوبند پور کے ایک ماہر معمار ٹھیکیدار فیض احمد صاحب رہتے تھے... انہیں اس بات پر آمادہ کرلیا کہ دوسرے دن نماز فجر کے بعد وہ میرے ساتھ جامعہ چلیں گے اور سیمنٹ کی اوپر کی تہہ وہ بچھا دیں گے چنانچہ فجر کی نماز کے معاً بعد ہم دونوں تھوڑا سا سیمنٹ لے کر جامعہ پہنچے اور مستری صاحب نے تھوڑے سے وقت میں چبوترہ پر بڑا عمدہ فرش بچھا دیا اور بھی جو تھوڑا بہت نقص تھا۔وہ ٹھیک کردیا اس کے بعد جب آٹھ بجے جامعہ کھلنے پر طلباء آئے صاحبزادہ صاحبؒ بھی تشریف لائے تو سب اس بات پر حیران کہ چبوترہ کا سیمنٹ کا فرش نہایت عمدگی سے رات کو کون کر گیا۔حضرت صاحبزادہ صاحبؒ کچھ بسکٹ اور ٹافیاں لائے تھے کہ آج چبوترہ مکمل ہونے پر طلباء میں تقسیم کردیں گے۔وہ انہوں نے مجھے دیں کہ سب میں بانٹ دیں نیز آپ نے دو روپے بھی مجھے دیئے کہ یہ مستری صاحب کو دے دیں۔‘‘

(حیات ناصرؒ جلد اوّل ص:57، 56)

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم:۔جب ہم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ذات بابرکات کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو آپؒ کی زندگی کا ہر ہر لحہ عشق رسول ﷺ میں فنا نظر آتا ہے آپؒ کو آنحضرت ﷺ سے اس قدر محبت تھی کہ چھوٹی سے چھوٹی بات میں بھی آپ ﷺ کی اسوہ کی پیروی فرماتے چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں ’’آنحضرت ﷺ کے متعلق احادیث میں بیان ہوا ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے ...گویا مسکرانا سنت نبوی ﷺ ہے۔اس واسطے میں نے پہلے بھی متعدد بار کہا ہے کہ مجھے بھی اور مجھ سے پہلوں کو بھی بڑے مصائب اور پریشانیوں میں سے گزرنا پڑتا رہا ہے۔مگر ہماری مسکراہٹ کوئی نہیں چھین سکتا‘‘۔

(خطبات ناصر جلد چہارم ص:571)

آپؒ نے ایک موقع پر بے ساختہ فرمایا’’میں ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ خدا مجھ سے پیار کرتا ہے اس لئے نہیں کہ میں کچھ ہوں،میں تو ایک عاجز ترین انسان ہوں بلکہ اس لئے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے عظیم رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔‘‘

(مصباح سیدنا ناصرؒ نمبر2008ء ص:441)

قرآن شریف سے بے پناہ عشق:۔آپؒ کی تعلیم کا آغاز قرآن کریم سے شروع ہوا،جب کہ آپؒ کی عمر13 سال تھی۔آپؒ نے قرآن کریم حفظ کرلیا...اسی عمر میں ماہ رمضان میں تراویح پڑھانے کی توفیق ملی اس بات کی شہادت قاضی عطاء اللہ صاحب نے دی...’’پیارے ناصر نے قرآن سنایا۔اس چھوٹی عمر اور بھولی بھالی صورت سے ایسا بڑا کام۔اس بچہ کی ہوشیاری کا ایک یقینی ثبوت ہے۔آٹھ رکعات میں سیپارہ ختم کیا۔‘‘ (مصباح سیدنا ناصرؒ نمبر2008ء ص: 39تا 38)

آپؒ کو قرآن کریم سے اس حد تک عشق تھا کہ آپؒ نے ساری عمر زندگی کے ہر شعبے میں قرآن کریم سے مدد لی اور آیات قرآنی کو تمام شعبوں میں اس طرح نافذ فرمایا کہ آپؒ کا ہر عمل آیات قرآن کی تفسیر بن گیا۔ آپؒ نے جماعت کو ''محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں'' کا ماٹو دیا۔ قرآنی تعلیمات کا نچوڑ پیش فرمایا۔ اس سلسلے میں آپؒ نے احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''میں نے اپنی عمر میں سینکڑوں مرتبہ قرآن کریم کا نہایت تدبر سے مطالعہ کیا ہے اس میں ایک آیت بھی ایسی نہیں جو دنیاوی معاملات میں ایک مسلم اور غیر مسلم میں تفریق کی تعلیم دیتی ہو۔ شریعت اسلامی بنی نوع انسان کے لئے خالصاً باعث رحمت ہے حضرت محمد ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے لوگوں کے دلوں کو محبت پیار اور ہمدردی سے جیتا تھا اگر ہم بھی لوگوں کے دلوں کو فتح کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔'' (مصباح سیدنا ناصرؒ نمبر 2008ء ص: 115)

خلیفۂ وقت کی اطاعت و فرمابرداری :۔ حضرت صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت مصلح موعودؓ نے آپؒ کی سیرت کچھ یوں بیان فرمائی ''حضرت سیدی ابا جان کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرتے اور ان کے مقام کو اچھی طرح پہچانتے تھے یہاں باپ بیٹے کا سوال نہیں بلکہ امام مرید کا معاملہ تھا۔ اولاد بعض اوقات اپنے والدین سے شکوے شکایت بھی کر لیتی ہے مگر آپؒ کے منہ سے کبھی کوئی ایسا لفظ نہیں نکلا جس میں شکوہ کا شائبہ بھی ہو۔''

(مصباح سیدنا ناصرؒ نمبر 2008ء ص: 252)

پہلی شادی الٰہی بشارتوں سے ہوئی :۔ حضورؒ کا نکاح حرم اوّل حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ سے 2 رجولائی 1934ء کو ہوا۔ حضورؒ کی جس طرح پیدائش الٰہی بشارتوں سے ہوئی اسی طرح آپؒ کی پہلی شادی بھی الٰہی بشارتوں سے حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ رئیس مالیر کوٹلہ و حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے ساتھ ہوئی یہ رشتہ حضرت اماں جانؓ نے برسوں پہلے تلاش کر لیا تھا۔ حضورؒ خود اس بارہ میں فرماتے ہیں ''ہماری شادی کے متعلق حضرت اماں جانؓ کو بہت سی بشارتیں ملی تھیں۔ اس کے نتیجہ میں یہ شادی ہوئی تھی۔ یہ رشتہ آپؓ نے کروایا تھا الٰہی بشارات کے مطابق اور جس کا مطلب یہ ہے

حضرت منصورہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
1970ء سیرالیون میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے

کہ یہ انتخاب اللہ تعالیٰ نے بعض اغراض کے مدّنظر خود کیا اور ایک ایسی ساتھی میرے لئے عطا کی جو میری زندگی کے مختلف ادوار میں میرے بوجھ کو بانٹنے کی اہلیت رکھتی تھیں۔''

حضورؒ کے لئے جس ساتھی کا انتخاب ہوا تھا اُن کی والدہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کو بھی حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی پیدائش سے پہلے خواب آیا کہ ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام انہیں فرما رہے ہیں کہ تمہارے ہاں بیٹی ہوگی اس کا رشتہ میرے پیارے بیٹے محمود کے بیٹے سے کرنا، مبارک رشتہ ہوگا پاک نسلیں چلیں گی''۔

(ماہنامہ مصباح سیدنا ناصرؒ نمبر 2008ء ص:57)

حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کا ذکر خیر :۔ حضورؒ نے حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات پر نہایت شاندار الفاظ میں فرمایا ''بغیر بات کئے ساری ذمہ داریاں جو میرے نفس کی تھیں وہ آپ نے سنبھال لیں، اس حد تک کہ وٹامنز خود نکال کر دیتی تھیں۔ کبھی میں خود نکالنے کی کوشش کروں تو ناراض ہو جاتیں کہ یہ میرا کام ہے۔ کیوں کیا آپ نے؟ مطلب یہ تھا کہ یہ دومنٹ بھی خود اس کام پر کیوں خرچ کیے۔ جو دوسرے اہم جماعتی کام ہیں ان پر خرچ کریں۔ مجھے ہر قسم کے ذاتی فکروں سے آزاد کر کے، سارے اوقات کو احباب کی فکروں میں لگانے کے لئے موقع میسر کر دیا۔'' حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''آپ ان کے لئے دعا

کریں کہ آخری اور دائمی زندگی کا مالک انہیں اپنی رحمت اور بخشش کی چادر میں ڈھانپ لے۔اے ہمارے رحیم اور ودود خدا! تیری شفقت اور محبت اور پیار کی نظر ان پر رہے اور سکینت اور قرار انہیں عطا ہو تیرا مقدس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کی وہ عاشق تھیں اور تیرا برگزیدہ مصلح موعودؓ جس کی وہ بیٹی اور بہو تھی، انہیں اپنی محبت اور اپنے پیار کی آغوش میں جگہ دے۔"

(ماہنامہ مصباح سیدنا ناصر نمبر 2008ء ص: 59)

دوسرا نکاح :۔حضورؒ نے خالصتاً دینی اغراض کے لئے نکاح کا ارادہ فرمایا بہت دعاؤں کے بعد 11/اپریل 1982ء کو آپؒ کی شادی محترمہ ڈاکٹر طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ سے ہوئی۔

محترمہ ڈاکٹر طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ نے حضورؒ کی سیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے یوں فرمایا "بحیثیت بیوی میں دل کی گہرائی سے اس بات کی گواہی اپنے ذاتی تجربے کی روشنی میں دیتی ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ پر بھرپور عمل فرمایا۔ بسا اوقات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج کے ساتھ حسن سلوک کا کوئی واقعہ پڑھتی ہوں تو معاً اُس سے ملتا جلتا واقعہ مجھے حضورؒ کی محبت وشفقت کا یاد آجاتا ہے"۔　(مصباح سیدنا ناصرؒ نمبر 2008ء ص:289)

آپ مزید فرماتی ہیں "حضورؒ میرے احساسات، میرے جذبات کا خیال رکھنے کے لئے اپنے آپ پر کیا جھیلتے تھے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ صرف ایک بار مجھ سے فرمایا کہ "تمہیں پتہ نہیں میں تمہارے لئے کتنی بڑی قربانی دے رہا ہوں" میرے ماں باپ آپؒ پر قربان ہوں۔ کیسے کیسے آپؒ نے میرے ہر جذبے کا احساس فرمایا۔ شادی سے ایک روز پہلے آپؒ نے میری اُمی کو ایک جائے نماز تحفتاً بھجوایا اور ساتھ پیغام بھیجا کہ "جب بیٹی کی یاد آئے تو اس پر دو نفل پڑھ کر اس کے لئے دعا کر دیا کریں۔"

آپؒ کو رونا پسند نہیں تھا۔ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ تھی کہ طبیعت میں نرمی تھی اور دوسرے کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ مجھ سے فرمایا "میں تمہاری آنکھ میں آنسو نہیں دیکھ سکتا" میرے جذبات کا ہر طرح سے احساس فرماتے اور خیال رکھتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی پسند کا خیال رکھتے۔ آپؒ نے لان میں پڑے ہوئے للّی کے گملوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "وہ دیکھو کتنے خوب صورت ہیں"۔ میں نے ایسے ہی

حضرت مرزا طاہر احمدؒ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ہمراہ۔
درمیان میں سید میر محمود احمد صاحب ناصر کھڑے ہیں

کہہ دیا کہ سارے سفید ہیں۔ اگلے روز سرخ للّی کے پھولوں والے گملے بھی ساتھ رکھوا دیئے۔ آپؒ نے مجھے پینے کے لئے سپین کا بنا ہوا جوس دیا۔ مجھے اچھا لگا اور میں نے اس کی تعریف کی۔ اُسکے بعد سے باقاعدہ میرے لئے کمرے میں جوس پینے کے لئے برتن رکھوانا شروع کر دیا"۔

(مصباح سیدنا ناصرؒ نمبر 2008ء ص:292)

بچوں کی تربیت کا حسین انداز :۔آپؒ کی صاحبزادی امتہ الشکور صاحبہ فرماتی ہیں "ہم بچوں کی چھوٹی معصوم نادانیوں کو Enjoy بھی کرتے تھے اور بلاوجہ روک ٹوک نہیں ہوتی تھی۔ خاص طور پر ابا بالکل بھی نہیں ڈانٹتے تھے۔ تربیت کا انداز بڑا انوکھا تھا حضرت اماں جانؓ والا یعنی Indirect طریقے پر، کبھی یوں نہیں کہا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ یہ بری بات ہے، اس طرح نہیں کرتے بلکہ باتوں باتوں میں کبھی حدیث سنا دیتے کبھی بزرگوں کی کوئی مثال دے دیتے، ایک بار کھانا کھاتے ہوئے کسی بات پر کہنے لگے "حضرت اماں جانؓ اپنے بچوں کو بھی اور مجھے بھی کہا کرتیں کہ میرے بچے کبھی جھوٹ نہیں بولتے، اس لئے ہم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا یا یہ کہا کہ کبھی اماں جانؓ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی" یہ کہہ کر ہمیں اس نظر سے دیکھا گویا یہی اعتماد میں اپنے بچوں پر بھی رکھتا ہوں۔ یہ بات شاید میں بچپن سے سنتی آرہی تھی کہ مجھے جھوٹ سے ایک طرح کی نفرت ہوگئی"۔

صاحبزادی امتہ الشکور صاحبہ ایک واقعہ بیان کرتی ہیں "ایک دفعہ ابا کسی گھر والے سے ناراض تھے تو کھانے کی میز پر ہی بیٹھے تھے۔ کسی رشتہ دار نے

1954ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔ تصویر میں حضورؓ کے دائیں جانب حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ اور صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کھڑے ہیں

بیٹیوں اور بہوؤں کیلئے جوڑے لائے ہیں لیکن تم پہلی دفعہ اس تحفہ میں شامل ہو رہی ہو۔ اس لئے سب سے پہلے تمہیں بلا کر دکھایا ہے کہ (First choice) کا موقع تمہیں ملے۔'' اس طرح مجھے ایک خاص پیار کا احساس کروایا۔ کیونکہ شروع شروع میں نئی جگہ پر ہر لڑکی اپنے آپ کو کچھ اُکھڑا ہوا محسوس کرتی ہے۔ اس اعتماد کا احساس نہیں ہوتا جو اپنے ماں باپ کے گھر میں آدمی میں موجود ہوتا ہے۔ مگر اس اظہار سے مجھے پتہ چلا کہ آپ دونوں مجھے بھی اپنے باقی بچوں کی طرح اہمیت اور محبت دیتے ہیں''۔

(مصباح سیدنا ناصرؒ نمبر 2008ء ص:328)

آپؒ کی شخصیت کے چند خوبصورت پہلو

قبولیت دعاؤں کے معجزے :۔ صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب ابن مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں'' آپ کا خدا سے زندہ تعلق تھا۔ خدا آپؒ سے بولتا ہم کلام ہوتا آپؒ کی دعاؤں کو سنتا تھا۔ خدا تعالیٰ نے آپؒ کو تعلق باللہ اور قبولیت دعا کے نشان سے نوازا کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ میرا لاہور میں پہلا امتحان تھا۔ صرف دو امتحان اناٹومی اور فزیالوجی کے تھے۔ جس رات میں پڑھ رہا تھا، صبح فزیالوجی کا پرچہ تھا۔ رات گیارہ بجے کے قریب میں نے محسوس کیا کہ اس پرچہ کی بالکل تیاری نہیں اس لئے یہ پرچہ نہیں دیتا، دوسرا اناٹومی کا دے سکتا ہوں۔ اپنے دل میں فیصلہ کر کے کتاب بند کر کے سو گیا۔ صبح سات بجے کے قریب دروازہ کھٹکا کھولا تو دفتر کے پرائیوٹ سیکرٹری کا آدمی تھا۔ انہوں نے حضور کا خط دیا اس میں لکھا تھا کہ ''فرید میرا تمہارا ایسا تعلق ہے کہ رات خدا نے مجھے بتا دیا کہ تم صبح کا پرچہ نہیں دے رہے۔ صبح کا پرچہ ضرور دو خواہ فیل ہی ہو جاؤ'' خدا کی شان دیکھئے میں نے پرچے دیئے نتیجہ نکلا تو میں فزیالوجی میں پاس تھا جس کے متعلق فکر مند تھا کہ فیل ہو جاؤں گا۔''

(ماہنامہ مصباح سیدنا ناصرؒ نمبر 2008ء ص 188,189)

مزید اس کی شکایتیں شروع کر دیں۔ جب وہ اُٹھ کر چلے گئے تو ابا کہنے لگے ایک حدیث ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے ناراض ہوئے تو صحابہؓ نے مزید اس کی برائیاں شروع کر دیں، شاید اسے کوئی سزا دلوانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اس کے لئے یہ کافی نہیں کہ میں اس سے ناراض ہوں''۔ اس سے بھی یہ سبق ملا کہ جس سے خلیفۂ وقت ناراض ہو اس کو مزید سزا دلوانے کے لئے یا یونہی اس کی برائیاں یا شکایتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ وہ بے چارہ تو پہلے ہی ناراضگی کی سزا بھگت رہا ہوتا ہے۔ اور خلیفۂ وقت کبھی ان شکایتوں سے خوش نہیں ہوتا۔''

(ماہنامہ مصباح سیدنا ناصرؒ نمبر 2008ء ص:312)

بہوؤں کو خاص اہمیت دیتے :۔ صاحبزادی فائزہ بیگم صاحبہ نے بتایا'' گھر کی بیٹیاں تو بیٹیاں ہوتی ہیں، پر ماں باپ کے دل میں اُن کے لئے شفقت اور محبت ہی پائی جاتی ہے۔ مگر حضورؒ کا میں نے نوٹ کیا تھا کہ بہوؤں کو خاص اہمیت دیتے تا کہ وہ محسوس نہ کریں کہ باہر سے آئیں ہیں۔ اس لئے ان کی گھر میں وہ اہمیت نہیں جیسے گھر کے افراد کی ہوتی ہے۔ بلکہ بعض دفعہ مجھے عجیب لگتا کہ اپنی بیٹیوں سے زیادہ بہوؤں کے جذبات کا چھوٹی چھوٹی باتوں میں خیال رکھتے تھے۔ ہماری چچی (سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کا بھی یہی رویہ تھا۔ میری شادی کے بعد جب پہلی دفعہ سفر سے واپس لوٹے تو مجھے بلا کر کہا'' سب

دوران سفر صبر و تحمل کا ایک واقعہ:۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنا طالب علمی کے زمانہ کا ایک دلچسپ واقعہ بیان فرمایا ''میں جن دنوں گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھا کرتا تھا، ان دنوں کا مجھے اپنا ایک واقعہ یاد آ گیا۔کالج میں چھٹی تھی۔میں قادیان جا رہا تھا۔ایک تیز قسم کا مخالف بھی گاڑی کے اسی ڈبے میں بیٹھ گیا۔لاہور سے امرتسر تک وہ میرے ساتھ سخت بدزبانی کرتا رہا اور میں مسکرا کر اسے جواب دیتا رہا۔جس
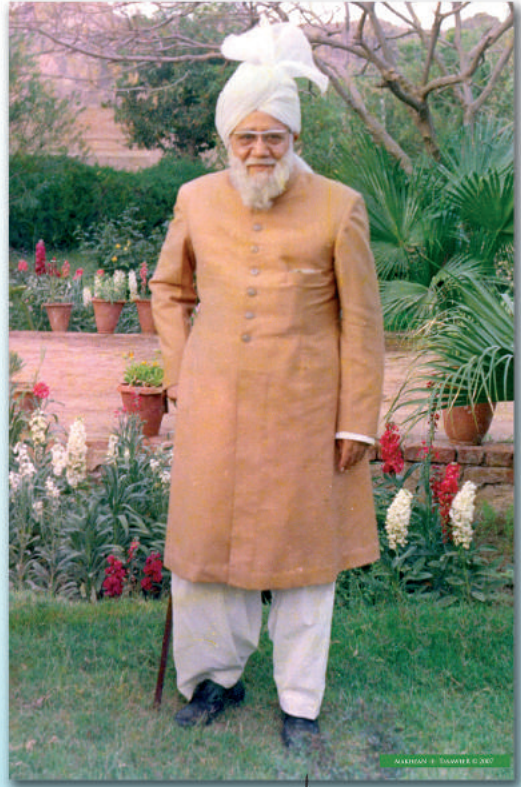
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

وقت وہ امرتسر میں اترا تو اس مسکراہٹ اور خوش خلقی کا اس پر یہ اثر تھا کہ وہ مجھے کہنے لگا اگر آپ جیسے مبلغ آپ کو دو سو مل جائیں تو آپ ہم لوگوں کو جیت لیں گے کیونکہ میں نے آپ کو غصہ دلانے کی پوری کوشش کی مگر آپ تھے کہ ہنستے چلے جا رہے تھے۔'' (حیات ناصرؒ ص:64)

عظیم اخلاق:۔مکرم ڈاکٹر محمد شفیق سہگل صاحب نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ ''جب بھی سابقہ مشرقی پاکستان سے لاہور آتا اور محترم شیخ بشیر احمد صاحب مرحوم حضورؒ سے ملنے ربوہ جا رہے ہوتے تو خاکسار بھی ان کے ساتھ ہو لیتا۔محترم شیخ بشیر احمد صاحب مرحوم سے ملاقات کے بعد حضورؒ خاکسار کو بھی بلوا لیتے۔ایسے ہی ایک موقع پر حضورؒ نے محترم شیخ بشیر احمد صاحب سے فرمایا کہ کھانا مل کر کھائیں گے۔کھانے سے پیشتر نماز ظہر ادا کرنی تھی خاکسار نے حضورؒ سے عرض کی کہ وضو کرنا ہے۔گرمیوں کے دن تھے۔حضورؒ خود باہر تشریف لائے۔اس عاجز کو غسلخانہ دکھایا خاکسار جب اطمینان سے وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر غسلخانہ سے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضورؒ تولیہ لئے کھڑے ہیں۔خاکسار کے پاؤں تلے سے تو زمین نکل گئی۔شرم کے مارے سمجھ نہیں آتا تھا کہ کیا کہے۔سچ ہے یہ اخلاق کی بلندیاں تو وہی دیکھ پاتے ہیں جن پر خدا تعالیٰ انہیں خود ظاہر فرما دیتا ہے۔...خدا تعالیٰ جنہیں خود چنتا ہے وہ عظیم اخلاق کے حامل ہوتے ہیں۔خواہ ان اخلاق کی جھلکیاں دیکھنے کا موقع کسی کو میسر آیا ہو یا نہ آیا ہو۔''

(ماہنامہ مصباح سیدنا ناصرؒ نمبر 2008ء ص:375)

جماعتی خدمات:۔آپؒ نے مختلف حیثیتوں سے بھرپور خدمت کی توفیق پائی۔1939ء میں بطور پرنسپل جامعہ احمدیہ آپؒ کی تقرری ہوئی۔1939ء ہی میں مجلس خدام الاحمدیہ کے صدر بنے 1949ء سے 1954ء تک نائب صدر کے فرائض انجام دیئے۔مئی 1944ء سے نومبر 1965ء انتخاب خلافت تک تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل رہے۔جون 1948ء تا جون 1950ء تک فرقان فورس میں انتظامی کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔1953ء میں جب پاکستان میں احمدیوں کے خلاف فسادات کی آگ بھڑکائی گئی تو اس وقت آپؒ کو اسیر راہ مولیٰ بننے کی بھی سعادت نصیب ہوئی...1954ء میں مجلس انصار اللہ کی قیادت آپؒ کے سپرد کی گئی۔اور 1955ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے آپؒ کو صدر انجمن احمدیہ کا صدر مقرر فرمایا۔علاوہ ازیں تقسیم ہند سے قبل باؤنڈری کمیشن کیلئے مواد فراہم کرنے اور حفاظت مرکز قادیان کے کام کی نگرانی میں نمایاں خدمات کی توفیق پائی۔

(خلافت جوبلی سووینئر 2008ء ص:67)

معروف تحریکات اور کارنامے:۔

(1) سورۃ البقرہ کی پہلی سترہ آیات حفظ کرنے کی تحریک۔

(2) استغفار کرنے کی تحریک۔

(3) بدرسوم کے خلاف جہاد کی تحریک۔

(4) نصرت جہاں لیپ فارورڈ منصوبہ۔
(5) ہمیشہ مسکراتے رہنے کی تحریک۔
(6) وقف عارضی کی بابرکت تحریک۔
(7) صد سالہ جوبلی کا دعائیہ روحانی پروگرام۔
(8) لاالہ الااللہ کا ورد کرنے کی تحریک۔
(9) جماعت احمدیہ کو ''ستارہ احمدیت'' کا تحفہ۔
(10) ہر گھر میں تفسیر صغیر رکھنے کی تحریک۔
(11) حفظ قرآن کی تحریک۔
(12) مجالس موصیان کا قیام۔
(13) سو زبانوں میں لٹریچر تیار کرنے کی تحریک۔
(14) اشاعت قرآن کی تحریک۔
(15) مساکین کو کھانا کھلانے کی تحریک۔
(16) مسجد اقصیٰ ربوہ کی تعمیر۔
(17) افریقہ کے لئے ڈاکٹروں اور اساتذہ کو وقف کرنے کی تحریک۔
(خلافت جوبلی سووینیئر خدام الاحمدیہ جرمنی ص:41 تا 40)

بد رسومات کے خلاف جہاد: ۔آپؒ کی شدت سے یہ خواہش تھی کہ دنیا میں خالص توحید کا قیام ہو اور اس مقصد کے لئے جماعت احمدیہ عالمگیر کو سب سے پہلے اپنے سینہ کے بتوں کو توڑنا ہوگا۔ آپؒ نے اپنے خطبہ 9 ستمبر/1967ء میں بدرسوم اور بدعات وغیرہ کو جماعت سے کلی طور پر ختم کرنے کے لئے بدرسومات کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ حضورؒ نے فرمایا ''میں ہر احمدی کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اور جماعت احمدیہ میں پاکیزگی کو قائم کرنے کے لئے جس پاکیزگی کے قیام کے لئے محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ ہر بدعت اور بدرسوم کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ہے اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ آپ سب میرے ساتھ اس جہاد میں شریک ہوں گے''۔اسی طرح فرمایا ''اس وقت اصولی طور پر ہر گھر کے دروازہ پر کھڑا ہو کر اور ہر گھرانہ کو مخاطب کر کے بدرسوم کے خلاف جہاد کا اعلان کرتا ہوں''۔

(مصباح سیدنا ناصرؒ نمبر 2008ء ص: 164 تا 163)

آپؒ کی عظیم الشان تحریک
''سب کے ساتھ پیار کرو نفرت کسی سے نہ کرو''

حضورؒ محبت اور شفقت کا مجسمہ تھے۔ مغربی جرمنی میں حضورؒ نے ایک موقع پر اپنی زندگی کا مطمح نظر بیان کرتے ہوئے فرمایا ''میں نے اپنی زندگی بنی نوع انسان کی فلاح کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ میرے دل میں نوع انسان کی محبت اور ہمدردی کا ایک سمندر موجزن ہے۔اس لئے میں انہیں راہِ فلاح کی طرف جو بلاشبہ اسلام کی راہ ہے بلا رہا ہوں۔ یہاں بھی محبت کا پیغام لے کر آیا ہوں اور وہ یہی ہے کہ انسان، انسان سے محبت کرے۔ محبت کے نتیجے میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ ہمیشہ محبت ہی غالب آتی ہے اور تعصب کے لئے سدا سے شکست مقدر ہے''۔ ''حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے سپین کی پہلی مسجد کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تمام انسان برابر ہیں خواہ وہ غریب ہوں یا امیر، پڑھے لکھے ہوں یا ان پڑھ...اسلام ہمیں باہم محبت اور الفت سے رہنے کی تعلیم دیتا ہے ہمیں انکساری سکھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے وقت ہمیں مسلم اور غیر مسلم میں کسی قسم کی کوئی تمیز روا نہیں رکھنی چاہئے انسانیت کا یہی تقاضا ہے... میرا پیغام صرف یہ ہے کہ Love for All Hatred for None ''یعنی سب کے ساتھ پیار کرو نفرت کسی سے نہ کرو''۔

(مصباح سیدنا ناصرؒ نمبر 2008ء ص:116 تا 115)

صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبے کا اعلان:۔ جلسہ سالانہ 1973ء پر جماعت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''حضرت مصلح موعودؓ کی یہ خواہش تھی کہ جماعت صد سالہ جشن منائے یعنی وہ لوگ جن کو سوواں سال دیکھنا نصیب ہو وہ صد سالہ جشن منائیں اور میں بھی اپنی اسی خواہش کا اظہار کرتا ہوں کہ صد سالہ جشن منایا جائے۔اس کے لیے میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے اور میں نے بڑی دعاؤں کے بعد اور بڑے غور کے بعد تاریخ احمدیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اگلے چند سال جو صدی پورا ہونے سے قبل باقی رہ گئے ہیں وہ ہمارے لیے بڑی ہی اہمیت کے حامل ہیں ۔اس عرصہ میں ہماری طرف سے اس قدر کوشش اور اللہ کے حضور اس قدر دعائیں ہوجانی چاہئیں کہ اس کی رحمتیں ہماری تدابیر کو کامیاب کرنے والی بن جائیں اور پھر جب ہم یہ صدی ختم کریں اور صد سالہ جشن منائیں تو اس وقت دنیا کے حالات ایسے ہوں... جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا منشا ہے کہ یہ جماعت اس کے حضور قربانیاں پیش کر کے غلبۂ اسلام کے ایسے سامان پیدا کردے۔'' (حیات ناصرؒ جلد اوّل ص:557،556)

ستارۂ احمدیت: سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جماعت کے 89ویں جلسہ سالانہ ربوہ 1981ء کے موقع پر اپنے 27 دسمبر کے دوسرے دن کے خطاب میں فرمایا ''ستارۂ احمدیت ان برگزیدہ احمدیوں کی علامت ہے جو پہلے پیدا ہوئے اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ فرمایا یہ دیکھ کر، پڑھ کر، غور کر کے اور دعا کر کے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آج میں آپ کو ستارۂ احمدیت دوں جو نشان ہو، ان احمدیوں کا جو پیدا ہوئے اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے''۔فرمایا ''یہ ستارۂ احمدیت جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور دعاؤں کے بعد میں آپ کو دے رہا ہوں۔جس طرح کائنات کی بنیاد لا الٰہ الا اللہ پر ہے اسی طرح جماعت کی جان لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اسی لئے اس ستارے کے وسط میں لا الٰہ الا اللہ لکھا ہے۔اس ستارے کے چودہ کونے ہیں۔نبی کریم ﷺ کی سنت ہے کہ آپؐ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی نشان دیکھتے تو ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگاتے۔اس لئے میں نے ستارے کے چودہ کونوں میں اللہ اکبر لکھوادیا (حضور انور کے اس اعلان پر جلسہ سالانہ میں موجود احباب نے جوش وخروش سے نعرے لگائے چنانچہ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، اسلام زندہ باد، حضرت خاتم الانبیاء زندہ باد، اسلام زندہ باد، ناصر الدین زندہ باد اور غلام احمد کی جے کے فلک شگاف نعرے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ حضرت مصلح موعودؓ کی تدفین کے موقع پر

لگائے۔حضور انورؒ نے نعروں کے جوش تھمنے کے بعد فرمایا کہ اب نعرہ نہیں لگانا اب ہم ورد کریں گے۔ چنانچہ حضور نے روح پرور انداز میں لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کا ورد فرمایا حضور نے چودہ بار لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر اور پندرہویں بار صرف لا الٰہ الا اللہ کہا) فرمایا ''ہم نے ہر صدی کی طرف سے ایک ایک لا الٰہ الا اللہ کا ورد کیا۔اب ہم پندرہویں صدی میں خدا تعالیٰ کے عظیم نشانوں کو دیکھنے کے لئے داخل ہو چکے ہیں ۔اب ایک صدی کے لئے اللہ اکبر کا صرف ایک ہی نعرہ نہیں لگے گا بلکہ ہر آن اللہ تعالیٰ کا نعرہ بلند کریں گے۔چودہ بار لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کا ورد ان لوگوں کی طرف سے کیا ہے جو اس صدی میں گزر چکے ہیں۔اور ان نعمتوں کے شکر کے لئے یہ ورد کیا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئیں۔''

(خلافت جوبلی سووینیئر جرمنی 2008ء ص:43)

الغرض سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی شخصیت اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت و برکت کا ایک نہایت تابندہ ودرخشندہ نشان تھی۔آپؒ نے اپنے نورانی وجود سے ایک جہان کو منور کیا اور مشرق ومغرب میں بسنے والی قوموں کے لاکھوں بلکہ کروڑوں افراد کو برکت بخشی۔ آپؒ 9رجون 1982ء کو رات ایک بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون ۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ آپؒ کے درجات بلند سے بلند فرمائے اور بے شمار رحمتیں ہر آن آپؒ پر برستی رہیں۔آمین ثم آمین

؎ ناصر دیں تیری روحِ مقدس کو سلام
دینِ احمد کی تب وتاب بڑھادی تو نے

چشمہ بیٹا ہے لیے کیا کیا نظارے دے گیا اس کے دامن میں تھے جتنے پھول سارے دے گیا

وجود طاہرؒ خدا کی ایک نعمت

مکرمہ صابرہ احمد صاحبہ۔ Augsburg

ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ہم سے جدا ہوگئے ہیں۔لیکن آپؒ کی سیرت کے بے شمار حسین پہلو ہیں جن کی میٹھی یادیں آج بھی ہم سب کے دلوں میں بھینی بھینی خوشبو بن کر مہک رہی ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ مہکتی رہیں گی۔آپؒ کی پاکیزہ شخصیت کا ہر پہلو نہایت خوبصورت ، دلکش اور دلربا تھا۔آپؒ کروڑوں دلوں کی دھڑکن تھے۔ہر احمدی کے دل میں آپؒ کی یادیں کبھی تذکروں کی صورت میں زبان پر آتی ہیں اور کبھی آپؒ کے لیے دعائیں بن کر آنسوؤں کا روپ لے کر آنکھوں سے چھلک جاتی ہیں۔آپؒ کا22 سالہ شاندار دور خلافت برکتوں اور کامیابیوں سے معمور ہے۔

پیدائش :۔اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہؓ کے بطن سے ایک ہی بیٹا عطا فرمایا جس کا نام ''طاہر احمد'' رکھا گیا آپؒ کی پیدائش 18 ردسمبر1928ء کو قادیان میں ہوئی آپؒ کی پیدائش خاندان کے لئے خوشی کا باعث تھی کہ ''سیدہ مریم''، جو آپؒ کی پیدائش کے بعد ''اُمّ طاہر'' کہلانے لگیں کے ہاں دو بیٹیوں کی پیدائش کے بعد ایک بیٹا چھوٹی عمر میں فوت ہوگیا تھا اللہ تعالیٰ نے نعم البدل کے طور پر یہ خوبصورت بچہ آپ کو عطا فرمایا۔

طاہر احمد کی آنکھیں بھوری، بال باریک اور سیاہ تھے۔ناک ستواں لیکن ذرا خمدار تھی۔رنگ گورا تھا۔میانہ قد اور متناسب اور پھر تیلا جسم تھا...آپؒ بچپن میں بہت کم بیمار ہوئے۔بہت شگفتہ مزاج ، ہنس مکھ تھے۔شرارتیں بھی کرتے لیکن ایسی نہیں کہ کسی کا دل دکھے۔

ہمجولیوں کے ساتھ کھیلتے اور مقابلہ کرتے ۔مثلاً دیوار پر چلنے کا مقابلہ یا بارش کے پانی سے بھرے ہوئے گڑھوں کو پھلانگنے کا مقابلہ، کچھ بڑے ہوئے تو فٹبال اور کبڈی میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔کبڈی میں تو آپؒ نے خاصی شہرت حاصل کی۔

بچپن کا دلچسپ واقعہ :۔قادیان میں ایک کنواں کھودا جا رہا تھا۔ننھے طاہر نے دن کے وقت مزدوروں کو دیکھا کہ وہ کس طرح رسّہ پکڑ کر پاؤں کنویں کی دیوار سے اٹکا کر نیچے اُترتے جاتے ہیں اور پھر اسی طرح اوپر چڑھ کر باہر آتے ہیں۔شام ڈھلے جب سب مزدور چلے گئے تو آپؒ نے بھی کنویں میں اترنے کی ٹھانی۔جونہی رسّہ پکڑا کنویں میں اترے اور لگے دیوار تلاش کرنے لیکن آپؒ کی ٹانگیں تو بہت چھوٹی تھیں اور دیوار تک پہنچ نہ سکتی تھیں۔نتیجہ یہ نکلا کہ آپؒ تیزی سے نیچے گرتے چلے گئے اور رسہ کی وجہ سے آپؒ کے ہاتھ چھلنی ہوگئے۔اب آپؒ کو یہ ڈر تھا کہ امی جان نے زخمی ہاتھ دیکھے تو

گھبرا جائیں گی چنانچہ آپؒ ڈاکٹر کے پاس گئے ،صرف مرہم ہاتھوں پر لگائی

اور پٹی نہ باندھی، اس طرح اس تکلیف کو برداشت کرتے رہے لیکن اپنی والدہ کو پتہ نہ لگنے دیا کہ انہیں تکلیف ہوگی اور سزا ملنے کا بھی ڈر تھا۔

(بحوالہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ص 4,5 تصنیف نصیر احمد انجم)

تعلیم :۔آپؒ نے قادیان کے الاسلام سکول سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ تعلیم کے سلسلہ میں آپؒ نے نصابی کتب کے حوالہ سے تو کلاس میں خاص کارکردگی نہ دکھائی لیکن شروع سے ہی آپؒ کو مطالعہ کا بے پناہ شوق تھا اور غیر نصابی علمی کتب کا مطالعہ بڑے انہماک اور کثرت سے کیا کرتے تھے۔مضامین میں سے آپؒ کو سائنس کا مضمون بہت پسند تھا کسی بھی رسالہ یا اخبار میں سائنس کی گہرائیوں سے متعلق مضمون دیکھتے تو پڑھے بغیر نہ رہتے... میٹرک کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف۔ایس۔سی اور پھر پرائیویٹ بی۔اے کیا۔نت نئی غیر نصابی کتب کے مطالعہ سے خاصا لگاؤ تھا...1949ء میں آپؒ نے جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور 1953ء میں امتیاز کے ساتھ درجہ شاہد پاس کیا...آپؒ کو سکول آف اوریئنٹل اسٹڈیز School of Oriental and African Studies میں داخلہ ملا۔ یوں آپؒ لنڈن یونیورسٹی کے طالبعلم بنے ...آپؒ نے انگریزی زبان میں خوب مہارت حاصل کرلی۔1957ء میں آپؒ واپس تشریف لے آئے۔ (سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ تصنیف نصیر احمد انجم ص:8 تا 6)

آپؒ کی والدہ ماجدہ یوں دعا کرتیں:۔

حضرت سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ مہر آپا حرم حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانیؓ تحریر فرماتی ہیں"پھوپھی جان کی نرینہ اولاد صرف عزیز طاہر سلمہ ہی ہیں۔آپؓ ہر وقت تڑپ کر خود بھی دعا کرتیں اور دوسروں سے یہ دعا کرواتیں کہ"میرا ایک ہی بیٹا ہے،خدا کرے یہ خادم دین ہو میں نے اسے خدا کے راستہ میں وقف کیا ہے"۔اللہ تعالیٰ اسے حقیقی معنوں میں واقف بنائے اور پھر آنسوؤں کے ساتھ یہ جملے بار بار دہراتیں۔"خدایا میرا طاری تیرا پرستار ہو،یہ عابد و زاہد ہو،اسے خادم دین بنائیو! اسے اپنے عشق اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق میں سرشار کرنا۔" ہر احمدی گواہ ہے کہ اس عظیم المرتبت ماں کی یہ دعائیں کس شان سے پوری ہوئیں۔یہ تمام دعائیں ہر احمدی والدین کے لئے مشعل راہ ہیں۔

(سیرت حضرت ام طاہرؓ مصنف ملک صلاح الدین ص: 223، 224)

بچپن سے تہجد کی عادت: حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا"مجھے تو چھوٹی عمر سے شوق تھا اللہ بہتر جانتا ہے وہ قبول ہوا یا نہیں ہوا لیکن تہجد کا شوق تھا بچپن سے ہی خدا نے دل میں ڈال دیا تھا کہ تہجد ضرور پڑھنی چاہئے۔اور اس کو میں نے آج تک حتی المقدور برقرار رکھا ہے"...اس بارہ میں بی بی فائزہ بتاتی ہیں"جب سے میں نے ہوش سنبھالا ابّا کو بہت پابندی سے نماز تہجد کو ادا کرنے والا پایا"۔

(روزنامہ الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 17 بحوالہ حضور کی ذاتی زندگی...کے واقعات)

آپؒ کی دعائیں کثرت سے قبول ہوتیں :۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا"یہ میرے والد محترم کی شخصیت ہی تھی جس نے مجھے سچائی کا یہ راستہ دکھایا۔اگر چہ وہ جماعت احمدیہ کے واجب الاحترام امام تھے اور لوگ ان کے پاس دعا کی درخواستیں لے کر آتے رہتے تھے لیکن ان کا اپنا طریق یہ تھا کہ آڑے وقت میں آپؓ ہم بچوں سے بھی فرماتے کہ آؤ بچو! دعا کرو۔دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ جماعت کا معین و مددگار ہو"...

آپؒ مزید فرماتے ہیں"دراصل جب میں بچپن میں بھی دعا کرتا تو اسے قبولیت کا شرف حاصل ہو جاتا لیکن کبھی کبھی میں یہ بھی سوچا کرتا کہ کہیں اس احساس میں میرے اپنے ذہن ہی کا عمل دخل نہ ہو لیکن جب میں نے ہستی باری تعالیٰ کے ناقابل تردید ثبوت کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا اور میری عاجزانہ دعائیں اس کثرت سے قبول ہونے لگیں تو لامحالہ یہ امر بجائے خود میرے لئے ایک معین اور زندہ ثبوت کے طور پر کھل کر

صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ یورپ میں

میرے سامنے آ گیا۔ مجھے یقین ہے کہ قبولیت دعا کے ان واقعات کا اتفاق یا حادثات سے ہرگز کوئی تعلق نہیں تھا یہاں تک کہ ہستی باری تعالیٰ کی یہ تائیدی شہادت پھیلتی بڑھتی اور مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ وہ وقت بھی آن پہنچا جب خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے براہ راست اپنے الہام سے سرفراز فرما دیا۔''

(روزنامہ الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 17 بحوالہ حضور کی ذاتی زندگی ... کے واقعات)

حضورؒ فرماتے ہیں ''جب کوئی مشکل درپیش ہو تو آپ خدا کے حضور دعا میں لگ جائیں اگر آپ دعا کرنے کو اپنی عادت بنا لیں تو ہر مشکل کے وقت آپ کو حیران کن طور پر خدا کی مدد ملے گی اور یہ وہ بات ہے جو میری ساری عمر کا تجربہ ہے اب جب کہ میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا ہوں تو میں یہ بتاتا ہوں کہ جب بھی ضرورت پڑی اور میں نے خدا کے حضور دعا کی تو میں کبھی ناکام نہیں ہوا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کی۔''

(سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ تصنیف نصیر احمد انجم ص:32)

قبولیت دعا کا واقعہ :۔ مکرم سید نصیر احمد شاہ صاحب لکھتے ہیں ''ایک بہت بڑی انٹرنیشنل سیٹلائٹ کمپنی سے کافی معاملات طے ہو گئے اور معاہدوں کا آخری مرحلہ آیا تو سلسلہ کچھ آگے بڑھتا نظر نہ آتا۔ کسی پُر اسرار وجہ سے معاہدے کی آخری سٹیج مکمل نہ ہونے پا رہی تھی کچھ تفتیش کے بعد احساس ہوا کہ اس کمپنی کی ایک ڈائریکٹر جو ہمارے کیس کی انچارج تھی۔ وہ بلا وجہ رکاوٹیں کھڑی کر رہی تھی اور محسوس ہوتا تھا کہ وہ کسی طرح بھی یہ معاہدے مکمل نہ ہونے دے گی۔ فکرمندی کے احساس تلے حضور انور رحمہ اللہ کی خدمت میں پریشانی کا اظہار کیا تو حضورؒ نے محض اتنا فرمایا ''اچھا اللہ فضل کرے گا۔'' مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضور انورؒ کے ارشاد کے ایک ہفتے کے اندر اندر اس کمپنی کے سینئر ڈائریکٹر جو اس عورت کے افسر تھے ان کا فون مجھے آیا اور کہا کہ ''اب وہ یہاں کام نہیں کرتیں اور آپ کا کیس آج سے میں ڈیل (deal) کروں گا۔'' خاکسار نے شاید زندگی میں قبولیت دعا کی ایسی واضح اور عیاں مثال نہ دیکھی تھی۔ یقین نہیں آتا تھا کہ ایک ڈائریکٹر جو کئی سال سے اتنی بڑی پوسٹ پر کام کر رہی تھی اچانک کمپنی نے اسے نکال کیسے دیا اور پھر خدا کی قدرت کا ایک اور نظارہ یہ تھا کہ سینئر ڈائریکٹر ایک ایسا فرشتہ صفت انسان ثابت ہوا کہ اس نے آگے چل کر ہر قدم پر ہماری مدد کی اور بے شمار رکاوٹیں دور کیں۔''

(سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مصنف نصیر احمد انجم ص 32،33)

عبادتِ الٰہی :۔ آپؒ کی صاحبزادی بی بی فائزہ نے بتایا ''نماز تو خیر ان کی روح کی غذا تھی ہی۔ کسی اور کو بھی نماز پڑھتے دیکھ لیتے تو چہرہ خوشی سے چمکنے لگتا۔ اسی وجہ سے بچپن میں ہی یہ احساس ہم میں پیدا ہو گیا تھا کہ اگر ہم نماز پڑھ لیں تو باقی بچپن کی نادانیاں اور شرارتیں قابل معافی ہیں۔ جب کبھی باہر سے آتے تو پہلا سوال یہی کرتے کیا نماز پڑھ لی؟ اگر جواب ہاں میں ہوتا تو وہ دن ہمارا ہوتا۔ ابا کا پیار ہمارے لئے چھلکنے لگتا۔ صبح کی نماز کے لئے میری شادی ہونے تک آپؒ نے ہمیشہ خود مجھے اُٹھایا۔ بعض دفعہ نیند کا غلبہ ہوتا، اُٹھانے کے باوجود دوبارہ سو جاتی حضورؒ پھر آتے اور دوبارہ اسی پیار اور نرمی سے اُٹھاتے۔ مجھے یاد نہیں آپؒ نے کبھی چڑ کر اس بات پر ڈانٹا ہو۔ بار بار اُٹھاتے یہاں تک کہ ہم اُٹھ کر نماز ادا کر لیتے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ نماز کی پابندی کے لئے ہمیں ڈانٹ نہیں پڑی مگر صبح ہمیں اُٹھاتے ہوئے کبھی چڑ کر نہیں ڈانٹا۔ میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ حضورؒ کو کبھی بھی اپنی ذاتی تکلیف پر غصہ نہیں آتا تھا۔ آپؒ اس بات کو خوب سمجھتے تھے کہ اس عمر کی فطری مجبوری ہے کہ بچہ بار بار نیند سے مغلوب ہو کر سو جائے گا مگر جہاں تک خدا کے حکم کا تعلق ہے اگر نرمی سے بات نہ مانی جاتی تو غصہ کا اظہار بھی کرتے تھے۔'' (روزنامہ الفضل ربوہ سیدنا طاہرؒ نمبر 27 دسمبر 2003ء ص نمبر 45 ہمدرد و شفیق باپ، بے تکلف اور منکسر المزاج

وجود، خواتین کے محسن اور عظیم مربی تحریر صاحبزادی فائزہ لقمان)

نماز کی امامت :۔ امامت کے متعلق آپؒ نے خطبہ جمعہ 8؍دسمبر 2000ء میں فرمایا ’’میں نے ایک دفعہ باقاعدہ حساب لگا کر دیکھا تھا کہ گزشتہ تینوں خلفاء سے زیادہ میں نے باجماعت نمازیں پڑھائی ہیں اور یہ حسابی بات ہے اس میں کوئی شک کی بات نہیں ۔انتہائی بیماری کے وقت بھی بعض دفعہ نزلہ سے آواز نہیں نکل رہی ہوتی تھی مگر نماز باجماعت کی مجھے تو اتنی عادت تھی، بچپن سے تھی اور اس ذمہ داری کے بعد تو یہ عادت بہت زیادہ بڑھ گئی کہ جتنی باجماعت نمازیں میں پڑھا چکا ہوں اتنی پچھلے تینوں خلفاء کی مجموعی طور پر تعداد نہیں بنے گی۔‘‘

(بحوالہ روزنامہ الفضل 27؍دسمبر 2003ء ص 17 مرتبہ عبدالستار خانصاحب)

نماز کا التزام :۔مکرم سید محمود احمد صاحب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ بیان کرتے ہیں ’’حضور نماز باجماعت کی بے انتہا پابندی کرنے والے تھے۔اس کا ثبوت ایک واقعہ نہیں بلکہ بہت سے واقعات ہیں۔ خاکسار نے بارہا دیکھا کہ حضورؒ جب بھی ربوہ سے باہر کے کئی روزہ دورے سے واپس آتے تو پہلا سوال ہی یہ ہوتا کہ آج کل مسجد مبارک میں نمازوں کے اوقات کیا ہیں اور یہ احتیاط اور تحقیق اس لیے ہوتی کہ اگر نمازوں کے اوقات بدل گئے ہوں تو اس کے مطابق مسجد میں حاضر ہوسکیں اور نماز باجماعت سے رہ نہ جائیں۔پھر جیسا کہ خاکسار عرض کر چکا ہے کہ دوسروں کو بھی نماز کی تلقین کرنا اور نمازی بنانے کی کوشش کرنا بھی آپؒ کی سیرت کا ایک خاص پہلو تھا اور اس کا انداز نرالا اور خوبصورت تھا۔ بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو خود تو اچھے نمازی ہوتے ہیں باجماعت نماز کے پابند ہوتے ہیں لیکن اپنے تعلق داروں کے بارہ میں اتنے حساس اور نگران نہیں ہوتے جتنا کہ حضور رحمہ اللہ تھے۔بے انتہا توجہ تھی کہ آپؒ کے اردگرد کوئی ایسا فرد نہ ہو جو نماز کے حوالے سے کسی بھی کمزوری کا شکار ہو۔خاکسار کے بچپن کی بات ہے اس وقت میری عمر اندازاً دس برس ہوگی۔ٹی وی پر کوئی میچ چل رہا تھا نماز ظہر میں ابھی کچھ وقت تھا۔حضورؒ نماز کے لئے تیار ہوکر

جانے لگے۔ مجھے دیکھا، فرمانے لگے جانتے ہو شرک کیا ہے؟ شرک صرف بت پرستی نہیں بلکہ ہر بڑا شرک یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو اور اس سے محبت کا دعویٰ کرتا ہو لیکن جب اس کی طرف آنے کے لئے پکارا جائے تو سنی ان سنی کر دے اور دنیاوی کاموں میں منہمک رہے فرمایا یہ بہت بڑا شرک ہے۔‘‘ (سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مصنف نصیر احمد انجم ص:27,28)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے پرائیوٹ سیکرٹری مکرم منیر احمد جاوید صاحب لکھتے ہیں ’’آپؒ کو نماز سے اس قدر عشق تھا کہ عام آدمی اس کا تصور بھی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نماز پڑھتے ہوئے

حضورؒ کے پیچھے حضرت آصفہ بیگم صاحبہ صاحبزادی شوکت اور صاحبزادی فائزہ کے ہمراہ

نہیں کرسکتا آپؒ بیماری میں کمزوری کے باوجود کھڑے ہوکر نماز ادا کرتے رہے۔آخری بیماری کے دوران شدید کمزوری کے باوجود آپؒ جس طرح سہارا لے کراور چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتے ہوئے مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے تشریف لاتے اسے جماعت کبھی بھی بھلا نہیں سکتی آپؒ کبھی بھی نماز کو قضا نہیں ہونے دیتے تھے۔حضورؒ حضر میں ہوتے اور موسم خواہ سرد ہوتا یا گرم یا بارش ہورہی ہوتی یا برف باری کا سماں ہوتا تو آپؒ کسی بھی قسم کی پرواہ کئے بغیر ہمیشہ مسجد میں ہی جا کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔سفروں میں نماز پڑھنے کا حال بھی سن لیں۔ناروے کے ایک سفر کے دوران ہم نے انتہائی سردی میں بحری جہاز کے کھلے ڈیک پر بھی آپؒ کی اقتداء میں نماز ادا کی ہوئی ہے اور اسی طرح سخت گرمی اور مچھروں کی یلغار کے وقت الاسکا میں بھی نمازیں پڑھی ہوئی ہیں۔یورپ کے سفروں میں سڑک کے کنارے مناسب جگہ دیکھ کر نمازوں کے لئے رکنے کی ہدایت تو ہمیشہ جاری رہی۔آپؒ کبھی نماز کو قضا نہیں ہونے دیتے تھے۔آپؒ کی زندگی تو قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کا نمونہ تھی کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مصنف نصیر احمد انجم ص:29،30)

خدا پر توکل اور بہادری:۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ''ایک دفعہ کا ذکر ہے حضرت اباجان اور سارے پہاڑ پر گئے ہوئے تھے اور میں اپنے گھر کے صحن میں اکیلا سویا کرتا تھا اور بعض دفعہ سوتے ہوئے ڈر لگتا تھا کیونکہ کہانیاں بھی عجیب وغریب مشہور تھیں کہ ایک جن آیا کرتا ہے کوئی نالے پراندے بیلنے والی عورت ہے جو چھت پر سے چھلانگ لگا کر آیا کرتی ہے۔اس قسم کی کہانیاں پرانے زمانے سے چلی آرہی تھیں اس گھر کے متعلق تو ایک دفعہ اچانک مجھے خیال آیا کہ یہ تو شرک ہے۔اگر کوئی بلا کوئی جن نقصان پہنچا سکتا ہے اللہ کے اذن کے بغیر تو یہ بھی تو ایک شرک کی قسم ہے۔میں کیوں ڈر رہا ہوں مجھے کیوں نیند نہیں آرہی۔اس لئے میں نے مقابلہ کرنا ہے اب اس کا اور اپنے آپ پہ سختی کر کے بھی مقابلہ کرنا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مجھے بہادری عطا ہو۔یہ فیصلہ کرنے کے بعد پھر میں نے خوب نظر دوڑائی کہ کونسی جگہ ہے جہاں سب سے زیادہ ڈرنے والی جگہ ہے ہمارے ہاں ایک چھوٹا سا کمرہ ہوا کرتا تھا اس کمرے کے متعلق بڑی روایتیں تھیں کہ بڑی بلائیں وہاں ہوتی ہیں اور خاص طور پر وہ چمنی کی جگہ جہاں ہوتی تھیں جہاں وہ آگ جلائی جاتی ہے اس کے متعلق بتایا جاتا تھا کہ یہ بڑی خطرناک جگہ ہے۔تو میں رات کو اُٹھا اور دروازہ کھول کے اس کمرے کی چمنی میں جا کر بیٹھ گیا۔میں نے کہا اب جو بلا آنی ہے آجائے اور میں اللہ پر توکل کرتا ہوں مجھے پتہ ہے کہ کوئی بلا مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی جب تک اللہ نہ چاہے۔کچھ دیر بیٹھنے کے بعد اتنا سکون ملا ہے کہ آرام سے چلا گیا اور بستر پر پڑتے ہی نیند آگئی۔کوڑی کی بھی پرواہ نہیں رہی۔''

(بحوالہ روزنامہ الفضل 27 دسمبر 2003ء ص 17 مرتبہ عبدالستار خانصاحبؓ)

تلاوت قرآن شریف خوش الحانی سے کیا کرتے

آپؒ کے ایک استاد محترم بچپن کے بارے میں بیان فرماتے ہیں۔''ننھا طاہر اس عمر میں بھی بڑی توجہ سے قرآن کریم کی تلاوت کرتا اور دیکھنے والے کو صاف محسوس ہوتا کہ تلاوت کرتے وقت اسے دلی خوشی اور لذت محسوس ہورہی ہے۔ایسی خوشی کہ دیکھنے والا بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

قرآن کریم کے ترجمہ کے بارہ میں آپؒ نے فرمایا''یہ تو میں نے خود ہی پڑھا ہے۔کلاس میں تو ہم پڑھا کرتے تھے،استاد بھی پڑھاتے تھے مگر اصل ترجمہ میں نے خود ہی پڑھا ہے''۔ (خلافت جوبلی سوونیئر 2008ء ص:108)

؎ دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

محبت قرآن: قرآن کریم سے آپؒ کو جو محبت تھی اس کا اظہار آپؒ کے دروس قرآن سے بھی ہوتا ہے اور ترجمۃ القرآن کلاس سے بھی جس کے بارے میں آپؒ نے خود فرمایا''میں نے ترجمہ قرآن عربی گرامر کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر تیار کیا ہے....میں نے بھی ترجمہ سیکھنے کے

لئے دعائیں کی ہیں میری تعلیم القرآن کلاس میری زندگی کا ماحصل ہے پس ترجمہ قرآن سیکھنے کے لئے اس سے فائدہ اٹھائیں۔‘‘

آپؒ نے محبت قرآن سے لبریز ہوکر فرمایا ’’آج اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی عظمت کی خاطر قرآنی دلائل کی تلوار میرے ہاتھ میں تھمائی ہے اور میں قرآن پر حملہ نہیں ہونے دوں گا۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں پر حملہ نہیں ہونے دوں گا۔جس طرف سے آئیں،جس بھیس میں آئیں ان کے مقدر میں شکست اور نامرادی لکھی جاچکی ہے۔چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے دوبارہ قرآن کریم کی عظمت کے گیت گانے کے جودن آئے ہیں،آج یہ ذمہ داری مسیح موعودؑ کی غلامی میں میرے سپرد ہے۔‘‘ (سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ تصنیف نصیر احمد انجم ص:32,31)

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ۔مکرم منیر احمد جاوید صاحب لکھتے ہیں ’’حضرت صاحبؒ کی زندگی کا ایک بہت دلکش اور دلگداز پہلو آپؒ کا عشق رسولؐ ہے جو ماں کی گود میں شیخ سعدیؒ کے نعتیہ اشعار پر مشتمل لوریوں کو سن سن کر آپؒ کے دل میں پروان چڑھا....آپؒ نے بچپن میں پیدا ہونے والی اس محبت کی شمع کو ہمیشہ روشن رکھا۔اسی نور اور روشنی سے ہمیشہ آپؒ کی پاکیزہ حیات منور رہی۔چنانچہ جب بھی آنحضرت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ مسجد بشارت سپین کے افتتاح کے موقع پر
حضورؒ کے دائیں جانب حضرت سر ظفر اللہ خان صاحبؓ اور بائیں جانب ڈاکٹر عبد السلام صاحب ہیں

صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس نام آپؒ کی زبان پر آتا تو آپؒ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوجاتیں،آواز بھرا جاتی اور بمشکل اپنے جذبات پر قابو پا کر حضور اکرم کا ذکر مکمل فرمایا کرتے تھے۔آپؒ نے بارہا خطبات کے ذریعہ جماعت کو حضور اکرمؐ پر درود وسلام بھیجنے کی نصیحت فرما کر ان کے دلوں میں بھی یہ لو لگادی کہ ہر کوئی صبح شام حضور اکرمؐ کا نام لیتا ہے۔‘‘

(سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مصنف نصیر احمد انجم ص:31,30)

خلافت سے پہلے جماعتی خدمات :۔1966ء تا 1969ء آپؒ بطور صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ خدمت بجا لاتے رہے۔ آپؒ وقف جدید انجمن احمدیہ کے سب سے پہلے ناظم مقرر ہوئے اس عہدہ پر آپؒ مسند خلافت پر متمکن ہونے تک فائز رہے...خلافت ثالثہ کے دور میں آپؒ لمبا عرصہ ناظم لنگر خانہ دارالعلوم پھر بعد میں نائب افسر جلسہ سالانہ رہے۔ (خلافت جوبلی سووینیر جرمنی 2008ء ص:109)

1957ء میں ربوہ واپسی پر حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی اس سال جاری فرمودہ عظیم الشان تحریک ’’وقف جدید‘‘ کی نگرانی کا کام آپؒ کو سونپا اور آپؒ نے ناظم ارشاد وقف جدید کی حیثیت سے ملک کے طول وعرض کے دورے کئے بالخصوص دور دراز دیہات میں بسنے والے احمدیوں تک آپؒ بنفس نفیس پہنچے اور ان کے حالات کا مشاہدہ کیا۔ان کی اصلاح اور تربیت اور تعلیم کے منصوبے بنائے۔آپؒ 66ء،67ء میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے صدر منتخب ہوئے۔اس طرح نوجوانوں کی تربیت کے لئے آپؒ نے گراں قدر مساعی فرمائیں ۔1979ء میں آپؒ صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ منتخب ہوئے۔علاوہ ازیں آپؒ نائب افسر جلسہ سالانہ،ڈائریکٹر فضل عمر فاؤنڈیشن ،امیر مقامی ربوہ اور دیگر جلیل القدر عہدوں پر فائز رہے۔ 1974ء میں جماعت احمدیہ کا جو وفد قومی اسمبلی میں پیش ہوا۔اس کے ایک ممبر آپؒ بھی تھے۔ (سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مصنف نصیر احمد انجم ص:9)

الہامات کے ذریعے خوش کن خبر کہ ’’طاہر ایک دن خلیفہ بنے گا‘‘ مکرم انور کاہلوں صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ برطانیہ کے والد صاحب نے ان کو بتایا ’’حضرت اُمّ طاہرؓ اور تمہاری والدہ دونوں گہری سہیلیاں تھیں۔ ایک سہ پہر کا ذکر ہے جب تمہاری والدہ اپنی سہیلی کو ملنے گئیں،صاحبزادہ طاہر احمد اس وقت تقریباً تین سال کے تھے۔اچانک حضرت اُمّ طاہرؓ

کمرے سے باہر نکلیں اور جلد ہی اپنے شوہر نامدار خلیفہ ثانیؓ کی دستار لے کر واپس لوٹیں اور اسے ننھے طاہر کے سر پر باندھ دیا اور بولیں "طاہر ایک دن خلیفہ بنے گا"۔ دراصل اسی صبح حضرت اُمّ طاہرؓ کو حضرت مصلح موعودؓ کے ایک الہام کا علم ہوا تھا۔ اُمّ طاہرؓ سے مخاطب ہو کر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا تھا "مجھے خدا تعالیٰ نے الہاماً بتایا ہے کہ طاہر ایک دن خلیفہ بنے گا"۔

مکرمہ امتہ الرشید صاحبہ نے قریباً 1940ء میں نہایت صاف آواز سنی کہ "خلیفۃ المسیح حضرت میاں طاہر احمد صاحب ہونگے" آپؓ نے یہ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں تحریر کیا تو حضورؓ نے تحریر فرمایا کہ "خلیفہ کی زندگی میں ایسے رؤیا و کشوف صیغہ راز میں رہنے چاہئیں اور تشہیر نہیں کرنی چاہئے"... اسی طرح مکرم ضیاء الدین حمید صاحب کو 1979ء میں کشف ہوا کہ چوتھے خلیفہ کے والد (بقید حیات) نہیں ہوں گے، بھائی نہیں ہوگا، اور نہ ہی بیٹا ہوگا۔ پھر القاء ہوا یہ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ ہیں۔

مکرم عبدالباری صاحب اور مکرم خوارج احمد صاحب نے ایک ہی خواب دیکھا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنی پگڑی حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ کو پہنادی۔ (خلافت جوبلی سوونیئر جرمنی 2008ء ص:109)

عائلی زندگی :۔1957ء میں لندن سے واپسی پر آپؒ کی شادی حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ شادی کے بعد آپؒ کو حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے تین بیڈ رومز پر مشتمل ایک گھر اور 125 ایکڑ زمین کا ایک قطعہ مل گیا۔ جہاں آپؒ نے زمینداری کے علاوہ بھینسیں بھی پال رکھی تھیں۔ آپؒ صبح سویرے نماز فجر کے بعد سائیکل پر اپنے گھر سے تین میل دور احمد نگر کے پاس واقع اپنے زرعی فارم پر جاتے اور دودھ لے کر گھر آتے اس طرح ورزش بھی ہو جاتی اور تفریح بھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو چار بیٹیوں سے نوازا۔ آپؒ ایک مثالی شوہر اور شفیق باپ تھے۔ آپؒ نے بچیوں کو بہت پیار دیا۔ انہیں احمد نگر لے جاتے جہاں آپؒ نے ایک مچھلی فارم بھی بنوایا۔ سب خوب لطف اندوز ہوتے اور پیار ہی پیار میں آپؒ ان کی تربیت بھی فرماتے۔ رات کو انہیں کہانیاں بھی سناتے جو بالعموم مذہبی موضوعات اور انبیاء کے واقعات پر مشتمل ہوتیں۔

(سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ تصنیف نصیر احمد انجم ص 9 تا 10)

خوبصورت اور مسکراتا ہوا وجود :۔آپؒ کی صاحبزادی بی بی فائزہ نے بتایا "پہلی یاد جو میرے ذہن میں آتی ہے وہ یہ کہ ایک خوبصورت، مہربان اور مسکراتا ہوا وجود، ہاتھ میں دفتری کاغذات پکڑے ہوئے گھر میں داخل ہوتا ہے تو دو چھوٹی بچیاں بھاگتی ہوئی جا کے ان سے لپٹ جاتی ہیں ان کو خوب علم ہے کہ یہی شخص اس گھر کی رونق اور تمام خوشیوں کا منبع ہے اور یہ بھی جانتی ہیں کہ ان کے آنے سے ہمارے دن کا وہ حصہ شروع ہو جائے گا جو زندگی سے بھرپور ہے۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ سیدنا طاہرؒ نمبر 27 دسمبر 2003ء ص نمبر 45 ہمدرد وشفیق باپ، بے تکلف اور منکسر المزاج وجود، خواتین کے محسن اور عظیم مربی تحریر صاحبزادی فائزہ لقمان)

کسی بھی چیز کا ضیاع پسند نہ فرماتے :۔حضورؒ کی صاحبزادی شوکت جہاں صاحبہ نے بتایا "ابا ہمارے ساتھ کھیلتے اور دلچسپ باتوں سے ہنساتے بھی رہتے کسی چیز کا ضیاع ہو رہا ہوتا تو انہیں بہت تکلیف ہوتی۔ ہم اکثر لائٹیں وغیرہ جلتی چھوڑ دیتے یا لاپرواہی کرتے۔ ایک بار ابا جان کراچی گئے کچھ دنوں کے لیے وہاں جا کر ہمیں خط لکھا جو بہت مزیدار اور دلچسپ تھا کہ تم لوگ سارا دن بتیاں جلائے رکھنا اور رات کو بند کر دینا سٹور وغیرہ کی خاص طور پر، سارا دن گھر روشن رکھنا تاکہ جھینگر وغیرہ کو ادھر اُدھر پھرنے میں یا راستے ڈھونڈنے میں مشکل پیش نہ آئے۔ (سہ ماہی خدیجہ جرمنی سیدنا طاہرؒ نمبر 2004ء ص:14)

سادگی اور انکساری :۔صاحبزادی بی بی فائزہ صاحبہ بیان کرتی

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اپنی صاحبزادی کے بچوں کے ہمراہ

ہیں ”حضورؒ کی طبیعت میں سادگی اور سچی انکساری آپؒ کی شخصیت کا خوبصورت اور نمایاں پہلو تھیں آپؒ ہمیشہ اپنے ذاتی کام خود کرلیا کرتے تھے گھر میں کام کرنے والوں کی موجودگی کے باوجود کوئی کام اپنے ہاتھ سے کرنا عار نہ سمجھتے تھے خلافت سے پہلے بعض دفعہ اپنے کپڑے بھی خود دھو لیتے تھے۔ خلافت کے بعد مصروفیات کی وجہ سے ایسے کام تو نہیں کرتے تھے مگر اپنا ناشتہ بیماری شروع ہونے تک خود ہی بنا لیتے تھے۔ حسب ضرورت ہر قسم کا کام کر لیتے تھے چیزیں بھی مرمت کر لیتے۔ میں نے بارہا ابا کو گھر کی چھوٹی چھوٹی چیزیں خود مرمت کرتے دیکھا ہے۔ ابا نے ایک دفعہ مجھے بتایا کہ جب میں انگلینڈ میں پڑھتا تھا تو میں نے ساری ساری رات مزدوری کی ہوئی ہے۔ بہت بھاری سامان مزدوروں کی طرح اپنی کمر پر لاد کر دوسری جگہ منتقل کیا کرتا۔ یہ بھی بتایا کہ بعض دفعہ اتنی محنت کرتا تھا کہ گھر جا کر بخار ہو جاتا مگر اگلی صبح پھر وہی کام کرنے پہنچ جاتا۔ ابا کی انکساری اس لحاظ سے غیر معمولی تھی کہ آپؒ نے آنکھ ہی خلیفۂ وقت کے گھر کھولی تھی۔ قادیان کا تمام ماحول ان بچوں کے لئے محبت سے بھرا ہوا تھا اور ایسے ماحول میں غالب امکان تھا کہ اپنی ذات کو برتر سمجھنے کا احساس پیدا ہو جاتا مگر اس کے برعکس میں نے ایسی انکساری کسی اور میں نہیں دیکھی جیسی آپؒ میں تھی۔ حضورؒ کو ہر شخص کی صلاحیتوں کو ابھارنے اور ان سے استفادہ کرنے اور صحیح رخ پر لانے کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ خواہ وہ شخص کوئی معمولی اور کم فہم بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ مجھے یاد ہے بچپن میں ابا اپنی ڈاک دیکھنا شروع کرتے تو آپؒ کے قرب میں ساتھ بیٹھنے کی خواہش میں، میں آپؒ کے ساتھ بیٹھ جاتی اور آپؒ کے کاغذات کو چھیڑنے لگتی۔ اس پر حضورؒ نے مجھے کہا کہ تم میری پرائیویٹ سیکرٹری بن جاؤ۔ جس طرح میں بتاؤں، میرے کاغذ ترتیب سے لگایا کرو۔ بجائے اس کے کہ مجھے کاغذات چھیڑنے پر ڈانٹ کر اُٹھا دیا جاتا مجھے اپنا پرائیویٹ سیکرٹری کہہ کر دل خوش کر دیا بلکہ ایک احساس ذمہ داری بھی پیدا کر دیا میں نہیں کہہ سکتی کہ کیا میں واقعی آپؒ کی کچھ مدد کرتی بھی تھی یا صرف کاغذات ادھر اُدھر بکھیرنے میں ہی مصروف رہتی مگر حضورؒ رات کو اگر میں موجود نہ ہوتی تو پیار سے آواز دے کر بلاتے کہ آج میری پرائیویٹ سیکرٹری کہاں ہے؟“

(روزنامہ الفضل ربوہ سیدنا طاہرؒ نمبر 27 دسمبر 2003ء ص نمبر 47 ہمدرد وشفیق باپ، بے تکلف اور منکسر المزاج وجود، خواتین کے محسن اور عظیم مربی تحریر صاحبزادی فائزہ لقمان)

نمایاں وصف مہمان نوازی: ۔صاحبزادی بی بی فائزہ مزید فرماتی ہیں ”آپؒ مہمانوں کا بے حد اکرام کرنے والے تھے، ہمارے گھر کے دروازے ہر طرح کے لوگوں کے لیے کھلے رہتے۔ مہمانوں کی آمد ابا کے لیے بے حد خوشی کا موجب بنتی ..... مجھے یاد ہے ایک دفعہ آپؒ نے سارا گھر مہمانوں کے لیے خالی کر دیا اور خود صحن میں ٹینٹ لگا کر وہاں منتقل ہو گئے... بعض دفعہ اگر گھر میں کام کرنے والا موجود نہ ہوتا تو خود ہی ان کے لیے سب انتظام کر لیا کرتے تھے۔ کھانا بھی خود بنا لیتے تھے۔ ابا کی مہمان نوازی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ امی چھیڑنے کے لیے ابا سے کہتیں ”مجھے لگتا ہے آپ نے ریلوے سٹیشن اور بس سٹاپ پر اپنے آدمی بٹھائے ہوتے ہیں کہ جو ربوہ پہنچے اس کو پکڑ کر سیدھا آپ کے گھر لے آئیں۔“

(روزنامہ الفضل ربوہ سیدنا طاہرؒ نمبر 27 دسمبر 2003ء ص نمبر 46 ہمدرد وشفیق باپ، بے تکلف اور منکسر المزاج وجود، خواتین کے محسن اور عظیم مربی تحریر صاحبزادی فائزہ لقمان)

تربیت کا خوبصورت انداز: ۔صاحبزادی بی بی فائزہ نے ایک اور خوبصورت پہلو بیان کیا کہ ”ابا کو اللہ تعالیٰ نے بہت لطیف اور تیز حس مزاح سے نوازا تھا۔ بعض دفعہ آپؒ مزاح کے رنگ میں بہت خوبصورتی سے نصیحت کر دیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ہم سیٹنگ روم میں بیٹھے تھے باتیں کر رہے تھے کافی خواتین موجود تھیں حضورؒ تشریف لائے تو ہمیں دیکھ کر وہیں آ گئے۔ آپؒ کی آمد پر سب خاموش ہو گئے تشریف فرما ہونے کے بعد فرمایا ”آپ سے ایک بات پوچھوں؟ میں نے آپ خواتین میں یہ بات... نوٹ کی ہے کہ آپ اکٹھا بولتی ہیں اور اکٹھا ہی

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی ایک یادگار تصویر

سنتی ہیں سب خواتین بیک وقت بول رہی ہوتی ہیں اور بیک وقت سن بھی رہی ہوتی ہیں۔ اور سمجھ بھی رہی ہوتی ہیں۔ جبکہ مردوں میں یہ دستور ہے کہ ایک بولتا ہے اور دوسرے سنتے ہیں اور اگر یہ نہ ہو تو وہ ایک دوسرے کی بات سمجھ نہیں سکتے۔'' یہ سن کر ہم سب ہنس پڑیں اس کا جواب ہم کیا دیتیں؟ نصیحت کا اثر کتنی دیر چلا؟ لیکن یہ ضرور ہوا کہ چند دن بحث مباحثہ ذرا آہستہ آواز میں اور طریقے سے کیا جاتا رہا۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ سیدنا طاہرؒ نمبر 27 دسمبر 2003ء ص نمبر 47 ہمدرد شفیق باپ، بے تکلف اور منکسر المزاج وجود، خواتین کے محسن اور عظیم مربی تحریر صاحبزادی فائزہ لقمان)

ہمدردئ خلق :۔ مکرم منظور احمد سعید صاحب بیان کرتے ہیں ''خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کے دل میں شروع ہی سے مخلوق خدا کی ہمدردی اور محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی، چنانچہ انہی جذبات مقدسہ کی بدولت حضور انور رحمہ اللہ نے 1960ء میں، جب کہ آپؒ ناظم وقف جدید تھے، ہومیوپیتھی کی مفت ادویہ دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ آغاز میں اپنے گھر سے تیسرے پہر دوائیں دیتے تھے۔ 1965ء میں آپؒ نے اپنی ہمشیرہ صاحبزادی امتہ الحکیم بیگم صاحبہ کے گھر دوائیں رکھیں۔ مریض دن کے اوقات میں نسخہ لکھوا لیتے اور عصر کے بعد بیگم صاحبہ کے گھر سے صوفی عبدالغفور صاحب دوائیں دیتے تھے۔ یہ سلسلہ 1967ء تک جاری رہا۔ جب وقف جدید میں باقاعدہ ڈسپنسری قائم ہوئی اس وقت تک تمام اخراجات آپؒ خود برداشت کرتے تھے۔ آپؒ کے فیض سے ہزاروں مریضوں کی مسیحائی ہوئی.... ڈسپنسری کے اوقات میں ایک دن ایک بچہ آیا۔ حضورؒ نے اس سے پوچھا بچے کونسی دوائی لینی ہے۔ اُس نے کہا دوائی نہیں لینی۔ آپؒ نے فرمایا پھر کیا لینا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا ایک چھوٹا بھائی بھی ہے اور رات کو گرمی ہوتی ہے اور ہمیں مچھر کاٹتا ہے ہمارے پاس پنکھا نہیں۔ آپ ہمیں پنکھا لے دیں.... آپؒ نے انہیں پنکھا لے دیا اور تانگے پر رکھوا کر ان کے گھر پہنچا دیا۔

جب میں وقف جدید میں بطور کارکن آیا اس وقت ہمارا گھر دارالصدر میں ہوتا تھا اور میرے پاس سائیکل نہیں تھی۔ دفتری اوقات کے بعد جب میں پیدل گھر جا رہا ہوتا تھا تو آپؒ مجھے اپنے ساتھ سائیکل پر بٹھا لیتے تھے اور سائیکل خود چلاتے تھے۔ میرے اصرار پر بھی سائیکل مجھے نہ چلانے دیتے اور فرماتے کہ پیچھے بیٹھ جائیں۔ میں عرض کرتا گرمی ہے پیچھے ہوا نہیں لگتی فرماتے آپ آگے آ کر بیٹھ جائیں۔''

(سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مصنف نصیر احمد انجم ص: 42،43)

دستِ شفاء :۔ حضور رحمہ اللہ کو خدا نے دردمند دل ہی نہیں دست شفاء بھی عطا فرمایا تھا۔ مشرق و مغرب میں شفاء بانٹنے کا نظام آپؒ کے ہاتھوں جاری ہوا۔ 1960ء میں معمولی کمرے سے شروع ہونے والی

فری ہومیوپیتھی ڈسپنسری آج ہزاروں شفاء خانوں میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اور کروڑوں انسان بلا معاوضہ مشورے اور ادویات سے فیض پا رہے ہیں۔ آپؒ کے ہومیوپیتھی لیکچر سے استفادہ کر کے گھر گھر میں پیدا ہونے والے ہزاروں ہومیو پیتھ اس کے علاوہ ہیں۔ (مصباح جون 2003ء ص:34)

مبارک تحریکات :۔ آپؒ نے اپنے دور خلافت میں زبردست اہمیت کی حامل تحریکات احباب جماعت کے سامنے رکھیں۔ جن پر روایات کے مطابق سب نے لبیک کہا چند ایک تحریکات کا ذکر کروں گی۔

☆۔ 29 اکتوبر 1982ء کو بیوت الحمد منصوبہ کا اعلان۔

☆۔28؍جنوری 1983ء میں داعی الی اللہ بننے کی تحریک۔

☆۔14؍مارچ 1986ء سیدنا بلالؓ فنڈ کا قیام۔

☆۔3؍اپریل 1987ء تحریک وقفِ نو کا آغاز۔

☆۔1989ء جرمنی میں تحریک سو مساجد۔

☆۔ہومیو پیتھی سے بنی نوع انسان کی بے لوث خدمت۔

☆۔نوجوانوں کو شعبہ صحافت سے منسلک ہونے کی تحریک۔

☆۔1993ء میں عالمی بیعت کا آغاز ہوا۔

☆۔7؍جنوری 1994ء الفضل انٹرنیشنل کا اجراء۔

☆۔جنوری 1994ء کو MTA انٹرنیشنل کا آغاز۔

☆۔جھوٹ کے خلاف جہاد کی تحریک۔

☆۔21؍فروری 2003ء کو مریم شادی فنڈ کا اجراء۔

(مصباح جون 2003ء ص:16 تا 19)

انقلاب انگیز تصانیف :۔حضور رحمہ اللہ کی تصانیف کو مغرب ومشرق کے دانشوروں نے اور مفکروں نے زبردست خراج تحسین پیش کیا۔آپؒ کی متعدد کتب کے دنیا کی مشہور زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔خدا سے دعا ہے ہر احمدی حضورؒ کے تمام روح پرور فرمودات و ارشادات کے بیش بہا علمی خزانہ سے فیض یاب ہو آمین۔چند اردو مطبوعات درج ذیل ہیں۔

نام کتاب	سن اشاعت
مذہب کے نام پر خون	1962ء
ورزش کے زینے	1965ء
احمدیت نے دنیا کو کیا دیا؟	1968ء
سوانح فضل عمر جلد دوم	1975ء
رسالہ ربوہ سے تل ابیب تک پر تبصرہ	1976ء
وصال ابن مریم	1976ء
سلمان رشدی کی کتاب پر محققانہ تبصرہ	1989ء
خلیج کا بحران اور نظام جہان نو	1992ء
ذوق عبادت اور آداب دعا	1993ء
قرآن کریم کا اردو ترجمہ مع تشریح	جولائی 2000ء

(سوونیئر جرمنی 2008ء ص:116)

؎ مجھ سے بھی تو کبھی کہہ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً
رُوح بیتاب ہے رُوحوں کو بُلانے والے

حضورؒ نے صاحبزادہ مرزا غلام قادر شہید کی شہادت پر آپ کی والدہ صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ کے نام ایک خط میں فرمایا:۔

"میرے لئے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بے حساب بخش دے۔رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً قرار دیتے ہوئے اپنے بندوں اور اپنی جنت میں داخل فرمائے۔ہمیشہ دل کی یہی تڑپ رہی ہے۔ہمیشہ دل کی یہی تڑپ رہے گی کہ اے کاش میرا انجام اُس کی نظر میں نیک ٹھہرے، آمین۔"

(مرزا غلام قادر شہید مصنف امۃ الباری ناصر صاحبہ ص:323)

؎ تحسین تری عمر کہ اس عمر میں تو نے
صد خضر کی عمروں سے سوا کام کیا ہے

مزار حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اور حضرت آصفہ بیگم صاحبہ
اسلام آباد ٹل فورڈ انگلینڈ

19؍اپریل 2003ء کو ہمارے پیارے آقاؒ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔آج ہر احمدی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ آپؒ نے اپنی زندگی اسلام احمدیت کی خدمت کرتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو دنیا پر غالب کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے ہر قربانی دیتے ہوئے گزاری۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہم سب احمدیوں کو ان راہوں پر قدم مارنے کی توفیق ملے جن راہوں پر آپ رحمہ اللہ ہمیں چلانا چاہتے تھے۔آپؒ کی رُوح پر ہزاروں ہزار برکتیں، رحمتیں نازل ہوں آمین ثم آمین!

اِنِّیْ مَعَكَ يَا مَسْرُوْرُ

مظہر خامس حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مکرمہ عطیہ کریم عارف صاحبہ۔ Groß Gerau

ولادت:۔قدرت ثانیہ کے مظہر خامس اور ہمارے امام اعلیٰ مقام سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 15/ستمبر 1950ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اور محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کے ہاں ربوہ میں پیدا ہوئے اور چونکہ آپ کا مبارک ومقدس وجود ''رِجَالٌ مِّنْ فَارِس'' کا درخشندہ ثبوت و برہان بننے والا تھا۔اس لئے آپ کا اسم گرامی'' مسرور احمد'' رکھا گیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہامی نام ہے۔چنانچہ دسمبر 1907ء کو الہام ہوا۔''میں تیرے ساتھ اور تیرے تمام پیاروں کے ساتھ ہوں۔ اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْرُ (یعنی اے مسرور میں تیرے ساتھ ہوں)'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان میں ربوہ میں پیدا ہونے والے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا مبارک بچپن

آپ پہلے بچے ہیں۔آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے پوتے اور حضرت مصلح موعودؓ کے نواسے ہیں۔

(ماخوذ از صد سالہ خلافت احمدیہ جوبلی سوونیئر 1908ء-2008ء جماعت احمدیہ جرمنی ص:182 و الفضل انٹرنیشنل 2/مئی 2003ء تا 8/مئی 2003ء)

تعلیم:۔آپ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے میٹرک تعلیم الاسلام ہائی سکول اور بی اے تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے کیا۔1976ء میں زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے ایم ایس سی کی ڈگری ایگریکلچرل اکنامکس میں حاصل کی۔

(ماخوذ از صد سالہ خلافت احمدیہ جوبلی سوونیئر 1908ء-2008ء جماعت احمدیہ جرمنی ص:182)

عائلی زندگی:۔31/جنوری 1977ء کو آپ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شادی مکرمہ سیدہ امۃ السبوح بیگم صاحبہ مدظلہا بنت مکرم سید داؤد مظفر شاہ صاحب اور محترمہ صاحبزادی امۃ الحکیم صاحبہ سے ہوئی۔آپ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی مکرمہ صاحبزادی امۃ الوارث فاتح سَلَّمَهَا اللّٰه اہلیہ مکرم فاتح احمد ڈاہری صاحب نوابشاہ اور مکرم صاحبزادہ مرزا وقاص احمد سلمہ اللّٰہ سے نوازا ہے۔

(ماخوذ از صد سالہ خلافت احمدیہ جوبلی سوونیئر 1908ء-2008ء جماعت احمدیہ جرمنی ص:182)

جماعتی خدمات:۔1977ء میں آپ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے زندگی وقف کی اور نصرت جہاں سکیم کے تحت اگست 1977ء میں غانا تشریف لے گئے۔

- غانا میں 1977ء سے 1985ء تک بطور پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول سلاگا 2 سال، ایسارچر 4 سال اور پھر 2 سال احمدیہ زرعی فارم ٹمالے شمالی غانا کے مینیجر رہے۔آپ نے غانا میں پہلی بار گندم اگانے کا کامیاب تجربہ کیا۔
- 1985ء میں پاکستان واپسی ہوئی اور 17/مارچ 1985ء سے نائب

وکیل المال ثانی کے طور پر تقرر رہا۔

﴾18/جون1994ء آپ کا تقرر بطور ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ ہو گیا۔

﴾10/دسمبر1997ء کو آپ ناظر اعلیٰ و امیر مقامی مقرر ہوئے اور تا انتخاب خلافت اس منصب پر مامور رہے۔

﴾اگست 1998ء میں صدر مجلس کارپرداز مقرر ہوئے۔ بحیثیت ناظر اعلیٰ آپ ناظر ضیافت اور ناظر زراعت بھی خدمات بجالاتے رہے۔

﴾ 1994ء تا 1997ء چیئر مین ناصر فاؤنڈیشن رہے۔ اسی عرصہ میں آپ صدر تزئین ربوہ کمیٹی بھی تھے۔ 1988ء سے 1995ء تک آپ ممبر قضاء بورڈ بھی رہے۔

﴾خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں سال 77-76ء میں مہتمم صحت جسمانی، 85-84ء میں مہتمم تجنید، سال86-85ء سے89-88ء تک مہتمم مجالس بیرون اور 90-89ء میں نائب صدر خدام الاحمدیہ پاکستان رہے۔ انصار اللہ پاکستان میں قائد ذہانت وصحت جسمانی 95ء اور قائد تعلیم القرآن95ء تا97ء رہے۔

﴾1999ء میں ایک مقدمہ میں اسیر راہِ مولیٰ رہنے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ 30/اپریل کو گرفتار ہوئے اور 10/مئی کو رہا ہوئے۔

(ماخوذ از صد سالہ خلافت احمدیہ جوبلی سوونیئر1908ء-2008ء جماعت احمدیہ جرمنی ص182)

﴾ 22/اپریل2003ء کو لندن وقت کے مطابق رات 11 بجکر40 منٹ پر آپ کے بطور خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہونے کا اعلان ہوا۔ (الفضل انٹرنیشنل،23/مئی تا5/جون2003ء)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی وفات سے قبل جماعت کے اندر روحانی خلافت کو قدرت ثانیہ کا نام دیا ہے اور قیامت تک جاری رہنے کی بشارت دی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں "تمھارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمھارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمھارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے گی"۔ (رسالہ الوصیت از روحانی خزائن جلد20 صفحہ305)

یہ الفاظ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد 27/مئی 1908ء کو اس وقت پورے ہوئے جب حضرت حکیم الحاج مولانا نورالدین صاحبؓ پہلے خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپؓ کی وفات کے بعد 14/مارچ 1914ء کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ دوسرے خلیفہ منتخب ہوئے۔ آپؓ کے بعد حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحبؒ اور حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ خلیفہ منتخب ہو کر اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں اور اب اس قدرت کے پانچویں مظہر سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ اس مبارک مسند پر فائز ہیں۔

جب ایک روحانی بندے نبی یا خلیفہ کو اللہ تعالیٰ موت کی آغوش میں لے جاتا ہے تو پیشگوئیوں کے مطابق اس کی جگہ ایک اور روحانی بندے کو کھڑا کر کے اپنے مومن بندوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ الہامات، رؤیا، خوابوں اور اشاروں کے ذریعہ آئندہ منتخب ہونے والے خلیفہ کا نام، اس کے وجود کی بعض علامات اپنے مومن بندوں کے دلوں میں القاء کر دیتا ہے۔ ایسے ہی کچھ خواب اور رؤیا جو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کے انتخاب سے پہلے دیکھے گئے ذیل میں درج ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت آپا جان سڈنی میں خلافت ہال کا سنگِ بنیاد رکھتے ہوئے

مکرمہ امتہ الحفیظ صاحبہ صدر لجنہ اماءاللہ ضلع چکوال بیان کرتی ہیں کہ "عاجزہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر یہ بیان کرتی ہے۔ یہ اس دن کا واقعہ ہے جب خلیفۃ المسیح الرابعؒ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے اور بیماری کے باعث

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ قادیان میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے مزار پر دعا کرتے ہوئے

کمزوری آپؓ پر غالب آ گئی وہ ایسا وقت تھا کہ تمام جماعت ایک عجیب کرب میں مبتلا ہوگئی اور اپنے پیارے آقا کیلئے دعاؤں میں لگ گئی۔ خاکسار کو بھی اللہ تعالیٰ نے انتہائی دل سوزی سے اپنے آقا کیلئے دعا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ مغرب کی نماز میں پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں صرف اور صرف اپنے آقا کی صحت یابی کیلئے دعائیں کر رہی تھی کہ عجیب کیفیت طاری ہوئی اور اچانک زبان پر یہ الفاظ آئے کہ ''آنے والا خلیفہ مرزا شریف کی نسل سے ہوگا''۔ اس کے بعد دل میں انتہائی خوف پیدا ہوا۔ بہت دعائیں کیں، استغفار کیا کہ یہ کیا ہوا۔ اس بات کا ذکر نماز کے بعد بچوں سے کیا۔ دل کی عجیب کیفیت تھی۔... حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب جب خلیفۃ المسیح منتخب ہوگئے تو سب سے پہلے میرے داماد محترم عطاء المنان صاحب ابن مکرم راجہ نصیر احمد صاحب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے فون کر کے اطلاع دی کہ آپ کی بات پوری ہوگئی ہے حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دادا جان ہیں تو مجھے بھی انتہائی خوشی ہوئی''۔

مکرمہ نعمت بی بی صاحبہ بہو حضرت میاں جان محمد صاحب صحابی حضرت مسیح موعودؑ بیان کرتی ہیں کہ ''جب پہلی دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صحت یاب ہوئے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ جیسے عاجزہ ربوہ بی بی ناصرہ کے گھر میں ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کہتے ہیں کہ میں کمزور اور بوڑھا ہوگیا ہوں اب مجھ سے کام نہیں ہوتا، تو بی بی ناصرہ کہتی ہیں میرا بیٹا مسرور جو ہے یہ میں آپ کو دیتی ہوں''۔

(جماعت احمدیہ میں قیام خلافت کے بارہ میں الہامات، کشوف، رؤیا اور الٰہی اشارے مرتبہ نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ ص 529، 530، 532)

غرض کثیر تعداد میں خدا تعالیٰ نے رؤیا، خوابوں اور اشاروں کے ذریعے بہت سی سعید روحوں کو آنے والے وقت سے آگاہ کیا اور یوں ایک طرف جہاں ایک روحانی بندے کو ''کلیم'' بنایا وہاں وہ اس کی تائید میں اپنے پیاروں سے کلام کر کے انہیں بھی ''کلیم'' بناتا رہا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی تقدیر مبرم اور دوسری طرف اس کے چنیدہ بندہ کی عجز وانکساری۔ کیسا حسین امتزاج ہے۔ جو ظاہر کرتا ہے کہ خلیفہ خود خدا بناتا ہے اس میں بندہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ان کی کیفیت کے بارے میں پوچھا گیا جو کہ خلافت خامسہ کے انتخاب کے وقت تھی تو آپ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا ''جب میرے نام کا اعلان ہوا تو میرا تاثر یہ تھا اور میں یہ دعا کر رہا تھا کہ حاضرین میں سے کوئی میرے لئے نہ کھڑا ہو۔ بلکہ پہلی دفعہ جب گنتی میں کوئی غلطی لگی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو جو ہاتھ کھڑے تھے مجھے یہی لگ رہا تھا کہ بہت تھوڑے سے ہاتھ ہیں۔ تو میں نے کہا شکر ہے چند ایک ہی ہاتھ کھڑے ہوئے ہیں کوئی اور نامزد ہو جائے گا۔ چونکہ پہلی دفعہ گنتی میں غلطی ہوگئی تھی اس لئے دوسری دفعہ پھر انہوں نے ہاتھ کھڑے کروائے تو میں نے دیکھا تو کہا کہ ''ہیں تو کافی لیکن ابھی بھی کافی ہاتھ باقی ہیں جو کسی اور کے حق میں کھڑے ہوں گے۔ لیکن جب انہوں نے فائنل Announcement کی تو میں پوری طرح کانپ اٹھا''۔ (سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا خلافت جوبلی کے موقع پر تاریخی انٹرویو شائع کردہ خدام الاحمدیہ جرمنی صفحہ 36، 37)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اس کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں وہ اپنے ایک کمزور بندے کو چنتا ہے۔ جس کے متعلق دنیا سمجھتی ہے کہ اسے کوئی علم حاصل نہیں، کوئی روحانیت، بزرگی اور طہارت اور تقویٰ حاصل نہیں، اسے وہ بہت کمزور جانتے ہیں... پھر اللہ تعالیٰ اس کو چن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک جلوہ کرتا ہے... اللہ تعالیٰ اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیتا ہے اور جو اس کے مخالف ہوتے ہیں ان سے کہتا ہے مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے''۔

(صد سالہ خلافت احمدیہ جوبلی سوونیئر 1908ء-2008ء جماعت احمدیہ جرمنی ص: 69)

سیرتِ مبارکہ کے چند پہلو

عبادتِ الٰہی:۔ مکرم رمضان احمد طاہر صاحب بیان کرتے ہیں کہ ''خاکسار مارچ 1997ء میں ربوہ شفٹ ہوا اور ایک مخلص احمدی خاتون محترمہ سکینہ بی بی صاحبہ کے مکان پر بطور کرایہ دار مقیم ہوا۔ ایک دن محترمہ سکینہ بی بی صاحبہ نے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ میں بے سروسامانی کی حالت

میں چار بچوں کے ہمراہ ربوہ آئی، بہت مشکل وقت تھا۔تب کسی نے بتایا کہ محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے گھر چلی جاؤ تو تمھاری مشکل آسان ہو جائے گی۔اس پر میں وہاں چلی گئی۔حضرت صاحبزادی ناصرہ

بیگم صاحبہ نے مجھے خادمہ رکھ لیا، تنخواہ وغیرہ طے ہوئی اور کام شروع ہو گیا۔ چند روز بعد ان کے صاحبزادے جن کا نام مسرور احمد ہے نے مجھے کہا کہ ''آپ میرا بھی ایک کام روزانہ کر دیا کریں''۔صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب اس وقت طالب علم تھے۔صاحبزادہ نے میری ہاں کہنے پر مجھے ڈیوٹی یہ بتائی کہ میں رات دو بجے انہیں جگا دیا کروں۔چنانچہ یہ ڈیوٹی شروع ہو گئی اور تادیر چلتی رہی۔''میں نے محترمہ سکینہ بی بی سے پوچھا جب تک آپ کو اس خدمت کی توفیق ملتی رہی آپ نے کبھی میاں صاحب کو دیکھا کہ کیا کرتے ہیں۔جواب ملا جب میں دودھ وغیرہ دینے کمرے میں داخل ہوتی تو دیکھتی کہ کبھی تو نماز تہجد پڑھ رہے ہوتے اور کبھی نماز سے فارغ ہو کر جائے نماز پر ہی مطالعہ کر رہے ہوتے۔''

(www.alislam.org/mult imedia/urdu /audio/books.html)

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم: حضور اقدس فرماتے ہیں ''وہ محسن انسانیت، رحمت للعالمین اور اللہ تعالیٰ کا محبوب جس نے اپنی راتوں کو بھی مخلوق کے غم میں جگایا، جس نے اپنی جان کو مخلوق کو تباہ ہونے سے بچانے کیلئے اس درد کا اظہار کیا اور اس طرح غم میں اپنے آپ کو مبتلا کیا کہ عرش کے خدا نے آپ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا تو ان لوگوں کیلئے کہ کیوں یہ اپنے پیدا کرنے والے رب کو نہیں پہچانتے ہلاکت میں ڈال لے گا؟...ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور غلام صادق کے ماننے والوں میں سے ہیں۔جس نے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مقام کا ادراک عطا فرمایا...''

(الفضل انٹرنیشنل 12 اکتوبر 2012ء تا 18 اکتوبر 2012ء)

''پس یہ مومن کا کام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کو جب پڑھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو جب دیکھے تو جہاں اس پر عمل کرنے اور اسے اپنانے کی کوشش کرے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجے کہ اُس محسن اعظم نے ہم پر کتنا عظیم احسان کیا ہے کہ زندگی کے ہر پہلو کو خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق عمل کر کے دکھا کر اور ہمیں اس کے مطابق عمل کرنے کا کہہ کر خدا تعالیٰ سے ملنے کے راستوں کی طرف ہماری رہنمائی کر دی۔اللہ تعالیٰ کی عبادت کے معیار حاصل کرنے کے راستے دکھا دیئے۔اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا حق ادا کرنے کی ذمہ داری کا احساس مومنین میں پیدا کیا جس سے ایک مومن خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکتا ہے یہ سب باتیں تقاضا کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے ہوئے ہم دنیا کو بھی اس تعلیم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ سے آگاہ کریں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن واحسان سے دنیا کو آگاہ کریں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 اکتوبر 2012ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 26 اکتوبر 2012ء تا یکم نومبر 2012ء)

حضور افراد جماعت کو آنحضرت ﷺ سے محبت کے اظہار کرنے کا ایک ذریعہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں''...یقیناً اللہ تعالیٰ کے فرشتے آپؐ پر درود بھیجتے ہوں گے، بھیج رہے ہوں گے، بھیج رہے ہیں۔ہمارا بھی کام ہے جنہوں نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق صادق اور امام الزماں کے سلسلہ اور اس کی جماعت سے منسلک کیا ہوا ہے کہ اپنی دعاؤں کو درود میں ڈھال دیں اور فضا میں اتنا درود صدق دل کے ساتھ بکھیریں کہ فضا کا ہر ذرہ درود سے مہک اٹھے اور ہماری تمام دعائیں اس درود کے وسیلے سے خدا تعالیٰ کے دربار میں پہنچ کر قبولیت کا درجہ پانے والی ہوں۔یہ ہے اس پیار اور محبت کا اظہار جو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہونا چاہیے اور آپؐ کی آل سے ہونا چاہیے۔''

(اسوۂ رسول اور خاکوں کی حقیقت صفحہ 64)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ہمراہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی بیٹی کو اٹھائے ہوئے (غانا)

حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب اور آپ کے محترم والد صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک یادگار تصویر

خلافت سے محبت و احترام:۔خلافت جوبلی کے موقع پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک انٹرویو میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا" جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات ہوئی تو میں پندرہ سال کا تھا اس وقت اس سے پہلے چھوٹی عمر میں بھی ایک عزت اور احترام ہوتا تھا۔ باوجود اس کے کہ وہ میرے نانا تھے کبھی ہم جرأت نہیں کرتے تھے کہ ان کے سامنے بات کریں یا آرام سے چلے جائیں بڑے احترام سے جانا، احترام سے بیٹھنا۔ دوسرا یہ کہ خلافت کا احترام بہت تھا اس سلسلہ میں مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا جس نے میرے دل میں خلافت کا مزید احترام پیدا کر دیا۔ میرے دادا حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے سب سے چھوٹے بھائی تھے، وہ ایک دن مجھے ساتھ لے گئے ...قصرِ خلافت میں ہم گئے، ربوہ میں مسجد مبارک کی طرف سے دروازہ ہوتا تھا، خود وہ نیچے کھڑے ہو گئے اور مجھے اوپر بھیجا کہ جاؤ اور بتاؤ کہ میں ملنے آیا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ان دنوں بیمار تھے اور اوپر کمرے میں آرام کیا کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ چھوٹا بھائی ہے تو چل کر گھر میں گھس گئے، پہلے کہا کہ اطلاع کرو جا کر۔ اس وقت حضرت چھوٹی آپا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ ڈیوٹی پر تھیں۔ میں نے بتایا کہ دادا، ابا جان ہم کہتے تھے، ملنے آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے بلا لاؤ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ لیٹے ہوئے تھے تو وہاں چھوٹی آپا نے ان کے سرہانے کرسی رکھ دی کہ آئیں گے تو بیٹھ کر باتیں کر لیں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اوپر کی منزل میں رہتے تھے۔ میں نیچے گیا اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کو اوپر بلا لایا۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ السلام علیکم کر کے بجائے کرسی پر بیٹھنے کے ان کی چارپائی کے ساتھ نیچے بیٹھ گئے اور پھر بڑے ادب سے احترام سے باتیں ہوئیں اور پھر وہ کھڑے ہوئے اور سلام کر کے اس طرح احترام سے نکلے ہیں ایک طرف سے ہو کے کہ اس وقت مجھے مزید خیال ہوا کہ یہ ہے خلافت کا احترام جو عملی شکل میرے دادا نے مجھے دکھائی۔ جس جس طرح عمر بڑھتی گئی تو پھر ہمیں احترام کی وجہ سے اور زیادہ جھجک پیدا ہوتی گئی۔ خوف ڈر نہیں تھا بلکہ جھجک احترام کی وجہ سے ہوتی تھی"۔ (سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا خلافت جوبلی کے موقع پر تاریخی انٹرویو شائع کردہ خدام الاحمدیہ جرمنی صفحہ 4 تا6)

بہن بھائیوں کے ساتھ پیار کا تعلق:۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" میں اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا اور سب سے چھوٹے بہن بھائی جو ہوتے ہیں ان میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ ہر کوئی جو بڑا ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میرا یہ کام کر دو اور میرا یہ کام کر دو لیکن بہر حال ہم بہن بھائیوں میں تعلق بھی بڑا تھا خاص طور پر میری سب سے بڑی بہن جو ہیں اور میرے سے Immediate بڑے بھائی جو ہیں ان سے میرا خاص تعلق تھا اور باقی بہن بھائیوں کا بھی احترام اور ادب وغیرہ بڑا تھا، کبھی تو تکار نہیں کی، کبھی بھی سامنے اونچی آواز میں نہیں بولے"۔ (سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا خلافت جوبلی کے موقع پر تاریخی انٹرویو شائع کردہ خدام الاحمدیہ جرمنی صفحہ 7)

شکار کا شوق:۔ جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے ان کی Hobbies کے بارے میں پوچھا گیا تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" ہمارے والد صاحب کو شکار کا بڑا شوق تھا۔ ہر ہفتہ میں چھٹی کے دن وہ شکار پر جاتے تھے اور ہمیں ساتھ لے جاتے تھے ...فاختہ، خرگوش، تیتر اور اس کے علاوہ کبوتر بھی مل جایا کرتے تھے۔ اس لئے بچپن سے ہی اس کا شوق تھا... جلسے کے بعد وہاں پر الّی آیا کرتی تھی ...اس میں فاختائیں اور چڑیاں وغیرہ بہت آتی تھیں۔ ائیر گن ہوتی تھی اس سے ہم بڑے نشانے لیا کرتے تھے۔ اسکے بعد خوب بھون کر اس کے تکے بھی بنا کر کھایا کرتے تھے"۔ (سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا خلافت جوبلی کے موقع

پر تاریخی انٹرویو شائع کردہ خدام الاحمدیہ جرمنی صفحہ 8)

خلیفہ منتخب ہونے کے بعد عملی زندگی میں تبدیلی:۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے جب خلیفہ منتخب ہونے کے بعد ان کی زندگی میں آنے والی تبدیلی کے بارے میں سوال کیا گیا تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا''میری زندگی کا معمول بالکل مختلف ہوا کرتا تھا۔ میں عملی طور پر ایک ایسا آدمی تھا جس کے لئے دفتر میں مسلسل دو گھنٹے بیٹھنا بھی مشکل تھا۔ تقریباً ہر دو گھنٹے بعد دفتر سے اٹھ کر راؤنڈ لگا تا اور مختلف دفاتر کو visit کیا کرتا تھا۔ پھر واپس آ کر دفتر بیٹھتا تھا۔ یہاں تک کہ ناظر اعلیٰ کی ذمہ داری ملنے کے بعد بھی میرا یہی دستور رہا، یہ ایک انتظامی عہدہ تھا۔ چنانچہ دفتر میں چھ سات گھنٹے گزارنے کے بعد میں اپنے فارم پر چلا جاتا تھا اور کچھ وقت وہاں گزارتا، اس دوران وہاں ایسے کام کیا کرتا تھا جس میں ذہنی بوجھ نہ ہو بلکہ اپنے ہاتھ سے مشقت والا کام ہوتا تھا۔ بہر حال کہا جا سکتا ہے کہ خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد میرے معمولات میں ایک U-turn آ گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ مجھ سے کیسے ہو گیا؟ یہ اللہ ہی تھا جو تمام کاموں کا کرنے والا تھا۔ پہلی ہی رات میرے اندر ایک مکمل تبدیلی واقع ہو گئی تھی۔ میں صبح سے شام تک اور پھر رات گئے تک دفتر میں بیٹھ کر کام کرتا رہا۔ مجھے تقریر وغیرہ کرنے کا بالکل تجربہ نہیں تھا مگر خدا نے ان میں میری رہنمائی کی''۔

(سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا خلافت جوبلی کے موقع پر تاریخی انٹرویو شائع کردہ خدام الاحمدیہ جرمنی صفحہ 37،38)

گیٹ کُھل گیا:۔ مکرم بشارت نوید صاحب مربی سلسلہ ماریشس بیان کرتے ہیں ''ماریشس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی آمد کے پہلے روز جب آپ نماز ظہر اور عصر کی ادائیگی کے لئے اپنی رہائش گاہ سے مسجد جانے کے لئے باہر تشریف لائے اور قافلہ روانگی کے لئے تیار ہو گیا تو ڈیوٹی پر موجود خدام نے الیکٹرانک مین گیٹ کو ریموٹ کی مدد سے کھولنا چاہا مگر ہر طرح کی کوشش کرنے کے باوجود گیٹ نہ کھلا۔ آخر کار خدام گیٹ کو توڑنے کی کوشش کرنے لگے لیکن اس میں بھی ناکام رہے۔ حضور انور گاڑی سے باہر تشریف لائے اور فرمایا''ریموٹ مجھے دیں''اور جیسے ہی آپ نے ریموٹ کا بٹن دبایا گیٹ کھل گیا۔ اس موقع پر موجود ایک ہندو پولیس اسکارٹ بے اختیار بول اٹھا کہ معجزوں کے بارے میں سنا تو تھا مگر آج اپنی آنکھوں کے سامنے پہلی بار live دیکھا ہے۔''

خلافت سے وابستگی کی برکات :۔ خلافت کی برکات میں سے ایک برکت یہ بھی ہے کہ جماعت مومنین میں پیدا ہونے والے خوف کو اس کے ذریعہ دور کر دیا جاتا ہے اور مومنوں کو امن واطمینان عطا کیا جاتا ہے۔ روزمرہ زندگی میں بھی ایسے مشاہدات سامنے آتے ہیں جو انسان کو خلافت سے وابستگی کے طفیل خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے دکھاتے ہیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ نیشنل صدر لجنہ اماء اللہ جرمنی کے ساتھ بھی پیش آیا۔ وہ بیان کرتی ہیں ''2010ء کے آغاز میں عہدے داران کی ٹریننگ کے لئے ریجنل سطح پر ریفریشر کورسز منعقد کئے گئے۔ ہمبرگ میں منعقد ہونے والے ریفریشر کورس میں شرکت کیلئے نیشنل عاملہ کی کچھ ممبرات قریباً چار بجے سہ پہر جب فرینکفرٹ سے روانہ ہوئیں تو راستے میں ٹریفک جام ہو گیا۔ غالباً کسی ٹریفک حادثہ کی وجہ سے ایسا ہوا۔ حد نظر تک گاڑیاں کھڑی تھیں اور کوئی حرکت کے آثار بھی نظر نہ آ رہے تھے۔ اس بات کی بھی پریشانی تھی کہ ایک تو سفر طویل تھا اور دوسرا بھوک بھی لگ رہی تھی۔ قریباً ایک گھنٹہ گاڑی کھڑی ہو جانے کے سبب سردی بھی لگنے لگی اور خوف لاحق ہوا کہ کہیں یہی حالت رہی تو رات بھی یہیں نہ گزارنی پڑ جائے۔ نیشنل سیکرٹری اشاعت لجنہ اماء اللہ نے کہا کہ میں ہر بار سفر پر جانے سے پہلے حضور کو دعائیہ خط ضرور لکھتی ہوں اس بار نہیں لکھ سکی اور یہ مسئلہ در پیش آ گیا۔ نیشنل جنرل سیکرٹری صاحبہ نے کہا کہ میں ابھی اسسٹنٹ جنرل سیکرٹری صاحبہ کو فون کر دیتی ہوں کہ وہ فوراً دعائیہ خط لکھ کر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو فیکس کر دیں۔ انہوں نے فون ملایا ابھی فون پر بات ہو ہی رہی تھی کہ اگلی گاڑی چل پڑی اور ہماری گاڑی بھی سٹارٹ ہوئی۔ اسسٹنٹ جنرل سیکرٹری صاحبہ نے (جن سے فون پر بات ہو رہی تھی) بعد میں ہمیں بتایا کہ جب

میں نے یہ سنا کہ ٹریفک کھل گئی ہے تو اس احساس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ خدا تعالیٰ کو خلافت کی اتنی غیرت ہے کہ ابھی خلیفۂ وقت کو دعا کی درخواست کا قصد ہی کیا تھا تو خدا نے اپنا فضل کر دیا اور یوں خدا تعالیٰ نے ہمارے خوف کی حالت کو اطمینان بخشا۔"

؎ خلافت ضامنِ امنِ حقیقی، خوف سے خالی
اسی سے وحدت باری کی پاتی ہے نمو ڈالی
خلافت سے میسر دین کو تمکنت ہوتی ہے
خلافت میں سراسر قوت تکوین ہوتی ہے

نیشنل صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ جرمنی ایک اور ایمان افروز واقعہ یوں بیان کرتی ہیں کہ "یہ 2007ء کی بات ہے جب جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک نومبائعہ بہن نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ چونکہ تحریری بیعت کر کے احمدی ہوئی تھیں اس لئے اب وہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی دستی بیعت کرنا چاہتی ہیں۔ خاکسار اس وقت سیکرٹری تربیت برائے نومبائعات تھی۔ جلسہ کی کاروائی ختم ہونے پر جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نومبائعات سے ملاقات کیلئے تشریف لائے اور آپ کی خدمت میں اس خواہش کا اظہار کیا گیا تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "یہ پہلی اور آخری بار ایسا ہوگا یہ مت خیال کرنا کہ ہمیشہ ایسا ہوگا"۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدہ آپا جان صاحبہ کا ہاتھ تھاما اور نومبائعات نے ایک طرف آپا جان کے ہاتھ اور کندھے پر اور دوسری طرف ایک دوسرے کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے ایک گول دائرہ بنا لیا۔ حضور اقدس نے بیعت کے الفاظ دہرائے۔ یہ ایک ایسا دل موہ لینے والا اور ایمان افروز نظارہ تھا کہ جس کا بیان الفاظ میں کرنا بہت مشکل ہے۔ شدت جذبات سے نومبائعات رو رہی تھیں۔ جیسے ہی حضور اقدس مارکی سے باہر تشریف لے گئے بے اختیار سب کی سب خواتین سجدہ میں گر گئیں اور روتے ہوئے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ خلافت کی برکت کا یہ ایسا روح پرور نظارہ تھا جس نے ہر دیکھنے والے کے ایمان کو ایک نئی جلا بخشی۔"

خلیفۂ وقت کی قبولیتِ دعا : حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ جب کسی کو منصب خلافت پر سرفراز کرتا ہے تو اس کی دعاؤں کی قبولیت بڑھا دیتا ہے۔ کیونکہ اگر اس کی دعائیں قبول نہ ہوں تو پھر اس کے اپنے انتخاب کی ہتک ہوتی ہے"۔

(منصب خلافت انوار العلوم جلد 2 صفحہ 47)

خلیفۂ وقت کی دعا کی قبولیت کے کچھ نظارے محترم محمد اشرف ضیاء صاحب مبلغ سلسلہ مقیم جرمنی کچھ یوں بیان کرتے ہیں کہ "2005ء کی بات ہے بلغاریہ کے دارالحکومت صوفیہ سے ایک فیملی ہمارے شہر Blagoevgrad آئی۔ یہ میاں بیوی عیسائی تھے۔ خاوند کی والدہ چرچ میں ایک اچھے عہدے پر فائز تھیں۔ دونوں نے آ کر بتایا کہ ہماری شادی کو سترہ سال ہو گئے ہیں مگر اولاد کی نعمت سے محروم ہیں۔ یورپ کے بڑے بڑے ملکوں سے علاج کروایا ہے لیکن مایوسی ہو رہی ہے۔ جماعت احمدیہ کے بارے میں سنا ہے کہ اللہ ان لوگوں کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ خاکسار نے انہیں

مکرم مولانا حیدر علی ظفر صاحب مبلغ انچارج جرمنی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ

خلافت احمدیہ کے بارے میں تفصیل سے بتایا، خلیفہ کا مقام بتایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ آپ حضور انور کی خدمت میں خط لکھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ خدا تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ چنانچہ انہوں نے حضور انور کی خدمت میں دعائیہ خط لکھا۔ ہم نے بھی حضور انور کی خدمت میں اس فیملی کے لئے خطوط لکھے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بڑے پیار اور شفقت سے انہیں خط لکھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش پوری فرمائے اور اولاد کی نعمت سے نوازے۔ الحمد للہ وہ چیز جو ناممکن دکھائی دے رہی تھی محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور ایدہ اللہ کی دعاؤں کے طفیل ممکن ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹے سے نوازا۔ بیٹے کی پیدائش پر ہسپتال سے انہوں نے ہمیں فون کیا کہ آپ آئیں اور اسلامی طریق سے بچے کے کان میں اذان وغیرہ دیں۔ یہ بیٹا خلیفہ وقت کی دعاؤں کے طفیل ہوا ہے یہ اسلامی بچہ ہے۔ الحمدللہ"

محترم محمد اشرف ضیاء صاحب مزید بیان کرتے ہیں "2008ء میں اسٹونیا جانے کی توفیق ملی۔ وہاں ایک فیملی سے ملاقات ہوئی۔ مکرمہ میرلا صاحبہ کی والدہ عیسائی تھیں اور پروفیشن کے اعتبار سے ڈاکٹر تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ میری والدہ صاحبہ کو کینسر ہے۔ بال جھڑنے شروع ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹرز نے جواب دے دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ناقابل علاج ہیں۔ روتے ہوئے کہنے لگیں میری والدہ کے لئے دعا کریں۔ ہم نے کہا کہ ہمارے پیارے امام کی اللہ تعالیٰ دعائیں سنتا ہے۔ آپ خود جلسہ سالانہ جرمنی پر تشریف لائیں۔ حضور انور سے ملاقات بھی کر لیں اور دعا کے لئے بھی عرض کریں۔ اس وقت فوری طور پر حضور اقدس کی خدمت میں دعائیہ خط لکھ دیں۔ جلسہ سالانہ قریب تھا یہ جلسہ پر تشریف لائیں اور حضور انور سے ملاقات میں رونے لگ گئیں۔ حضور انور نے خاکسار سے فرمایا "کیا بات ہے یہ کیا کہنا چاہتی ہیں"۔ عرض کیا "والدہ بیمار ہیں ڈاکٹرز نے جواب دے دیا ہے کینسر ہے"۔ حضور اقدس نے فرمایا "ڈاکٹرز کون ہوتے ہیں یہ کہنے والے۔ زندگی موت تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ انشاء اللہ میں دعا بھی کروں گا" اور ایک ہومیوپیتھک کا نسخہ بھی تجویز فرمایا۔ آپ نے خاکسار سے فرمایا کہ "انہیں سچی بوٹی کی گولیاں بھی منگوا کر دیں"۔ حضور انور نے محترمہ کو تسلی دی اور اپنے دست مبارک سے نسخہ لکھ کر دیا۔ تین ماہ کے عرصہ کے اندر ہی ان کی والدہ صحت یاب ہو کر دوبارہ ڈیوٹی پر حاضر ہو گئیں۔ الحمدللہ"

آؤ لوگو حضرت مسرور کی باتیں کریں
جو ہمیں بخشا گیا اس نور کی باتیں کریں
وہ خلیفہ پانچواں برحق مسیح پاک کا
ہاں مداوا وہ ہمارے دیدۂ نمناک کا
جس کو مولا نے کہا بے شک میں تیرے ساتھ ہوں
میں ہی تیری صبح ہوں اور میں ہی تیری رات ہوں

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو مضبوطیٔ ایمان کے ساتھ خلافتِ احمدیہ کے ساتھ جڑے رہنے اور اس کی مکمل اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

خُدا تعالیٰ کا شکر اور دُعا بزبان امّاں جانؓ

(منقول از اخبار الحکم ۱۷/نومبر ۱۹۰۰ء)

ہے عجب میرے خدا میرے پہ احساں تیرا
کِس طرح شکر کروں اے میرے سلطاں تیرا

ایک ذرّہ بھی نہیں تونے کیا مجھ سے فرق
میرے اس جسم کا ہر ذرّہ ہو قرباں تیرا

سر سے پا تک ہیں الٰہی ترے احساں مجھ پر
مجھ پہ برسا ہے سدا فضل کا باراں تیرا

تیرے احسانوں کا کیونکر ہو بیاں اے پیارے
مجھ پہ بیحد ہے کرم اَے مرے جاناں تیرا

تخت پر شاہی کے ہے مجھ کو بٹھایا تونے
دین و دنیا میں ہوا مجھ پہ ہے احساں تیرا

کس زباں سے میں کروں شکر۔کہاں ہے وہ زباں
کہ میں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا

مجھ پہ وہ لطف کئے تونے جو برترزِ خیال
ذات برتر ہے تری ۔ پاک ہے ایواں تیرا

چُن لیا تونے مجھے اپنے مسیحا کے لئے
سب سے پہلے یہ کرم ہے مرے جاناں تیرا

فضل سے اپنے بچا مجھ کو ہر اک آفت سے
صِدق سے ہم نے لیا ہاتھ میں داماں تیرا

کوئی ضائع نہیں ہوتا۔ جو ترا طالب ہے
کوئی رسوا نہیں ہوتا جو ہے جویاں تیرا

آسماں پر سے فرشتے بھی مدد کرتے ہیں
کوئی ہو جائے اگر بندۂ فرماں تیرا

جس نے دل تجھ کو دیا۔ہو گیا سب کچھ اُس کا
سب ثنا کرتے ہیں جب ہووے ثنا خواں تیرا

اس جہاں میں ہے وہ جنت میں ہی بے ریب وگماں
جو اِک پختہ توکّل سے ہے مہماں تیرا

میری اولاد کو تو ایسی ہی کردے پیارے
دیکھ لیں آنکھ سے وہ چہرۂ تاباں تیرا

عمر دے رزق دے اور عافیت و صحت بھی
سب سے بڑھ کر یہ کہ پا جائیں وہ عرفاں تیرا

اب مجھے زندگی میں ان کی مصیبت نہ دکھا
بخش دے میرے گنہ اور جو عِصیاں تیرا

بادشاہی ہے تری ارض و سما دونوں میں
حکم چلتا ہے ہر اِک ذرّہ پہ ہر آں تیرا

میرے پیارے مجھے ہر درد و مصیبت سے بچا
تو ہے غفّار۔یہی کہتا ہے قرآں تیرا

صبر جو پہلے تھا اب مجھ میں نہیں ہے پیارے
دکھ سے اب مجھ کو بچا۔ نام ہے رحماں تیرا

ہر مصیبت سے بچا اے میرے آقا ہر دم
حُکم تیرا ہے زمیں تیری ہے دَوراں تیرا

انتخاب دُرِّثمین :ص26تا27

قمر الانبیاء

سیرت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرمہ سلمیٰ منیر باجوہ صاحبہ۔ Mahdi Abad
مکرمہ فوزیہ بشریٰ صاحبہ۔ Obertshausen

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالی مرتبت خاندان نے اسلام کی دینی اور روحانی تاریخ میں نئے باب روشن کئے ہیں جو تاریخ کے سینہ پر ہمیشہ نقش رہیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کو بارگاہ ایزدی سے یہ شرف ودیعت ہوا کہ تمام کی پیدائش خدائی الہامات کے ذریعہ ہوئی جو پیش گوئیوں کے رنگ میں حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کے نشان بنے۔

قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنے اخلاق کریمانہ اوصاف منورہ اور اپنے لطف وکرم کی بدولت جماعت احمدیہ میں ہمیشہ زندہ وجاوید رہیں گے۔ آپؓ افراد جماعت کے لئے اپنے اندر محبت، ہمدردی اور اخوت کے جذبات رکھتے تھے۔

ولادت با سعادت :۔ عظیم الشان الٰہی بشارات کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کی پیدائش ہوچکی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک اور عظیم فرزند کی بشارت دی گئی جسے حضرت مسیح موعودؑ نے آئینہ کمالات اسلام میں شائع فرمایا۔ حضورؑ کے اس عربی الہام کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے یعنی ’’نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام تجھے حاصل ہوجائے گا۔ خدا تیرے منہ کو بشاش کرے گا اور تیرے برہان کو روشن کردے گا۔ اور تجھے ایک بیٹا عطا ہوگا اور فضل تجھ سے قریب کیا جائے گا‘‘۔ (آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن 5 صفحہ 267 ایڈیشن 2009ء)

اس پیشگوئی کے مطابق 20 اپریل 1893ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی ولادت ہوئی۔...

حضرت مسیح موعودؑ نے ایک اشتہار تحریر فرمایا جو پنجاب پریس سیالکوٹ سے شائع ہوا۔ اس میں آپؑ نے مذکورہ بالا پیشگوئی کا ذکر کرکے تحریر فرمایا

’’سو آج 20 اپریل 1893ء کو وہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو خود اپنی زندگی کا اعتبار نہیں چہ جائیکہ یقینی اور قطعی طور پر یہ اشتہار دیوے کہ ضرور عنقریب اس کے گھر میں بیٹا پیدا ہوگا۔ خاص کر ایسا شخص جو اس پیشگوئی کو اپنے صدق کی علامت ٹھہراتا ہے اور تحدّی کے طور پر پیش کرتا ہے۔‘‘

(سلسلہ احمدیہ جلد دوم صفحہ 595 مرتبہ مکرم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی پیدائش گو بشارات الٰہیہ کے ماتحت ہوئی مگر آپؓ کے انکسار کا یہ عالم تھا کہ آپؓ نے ایک دفعہ فرمایا ’’میں جب اپنے نفس پر نگاہ کرتا ہوں تو شرم کی وجہ سے پانی پانی ہوجاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمارے جیسے کمزور انسان کی پیدائش کو بھی بشارات کے قابل خیال کرتا ہے۔ پھر اس وقت اس کے سوا سارا فلسفہ بھول جاتا ہوں کہ خدا کے فضل کے ہاتھ کو کون روک سکتا ہے۔ اللّٰھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت۔...‘‘

یہ خاکسار حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں پیدا ہوا اور یہ خدا کی ایک عظیم الشان نعمت ہے جس کے شکریہ کے لئے میری زبان میں طاقت نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ میرے دل میں اس شکریے کے تصور تک کی گنجائش نہیں‘‘۔

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 40،39)

بچپن :۔ بچپن ہی سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے مزاج اور طبیعت میں سادگی اور پاکیزہ ماحول کے اثرات تھے۔ آپؓ کے بچپن کے چند واقعات مطالعہ کے لئے درج ہیں جن سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا طرزِ عمل تربیتِ اولاد اور ان سے شفقت اور دلداری کا کیسا تھا۔

’’آپؑ بچوں کی خبر گیری اور پرورش اسطرح کرتے ہیں کہ ایک سرسری

دیکھنے والا گمان کرے کہ آپؓ سے زیادہ اولاد سے محبت کسی کو نہ ہوگی اور بیماری میں اس قدر توجہ کرتے ہیں اور تیمارداری اور علاج میں ایسے محو ہوتے ہیں کہ گویا اور کوئی فکر ہی نہیں مگر باریک بین دیکھ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔"

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ مصنف حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحبؓ صفحہ 55)

قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ

حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو بچپن میں ایک مرتبہ آشوبِ چشم کا عارضہ لاحق ہوگیا، پلکیں گر گئی تھیں، آنکھوں سے پانی بہتا رہتا تھا۔ کئی سال تک انگریزی اور یونانی علاج کیا گیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ حالت اور تشویش ناک ہوگئی۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی تو حضورؑ کو الہام ہوا "بَرَّقَ طِفْلِی بَشِیْر" (میرے لڑکے بشیر احمد کی آنکھیں اچھی ہوگئیں) چنانچہ اس الہام کے ایک ہفتہ بعد اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو کامل شفا بخشی اور نہ صرف آنکھیں بالکل درست ہوگئیں بلکہ بصیرت کی آنکھیں بھی ایسی روشن ہوئیں کہ مادی اور روحانی علوم کے دروازے آپؓ پر کھل گئے"۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 478 مؤلفہ مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب)

11رفروری 1904ء کی شام کا واقعہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ حسب معمول مسجد میں تشریف فرما تھے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ اپنے بھائیوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے مسجد میں آگئے اور حضرت اقدسؑ کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ اپنے لڑکپن کے باعث کسی بات کے یاد آجانے پر آپؓ دبی آواز میں کھلکھلا کر ہنس پڑتے تھے۔ اس پر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ "مسجد میں ہنسنا نہ چاہئے"۔ جب میاں صاحبؓ نے دیکھا کہ ہنسی ضبط نہیں ہوتی تو چپکے سے چلے گئے اور حضرت اقدسؑ کی نصیحت پر اس طرح عمل کرلیا۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 367 مصنف حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

حضرت مسیح موعودؑ کی آپؓ سے محبت اور ناز برداری کا ایک اور واقعہ تحریر ہے۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی روایت ہے کہ "حضرت مرزا بشیر احمد صاحب جب چھوٹے تھے تو ان کو ایک زمانہ میں شکر کھانے کی عادت ہوگئی تھی۔ ہمیشہ حضرت اقدس علیہ السلام کے پاس پہنچتے اور ہاتھ پھیلا کر کہتے "ابا چٹی" حضرت صاحبؑ تصنیف میں بھی مصروف ہوتے تو کام چھوڑ کر فوراً اٹھتے کوٹھری میں جاتے شکر نکال کر ان کو دیتے اور پھر تصنیف میں مصروف ہوجاتے۔ تھوڑی دیر میں میاں صاحب موصوف پھر دست سوال دراز کرتے ہوئے پہنچ جاتے اور کہتے "ابا چٹی" (چٹی شکر کو کہتے کیونکہ بولنا پورا نہیں آتا تھا اور مراد یہ تھی کہ سفید رنگ کی شکر لینی ہے) حضرت صاحبؑ پھر اٹھ کر ان کا سوال پورا کردیتے۔۔۔۔ اس وقت ان کی عمر قریباً تین سال تھی"۔ (حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 45،46)

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی فرماتی ہیں۔ "میری ہوش میں پہلا نظارہ منجھلے بھائی کے بچپن کا مجھے بہت صاف یاد ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہیں باہر سے تشریف لائے تھے۔ گھر میں خوشی کی لہر سی دوڑ گئی۔ آپؑ آکر بیٹھے میں پاس بیٹھ گئی اور سب مع حضرت اماں جانؓ بھی بیٹھے تھے کہ ایک فراخ سینہ، چوڑے منہ والا، ہنس مکھ لڑکا سرخ چوگوشہ مخملی ٹوپی پہنے بے حد خوشی کے اظہار کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے کھڑا ہوکر اچھلنے کودنے لگا۔ یہ میرے پیارے منجھلے بھائی تھے۔ حضرت اقدسؑ مسکرا رہے ہیں، دیکھ کر خوش ہورہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ "جاٹ ہے جاٹ"۔۔۔۔

آپؓ مزید فرماتی ہیں کہ "طبیعت میں سنجیدگی اور حجاب بہت جلدی پیدا ہوگیا تھا۔ بہت کم بولتے اور کم ہی بے تکلف ہوکر سامنے آتے تھے۔ ویسے طبیعت میں لطف مزاح بچپن سے لے کر اب تک تھا۔ ایسی بات کرتے چپکے سے کہ سب ہنس پڑتے اور خود وہی سادہ سا منہ بنائے ہوتے۔ حضرت

اماں جانؓ فرماتی تھیں کہ اوّل تو بچوں کو کبھی میں نے مارا نہیں ویسے ہی کسی شوخی پر اگر دھمکایا بھی تو میرا بشریٰ ایسی بات کرتا کہ مجھے ہنسی آ جاتی اور غصہ دکھانے کی نوبت نہ آنے پاتی۔ایک دفعہ شاید کپڑے بھگو لینے پر ہاتھ اٹھا کر دھمکی دی تو بہت گھبرا کر کہنے لگے" نہ اماں کہیں چوڑیاں نہ ٹوٹ جائیں۔"اور حضرت اماں جانؓ نے مسکرا کر ہاتھ نیچے کر لیا۔"

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 193،194)

حضرت ام المومنینؓ کی آپؓ سے محبت:

حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپؓ کو خاص محبت اور پیار کی نگاہ سے دیکھتی تھیں اور بشیر کی بجائے بشریٰ کہہ کر پکارتی تھیں۔غالباً یہی وجہ ہے کہ آپؓ نے ربوہ میں اپنے نوتعمیر مکان کا نام"البشریٰ" تجویز فرمایا۔اسی طرح آپؓ (حضرت اماں جانؓ) پیار کے طور پر حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کو کبھی کبھی"منجھلے میاں" بھی کہا کرتی تھیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا پیار: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت تھی کہ آپؑ کبھی کبھی اپنے بچوں کو پیار سے چھیڑا بھی کرتے تھے اور وہ اس طرح کہ کبھی کسی بچے کا پہنچہ پکڑ لیا اور کوئی بات نہ کی اور خاموش ہو رہے یا بچہ لیٹا ہوا ہے تو اس کا پاؤں پکڑ کر سہلانے لگ گئے۔

حضرت میاں صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ"پہنچہ پکڑ کر خاموش ہو جانے کا واقعہ میرے ساتھ بھی(ہاں اس خاکسار عاصی کے ساتھ جو خدا کے مقدس مسیح کی جوتیوں کی خاک جھاڑنے کی بھی قابلیت نہیں رکھتا) کئی دفعہ گزرا ہے۔وذالك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء ورنہ ہم کہاں بزم شہر یار کہاں۔" (حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 40، 41)

سکول میں داخلہ اور تعلیم: حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی آنکھیں بچپن میں ہی خراب ہوگئی تھیں یہ تکلیف آپؓ کو سات سال تک رہی... آپؓ کے داخلہ کا ابتدائی سال قیاساً 1901ء بنتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو معجزانہ رنگ میں شفا عطا فرما دی۔آپؓ چونکہ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کر چکے تھے اس لئے آپؓ مدرسہ تعلیم الاسلام کی لوئر پرائمری میں داخل کروائے گئے اس کی مزید تصدیق محترم قاضی اکمل صاحب کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ"میں 1906ء کے شروع میں قادیان آیا تو آپؓ کی ملاقات کو بھی گیا۔حضرت صاحبزادہ صاحبؓ سے میں نے پوچھا کہ آپ کونسی جماعت میں پڑھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا ساتویں جماعت میں"۔

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 50)

1910ء میں آپؓ نے تعلیم الاسلام ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔بارہ لڑکے امتحان میں شریک ہوئے تھے جن میں آٹھ کامیاب ہوئے آپؓ اپنے مدرسہ میں اول آئے۔میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد آپؓ نے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔...
1912ء میں آپؓ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔پھر اسی سال بی اے میں داخلہ لیا۔

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 59،60)

ابھی آپؓ بی اے میں تعلیم ہی پا رہے تھے کہ اچانک آپؓ نے کالج چھوڑ دیا اور قادیان آ کر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے قرآن وحدیث پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔مگر میر محمود احمد صاحب ناصر کی روایت ہے کہ کالج چھوڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ کسی طالب علم نے اسلام یا احمدیت کے متعلق کوئی ایسا سوال کیا جس کا آپؓ فوری جواب نہ دے سکے۔اس کا آپؓ کی طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ آپؓ نے کالج چھوڑ دیا اور یہ فیصلہ کیا کہ جب تک میں قرآن پورے طور پر نہ پڑھ لوں گا کالج نہیں جاؤں گا۔محترم قاضی اکمل صاحب رسالہ تشحیذ الاذہان میں لکھتے ہیں کہ مجھے اسی وقت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے فرمایا" کالج تو پھر بھی مل جائے گا مگر زندگی کا کچھ اعتبار نہیں،ممکن ہے کہ قرآن مجید وحدیث پڑھنے کا وہ بھی نورالدین ایسے پاک انسان سے پھر موقع نہ مل سکے۔اس لئے میں نے یہی بہتر جانا۔"

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 61)

مئی 1914ء میں آپؓ نے بی اے کا امتحان دیا۔جولائی 1914ء میں بی اے کا نتیجہ نکلا اور آپؓ خدا کے فضل سے کامیاب ہو گئے۔مئی 1916ء میں حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایم اے عربی کا امتحان پاس کر لیا۔

(ماخوذ حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 64،66)

اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی یہ خواہش اور پیش گوئی پوری ہوگئی۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ حضرت ام المومنینؓ سے یہ روایت تحریر فرماتے ہیں "بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب تم بچہ تھے اور شاید دوسری

جماعت میں ہو گے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ رفع حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو تم اس وقت ایک چارپائی پر الٹی سیدھی چھلانگیں مار رہے اور قلابازیاں کھا رہے تھے۔ آپؑ نے دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا دیکھو یہ کیا کر رہا ہے۔ پھر فرمایا اس کو ایم اے کرانا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ فقرہ روزمرہ کی زبان میں بے ساختہ نکلا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر غور کریں تو اس میں دو تین پیش گوئیاں ہیں"۔

(سیرت المہدی جلد اول مصنف حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 47)

جوانی میں ہی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا جذبہ: امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے جذبہ کے تحت آپؓ نے اپنے ہم جولیوں کو وعظ ونصیحت کے خطوط لکھنے شروع کر دیئے۔... آپؓ لکھتے ہیں "میرا قاعدہ ہے کہ میں اپنے احباب کو ہمیشہ ان کے فرائض منصبی کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں۔ یہ میں نے اپنی جان پر فرض کر لیا ہے خواہ کوئی میری بات سنے یا نہ سنے، مگر میں ہمیشہ اپنے کندھوں سے اس بوجھ کو اتارتا رہتا ہوں۔" آگے چل کر آپؓ لکھتے ہیں "جوانی کی عمر عجیب ہوتی ہے اس میں انسانی طاقتیں اپنے پورے زور اور کمال پر ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ شخص جو اس عمر میں اپنی خواہشات پر قابو پاتا ہے وہ خدا کے نزدیک ایک بہت بڑا درجہ رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ "جس کی جوانی تقویٰ اور طہارت میں کٹ گئی اس کا بہت درجہ ہے کیونکہ اس وقت انسانی جذبات پورے زور پر ہوتے ہیں... نفسانی خواہشات کا مرد بن کر مقابلہ کرو تا خدا کے مقرب اور پیارے بندوں میں گنے جاؤ۔"

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 195)

نکاح اور شادی کی مبارک تقریب: 12رستمبر 1902ء کو آپؓ کے نکاح کی مبارک تقریب عمل میں آئی۔ آپؓ کا نکاح حضرت مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوریؓ کی صاحبزادی محترمہ سرور سلطان صاحبہ سے ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا گیا۔ خطبہ نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے پڑھا اور ایجاب وقبول کے بعد کھجوریں تقسیم کی گئیں۔

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 51)

آپؓ کے سسر مولوی غلام حسن صاحبؓ نے 17رمئی 1890ء میں بیعت کی۔ رجسٹر بیعت میں آپ کی بیعت کا نمبر 192 درج ہے اور سکونت اصلی میانوالی ضلع بنوں ہے۔ (313 اصحاب صدق وصفا مؤلفین مکرم نصر اللہ خان ناصر صاحب ومکرم عاصم جمالی صاحب صفحہ 97)

مئی 1906ء میں آپؓ کی شادی کی تقریب عمل میں آئی آپؓ اپنے نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ، اپنے بڑے بھائی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ اور دیگر احباب کے ساتھ قادیان سے 10رمئی 1906ء کی صبح کو پشاور روانہ ہوئے اور 16رمئی کو بعد دوپہر واپس قادیان پہنچ گئے۔

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 54)

آپؓ کی گھریلو زندگی:۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے یہاں 7راگست 1907ء کو صاحبزادی امۃ السلام صاحبہؓ پیدا ہوئیں۔ اس طرح حضورؑ نے اپنی پہلی پوتی کو بھی دیکھ لیا۔ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تیرہ سال کے تھے جب باپ بن گئے۔ بیٹی کی پیدائش پر آپؓ اس قدر شرمائے کہ چارپائی کے نیچے چھپ کر لیٹ گئے۔ جب تلاش کیا گیا تو کمرے میں چارپائی کے نیچے آپؓ کی ٹانگیں نظر آئیں اور حضرت اماں جانؓ نے آپؓ کو باہر کھینچا کہ "بشریٰ" باپ بن گیا۔

(سیرت وسوانح حضرت صاحبزادی امۃ السلام صاحبہؓ مصنفہ مکرمہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 8)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے کہ "شادی ہوئی تو آج کل کی پود کو دیکھتے ہوئے بچہ ہی تھے مگر بہت سنجیدگی اور وقار سے وہ پہلے پہل کے دن بھی گزارے۔ کوئی ناپختگی یا بچپن کی علامت، لڑائی جھگڑا، کسی قسم کی کوئی بات میں نے نہیں دیکھی۔ حالانکہ ہر وقت کا ساتھ تھا۔ صرف عزیزہ امۃ السلام کی پیدائش پر شرمائے۔... منجھلی بھابھی جان بیاہ کر آئیں تو نہ معاشرت نہ طور طریق نہ وضع لباس وغیرہ نہ زبان کچھ بھی مشترک نہ تھا اور آخر نادان کم عمر تھیں۔ وہ بیچاری بھی کئی بار اگر تعلقات بگاڑنے والے ہوتے تو بگڑ سکتے تھے مگر ایسی خوش اسلوبی سے نبھایا کہ ایسے نمونے ملتے مشکل سے ہی ہیں۔ ادھر سالہا سال سے وہ بیمار چلی آ رہی ہیں۔ اتنے دراز عرصہ میں انسان اور اتنے کاموں والا جس کے کندھے پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ہوں اور خود بیمار ہو۔ اس سے غفلت بھی ہو سکتی ہے۔ کسی وقت بے دھیان بھی ہو سکتا ہے۔ مگر کبھی ان کی خدمت اور دیکھ بھال سے غافل نہ ہوئے۔ ذرا ذرا دیر کے بعد اس حال میں کہ اپنی ٹانگیں لڑکھڑا رہی ہیں۔ طبیعت خراب ہے ان کی خبر پوچھنے ان کے کمرے میں جا رہے ہیں ان کی خادمات کی خاطریں ہو رہی ہیں کہ اس بے کس بیمار و لاچار کو چھوڑ کر نہ چل دیں۔ غرض بچپن کی حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھوں کی لگائی خوب نبھائی۔ اولاد کے لئے بہترین شفیق باپ تھے۔ کسی

بات پر سمجھاتے بھی تو نرمی سے۔''

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 218،219)

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب فرماتے ہیں ''ہم بہن بھائیوں سے بھی بہت شفقت کا سلوک فرماتے تھے۔ اولاد کا احترام کرتے تھے اور جب کبھی ہم باہر سے جلسہ یا دوسرے موقع پر گھر جاتے تو ہر ایک کے لئے بہت اہتمام فرماتے تھے۔ خود تسلی کرتے کہ سونے والے کمرہ میں بستر وغیرہ ہر چیز موجود ہے۔ غسل خانے میں پانی صابن تولیہ موجود ہے۔ یوں احساس ہوتا تھا جیسا کسی بارات کا اہتمام ہو رہا ہے۔ ہمیں شرم آتی تھی لیکن خود ذوقاً یہ اہتمام فرماتے تھے۔ ہم واپس چلے جاتے تو کمرے میں آ کر دیکھتے کہ کوئی چیز بھول کر چھوڑ کر تو نہیں گئے۔ اگر کچھ ہوتا تو اسے حفاظت سے رکھوا دیتے اور ہمیں اطلاع ضرور دیتے کہ فلاں چیز تم یہاں چھوڑ گئے ہو۔ میں نے رکھوالی ہے پھر آ ؤ تو یاد سے لے لینا۔ مجھے فرمایا کرتے تھے کہ بچوں کی تربیت کے معاملہ میں میرا وہی طریق ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کا تھا۔ میں انہیں نصیحت کرتا رہتا ہوں لیکن دراصل سہارا خدا کی ذات ہے جس کے آگے جھک کر دعا گو رہتا ہوں کہ تم لوگوں کو اپنی رضا کے رستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور دین کا خادم بنادے۔''

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 222،223)

ہر کام میں رضاء الٰہی کی جستجو: آپؓ میں ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ آپ سارے کام ابتغاءً لوجہِ اللہ کیا کرتے تھے۔ مولوی فخر الدین صاحب ملتانی تاجر کتب تھے۔... عموماً وہی آپؓ کی کتابیں شائع کرتے تھے آپؓ فرماتے ہیں ''چونکہ مجھے تصنیف کا شوق تھا۔ میں اپنی اکثر کتابیں انہیں دے دیا کرتا تھا اور وہ انہیں چھپوا کر اُخروی ثواب کے ساتھ ساتھ دینوی فائدہ بھی حاصل کرتے تھے۔ میں نے کبھی کسی تصنیف کے بدلہ میں ان سے کسی رنگ میں کچھ نہیں لیا۔ حتیٰ کہ میں ان سے خود اپنی تصنیف کردہ کتاب کا نسخہ بھی قیمتاً خریدا کرتا تھا۔ میاں فخر الدین صاحب کو بسا اوقات اصرار ہوتا تھا کہ اپنی تصنیف کا کم از کم ایک نسخہ تو ہدیۃً لے لیا کرو۔ مگر میں ہمیشہ یہ کہہ کر انکار کر دیا کرتا تھا یہ بھی ایک گونہ معاوضہ ہے اور میں اس معاملہ میں معاوضہ سے اپنے ثواب کو مکدر نہیں کرنا چاہتا۔''...

آپؓ کے روحانی حُسن کا ایک دلکش پہلو یہ ہے کہ آپؓ ہر حالت عُسر و یُسر میں رنج و راحت میں تقدیر الٰہی پر راضی رہتے تھے اور شکوہ و شکایت کو کبھی بھی زبان پر نہیں لاتے تھے۔

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 202)

آپؓ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں ''میری خواہش ہے کہ تم لوگ خدا کی طرف جھکو جو خالقِ ارض و سماء ہے۔ کسی فانی چیز پر بھروسہ نہ کرو صرف اسی سے مدد مانگو جو منبع ہے ہر ایک فیض کا، چشمہ ہے ہر ایک رحمت کا۔ اس کی مدد کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا پس اس کی رضا چاہو۔ اگر وہ راضی ہے تو پھر کسی کا ڈر نہیں...

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 195)

آنحضرت ﷺ سے عشق: آنحضرت ﷺ کے ذکر سے آپؓ ایسا حظ اٹھاتے تھے کہ پاس بیٹھا انسان بھی فوراً محسوس کر لیتا تھا کہ آپؓ کو دنیا میں اگر کوئی ہستی سب سے زیادہ محبوب نظر آتی ہے تو وہ آنحضرت ﷺ ہی ہیں۔ اسی محبت کے اظہار کے لئے آپؓ نے اپنی محبوب کتاب ''چالیس جواہر پارے'' کے ''عرض حال'' میں لکھا ہے کہ ''ایک دفعہ ایک غریب مسلمان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ماتھے پر عبادت ریاضت کا تو کوئی خاص نشان نہیں تھا مگر اس کے دل میں رسول ﷺ کی چنگاری تھی جس نے اس کے سینہ میں ایک مقدس چراغ روشن کر رکھا تھا۔ اس نے قرب رسالت کی دائمی تڑپ کے ماتحت آنحضرت ﷺ سے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ ''یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تم قیامت کا پوچھتے ہو کیا اس کے لئے تم نے کوئی تیاری بھی کی ہے؟'' اس نے دھڑکتے ہوئے دل اور کپکپاتے ہوئے ہونٹوں سے عرض کیا۔ ''میرے آقا! نماز روزے کی تو کوئی خاص تیاری نہیں۔ لیکن میرے دل میں خدا اور اس کے رسولؐ کی سچی محبت ہے''۔ آپ ﷺ نے اسے شفقت کی نظر سے دیکھا اور فرمایا'' المرء مع من احب ''، یعنی پھر تسلی رکھو خدائے ودود کسی محبت کرنے والے شخص کو اس کی محبوب ہستی سے جدا نہیں کرے گا۔ یہ حدیث میں نے بچپن میں پڑھی تھی لیکن آج تک جو میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا ہوں میرے آقاؐ کے یہ مبارک الفاظ قطب ستارے کی طرح میری آنکھوں کے سامنے رہے ہیں اور میں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا ہے کہ گویا میں نے ہی رسول خدا سے یہ سوال کیا تھا اور آپؐ نے مجھے ہی یہ جواب عطا فرمایا تھا اور اس کے بعد میں اس نکتہ کو کبھی نہیں بھولا کہ نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ سب برحق ہے مگر دل کی روشنی اور روحانیت کی چمک خدا اور اس کے رسولؐ کی سچی محبت کے بغیر حاصل

نہیں ہو سکتی۔

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 206)

مکرم مختار احمد صاحب ہاشمی ہیڈ کلرک دفتر خدمت درویشاں کا بیان ہے کہ ''ایک مرتبہ حضرت میاں صاحبؓ نے مجھے ایک مسودہ املاء کرایا۔ اس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ ''حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا'' میں نے جلدی میں ﷺ کی بجائے ''صلعم'' لکھ دیا۔ دستخط کرتے وقت فرمایا کہ ''صلعم'' لکھنا ناپسندیدہ ہے، جب اتنی طویل و عریض عبارتیں لکھی جا سکتی ہیں تو صرف رسول کریم ﷺ کے نام کے ساتھ ہی تخفیف کا خیال کیوں آجاتا ہے۔ پھر اپنی قلم سے ''صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھ دیا۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے پھر کبھی ''صلعم'' نہیں لکھا۔ اس موقع پر آپؓ نے مزید فرمایا کہ مجھے انگریزی میں محمدؐ کا مخفف ''MOHD'' بھی سخت ناپسند ہے اور مجھے MOHD لکھا ہوا دیکھ کر ہمیشہ ہی افسوس اور رنج پہنچا ہے، نامعلوم کس نے یہ مکروہ ایجاد کی ہے اور تخفیف کا سارا زور صرف ''محمدؐ'' کے نام پر ہی صرف کر ڈالا ہے۔''

ایک دفعہ میاں صاحبؓ نے بیرون پاکستان کے مبلغین کو دفتر کے مطبوعہ پیڈ کی بجائے سفید کاغذ پر خطوط بھجوائے۔ میں نے ان کی ابتدا میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبدہ المسیح الموعود لکھ دیا۔ دستخط کرتے وقت فرمایا کہ ''آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ صلوٰۃ اور سلام دو چیزیں لکھی ہیں اور حضرت ﷺ کے ساتھ صرف صلوٰۃ۔ یہ طریق درست نہیں۔ یہ آقا ہیں اور وہ غلام اس مقام پر وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود (لکھنا) کافی ہے۔ البتہ اگر کہیں الگ لکھنا ہو تو الصلوٰۃ والسلام لکھنے میں حرج نہیں۔''

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 207)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت

آپؓ کے ہر قول و فعل سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ آپ آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت میں گداز ہیں اور اس بارہ میں آپؓ اس قدر احتیاط فرمایا کرتے تھے کہ باریک سے باریک پہلو بھی نظر انداز نہیں فرماتے تھے۔ (حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 205)

آپؓ کے فرزند اکبر حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب آپؓ کی آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''آپؓ کا طریق تھا کہ گھر کی مجالس میں احادیث، نبی کریم ﷺ کی زندگی کے واقعات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے حالات اکثر بیان فرماتے رہتے تھے۔ میرے اپنے تجربے میں یہ ذکر سینکڑوں مرتبہ کیا ہوگا۔ لیکن مجھے یاد نہیں کہ کبھی ایک مرتبہ بھی حضرت نبی کریم ﷺ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر سے آپؓ کی آنکھیں آبدیدہ نہ ہوئی ہوں۔ بڑی محبت اور سوز سے یہ باتیں بیان فرماتے تھے اور پھر انکی روشنی میں کوئی نصیحت کرتے تھے۔''

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 204، 205)

حضرت اماں جانؓ سے محبت اور احترام:

حضرت اماں جانؓ (اُم المومنینؓ) سے آپؓ محبت اور بہت احترام کرتے تھے اور ان کے وجود سے جو برکات وابستہ تھیں ان سے کماحقہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے تھے اور وہ بھی آپؓ کے ساتھ بڑی شفقت اور دلداری کا سلوک فرماتیں۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بیان فرماتی ہیں ''حضرت اماں جان (اُم المومنینؓ) سے بیحد محبت بھی کرتے تھے اور ادب واحترام بھی عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا۔ روز آکر بیٹھنے کے علاوہ مسجد میں جاتے آتے وقت بھی ضرور خیریت پوچھ کر اور باتیں کر کے جاتے۔ اپنے دل کا ہر درد دکھ اماں جانؓ سے بیان کرتے اور حضرت اماں جانؓ کی دعا، پیار و محبت کی تسلی سے تسکین پاتے۔ حضرت اماں جانؓ کی ملازمہ تک کو ادب سے پکارتے اور ان کا ہر طرح خیال رکھتے تھے۔... ابتدا سے ہی جب آمدنی کم اور گزارہ اپنا بھی مشکل ہوتا تھا ضرور ہر ماہ چپکے سے کچھ رقم حضرت اماں جانؓ کے ہاتھ میں ادب اور خاموشی سے دے دیتے۔ آپؓ کو کوئی حاجت نہ تھی مگر ان کی دلداری کے خیال سے واپس نہیں کرتی تھیں۔ ہر وقت اماں جانؓ کے آرام کا خیال اور خدمت کی تڑپ''۔

(تحریرات مبارکہ صفحہ 125، 126 از حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ)

ذرا سی بات ہے مگر ماں کی محبت ظاہر کرتی ہے کہ ایک میٹھے تاروں کے گولے سے ہوتے ہیں۔ جن کو ''مائی بڑھی کا جھاٹا'' کہہ کر ہمارے پنجاب میں فروخت کرتے اور بچے شوق سے کھاتے ہیں۔ کہیں بچپن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو بھی پسند ہوگا۔ میں نے دیکھا کہ بچوں کے پاس دیکھ کر حضرت اماں جانؓ نے فوراً منگوایا کہ میاں کو پسند ہے ان کو دے کر آؤ۔ اسی طرح ہر وقت ہر کھانے پر خیال رہتا تھا کہ یہ ''میرے بشریٰ'' (حضرت

مجھلے بھائی صاحب) کی پسند ہے کوئی دے کر آئے ان کو ابھی۔ اور اہتمام سے بھی ان کی شوق کی چیز تیار کروا کر بھجواتی رہتی تھیں"۔

(تحریرات مبارکہ صفحہ 37، از حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ)

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بیان فرماتے ہیں "حضرت اماں جانؓ کو بھی اباجانؓ سے بہت پیار تھا۔ میری نظروں کے سامنے اب بھی اماں جانؓ اُن سیڑھیوں کے اوپر جو ہمارے قادیان کے مکان کو حضرت صاحبؓ اور حضرت اماں جانؓ کے مکان کو ملاتی ہیں کھڑی دکھائی دیتی ہیں، ہاتھ میں پلیٹ ہوتی جس میں کوئی کھانے کی چیز جوانہوں نے پکائی ہوتی تھی پکڑی ہوتی تھی اور اباجانؓ کو آواز دیکر بلاتی تھیں کہ "میاں تمہارے لئے لائی ہوں، لے لو"۔ ایسے وقت میں کبھی صرف "میاں" کہہ کر پکارتی تھیں کبھی "میاں بشیر" اور کبھی صرف "بشریٰ"۔....

حضرت اماں جانؓ کے اباجان کیساتھ اس تعلق کا حضرت صاحب (حضرت مصلح موعودؓ) کو بھی احساس تھا۔ جب قادیان سے یہ خبریں آنی شروع ہوئیں کہ مقامی حکام کے ارادے اچھے نہیں اور وہ کسی نہ کسی بہانے سے اباجانؓ کو قید کرنا چاہتے ہیں۔ تو حضرت صاحبؓ نے اس وجہ سے اور جماعتی کاموں کی خاطر اباجانؓ کو حکم دیا کہ پاکستان چلے آئیں۔ اباجانؓ بڑے مخدوش حالات میں قادیان سے روانہ ہو کر لاہور پہنچے۔ حضرت صاحبؓ نے اباجانؓ کے لاہور پہنچنے پر سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر ننگے پاؤں شوق سے اباجانؓ کا ہاتھ پکڑ کر حضرت اماں جانؓ کے پاس لے آئے اور فرمایا "لیں اماں جان آپکا بیٹا آ گیا ہے"۔

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 220، 221)

حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اطاعت ووفا: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قائم مقام اور جانشین کے طور پر جو سلسلہ خلافت قائم ہوا اور جس سے اسلام کی احیائے نو وابستہ ہے اس کی کامل درجہ اطاعت، فرمانبرداری اور اپنی تمام قوتوں کو خلیفۂ وقت کے سپرد کر دینا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ اس کی روشن مثال تھے۔ جس پاکیزہ ماحول میں آپؓ نے جنم لیا اور جس مقدس گود میں آپؓ نے پرورش پائی تھی وہاں آپؓ نے اطاعت ووفا کے اسی ماحول کا مشاہدہ کیا تھا۔ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ "حضرت خلیفة المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے بھی بے حد محبت کرتے تھے اور حضورؓ کے خلافت پر فائز ہونے کے بعد اپنا جسمانی رشتہ اپنے نئے روحانی رشتہ کے ہمیشہ تابع رکھا۔ دینی معاملات کا تو خیر سوال ہی کیا تھا دنیاوی معاملات میں بھی یہی کوشش فرماتے تھے کہ حضور کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔ حضور کی تکریم کے علاوہ کمال درجہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نمونہ پیش کرتے تھے۔ میں نے اس کی جھلکیاں بہت قریب سے گھریلو ماحول میں دیکھی ہیں۔ آپؓ کی اطاعت و فرمانبرداری کا رنگ بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ نبض دل کے تابع ہو۔ عمر بھر اس تعلق کو کمال وفاداری سے نبھایا اور اس کیفیت میں کبھی کوئی رخنہ نہ ہونے دیا۔"

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 319)

محترم ملک حبیب الرحمٰن صاحب ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز سرگودھا ڈویژن تحریر فرماتے ہیں کہ "ڈیڑھ دو سال کی بات ہے کہ میرے ایک عزیز کو سلسلہ کی طرف سے کچھ سزا ملی۔ عزیز کو یہ گلہ تھا کہ سزا کی سفارش کرنے والے افسروں اور اداروں نے معاملات کی پوری تفتیش نہیں کی اور جانب داری سے کام لیا ہے اس لئے وہ یہ چاہتے تھے کہ حضرت میاں صاحبؓ بحیثیت صدر نگران بورڈ تحقیقات کریں۔ انھوں نے مجھے اس امر پر مامور کیا کہ میں حضرت میاں صاحبؓ سے اس بارہ میں تذکرہ کروں اور لکھ کر بھی دیا۔ حضرت میاں صاحبؓ نے تمام واقعات سن کر فرمایا کہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس دوست کی اکثر باتیں درست ہیں اور تحقیقات پوری طرح ہونی چاہیے تھی لیکن چونکہ سزا امام وقت کی طرف سے ہے لہٰذا وہ دوست بلاشرط معافی مانگیں۔ اس کے بعد ان کے عذرات کی طرف توجہ دی جائے گی اور جب انہوں نے معافی نامہ لکھ دیا لیکن آخر میں یہ بھی لکھا کہ معافی کے بعد وہ اس ادارہ کے خلاف چارہ جوئی کا حق محفوظ رکھتے ہیں تو حضرت میاں صاحبؓ کی ایمانی غیرت اور اطاعت امام کے جذبہ نے اس آخری فقرہ کو بھی قبول نہ فرمایا۔ حتیٰ کہ اس دوست نے بلاشرط معافی نامہ لکھ دیا اور آپؓ نے نہایت پیار بھرے دل کے ساتھ حضرت کے حضور سفارش کر کے انہیں معافی دلا دی۔"

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 318، 319)

صاحبزادہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ آپؓ کے اطاعت امام کے جذبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ایک طرف اطاعت کا یہ حال تھا کہ حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر سمعنا و اطعنا کی

تصویر بنے رہتے تھے تو دوسری طرف صداقت کا یہ عالم تھا کہ ایک ایسی جرأت کے ساتھ جو صرف توحید پرستوں کو حاصل ہوتی ہے اپنی سچی اور سیدھی رائے دینے سے قطعاً نہیں ہچکچاتے تھے۔ خواہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی رائے اور مزاج کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ محض حضور کی خوشنودی کے حصول کے لئے اپنی دلی رائے کو بدلنا آپؓ کا شیوہ نہیں تھا۔ کئی مرتبہ آپؓ کو مسائل میں اختلاف ہوتا تھا کئی مرتبہ دوسرے امور میں۔ فرماتے تھے کہ رائے کے اختلاف میں انسان بے اختیار ہے۔ البتہ جب حضرت صاحب میری رائے کے خلاف فیصلہ فرما دیتے ہیں تو بے چوں وچراں اس پر عمل کرتا ہوں۔ دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان بے کم وکاست اپنی صحیح رائے بیان کرے اور اطاعت کا تقاضا یہ ہے کہ جب صاحب امر اس کے خلاف فیصلہ کر دے تو پھر تسلیم ورضا کے ساتھ اس پر عمل کرے۔ یہی مذہب تھا جس پر آپؓ ہمیشہ عمل پیرا رہے۔"

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 322،323)

مکرم سید مختار احمد ہاشمی بھی اس بیان کی تصدیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ایک دن حضرت میاں صاحبؓ نے فرمایا کہ "جو شخص امام وقت کے ایسے حکم کی اطاعت کرتا ہے جس کو اس کا اپنا دل اور دماغ بھی تسلیم کرتا ہے تو یہ اطاعت درحقیقت امام وقت کی اطاعت نہیں کہلا سکتی بلکہ یہ تو اس کے اپنے دل ودماغ کی اطاعت ہے۔ دراصل امام وقت کی اطاعت یہ ہے کہ وہ امام وقت کے ایسے حکم کو انشراح صدر سے تسلیم کرے جس کو بظاہر اس کا دل ودماغ ماننے کو تیار نہ ہو۔"

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 323)

درویشان قادیان کو نصائح اور حسن سلوک:

22 ستمبر 1947ء کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ میجر داؤد احمد صاحب کی اسکیورٹ میں قادیان سے روانہ ہو کر لاہور تشریف لائے۔... آپؓ کے پاکستان تشریف لانے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے "حفاظت مرکز" کے نام سے ایک جدید صیغہ قائم فرمایا جس کا تعلق درویشان قادیان سے تھا اور اس کا ناظر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو مقرر فرمایا جس پر آپؓ اپنے وصال تک فائز رہے۔

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 115)

دسمبر 1948 میں آپؓ نے قادیان کے جلسہ کے لئے ایک پیغام بھجوایا جس میں تحریر فرمایا کہ قادیان کے دوست تین طریق پر اپنے فریضہ سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔

اول: شریف مزاج سنجیدہ غیر مسلموں کو تبلیغ کر کے۔

دوم: دینی اور اخلاقی لحاظ سے اپنا عملی نمونہ قائم کر کے۔

سوم: اسلام اور احمدیت کی اشاعت کیلئے خدا کے حضور دعائیں کر کے۔

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 117)

درویشان قادیان اور ان کے متعلقین کے لئے تو اس قدر شفقت اور رأفت آپؓ کے سینہ میں موجزن تھی کہ سخت سے سخت تکلیف اور شدید سے شدید مصروفیت کے اوقات میں بھی اگر آپؓ کو علم ہو جاتا کہ کوئی درویش قادیان سے آیا ہوا ہے اور وہ آپؓ سے ملنا چاہتا ہے تو فوراً باہر تشریف لے آتے اور اگر اٹھ کر باہر جانے کی طاقت نہ ہوتی تو اسے اندر بلا لیتے اور اس کا ہر ممکن اعزاز فرماتے۔ اس کی باتوں کو بڑے غور سے سنتے۔ قادیان کے درویشوں کی خیریت پوچھتے وہاں کے حالات دریافت فرماتے بچوں کی خیروعافیت معلوم کرتے اور اصرار سے دریافت فرماتے کہ اگر آپ کو کوئی کام ہو یا ضرورت ہو تو بے تکلف کہیں میں انشاء اللہ پوری کرنے کی ہر ممکن کوشش کرونگا۔ آپؓ چونکہ یہ سمجھتے تھے کہ قادیان کے درویش تمام جماعت کی خاطر ایک بہت بڑی قربانی کررہے ہیں۔ انھوں نے مرکز کی حفاظت کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگا رکھی ہے۔ سالہا سال سے بعض درویشوں کے بچے یہاں پاکستان میں ہیں اور وہ قادیان میں عزلت کی زندگی بسر کررہے ہیں۔ اس لئے آپؓ ان کے بچوں کے حالات سے پوری طرح باخبر رہتے تھے اور ان سے اپنے بچوں کی طرح پیار کرتے تھے۔...

مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم کا بیان ہے کہ "مارچ 1954ء کا واقعہ ہے کہ خاکسار بیماری کی حالت میں پاکستان پہنچا۔ حضرت میاں صاحبؓ نے پاکستانی باڈر پر اس حقیر خادم کی سہولت کے لئے کار کا انتظام کیا ہوا تھا۔ نیز میو ہسپتال میں ماہر فن ڈاکٹر سے معائنہ کروانے کا بھی انتظام فرمایا ہوا تھا۔ چنانچہ خاکسار چند دن لاہور میں توقف کر کے علاج کے متعلق مشورہ اور ادویہ حاصل کر کے ربوہ حاضر ہوا۔ میرے چھوٹے بھائی عزیز مبشر احمد سلمہ نے حضرت محترم کی خدمت میں میری آمد کی اطلاع دی۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ "وہ بیمار ہیں میں 8 بجے کے قریب گھر پر آ کر ان سے ملوں گا"۔ خاکسار نے اس خیال سے کہ آنحترم کو گھر پر آنے

میں تکلیف ہوگی اور مجھے دفتر جانا چنداں مشکل نہ تھا۔ ساڑھے سات بجے آپؓ کے دفتر میں حاضر ہوگیا۔ جب خاکسار نے دفتر کے دروازے پر پہنچ کر السلام علیکم عرض کیا اور اجازت چاہی تو آپؓ وفورِ محبت اور اشتیاق سے فوراً کرسی سے اُٹھے (جوتا آپؓ نے اس وقت گرمی کی وجہ سے اُتار کر پاؤں کے نیچے رکھا ہوا تھا) اور ننگے پاؤں دروازے کی طرف بڑھے اور نہایت مہربانی اور شفقت سے آپؓ نے مجھے گلے لگالیا اور فرمایا کہ ''میں نے اطلاع دی تھی کہ میں خود گھر پر آ کر ملوں گا۔ آپؓ نے بیماری کی حالت میں یہاں آنے کی کیوں تکلیف کی ہے''۔ خاکسار نے عرض کیا کہ ''گھر قریب ہی ہے اور مجھے یہاں پہنچنے میں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔ لہٰذا آنمکرم کی تکلیف کے پیش نظر خود ہی حاضر ہوگیا ہوں''۔ آپؓ نے ڈاکٹری علاج اور مشورہ کے متعلق پوری دلچسپی سے تفصیلات دریافت فرمائیں۔ خاکسار آپؓ کے اس محسنانہ سلوک اور بے تکلف انداز سے بہت متاثر ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپؓ پر اور آپؓ کی اولاد پر بیشمار رحمتیں تا ابد نازل فرماتا رہے۔ آمین

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 227 تا 229)

غرض قادیان کے درویشوں کے ساتھ آپؓ کی محبت شفقت اور رأفت ایک ایسی واضح حقیقت تھی جس سے کوئی باخبر احمدی ناواقف نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی ان میں بیمار ہوتا تو آپؓ اس کے علاج کے لیے ہر ممکن تدابیر اختیار فرماتے۔ الفضل میں دعا کی تحریک کرتے۔ قابل سے قابل ڈاکٹروں کے مشورہ سے ادویہ کا انتظام فرماتے اور اگر کوئی فوت ہوجاتا تو آپؓ یوں محسوس کرتے جیسے کوئی عزیز فوت ہوگیا ہے۔ بیماری کی حالت میں تکلیف اُٹھا کر بھی اس کا جنازہ پڑھاتے اور کندھا دیتے اس کے پسماندگان سے زبانی بھی اور بذریعہ تحریر خطوط بھی اظہار ہمدردی فرماتے۔ متوفی کے نیک اوصاف کا ذکر الفضل میں کرتے اور اس کے درجات کی بلندی کے لیے دعاؤں کی تحریک فرماتے اور بعد میں بھی اس کے عزیزوں اور متعلقین کا ہمیشہ خیال رکھتے۔ اللھم صلِ علی محمد و آل محمد۔

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 235)

واقفین زندگی کا احترام اور کار آمد نصائح: مکرمی بشارت احمد صاحب امروہی فرماتے ہیں ''تقسیم ملک کے بعد ابھی آپؓ کا دفتر جودھامل بلڈنگ میں ہی تھا کہ محترم مولوی عبدالحق صاحب ننگلی مغربی افریقہ میں فریضہ تبلیغ سرانجام دے کر واپس تشریف لائے۔ انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحبؓ سے ملاقات کی خواہش کی۔ میں انہیں اپنے ساتھ لے گیا۔ اس وقت آپؓ نہایت ہی ضروری تصنیف میں مصروف تھے مجھے دیکھ کر کچھ کبیدہ خاطر ہوئے۔ لیکن جونہی میں نے یہ عرض کی کہ یہ مولوی صاحب مغربی افریقہ میں تبلیغی خدمات سرانجام دے کر واپس تشریف لائے ہیں تو آپؓ کے چہرہ پر بشاشت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اسی وقت قلم ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ اُٹھے اور مولوی صاحب سے بغل گیر ہوگئے اور کافی دیر تک ان سے مغربی افریقہ کے تبلیغی تربیتی اور دیگر امور پر گفتگو فرمائی۔''

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس فرماتے ہیں ''آپؓ سے مل کر کام کے لیے ایک نئی امنگ دل میں پیدا ہوتی تھی اور آپؓ کام پر خوشنودی کا اظہار کر کے بھی کام کرنے والوں کی ہمت بڑھاتے تھے۔ چنانچہ میرے ایک خط کے جواب میں جو شاید آپؓ نے لاہور سے لکھا تھا اپنی بیماری کا ذکر کر کے فرماتے ہیں۔ ''سب دوستوں کو میرا اسلام اور شکریہ پہنچادیں۔ میں آپ کے لیے دعا کرتا ہوں اور آپ کی مخلصانہ خدمات پر بہت خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو بہترین خدمت سے نوازے۔''

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 236،235)

مکرم مولانا محمد صدیق امرتسری صاحب اپنی کتاب ''روح پرور یادیں'' میں تحریر کرتے ہیں کہ ''یکم مئی 1962ء کو ربوہ سے سنگاپور روانہ ہونے سے چند گھنٹے قبل خاکسار حضرت قمرالانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواست دُعا اور الوداعی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ آپؓ ایک کمرے میں نہایت بے تکلفی سے چارپائی کے پاس ہی قالین پر تشریف فرما تھے اور غالباً بعض خطوط کا جواب لکھ رہے تھے۔ آپؓ باوجود نقاہت کے اُٹھ کر دروازے تک تشریف لائے اور مصافحہ کے بعد بڑی شفقت سے مجھے اندر لے گئے اور اپنے پاس بٹھا کر گفتگو فرماتے رہے۔ میرے رخصت ہونے سے قبل آپؓ نے فرمایا۔ ''اس مرتبہ آپ ایسی جگہ جارہے ہیں جو آپ کے لئے نئی ہے۔ آپ کو معمول سے زیادہ دعائیں اور جدوجہد کرنی پڑے گی۔ اس لئے آپ ابھی سے اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کرلیں''۔ نیز فرمایا ''سب سے پہلی اور بڑی تبلیغ ایک مبلغ کا اپنا نمونہ ہے اس کے بعد دعا اور علم وحکمت اور تجربہ وغیرہ کام کرتے ہیں۔'' پھر فرمایا۔ ''اپنے نفس کا متواتر محاسبہ کرتے رہنا چاہئے اور اپنے تبلیغی وتربیتی کام اور اس کے نتائج کا ہمیشہ جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔ مبلغ کو ہر ایک سے ایسا سلوک کرنا چاہئے کہ ہر فرد جماعت اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بعد اسے اپنا مددگار ومعاون اور ہمدرد وشفیق باپ اور بھائی یقین کرے۔ مبلغ کو حتی الوسع افراد جماعت میں سے حاجتمند احباب پر ذاتی احسانات

اور محض للہ و فی اللہ حسن سلوک کر کے انہیں اپنا حقیقی دوست اور ہمدرد بنانا چاہیے۔تا کہ کسی ناگہانی مصیبت،مشکل یا بیماری کے وقت اپنے عزیزوں کی طرح وہ لوگ اس کا دست و بازو ثابت ہوں اور اس کے کام آسکیں۔"
اسی طرح فرمایا۔"اپنے سے پہلے مبلغ کے طریق کار اور اس کی پالیسی اور اس کے جاری کردہ مفید کاموں یا پروگراموں کو حتی الامکان اسی طرح جاری رکھنا چاہیئے اور بلاوجہ کی تبدیلیاں نہیں کرنی چاہئیں اور اگر کوئی تبدیلی کرنی بھی پڑے یا کوئی نیا طریق کار اختیار کرنا ہو تو ایسے انداز میں کیا جائے کہ سابقہ کام یا طریق کار کے نقائص سامنے نہ لائے جائیں۔پہلوں کے کاموں اور کوششوں کی تعریف ہو اور ان کے لئے دعائیں جاری رہیں۔"
اس طرح باوجود مصروفیت کے حضرت میاں صاحب رضی اللہ عنہ کام چھوڑ کر تقریباً دس منٹ تک اس عاجز کو مفید نصائح سے نوازتے رہے۔جس کے بعد اس پیکر شفقت و رحمت نے اس عاجز کے لئے ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی اور پھر آبدیدہ آنکھوں سے آپؓ نے اس حقیر ترین خادم سلسلہ سے معانقہ کر کے رخصت فرمایا۔اس کے بعد گوسنگاپور سے میری آپؓ سے خط و کتابت ہوتی رہی لیکن افسوس پھر آپؓ کی ملاقات یا دید نصیب نہ ہوئی۔
(روح پرور یادیں مصنف مولانا محمد صدیق امرتسری صاحب صفحہ 569، 570)

اچھی مائیں۔تربیت اولاد کے دس سنہری گر
ازافادات حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ

اول:(مومن) مرد دیندار اور با اخلاق بیویوں کے ساتھ شادیاں کریں تا کہ نہ صرف ان کا گھر ان کی اپنی زندگی میں جنت کا نمونہ بنے بلکہ اولاد کے لئے بھی نیک تربیت اور نیک نمونہ میسر آنے سے دائمی برکت کا دور قائم ہو جائے۔

دوئم:ہر عورت خود بھی دیندار بنے اور دین کا علم سیکھے اور پھر دین کے احکام کے مطابق اپنا عمل بنائے تا کہ وہ گھر کی چاردیواری میں دین کا پرچار رکھنے،دین کی تعلیم دینے اور دین کے مطابق عملی نمونہ پیش کرنے کے ذریعہ اپنے بچوں کی زندگیوں کو بچپن سے ہی دینداری اور نیکی کے رستہ پر ڈال سکے۔...

سوئم:بچوں کی تربیت کا آغاز ان کی ولادت کے ساتھ ہی ہو جانا چاہیے اور خواہ وہ بظاہر ماں باپ کی بات سمجھیں یا نہ سمجھیں اپنی آنکھیں اور کان استعمال کر سکیں یا نہ کر سکیں ماں باپ کو یہی سمجھنا چاہیے کہ وہ ہمارے ہر فعل کو دیکھ رہے ہیں اور ہمارے ہر قول کو سن رہے ہیں۔...

چہارم:ماؤں کا فرض ہے کہ بچپن میں ہی اپنے بچوں کے دلوں میں ایمان بالغیب کا تصور راسخ کر دیں اور ان کی طبیعت میں یہ بات پختہ طور پر جما دیں کہ اس دنیائے شہود میں روحانی اور مادی نظام کی حقیقی تاریں ایک پردۂ غیب کے پیچھے سے کھینچی جا رہی ہیں جس کا مرکزی نقطہ خدا ہے اور باقی ارکان فرشتے اور کتابیں اور رسول اور یوم آخر اور تقدیر خیر و شر ہیں۔...

پنجم:ماؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بچپن سے ہی نماز کا پابند بنائیں۔کیونکہ عمل کی زندگی میں نماز خالق اور مخلوق کے درمیان کی وہ کڑی ہے جس سے دل کا چراغ روشن رہتا ہے اور انسان گویا روحانیت کی مخفی تاروں کے ذریعہ خدا کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔...

ششم:ماؤں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں میں بچپن سے ہی انفاق فی سبیل اللہ اور دین کے لئے خرچ کرنے کی عادت ڈالیں اور ان میں یہ احساس پیدا کریں کہ ہر چیز جو انہیں خدا کی طرف سے ملی ہے خواہ وہ مال ہے یا دل و دماغ کی طاقتیں ہیں،علم ہے یا اوقات زندگی ہیں۔ان سب میں سے خدا اور جماعت کا حصہ نکالیں۔...

ہفتم:ماؤں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو ہمیشہ شرک خفی کے گڑھے میں گرنے سے ہوشیار رکھیں۔دنیا کی ظاہری تدبیروں کو اختیار کرنے کے باوجود ان کا دل ہر وقت اس زندہ ایمان سے معمور رہنا چاہیے کہ ساری تدبیروں کے پیچھے خدا کا ہاتھ کام کرتا ہے اور وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

ہشتم:بچوں کو ماں باپ اور دوسرے بزرگوں کا ادب سکھایا جائے۔خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار اور ہمسایہ ہوں یا اجنبی۔...

نہم:ہر احمدی ماں کا فرض ہے کہ وہ بچوں میں سچ بولنے کی عادت پیدا کرے۔صداقت تمام نیکیوں کا منبع اور جھوٹ تمام بدیوں کا مولد ہے۔...

دہم:ماں باپ کا فرض ہے کہ ہمیشہ اپنی اولاد کی تربیت کے لئے خدا کے حضور دعا کرتے رہیں کہ وہ انہیں نیکی کے رستہ پر قائم رکھے اور دین اور دنیا کی ترقی عطا کرے اور ان کا حافظ و ناصر ہو۔

(حرف عاجزانہ مصنف مکرم رانا مبارک احمد صاحب صفحہ 44 تا 47)

دو ذاتی دعائیں:۔مرزا مظفر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ"ذاتی دعاؤں میں ابا جان دو باتوں کے لئے بہت دعا فرمایا کرتے تھے۔اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے راستہ پر چلنے کی توفیق بخشے اور دوئم انجام بخیر ہو۔اس آخری امر کے لئے بہت تڑپ رکھتے تھے اور ہمیشہ اس پر زور دیا کرتے تھے۔مجھے کئی بار فرمایا کہ ایک انسان ساری عمر نیکی کے کام کرتا ہے

لیکن آخر میں کوئی ایسی بات کر بیٹھتا ہے جو خدا کی ناراضگی کا مورد ہو جاتی ہے اور جہنم کے گڑھے کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔ایک دوسرا انسان ساری عمر بد اعمال میں گزارتا ہے لیکن آخر میں ایسا کام کر جاتا ہے جو خدا کی خوشنودی کا باعث ہو جاتا ہے۔سو اصل چیز انجام بخیر ہے۔...اور کسی سے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ بڑے اضطرار سے یہ دعا کی اور خدا سے درخواست کی کہ اس بارہ میں مجھے کوئی تسلی دے دے۔اس دعا پر جو غالباً قرآن کریم کی تلاوت کے دوران میں کر رہے تھے یکدم دائیں ورق پر موٹے الفاظ میں صرف یہ دو الفاظ لکھے نظر آئے ''بغیر حساب''

(ایم ایم احمد شخصیت اور خدمات مرتبہ مکرم عبدالسمیع خان صاحب صفحہ 193)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا اتنا عظیم الشان نشان دیکھنے کے باوجود عاجزی اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ آخری وقت تک یہی فرماتے رہے کہ ''میرے لئے دعا کرو کہ میرا انجام بخیر ہو''۔

تصنیفات،علمی خدمات :۔آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپؓ کو انتہا درجہ کا عشق تھا اور دراصل کوئی شخص سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے رگ و ریشہ میں محمد عربی ﷺ اور احمد قادیانی علیہ السلام کی محبت سرایت نہ کر چکی ہو اور آپ میں یہ بات اتم طور پر پائی جاتی تھی۔

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 204)

حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کو چونکہ ابتدا ہی سے علم حدیث اور تاریخ اسلام سے ایک خاص فطری تعلق رہا ہے۔اس لیے ابتداً آپؓ نے اسلام کی مستقل خدمت کے لیے جس موضوع کا انتخاب کیا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح مبارک ہیں۔جو آپؓ نے ''سیرۃ خاتم النبیینؐ'' جیسی بلند پایہ کتاب کی شکل میں تحریر فرمائی۔اس بلند پایہ تالیف کی اشاعت نے ملک کے اسلامی حلقوں میں خوشی کی لہر دوڑا دی اور انہوں نے اچھوتے مضامین دلاویز اسلوب بیان اور علم سیرت نبویؐ اور علم کلام کے نادر امتزاج اور دوسرے محاسن و کمالات پر دل کھول کر خراج تحسین ادا کیا۔

(تاریخ احمدیت جلد اوّل مؤلفہ مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 478 تا 479)

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے متعلق فرمایا ''میں سمجھتا ہوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی سیرتیں شائع ہو چکی ہیں ان میں سے یہ ایک بہترین کتاب ہے۔اس کی تصنیف میں ان علوم کا بھی پرتو ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ حاصل ہوئے۔ اس کے ذریعہ انشاءاللہ اسلام کی تبلیغ میں بہت آسانی پیدا ہو جائے گی۔''

... حضرت میاں صاحبؓ نے ہی اپنی اس تصنیف میں اس امر کا خاص طور پر اہتمام فرمایا ہے کہ مغرب کے متعصب مستشرقین نے جن مقامات پر تاریخ اسلام کے بعض واقعات کو قابل اعتراض ٹھہرایا ہے یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کردار کشی کی کوشش کی ہے۔آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی روشنی میں ان کا رد فرمایا ہے۔آپؓ نے اپنی اس کتاب میں علاوہ تاریخی مواد کے آج کل زیر بحث آنے والے بہت سے علمی مسائل مثلاً جمع و ترتیب قرآن کریم،معجزہ کی حقیقت،جہاد بالسیف،غیر مسلموں سے رواداری،جزیہ،غلامی،عورتوں کے حقوق،تعدّد ازواج،شادی اور طلاق کے متعلق اسلامی قوانین اور اسلام کی عادلانہ جمہوری طرز حکومت پر سیر حاصل بحث فرمائی۔''

... آپؓ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔''اے اللہ! تو اپنے فضل سے ایسا کر کہ تیرے بندے اسے پڑھیں اور اس سے فائدہ اُٹھائیں اور تیرے برگزیدہ رسولؐ کے پاک نمونہ پر چل کر تیری رضا حاصل کریں۔''

(پیش لفظ از سیرت خاتم النبیینؐ تصنیف حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

سیرت خاتم النبیینؐ کی تالیف کے دوران ہی میں آپؓ کی توجہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و سوانح سے متعلق صحابہ کرامؓ کی روایات جمع کرنے کی طرف ہوئی۔چنانچہ آپؓ کی شبانہ روز کوششوں کے نتیجہ میں ''سیرت المہدی'' کا قیمتی ذخیرہ شائع ہو کر ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا سلسلہ کی بعض گمشدہ کڑیوں کا سراغ اسی سے ملتا ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد اوّل مؤلفہ مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 479)

اس کتاب کے تین حصے آپؓ کی زندگی میں شائع ہوئے۔دراصل آپؓ کا ارادہ یہ تھا کہ سیرت المہدی کی روایات کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک مفصل سوانح عمری لکھیں گے۔چنانچہ آپؓ نے اسی ارادہ کے ماتحت ذکر حبیب پر متعدد تقاریر فرمائیں۔جو سیرت طیبہ،درمنثور،دُرّ مکنون اور آئینہ جمال کے نام سے شائع ہو چکی ہیں۔

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 204)

آپؓ کی معرکۃ الآراء تالیف ''سلسلہ احمدیہ'' ہمیشہ یادگار رہے گی۔ان تالیفات کے علاوہ آپؓ نے متعدد لاجواب کتابیں اور رسائل تالیف کئے ہیں۔مثلاً کلمۃ الفصل،تصدیق المسیح،الحجۃ البالغ،ہمارا خدا،تبلیغ ہدایت،ختم نبوت کی حقیقت،چالیس جواہر پارے اور سیرت طیبہ وغیرہ۔

ان میں سے ہر ایک تالیف یا مضمون کو اپنے موضوع کے اعتبار سے مشعل راہ کی حیثیت حاصل ہے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد اوّل مؤلفہ مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 479، 480)

قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمدؓ کی گرانقدر جماعتی خدمات:۔ خدمات کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو سلسلہ کے اخبارات خصوصاً ''الفضل'' اس امر پر شاہد ہے کہ آپ نے اپنے بڑے بھائی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرح ہوش سنبھالتے ہی خدمت دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ (حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 326)

انتظامی اور عملی لحاظ سے بھی آپ کا مقدس وجود جن عظیم الشان برکتوں کا موجب ثابت ہوا وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ بلا شبہ آپ کو وہ وقار اور پیکر جہاد و استقلال ہیں۔ آپ کی خاموش اور بے ریا زندگی خدمت دین کے بے شمار کارناموں سے معمور ہے ...حضرت صاحبزادہ صاحب کے عملی کارناموں کا آغاز مولانا نورالدین حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ سے ہوتا ہے۔ جبکہ آپ کو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے صدر انجمن احمدیہ کی مجلس کا معتمدین کا ممبر نامزد فرمایا۔ خلافتِ اولیٰ کا دور آپ نے زیادہ تعلیمی مصروفیات میں گزارا لیکن خلافت ثانیہ کے ابتدا ہی سے آپ ایک ایک لمحہ خدمت دین کے لیے وقف ہو گیا۔ چنانچہ شروع میں آپ نے الفضل کی ادارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس کے بعد ریویو آف ریلیجنز کی خدمت ایک عرصہ تک آپ کے سپرد رہی۔ مدرسہ احمدیہ ایسے اہم جماعتی ادارہ کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے۔ سالہا سال تک سلسلہ احمدیہ کے متعدد صیغوں مثلاً تالیف و تصنیف امور عامہ اور تعلیم و تربیت کی نگرانی کے فرائض سر انجام دینے کے علاوہ ناظر اعلیٰ بھی رہے۔ انگریزی ترجمۃ القرآن کے کام میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ پھر قیام پاکستان کے سلسلہ میں حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے تحت آپ نے شاندار خدمات انجام دیں۔...31 اگست 1947ء کو جب حضرت اقدس مصلح موعود ہجرت کر کے قادیان سے پاکستان تشریف لائے تو حضور نے آپ کو امیر مقامی نامزد فرمادیا۔ یہاں حفاظت مرکز کا اہم شعبہ آپ کے سپرد ہوا ... آپ نے وقت کے ہر اہم جماعتی تقاضے کو پورا کرنے میں انتہائی معاملہ فہمی اور بیدار مغزی کا ثبوت دیا ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد اوّل مؤلفہ مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 480، 481)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیماری کے ایام میں آپؓ کا مبارک وجود احمدیوں کے لیے ایک سہارا تھا اور حضورؓ کی بیماری میں آپؓ کے فرائض میں پہلے سے بھی بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔ آپؓ نگران بورڈ کے صدر بھی رہے تھے اور نگران بورڈ کے فیصلوں کے واجب العمل ہونے کے لیے ضروری تھا کہ آپؓ کی رائے اس فیصلے کے حق میں ہو اور جب بیماری کی وجہ سے حضورؓ کے لیے مجلسِ مشاورت کی صدارت کرنا ممکن نہ رہا تو حضورؓ کے حکم کے تحت حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس ذمہ داری کو ادا فرماتے رہے۔ (سلسلہ احمدیہ جلد دوم صفحہ 596 تا 597 مؤلفہ ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب)

شمائل حضرت قمر الانبیاءؓ

آپؓ کا حلیہ: آپؓ کی شکل نورانی، قد لانبا، وجیہہ چہرہ، موٹی موٹی مگر نیم وا آنکھیں، ابھری ہوئی ناک، بھرے بھرے ہاتھ پاؤں اور جسیم و پُر وقار وجود دیکھ کر ہر شخص یہ سمجھنے پر مجبور تھا کہ یہ کوئی معمولی انسان نہیں ہے۔...

آپؓ کا لباس: آپؓ کا لباس نہایت سادہ ہوتا تھا۔ سفید قمیض، سفید شلوار، لمبا کھلا کوٹ اور پگڑی پہنتے تھے۔ تنگ لباس برداشت نہ کرتے تھے۔ بچپن اور جوانی کے زمانہ میں پگڑی کے ساتھ ساتھ ٹوپی بھی استعمال فرمالیتے تھے۔ مگر ادھیڑ عمر میں پہنچ کر ٹوپی کا استعمال ترک کر دیا تھا۔ البتہ کبھی کبھی غیر رسمی مواقع پر ٹوپی پہن بھی لیتے تھے۔ اوائل عمر سے لے کر جوانی تک دیسی جوتا پہنا کرتے تھے۔ لیکن بعد ازاں گرگابی طرز کا کھلا بغیر تسموں والا بوٹ۔...

آپؓ کی خوراک: خوراک آپؓ کی بہت سادہ ہوا کرتی تھی۔ امراء کی طرح ہمیشہ پُر تکلف اور مرغن کھانوں کے دلدادہ نہیں تھے۔ کھمبیاں اور پالک کا ساگ بھی جو گوشت میں پکا ہوا ہو آپؓ شوق سے کھایا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد چونکہ مشکلات کا زمانہ تھا اس لئے صبح کی چائے کے ساتھ بھنے ہوئے چنے کھا کر بھی گزارا کر لیتے تھے۔ غرضیکہ کسی چیز کی خاص عادت نہیں تھی۔... پھلوں کو بھی پسند فرماتے تھے خصوصاً عمدہ قسم کے آم اور کیلے آپؓ کو بہت پسند تھے۔

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل صفحہ 199، 201)

طبیعت کا رجحان اور کیفیت: صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ''طبیعت کے لحاظ سے آپؓ بہت حساس تھے اور لوگوں کے جذبات کا خاص خیال رکھتے تھے اور خود بھی اس معاملہ میں کسی لغزش کو محسوس فرماتے تھے۔ طبیعت میں نفاست تھی اور باریک

بنی۔ ہر چیز اپنی جگہ پر سلیقہ سے رکھتے تھے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی سے گھبراتے تھے۔ میری آنکھوں کے سامنے آج بھی نظارہ آتا ہے کہ جب اپنی بیماری کی شدت کے آخری ایّام میں غالباً 31/ اگست کی بات ہے۔ میں پاس بیٹھا تھا۔ چار پائی پر لیٹے ہوئے، تھراتا ہوا آپؓ کا ہاتھ اٹھا اور اسے سرہانے میز کی طرف بڑھایا۔ میں نے محسوس کیا کہ گھڑی جو میز پر پڑی تھی وہ کچھ ترچھی پڑی تھی اسے سیدھا کرنا چاہتے تھے۔ میں نے جلدی سے اسے سیدھا کر دیا۔ اس کے کچھ وقفہ کے بعد پھر کانپتا ہوا ہاتھ میز کی طرف بڑھایا اور دو قلم جو ترچھے پڑے تھے انھیں بڑی احتیاط سے سیدھا کر کے رکھ دیا۔ پھر غنودگی کی سی کیفیت میں آنکھیں بند کر لیں۔ اس میلانِ طبیعت کے لحاظ سے ہر چیز کو تحریر میں لے آتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے معاملہ کی علیحدہ فائل کھول کر اس میں تمام متعلقہ کاغذات اہتمام سے رکھتے تھے۔ معاملہ میں بہت صاف گو تھے۔۔۔ ہر چیز کا حساب رکھتے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرتے اور نہ دوسرے کی طرف سے پسند فرماتے۔''

(ایم ایم احمد شخصیت اور خدمات مرتبہ مکرم عبدالسمیع خان صاحب صفحہ 189 تا 191)

عاجزی وانکساری: مکرم چوہدری عبدالعزیز ڈوگر صاحب تحریر کرتے ہیں ''حضورؓ کی بیماری شدید تھی اور عید کی نماز کے لئے تشریف نہ لائے۔ حضرت مولانا شمس صاحب نے حسب ارشاد خطبہ نماز عید دیا۔ حضرت میاں صاحبؓ مسجد مبارک کے اس حصہ میں آ کر تشریف فرما ہو گئے جہاں لوگوں کی جوتیاں رکھی تھیں۔ آپؓ بھی بیمار تھے ان دنوں نگران بورڈ کے آپؓ صدر بھی تھے۔ خاکسار نے عرض کیا ''میاں صاحب آپ کے لئے پہلی صف میں محراب کے پاس جگہ رکھی ہے وہاں تشریف لے چلیں۔'' آپؓ نے فرمایا ''نہیں نہیں میری جگہ ان جوتیوں میں ہی ہے''۔ یہ ہے قمر الانبیاء اور یہ ہے عاجزی و درویشی۔ پھر خاکسار نے عرض کیا کہ ''میں اعلان کروا دوں کہ نماز کے بعد حضرت میاں صاحب مصافحہ کا شرف بخشیں گے۔ چونکہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں دوست احتیاط سے کام لیں''۔ فرمایا ''ہرگز نہیں یہ مقام صرف اور صرف حضرت خلیفۃ المسیح کا ہے۔ میرے متعلق کوئی اعلان نہ کریں جو دوست ملنے آ جائیں گے ان سے مصافحہ کروں گا''۔

آپ مزید لکھتے ہیں ''مجلس شوریٰ کا اجلاس ہو رہا تھا۔ آپؓ صدر نگران بورڈ تھے دوست مشورہ دے رہے تھے۔ ایک دوست مکرم شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت کوئٹہ نے صاحب صدر کو مخاطب کرتے ہوئے تعریفی کلمات سے حضرت میاں صاحبؓ کو خطاب کیا۔ آپؓ نے فوراً ہاتھ اٹھا کر منع فرمایا۔ میں ہرگز ہرگز ایسے کلمات کا مستحق نہیں ہوں۔ یہ صرف اور صرف حضرت خلیفۃ المسیح کے لئے جائز ہے۔ میری تو کوئی حیثیت نہیں۔ میں ایک ادنیٰ خادم سلسلہ ہوں۔''

(یادِ حبیب صفحہ 131، 132 مصنف مکرم چوہدری عبدالعزیز ڈوگر صاحب)

علالت اور وفات: صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب مرحوم فرماتے ہیں ''چند ماہ سے ابا جان کو متعدد منذر خوابیں اپنی وفات کے متعلق آ رہی تھیں۔ جن سے ان کی طبیعت میں یہ خیال راسخ ہو گیا تھا کہ ان کی وفات قریب ہے۔ اس کا پہلا اشارہ مجھے عید کے موقع پر شروع مئی میں کیا جب کہ میں واپس راولپنڈی کے لیے رخصت ہو رہا تھا۔ فرمانے لگے کہ ''مجھے کچھ عرصہ سے بعض منذر خوابیں آ رہی ہیں تم بھی دعا کرنا اور حسب معمول رخصت کرتے وقت فرمایا ''اللہ حافظ و ناصر ہو۔''...

منذر خوابوں کا سلسلہ جاری رہا چنانچہ ایک مرتبہ 24/ اگست کے قریب لاہور گیا تو فرمانے لگے کہ ''اب تو چل چلاؤ ہی ہے'' خوابوں کی تفصیل نہیں بتاتے تھے۔ گھوڑا گلی میں میری چھوٹی ہمشیرہ عزیزہ امتہ اللطیف بیگم نے جب اس بارے میں کچھ دریافت کرنے کی کوشش کی تو فرمانے لگے۔ ''تم بچے ہو میں تفصیل نہیں بتاتا تم لوگ گھبرا جاؤ گے۔'' ایک چیز جس کا بالوضاحت اپنے ایک خط میں ایک بزرگ کے نام ذکر فرمایا وہ یہ تھی کہ ''میری زبان پر حضرت مسیح موعودؑ کا شعر جاری ہوا۔

بھر گیا باغ اب تو پھولوں سے
آؤ بلبل چلیں کہ وقت آیا

ان خوابوں کی وجہ سے بہر حال آپؓ کی طبیعت پر یہ گمان غالب تھا بلکہ یقین کی حد تک پہنچ چکا تھا کہ آپؓ کی وفات کا وقت قریب ہے۔ خود ماہ جون کے آخر میں ربوہ سے روانگی کے وقت اپنی تجہیز و تکفین کے لیے علیحدہ رقم گھر دے دی پھر لاہور سے مزید رقم یہ کہہ کر والدہ کو ارسال کی کہ ''میری وفات پر دوست آئیں گے گھر کے عام خرچ سے زیادہ اخراجات ان دنوں ہوں گے اس لیے بھجوا رہا ہوں۔''

(ایم ایم احمد شخصیت اور خدمات مرتبہ مکرم عبدالسمیع خان صاحب صفحہ 176، 177)

مجھ سے آخری ملاقات غنودگی سے پہلے 30/31 اگست کو ہوئی۔ میں بیماری کی شدت کا سن کر فوراً چند گھنٹوں میں لاہور پہنچ گیا۔ سیدھا ابا جان کے کمرے میں گیا۔ لیٹے ہوئے تھے مجھے دیکھ کر فرمایا ''مظفر تم آ گئے'' یہ فقرہ ایسے رنگ میں کہا جیسے کسی کا انتظار تھا۔ اس فقرہ میں ایک عجیب

اطمینان اور سکون تھا جس سے مجھے کچھ گھبراہٹ ہوئی میں ابا جان کا ہاتھ پکڑ کر سرہانے کی طرف بیٹھ گیا۔ پھر فرمانے لگے "کراچی کب جا رہے ہو؟" میرا کراچی جانے کا اس بیماری کی شدت سے پہلے پروگرام تھا۔ میں نے کہا "ابھی تو میں نہیں جا رہا" فرمانے لگے "یہ اچھا فیصلہ ہے۔"...

محترم ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب... لکھتے ہیں "2 ستمبر کو تنفس میں پھر کچھ تنگی اور تیزی تھی اور حرارت بھی کچھ زیادتی پر تھی اور گردن میں قدرے اکڑاہٹ۔ آپؓ کا چھاتی کا ایکسرے لیا گیا جس سے نمونیہ اور پھیپھڑوں کی infection کی مزید تصدیق ہوئی۔ خون بھی ٹیسٹ کیا گیا... مگر حالت بگڑتی گئی۔ اس وقت اور ڈاکٹروں کو بھی مشورہ میں شامل کیا گیا چنانچہ ڈاکٹر محمد یوسف صاحب بھی آپؓ کو دیکھنے کے لیے آئے۔ باوجود تمام کوششوں کے سانس کی تکلیف اور غنودگی بڑھتی گئی۔

حضرت میاں مظفر احمد صاحب... لکھتے ہیں کہ "2 ستمبر (1963ء۔ ناقل) کو جب کہ بہت سے احباب کوٹھی 23 ریس کورس کے احاطہ میں مغرب کی نماز ادا کر رہے تھے کہ ابا جان کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی۔ آپؓ کو دو تین سانس کچھ اکھڑ کر آئے اور ہم سے رخصت ہو کر اپنے مالک حقیقی کے پاس جا پہنچے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔"

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحبؓ سابق سوداگر مل صفحہ 461، 462)

حضرت مسیح موعودؑ سے مشابہت: یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے آقا و مطاع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال بھی لاہور ہی میں ہوا اور آپؓ کے اس جلیل القدر فرزند قمر الانبیاء نے بھی لاہور ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال بھی منگل کے دن ہوا اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی اور اب منگل ہی کی رات تھی جس میں حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اور منگل کے دن آپؓ کی تدفین عمل میں آئی۔ (حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگر مل صفحہ 464)

آپؓ کا جسد خاکی اسی رات کو ربوہ لایا گیا۔ ریڈیو پر آپؓ کی وفات کی خبر نشر ہوتے ہی احباب جماعت بڑی تعداد میں ربوہ پہنچنا شروع ہوگئے۔ چہرہ کی زیارت کرنے والے بڑی تعداد میں اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ جنازے کا وقت آیا تو یہ سلسلہ مجبوراً بند کرنا پڑا۔ ساڑھے پانچ بجے آپؓ کا جنازہ آپؓ کی کوٹھی "البشریٰ" سے اُٹھایا گیا۔ بہت سے لوگ باوجود شدید خواہش کے جنازے کو کندھا بھی نہیں دے سکے۔ جنازے کو بہشتی مقبرہ کے وسیع احاطے میں لے جایا گیا۔ حضورؓ کے ارشاد کے ماتحت حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(سلسلہ احمدیہ جلد دوم صفحہ 600 مرتبہ مکرم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب)

قبر تیار ہونے پر محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے ایک پرسوز اور رقت آمیز دعا کرائی... حضرت میاں صاحبؓ کے جسد اطہر کو حضرت اُم المومنین نور اللہ مرقدھا کے قدموں کی جانب چاردیواری کے جنوبی قطعہ میں حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا...۔ اس طرح ہزار ہا محزون و غمناک قلوب، اشکبار آنکھوں اور سوز و گداز سے معمور دردمندانہ دعاؤں کے درمیان اس مقدس و بابرکت وجود کا جسد اطہر جو عظیم الشان خدائی نشانوں اور آسمانی بشارتوں کا مظہر ہونے کے باعث جماعت کے لیے ایک ستون کی حیثیت رکھتا تھا اور ابتلاؤں کے اوقات میں احباب جماعت کے لیے ایک ڈھارس کا کام دیتا تھا اور قدم قدم پر کمال دانشمندی اور غیر معمولی فراست کی بدولت بہ تائید و توفیق الٰہی ان کی رہنمائی فرماتا تھا سپرد خاک کر دیا گیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

(حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگر مل صفحہ 468، 469)

اے جانے والے تجھ پر خدا کی ہزاروں رحمتیں ہوں کہ تو عمر بھر اپنے اور غیروں سب کے لئے ایک بے پایاں شفقت اور رحمت کا سایہ بن کر رہا۔

تمھیں کہتا ہے مردہ کون تم زندوں سے زندہ ہو
تمھاری خوبیاں قائم تمھاری نیکیاں باقی

اولاد:۔ آپؓ کی کل اولاد 11 بچے تھے جن میں سے دو صغر سنی میں فوت ہوگئے۔

1۔ صاحبزادی امۃ السلام بیگم صاحبہؓ
2۔ صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب (اول)
3۔ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد (ایم ایم احمد) صاحب
4۔ صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب
5۔ صاحبزادی امۃ الحمید بیگم صاحبہ
6۔ صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب
7۔ صاحبزادہ مرزا مبشر احمد صاحب (اول)
8۔ صاحبزادہ بریگیڈیئر ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب
9۔ صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب
10۔ صاحبزادی امۃ المجید بیگم صاحبہ
11۔ صاحبزادی امۃ اللطیف بیگم صاحبہ

(ماخوذ از حیات بشیرؓ مصنف مکرم عبدالقادر صاحب سابق سوداگر مل صفحہ 476)

”وہ بادشاہ آیا“

سیرت حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرمہ منصورہ باجوہ صاحبہ۔ Groß-Gerau

حضرت مرزا شریف احمد پور مسعود احمدؐ مسعود
کم سخن خوش مزاج و نیک خلق صائب الرائے محسن وذی جود

(رسالہ الفرقان جنوری فروری 1962 صفحہ 45)

الٰہی منشاء کے مطابق جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شادی حضرت اماں جانؓ سے ہوئی تو آپؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس شادی سے ہونے والی اولاد کے متعلق اور بالخصوص ایک عظیم الشان فرزند کی بابت خوشخبریاں عطا کی گئی تھیں۔ اس مبارک شادی سے ہونے والے ہر بچے کی پیدائش سے قبل اس کی بابت حضرت مسیح موعودؑ کو الہامات سے نوازا گیا تھا۔ اِن مبارک وجودوں میں سے ایک حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کا وجود تھا۔

(تاریخ سلسلہ احمدیہ جلد دوئم 1939ء تا 1965ء تصنیف ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صفحہ 581)

حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد اور ان پانچ تن میں سے تھے جنہیں حضورؑ نے اپنے خاندان کی بنیاد قرار دیا ہے۔ آپؑ اپنے ایک منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

مری اولاد سب تیری عطا ہے ہر اِک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیّدہ ہے یہی ہیں پنجتن جن پر بِنا ہے
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی (از درثمین)

مُعَمَّرُ الله:۔ آپؓ کی پیدائش سے قبل حضرت مسیح موعودؑ کو اس بابت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت دی گئی تھی کہ ”آپ کو ایک فرزند عطا کیا جائے گا“۔ اور آپؑ نے اپنی تصنیف ”انوار الاسلام“ میں قبل از وقت اس کی خبر بھی شائع فرما دی تھی۔ چنانچہ اس پیش خبری کے عین مطابق 24 مئی 1895ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ آپؓ کی ولادت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عالمِ کشف میں دو نظارے دیکھے۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

ا۔ جب یہ (مرزا شریف احمد) پیدا ہوا تھا تو اس وقت عالم کشف میں آسمان پر ایک ستارہ دیکھا تھا۔ جس پر لکھا تھا ”معمر الله“۔

ب۔ تو اس وقت عالم کشف میں مَیں نے دیکھا کہ آسمان پر سے ایک روپیہ اُترا۔ اور میرے ہاتھ پر رکھا گیا۔ اِس پر لکھا تھا ”معمر الله“

(تذکرہ صفحہ 227 ایڈیشن پنجم)

خدا تعالیٰ نے آپؓ کی پیدائش کو ایک نشان بنایا اور آپؓ کے متعلق کافی الہام ہوئے تھے جو آپؓ کی زندگی میں پورے ہوتے نظر آئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا عمرہ الله علیٰ خلاف التوقع اس کو یعنی شریف احمد کو خدا تعالیٰ امید سے بڑھ کر عمر دے گا۔ (تذکرہ صفحہ 609 ایڈیشن پنجم)

چنانچہ آپؓ کی زندگی میں بیماری وغیرہ کے کئی مراحل آئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو شفا عطا فرمائی اور عمر کو بڑھا دیا۔ جن دنوں طاعون زوروں پر تھی حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کو شدید بخار ہو گیا۔ اور بے ہوشی شروع ہو گئی اور بظاہر مایوس کن علامات ظاہر ہونی شروع ہو گئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں کہ ”مجھے خیال آیا کہ اگرچہ انسان کو موت سے گریز نہیں مگر اگر لڑکا ان دنوں میں جو طاعون کا زور ہے فوت ہو گیا، تو تمام دشمن اس تپ کو طاعون ٹھہرائیں گے اور خدا تعالیٰ کی اس پاک وحی کی تکذیب کریں گے جو اس نے فرمایا ہے ”انی احافظ کل من فی الدار“، یعنی ”میں ہر ایک کو جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے طاعون سے بچاؤں گا“۔ (روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 87)

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعا کے لئے کھڑے ہو گئے تو معاً وہ حالت میسر آ گئی جو استجابت دعا کی کھلی کھلی نشانی ہے۔ ابھی حضور علیہ السلام نے تین رکعت ہی پڑھی تھی کہ کشفاً دکھایا گیا کہ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ بالکل تندرست ہیں۔ جب کشفی حالت ختم ہوئی تو دیکھا کہ آپؓ ہوش کے ساتھ چارپائی پر بیٹھے ہیں اور پانی مانگتے ہیں۔ نماز ختم کر کے حضرت مسیح موعودؑ نے بدن پر ہاتھ لگا کے دیکھا کہ تپ کا نام و نشان نہیں

ہے۔اس کے بعد بھی کئی مواقع پیدا ہوئے آپؓ کی زندگی کو خطرہ تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق آپؓ کو خلافِ توقع عمر دیتا رہا۔

(تاریخ سلسلہ احمدیہ جلد دوم 1939ء تا 1965 تصنیف ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب صفحہ 583 تا584)

اسی طرح ایک اور الہام ہوا کہ" امرہ اللّٰہ علیٰ خلاف توقع "۔یعنی خدا تعالیٰ امید سے بڑھ کر امیر کرے گا۔آپؓ کی زندگی میں اُمید سے بڑھ کر یُسر اور دولت مندی کے دور بھی آئیں گے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کی یہ بات بھی شان سے پوری ہوئی۔جنگ عظیم ثانی کے وقت آپؓ نے سپلائی کا جو کام کیا اس میں آپؓ کو بہت زیادہ فائدہ ہوا اور غیر معمولی طور پر دولت عطا ہوئی۔پھر قادیان میں کارخانہ جاری کرنا اور اُمید سے بڑھ کر کامیابی بھی دولت کا ذریعہ بنی۔

ایک اور کشف کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ" چند سال ہوئے ایک دفعہ عالمِ کشف میں اسی لڑکے شریف احمد کے متعلق کہا تھا کہ اب تُو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں"۔ (تذکرہ صفحہ406)

حضورؑ کے اس کشف میں دراصل حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی سیرت کے اس پہلو کی طرف اشارہ تھا کہ آپؓ کی زندگی حضرت مسیح موعودؑ کے جاری فرمودہ کاموں کے سرانجام دینے میں گزرے گی۔چنانچہ آپؓ کی عمر کا اکثر حصہ نظام سلسلہ کے ماتحت نظارت تعلیم و تربیت اور نظارت اصلاح و ارشاد کے ناظر کے طور پر کام کرتے ہوئے بسر ہوا۔پس حضورؑ کا یہ کشف ابتداً آپؓ ہی کے ذریعہ باحسن پورا ہوا...اور بعض باتیں آپؓ کے فرزندِ ارجمند حضرت مرزا منصور احمد صاحب کے ذریعہ نمایاں طور پر پوری ہوئیں... حضرت مسیح موعودؑ کی جگہ پر بیٹھنے اور آپؑ کی قائم مقامی اور جانشینی کرنے والے اصل وجود تو آپؑ کے خلفاء ہی ہیں۔پس یہ خدا تعالیٰ کا کتنا عظیم نشان ہے کہ یہ کشف آپؓ کے پوتے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے وجود میں لفظاً پورا ہو رہا ہے۔اور ہمارے ایمان کو تازہ کر رہا ہے...

پھر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اُس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں۔ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کر کے کہا" وہ بادشاہ آیا" دوسرے نے کہا" ابھی تو اِس نے قاضی بننا ہے"۔ (روزنامہ الفضل 16 دسمبر 2011ء)

نظامِ سلسلہ کے ماتحت آپؓ ایک دفعہ قاضی بھی مقرر ہوئے تھے... حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہے کہ" اُس زمانہ میں مکرم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ سابق امیر جماعت لاہور بھی قاضی تھے دونوں نے کئی کیس اکٹھے سنے مکرم شیخ صاحب نے بیان کیا کہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ

"میں نے حضرت میاں صاحب کو نہایت صائب الرائے پایا۔آپؓ بہت جلد حقیقت کو پا لیتے تھے اور پھر اپنی رائے پر مضبوطی سے قائم ہو جاتے تھے۔غلط نرمی اور سختی سے پوری طرح بچ کر انصاف کے ترازو کو کماحقہٗ قائم رکھتے تھے"۔حضرت مسیح موعودؑ نے اس رؤیا کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا" قاضی وہ ہوتا ہے جو تائیدِ حق کرے اور باطل کو رد کر دے..." "وہ بادشاہ آیا" الہام بھی آپؓ کی زندگی میں پورا ہوتا نظر آیا۔جس کی گواہی ہر وہ شخص دے سکتا ہے جس کو آپؓ سے واسطہ پڑا ہو یا جس نے آپؓ کو قریب سے دیکھا ہو۔آپؓ نے خدائی الہامات کے مطابق بہت شاہانہ مزاج پایا تھا۔خرچ کرتے وقت یا خیرات کرتے وقت یہ نہیں سوچتے تھے کہ میرے پاس کچھ بچتا بھی ہے کہ نہیں... تقسیمِ ملک کے بعد جب ہجرت کی وجہ سے مالی لحاظ سے تنگی کا زمانہ تھا۔اُس وقت بھی آپ اپنے بوجھوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہر ضرورت مند کی مدد فرماتے۔راہ چلتے بھی کوئی سائل مانگتا،فوراً جیب میں ہاتھ ڈالتے۔5،10،20 کا نوٹ نکلتا اُس کو دے دیتے اور کبھی 100 روپے کا بھی نکل آتا تو وہ بھی تھما دیتے۔لینے والا حیران ہو کر

دیکھتا ہی رہ جاتا۔آپؓ آگے تشریف لے جاتے۔

تعلیم:۔حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے مامور حضرت مسیح موعودؑ کے زیر سایہ اور خدیجہ صفات والدہ حضرت اماں جانؓ کی مقدس گود میں پرورش پائی۔سات سال کی عمر میں قرآنِ مجید پڑھ لیا۔حضرت مسیح موعودؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:۔

شریف احمد کو بھی یہ پھل کھلایا — کہ اُس کو تو نے خود فرقاں سکھایا
یہ چھوٹی عمر پر جب آزمایا — کلامِ حق کو ہے فر فر سُنایا
برس میں ساتویں جب پیر آیا — تو سَر پر تاجِ قرآں کا سجایا

(درثمین)

©MAKHZAN-E-TASAWEER

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ

ابتدائی تعلیم مدرسہ احمدیہ قادیان سے حاصل کی۔جامعۃ الازہر مصر میں چھ ماہ تک تعلیم عربی میں حاصل کی۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دینی علوم کے علاوہ بخاری شریف پڑھی۔اُن کے درسوں میں شامل ہوتے رہے اور آپؓ سے فیض حاصل کیا۔اس سلسلہ میں ایک واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ حضورؓ کی خاص توجہ آپؓ کو حاصل تھی۔حضرت منشی نور محمد صاحب کی طرف یہ روایت منسوب ہے کہ''ہم سترہ اٹھارہ آدمی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی مجلس علم وعرفان میں بیٹھے تھے کہ آپؓ پر خاص حالت طاری ہوئی۔ایسے وقت میں آپؓ کے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی اور چہرہ سرخ ہو جاتا تھا۔اس سے ہم سمجھ جاتے تھے کہ آپؓ اب کسی اور دنیا میں مشغول ہیں۔اس وقت حضورؓ نے فرمایا دیکھو تمام لوگ مسجد میں موجود ہیں۔عرض کیا گیا کہ میاں شریف احمد صاحبؓ ابھی اٹھ کر باہر گئے ہیں۔ارشاد ہوا کہ انہیں فوراً بلا لیں۔آپ اسی حالت میں انتظار میں رہے۔جب میاں صاحبؓ واپس تشریف لائے تو حضورؓ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور بہت تضرع سے لمبی دعا کی۔دعا سے فارغ ہو کر حضورؓ نے فرمایا کہ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی تھی کہ اس وقت مجلس میں شامل سب لوگ جنتی ہوں گے اس لیے میں نے چاہا کہ ہماری اس مجلس کا کوئی ساتھی اس وقت باہر نہ رہ جائے''۔

قادیان سے پہلی مربّیان کی جو کلاس جاری ہوئی اُس میں آپؓ شامل ہوئے... قرآن مجید، حدیث اور علم الکلام سے آپؓ کو خاص لگاؤ تھا۔کئی دفعہ آپؓ نے رمضان المبارک کے دوران بیت المبارک میں بخاری شریف کا درس دیا اور سامعین اس کا خاص روحانی اثر بھی محسوس کرتے تھے۔غرض آپؓ ایک جلیل القدر عالم تھے۔دینوی تعلیم کے علاوہ آپؓ کو تاریخ سے دلچسپی تھی فوج اور صنعت وحرفت کے علوم پر بھی دسترس حاصل تھی۔ (الفضل انٹرنیشنل 30/مارچ 2012ء)

آپؓ انگریزی اور عربی زبانوں میں بھی خاص قابلیت رکھتے تھے۔حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ آپ کی تعلیم کے بارہ میں فرماتی ہیں''اُنہوں نے ظاہری تعلیم بہت التزام سے یا کالجوں وغیرہ میں حاصل نہیں کی تھی...اُن کا علم وسیع تھا، بہت ٹھوس تھا۔جو سمجھ میں نہیں آتا کہ کس وقت پڑھا اور کہاں پڑھا۔مگر علمِ دین کے ہر پہلو پر عبور تھا۔عربی ایسی پڑھاتے تھے کہ چند دن میں پڑھنے والے کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے۔''

(الفرقان جنوری فروری 1962ء صفحہ 43)

شادی:آپؓ کا رشتہ حضرت مسیح موعودؑ نے خود تجویز فرمایا، جبکہ آپؓ کی عمر 11 سال تھی۔آپؓ کی شادی حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی بیٹی حضرت بو زینب صاحبہؓ سے ہوئی۔15/نومبر 1906ء کو نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے پڑھایا اور تین سال بعد حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد 9/مئی 1909ء کو رخصتانہ ہوا۔حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی خواہش پر رُخصتانہ اُسی طرح ہوا جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا ہوا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشابہت:۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے فرماتے ہیں۔''عزیز میاں شریف احمد صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بعض لحاظ سے خاص مشابہت

تھی۔ یہ مشابہت جسمانی نوعیت کے لحاظ سے بھی تھی...وہ نہ تو اپنے ایک بھائی کی طرح زبردست جلالی شان رکھتے تھے(گو یہ جلال بھی خدائی پیشگوئی کے مطابق ہے)اور نہ اُن میں دوسرے بھائی کی طرح نرمی اور فروتنی کا ایسا غلبہ تھا...بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کی طرح اُن کے مزاج میں ایک لطیف قسم کا توازن پایا جاتا تھا...عفو و شفقت کے موقع پر وہ پانی کی طرح نرم ہوتے تھے جو ہر چیز کو رستہ دیتا چلا جاتا ہے۔مگر سزا اور عقوبت کے جائز مواقع میں وہ ایک چٹان کی طرح مستحکم تھے جسے کوئی جذبہ یا کوئی خیال اپنی جگہ سے متزلزل نہیں کر سکتا تھا۔اور طبیعت میں انتہائی سادگی اور غریب نوازی تھی۔'' (رسالہ الفرقان ربوہ جنوری، فروری 1962ء صفحہ 42)

مثالی بھائی :۔حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا اپنے اور اپنے بھائی کے متعلق فرماتی ہیں''میری ان کی عمر میں بہت کم فرق تھا۔ہر وقت کا ساتھ اکٹھے کھیلنا کودنا اور چھوٹے بھائی بہت شوخ و شنگ بھی تھے بچپن میں۔مگر ہم کبھی نہیں لڑے۔مجھے ایک بار بھی کبھی انہوں نے نہیں ستایا، بلکہ ہمیشہ کہنا مان لیتے میرا ہی۔شادی ہوئی تو دوہرا رشتہ ہوا میرے میاں کے داماد بنے۔اور کئی سال پھر بوزینب بیگم(بیگم حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ) کی علالت کے سلسلہ میں ہمارے ہاں ٹھہرے اور اکٹھے ایک گھر میں رہے۔دنیا میں جیسا کہ ہو ہی جاتا ہے۔ہوسکتا ہے کہ ان یکجائی کے ایام میں ہی کسی وقت کوئی بدمزگی ہو جاتی یا کوئی فرق برادرانہ تعلق میں آجاتا۔''مگر نہیں، ہرگز نہیں''۔میرا بھائی میرا بھائی ہی بنا رہا۔لوگوں کی نظر میں یہ ایک معمولی بات ہوسکتی ہے مگر میری نگاہ میں اس بات کی بے حد قدر تھی اور رہی۔'' (رسالہ الفرقان ربوہ جنوری،فروری 1962ء صفحہ 44)

آپؓ ایک صائب الرائے ہستی تھے۔حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں''آپؓ کی رائے صائب ہوتی۔مشورہ ہمیشہ دیانتدارانہ ہوتا۔علمِ تعبیر اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص ودیعت فرمایا تھا...میں اپنے خواب ان کی یہ خصوصیت دیکھ کر ان کو ہی سُنایا کرتی تھی...علمی پہلو کے علاوہ ایک نہایت شریف،اسم با مسمّٰی،نہایت صاف دل،غریب طبیعت،دل کے بادشاہ، عالی حوصلہ،صابر اور متحمل مزاج وجود تھے۔اس لئے نہیں کہ وہ میرے بھائی تھے۔بلکہ اس کو الگ رکھ کر کوئی بطور سچی شہادت کے مجھ سے ان کی بابت سوال کرے تو میں یہی کہوں گی اور وثوق سے کہوں گی کہ وہ ایک ہیرا تھا،نایاب،وہ سراپا شرافت تھا۔ایک چاند تھا جو چھپا رہا اکثر۔''

(رسالہ الفرقان ربوہ جنوری،فروری 1962ء صفحہ 44-43)

مثالی شوہر :۔میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں آپؓ زندگی بھر لباس کے اعلیٰ مفہوم پر اترتے رہے۔حضرت نیک محمد خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ''جنگ عظیم کے بعد انفلوئنزا کی وباء کے دوران میں نے دیکھا کہ آپ نہایت شفقت،ادب اور محبت سے دوائی بو صاحبہ اہلیہ محترمہ کو پلاتے۔میں نے بو صاحبہ سے آپ کے حسن سلوک کا تذکرہ کیا تو فرمانے لگے''آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے اچھا ہے''۔ایسے خیر لوگ کہاں سے ملیں گے۔

(از''لباس''ص58،59 مرتبہ حنیف محمود صاحب)

اخلاق و عادات :۔آپؓ کو قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ سے عشق تھا۔دوسروں سے بھی پڑھواتے تھے قرآن مجید اور تربیت کے لئے بچوں سے کثرت سے قرآن مجید سنتے تھے۔عموماً پیار محبت سے اور دعا سے ہی نصیحت فرماتے۔کسی بات پر زور دینا ہوتو بار بار فرماتے اور غصہ میں نہ آتے۔بچیوں کو ناخن بڑھانے اور بے جا فیشن کرنے سے منع فرماتے۔بچوں کو پڑھنے کی تلقین فرماتے اور مطالعہ کی عادت ڈالنے کے لئے اچھی کہانیوں کی کتب لا کر دیتے اور پھر وہ کہانیاں ان سے سنتے بھی۔سائیکل چلانا سیکھنے کی تلقین فرماتے اور بندوق اور پستول سے نشانہ کرنا سکھاتے۔ آپؓ کی گفتگو میں مزاح کا پہلو بھی پایا جاتا تھا۔لطیف ادب سے لگاؤ تھا۔شعر وسخن سے بھی دلچسپی تھی،خود بھی شعر کہتے تھے۔

آپؓ کو اپنی زندگی میں قید و بند کی آزمائش سے بھی واسطہ پڑا۔1953ء میں آپؓ نے دو ماہ کی قید سخت کاٹی۔پھر بھی آپؓ ہشاش بشاش اور مطمئن نظر آئے اور ساتھی قیدیوں کو دلچسپ واقعات اور ایمان افروز باتیں سُنا کر اُن کا حوصلہ بلند کرتے رہے۔گویا جیل میں بھی ہر روز مجلسِ عرفان سجتی تھی۔آپؓ کچھ عرصہ فوج میں بھی رہے اور احمدیہ ٹیریٹوریل فورس کا انتظام بھی آپؓ کے سپرد رہا۔قادیان میں پرسین مینوفیکچرنگ کے نام سے آپؓ نے ایک کارخانہ بھی قائم فرمایا تھا۔لوگوں کو روزگار دیتے رہے اور اس کی آمدن غریبوں میں بانٹتے رہے۔صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ آپؓ صبح کی نماز کے بعد سب افرادِ خانہ کو اکٹھا کر کے 15 یا 20 منٹ کا درس دیا کرتے تھے اور یہ طریق تھا کہ حاضرین میں سے کسی کو کہتے تھے کہ آپ کتب حضرت مسیح موعودؑ پڑھیں اور جس بات کی تشریح کی ضرورت ہوتی وہ فرماتے تھے۔آپؓ بلند آواز میں سفر میں بھی تلاوت کرتے تھے۔صحابہؓ جنہوں نے آپؓ کو سُنا فرماتے تھے کہ آپؓ کی آواز حضرت مسیح موعودؑ سے ملتی تھی۔جلسہ سالانہ کے موقع پر''ذکرِ حبیب'' کے موضوع پر کئی تقاریر کرنے کا موقع ملا۔آپؓ نے بیماری کے ایام صبر و شکر سے گزارے۔آپؓ کی سیرت کا ایک لمبا باب ہے جس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

(ویڈیو زاصحاب احمد۔ایم ٹی اے پروگرامز۔سیرت حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ)

حضرت مولانا ابوالعطا صاحبؓ بتایا کرتے تھے کہ''جب کوئی نئی دکان کھلتی

تو جا کر زیادہ سے زیادہ چیزیں خریدتے تا کہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور اگر کبھی کوئی آندھی یا طوفان آتا تو گھر سے نکلتے کہ دیکھیں کہ کسی کا گھر تو تباہ نہیں ہوا، یا گر گیا، تا کہ اس کا نقصان پورا کروں۔ مزید فرمایا آپؓ کی ہمدردی اور سلسلہ کے لئے غیرت ایک نمونہ تھی۔ آپؓ کو اپنے ماتحتوں کی تکلیف کا بہت احساس ہوتا تھا اور اس وقت تک چین نہیں آتا تھا جب تک اس تکلیف کا ازالہ نہ کرلیں''۔ (رسالہ الفرقان جنوری فروری 1962ء)

بہادری:۔ مردانہ شجاعت آپؓ کی طبیعت کا ایک نمایاں وصف تھا... آزادی سے قبل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت اور شعائر اللہ کی حفاظت کے لئے صدر انجمن احمدیہ میں نظارت خاص کے نام سے ایک نظارت قائم فرمائی اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کو اس کا ناظر مقرر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل آپؓ کے شامل حال تھا آپؓ کی بیدار مغزی اور حُسنِ تدبیر سے احرار کی چالیں ناکام ہونے لگیں دُشمن نے آپؓ کو اپنے راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کیا اور ایک شخص حنیفا نے آپؓ پر لاٹھی سے حملہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپؓ محفوظ رہے۔

(تاریخ سلسلہ احمدیہ جلد دوئم 1939ء تا 1965ء تصنیف ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صفحہ 582)

آپؓ بہت دلیر تھے۔ حضرت مرزا منصور احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ لاہور میں جلوس وغیرہ دیکھنے کے لئے کئی دفعہ آپؓ اکیلے ہی گھر سے نکل جاتے تھے، کئی دفعہ ہم پریشان ہو جاتے تھے لیکن آپؓ بڑے آرام اور تسلی سے واپس آرہے ہوتے تھے کہ میں ذرا حالات دیکھنے گیا تھا۔

ایک دفعہ آپؓ تانگے پہ سفر کر رہے تھے دوست بتاتے ہیں کہ اچانک تانگے کے آگے ایک سانپ پورا پھن پھیلائے کھڑا تھا۔ تانگہ ایک دم رُک گیا سب لوگ چھلانگیں لگا کر اِدھر اُدھر ہو گئے۔ آپؓ اُترے اور سیدھا اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اُس کی طرف بڑھے، سانپ فوراً بھاگ گیا۔ ایک تو اللہ نے آپؓ کو رعب عطا کیا تھا دوسرے آپؓ کے اندر دلیری موجود تھی۔ آپؓ فوج میں گئے تو آپؓ کے پاس نشانہ میں اوّل آنے کا تمغہ موجود تھا۔

(وڈیو زاصحاب احمد۔ ایم ٹی اے پروگرامز۔ سیرت حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ)

مستجاب الدعا:۔ آپؓ دعا پر بہت زور دیتے تھے ہر وقت دعاؤں میں لگے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؓ ریاست کپورتھلہ میں شکار کی غرض سے تشریف لے گئے۔ دیر ہو جانے کی وجہ سے آپؓ کو ایک گاؤں میں رات گزارنی پڑی۔ اسی رات، جس گھر میں آپؓ ٹھہرے تھے، اُن کا بچہ گم ہو گیا اور باوجود تلاش کرنے کے نہ ملا۔ آپؓ کو یہ خیال گزرا کہ ان کو یہ خیال نہ آئے کہ میری آمد کی وجہ سے وہ بچے کا خیال نہ کر سکے اور وہ گم ہو گیا۔ اس پر آپؓ نے خاص توجہ سے خدا سے دعا کرنی شروع کی۔ دعا کی حالت میں غنودگی میں آپؓ کو دکھایا گیا کہ ایک بوڑھا شخص ایک بچے کو لے کر آرہا ہے۔ آپؓ نے گھر والوں کو اسی وقت اطلاع دی کہ ایک بوڑھا شخص بچے کو گھر لے کر آئے گا۔ صبح جب آپؓ کی روانگی کا وقت ہوا تو ابھی بچہ گھر نہیں پہنچا تھا اس پر آپؓ نے پھر دعا کی کہ ''میں اس حالت میں گھر والوں کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا اے باری تعالیٰ! میرے ہوتے ہوئے اس بچے کو گھر پہنچا دے۔'' تھوڑی ہی دیر میں ایک معمر شخص، گمشدہ بچے کو لے کر آ گیا اور گھر والوں نے خوشی خوشی حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کو رُخصت کیا۔''

(تاریخ سلسلہ احمدیہ جلد دوم 1939ء تا 1965ء تصنیف ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صفحہ 583)

اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو زبردست روحانی قوت عطا فرمائی تھی اور آپؓ کی توجہ بڑی اثر انگیز تھی حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ''ایک دفعہ ہم شکار کے لئے شیخو پورہ گئے ان دنوں میں اس شہر کے اردگرد کا بہت سا علاقہ جنگل تھا ہم جنگل میں پھرتے ہوئے دور نکل گئے۔ ایک جگہ ہمیں جھونپڑی نظر آئی ہم وہاں گئے تو اس کے اندر ایک بوڑھا سکھ لیٹا ہوا تھا وہ شدید درد سے تڑپ رہا تھا اس نے علاج کے لئے بہت سے تعویذ باندھ رکھے تھے اس نے بتایا کہ کئی دن سے اس کا یہی حال ہے اس کی یہ حالت دیکھ کر ہمیں بڑا ترس آیا میں نے حضرت میاں صاحبؓ سے دعا کے لئے عرض کیا آپؓ نے زیرلب کچھ دعائیں پڑھنے کے بعد اس پر دم کیا میں نے عجیب کرشمہ دیکھا کہ اسے فوراً آرام آ گیا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اس نے ہاتھ جوڑ کر حضرت صاحبؓ کا شکریہ ادا کیا اور دعائیں دیں''۔

(الفضل انٹرنیشنل 30رمارچ 2012ء)

وفات:۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر افتتاح سے دو گھنٹہ قبل 26ردسمبر 1961ء کو ساڑھے 66 سال کی عمر میں آپؓ فوت ہوئے۔ اُسی دن جنازہ ہوا اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے پڑھایا۔ اور بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔ بہت بڑا جنازہ تھا۔ آپؓ کے جنازہ میں بہت لوگ شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپؓ کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ آمین

حدِ نظر سے دور اِک تارا چلا گیا
لو آج ایک اور سہارا چلا گیا
اِس مملکت کی جس سے مقدر تھی ابتدا
وہ بادشاہ آیا اور آ کر چلا گیا
یاد آ رہی ہے وہ غریبانہ زندگی
اُس دل کے بادشاہ کی فقیرانہ زندگی

(اشعار مکرم عبد المنان صاحب)

سیرت وسوانح

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مکرمہ فوزیہ ارشد صاحبہ۔ Koblenz

حضرت سیدہؓ کی پیدائش بموجب بشارت الٰہی : جولوگ مامور من اللہ ہوتے ہیں ان کی زندگی کا ہر لحہ مجسم رحمت وبرکت ہوتا ہے۔ چنانچہ آخری زمانہ کے موعود کے لئے نہ صرف آنحضرت ﷺ کے مبارک ارشاد بلکہ قدیم صحیفوں میں بھی عظیم الشان ذکر ملتا ہے۔ ان الٰہی پیشگوئیوں کے نتیجہ میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے امام آخرالزماں مبعوث ہوئے اور آپؑ کو مبارک ذرّیت سے نوازا گیا۔ آپؑ کی تمام اولاد خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت، بشارت اور الہامات کے نتیجہ میں پیدا ہوئی۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے متعلق کئی الہامات ہیں اور ہر الہام کی تائید اور سچائی آپؓ کے پاک وجود سے ثابت ہوتی ہے۔ آپؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ (جو الہام الٰہی میں ''میری خدیجہ'' کہلائیں) کی صاحبزادی اور آپؑ کی ساتویں اولاد تھیں۔ آپؓ 2/مارچ 1897ء، قمری لحاظ سے رمضان المبارک کی ستائیسویں شب منگل سے پہلی رات کے نصف اوّل میں پیدا ہوئیں۔

آپؓ فرماتی ہیں کہ ''حضرت امّاں جانؓ نے کئی بار مجھے بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے تھے رات بھر میں نے بہت دعائیں کیں تھیں۔ بوندیں پڑنے لگیں تو میں نے خیال کیا کہ لیلۃ القدر کی خاص قبولیتِ دعا کا وقت ہے اور بہت دعا کی''۔ (تقریر ذکر حبیب مصباح دسمبر 1972ء صفحہ 17)

آپؓ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کئی بشارتیں ہوئیں جو درج ذیل ہیں۔ اس کو نشان قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں ''سینتیسواں نشان یہ ہے کہ بعد اس کے حمل کے ایّام میں ایک لڑکی کی بشارت دی اور اس کی نسبت فرمایا ''تنشاء فی الحلیۃ'' یعنی زیور میں نشوونما پائے گی۔ نہ خوردسالی میں فوت ہوگی اور نہ تنگی دیکھے گی۔ چنانچہ بعد اس کے لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ''مبارکہ بیگم'' رکھا گیا۔ اس کی پیدائش سے جب سات روز گزرے تو عین عقیقہ کے دن یہ خبر آئی کہ پنڈت لیکھرام پیشگوئی کے مطابق کسی کے ہاتھ سے مارا گیا تب ایک ہی وقت میں دو نشان پورے ہوئے۔'' (روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 227) پھر 1901ء میں آپؑ کو اس دختر نیک اختر کے بارے میں الہام ہوا کہ ''نواب مبارکہ بیگم''۔

حضرت سیدہ مریم صدیقہ چھوٹی آپا صاحبہ فرماتی ہیں کہ ''حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے عاجزہ سے ذکر فرمایا کہ پیر منظور محمد صاحبؓ نے ایک دفعہ مجھے کہا کہ تمہارا نام ''نواب مبارکہ بیگم'' آسمان پر ستاروں سے لکھا ہوا دکھایا گیا تھا۔ نہ معلوم پیر صاحبؓ کا اپنا خواب ہوگا یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کسی کا خواب سنا ہوگا۔ واللہ اعلم۔ مگر انہوں نے یہ خاص طور پر مجھے بتایا تھا۔''

حضورؑ نے فرمایا کہ ''میں نے خواب میں دیکھا کہ مبارکہ سلّمہا پنجابی زبان میں بول رہی ہے کہ مینوں کوئی نہیں کہہ سکدا کہ ایسی آئی جس نے ایہہ مصیبت پائی۔'' (تذکرہ ایڈیشن پنجم صفحہ 277)

آپؓ کی تعلیم: آپؓ مبشر اولاد تھیں۔ نہایت ذہین وفہیم تھوڑے ہی عرصے میں ناظرہ قرآن کریم روانی سے پڑھنے لگیں۔... آپؓ اپنی تعلیم کے بارے میں تحریر فرماتی ہیں۔ ''میں نے کسی سکول میں تعلیم نہیں پائی نہ کوئی ڈگری ہے۔ پیر منظور محمد صاحبؓ کی اہلیہ محترمہ محمدی بیگم صاحبہؓ مرحومہ نے حضرت امّاں جانؓ سے ذکر کیا کہ پیر جی کہتے ہیں ایک نئے طریق سے صالحہ کو پڑھانا شروع کروں گا (صالحہ بیگمؓ جن کی شادی میرے چھوٹے ماموں حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ سے ہوئی) حضرت امّاں جانؓ نے فرمایا کہہ دو کہ مبارکہ کو بھی پڑھا دیا کریں۔ میری عمر بمشکل شاید تین سال کی ہوگی کہ محمدی بیگم صاحبہؓ نے آ کر حضرت امّاں جانؓ سے کہا کہ اب وہ

پڑھانا شروع کر دینا چاہتے ہیں۔ حضرت امّاں جانؓ مجھے وہاں لے گئیں اور یہ سلسلہ شروع ہوا۔ لکڑی کے بلاک تھے ان پر الف، ب وغیرہ لکھی ہوئی تھی... غرض میں نے ساڑھے چار سال کی عمر میں قرآن شریف ختم بھی کیا اور دہرا بھی لیا تھا... اردو حضرت پیر منظور صاحبؓ نے ساتھ ہی پڑھائی تھی پھر یہی حساب وغیرہ بھی سکھاتے مگر مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہ ہوئی۔ فارسی کی بھی ایک دو کتابیں پڑھائی تھیں اور ایک دو انگریزی کا قاعدہ اور کتاب۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ نے بہت توجہ سے پڑھایا ... ان سے میں نے صرف تین سپارے اور چند ورق چوتھے سپارے کے پڑھ سکی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے پاس بھیجا کہ وہ قرآن شریف کا ترجمہ پڑھائیں۔ وہ بھی ہم سے بہت پیار کرنے والے تھے بہت پیار اور توجہ سے پڑھاتے ... چند روز خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں فارسی پڑھائی... اب عربی کی سنیئے میں نے چھوٹے بھائی حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ سے کہا مجھے عربی پڑھا دیا کریں۔ مجھے علم تھا کہ ان کو عربی بہت اچھی آتی ہے اور طریق تعلیم بھی اچھا ہے، وہ پڑھاتے رہے۔ صرف ونحو وغیرہ سب سکھایا۔

اب انگریزی کی سن لیں۔ بیٹھے بٹھائے شوق اٹھا کہ انگریزی بھی سیکھ لوں ایک استاد تھے بچوں کے، پہلے ان سے پڑھا... پھر ماسٹر محمد حسن تاج صاحبؓ (صحیح نام یاد نہیں آرہا) جو بزرگ آدمی تھے... حضرت عبد الرحمٰن صاحب مہر سنگھ یہ ان کے داماد تھے انگریزی میں بہت ماہر تھے... میں نے ان سے پڑھنا شروع کیا اور بہت جلد ترقی کی... انگریزی پر کافی عبور ہو گیا تھا ہر کتاب پڑھ لیتی تھی"۔

حضرت سیدہ چھوٹی آپا صاحبہ تحریر فرماتی ہیں "حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے سینا پرونا کچھ حضرت امّاں جانؓ سے ہی برائے نام سیکھا اور کچھ سیدہ صالحہ بیگم صاحبہؓ سے" (حضرت سیدہ ام داؤد احمد صاحبہؓ) حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں کہ "ایڈیٹر" البدر" بابو محمد افضل صاحبؓ کی اہلیہ کو حضرت امّاں جانؓ نے کہا کہ مبارکہ کو بُننا سکھا دو۔ چنانچہ ان سے کچھ بُننا سیکھا تھا۔" آپؓ فرماتی ہیں کہ "میرا صرف پڑھنے میں دل لگتا تھا سینے پرونے کے کام سے گھبراتی تھی۔ کھانا پکانا اپنے گھر میں پکتے ہوئے دیکھ کر سیکھ لیا"۔ آپؓ ایک واقعہ سناتی ہیں کہ "اخبار تہذیب نسواں کی طرف سے ایک کتاب کھانا پکانے کی چھپی۔ ان دنوں اس میں سے ترکیب دیکھ کر ایک دن آلو کی کھیر پکائی پر دیگچی ایلومینیم کی تھی کالی ہو گئی۔ بھائی دیر تک چھیڑتے رہے کہ کالی کھیر پکائی ہے"۔

(سیرت وسوانح حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 33 تا 37)

صاحبِ رؤیا وکشوف : جتنی ذہین شاگرد تھیں اتنے ہی عظیم استاد ملے مزید براں مسیح دوراں امام الزماں علیہ السلام کی رات دن صحبت نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ اسی رنگ میں رنگین ہو گئیں نمازوں اور دعاؤں میں شروع سے بہت لگاؤ تھا چنانچہ بچپن سے رؤیا صادقہ کشوف و الہام سے اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو نوازا۔

بچپن کا پہلا خواب: حضرت سیّدہؓ کی اپنی روایت ہے کہ "بچپن کا سب سے پہلا خواب جو مجھے یاد ہے وہ یہ تھا کہ ایک چاند چکر لگا رہا ہے اور مجھ سے باتیں کرتا ہے چاند نے کہا "اللہ پر توکل کر"۔ دن کے وقت میں نے مبارک احمد کو بتایا کہ چاند نے مجھ سے باتیں کیں ایک دن مبارک احمد کھلونوں سے کھیل رہا تھا اور ان سے باتیں بھی کر رہا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا ان سے کیا باتیں کرتے ہو یہ تو سنتے ہی نہیں۔ اس پر مبارک احمد نے کہا آپا سے تو چاند باتیں کرتا ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا تو میں نے اپنا خواب سنایا آپؑ نے اسی وقت اپنی چھوٹی سی روایات اور رؤیا کی کاپی میں لکھ لیا تھا۔"

صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات کے متعلق رؤیا : حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں کہ "میں نے کچھ سال گزرے خواب دیکھا تھا کہ میرا بھائی مبارک احمد بیمار ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعا و علاج کوشش اور دعا میں بے حد توجہ سے مشغول ہیں۔ اس کے پلنگ کے ہی گرد اسی سلسلہ میں پھر رہے ہیں مگر اس کا انتقال ہو گیا۔ میں دروازے پر کھڑی ہوں بہت گھبراہٹ کی حالت میں۔ جب مبارک احمد کی وفات ہو گئی تو آپؑ دروازہ کھول کر میرے پاس آئے اور بڑی شاندار، بڑی پر اثر آواز میں فرمایا کہ "مومن کا کام ہے کہ دوا علاج کوشش ہر طرح کرے اور دعا میں آخر وقت تک لگا رہے مگر جب خدا تعالیٰ کی تقدیر وارد ہو جائے تو پھر اس کی رضا پر راضی ہو جائے"۔ یہی الفاظ تھے اور وہ عجیب نظارہ تھا جو میں نے دیکھا اور دل پر نقش ہو گیا۔"

(سیرت وسوانح حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 57 تا 61)

نکاح ورخصتانہ: بروز پیر 17 /فروری 1908ء کو مسجد اقصیٰ میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب رئیس اعظم مالیر کوٹلہ سے 56 ہزار روپے مہر موجل پر حضرت حافظ حکیم نور الدین صاحب نے نکاح پڑھا۔ جس میں قادیان کی جماعت کے علاوہ لاہور سے بھی معزز اکابر رفقاء نے شرکت کی... حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں کہ "افسوس کہ نکاح کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد اسی سال 26 /مئی 1908ء کو ہم اس سایہ رحمت مجسم سے محروم ہو گئے (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے)

میرا رخصتانہ 14 / مارچ 1909ء کو حضرت والدہ صاحبہ مکرمہ کے ہاتھوں اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کی دعا کے ساتھ نہایت سادگی کے ساتھ عمل میں آیا۔ اب میاں (یعنی نواب صاحب) کا اندرون شہر والا مکان بن چکا تھا اور کافی عرصہ سے (آپ) اسی میں مقیم تھے اور وہ بھی قریباً دار کا ہی حصہ ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ڈیوڑھی کی ہی زمین پر ہے اور بیچ میں ہی راستہ بھی ہے مجھے خود حضرت والدہ صاحبہ ساتھ لے جا کر ان کے گھر چھوڑ آئی تھیں اور دروازے تک حضرت خلیفہ اوّل بھی آئے تھے...

حضرت نواب صاحبؓ فرماتے ہیں ''رخصتانہ نہایت سیدھی سادھی طرز سے ہوا مبارکہ بیگم صاحبہ کے آنے سے پہلے مجھ کو حضرت اماں جانؓ نے فہرست جہیز بھیج دی اور دو بجے حضرت اماں جانؓ خود لے کر مبارکہ بیگم صاحبہ کو میرے مکان پران سیڑھیوں کے راستے جو میرے مکان اور حضرت اقدس کے مکان کو ملحق کرتی تھیں تشریف لائیں۔ میں چونکہ مسجد میں تھا اس لیے ان کو بہت انتظار کرنا پڑا اور جب بعد نماز آیا تو مجھ کو بلا کر مبارکہ بیگم صاحبہ کو بایں الفاظ نہایت بھرائی آواز سے کہا کہ ''میں اپنی یتیم بیٹی کو تمہارے سپرد کرتی ہوں'' اس کے بعد ان کا دل بھر آیا اور فوراً سلام علیک کر کے تشریف لے گئیں۔

(سیرت وسوانح حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 106 تا 111)

اعلیٰ پایہ کی شاعرہ: حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ ایک اعلیٰ پایہ کی شاعرہ تھیں۔ آپؓ کو حضرت امّاں جانؓ کے جدامجد حضرت خواجہ میر درؔد کی طرف سے شاعرانہ صلاحیتیں خون میں ملی تھیں، جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عارفانہ اور دردمندانہ دعائیہ شاعری نے جلا بخشی جو وقت کے ساتھ ساتھ چمکتی گئی... آپؓ کی شاعری آپؓ کے اعلیٰ اسلامی، روحانی، اخلاقی جذبات کی عکاسی کرتی ہے... کیونکہ آپؓ کے کلام میں قطعاً تصنّع اور بناوٹ نہیں بے ساختگی اور آمد ہے جو خیالات، قلب و ذہن میں بہ شدت آئے، اشعار کے جامع میں ڈھلتے چلے گئے اکثر حضرت مصلح موعودؓ جو خود اعلیٰ پایہ کے قادرالکلام شاعر تھے، آپؓ کو اپنا کلام سناتے اور آپؓ انہیں سناتیں۔ حضورؓ نے کوئی نظم لکھی تو آپؓ نے اس کا جواب لکھا۔ حضورؓ نے کوئی مصرعہ کہا تو آپؓ نے اس پر گرہ لگائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جو صنف سخن کے اعلیٰ ترین شہسوار اور نباض ہیں بیگم صاحبہؓ کے کلام کو بہت اونچا مقام دیتے ہوئے فرماتے ہیں ''حضرت بڑی پھوپھی جانؓ کی نظمیں پڑھ کر دیکھیں آپ حیران ہونگی کہ اس دور کے بڑے بڑے شاعر بھی فصاحت و بلاغت میں آپؓ کا مقابلہ نہیں کرتے۔ ذہن بھی روشن اور دل بھی روشن اور سکینت بھی۔ ہر ابتلا میں بھی ایک سکینت تھی کہ جو کبھی

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے عزیز شوہر حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ

زندگی کا ساتھ نہیں چھوڑتی تھی...''

آپؓ کی شاعری میں صنف سخن کی تمام خوبیاں موجود ہیں... مثلاً عشق الٰہی عشق رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم، محبت حضرت مسیح موعودؑ، ہمدردیٔ اسلام ہمدردیٔ بنی نوع انسان اور اخلاق عالیہ... دعائیہ مناجات تو جیسے ہر دل کی آواز ہیں۔

؎ دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

(سیرت وسوانح حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 135 تا 136)

حضرت سیدہؓ کی عبادات اور مستجاب دعائیں

دعائیں: حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت امّاں جانؓ کی عبادات کا گہرا اثر تھا۔ بہت چھوٹی عمر سے تہجد پڑھنے لگیں۔ چار سال کی تھیں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ (جن کی رہائش دارالمسیح کے ایک حصہ میں تھی) کی بیوی جن کو مولویانی جی کہتی تھیں، ان کو کہا ہوا تھا کہ ''مجھے تہجد کے لئے اٹھا دیا کریں''۔ بعض اوقات بچہ ہونے کی وجہ سے نہ اٹھا جاتا اور مولویانی جی اٹھاتی جاتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کبھی دیکھ لیتے تو فرماتے ''چلو نہ اٹھاؤ لیٹے ہی لیٹے تسبیح وتحمید پڑھ لو۔''

نماز آپؓ کی روح کی غذا تھی۔ آپؓ کی بہو، بیٹیاں، بھانجی، بھتیجیاں اور

خاندان کی سب خواتین بتاتی ہیں کہ کس طرح ڈوب کر نماز پڑھتی تھیں۔ لمبی نمازوں کے بعد اکثر نہایت درجہ ضعف ہو جاتا۔ بالکل اسی طرح جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ''میں اتنی دعا کرتا ہوں کہ دعا کرتے کرتے ضعف کا غلبہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات غشی اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔''

آپؓ کی بہو آپا طیبہ صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں ''میں نے تو انہیں اپنی شادی کے بعد ہمیشہ ہی بہت لمبی نمازیں پڑھتے اور دعائیں کرتے دیکھا ہے۔ جب کوئی زیادہ گھبراہٹ کا وقت ہوتا جیسا قادیان سے آنے سے پہلے کا تھا تو نمازوں کے علاوہ سارا دن ٹہل ٹہل کر دعائیں کرتی تھیں۔ دارالسلام میں ایک طرف آپؓ کا کمرہ تھا۔ دوسری طرف میرا تھا۔ آگے لمبا برآمدہ تھا بس اس برآمدے میں ٹہل ٹہل کر دعائیں کرتی تھیں۔۔۔''

آپؓ اپنے آقا کے اس ارشاد پر عمل کرتی تھیں کہ ''آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہو۔ کیسی عالی درجے کی بات ہے اگر انسان کی دُعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہی ہوتی ہے۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 336، سیرت وسوانح حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 145 تا 151)

عشق رسول صلّی اللّٰہ علیہ وسلم: حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ، اس کے محبوب حضرت سرور کائنات فخر موجودات محمد ﷺ سے بھی حد درجہ عشق تھا... کثرت سے درود شریف پڑھتیں اور ہر ایک کو اس کی تلقین کرتیں...

لجنہ اماءاللہ کراچی کے ایک عظیم الشان جلسہ ''سیرۃ النبیؐ'' میں تقریر کرتے ہوئے آپؓ نے حضور ﷺ کے احسانات کا ذکر کیا درود پڑھنے پر زور دیتے ہوئے فرمایا ''دل کی صفائی کا ایک بڑا نسخہ کثرت سے درود بھیجنا ہے۔ کیونکہ محبت اور صدق سے جب درود پڑھا جائے تو اپنے محسن کے احسان اور فرمان سب نظروں میں آ جائیں گے اور آپ میں ایک نیک تبدیلی پیدا ہوگی اور ہمارے پیارے ہمارے محسن اور محبوب رسول ﷺ کو ٹھنڈی ہوا ہماری طرف سے پہنچے گی آپ کی مزید دعائیں ہمارے لئے رحمت لائیں گی۔۔۔''

آپا طاہرہ صدیقہ صاحبہ کہتی ہیں ''خالہ جان عشق خدا اور عشق رسول ﷺ کی تصویر تھیں ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کا ذکر تھا کہنے لگیں آنحضرت ﷺ کو آخری بیماری میں تیز بخار تھا اس وقت نہ پنکھے تھے نہ اے سی۔ اس شدید گرمی میں آپ کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی۔ یہ کہہ کر آپؓ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔''

(سیرت وسوانح حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 161)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق:

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدہ صاحبہؓ کو غیر معمولی حافظہ عطا فرمایا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت آپؓ کی عمر تقریباً سوا گیارہ سال تھی لیکن آپؓ کا حافظہ بلا کا، یادداشت پختہ اور مشاہدہ بے مثال تھا۔ آپؓ کو اپنے بچپن کی بے انتہا باتیں یاد تھیں۔ آپؓ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے عشق کی حد تک محبت تھی... آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ تمام باتیں جن سے آپؑ کی سیرت کے بے شمار پہلو سامنے آتے ہیں کا ذخیرہ احباب جماعت کو دیا۔ گویا آپؓ امین تھیں حضرت اقدسؑ کی باتوں کی اور آپؓ نے یہ امانت جماعت کو بحسن وخوبی سونپ دی... ذکر حبیب بیان کرتے ہوئے آپؓ ایک خاص لذت محسوس کرتیں چنانچہ خود فرماتی ہیں ''خود میرے دل سے پوچھئے تو میرے لئے اس ذکر حبیب اور ان یادوں میں ہر دم تازہ لذت اور سرور ہے۔ میرا دل اس ذکر، ان یادوں اور ان تصورات سے کبھی بھر نہیں سکتا۔۔۔''

آپؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں ''آپؑ کا ظاہر و باطن ایک آئینۂ شفاف کی مانند تھا۔ جس میں سورج کی چمک سے نور ہی نور نظر آتا ہو۔ مگر آنکھ کے اندھوں کے لئے سو سو حجاب حائل ہوتے ہیں۔ آپؑ کا جسم بھی مصفّٰی تھا۔ گرمی اور پسینے کی شدت میں بھی کبھی بوئے ناخوش آپؑ میں سے نہیں آتی تھی۔ ہمیشہ ایک ہلکی مہک آتی رہتی، مشک کی خوشبو آپؑ کے سینہ میں معلوم ہوتی تھی۔ جب نہا کر نکلتے تو گیلا گیلا بدن ململ کے کرتے میں سے صاف وشفاف نظر آتا۔ نرم نرم بالوں میں نمی سی اور چند قطرے پانی کے جو بدن خشک کرنے کے بعد بھی سر میں باقی رہتے بہت ہی پیارے لگتے تھے''۔

(سیرت وسوانح حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 168 تا 170)

حضرت امّاں جانؓ سے عقیدت مندانہ محبت:... وہ وجود جس کی گود میں آپؓ نے پرورش پائی، جس کی تربیت حاصل کی، کوئی معمولی وجود نہ تھا۔ یہ وہ پاک امانت تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے مقدر کی گئی تھی اور اس کے ذریعہ ایک نئے خاندان کا وجود میں آنا مقدر تھا جس کے بطن سے مصلح موعودؓ نے جنم لیا

...اس مبارک وجود کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو مصرعہ تحریر فرمایا وہی ایسا جامع ہے کہ اس سے بڑھ کر تعریف نہیں ہوسکتی، یعنی

"چن لیا تو نے مجھے اپنے مسیحا کے لئے"

اللہ تعالیٰ کا کسی کو چن لینا کیا چیز ہے۔ اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس محسن ورحمٰن خدا نے کیا کیا جوہر اس روح میں رکھ دیئے ہوں گے۔ جس کو اس نے اپنے مسیحا کے لئے تخلیق کیا۔ میں ان کی تعریف اس لئے نہیں کروں گی کہ وہ میری والدہ ہیں بلکہ اس نظر سے کہ وہ فی زمانہ (احمدیوں) کی "ماں" ہیں اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس امر کی گواہی ہمیشہ دوں گی کہ وہ اس منصب کے قابل ہیں۔ خدا نے میری والدہ پر یہ فضل واحسان فرمایا کہ اُن کو اپنے مسیحا کے لئے چن لیا مگر انہوں نے بھی خدا ہی کی نصرت کے ساتھ دکھا دیا کہ وہ اس کی اہل ہیں اور اس انعام اور احسان خداوندی کی بےقدری وناشکری ان سے کبھی ظہور میں نہیں آئی اور خدا کا شکر ہے کہ یہ بارانِ رحمت بےجگہ نہیں برسا بلکہ بارآور زمین اس سے فیضیاب ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ تک بےشک ہمارے دلوں پر آپ کی شفقت کا اثر والدہ صاحبہؓ سے زیادہ تھا مگر آپؑ کے بعد آپؓ کو دنیا کی بہترین شفیق ماں پایا اور آج تک وہ شفقت ومحبت روز افزوں ثابت ہورہی ہے۔ ہمیشہ آپؓ کی کوشش رہی ہے خصوصاً لڑکیوں کے لئے کہ ان کے مہربان باپ کی کمی کو پورا فرماتی رہیں۔ یہ تڑپ اس لئے بھی رہی کہ دراصل آپؓ کو حضرت اقدسؑ کی ہم پر مہر ومحبت وشفقت کا خوب اندازہ تھا۔ مجھے آپؓ کا سختی کرنا کبھی یاد نہیں۔ پھر بھی آپؓ کا ایک خاص رعب تھا اور ہم بہ نسبت آپؓ کے حضرت مسیح موعودؑ سے دنیا کے عام قاعدہ کے خلاف بہت زیادہ بےتکلف تھے اور مجھے یاد ہے کہ حضور اقدسؑ کا حضرت والدہ صاحبہؓ کی بےحد قدر ومحبت کرنے کی وجہ سے آپؓ کی قدر میرے دل میں بھی بڑھا کرتی تھی۔ (الفضل 25 اپریل 1952ء سیرت وسوانح حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 190,189)

آخری بیماری اور وفات:

درد کہتا ہے بہادو خونِ دل آنکھوں سے تم
عقل کہتی ہے نہیں! آہ وفغاں بےسود ہے
خوف ہے مجھ کو کہ لگ جائے نہ اشکوں کی جھڑی
آج میرا مطلعِ دل، پھر غبار آلود ہے

الوداع اے مقدس شخصیت: آپؓ کی وفات 23,22 مئی 1977ء کی درمیانی شب ہوئی گویا اسّی سال سے کچھ اوپر آپؓ نے عمر پائی۔ آپؓ 2 مارچ 1897ء کو رمضان کی ستائیسویں شب پیدا ہوئیں....

آپؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کے یہاں شہزادیوں جیسی زندگی گزاری اور پھر رئیس مالیر کوٹلہ کی بیگم بنیں۔ خدا تعالیٰ نے "نواب" اور "بیگم" دونوں ہی لقب سچ کر دیئے لیکن آپؓ کے مزاج میں قطعاً کوئی غرور اور تکبر نہیں تھا۔ عاجزی اور انکساری کے ساتھ ایک خاص وقار اور تمکنت تھی....

الغرض حضرت سیّدہ بیگم صاحبہؓ کی اسّی سالہ زندگی کے تمام پہلو عبارت ہیں محبت الٰہی، عشقِ رسولؐ اور شفقت علیٰ خلق اللہ سے اور یہ ہی دین کا خلاصہ ہیں۔ منبع حیات یعنی ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ایسا گہرا پیوند کہ ہر وقت اسی کے آگے جھکی ہوئی سراپا دعا، عاجزی وانکساری۔

کیا التجا کروں، کہ مجسم دعا ہوں میں
سرتا بہ پا، سوال ہوں، سائل نہیں ہوں میں

... آج دعاؤں بھری وہ چھاؤں چھاؤں شخصیت ہم میں موجود نہیں جس کی دعائیں بارگاہ خداوندی میں قبول ہوتی تھیں۔ جماعت کے مرد وزن آپؓ سے دعائیں کرانے کے عادی ہوگئے تھے۔

اے خدا! وہ پیاری مبارک ہستی، تیری مقدس امانت تیرے پاس پہنچ چکی ہے۔ اے پیارے خدا! بےشمار رحمتیں اور برکتیں اس خاتونِ مبارکہ پر نازل فرما۔ اے محبّ ازلی! سب چاہنے والوں سے زیادہ چاہنے والے! جس طرح دنیا میں تیری محبت پر بیگم صاحبہؓ کو ناز تھا اس سے بھی بےحساب بڑھ کر اپنی رحمت بخشش اور پیار کی نظر فرما اور بقول خود ان کے

مجھے تو دامنِ رحمت میں ڈھانپ لے یونہی
حساب مجھ سے نہ لے، بےحساب جانے دے

(اللّٰھم نوّر مرقدھا و ارفع در جتھا)

(سیرت وسوانح حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 419 تا 422)

آپؓ کی اولاد:

1۔ مکرم نواب محمد احمد خان صاحب زوجہ امتہ الحمید بیگم صاحبہ بنت حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ

2۔ صاحبزادی منصورہ بیگم صاحبہ حرم حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ

3۔ مکرم نواب مسعود احمد خان صاحب زوجہ طیبہ بیگم صاحبہ دختر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ

4۔ صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ زوجہ مکرم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب

5۔ صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم صاحبہ زوجہ بریگیڈیر ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب

دختِ کرام

سیرت حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مکرمہ ثمینہ مسعود صاحبہ۔ Groß Gerau
مکرمہ عطیہ کریم عارف صاحبہ۔ Groß Gerau

ولادت باسعادت: ۔حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی مبشر اولاد میں سے آخری وجود تھیں۔ آپؓ کی ولادت با سعادت 25/جون 1904ء بمطابق 10 ربیع الثانی 1322 ہجری کو ہوئی۔

"دختِ کرام"

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تصنیف "حقیقۃ الوحی" میں اس صاحبزادی کے متعلق اپنی صداقت کے چالیسویں نشان کے طور پر تحریر فرمایا "چالیسواں نشان یہ ہے کہ اس لڑکی کے بعد ایک اور لڑکی کی بشارت دی گئی جس کے الفاظ یہ تھے کہ "دخت کرام" چنانچہ وہ الہام 'الحکم' اور 'البدر' اخباروں میں اور شاید ان دونوں میں سے ایک میں شائع کیا گیا اور پھر اس کے بعد لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام امۃ الحفیظ رکھا گیا اور وہ اب تک زندہ ہے"۔

(حقیقۃ الوحی ص 228 ایڈیشن 20/نومبر 1984ء)

تعلیم: ۔حضرت سیدہ موصوفہ کے قرآن کریم کا پہلا دور ختم کرنے پر 3/جولائی 1911ء کو آمین ہوئی۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) نے اس موقع پر احباب قادیان کی شاندار دعوت کی۔ آپؓ بے حد ذہین وفہیم تھیں۔حصول علم کا اتنا شوق تھا کہ شادی کے بعد میٹرک، ادیب عالم اور انگریزی میں ایف اے کا امتحان بھی پاس کیا۔ آپؓ نے اردو ادب کے علاوہ انگریزی ادب بھی کافی پڑھا ہوا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں "حضرت چھوٹی پھوپھی جان (حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ) اور حضرت بڑی پھوپھی جان کی دنیا کے لحاظ سے بہت معمولی تعلیم تھی، لیکن حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں پرورش کا ایک یہ فیض بھی تھا کہ علم سے بڑی دلچسپی تھی اور ظاہری تعلیم نہ ہونے کے باوجود ایسی روشن دماغ تھیں ایسا وسیع مطالعہ تھا کہ اکثر مجھے یاد ہے جب بھی گئے ہیں ان کے ہاتھوں میں کتابیں ہی دیکھیں۔ بات کرنے لگے ہیں تو کتاب دوہری کر کے رکھ دی تا کہ جب باتیں ختم ہوں تو پھر کتاب اٹھالیں اور اس کے نتیجہ میں ان کی زبان میں جلا تھی"۔

عائلی زندگی: 7/جون 1915ء کو حضرت سیّدہ موصوفہؓ کا نکاح ہمراہ حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ (ابن حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ) مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے پڑھایا اور 22/فروری 1917ء کو رخصتی عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو تین بیٹوں اور چھ بیٹیوں سے نوازا جن کے نام یہ ہیں۔ صاحبزادی طیّبہ بیگم صاحبہ، صاحبزادہ عباس احمد خاں صاحب، صاحبزادی طاہرہ بیگم صاحبہ، صاحبزادی ذکیہ بیگم صاحبہ، صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ، صاحبزادی شاہدہ بیگم صاحبہ، صاحبزادہ شاہد احمد خان صاحب، صاحبزادی فوزیہ بیگم صاحبہ اور صاحبزادہ مصطفیٰ احمد خان صاحب۔

مجسمِ مہر و وفا: ۔حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ اپنی لمبی بیماری سے شفایابی پر ایک مضمون میں اپنی بیوی حضرت دُخت کرام امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "یہ نور کا ٹکڑا حضرت مسیح موعودؑ کا جگر گوشہ جو میرے پہلو کی زینت بنا ہوا ہے کس خدمت اور کس نیکی کے عوض مجھے حاصل ہوا ہے اسی بات کو سوچ کر میں ورطۂ حیرت واستعجاب میں پڑ جاتا ہوں... اللہ تعالیٰ نے اس انعام کو دے کر مجھے زمین سے اٹھا کر ثریا پر پہنچا دیا۔ اس مجسمِ مہر و وفا نے جب میری بیماری کی اطلاع راولپنڈی میں پائی تو نہایت درجہ پریشانی کی حالت میں فوراً لاہور پہنچیں۔ یہ میری بیماری کی پہلی رات تھی اور ساری رات موٹر پر ان کو رہنا پڑا۔ صبح چار بجے کے قریب لاہور پہنچیں لیکن کیا مجال میرے پر اپنی گھبراہٹ کا اظہار ہونے دیا ہو۔ پھر اس قدر تن دہی اور جانفشانی سے

میری خدمت میں لگ گئیں کہ میں کہہ نہیں سکتا کوئی دوسری عورت اس قدر محبت اور پیار کے جذبہ سے اپنے خاوند کی خدمت کرسکتی ہو.... میری باوفا پیاری بیوی نے کسی کی امداد پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ ان کی یہی خواہش اور آرزو رہتی تھی کہ خود ہی میرا کام کریں اگر کسی دوسرے کو کام کہتا تا کہ ان کو آرام ملے تو اس سے خوش ہونے کی بجائے ناراض ہوتیں.... عام طور پر لوگ چند دن کی تیمارداری سے تنگ آجاتے ہیں لیکن یہاں پانچ سال کی لگاتار محنت و مشقت کی خدمت نے ان کی مہر و وفا اور محبت پر مہر لگا دی ہے۔اس بے پناہ محنت اور مشقت نے ان کی اپنی صحت کو برباد کر کے رکھ دیا ہے اب وہ مجھ سے زیادہ بیمار نظر آتی ہیں''۔
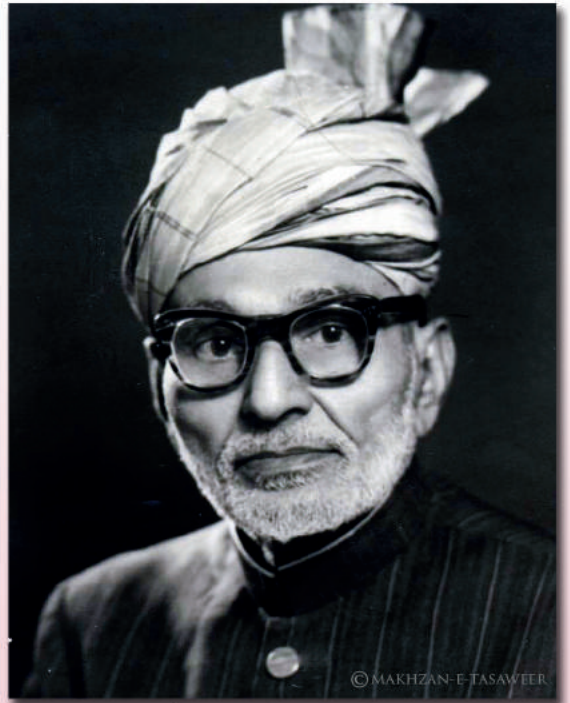
حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ

آپؓ کی صاحبزادی محترمہ طاہرہ بیگم صاحبہ تحریر فرماتی ہیں ''.... جس جانفشانی اور محنت سے امی جان نے ابا جان کی خدمت کی وہ ایک مثال ہے۔ ہر وقت ابا جان کے ہر کام کے لئے آمادہ۔ دن رات ابا جان کی نگہداشت۔ ہر کام ابا جان کا اپنے ہاتھ سے کرنا۔ دوپہر کا کھانا پڑا ٹھنڈا ہو رہا ہے، تین تین چار چار بج رہے ہیں اور امی جان اسی طرح بھوکی کام میں مصروف ہیں۔ بڑی مشکل سے اور زور دینے سے کھڑے کھڑے دو چار نوالے منہ میں ڈالتیں، اور پھر ابا جان کی (پلنگ کی) پٹی کے ساتھ لگ جاتیں۔ چار پانچ مہینے تو امی جان نے نیند بھی پوری نہیں لی۔ کبھی 10،15 منٹ کیلئے آنکھ جھپک جاتی اور پھر آ کر ابا جان کی پشت کو دبانے لگ جاتیں۔ رات کے گیارہ بارہ تو روزانہ ہی جاگتے میں بج جاتے۔ پھر جب امی جان کو تسلی ہو جاتی کہ ابا جان سو چکے ہیں تو ایک چھوٹا سا اسٹول ابا جان کی چارپائی کے ساتھ ملا لیتیں جو کہ اتنا پتلا اور لمبائی میں اتنا چھوٹا ہوتا تھا کہ اس پر امی جان تو کیا ایک دس سال کا بچہ بھی نہیں سو سکتا تھا اور امی جان اس پر ٹیڑھی ہو کر اس حالت میں لیٹ جاتی تھیں کہ سر اور شانے ابا جان کے پلنگ کی پٹی پر اور ہاتھ ابا جان پر ہوتا تھا''۔

آپؓ کی بڑی صاحبزادی محترمہ طیّبہ بیگم صاحبہ تحریر فرماتی ہیں کہ ''میں امی جان کی حاضر دماغی پر آج تک حیران ہوں۔ ابا جان کی وفات سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل مجھے امی جان نے سو سو روپے کے کئی نوٹ دیئے اور کہا کہ داؤد احمد یا عباس احمد کو ضرورت ہو گی تو دے دینا۔ میں اس وقت حیران ہوئی کہ امی جان یہ کیوں دے رہی ہیں ابھی ایسی کیا چیز آنی ہے مگر بعد میں سمجھ گئی کہ یہ رقم انہوں نے کیوں دی تھی۔ ان کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنے سرتاج کے آخری فرض کی ادائیگی میں کوئی اور شریک ہو''۔

دینی مساعی :۔حضرت سیّدہ امتہ الحفیظ صاحبہؓ جماعتی مساعی میں حتی المقدور حصّہ لیتی رہیں۔ آپؓ نے مختلف جلسہ سالانہ خواتین کی صدارت کے فرائض سر انجام دیئے۔ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے زیر اہتمام بہت سے پروگرامز آپ کی زیرِ صدارت انجام پائے۔ مجلس مشاورت 1929ء میں تجویز پیش ہوئی کہ خلافت جوبلی کے موقع پر لوائے احمدیت تیار کیا جائے چنانچہ لوائے احمدیت کی تیاری کے سلسلہ میں سوت کاتنے والی رفیقات کی فہرست میں تیسرے نمبر پر حضرت سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کا نام نامی درج ہے۔ آپؓ کو غیر ممالک کی سیاحت کا بہت شوق تھا مگر حالات کچھ ایسے رہے کہ یہ تمنا ختم ہوتی گئی۔ آپؓ کا سفرِ یورپ تقدیر الٰہی کا ایک کرشمہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا فرما دیئے کہ مسجد محمود زیورچ (سوئٹزرلینڈ) کا سنگِ بنیاد آپؓ کے دستِ مبارک سے رکھا گیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؓ کی سیر و سیاحت کو بھی مذہبی رنگ دے دیا۔ انگلستان اور سوئٹزرلینڈ کے علاوہ آپؓ ہالینڈ، جرمنی اور کوپن ہیگن بھی گئیں۔

خداداد ذہانت :۔محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیان فرماتے ہیں کہ ''گو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے وقت آپؓ (حضرت نواب

امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ) کی عمر صرف چار سال کی تھی مگر آپؓ اس کم سنی میں بھی فطری طور پر ودیعت شدہ قابلیتوں کی بناء پر ذہین اور ہوش مند بچی تھیں۔ آپؓ کی اس فطری ذہانت اور ہوشمندی کو حضرت مسیح موعودؑ نے قرآن کریم کے ایک مقام کی تفسیر کے بیان میں ہمیشہ ہمیش کے لئے زندۂ جاوید کر دیا ہے "حضرت عیسیٰؑ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ 'مہد' میں بولنے لگے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ پیدا ہوتے ہی یا دو چار مہینہ کے بولنے لگے اس سے یہ مطلب ہے کہ جب وہ دو چار برس کے ہوئے کیونکہ یہ وقت تو بچوں کا پنگھوڑوں میں کھیلنے کا ہوتا ہے اور ایسے بچے کے لئے باتیں کرنا کوئی تعجب انگیز امر نہیں۔ ہماری لڑکی امتہ الحفیظ بھی بڑی باتیں کرتی ہے"۔

حضرت مسیح موعودؑ کا یہ فرمان ایک قرآنی صداقت کے اظہار کے علاوہ اس بات کی بھی غمازی کرتا ہے کہ آپؑ محبت کرنے والے باپ تھے اور جیسے ہر محبت کرنے والا باپ اپنی اولاد کی بچپن کی حرکات اور خصوصیات کو قلبی محبت سے یاد رکھتا ہے اور ان کو بیان بھی کرتا ہے حضرت مسیح موعودؑ نے بھی ہماری پھوپھی کی خداداد ذہانت اور ہوش مندی کو یاد رکھا اور اسکو ایک قرآنی آیت کی تفسیر میں بیان کر کے ہماری پھوپھی کو حیاتِ جاوداں بخشی۔"

پابندیٔ نماز: ۔آپؓ باوجود بیمار ہونے کے نماز ہمیشہ اپنے وقت پر ادا کرتیں اور نماز جمع کر کے پڑھنے کی عادت نہ تھی۔ نماز بروقت ادا کرنے کی آپؓ کو بہت فکر رہتی.....ایک دفعہ آپؓ شدید بیمار تھیں اور تقریباً دو دن تک بے ہوش رہیں ہوش میں آئیں تو کمزوری اتنی تھی کہ بات نہ کر سکتی تھیں ہوش آنے پر جو پہلی چیز آپؓ نے اشارۂ طلب کی وہ پاک مٹی کی تھیلی تھی۔ جس سے تیمّم کر کے آپؓ نماز ادا کرتی تھیں۔ جب اس سے آپؓ نے تیمّم کیا تو نماز ادا کرنے کی کوشش میں دوبارہ بے ہوش ہو گئیں اور ایسا کئی دفعہ ہوا۔ وہ لڑکیاں جو آپؓ کے پاس رہتی تھیں انہیں نماز بروقت ادا کرنے کی تلقین فرماتی تھیں اور ہر نماز کے وقت ہر لڑکی کو پوچھتیں کہ "تم نے نماز ادا کی ہے یا نہیں۔"

شعر و شاعری سے شغف: ۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ "حضرت پھوپھی جان کو نہایت ہی لطیف شعری ذوق عطا ہوا تھا۔ خود بہت ہی صاحب کمال شاعرہ تھیں لیکن اپنے کلام کو لوگوں سے چھپاتی تھیں۔ اکثر چند سطور لکھیں اور ایک طرف پھینک دیں اور پھر وہ کلام نظر سے غائب ہو گیا چونکہ مجھے بچپن سے ہی شعر کا ذوق رہا ہے اس لئے حضرت پھوپھی جان کے ساتھ میرا ایک خاص تعلق اس وجہ سے بھی تھا۔ میری ان تک رسائی تھی اور وہ بعض دفعہ بڑے پیار کے ساتھ مجھے اپنا کلام سنا بھی دیا کرتی تھیں۔

حضرت پھوپھا جانؓ کے ساتھ اگرچہ اس لحاظ سے طبیعتوں کا جوڑ طبعی نہیں تھا لیکن اس کے باوجود آپس میں ایسی محبت اور ایسا غیر معمولی تعلق تھا اور ایسی وفا تھی جو ہر لحاظ سے مثالی تھی۔ بعض لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ جی طبیعتوں کا جوڑ نہیں ہے جو صاحبِ کرام لوگ ہوں وہ طبیعتوں کا جوڑ نہ بھی ہو تو وہ اچھی باتیں نکال کر ان کی قدر کر کے ان سے جوڑ پیدا کر لیا کرتے ہیں"۔

خدا تعالیٰ پر توکل: ۔آپؓ کی منجھلی دختر محترمہ صاحبزادی طاہرہ صدیقہ صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ "میری امی جان کا ایک خاص وصف خدا تعالیٰ پر توکل تھا۔ ایک دفعہ امی کو شہد کی ضرورت پڑی۔ اتفاق سے اس وقت شہد موجود نہیں تھا میں نے کہا "امی ابھی جا کر سیّدی حضرت بھائی جانؒ (حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ) سے لے کر آتی ہوں۔ ان کے پاس بہت سا شہد آیا ہے مجھے کہہ رہے تھے کہ تم جاتے ہوئے منیر کے لئے لے جانا" امی نے فوراً کہا "نہیں میں نے کسی سے نہیں مانگنا۔ جب اللہ تعالیٰ خود میری تمام ضرورتیں پوری کرتا ہے تو میں کسی سے کیوں کہوں"۔ اور پھر میں نے دیکھا اسی دن یا دوسرے دن ہی کسی نے امی کو بہت اچھا خالص شہد تحفتاً بھجوا دیا۔ دعاؤں پر بے حد یقین تھا اور غیر اللہ پر بھروسہ کرنے سے سخت نفرت۔ آپؓ کی چھوٹی بیٹی صاحبزادی فوزیہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ "ایک دفعہ میری بیٹی سیمرا نے کسی چیز کے لئے خط لکھ کر پیسے مانگے اس کو بڑا پیارا جواب دیا۔ اس کی خواہش بھی پوری کر دی لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ جس چیز کی ضرورت ہو اللہ میاں سے مانگا کرو۔ دعاؤں کی عادت ڈالو۔ ہاں انسانوں میں صرف میرے کان میں چپکے سے کہہ دیا کرو۔ یوں اپنے بچوں کو ہمیشہ دعا کی تلقین کرتیں"۔

ایک دفعہ اپنی چھوٹی صاحبزادی کو نصیحت کرتے ہوئے لکھا کہ "انسان سمجھتا ہے کہ میں گھبراہٹ میں دعا نہیں کر سکتا۔ مگر زبردستی کمرہ بند کر کے نفلوں کی نیت باندھ کر دعا شروع کر دو۔ پھر دیکھو خود بخود دعا نکلنی شروع ہو جائے گی۔ دو نفل نو دس بجے دن اور دو یا چار نفل تہجد کے پڑھ کے تو دیکھو اللہ تعالیٰ کیسا فضل کرتا ہے۔ جب بندہ مانگے ہی نہ تو وہ کیوں دے" فرماتی تھیں کہ جس نے دعا کی عادت کو اپنا لیا اس نے سب ہی کچھ پا لیا۔"

عزم و ہمت کی پیکر: ۔آپؓ کی سب سے چھوٹی

صاحبزادی محترمہ فوزیہ بیگم صاحبہ اپنی پیاری امی کے عزم وہمت کا بیان کچھ اس طرح کرتی ہیں کہ" آپؓ نے بڑے سے بڑے ابتلاء کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ ابا کی وفات کے بعد تمام جائیداد کا حساب کتاب جب تک صحت نے اجازت دی خود سنبھالا۔ بیٹوں پر بھی ناجائز بوجھ نہیں ڈالا.... مصطفیٰ نے جب امی کی صحت گرنے پر کام سنبھالا تو اس کی خواہش ہوتی تھی کہ امی کی ادنیٰ سے ادنیٰ خواہش پوری ہو، زبان سے نکلنے کی دیر ہوتی کہ چیز حاضر کر دیتا، لیکن اس کو بھی ٹوکتی رہتیں کہ "فضول خرچی نہ کرو مجھے ڈر لگتا ہے"۔ اکثر سناتی تھیں کہ" میں نے اپنی تنگی کے زمانے میں خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ آئے ہیں اور مجھے کہتے ہیں" مجھے تمہاری سوچ کر خرچ کرنے کی عادت پسند ہے اور مجھے روکتے رہے کہ تکلفات میں نہ پڑنا یہ اخلاص ومحبت کی جڑیں کھوکھلی کر دیتے ہیں۔" اس لئے امی فراخی میں بھی اسراف سے ڈرتیں اور ہمیں بھی منع کرتی رہتی تھیں۔

آپؓ خود بھی بہت زندہ دل تھیں اور اپنے بچوں کو بھی ہمیشہ عزم وہمت اور خوش دلی کی نصیحت کرتیں اور فرماتیں کہ" زندگی میں جو گھڑی بھی خوشی کی ملے اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ وقت اور حالات کی وجہ سے خود پر افسردگی اور غم طاری رکھنا بُری بات ہے، ناشکری ہے، توکل کے خلاف ہے، اپنے سے کمزور کو دیکھو، اپنا حوصلہ بلند رکھو، اپنے میں اعتماد پیدا کرو اور بس دعا نہ چھوڑو اللہ سے رشتہ جوڑ لو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

پر اثر انداز: ۔محترمہ رضیہ درد صاحبہ ایم اے ربوہ بیان کرتی ہیں کہ" ایک دفعہ یہ عاجزہ ملاقات کے لئے حاضر ہوئی تو ساتھ ایک اور شادی شدہ لڑکی بھی تھی جس کی اپنے خاوند سے ان بن تھی۔ آپؓ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا" بیٹی تم نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے شادی شدہ تو لگتی ہی نہیں۔ ازدواجی زندگی کی کامیابی کا راز اس میں بھی ہے کہ عورت اپنی ظاہری طرز کو ہر لحاظ سے درست رکھے۔" آپؓ کے کہنے کا ایسا اثر تھا ایسی اپنائیت تھی کہ کچھ عرصہ ہی بعد اس کے حالات یکدم بہتر ہو گئے۔ کہاں تو فریقین طلاق پر تلے ہوئے تھے اور کہاں ان کے گھر اللہ تعالیٰ نے ایک پیارا سا بچہ بھی عطا فرما دیا۔ ممکن ہے یہی بات ان کی ناچاقی کا باعث ہو۔"

خادموں سے شفقت: ۔ محترمہ امتہ الودود صاحبہ ربوہ سے بیان کرتی ہیں کہ" آپؓ اپنے خادموں سے بہت شفقت کا سلوک فرماتی تھیں۔ اگر کبھی خادموں میں سے کسی کی صحت خراب ہو جاتی تو اس کا بہت خیال رکھتیں اور اس کے لئے ادویات کا انتظام کرنے کے علاوہ بار بار اس کا

حضرت سیدہ نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ مسجد محمود سوئٹزرلینڈ کا سنگ بنیاد رکھنے کی بعد اخباری نمائندگان سے بات کرتے ہوئے

حال بھی دریافت فرماتی تھیں۔ آخری ایام میں بوجہ ضعف آپؓ کو نیند بہت کم آتی تھی اس لئے بیماری کے سبب اگر کسی خادمہ کو رات کے وقت جگاتیں تو پھر اس کے لئے بہت دعائیں کرتیں اور پھر دن کو بتاتیں کہ آج رات میں نے تمھارے لئے بہت دعائیں کیں۔ خدمت کرنے والی لڑکیوں کے بارہ میں اکثر مَیں نے آپؓ کو یہ کہتے سنا کہ" میری بیٹیاں ہیں جو میری خدمت کرتی ہیں۔"

اسی طرح زہرہ نسیم صاحبہ دارالعلوم غربی سے بیان کرتی ہیں کہ" مجھے اس بات پر فخر تھا اور ہے کہ میں آپؓ کی خادمہ ہوں۔ بعض اوقات لوگ کہتے ہیں کہ میں نے آپؓ کی بڑی خدمت کی ہے لیکن میں سوچتی ہوں کہ آپؓ نے مجھ پر جس قدر احسانات کئے اور میرے لئے جتنی دعائیں کیں اس کے مقابلے میں میری خدمت کیا معنی رکھتی ہے۔ ایک دفعہ ایک شادی کی تقریب کے موقع پر میں آپؓ کے ساتھ ایک ہوٹل میں گئی۔ آپؓ نے مجھے اپنے ساتھ بٹھایا اور اپنے دست مبارک سے مجھے کھانا ڈال کر دیا۔ اس پر پاس بیٹھی ہوئی ایک خاتون نے بڑی حیرت سے کہا" آپؓ اپنی خادمہ کو اپنے ساتھ (کھانا) کھلاتی ہیں۔ میں تو ایسے کبھی نہ کروں۔" آپؓ نے فرمایا کہ" اسے میں نے بیٹیوں کی طرح رکھا ہوا ہے جب یہ میرا خیال رکھتی ہے تو میں کیوں اس کا خیال نہ رکھوں۔"

پردہ کی پابندی: ۔محترمہ امتہ الودود صاحبہ ربوہ سے بیان کرتی ہیں کہ" آپؓ پردہ کی بڑی سختی کے ساتھ پابندی کرتی تھیں۔ آپؓ بیمار تھیں اور روزانہ ڈاکٹر آپؓ کو دیکھنے آتا تھا، لیکن حتی الامکان ڈاکٹروں سے پردہ کرتی تھیں ایک دفعہ کسی نے عرض کی کہ ڈاکٹر تو آپ کو روزانہ دیکھنے آتا

ہے اور معائنہ کرتے ہوئے اور بے ہوشی کی حالت میں اس نے آپ کو دیکھا ہوا بھی ہے اس لئے اگر آپ ڈاکٹر سے پردہ نہ کریں تو کیا حرج ہے۔ فرمانے لگیں ''اللہ تعالیٰ کا حکم ہے عورت غیر مرد سے پردہ کرے اس لیے میں کیوں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کروں۔ معائنہ اور بے ہوشی کی حالت میں پردہ نہ کرسکنا تو ایک مجبوری ہے۔'' چنانچہ آپؓ کا معمول تھا کہ جب بھی ڈاکٹر آتا تو آپؓ اپنا چہرہ ڈھانپ لیتیں۔ اسی طرح آپؓ کے پاس جولڑکیاں آپؓ کی خدمت کے لیے رہتی تھیں انہیں پردہ کرنے کی ہمیشہ تلقین فرماتیں اور چھوٹے دوپٹے اوڑھنے سے منع فرماتی تھیں بلکہ فرماتیں کہ ''تم گھر میں بھی بڑی چادر اوڑھا کرو اس میں وقار ہے۔''

انفاق فی سبیل اللہ :۔حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ میں مالی قربانی کا انتہائی جذبہ موجود تھا۔ نیکی کے کاموں میں بالعموم اخفاء انکی عادت تھی۔ انفاق فی سبیل اللہ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتی تھیں۔ تحریک جدید کا چندہ وعدہ کے ساتھ ہی ادا کر دیا کرتی تھیں۔ نہ صرف اپنا بلکہ اپنے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں تک کا بھی حتیٰ کہ اپنی خادمہ محمد بی بی صاحبہ کا چندہ بھی آپؓ اپنی طرف سے ادا کرتی رہیں۔ حضرت سیدہ موصوفہ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کے مطابق نظام وصیّت سے مستثنیٰ تھیں (جس میں حضورؑ نے ارشاد فرمایا ''میری نسبت اور میرے اہل وعیال کی نسبت خدا نے استثناء رکھا ہے'') لیکن اس کے باوجود آپؓ چندہ عام اور حصّہ جائیداد ادا فرماتی رہیں۔ آپؓ نے ہر مالی تحریک میں بفضلہٖ تعالیٰ بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔

تاریخی متبرک انگوٹھی :۔حضرت مسیح موعودؑ کی ایک انگوٹھی جو حضورؑ اپنے دست مبارک میں پہنا کرتے تھے اور حضورؑ کی وفات کے بعد حضرت اماں جانؓ کے ذریعہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو منتقل ہوئی اور آپؓ کے بعد سیّدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو اور پھر حضرت سیّدنا مرزا طاہر احمد صاحب کے خلیفۃ المسیح الرابعؒ منتخب ہونے پر پہلی عام بیعت لینے کے بعد جب حضور قصرِ خلافت تشریف لے گئے تو حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ نے یہ متبرک انگوٹھی اپنے دست مبارک سے حضورؒ کی انگلی میں پہنائی۔

فطرتی ذہانت اور خودداری :۔آپؓ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی محترمہ فوزیہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ''آپؓ کی عمر تیرہ سال کی تھی جب آپؓ کی شادی ہوئی اور وہ بھی بالکل علیحدہ ماحول میں۔ امی بتاتی تھیں کہ ہمارے گھر کا ماحول بالکل سادہ تھا ایک دم جب نوابی طرز زندگی میں داخل ہوئی تو سٹپٹا گئی لیکن میں نے کبھی اپنی کمزوری ظاہر ہونے نہیں دی۔ فطرتی ذہانت نے اس مرحلے سے بھی ان کو وقار سے گزار دیا۔ اپنی شروع زندگی کا واقعہ اکثر سناتی تھیں کہ ایک دفعہ ابا نے کہیں جاتے ہوئے ٹائی مانگی۔ میرے بھائیوں نے کبھی یہ چیزیں استعمال نہ کیں تھیں اس لئے مجھے کچھ سمجھ نہ آیا لیکن میں نے اظہار نہ ہونے دیا۔ الماری کھولی، کپڑوں کا جائزہ لیا۔ صرف ٹائی ایسی چیز نکلی جس کا مجھے پتہ نہ تھا۔ وہی اٹھا کر لے آئی۔ غرض یہ کہ امی کی خودداری اور غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ وہ کسی بات میں کم سمجھی جائیں۔ آپؓ سخت سے سخت حالات کا بھی بڑے صبر اور حوصلے سے مقابلہ کرتیں۔ سناتی تھیں کہ ''ایک دفعہ بعض حالات کی وجہ سے بڑی پریشانی تھی۔ بڑے بھائی (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) مجھ سے بالکل باپ والی شفقت فرماتے تھے۔ مجھے الگ لے گئے اور کہا ''حفیظ! مجھے بتاؤ تمہیں کیا تکلیف ہے''۔ امی کہتی ہیں کہ میں یہ سن کر رو پڑی لیکن بولی کچھ نہیں بڑے بھائی نے بڑے پیار سے کہا۔ ''حفیظ گھبراؤ نہ بعض وقت ریس میں پیچھے رہنے والا گھوڑا سب سے آگے نکل جاتا ہے''۔

مستجاب الدعوات: حضرت بیگم صاحبہؓ کے مبارک وجود میں اپنے مقدس والدین کا رنگ نمایاں تھا۔ آپؓ دعاؤں کا ایک بیش قیمت خزانہ تھیں اور مخلوقِ خدا کے لئے ایک دردمند دل رکھتی تھیں۔ دل میں شفقت اور محبت کا ایک سمندر موجزن تھا۔ اپنوں اور بیگانوں کے دکھ درد کو محسوس کرتیں۔ بے شمار اپنے پرائے دعا کی درخواست کرتے تو آپؓ ان کے لئے راتیں جاگ جاگ کر خدا تعالیٰ سے خیر طلب کرتیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا یہاں تک کہ زبان بھی مبارک تھی۔ جو بات آپؓ کے منہ سے نکل جاتی خدا تعالیٰ اپنے فضل سے پوری کر دیتا۔

محترمہ امۃ القیوم ناصرہ صاحبہ ربوہ سے بیان کرتی ہیں کہ ''میری ایک بیٹی ڈاکٹر ہے۔ اس نے آرمی میں سروس کے لئے اپلائی کیا ہوا تھا۔ میں نے آپؓ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا۔ بظاہر کامیابی کی کوئی امید نہ تھی کیونکہ فارم پر احمدی لکھا ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے آپؓ کی دعاؤں سے ایسا فضل فرمایا کہ عزیزہ نے انٹرویو اور پرچے میں بہت اچھے نمبرز لے کر کامیابی حاصل کی اور اس کو منتخب کر لیا گیا۔ میں نے بیگم صاحبہؓ سے ذکر کیا

تو آپؓ کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو آ گئے اور رقت بھری آواز میں فرمایا ''بیٹی سے کہنا کہ وہ ہمیشہ احمدیت کو ہر جگہ مقدم رکھے اور کہیں بھی کسی موقع پر احمدیت کو نہ چھپائے اور نہ گھبرائے اللہ تعالیٰ اس کی ہر جگہ مدد فرمائے گا۔''

محترم عبدالسمیع نون صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا بیان کرتے ہیں کہ ''محمد زبیر میری بڑی بہن زینب بیگم کا چھوٹا بیٹا تھا۔ اس کے والدین چند سال قبل فوت ہو چکے ہیں۔ اوائل 1980ء میں وہ کینسر سے شدید بیمار ہوا۔ میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے دعائے خاص کی درخواست کی۔ پھر ربوہ جا کر بیت الکرام کوٹھی پر دستک دی کہ وہاں ماں سے زیادہ شفقت کرنے والی ہستی رہتی تھی، وہ تھیں حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ جب میں نے دعا کے لئے عرض کیا تو چند ثانیے کے توقف کے بعد اپنے رب کریم پر توکل کرتے ہوئے بڑے وثوق کے ساتھ اور پُر شوکت آواز میں فرمایا ''تم بے فکر ہو جاؤ اللہ تعالیٰ محمد زبیر کو ضرور شفا دے گا۔ سچی بوٹی پلانا شروع کر دیں۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کی دعا قبول کرتے ہوئے محمد زبیر کو معجزانہ رنگ میں شفایابی عطا فرمائی اور تیرہ سال کی مہلت عطا فرمائی۔'' الحمد للہ

وہ عالی جناب اور عالی مقام کہا جس کو اللہ نے دخت کرام
نظر سے کہاں ہو گئے ہیں نہاں گہر ہائے آغوشِ نصرت جہاں

حضرت سیدہ دُختِ کرام کی المناک وفات:

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی دخترِ نیک اختر، نورِ چشم حضرت سیّدہ نصرت جہاںؓ، حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ جو ایک نادر وجود تھیں 6 مئی 1987ء بروز بدھ بوقت پونے تین بجے سہ پہر قریباً تراسی سال کی عمر میں عالم فانی سے رحلت فرما کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دخترِ احمد، مسیح پاک کی لختِ جگر
ہوں ہزاروں رحمتیں اس کی مبارک ذات پر
پاک طینت، باصفا، عالی گہر، دختِ کرام
سیّدہ کی جان، مہدی کی حسیں نورِ نظر
ہستیاں ہوتی ہیں کچھ ایسی کہ جب رخصت ہوں وہ
ساتھ ان کے اک مکمل دور جاتا ہے گزر

حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ صاحبہؓ کی کس کس خوبی کا ذکر کیا جائے وہ تو مجسمۂ حسن و خوبی تھیں۔ سراپا شفقت اور آپؓ کی شفقت و رأفت ہر ایک کے لئے تھی خصوصاً بچوں کے ساتھ آپؓ کا سلوک انتہائی مشفقانہ تھا۔ آپؓ سب کی ہمدرد و غمگسار اور مونس و ہمدم تھیں۔۔۔۔شیریں کلام ایسی کہ ان کے دو بول ہی دلوں کے لئے ڈھارس بن جاتے۔۔۔۔انتہائی جاذب نظر پُر کشش اور باوقار صورت و سیرت کی مالک تھیں۔

اللہ تعالیٰ اس مقدس ہستی پر ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے اور ہمیں آپؓ کے نیک نمونہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ماخوذ از: ''دُختِ کرام'' سیرت و سوانح حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگمؓ
مرتبہ: محترم سید سجاد احمد صاحب مرحوم (اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولّف کتاب کو اپنے خاص فضلوں اور برکتوں کا وارث بنائے جن کے ذریعہ ہمیں ایک مبارک ہستی کے بابرکت وجود اور اوصاف کریمانہ سے آشنائی ہوئی۔ آمین)

مکرمہ امۃ القدوس ندرت صاحبہ۔ Dornheim

ایک دفعہ امی جان مجھے سیّدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ سے ملاقات کروانے کے لئے لے گئیں۔ ان سے ملاقات مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ ہم آپؓ کے کمرہ میں گئے اور اپنا تعارف کروایا۔ آپؓ نے میرے متعلق پوچھا کہ ''کیا کر رہی ہو۔'' تو میری امی جان نے بتایا کہ ''بی۔اے فائنل میں ہے۔'' پھر پوچھا کہ ''اس کا رشتہ کہیں طے ہوا ہے؟'' تو امی نے کہا کہ ''ابھی تو نہیں ہوا آپ دُعا کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اِس کے نصیب نیک کرے۔'' پھر آپؓ نے آنکھیں بند کیں اور کھول کر فرمانے لگیں کہ ''مجھے تو اِس وقت ہی سبز جوڑے میں دُلہن بنی نظر آ رہی ہے۔'' امی نے کہا کہ ''اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کرے''۔ دُعاؤں میں یاد رکھنے کی درخواست کی اور ہم سلام کر کے کمرہ سے باہر آ گئے۔ اس کے چند ماہ بعد ہی میرا رشتہ طے پا گیا۔ شادی کے کچھ ماہ بعد میں جرمنی آ گئی۔ اللہ کے فضل سے ہماری شادی کو اکیس سال ہو گئے ہیں۔ اور ماشاءاللہ ہمارے چار بچے ہیں۔ بڑا بیٹا وقف نو میں ہے۔ الحمد للہ میں ایک کامیاب ازدواجی زندگی گزار رہی ہوں۔

"اسسٹنٹ سرجن"

سیرت حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرمہ فریحہ خان صاحبہ۔ Dreieich

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زوجہ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے بھائی تھے یوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے برادر نسبتی تھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں فدا خلق اللہ کی ہمدردی میں سرشار، سادہ، صوفی مزاج بزرگ شاعر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے سوانح کے چند پہلو ہدیہ قارئین ہیں۔

آپؓ کے والد حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ دلّی کے معزز خاندان کے فرد تھے۔ آپؓ کے دادا سیّد محمد ناصر امیرؒ، حضرت خواجہ میر دردؒ کے خاندان میں سے تھے۔ آپؓ کی والدہ حضرت سیّدہ سیّد بیگم صاحبہؓ، سیّد عبدالکریم صاحب کی بیٹی تھیں۔ دونوں ہی خاندان معزز سادات گھرانے تھے۔ آپؓ کے والدین بہت ہی متقی اور عبادت گذار بزرگ تھے۔

حسب ونسب: نسب کے اعتبار سے آپؓ "حسینی سیّد" تھے یعنی آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت امام حسینؓ کی نسل میں سے تھے۔

آپؓ کے اجداد کا تاریخی مقام: آپؓ کے بزرگ خاندان نے برّصغیر کی تاریخ میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ آپؓ کے خاندان نے مختلف ادوار میں مشہور فوجی سالار پیدا کئے۔ ان میں خواجہ محمد عاصمؒ کا ذکر تاریخ برّصغیر میں فوجی جرنیل کے طور پر آیا ہے۔ انہیں "نواب خانہ دوراں" کا خطاب ملا تھا۔ خواجہ میر دردؒ کا نام اردو ادب میں کون نہیں جانتا۔ آپؒ اپنے زمانہ کے بہت بڑے ولی اور بلند پایہ صوفی شاعر تھے۔ آپؒ کو تصوف اور اردو ادب میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ خواجہ میر دردؒ کے والد اپنے زمانہ کے اولیاء میں سے تھے اور خواجہ صاحب کی رائے میں ان کے والد صاحب بارھویں صدی کے مجدّد تھے اور تصوّف کے سلسلہ میں "طریقۂ محمدیہ" کے بانی تھے۔

میر لقب کا سبب: دہلی میں یہ رواج تھا کہ سادات کو احترام سے "خواجہ" یا "میر" کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ اس لئے آپؓ کے خاندان کے بعض بزرگوں کے ساتھ میر اور بعض کے ساتھ خواجہ لکھا گیا ہے۔ خود آپؓ کے نام کے ساتھ "میر" آیا ہے۔

والدین کا حضرت مسیح موعودؑ سے رشتہ: آپؓ کے والدین حضرت مسیح موعودؑ کے خسر اور خوشدامن ہونے کی وجہ سے جماعت میں والد "ناناجان" اور والدہ "نانی جان" کے لقب سے معروف ہوئے۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ حضرت مسیح موعودؑ کے قریبی رفقاء میں سے تھے اور ان کی بیٹی حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کی حضرت مسیح موعودؑ سے شادی کے بعد یہ تعلق تو بہت ہی خاص محبت واحترام کا رنگ اختیار کر گیا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو ان پر بہت اعتبار تھا۔ آپؓ ایک صاف اور کھرے انسان تھے اور یہی بات آپؓ کی وجۂ شہرت تھی۔

آپؓ 1846ء میں پیدا ہوئے۔ والدہ حضرت سیّدہ سیّد بیگم صاحبہؓ کے متعلق ان کے خاوند کی یہ گواہی کہ "ان کے نیک سلوک کی وجہ سے میں دنیا میں ہی جنت میں ہوں" ان کے مقام و کردار کے اظہار کے لئے کافی ہے۔ آپؓ 1847ء میں پیدا ہوئیں اور 1932ء میں آپؓ کی وفات ہوئی۔

ولادت: اللہ تعالیٰ نے میر ناصر نواب صاحبؓ اور محترمہ سیّد بیگم صاحبہؓ کو تیرہ بچے دیئے لیکن اُن میں سے صرف تین بچوں نے ہی زندگی پائی۔ باقی کم سنی میں ہی فوت ہوگئے۔ آپؓ کی ولادت جولائی 1881ء بروز پیر دہلی میں ہوئی۔ آپؓ حضرت اماں جانؓ سے سولہ برس چھوٹے تھے۔ حضرت اماں جانؓ آپؓ کو دہلی کے رواج کے مطابق 'میاں' کہہ کر بلایا کرتیں اور آپؓ انہیں آپا جان کہتے تھے۔

بہن بھائی: حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ آپؓ کی بڑی بہن تھیں۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ آپؓ کے چھوٹے بھائی تھے۔ جو آپؓ سے نو برس چھوٹے تھے۔ وہ 1890ء میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے اور 1944ء میں وفات پائی۔

بچپن اور ابتدائی تعلیم: 1884ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شادی حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ سے ہوئی اور یوں آپؓ کے خاندان کی حضرت مسیح موعودؑ سے روحانی تعلق کے ساتھ ساتھ جسمانی رشتہ داری بھی ہو گئی۔ بعد ازاں آپؓ کے محترم والد صاحبؓ دہلی سے ہجرت کر کے قادیان آ گئے اور اپنی ساری زندگی سلسلہ کے لئے وقف کر دی۔ آپؓ کا بچپن اور سکول کا ابتدائی زمانہ قادیان میں گزرا۔ یوں آپؓ کی تربیت حضرت مسیح موعودؑ کی زیرِ نگرانی ہوئی۔ 1895ء میں جب آپؓ کی عمر چودہ برس تھی تو رمضان کا مہینہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معیت میں گزارنے کا موقع ملا۔ آپؓ کو عبادت کا اس قدر شغف تھا کہ اس عمر میں بھی تمام رمضان تہجد کی نماز حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ ادا کی۔ آپؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عموماً تہجد میں پہلی رکعت میں آیۃ الکرسی اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھا کرتے۔ 1900ء میں آپؓ نے ایف ایس سی کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔

حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ کی خواہش: حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جانؓ کی آپؓ کے لئے یہ خواہش تھی کہ آپؓ ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کریں۔ آپؓ کے والد صاحب کے لئے اس کا خرچہ اٹھانا مشکل تھا۔ میر صاحبؓ کو اعلیٰ کامیابی کی وجہ سے وظیفہ مل گیا لیکن وہ بھی ناکافی ثابت ہوا۔ اخراجات کی کمی اس طرح پوری ہوئی کہ ایک دن آپؓ کو بند لفافہ ملا، یہ آپؓ کی ہمشیرہ (حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ) کی طرف سے تھا۔ جس میں لکھا تھا کہ باقی اخراجات وہ خود ادا کریں گی۔ یوں آپؓ کا داخلہ ''کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج'' میں ہوا۔ یہ جہاں ایک بہن کا اپنے بھائی کے لئے پیار تھا وہیں ایک بیوی کا اپنے خاوند کی خواہش کے احترام کا شاندار نمونہ تھا۔ اسطرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آپؓ کو ڈاکٹر بنانے کی خواہش بھی پوری ہو گئی۔

اسسٹنٹ سرجن: آپؓ میڈیکل کے آخری سال میں تھے کہ 4 را پریل 1905ء میں کانگڑہ میں شدید زلزلہ آیا اور بہت جانی نقصان ہوا۔ آپؓ کی خیریت کی اطلاع تین دن تک قادیان میں موصول نہ ہوئی تو حضرت اماں جان صاحبہؓ اور آپؓ کی والدہ صاحبہؓ سخت بے چین ہوئیں آپؓ کے متعلق اندیشے پیدا ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپؓ کے لئے خصوصی طور پر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے الہاماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اطلاع دی '' اسسٹنٹ سرجن '' (تذکرہ صفحہ 449) پھر آپؓ کی خیریت کی اطلاع بھی آ گئی اور اس کے کچھ عرصہ کے بعد جب آپؓ کا رزلٹ آیا تو پنجاب (برصغیر پاک و ہند) میں ایم۔ بی۔ ایس کے امتحان میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ یہ اعلیٰ ترین کامیابی نہ صرف جماعت بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے بہت تقویت کا باعث ہوئی کیونکہ اس زمانہ میں تعلیم کے میدان میں ہندو طلباء آگے آگے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام جو آپؓ کی خیریت، آپؓ کی شاندار کامیابی اور اعلیٰ پوسٹ کے متعلق تھا بڑی شان سے 1905ء میں پورا ہوا۔ آپؓ کا تقرر براہ راست ''اسسٹنٹ سرجن'' کے طور پر ہوا۔ آپؓ کی ذات کی یہ کامیابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک اور نشان بن گئی۔ اس نشان کا ایک دنیا نے مشاہدہ کیا اور ہمیشہ کے لئے تاریخ میں محفوظ ہو گیا۔

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ

انتہائی ماہر سرجن: آپؓ نے انتہائی پیشہ وارانہ صلاحیتوں سے خدمات سرانجام دیں۔ 1929ء میں آپؓ کی ترقی سول سرجن کے طور پر ہو گئی آپؓ ایک ماہر فزیشن اور سرجن تھے۔ آپؓ کی تشخیص اتنی درست ہوتی کہ اس وقت کے ماہر انگریز ڈاکٹر بھی اس پر اعتبار کر کے علاج کر دیتے اور 1936ء میں اسی عہدے سے ریٹائرڈ ہو کر قادیان میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ''نور ہسپتال'' میں طبّی خدمات انجام دیتے رہے۔

غرباء کی ہمدردی و خدمت خلق: آپؓ انتہائی خدا ترس انسان تھے۔ مریضوں سے فیس لینے میں سخت ہچکچاہٹ محسوس کرتے۔

مریض خود آپؓ کی جیب میں پیسے ڈال دیتے۔ کئی دفعہ تو ایسا ہوا کہ سکّے کھوٹے بھی نکلے۔ غرباء کی ہمدردی کا جذبہ آپؓ میں اس قدر تھا کہ مریض احمدی ہو یا غیر احمدی اگر غریب ہے اور اسے علاج کی ضرورت ہے تو آپؓ اس کے گھر جا کر اس کا مفت علاج کرتے۔ آپؓ کے دل میں مخلوق کے لئے اتنا درد تھا کہ اتوار کے روز بھی چھٹی نہ کرتے۔

اعلیٰ منتظم و کمال درجہ دیانتداری: آپؓ اعلیٰ درجہ کے منتظم بھی تھے۔ آپؓ کا تقرر جہاں بھی ہوا دیکھتے دیکھتے تمام معاملات درست کر دیئے۔ دیانتداری کا یہ عالم تھا کہ آپؓ کا ماتحت عملہ بھی رشوت لینے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ ایک دفعہ آپؓ کو شکایت ملی کہ ایک مریض کو (جو کاریگر تھا، کھرپہ وغیرہ بنانے کا کام کرتا تھا) ہسپتال کا ایک کارکن تنگ کر رہا تھا۔ جب آپؓ کو یہ پتا چلا تو آپؓ نے اس مریض سے پوچھا کہ اچھا کھرپہ کتنے میں بنتا ہے۔ اس نے کہا چودہ روپے میں۔ آپؓ نے اس ہسپتال کے کارکن کو چودہ روپے جرمانہ کر دیا اور مریض کو اُس کا حق دلوایا۔ اگر کسی نے بیماری کا جھوٹا سرٹیفکیٹ بنوانا چاہا اور اس کے لئے کسی طریقے سے کچھ پیشکش بھی ہوگئی تو آپؓ نے سختی سے رد کر دیا اور یہی کہا کہ ''میں کسی صورت جھوٹا سرٹیفکیٹ نہیں دے سکتا۔''

ذوقِ شکار اور ماہر تیراک: آپؓ کی صاحبزادی محترمہ امتہ اللہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ آپؓ کو شکار کا بہت شوق تھا اور آپؓ ایک ماہر تیراک تھے اور اپنی تینوں بڑی بیٹیوں کو لے کر پرندوں کے شکار پر جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک علاقے میں اپنی تعیناتی کے زمانہ میں ایک زبردست سیلابی ریلہ آیا۔ اِن دنوں حضرت اماں جانؓ بھی آپؓ کے پاس آئی ہوئی تھیں۔ پہلے تو آپؓ نے انہیں اور اہل خانہ کو محفوظ مقام پر پہنچایا پھر لوگوں کو بچانے کے لئے جُت گئے اور تیر کر بہت لوگوں کی جانیں بچائیں۔ حکومت کی طرف سے جہاں کشتیاں چل رہی تھیں وہاں آپؓ تیر کر یہ خدمت انجام دے رہے تھے اور یہ کام اتنی چستی اور مہارت سے کیا کہ اس کا ذکر اُس وقت کے اخباروں میں ہوا اور حکومت نے آپؓ کی اِس بےلوث انسانی خدمت کا باقاعدہ اعتراف کیا۔

(ماخوذ از ''ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ'' تصنیف حمید اللہ نصرت پاشا صاحب)

اپنے خدا کے لئے بے پناہ غیرت: حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کو اپنے مولا کے لئے بے پناہ غیرت تھی اور اس معاملے میں اس قدر زود حس تھے کہ خفی سے خفی شرک کی بو بھی محسوس کر لیتے تھے اور پھر اس کا سدّ باب کرتے۔ اگر کسی رشتہ کے لئے انہیں تڑپ تھی تو وہ اپنے مولا کی ذات تھی اور اپنی ذات کو ہی اس کے استیصال کے لئے نمونہ بنایا۔ اس ضمن میں ایک واقعہ آپؓ کی کتاب ''آپ بیتی'' میں یوں درج ہے۔

''1907ء میں لاہور میو ہاسپٹل میں ہاؤس سرجن تھا کہ میری بڑی سالی ہمارے ہاں اپنی بہن سے ملنے آئیں شاید مہینہ بھر یا کم وبیش وہ ہمارے ہاں ٹھہریں۔ وہ نہ صرف میری سالی ہی تھیں بلکہ پھوپھی کی بیٹی بھی تھیں۔ آئی وہ اس طرح تھیں کہ ان کے ہاں ایک لڑکی ہوئی تھی جو کچھ مہینے زندہ رہ کر مرگئی تھی اس کے مرنے کے صدمے کو بھلانے کے لئے وہ اپنی چھوٹی بہن یعنی میری بیوی کے پاس آگئیں۔ یہاں آکر وہ ایک بات کا بار بار ذکر کیا کرتی تھیں یعنی یہ کہ ''اگر میرے بہنوئی ڈاکٹر صاحب (یعنی خاکسار) میرے پاس ہوتے تو میری لڑکی نہ مرتی۔'' جب انہوں نے کئی دفعہ اس قسم کا ذکر کیا تو مجھے خدا تعالیٰ کے متعلق بڑی غیرت آئی اور میں نے کہا کہ ''اب ان کے ہاں ضرور ایک لڑکا پیدا ہوگا اور وہ میرے زیرِ علاج رہ کر میرے ہی ہاتھوں میں مرے گا۔'' بات آئی گئی ہوئی۔ 1913ء میں خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس کا چلّہ کر کے وہ اپنی بہن سے ملنے کے لئے مع اپنے بچہ کے ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ تھرماس بوتلیں ان دنوں میں نئی نئی نکلی تھیں اور ان کو یہ علم نہ تھا کہ ان بوتلوں میں گرم دودھ پھٹ جایا کرتا ہے چنانچہ گرم دودھ جو اس چھوٹے بچہ کے لئے انہوں نے تھرماس میں رکھا تھا وہ پھٹ گیا اور سارے سفر میں وہی پھٹا ہوا دودھ وہ اپنے بچہ کو پلاتی ہوئی ہمارے ہاں آئیں۔ دوسرے دن سے لڑکے کو سبز دست آنے لگے، دس یا پندرہ دن تک میں نے جو بھی ہو سکا اس بچہ کا علاج کیا اور دوسرے ڈاکٹروں سے بھی مشورہ لیا مگر بچہ کو نہ اچھا ہونا تھا نہ ہوا اور دو ہفتہ بیمار رہ کر وفات پا گیا۔ ان کے ہاں چونکہ اولاد کی کمی تھی اور بچہ بھی فرزند نرینہ تھا اس لئے ماں کو سخت صدمہ ہوا۔ اس وقت مجھے وہ بات یاد آئی جو میں نے چھ سات سال پہلے لاہور میں کہی تھی کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور وہ میرے ہاتھوں میں مرے گا تا کہ ان کا شرک ٹوٹے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (آپ بیتی تصنیف حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ صفحہ 30,29)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا مجسم نشان: آپؓ کی ذات مجسم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ پر یقین اور بیعت کی حقیقت کا اظہار آپؓ کے اس واقعہ سے بخوبی ہوسکتا ہے جو ایک احمدی بزرگ میر عبدالرحیم صاحب نے سنایا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ''ایک دفعہ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کسی رفیق کے ساتھ ٹرین میں سفر کر رہے تھے کہ اس ڈبے میں ایک پیر فقیر بھی سوار ہوگئے۔ جب ان کو یہ پتا چلا کہ آپؓ کا تعلق قادیان سے ہے نیز حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء میں سے ہیں تو انہوں نے ازراہ طنز کہا ''اگر مرزا صاحب نبی تھے تو آپ لوگ

ولی ہوں گے۔'' دوسرے بزرگ تو خاموش رہے لیکن میر صاحبؓ نے بڑے اطمینان اور اعتماد سے جواب دیا کہ ''ہاں ہم ولی ہیں''۔اس پر پیر صاحب نے مزید کہا کہ ''اگر ولی ہیں تو کوئی نشان دکھائیں'' میر صاحبؓ نے پوچھا '' کیسا نشان چاہتے ہو'' اس وقت ریل گاڑی اپنی پوری رفتار سے دوڑ رہی تھی ۔ پیر صاحب نے مطالبہ کیا کہ گاڑی ابھی چلتے چلتے رک جائے چنانچہ ان کے یہ کہتے ہی ریل گاڑی کو اچانک بریک لگی اور گاڑی رک گئی۔اس وقت ایک ہلچل سی مچ گئی، گاڑی کا عملہ اترا، چھان بین شروع کی لیکن کوئی ظاہری سبب (زنجیر وغیرہ کھینچنا) سامنے نہ آیا کہ جس کی وجہ سے گاڑی رکی ہو۔حضرت میر صاحبؓ نے بار بار پیر صاحب سے پوچھا کہ ''آیا ان کی تسلی ہوگئی ہے'' یہاں تک کہ گھبرا کر پیر صاحب بول اٹھے کہ وہ مان گئے ہیں۔جونہی انہوں نے یہ کہا گاڑی دوبارہ چل پڑی۔''

(ماخوذ از کتاب ''ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ '' تصنیف حمید اللہ نصرت پاشا)

حضرت اماں جانؓ اور چھوٹے بھائی حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ سے آپؓ کو بہت پیار تھا۔حضرت اماں جانؓ اگر کسی چیز کی تعریف کرتیں تو وہ آپؓ انہیں تحفتاً دے دیتے۔ وہ لاکھ منع کرتیں مگر آپؓ دے کر ہی رہتے۔اسی طرح عید کے موقع پر ناشتہ اور عیدی آپؓ کی طرف سے ہی حضرت اماں جانؓ کو جاتی اور وہ بھی اسی ناشتہ کو تناول فرماتیں۔حضرت اماں جانؓ کو آپؓ پر بڑا ناز تھا۔آپؓ کی ایک ذاتی کار تھی جو آپؓ خود چلاتے تھے اور اس کے لئے بڑے شوق سے ڈرائیونگ سیکھی تھی آپؓ نے حضرت اماں جانؓ کو تحفتاً دے دی جو کچھ عرصہ ان کے زیر استعمال رہی بعد ازاں انہوں نے جماعت کو دے دی۔

اپنے چھوٹے بھائی حضرت میر محمد اسحٰقؓ سے انتہائی شفقت فرماتے۔آپؓ کی بیٹی حضرت مریم صدیقہ حرم حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتی ہیں ''ابا جان کو چچا جان سے بہت پیار تھا۔ان کی بیماری میں خود چچا جان کے پاؤں سہلاتے ۔ان کی آخری بیماری میں بہت بے چین تھے دعائیں کرتے کبھی کمرے کے اندر جاتے اور کبھی باہر آتے ۔ڈاکٹروں کو کہتے کہ کیوں ٹیکے پہ ٹیکہ لگا رہے ہو۔یہ ٹیکے میرے دل پہ لگتے ہیں''۔حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کا انتقال آپؓ سے تین سال قبل 1944ء میں ہوا۔

ایک عارف باللہ اور بزرگ انسان:حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ ایک صاحبِ کشف والہام بزرگ تھے۔خدا تعالیٰ سے کلام کا شرف حاصل تھا آپؓ بالعموم اپنی فطری حیا کی وجہ سے اس تعلق کو دنیا سے چھپاتے تھے۔اگر اپنی تحریرات میں اس بارے میں کچھ بیان بھی کیا تو مقصد صرف اصلاح وتربیت ہی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے بارہا آپؓ کو اپنی بخشش اور پیار کے نظارے دکھائے۔ یہاں حضرت میر محمد اسماعیلؓ کے ایک مضمون بعنوان ''خم خانۂ عشق میں ایک رات'' کا ایک حیرت انگیز روحانی تجربہ قارئین کے استفادہ کے لئے پیش خدمت ہے، یہ مضمون جو کہ الفضل قادیان مورخہ 3 / نومبر 1936ء میں چھپا تھا، واقعی پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔یہ واقعہ کشفی اور الہامی کیفیات کا مجموعہ ہے، ہم اسے مکالمۂ الٰہیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

''دسمبر 1920ء کی بات ہے حضرت میر صاحبؓ کی عمر اس وقت 39 برس تھی۔ایک رات آپؓ مسجد مبارک قادیان میں عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو دیکھتے دیکھتے مسجد نمازیوں سے خالی ہوگئی اور آپؓ تنہا رہ گئے۔حضرت میر صاحبؓ بھی مسجد کی سیڑھیاں اترنا شروع ہوگئے کہ عشق الٰہی کی ایک عجیب کیفیت نے از خود آپؓ کے دل میں جوش مارا گویا آپؓ کے دل پر نازل کی گئی۔ساتھ ہی آپؓ کو مسجد کے اندر سے ایک غیبی آواز آئی کہ میرا گھر چھوڑ کر اپنے گھر چلا ہے؟ اور پھر ایسے خلوت کے وقت میں جو آئندہ کبھی میسر نہیں آئے گا۔یہ آواز سن کر آپؓ الٹے پیر واپس مسجد کی سیڑھیاں چڑھنے لگے کہ اللہ کی طرف سے پھر یہ حکم ہوا کہ حریم قدس کا رستہ بھول گیا! یہ سیڑھیاں تو خم خانۂ عشق میں نہیں آتیں، نہ یہ عاشقوں کا راستہ ہے۔پھر خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ آنا ہے تو پرانی سیڑھیوں کی طرف سے آ اور سر کے بل آ، اور گریبان چاک کر کے آ۔ چنانچہ اس الٰہی حکم کی تعمیل میں حضرت میر صاحبؓ نے ان قدیم اور تنگ سیڑھیوں کا راستہ اختیار کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام استعمال فرماتے تھے چونکہ خدا تعالیٰ کے سب سے بڑے عاشق اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی تھے۔اسی لئے وہ پرانی سیڑھیاں ہی عاشقوں کا راستہ کہلائے جانے کے لائق تھیں۔حضرت میر صاحبؓ نے اس وقت بے اختیاری کی حالت میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنا گریبان چاک کیا۔پرانی سیڑھیوں کی دہلیز پر پہنچے تو پھر حکم ہوا ۔

''اے اشعث اغبر لے اُٹھ اور اوپر چل۔''

اشعث اغبر سے مراد بکھرے بال اور غبار آلودہ پیشانی والا شخص ہے۔ چنانچہ آپؓ نے پھر سیڑھیوں کو اس طرح قدم بہ قدم طے کیا کہ ہر زینہ پر سجدہ کرتے اور پھر اپنی داڑھی سے اسے صاف کرتے اور پھر اگلے زینے کی طرف بڑھتے ۔آپؓ نے سیڑھیوں کا یہ مختصر سا راستہ زینہ بہ زینہ ایک گھنٹے میں طے کیا۔مسجد میں پہنچ کر پھر آپؓ عبادت اور دعاؤں میں مشغول ہو گئے ۔اس راز و نیاز کے دوران حضرت میر صاحبؓ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشش طلب کی ۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا کہ '' مفت ؟'' حضرت میر صاحبؓ نے عرض کیا'' میں کیا پیش کر سکتا ہوں؟ جو کچھ ہے وہ آپ کا ہی دیا ہوا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' جان اور ایک چیز سب سے

عزیز''۔اس حسین اور دلنشین مکالمۂ الٰہیہ کے بعد حضرت میر صاحبؓ کی تہجد جاری رہی۔تہجد اور فجر کے درمیانی وقت میں جب کہ آپؓ محراب کے پیچھے پہلی صف میں بیٹھے تھے،کوئی دبے پاؤں خاموشی سے آپؓ کے پیچھے سے گزرا۔حضرت میر صاحبؓ نے سر اٹھا کر دیکھا تو بحالت بیداری آپؓ کو کشفاً اپنے سامنے ایک بہت بڑا آئینہ دکھائی دیا۔تب آپؓ کو یہ احساس ہوا کہ جو ہستی آپؓ کے پیچھے تھی وہ اس آئینہ میں اپنا جلوہ آپؓ کو دکھانا چاہتی ہے۔پھر اچانک آنکھ کو چندھیا دینے والا ایک نور اس آئینہ میں ظاہر ہوا جسے نظر بھر کر دیکھنا ناممکن تھا لیکن حضرت میر صاحبؓ نے پھر بھی ہمت کر کے اس آئینہ میں جلوہ گر خدا تعالیٰ کی تجلی کو نظر بھر کر دیکھ ہی لیا۔پھر اللہ تعالیٰ کی وہ نورانی تجلی اسی طرح آہستہ آہستہ الٹے پاؤں پیچھے ہٹ گئی۔حضرت میر صاحبؓ کے اپنے الفاظ میں ''یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس جان جاناں نے مجھے اپنا رخ زیبا دکھانے کے لئے یہ شکل آفتاب نصف النہار کی اختیار کی ہے اور میں نے اس تمام نازوانداز کے اندر ایک ارادہ،ایک مذاق،ایک شوخی،ایک ترحم اور ایک محبت کی نظر کو بچشم خود ملاحظہ کیا۔''

حضرت میر محمد اسماعیلؓ اللہ تعالیٰ کے ان بندوں میں سے تھے،جن کے بارے میں وہ خود فرماتا ہے کہ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ (سورۃ الانعام:53) یعنی وہ خدا کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہیں۔

دیدار کے اسی شوق نے آپؓ کو مجبور کیا کہ اس روحانی تجربہ کے دوران آگے بڑھ کر اور ہمت کر کے،اس نور کا نظر بھر کر مشاہدہ کریں کہ جس نور کی تاب آنکھیں نہیں رکھتیں۔صبح ہوتے ہی حضرت میر صاحبؓ نے اللہ تعالیٰ سے اشارہ پا کر،پہلے ایک سیاہ بکرا اور ایک سفید مینڈھا قربان کئے۔پھر اپنی عزیز ترین جائیداد یعنی آپ کا وہ ذاتی مکان جو مسجد مبارک کے عین ساتھ اور جس کا نام آپؓ نے ''کنج عافیت'' رکھا تھا وہ جماعت کو دے دیا۔پھر جب گھر پہنچے تو اپنی عزیز بیٹی سیّدہ مریم صدیقہ پر نظر پڑی۔آپؓ نے اسی وقت اپنی بیٹی کو گود میں اٹھا کر یہ دعا کی کہ ''اس کا نام ہی شاہد ہے۔میرا پہلے بھی یہی ارادہ تھا،اب اسے بھی قبول فرمائیے۔''**ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم** ''اس حسین روحانی تجربہ پر جو کیفیت حضرت میر صاحبؓ کے دل کی تھی،وہ آپؓ کے اپنے الفاظ میں پڑھنے کے لائق ہے۔آپؓ تحریر فرماتے ہیں'' زہے نصیب وہ اور مجھے اپنا چہرہ دکھائیں۔وہ اور مجھ سے میری جان کا مطالبہ کریں۔وہ اور مجھ سے ایک عزیز چیز کی نذر طلب فرمائیں۔''

('' ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ '' تصنیف حمید اللہ نصرت پاشاص:35تا38)

مسجد مبارک اور دارالمسیح کے قرب میں واقع آپؓ کی عزیز جائیداد ''کنج عافیت'' وقف ہونے کے بعد دفتر اخبار الفضل کے طور پر استعمال ہوئی اور پھر بعد میں جماعت کے ہسپتال کے طور پر استعمال ہوتی رہی۔گویا حضرت میر صاحبؓ کا یہ نذرانہ اسی وقت قبول ہوگیا۔اللہ تعالیٰ نے اس نذرانے کی قبولیت کا یوں ثبوت دیا کہ ''کنج عافیت'' سلسلۂ احمدیہ کے مختلف مقاصد کے لئے کام آتا رہا اور وقف رہا۔

حضرت میر محمد اسماعیلؓ نے اپنی پہلی بیٹی کا نام ''مریم صدیقہ'' اس نیت سے رکھا تھا کہ وہ حضرت مریمؑ کی طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف ہو اور اسی بیٹی کا دوسرا نام آپؓ نے ''نذر الٰہی'' بھی اس خیال سے رکھا تھا۔یہ فکر حضرت میر صاحبؓ کو بدستور لاحق رہی کہ ''مریم صدیقہ'' کی صورت میں پیش کیا جانے والا نذرانہ قبول ہوا ہے یا نہیں۔یہ فکر تقریباً پندرہ سال حضرت میر صاحبؓ کو دامنگیر رہی۔بالآخر خدا کی درگاہ میں اس نذرانے کی قبولیت کا نشان اس طرح ظاہر ہوا کہ آپؓ کی عزیز بیٹی سیّدہ مریم صدیقہ کا ہاتھ،آپؓ کی بڑی بہن حضرت امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے لئے مانگ لیا۔

1935ء میں سیدہ مریم صدیقہ بنت حضرت میر محمد اسماعیلؓ کی شادی حضرت مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ ابن حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہوئی۔خلیفۃ المسیح کی بیگم کی حیثیت سے حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نے اپنا فرض خوب نبھایا اور اپنی زندگی خدمت دین اور تعلیم قرآن کے لئے وقف کر رکھی۔صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی حیثیت سے دنیا بھر کی احمدی عورتوں کی تربیت اور تنظیمی رہنمائی بھی کی اور یوں ''نذر الٰہی'' کے نام کی حقدار بھی ٹھہریں۔رہا معاملہ ''جان'' کے نذرانہ کا،سو وہ بھی خوب انداز میں قبول ہوا۔آپؓ کی دوسری بیٹی سیّدہ امتہ اللہ بیگم صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ وفات سے کچھ عرصہ قبل حضرت میر صاحبؓ کو ایک کشف میں ایک ہاتھ کا سایہ دکھایا گیا،پھر وہ ہاتھ کا عکس لفظ ''اللہ'' میں تبدیل ہوگیا،پھر آپؓ کی توجہ لفظ اللہ کے اعداد کی طرف پھیری گئی۔

لفظ اللہ کے اعداد 66 بنتے ہیں۔الف کا 1،ل کے 30، پھر ل کے 30، اور پھر ہ کے 5،یعنی کل 66۔آپؓ کو بتایا گیا کہ آپؓ کی وفات ''اللہ'' کے اعداد پر یعنی 66 برس کی عمر میں ہوگی اور یہ بھی بتایا گیا کہ اس روز جمعہ کا دن ہوگا۔

('' ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ '' تصنیف حمید اللہ نصرت پاشاص:40,34)

ایک صوفی شاعر : حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ تصوف میں ایک بلند شان رکھتے تھے اور بہت اعلیٰ پایہ کے صوفی شاعر تھے۔آپؓ کا منظوم کلام ''بخار دل'' کے نام سے اپنی روشن کرنیں بکھیر رہا

ہے۔آپؓ کا یہ منظوم کلام جہاں تصوف میں ایک مثالی رنگ کا حامل ہے وہیں آپؓ کے کردار کے اس پہلو کو کہ محبت الٰہی اور عشق رسولؐ کا ادراک آپؓ کو کتنا اعلیٰ درجہ کا تھا، اُجاگر کرتا ہے۔آپؓ کا محبت الٰہی میں ڈوبا ایک شعر ۔ ہزار علم و عمل سے ہے بالیقیں بہتر

وہ ایک اشکِ محبت جو آنکھ سے ٹپکا

پھر آپؓ کی مشہور نعت ۔

''بدرگاہ ذی شان خیر الانام شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام ''

اس نعت رسول مقبول ﷺ کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی گواہی ان کے الفاظ میں یوں ہے''جب سے میں نے ہوش سنبھالی ہے کبھی ایسی نعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نعتوں کے بعد نہ سنی ، نہ دیکھی اور میرا خیال ہے کہ ہمیشہ کے لئے یہ نعت حضرت میر صاحبؓ کو خراج تحسین پیش کرتی رہے گی۔''

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہد بیعت جس محبت اور وفاداری سے نبھایا اس کی ایک جھلک تو ہم پڑھ آئے ہیں۔حضرت مسیح موعودؑ آپؓ پر بہت اعتماد اور آپؓ کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔آپؓ حضرت مسیح موعودؑ کے 313 رفقاء میں شامل ہیں ۔1906ء میں جب حضرت مسیح موعودؑ نے انجمن بنائی تو آپؓ کو اس کا ممبر بنانے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ'' تا کہ اور لوگ نقصان نہ پہنچاویں۔''حضرت مسیح موعودؑ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اطاعت کا بے مثال نمونہ دکھایا۔حضرت مصلح موعودؓ جب 1924ء میں یورپ کے دورہ پر تشریف لے گئے تو آپؓ کو ناظرِ اعلیٰ مقرر کیا اور آپؓ کے کردار کے متعلق اس رنگ میں گواہی دی۔''ان کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کی محبت بلکہ عشق خاص طور پر پایا جاتا ہے۔اس محبت کی وجہ سے روحانیت کا ایک خاص رنگ اُن میں پیدا ہو گیا ہے''۔

(ماخوذ از کتاب'' ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ ''تصنیف حمید اللہ نصرت پاشا)

آپ بیتی: آپؓ نے اپنی زندگی کے مختلف مگر دلچسپ اور ایمان افروز واقعات یکجا کئے ہیں۔جو'' آپ بیتی'' کے نام سے موجود ہیں۔یہ کتاب خصوصاً ڈاکٹروں کے لئے اور عموماً سب کے لئے قیمتی نصائح سے پر ہے۔اس تصنیف سے آپؓ کی ذہانت ، لیاقت اور حس مزاح کی خدا داد صلاحیت کا پتا چلتا ہے۔کئی واقعات تو ایسے ہیں کہ انسان ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے۔یہ واقعات پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

پروقار شمائل: آپؓ ایک وجیہہ انسان تھے۔آپؓ کا چہرہ نورانی اور کشادہ تھا۔قد درمیانہ اور جسم بھرا ہوا تھا۔ چلنے میں وقار تھا۔ گفتگو میں شگفتگی اور نرمی کا عنصر نمایاں تھا۔دل موہ لینے والی شخصیت کے مالک تھے جو آپؓ سے ملتا آپؓ کا گرویدہ ہو جاتا۔آپؓ کے مزاج میں بہت صفائی نفاست اور تنظیم تھی۔

شادی اور اولاد: آپؓ کی دو شادیاں ہوئیں۔پہلی زوجہ محترمہ شوکت سلطان صاحبہ اور دوسری زوجہ محترمہ امتہ اللطیف صاحبہ تھیں۔آپؓ کی حسن تربیت کا اثر تھا کہ ساری عمر دونوں میں ناچاقی نہ ہوئی۔آپس میں ان کا تعلق اور تعاون سگی بہنوں سے بڑھ کر تھا۔آپؓ کی وفات کے بعد بھی وہ اکٹھی رہیں۔آپؓ کی ساری اولاد دوسری زوجہ سے ہوئی لیکن بچوں کو بڑے ہو کر ہی پتا چلا کہ ان کو کس ماں نے جنم دیا۔وہ اپنی بڑی والدہ کو ''اچھی ماں'' اور حقیقی والدہ کو''اماں'' کہہ کر بلاتے۔اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو تین بیٹوں اور سات بیٹیوں سے نوازا۔

۱۔مکرمہ سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ اہلیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

۲۔مکرمہ سیدہ امتہ اللہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم پیر صلاح الدین صاحب

۳۔مکرمہ سیدہ طیبہ صدیقہ صاحبہ اہلیہ مکرم نواب مسعود احمد خان صاحب

۴۔مکرم سید محمد احمد صاحب بیگم مکرمہ امتہ اللطیف صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ

۵۔مکرمہ سیدہ امتہ القدوس صاحبہ اہلیہ مکرم مرزا وسیم احمد صاحب قادیان

۶۔مکرم سید احمد ناصر صاحب بیگم مکرمہ ریحانہ باسمہ صاحبہ بنت مرزا عزیز احمد صاحبؓ

۷۔مکرمہ سیدہ امتہ الرفیق صاحبہ اہلیہ مکرم سید حضرت اللہ پاشا صاحب

۸۔مکرمہ سیدہ امتہ السمیع صاحبہ اہلیہ مکرم مرزا رفیع احمد صاحب

۹۔مکرم سید محمد امین صاحب بیگم مکرمہ راشدہ مبارکہ بیگم صاحبہ

۱۰۔مکرمہ سیدہ امتہ الہادی صاحبہ اہلیہ مکرم کرنل ضیاء الدین صاحب

شفیق والد: آپؓ کی بڑی بیٹی حضرت مریم صدیقہ حرم حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتی ہیں کہ''آپ کے پڑھانے کا طریقہ بہت دلنشین ہوتا تھا۔پانچویں تک مجھے گھر ہی پڑھایا اور مجھے فرمایا کہ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو پڑھاؤ۔آپؓ کہتے تھے کہ بڑے بچوں کی تربیت پر توجہ دو اس کا اثر چھوٹوں پر پڑے گا۔زبان اور تلفظ کا بہت خیال کرواتے تھے''۔

فنا فی اللہ بابرکت وجود کی وفات: اللہ تعالیٰ سے آپؓ بے حد محبت و عشق کرتے تھے۔تو اللہ بھی اپنے پیارے بندے سے بے پناہ محبت رکھتا تھا۔آپؓ کی وفات سے چند روز پہلے سلسلہ کے بلند پایہ بزرگ مولوی غلام رسول راجیکی صاحبؓ کو آپؓ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی

طرف سے اس طرح خبر ملی۔وہ روایت کرتے ہیں کہ الہاماً اللہ تعالیٰ نے بشارت دیتے ہوئے فرمایا ''میر محمد اسماعیلؓ ہمارے پیارے ہیں۔ان کے علاج کی طرف فکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہم خود ہی ان کا علاج ہیں۔''

حضرت میر محمد اسماعیلؓ 18 ؍جولائی 1881ء کو پیدا ہوئے اور 18 ؍جولائی 1947ء بروز جمعہ آپؓ کی وفات ہوئی، یعنی ٹھیک اس دن جس دن آپؓ پورے 66 برس کے ہوئے، نہ ایک دن زیادہ، نہ ایک دن کم۔یوں آپؓ کی جان، کہ جس کا نذرانہ آپؓ سے مانگا گیا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور ارادہ سے عین اتنی عمر میں نذر ہو گئی، جتنے کہ ''اللہ'' کے نام کے اعداد ہیں۔ظاہر ہے کہ اس انداز میں، ایک معین دن پر، اس جہان سے واپسی اختیار کرنا ، حضرت میر صاحبؓ کا فعل نہیں تھا اور نہ ہوسکتا تھا، بلکہ اگر کچھ تھا تو فعل الٰہی تھا۔یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گویا اپنے بندے کے لئے محبت اور قبولیت کے اظہار کی ایک نادر نشانی تھی۔اپنے پاک نام اور اسم اعظم کے اعداد پر اپنے بندے کو اپنے پاس بلا کر، جہاں ایک طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا اظہار خود حضرت میر صاحبؓ پر فرمایا، وہاں دوسری طرف دنیا پر بھی یہ کھول دیا کہ اس بندے کی محبت مقبول درگاہ ہوئی ہے۔جس حسین نام پر آپؓ زندگی بھر جان دیتے رہے ، بالآخر بوقتِ رحلت بھی اسی نام پر جان دی۔

حضرت مصلح موعودؓ کے یہ الفاظ آپؓ کے کتبہ پر درج ہیں۔

''باوجود نہایت کامیاب ڈاکٹر ہونے کے اور بہت بڑی کمائی کے قابل ہونے کے زیادہ تر پریکٹس سے بچتے تھے اور غرباء کی خدمت کی طرف اپنی توجہ رکھتے تھے۔اسی وجہ سے ملازمت کے بعد کئی اچھے مواقع آپؓ نے کھوئے کیونکہ ان میں آمدن زیادہ تھی اور رتبہ بھی بڑا تھا لیکن ان میں خدمت خلق کا موقع کم تھا۔''

http://www.alislam.org/multimedia/urdu-audio-books.html#mkap

یوں یہ اللہ کا پیارا اپنے مولائے حقیقی سے جاملا اور اپنے محبوب سے جو ہجر و فراق میں تڑپ رہا تھا۔وہ خود ان کا علاج بن گیا۔اللہ اپنے اس پیارے بندے کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔رحمہ اللہ ونوّر اللہ تعالیٰ مرقدھا

حوالہ جات :

''تذکرہ'' مجموعہ الہامات، کشوف ورؤیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''آپ بیتی'' تصنیف ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ

''ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ'' تصنیف حمید اللہ نصرت پاشا صاحب

''سیرت وسوانح حضرت اماں جانؓ'' تصنیف مکرم حضرت شیخ محمود علی عرفانی صاحبؓ

بقیہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ از صفحہ 190

زیادہ ہنگامے ہوئے۔عوام کے جوش خروش کا یہ عالم تھا کہ لیڈروں کی ہدایات کے برخلاف انہوں نے آئینی حدود کو توڑ دیا۔...ایک جم غفیر ہاتھوں میں بانس، لاٹھیاں اور اینٹ پتھر لئے ہوئے ضلع کچہری کی طرف بڑھا۔مرزا سلطان احمد ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ اگر اپنے تدبر اور خوش بیانی سے کام نہ لیتے تو یہ مشتعل لوگ نہ جانے کیا کر کے دم لیتے۔مرزا صاحب نے اس پر جوش ہجوم کے سامنے ایسی سلجھی ہوئی تقریر کی کہ نفرت وغصہ کی یہ آگ ٹھنڈی ہوگئی۔جلوس مرزا سلطان احمد کی سرکردگی میں شہر واپس ہوا جن کی زبانوں پر ''انگریز مردہ باد'' کے نعرے تھے وہ اب ''مرزا سلطان احمد زندہ باد'' کی جے کے نعرے لگانے لگے. (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 290 تا 288)

وفات :۔حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ 80 سال کی عمر میں 2 ؍جولائی 1931ء بوقت صبح انتقال فرما گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون اسی روز پونے پانچ بجے کے قریب آپؓ کا جنازہ اٹھایا گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بہت بڑے مجمع سمیت باغ میں آپؓ کی نماز جنازہ ادا کی اور آپؓ مزار حضرت مسیح موعودؑ کے احاطہ میں شرقی جانب دفن ہوئے۔ (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 286 پرانا ایڈیشن جلد 6)

حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ کی شکل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشابہت پائی جاتی تھی اور کوئی نظم پڑھتے وقت گنگنانے کی آواز تو حضور علیہ السلام کی طرز سے بہت ہی ملتی تھی۔آپؓ سے ملنے والے آپؓ سے مل کر روئے مبارک حضور علیہ السلام کی مشابہت پا کر روحانی مسرت حاصل کیا کرتے تھے۔چنانچہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ نے 4 ؍جولائی 1931ء کو حضرت امیر المؤمنین کی خدمت میں جو عریضہ تعزیت ارسال کیا اس میں لکھا ''آج الفضل میں جناب مرزا سلطان احمد صاحب کی وفات کی خبر پڑھی انا للہ وانا الیہ راجعون۔مجھے جب کبھی مرحوم کی بیماری کے آخری ایام میں مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا تو مرحوم کو دیکھ کر یہ مصرع میری زبان پر جاری ہو جاتا تھا ''دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے'' آخری عمر میں مرحوم کا چہرہ بہت حد تک حضرت مسیح موعودؑ کے چہرہ مبارک سے مشابہ نظر آیا کرتا تھا اور رنگ بھی صاف ہو گیا تھا۔آخر ان کی صفائی باطن کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انہیں سلسلہ میں داخل ہونے اور پھر حضور کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمائی فالحمد للہ علیٰ ذالک۔اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت کی آغوش میں جگہ دے اور جنت میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کا روحانی قرب نصیب کرے'' آمین۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 287,288 پرانا ایڈیشن جلد 6)

سَلَامٌ قف قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ

سیرت حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرمہ بدر جری اللہ صاحبہ۔ Dreieich

حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کی پیدائش 8 ستمبر 1890ء کو بمقام لدھیانہ ہوئی جہاں ان کے عالی مرتبت والد صاحبؓ سرکاری ملازم تھے۔ انہوں نے غالباً 1894ء کے بعد سے مستقل سکونت قادیان میں اختیار کی۔ آپ کا قیام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں آپؑ کے دار میں تھا۔ چنانچہ آپؓ تحریر فرماتے ہیں ''بچپن سے اٹھارہ سال کی عمر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روز و شب کے حالات مشاہدہ میں آئے اور اب تک قریباً اسی طرح ذہن میں محفوظ ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گورداسپور، بٹالہ، لاہور، سیالکوٹ اور دہلی کے سفروں میں ہمرکاب ہونے کا فخر حاصل رہا۔ آخری بیماری کی ابتدا سے وصال تک حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کے پاس رہا۔ حضورؑ نے متعدد مرتبہ مجھ سے لوگوں کے خطوط کے جوابات لکھوائے۔ حقیقۃ الوحی کا مسودہ مختلف جگہ سے فرماتے گئے اور میں لکھتا گیا۔ روزانہ سیر میں آپؑ کے ساتھ جاتا اور جانے کے اہتمام مثلاً قضاءِ حاجت، وضو کا انصرام اور ہاتھ میں رکھنے کی چھڑی تلاش کر کے دینے سے سینکڑوں دفعہ مشرف ہوا۔ آپؑ کی کتابوں میں بیسیوں جگہ میرا ذکر ہے۔ آپؑ کے بہت سے نشانوں کا عینی گواہ ہوں اور بہت سے نشانوں کا مورد بھی ہوں۔ جن دنوں حضورؑ باہر مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے۔ دونوں وقت میں بھی شریک ہوتا تھا۔ مجھے یاد ہے ہم عربی میں اَسْقِنِی الْمَاءَ کہہ کر پانی مانگا کرتے تھے۔ بچپن میں بیسیوں دفعہ ایسا ہوا کہ حضورؑ نے مغرب وعشاء اندر عورتوں کو جماعت سے پڑھائیں اور میں آپؑ کے دائیں طرف کھڑا ہوتا۔ عورتیں پیچھے کھڑی ہوتیں۔ غالباً میں پیدائشی احمدی ہوں۔ نہایت چھوٹی عمر سے اب تک حضورؑ کے دعاوی پر ایمان ہے۔ آپؑ کے وصال کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کو دل سے ... سچا خلیفہ تسلیم کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے بچپن سے نہایت بے تکلفی اور محبت و پیار کا تعلق تھا۔ ان کی وفات پر سچے دل سے صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ کو خلیفۂ ثانی سمجھتا ہوں۔ باقاعدہ اور بے قاعدہ مولوی عبدالکریم صاحبؓ، حافظ روشن علی صاحبؓ، مولوی سرور شاہ صاحبؓ، مولوی محمد اسماعیل صاحبؓ اور حضرت خلیفہ اولؓ سے عربی علوم پڑھنے کی کوشش کی۔ 1910ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ 1912ء میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ملازمت میں داخل ہوا۔ جامعہ احمدیہ کے قیام سے قبل مدرسہ احمدیہ میں مدرس تھا، اب جامعہ احمدیہ میں پڑھاتا ہوں''۔

... حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کے نام کی وجۂ تسمیہ یہ بنی کہ ایک دفعہ دلّی کے ایک مشہور اہل حدیث عالم مولوی نذیر حسین صاحب حضرت میر ناصر نوابؓ سے ملنے لدھیانہ آئے تو میر صاحبؓ نے حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کو جو ابھی چھوٹے تھے ان سے ملایا۔ مولوی نذیر حسین صاحب نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یہ شعر پڑھا

؎ برائے کردن تنبیہ فساق دوبارہ آمد اسماعیل واسحٰق

یعنی فاسقوں کو تنبیہہ کرنے کے لئے اسماعیل اور اسحٰق نے دوبارہ جنم لیا ہے۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ نے بچپن ہی سے نہایت اعلیٰ وجودوں سے فیض حاصل کیا۔ آپؓ کو آپؓ کی عظیم الشان ہمشیرہ حضرت اماں جانؓ نے دودھ پلایا۔ اس طرح آپؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام مبشر اولاد کے نہ صرف ماموں تھے بلکہ رضاعی بھائی بھی تھے۔

... حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کو حدیث سے عشق تھا۔ ایسا درسِ حدیث دیتے کہ سماں بندھ جاتا۔ لوگ دور دور سے آپؓ کے درس میں شریک

ہوتے۔اس دوران آپؓ پر رقت طاری ہو جاتی اور اس محبت اور وارفتگی سے آنحضور ﷺ کا ذکر کرتے کہ یوں لگتا کہ جیسے لوگ اسی مجلس میں موجود ہیں۔حاضرین کو تیرہ سو سال قبل کے زمانہ میں واپس لے جاتے اور پوری تفصیل سے حالات بھی بتاتے اور احادیث کی حکمتیں بھی واضح کرتے۔الغرض آپؓ کا درس حدیث دلوں میں عشق رسول ﷺ پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ تھا۔آپؓ اپنے بارے میں فرماتے ہیں "مجھے خدا کی بزرگ کتاب قرآن مجید کے بعد حضور رسول مقبول ﷺ کی احادیث سے عشق ہے اور سرور کائنات ﷺ کا کلام میرے لئے بطور غذا کے ہے کہ جس طرح روزانہ اچھی غذا ملنے کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح بغیر سید کونین ﷺ کے کلام کے ایک دو ورقہ پڑھنے کے میری طبیعت بے چین رہتی ہے۔جب کبھی میری طبیعت گھبراتی ہے تو بجائے اس کے کہ میں باہر سیر کے لئے کسی باغ کی طرف نکل جاؤں، میں بخاری یا حدیث کی کوئی اور کتاب نکال کر پڑھنے لگتا ہوں اور مجھے اپنے پیارے آقا کے کلام کو پڑھ کر خدا کی قسم وہی تفریح حاصل ہوتی ہے جو ایک غمزدہ گھر میں بند رہنے والے کو کسی خوشبودار پھولوں والے باغ میں سیر کر کے ہوسکتی ہے اور میری تو یہ حالت ہے کہ ؎

باغ احمد سے ہم نے پھل کھایا   میرا بستاں کلام احمد ہے

...چونکہ آپؓ نے اپنی زندگی جماعت کی خدمت کے لئے وقف کی ہوئی تھی اس لئے تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپؓ جماعت کے مختلف شعبہ جات میں خدمات سرانجام دیتے رہے جن میں جامعہ احمدیہ میں استاد اور لنگر خانہ کے نگران کی حیثیت سے آپؓ کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔آپؓ جلسہ سالانہ کے دنوں میں انتظامات جلسہ کے نگران ہوا کرتے تھے۔ایک بار پہلے دن جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ افتتاحی تقریر کے لئے جلسہ گاہ تشریف لائے تو حضورؓ نے محسوس کیا کہ جلسہ گاہ حاضرین کی گنجائش سے چھوٹی تعمیر کی گئی ہے اور اس پر اظہار ناپسندیدگی فرمایا۔میر صاحبؓ نے راتوں رات خدام اکٹھے کر کے جلسہ گاہ توڑ کر وسیع جلسہ گاہ تعمیر کردی۔اگلے روز جب حضورؓ تقریر کے لئے تشریف لائے تو جلسہ گاہ کا نقشہ دیکھ کر بہت حیران بھی ہوئے اور اظہار خوشنودی بھی فرمایا۔اس طرح میر صاحبؓ نے جہاں نہ صرف اطاعت کی ایک شاندار مثال قائم کی وہاں اعلیٰ ہمتی کا سبق بھی ہمیں دیا کہ ارادہ کرلو تو کوئی کام مشکل نہیں رہتا۔

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

1937ء میں آپؓ کو مدرسہ احمدیہ کا ہیڈ ماسٹر بنا دیا گیا۔آپؓ نے تو گویا اس کی کایا پلٹ دی۔ایسا عمدہ انتظام شروع کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے مدرسہ احمدیہ ایک نہایت عمدہ ادارے کی حیثیت اختیار کر گیا۔طلباء کو وقت پر آنے کا کہتے اور اسمبلی کے چند منٹ بعد گیٹ بند کروا دیتے۔جو طلباء دیر سے آتے ان کے لئے صحن میں ایک دائرہ کھنچوا دیا جس میں کچھ دیر انہیں کھڑا رکھتے۔اس دائرے کا نام "دائرۃ الکسالیٰ" یا "سست طلباء کا دائرہ" رکھا۔چنانچہ طلباء اس دائرے میں کھڑے ہونے سے بچنے کے لئے وقت پر آنا شروع ہو گئے۔سبق نہ یاد کر کے آنے والوں کے لئے چھٹی کے بعد ایک کلاس بٹھا دی جاتی جسے "تنبیہ الغافلین" یا "غافلوں کے لئے وارننگ" کا نام دیا۔غرض مختلف ذرائع سے طلباء میں بیداری پیدا کردی۔

لنگر خانہ کے نگران ہونے کی حیثیت سے مہمانوں کا بہت خیال رکھتے۔حتیٰ کہ بعض اوقات قادیان میں مخالفین احمدیت کے جلسوں کے موقع پر غیر از جماعت احباب کو گھومتا دیکھتے تو ان کو اپنے ہمراہ لنگر خانے لے آتے اور کھانا کھلاتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک رفیق حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ تھے جو نابینا تھے۔وہ لنگر خانے سے کھانا کھاتے تھے۔ایک دفعہ انہیں کسی نے دال کا پیالہ دیا جو نہایت پتلی تھی۔حضرت حافظ صاحبؓ ایک

اچھی حس مزاح رکھنے والے تھے۔آپؓ پیالہ پکڑ کر حضرت میر صاحبؓ کے پاس گئے اور فرمانے لگے کہ" میر صاحب ایک فتویٰ درکار ہے"۔ میر صاحبؓ نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔تو حافظ صاحبؓ نے پیالہ دکھا کر میر صاحبؓ سے پوچھا کہ" کیا اس طرح کی دال سے وضو ہو سکتا ہے"۔میر صاحبؓ نے ان سے پیالہ لے لیا کہ" میں ذرا غور کر کے بتاتا ہوں" اور وہ پیالہ دیگ میں الٹا کر گوشت کا پیالہ حضرت حافظ صاحبؓ کو پیش کیا اور کہا کہ" آپؓ کے فتویٰ کا یہ جواب ہے۔"

اب تاریخ احمدیت سے آپؓ کی ایک اور عظیم الشان خدمت بنی نوع کا ذکر کیا جاتا ہے۔

دارالشیوخ کا قیام: جماعت احمدیہ کے مرکز میں جماعت کے غریب و یتیم بچوں اور دوسرے محتاجوں اور معذوروں کے لئے کوئی تسلی بخش انتظام نہ تھا۔حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ نے اس اہم جماعتی ضرورت کی طرف توجہ فرمائی اور یکم مئی 1926ء سے دارالشیوخ کے نام سے ایک اہم ادارہ قائم کیا۔جس میں غریب اور معذور بچے بلکہ بعض بوڑھے بھی کافی تعداد میں رہتے تھے اور حضرت میر صاحبؓ اپنی پرائیوٹ کوشش کے ذریعہ ان کے اخراجات وغیرہ مہیا کر کے انہیں تعلیم دلاتے تھے اور اپنے عزیزوں کی طرح ان کی دیکھ بھال کرتے تھے اور نابینا بچوں کو قرآن مجید حفظ کرانے کا انتظام کرتے تھے۔دارالشیوخ میں پرورش پانے والے متعدد بچے مدرسہ احمدیہ، جامعہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی اسکول میں پڑھے۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ نے" دارالشیوخ" کا جس رنگ میں انتظام فرمایا وہ بلا مبالغہ عدیم المثال تھا۔یتامیٰ و مساکین اور بے سہارا لوگوں کے لئے آپؓ کی شفقت اور ہمدردی سے متعلق متعدد واقعات شائع شدہ ہیں۔جن میں بطور نمونہ صرف تین کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔حکیم عبداللطیف صاحب شاہد(گوالمنڈی لاہور) کا بیان ہے کہ "میری دارالشیوخ میں تین سال تک بطور مہتمم تقرری کے زمانہ میں بیسیوں طالب علم قادیان بغرض تعلیم آئے جب خاکسار آپؓ کی خدمت میں ایسے کسی طالب علم یا غریب آدمی کو داخلہ کے لئے پیش کرتا تو تین سال کے لمبے عرصے میں مجھے یاد نہیں کہ آپؓ نے کسی کے داخلہ میں لیت و لعل فرمایا ہو۔دارالشیوخ میں کسی فرد کے داخلہ کے بعد آپؓ نہ صرف اس کی ضروریات کا پورا خیال رکھتے بلکہ اس کو بیکار بھی نہیں رہنے دیتے اور اگر کوئی شخص طلب علم کی خواہش کرتا تو اسے ہائی اسکول یا مدرسہ احمدیہ میں داخل فرما دیتے اور اگر کوئی درزی وغیرہ کا کام سیکھنا چاہتا تو اسے وہاں پر انچارج درزی خانہ مرزا مہتاب بیگ صاحب کے سپرد کر دیتے۔"

2۔منشی محمد یٰسین صاحب سابق محرر نظارت ضیافت بیان کرتے ہیں کہ" دارالشیوخ میں 175 کے قریب افراد کے کھانے کے لئے بڑی محنت کرنی پڑتی تھی اور اس کا فنڈ بڑا کمزور تھا۔ایک دفعہ قاضی نور محمد صاحب مرحوم ہیڈ کلرک نظارت ضیافت نے عرض کیا کہ اب دارالشیوخ پر دو ہزار قرض ہو گیا ہے۔فرمایا کہ کل عصر کے بعد ٹانگہ لانا اور میرے ہمراہ چلنا دارالشیوخ کے لئے چندے کی تحریک کرنا ہے۔دوسرے دن میں تانگہ لایا۔ہم دونوں سوار ہو گئے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کبیرؓ مرحوم کے گھر کے پاس حضرت نواب عبداللہ خان صاحبؓ ملے اور مصافحہ کیا، نواب صاحبؓ نے مصافحہ کے بعد فرمایا ماموں جان آپ کو بخار ہے۔ فرمانے لگے ہاں کچھ بخار تو ہے۔مگر دارالشیوخ پر کچھ قرضہ ہو گیا ہے اس کے لئے چندہ کرنے کو محلّہ دارالرحمت جا رہا ہوں۔انہوں نے پچاس روپے جیب سے نکال کر دیئے۔مجھے فرمایا جیب میں رکھتے جاؤ۔جب نواب صاحب کچھ آگے نکل گئے تو فرمایا" بوہنی"(ابتدا) تو اچھی ہو گئی۔ غرض دارالرحمت پہنچے۔مغرب کی نماز کے بعد تحریک کی گئی مولانا ابوالعطاء صاحب نے بھی تقریر کی تھی۔اہل محلّہ نے کافی چندہ دیا اور کچھ غلہ بھی دیا۔دوسرے دن محلّہ دارالفضل بھی گئے۔پھر دوسرے محلّہ جات میں گئے اور ایک ہفتہ کے اندر اندر اڑھائی ہزار روپیہ چندہ جمع ہو گیا۔غلہ اس کے علاوہ تھا۔قاضی صاحب سے فرمانے لگے جب کمی ہو جائے تو پھر بتانا۔"

3۔حافظ عبدالعزیز صاحب موذن مسجد اقصیٰ قادیان کا بیان ہے کہ" ایک دفعہ ایک معزز احمدی قادیان تشریف لائے وہ بوجہ عدیم الفرصتی کے ایک گھنٹہ کے لئے حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو آئے تھے۔ حضرت میر صاحبؓ نے فوراً بھائی احمد دین صاحب ڈنگوی کی دکان سے ان کے لئے لسّی اور ناشتہ کا انتظام کیا اور ان کو ساتھ لیکر دارالشیوخ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ جماعت کے یتیم اور مسکین بچے ہیں۔یہ میرا باغ ہے

جو میں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر لگایا ہے۔اس کی آبیاری میں آپ بھی حصہ لیں۔وہ احمدی دوست چند منٹ میں آپ کی باتوں سے اس قدر متاثر ہوئے کہ مبلغ پانچ سو کی رقم ان یتامیٰ کی اعانت کے لئے پیش کر دی''۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1943ء میں دارالشیوخ سے متعلق حضرت میر صاحبؓ کی ان خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔''میں سمجھتا ہوں جہاں ہماری جماعت مشترکہ طور پر یتامیٰ و مساکین کی خبر گیری میں ناکام رہی ہے وہاں میر محمد اسحٰق صاحبؓ نے اس میں کامیابی حاصل کر لی اور انہوں نے سوڈیڑھ سو ایسے غرباء اور یتامیٰ و مساکین کو جن کے کھانے پینے اور لباس اور رہائش وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں تھا اپنی نگرانی میں رکھ کر ایسے رنگ میں ان کی تربیت اور تعلیم کا کام کیا جو نہایت قابل تعریف ہے۔ میر صاحب نے جن جن مشکلات میں یہ کام کیا ان کو کسی صورت میں بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔وہ مشکلات یقیناً ایسی ہیں جو ان کے کام کی اہمیت کو اور بھی بڑھا دیتی ہیں۔میں سمجھتا ہوں انہوں نے اتنے سال کام کر کے جماعت کے اندر ایک بیداری پیدا کر دی ہے کہ اب جماعت کے افراد کو بھی محسوس ہونے لگ گیا ہے... یتیم کی خدمت اور ان کا صحیح رنگ میں تعلیم و تربیت اتنا اہم کام ہے کہ کوئی جماعت جو زندہ رہنا چاہتی ہے وہ کسی صورت میں بھی اس کو نظرانداز نہیں کر سکتی''...

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 555 تا 557)

...جو بچے اس ادارے میں رہتے تھے ان سے نہایت شفقت کا سلوک فرماتے اور کوشش کرتے کہ انہیں اپنے ماں باپ کی محرومی کا احساس کم سے کم ہو۔ایک دفعہ ایک بچے نے فیس جمع کروانی تھی اور اس کے پاس رقم نہیں تھی۔میر صاحبؓ مدرسہ کے انچارج تھے اور فیس وصول کرنے کے نگران کے پاس بچے باری باری جا کر فیس جمع کرواتے تھے۔جب وہ بچہ قریب آیا تو میر صاحبؓ نے اپنے ایک ہاتھ سے چپکے سے اسے فیس پکڑا دی کہ''یہ جمع کروا دو''۔اس طرح فیس بھی جمع ہو گئی اور بچہ بھی پریشان ہونے سے بچ گیا۔

عید کے موقع پر ان بچوں کو عیدی تقسیم کرنے کے لئے نئے سکے منگواتے اور ان میں عیدی تقسیم کرتے۔اسی طرح غریبوں کا خیال رکھنے کی ہر طرح کوشش کرتے۔ایک دفعہ قادیان سے باہر پکنک پر گئے اور سب ساتھیوں کے لئے بھنے ہوئے چنوں میں شکر ڈلوا کر پیش کی۔ایک نابینا دوست جو راستے میں گندے پانی میں گر گئے تھے اور ان کے کپڑے خراب اور بدبودار ہو گئے تھے علیحدہ کھڑے تھے۔جب میر صاحبؓ نے انہیں دیکھا تو پلیٹ پکڑ کر ان کے پاس گئے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانے لگے۔یہ ادائیں آپؓ نے اپنے مطاع حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہی سیکھی تھیں جو اپنے ایک غریب رفیق میاں نظام الدین صاحبؓ کو الگ لے جا کر ایک پیالے میں کھانا کھانے لگے۔

آپؓ عظیم الشان مقرر تھے۔آپؓ کی تقریر بہت علمی اور منطقی ہوتی اس سے مخالف مشکل میں گرفتار ہو جاتا۔آپؓ موقع کی مناسبت سے نہایت اعلیٰ بات کیا کرتے تھے۔ایک مناظرے میں ہندو مقرر نے اپنی تقریر ہندی اور سنسکرت زبان میں کی جس سے کوئی احمدی واقف نہیں تھا۔دوست بیان کرتے کہ''ہم پریشان تھے کہ اس کا کیا جواب دیں گے لیکن میر صاحبؓ اطمینان سے بیٹھے رہے۔جب میر صاحبؓ کی باری آئی تو آپؓ نے عربی میں تقریر شروع کر دی۔مخالفین نے اعتراض کیا کہ ہمیں تو سمجھ نہیں آرہی۔آپؓ نے فرمایا کہ ہمیں بھی نہیں آئی تھی۔چنانچہ وہ اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ تقریر اردو میں ہو گی''

ابھی میر صاحبؓ کی عمر 28 سال تھی کہ ہندوستان کے ایک مشہور پادری جوالا سنگھ سے جو اپنی تقاریر کی وجہ سے بہت مشہور تھا مناظرہ قرار پایا اور خدا تعالیٰ نے میر صاحبؓ کو عظیم الشان فتح عطا فرمائی۔جلسوں اور مناظروں میں طلباء کو ساتھ لے جاتے تاکہ ان کی تربیت ہوتی رہے اور بہت حوصلہ افزائی فرماتے۔جس کے نتیجہ میں آپؓ کے شاگردوں میں بہت اعلیٰ درجے کے مقرر پیدا ہوئے۔

...حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپؓ کے بارے میں کئی الہامات اور رؤیا ہوئے۔بچپن میں ایک دفعہ آپؓ بہت بیمار ہو گئے۔حضور علیہ السلام نے دعا کی تو الہام ہوا ''سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ'' یہی الہام آپؓ کی صحت کا موجب ہوا۔

آپؓ کی شادی بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک رؤیا کے نتیجہ میں ہوئی۔حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ آپؓ کی شادی حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ (مؤلف قاعدہ یسرنا القرآن) کی صاحبزادی صالحہ بیگم سے ہو رہی ہے۔ابھی آپؓ دونوں چھوٹے ہی تھے کہ اس رؤیا کی بناء پر آپؓ کا نکاح ان سے کر دیا گیا۔آپؓ کی شادی کے موقع پر حضرت مصلح موعود

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نظم بھی تحریر فرمائی۔ جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

میاں اسحٰق کی شادی ہوئی ہے آج اے لوگو
ہر اک منہ سے یہی آواز آتی ہے مبارک ہو
دعا کرتا ہوں میں بھی ہاتھ اٹھا کر حق تعالیٰ سے
کہ اپنی خاص رحمت سے وہ اس شادی میں برکت دے

آپؓ سادہ لباس پہنتے تھے اور نہایت سادگی سے رہتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے کپڑے مرمت کے لئے دیئے تو درزی نے کہا کہ اب اس کی مرمت صرف اسی صورت ہوسکتی ہے کہ اس پر پیوند لگایا جائے۔ آپؓ نے فرمایا کہ ''بے شک پیوند لگا دو۔ آنحضورﷺ بھی پیوند لگے کپڑے زیب تن فرمالیتے تھے۔''

آپؓ نے کئی کتب تحریر کی تھیں۔ عام طور پر منطقی انداز تحریر ہوتا اور بڑے بڑے مسائل کو آسانی اور سادہ انداز میں سمجھانے کا خاص ملکہ آپؓ کو حاصل تھا۔ طلباء کو تعلیم بھی اسی طرز پر دیتے تھے کہ طلباء میں سبق سے دلچسپی پیدا ہو جاتی اور مشکل مسائل کو سادہ زبان میں سمجھا دیتے۔

آخری عمر میں آپؓ بیمار رہنے لگے تھے۔ کئی دفعہ علاج کروایا اگر افاقہ ہوتا بھی تھا تو عارضی۔ آپؓ کہا کرتے تھے کہ ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام ''خدا اس کو پنج بار ہلاکت سے بچائے گا۔'' بھی میرے بارہ میں ہے۔'' آپؓ بیماری کے باوجود آرام کی پرواہ کئے بغیر کام میں مصروف رہتے۔ بالآخر 16 ؍مارچ 1944ء کو اچانک بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے۔ آپؓ کو گھر لے جایا گیا اور فوری علاج شروع ہوا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ 17؍مارچ کی شام مغرب کے قریب نبض کمزور ہونے لگی۔ حافظ قدرت اللہ صاحبؓ نے سورۃ یٰسین سنانی شروع کی تو جب اس آیت پر پہنچے ''سَلَامٌ قف قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ'' تو آپؓ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ عجیب اتفاق ہے کہ آپؓ کی صحت کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہی آیت الہام ہوئی تھی اور اسی آیت پر آپؓ کا بابرکت انجام ہوا۔...حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؓ کی وفات پر فرمایا ''میر محمد اسحٰق صاحب خدمات سلسلہ کے لحاظ سے غیر معمولی وجود تھے۔ درحقیقت میرے بعد علمی لحاظ سے جماعت کا فکر اگر کسی کو تھا تو ان کو۔ رات دن قرآن وحدیث لوگوں کو پڑھانا ان کا مشغلہ تھا...''

آپؓ کی چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے تھے۔ بڑی صاحبزادی محترمہ سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ تھیں۔ دوسری صاحبزادی محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ مکرم ملک عمر علی صاحب آف ملتان، تیسری صاحبزادی سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ مکرم میجر سید احمد صاحب اور چوتھی صاحبزادی محترمہ آنسہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم قاضی شوکت محمود صاحب ہیں۔

آپؓ کے صاحبزادوں میں محترم سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم (سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ وسابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)، محترم سید میر مسعود احمد صاحب مرحوم مربی سلسلہ اور محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ نگران ریسرچ سیل اور نگران نور فاؤنڈیشن ہیں۔ خدا کے فضل سے تمام اولاد کو خدمت سلسلہ کی عمدہ توفیق ملی اور مل رہی ہے۔ خدا تعالیٰ ان کی نسلوں میں بھی یہ جذبہ زندہ رکھے۔ آمین

(ماخوذ از حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ مصنف مکرم سید میر قمر سلیمان احمد صاحب صفحہ 10 تا 27)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فرماتے ہیں۔ ''کوئی پرواہ نہیں جتنے سر کٹتے ہیں کٹیں گے۔ لیکن قرآن اور محمد مصطفیٰﷺ سے جماعت کو کوئی دنیا کی طاقت جدا نہیں کرسکتی... خدا تعالیٰ کی عظمت کی قسم کھا کر ہم کہتے ہیں، خدا کے جتنے بھی مقدس نام ہیں ان سب ناموں کی قسم کھا کر کہتے ہیں، ان ناموں کی بھی جو دنیا کو معلوم ہیں اور ان مقدس ناموں کی بھی جن کی کنہ اور جن کی انتہا کا کسی کو کوئی علم نہیں کہ ہم حضرت اقدس محمد مصطفیٰﷺ کے سر سے پاؤں تک عاشق ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی خاک کے بھی عاشق ہیں، اس زندگی پر ہم لعنت بھیجتے ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰﷺ کے تعلق سے عاری ہو۔''

(خطبات طاہر جلد 3 صفحہ 234، 728)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے صاحبزادے

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرمہ سیدہ منورہ سلطانہ صاحبہ۔ Neu-Isenburg
مکرمہ عذرا عباسی صاحبہ۔ Frankfurt

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ''حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی شادی اپنی ماموں زاد حرمت بی بی صاحبہ سے ہوئی۔ جن سے دولڑکے حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ اور صاحبزادہ مرزا فضل احمد صاحب پیدا ہوئے۔ جن کی پیدائش بالترتیب 1853ء اور 1855ء میں ہوئی۔'' (تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 61)

حضرت مسیح موعودؑ کے بڑے بھائی مکرم مرزا غلام قادر صاحب کی اہلیہ کا نام بھی حرمت بی بی صاحبہ تھا۔ جو تائی صاحبہ کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے بڑے بیٹے حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ کو متبنّٰی بنایا ہوا تھا۔ حرمت بی بی صاحبہ نے 1916ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کا الہام '' تائی آئی '' پورا ہوا۔

بچپن ۔ ''سیرت المہدی'' جلد سوم میں مکرم حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ تحریر کرتے ہیں ...'' خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحبؓ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (اپنے والد محترم) سے فارسی کی بعض کتب مثلاً گلستان بوستان اور نحو اور منطق کے ابتدائی رسالے پڑھے تھے، خان بہادر نے مجھے بتایا کہ ان کا معمول تھا کہ میں کتابیں سرہانے رکھ کر سو جایا کرتا تھا، بہت محنتی نہ تھا لیکن سبق سمجھ لیا اور کچھ یاد بھی رکھا۔ حضرت مسیح موعودؑ میرا آموختہ بھی سنا کرتے تھے اور میں بھول بھی جاتا مگر یہ کبھی نہ ہوا کہ پڑھنے کے متعلق مجھ سے ناراض ہوئے ہوں یا مجھے مارا ہو۔''

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ 377 مصنف حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ)

شادی اور اولاد: ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ کی پہلی شادی محترمہ سردار بیگم صاحبہ سے ہوئی ان سے صرف ایک بیٹے حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ 3/ اکتوبر 1890ء میں پیدا ہوئے اور انہیں اپنے دادا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی توفیق مارچ 1906ء میں ملی۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اپنے اس پوتے کی بیعت کے بارے میں 20/ اکتوبر 1899ء کو رؤیا میں خدا تعالیٰ نے خوشخبری دی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحبؓ کی بیعت اور رؤیا کے پورا ہونے پر حضرت مسیح موعودؑ کو بہت خوشی ہوئی۔ بیعت کے دوسرے روز حضورؑ نے اپنے گھر میں ان کی دعوت کی جس میں حضورؑ کے تینوں صاحبزادے اور حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ بھی شامل تھے۔ حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ کا بیان ہے ''دو تخت بچھے ہوئے تھے ان پر ایک چاندنی بچھی ہوئی تھی ہم نے وہاں کھانا کھایا۔ حضرت اماں جانؓ کھانا نکال کر دے رہی تھیں اور حضرت صاحبؑ پاس ہی ٹہل رہے تھے اور جہاں تک مجھے یاد ہے نہایت خوش نظر آتے تھے۔ یقین سے تو نہیں کہہ سکتا مگر یاد آتا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا ''محمود یہ تمہارا بھتیجا ہے''۔

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ نے دوسری شادی محترمہ خورشید بیگم صاحبہ سے کی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت المہدی میں تحریر کرتے ہیں'' ...بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے ...مرزا سلطان احمد کی پہلی بیوی ایمہ ضلع ہوشیار پور کی رہنے والی تھی اور حضرت صاحبؑ اس کو اچھا جانتے تھے۔ مرزا سلطان احمد نے اس بیوی کی زندگی میں ہی مرزا امام الدین کی لڑکی خورشید بیگم سے نکاح ثانی کر لیا تھا۔''

(سیرت المہدی صفحہ 207 روایت 212 مرتبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

محترمہ خورشید بیگم صاحبہ کے بطن سے 15/ جون 1905ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب پیدا ہوئے۔ گویا حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے آپؓ کی زوجہ اول سے دو پوتے صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحبؓ اور صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب پیدا ہو چکے تھے۔ اول الذکر کو حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر اور دوسرے کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی توفیق ملی۔

(سیرت وسوانح حضرت صاحبزادی امتہ السلام صاحبہؓ صفحہ 12 مصنفہ و مرتبہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ)

جب حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے تحصیلداری کا امتحان دیا تو حضرت

مسیح موعودؑ کی خدمت میں پاس ہونے کے لئے بذریعہ خط درخواست کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غصہ آیا کہ ان کو دنیاوی کاموں کی کتنی فکر ہے۔اور وہ خط پڑھتے ہی... چاک کردیا اور دل میں کہا کہ ایک دنیاوی غرض کا اپنے مالک کے سامنے کیا پیش کروں۔اس خط کے چاک کرتے ہی الہام ہوا کہ ''پاس ہوجائے گا'' اور وہ عجیب الہام بھی اکثر لوگوں کو بتلا دیا گیا چنانچہ وہ لڑکا پاس ہوگیا۔ فالحمدللہ (ماخوذ از حیات طیبہ صفحہ 12 مصنف مکرم عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب)

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحبؓ

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ کی حضرت مسیح موعودؑ سے محبت اس روایت سے معلوم ہوتی ہے۔مکرم شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ لائل پوری فرزند اکبر حضرت منشی ظفر احمد کپور تھلویؓ حضرت قمرالانبیاء مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے نام مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں ''جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا تو حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ جالندھر میں ملازم تھے غالباً افسر مال تھے۔ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کا (میرے) والد صاحب سے بڑا تعلق تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب موصوف نے والد صاحب سے فرمایا کہ بروز وصال حضرت مسیح موعود علیہ السلام مَیں جالندھر میں گھوڑے پر سوار جا رہا تھا کہ یکدم بڑے زور سے مجھے الہام ہوا ''ماتم پرسی'' میں اسی وقت گھوڑے سے اُتر آیا اور مجھے بہت غم تھا۔ خیال کیا کہ شاید تائی صاحبہ کا انتقال ہوگیا ہو۔ پھر خیال کیا کہ نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماتم پرسی تو والد صاحب کے متعلق ہی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ میں ڈپٹی کمشنر کے پاس گیا کہ مجھے رخصت چند دن کی دی جائے۔ غالباً والد صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ نہیں ہوسکتا نہ کوئی خبر آئی ہے نہ شائع ہوئی ہے۔ اسی درمیان میں تار آ گیا۔ جس میں والد صاحب کے انتقال کی خبر دی تھی اور ڈپٹی کمشنر کو حیرت ہوئی۔''

(سیرت المہدی جلد دوم صفحہ 338,337 مرتبہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

حضرت صاحبزدہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ''والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گزاری بلکہ فقیر کے طور پر زندگی گزاری''۔ (حیات طیبہ صفحہ 15 مصنف مکرم عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب)

حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے خطبہ جمعہ 20 اپریل 1984ء میں فرمایا ''چنانچہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بہت بعد بیعت کی تھی جبکہ زندگی میں ایمان لے آئے تھے اور اپنے بیٹے حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ کو آپ نے خود نصیحت کی کہ بیعت کرلو اور ایمان لانے کے باوجود بیعت نہیں کرتے تھے جب پوچھا گیا، بعض دوستوں نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ میرا باپ سچا ہے میں تو اس گھر کا پلا ہوا ہوں لیکن میرے اندر کمزوریاں ہیں میرا نفس مجھے شرمندہ کرتا ہے کہ تم اس قابل نہیں کہ اس عظیم باپ کی بیعت کرسکو۔'' (خطبات طاہر جلد سوم صفحہ 219 تا 220)

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ کی بیعت:

کی بیعت: حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ جنہوں نے 1928ء میں اعلان احمدیت کیا تھا۔ اس سال دسمبر 1930ء میں اپنی آخری بیماری کے دوران جبکہ آپؓ صاحب فراش ہوچکے تھے اپنے چھوٹے بھائی حضرت امیرالمومنین مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ الودود کے دست مبارک پر بیعت کرلی اور اس طرح سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مصلح موعود سے متعلق یہ عظیم الشان پیشگوئی کہ ''وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا'' غیر معمولی حالات اور فوق العادت رنگ میں پوری ہوگئی۔ فالحمدللہ

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ

''میں جناب مرزا سلطان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا تھا اور کبھی کبھی سلسلہ احمدیہ کا ذکر بھی ہو جاتا تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وہ دن بھی لے آیا کہ مرزا صاحب موصوف کے اہل بیت کی طرف سے خاکسار کو بلایا گیا۔ تا حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کر کے حضور کو یہاں لے آؤں۔ تا حضور بیعت لے لیں۔ میں نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت مبارک میں حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ کے ہاں تشریف لے چلنے اور ان سے بیعت لے لینے کے لئے عرض کیا۔ حضور اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے ۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ مرزا سلطان احمد صاحب کی چارپائی کے قریب کرسی پر بیٹھ گئے ۔تو میں نے دیکھا کہ دونوں بھائیوں پر خاموشی طاری ہے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دونوں کے دل شرم وحیا سے لبریز ہیں۔ آخر کچھ توقف کے بعد خاکسار نے مرزا صاحب موصوف کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جب آپ بیعت کی خواہش ظاہر فرما چکے ہیں تو اپنا ہاتھ بڑھائیں اور بیعت کر لیں چنانچہ انہوں نے ہاتھ بڑھایا اور بیعت شروع ہوگئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح دھیمی آواز سے بیعت کے الفاظ فرماتے اور مرزا سلطان احمد صاحب ان کو دہراتے جاتے تھے جس وقت یہ الفاظ فرمائے گئے کہ آج میں محمود کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر کے احمدی جماعت میں داخل ہوتا ہوں تو میرے قلب کی عجیب کیفیت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب نظارہ آنکھوں کے سامنے آگیا کہ ایک چھوٹے بھائی کو جو بڑے بھائی سے عمر میں بہت چھوٹا ہے بلکہ اس کی اولاد کے برابر ہے۔ خدا تعالیٰ نے وہ مرتبہ دیا ہے کہ وہ آج اپنے بڑے بھائی سے یہ الفاظ کہلوا رہا ہے کہ آج میں محمود کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا ہوں۔ پھر اس کے بعد یہ الفاظ بھی دہرائے گئے کہ آئندہ بھی ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کروں گا شرک نہیں کروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام دعوؤں پر ایمان رکھوں گا۔ بیعت کے تمام الفاظ ختم ہو جانے پر حسب معمول حضور نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب اور دیگر حاضرین نے بھی ہاتھ اٹھا کر دعا میں شمولیت کی۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 238,237..)

2 /جولائی 1931ء کو آپؓ کی وفات ہوئی۔ اس سے اگلے روز 3 /جولائی کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خطبہ میں فرمایا ''حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام ہے وَلَا نُبْقِیْ لَکَ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا یعنی ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کو جو تیرے لئے شرمندگی اور رسوائی کا موجب ہو سکیں مٹا دیں گے۔ اس الہام کو میں دیکھتا ہوں کہ ان عظیم الشان کلمات الٰہیہ میں سے ہے جو متواتر پورے ہوتے رہتے ہیں اور جن کے ظہور کا ایک لمبا سلسلہ چلا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک اہم اعتراض یہ بھی تھا آپؑ کے رشتہ دار آپؑ کا انکار کرتے ہیں اور پھر خصوصیت سے یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ آپؑ کا ایک لڑکا آپؑ کی بیعت میں شامل نہیں ... میں دوسروں کا تو نہیں کہہ سکتا لیکن میں اپنی نسبت کہہ سکتا ہوں کہ میں نے متواتر اس کثرت سے اس امر میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں کہ میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے ہزار دفعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہوگی اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں بغیر ذرہ بھر مبالغہ کے کہ بیسیوں دفعہ میری سجدہ گاہ آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اس وجہ سے نہیں کہ جس پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ میرا بھائی ہے بلکہ اس وجہ سے کہ جس شخص کے متعلق اعتراض کیا جاتا تھا وہ حضرت مسیح موعودؑ کا بیٹا تھا اور اس وجہ سے کہ یہ اعتراض حضرت مسیح موعودؑ پر پڑتا تھا۔ میں نے ہزاروں مرتبہ دعا کی اور آخر اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ نتیجہ دکھایا کہ مرزا سلطان احمد جو ہماری دوسری والدہ سے بڑے بھائی تھے اور جن کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی وفات کے بعد عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ان کیلئے اب احمدیت میں داخل ہونا ناممکن ہے احمدی ہو گئے۔ ان کا احمدی ہونا ناممکن اس لئے کہا جاتا تھا کہ جس شخص نے اپنے باپ کے زمانہ میں بیعت نہ کی ہو اور پھر ایسے شخص کے زمانہ میں بیعت نہ کی ہو جس کا ادب واحترام اس کے دل میں موجود ہو اس کے متعلق یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی وقت اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کر لے گا لیکن کتنا زبردست اور کتنی عظیم الشان طاقتوں اور قدرتوں والا خدا ہے جس نے حضرت مسیح موعودؑ سے مدتوں پہلے فرما دیا تھا وَلَا نُبْقِیْ لَکَ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا یعنی ہم تیرے اوپر جو اعتراض کئے جاتے ہیں ان کا نشان بھی نہیں رہنے دیں گے بلکہ سب کو مٹا دیں گے....

... مرزا سلطان احمد صاحب ہمیشہ یہ یقین رکھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جھوٹ نہیں بولتے۔ اپنا باپ ہونے کے لحاظ سے نہیں بلکہ فی الواقع ان کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راستبازی گھر کر چکی تھی.... اگرچہ وہ یقین رکھتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جھوٹے نہیں.... دسمبر 1930ء میں انہوں بیعت کی اور چھ مہینوں کے بعد وہ فوت ہوگئے۔ جس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ ان کی بیعت الٰہی تصرف کے ماتحت ہوئی... اس سے پہلے دوست جب انہیں بیعت کے لئے کہتے تو یہی جواب دیتے کہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ سلسلہ سچا ہے مگر مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ قریباً سال بھر ان کی یہ حالت رہی... مجھے ان کے جب یہ خیالات معلوم ہوئے تو میں نے انہیں تحریک کی کہ اپنی احمدیت کا اعلان کر دیں... آخر ایک دن ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب میرے پاس آئے

اور کہنے لگے کہ مرزا سلطان احمد صاحب بیعت کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے کہا ہے میں تو چل نہیں سکتا آپ کو کسی دن فرصت ہو تو میری بیعت لے لیں۔اس دن میری طبیعت اچھی نہ تھی اور میں بیمار تھا مگر میں نے کہا میں ابھی ان کے پاس چلتا ہوں...میں اسی وقت گیا اور انہوں نے میری بیعت کر لی...پس اللہ تعالیٰ کا یہ ایک عظیم الشان فضل ہوا ہے کہ ہمارے رستہ میں جو ایک مُخزیہ تھی اللہ تعالیٰ نے اسے دور کردیا....جو آپ کے بیعت میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے تھی۔اب حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے تقریباً سب آدمی بیعت میں داخل ہو چکے ہیں۔....

(خطبات محمود جلد 13 صفحہ 213,209)

حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحبؓ نہ صرف ایک قابل افسر ہی تھے بلکہ مشہور اہل قلم اور صاحب تصانیف کثیرہ بھی تھے۔چنانچہ آپؓ کی تقریباً 50 کتب زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔

(حیات طیبہ صفحہ 12 مصنف مکرم عبدالقادر سابق سوداگرمل صاحب)

حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ کی اردو ادب کے لیے گرانقدر خدمات: قوت تحریر وزور قلم آپؓ نے حضرت مسیح موعودؑ سے ورثے میں پایا تھا۔پورے ملک ہند کے موقر و بلند پایہ رسائل واخبارات آپؓ کے فلسفیانہ اخلاقی وعلمی مضامین نہایت قدر ومنزلت سے فخریہ شائع کرتے تھے۔اس کے علاوہ آپؓ 74 کے لگ بھگ کتابوں کے مصنف بھی تھے۔آپؓ کا انتقال اردو ادب کے لیے ایک بڑا نقصان تھا۔جو ادبی حلقوں میں بہت محسوس کیا گیا۔مثلاً "ادبی دنیا" کے ایڈیٹر اور شمس العلماء احسان اللہ خان تاجور نجیب آبادی (1894-1951) نے اپنے رسالہ میں آپکی تصویر دے کر یہ نوٹ شائع کیا کہ " دنیائے ادب اس ماہ اردو کے نامور بلند اور فاضل ادیب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب سے بھی محروم ہوگئی، آپ نہایت قابل انشاء پرداز تھے۔اردو کا کوئی حصہ ان کی رشحات قلم سے محروم نہ رہا ہوگا۔قانون وعدالت کی اہم مصروفیتوں کے باوجود بھی مضامین لکھنے کے لیے وقت نکال لیتے تھے۔بہت جلد مضمون لکھتے تھے عدالت میں ذرا سی فرصت ملی تو وہیں ایک مضمون لکھ کر کسی رسالہ کی فرمائش پوری کردی اردو زبان کے بہت سے مضمون نگاروں نے ان کی طرز انشاء کو سامنے رکھ کر لکھنا سیکھا۔افسوس کہ ایسا ہمہ گیر وہمہ رس انشاء پرداز موت کے ہاتھوں نے ہم سے چھین لیا۔مرزا صاحب سیلف میڈ (خودساز) لوگوں میں سے تھے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ نمبر 286، 287 مرتبہ محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب)

انجمن حمایت اسلام کے ترجمان "حمایت اسلام" 9/جولائی 1931ء نے لکھا" یہ خبر بڑے حزن وملال کے ساتھ سنائی جائے گی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑے صاحبزادے خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب جو پراونشل سول سروس کے ایک ہردلعزیز اور نیک نام افسر تھے۔اس جہانِ فانی سے رحلت کرگئے۔خان بہادر صاحب مرحوم نے علم وادب پر جو احسانات کئے ہیں وہ کبھی آسانی سے فراموش نہیں کئے جاسکتے ان کے شغف علمی کا اس امر سے پتہ چل سکتا ہے کہ وہ ملازمت کی انتہائی مصروفیتوں کے باوجود گراں بہا مضامین کے سلسلے میں پیہم جگر کاری کرتے رہے۔ہمیں مرحوم کے عزیزوں اور دوستوں سے دلی ہمدردی ہے۔باری تعالیٰ مرحوم کو فردوس کی نعمتیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔"

(از تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ نمبر 287 مرتبہ محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب)

"سیاست جدید" (کانپور) حال ہی میں لکھتا ہے"...اس بیسویں صدی کے شروع کے بیس سالوں میں اردو کے کسی بھی قابلِ ذکر رسالہ کو اٹھا کر دیکھ لیجئے۔اس کے مضمون نگاروں میں مرزا سلطان احمد کا نام ضرور نظر آئے گا۔عمومی، علمی وفلسفیانہ موضوعوں پر قلم اٹھاتے تھے۔ان کے مضامین عام اور عوامی سطح سے بلند اور سنجیدہ مذاق والوں کے کام کے ہوتے تھے۔رسالہ الناظر مشہور زمانہ کانپور...ادیب الہ آباد، مخزنِ لاہور، پنجاب لاہور وغیرہ میں ان کی گلکاریاں نظر آتی تھیں۔...(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 288 پرانا ایڈیشن جلد 6)

جناب فقیر سید وحیدالدین صاحب لکھتے ہیں...سرکاری ملازمت میں انہوں نے اپنے فرائض بڑی محنت، ذہانت اور دیانت داری سے سرانجام دیئے جس جگہ بھی رہے نیک نام رہے بالادست افسر بھی خوش ماتحت عملہ اور اہل معاملہ عوام بھی مطمئن۔وہ اپنی ان خوبیوں کے سہارے ترقی کرتے کرتے ڈپٹی کمشنر کے عہدے تک پہنچے۔جو اس زمانے میں ایک ہندوستانی کی معراج تھی۔سادہ لباس، سادہ طبیعت، انکسار اور مروت ان کے مزاج کا خاصہ تھا۔ان کی ذات کے جوہر اس وقت پوری طرح نمایاں ہو کر سامنے آئے، جب وہ ریاست بہاول پور کے وزیر بنا کر بھیجے گئے۔کوٹھی میں داخل ہوتے ہی ملازمین سے کہا "سلطان احمد اس ٹھاٹھ باٹھ اور ساز وسامان کا عادی نہیں ہے۔" چنانچہ ان کے کہنے سے تمام اعلیٰ قسم کا فرنیچر اور ساز وسامان اکٹھا کر کے ایک کمرے میں منتقل کردیا گیا۔انہوں نے رہنے کے لئے صرف ایک کمرہ منتخب کیا۔نمائش اور دکھاوا تو ان کو آتا ہی نہیں تھا۔لباس اور رہائش کی طرح کھانا بھی سادہ کھاتے۔

جب ملازمت سے ان کے سبکدوش (ریٹائر) ہونے کا وقت آیا تو انہی دنوں پہلی جنگ عظیم کے اختتام کے بعد حکومت کے خلاف... ہنگامے شروع ہوگئے۔...مرزا سلطان احمد گوجرانوالہ میں ڈپٹی کمشنر تھے۔وہاں سب سے

بقیہ حصہ صفحہ 181 پر ملاحظہ فرمائیں

حُبِّ خداوندی اور عشقِ رسولؐ سے لبریز دل، ہمدردیٔ خلقِ خدا سے پُر وجود اور صفائی اور سلیقہ مندی کی جیتی جاگتی تصویر

حضرت سیّدہ سرور سلطان بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
اہلیہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرمہ حفصہ فردوس انوری صاحبہ۔ Obertshausen

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کی خواتین مبارکہ میں سے ایک نام حضرت سیّدہ سرور سلطان بیگم صاحبہؓ ہے۔ آپؓ حضرت مسیح موعودؑ کی منجھلی بہوتھیں یعنی آپؑ کے منجھلے بیٹے حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحبؓ کے عقد میں آئیں۔ حضرت سیّدہ صاحبہ حضرت مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوریؓ کی صاحبزادی تھیں، جو کہ حضرت اقدسؑ کے مریدِ خاص اور نہایت عابد وزاہد بزرگ تھے اور حضورؑ کے ساتھ بڑا اخلاص اور عقیدت رکھتے تھے۔ حضورؑ نے اپنی تصنیف ''ازالہ اوہام'' میں آپؓ کے ایمان واخلاص اور ایثار وقربانی کا خاص ذکر فرما کر آپ کو ان تعریفی کلمات سے نوازا ہے، ''حُبی فی اللہ مولوی غلام حسن صاحب پشاوری اس وقت لودھیانہ میں میرے پاس موجود ہیں۔ محض ملاقات کی غرض سے پشاور سے تشریف لائے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ وفادار مخلص ہیں اور لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ میں داخل ہیں۔ جوشِ ہمدردی کی راہ سے دو روپیہ ماہواری چندہ دیتے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ بہت جلد للّٰہی راہوں اور دینی معارف میں ترقی کریں گے کیونکہ فطرت نورانی رکھتے ہیں۔'' (بحوالہ ازالہ اوہام حصہ دوم، صفحہ 540)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب حضرت مولوی غلام حسن پشاوریؓ کے خاندان میں اپنے بیٹے حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کا رشتہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپؑ نے پہلے یہ دریافت فرمایا کہ ان کی اولاد کتنی ہے۔ یہ معلوم ہونے پر کہ اُن کے سات لڑکے ہیں تو آپؑ نے حضرت مولوی صاحبؓ کو جو خط پشاور لکھا اس کا مضمون یہ تھا:۔

''اس سے پہلے اخویم مولوی عبدالکریم صاحب نے برخوردار محمود احمد کے رشتہ ناطہ کے لئے عام دوستوں میں تحریک کی تھی اور آپ کے خط کے پہنچنے سے پہلے ایک دوست نے اپنی لڑکی کے لئے لکھا اور محمود نے اس تعلق کو قبول کر لیا۔ بعد اس کے آج تک میرے دل میں تھا کہ بشیر احمد اپنے درمیانی لڑکے کے لئے تحریک کروں جس کی عمر دس برس کی ہے اور صحت اور متانت مزاج اور ہر ایک بات میں اُس کے آثار اچھے معلوم ہوتے ہیں اور آپ کی تحریر کے موافق عمریں بھی باہم ملتی ہیں۔ اس لئے یہ خط آپ کو لکھتا ہوں اور میں قریب ایام میں اس بارہ میں استخارہ بھی کروں گا اور بصورت رضامندی یہ ضروری ہوگا کہ ہمارے خاندان کے طریق کے موافق آپ لڑکی کو ضروریاتِ علمِ دین سے مطلع فرمادیں اور اس قدر علم ہو کہ قرآن شریف باترجمہ پڑھ لے، نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اور حج کے مسائل سے باخبر ہو اور نیز باآسانی خط لکھ سکے اور لڑکی کے نام سے مطلع فرمادیں اور اس خط کے جواب سے اطلاع بخشیں۔ زیادہ خیریت ہے۔''

(سیرۃ وسوانح حضرت سیدہ سرور سلطان صاحبہؓ مصنفہ ومرتبہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 8)

حضور اقدسؑ کا والا نامہ پہنچنے پر جناب مولوی صاحب نے اس تعلق کو اپنی بہت بڑی سعادت سمجھا اور فوراً حضورؑ کی خدمت میں اپنی رضامندی کا خط لکھ دیا۔ اس طرح حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کا نکاح حضرت سیّدہ سرور سلطان بیگم صاحبہؓ کے ساتھ حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ (خلیفۃ المسیح الاوّلؓ) نے 12 ستمبر 1902ء کو پڑھایا۔ خطبہ نکاح کے آخر میں حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحبؓ نے فرمایا ''اس کے بعد میں اللہ کے فضل وکرم پر بھروسہ کر کے اس ایجاب وقبول کا اقرار کراتا ہوں۔ میاں بشیر احمد صاحب جو اللہ تعالیٰ کے پیغام اور اطلاع کے موافق دنیا

میں آئے ہیں، ان کا نکاح مولوی غلام حسین صاحب کی لڑکی سے جن کا نام سرور سلطان ہے (اللہ اس کے نام میں بڑی برکت نازل کرے آمین)۔ ایک ہزار مہر کے قرار پایا ہے اور میں دعا کرتا ہوں اور میری دعاؤں سے بڑھ کر ہمارے امام کی دعائیں اس کے حق میں ہوں کہ جب اس کی ساس نور کے بچے جننے والی ہوئی ہے ایسے ہی اور برکت کا وہ باعث ہو... آمین...۔''

(خطبات نور صفحہ 110 ایڈیشن چہارم)

اس مبارک تقریب کے موقع پر قادیان کے سب احمدی موجود تھے۔ بعض احباب کو حضرت مسیح موعودؑ نے باہر سے بھی بلایا ہوا تھا حضرت اقدسؑ نے بہت عمدہ اور اعلیٰ قسم کے چھوہارے نکاح کے وقت تقسیم کرنے کے لئے امرتسر سے منگوائے تھے جو خطبہ نکاح کے بعد حاضرین مجلس میں تقسیم کیے گئے۔ چھوہاروں کے علاوہ حضورؑ نے حاضرین کے لئے چائے کا بھی انتظام فرمایا تھا۔ اس وقت اخبار الحکم کے ایڈیٹر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب ترابؓ نے اخبار کا ایک خاص نمبر شائع کیا جس میں انہوں نے اس بابرکت تقریب کی تمام کیفیت تفصیل کے ساتھ رقم فرمائی... ''آخر 1906ء میں جبکہ حضرت میاں صاحب کی عمر 13 برس کی ہوگئی تو حضرت مسیح موعودؑ نے مئی 1906ء میں آپ کی شادی کر دی اور دلہن قادیان آ گئی۔ بارات قادیان سے 10 رمئی کو صبح کے وقت روانہ ہوئی اور چھ دن بعد 16 رمئی 1906ء کو بعد دوپہر واپس آ گئی۔ یہ بارات حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحبؓ کی قیادت میں پشاور گئی تھی۔ محترم بھائی حضرت میاں بشیر الدین محمود احمد بھی ساتھ گئے تھے اور مولوی سید سرور شاہ صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب اور کئی دوسرے بزرگ بھی ہمراہ گئے تھے۔''
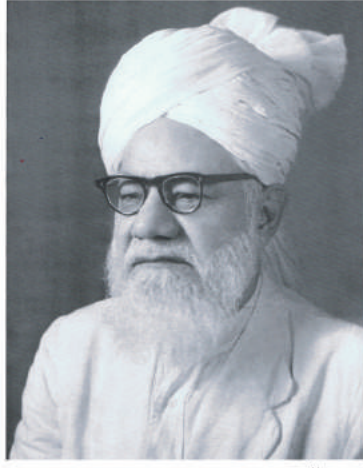
(سیرۃ و سوانح حضرت سیدہ سرور سلطان صاحبہؓ مصنفہ و مرتبہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 13)

اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت سرور سلطان بیگم صاحبہؓ کو سات بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں جن میں سے دو بیٹے صغر سنی میں فوت ہو گئے۔

حضرت سیّدہ سرور سلطان بیگم صاحبہؓ کی سمجھ بوجھ اور عقلمندی کے بارہ میں حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں ''منجھلی بھابی جان بیاہ کر آئیں تو نہ معاشرت نہ طور طریق نہ وضع لباس وغیرہ نہ زبان کچھ بھی مشترک نہ تھا۔ پھر نادان کم عمر تھیں وہ بیچاری بھی۔ کئی بار اگر وہ تعلقات بگاڑنے والے ہوتے تو بگڑ سکتے تھے۔ مگر ایسی خوش اسلوبی سے نبھایا کہ ایسے نمونے ملنے مشکل ہیں۔''

قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ

حضرت سیّدہ سرور سلطان بیگم صاحبہؓ بہت صفائی پسند تھیں۔ بلکہ دوسروں کے متعلق بھی یہی چاہتیں کہ وہ بھی صفائی پسند ہوں۔ چنانچہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ فرماتی ہیں ''حضرت امّاں جانؓ قادیان میں روزانہ صبح کو سیر کے لئے جاتیں۔ کبھی کسی کے گھر کبھی کسی کے گھر راستے میں رک جاتیں۔ آپؓ کے ساتھ کبھی ہم، کبھی گھر کی کوئی اور خاتون ہو جاتیں۔ راستے سے اور خواتین بھی ساتھ ہو جاتیں۔ آپؓ گھروں میں سلیقہ طریقہ صفائی ستھرائی کی تلقین کرتیں۔ کبھی حضرت چچی جان ام مظفر صاحبہؓ بھی حضرت امّاں جانؓ کے ساتھ چل پڑتیں۔ حضرت چچی جانؓ کو صفائی ستھرائی کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ وہ گھروں میں خود بستر ٹھیک سے بچھواتیں۔ چارپائیاں کسواتیں، گھر کی چیزیں ٹھیک طرح رکھواتیں بلکہ خود کرنے لگتیں کہ گھر والے شرمندہ ہو جاتے۔''

اسی طرح فرماتی ہیں کہ ''حضرت امّاں جانؓ کے پیش نظر گھر والوں کی تربیت کرنا ہوتی، جس میں چچی جانؓ پیش پیش ہوتیں۔ بلکہ اماں جانؓ تو کہتیں کہ ''سرور سلطان کو وہم کی حد تک صفائی کی عادت ہے۔'' گھر بستر الماریاں صندوق، صحن اور باورچی خانہ اس طرح صاف رکھتیں کہ مزہ ہی آ جاتا۔ خود اپنے ہاتھ سے کام کرتیں۔ اسی طرح ان کی بیٹیاں بھی صفائی پسند ہیں۔ صاحبزادی صاحبہ آپؓ کے متعلق یہ بھی تحریر کرتی ہیں کہ آپؓ کو سیر کی بڑی عادت تھی اور باقاعدگی سے جاتی تھیں۔ بیگم ولی اللہ شاہ صاحب کے ساتھ لمبی سیر کر کے آتیں۔ ان سے بڑی دوستی تھی وہ دوستی آج بھی ان کے بچوں میں قائم ہے۔ محبت پیار اور احترام کا رشتہ ابھی تک چل رہا ہے۔ بلکہ بچوں کی کئی عادات بھی ایک جیسی ہی ہیں۔ صاحبزادی صاحبہ نے پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا ''حضرت چچی جان اُم مظفر

احمد سرور سلطان جہاں صاحبہؓ بہت مخیّر تھیں ۔لیکن نہایت ہی سادہ۔ پٹھانوں کا تو بہت ہی خیال رکھتی تھیں ۔ان کے ہاں سرحد، مردان اور پشاور کے کئی پٹھان لڑکے پڑھنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ان کا خاص خیال رکھتیں ۔ان کے لئے اسی طرز کے ٹرے، کپ، چائے دانیاں رکھی ہوتیں جس میں ان کی تواضع کے لئے اسی طریقے سے چائے وغیرہ بھجواتیں اور اسی طرح جو گھرانے قادیان میں آباد تھے یا جو بچے قادیان بورڈنگ میں پڑھتے تھے ان کا بھی خیال رکھتیں ۔آپؓ فارسی بولتی تھیں ۔نانی جان حضرت اماں جیؓ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات پر فارسی میں ایک مضمون لکھا کیونکہ آپؓ ان سے بہت محبت کرتی تھیں ۔پہلے پہل جب قادیان میں آپؓ نئی نئی آئی تھیں ۔اس وقت جب آپؓ گھبراتیں تو ان کے ہاں چلی جاتیں ۔جلدی جلدی فارسی میں باتیں کرتیں اور واپس چلی آتیں ۔سبز چائے جو ہر وقت تیار رہتی تھی ۔بعض وقت اماں جیؓ کے گھر بھجوا دیتیں اور جب گرمی کا موسم ہوتا تو سوڈا واٹر بھجواتیں ۔'' مزید آپؓ کی سیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے صاحبزادی امتہ الرشید صاحبہ تحریر فرماتی ہیں کہ ''چچی جان حضرت ام مظفر احمد صاحبہؓ نے قادیان کے لوگوں سے بہت پیار بڑھایا ہوا تھا ۔اس طرح گھل مل گئی تھیں کہ جیسے وہاں کی ہی پلی بڑھی ہوں ۔سب سے اچھی طرح ملتیں ۔سب کا خیال رکھتیں ۔وہاں ایک پٹھان گھرانے سے بہت دوستی تھی ۔حضرت لال پریؓ ان کا نام تھا ۔وہ بھی فارسی بولتی تھیں ۔سارا سارا دن آپؓ کے پاس ہی رہتیں ۔غرض (چچی ۔ناقل) سب سے حسن سلوک کرتیں ۔ان کو خاندان مسیح موعودؑ کی خدمت کی بہت توفیق ملی ہے ۔''

حضرت سیدہ صاحبہؓ کے سب سے بڑے فرزند حضرت صاحبزادہ مظفر احمد صاحب اپنی والدہ محترمہ کی سیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: '' آپ کا حضرت اماں جانؓ سے گہری عقیدت اور احترام کا تعلق تھا ۔ صبح کے ناشتے اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو کر جب ابا جان دفتر چلے جاتے اور بچے سکول تو ان کا قریباً روزانہ کا معمول تھا کہ دوپہر کے کھانے تک اماں جانؓ کی پاکیزہ صحبت میں وقت گزارتیں ۔حضرت اماں جانؓ فرمایا کرتی تھیں میرے دل میں سرور سلطان کی بہت قدر ہے یہ میرے بیٹے کا بہت خیال رکھتی ہیں ۔''

(سیرۃ وسوانح حضرت سیدہ سرور سلطان صاحبہؓ مصنفہ ومرتبہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 544)

حضرت مسیح موعودؑ کے لئے دلی عزت واحترام آپؓ کے والد حضرت مولوی غلام حسن خان صاحبؓ پشاوری نے کچھ اس طرح سے آپؓ کے ذہن میں ڈال دیا تھا کہ اس چھوٹی سی عمر میں اپنے والد کی سمجھائی ہوئی یہ باتیں ان کی رگ رگ میں سرایت کر گئیں ۔اس بارے میں آپؓ کے نواسے صاحبزادہ محمود احمد خان تحریر کرتے ہیں کہ ''میری نانی حضرت اُم مظفرؓ جن کو ہم سب اماں کہہ کر پکارتے تھے، نہایت سادہ طبیعت اور ایک انوکھا سا حجاب رکھتی تھیں ۔اس لئے ان کو اپنے بارے میں گفتگو کرتے بہت کم دیکھنے میں آیا ۔میرے نانا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یہ بات کئی مرتبہ بتائی جس کی تصدیق میں نے اپنی نانی سے بھی کی، وہ بتاتی تھیں کہ ''میری عمر بہت چھوٹی تھی جب بیاہ کر قادیان آ گئی تھی ۔میرے والد اس قدر اور بار بار تاکید حضرت اقدسؑ کے احترام کے بارے میں کرتے اور باریک تفصیل کے ساتھ ذہن نشین کروانے کی کوشش کرتے کہ جب بھی حضورؑ تشریف لائیں تو تم نے احتراماً کھڑے ہونا ہے، ہر بار، اور اگر واپس جاتے وقت پھر پلٹ کر واپس ہوئے ہیں تو دوبارہ کھڑے ہونا ہے ۔ یہ تاکید اتنی دفعہ کی کہ میرے لئے بتانا مشکل ہے ۔چنانچہ جب حضورؑ پہلی بار ہمارے کمرے میں تشریف لائے تو اس وقت میں چارپائی پر ہی کھڑی ہو گئی ۔حضورؑ مسکرا کر باہر تشریف لے گئے ۔'' میرے نانا حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس واقعہ کا ذکر بہت پیار سے کیا کرتے تھے اور آنکھوں میں ایک خاص اظہار ہوا کرتا تھا جب بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ۔

محترمہ امتہ القیوم ناصرہ صاحبہ حال مقیم جرمنی جنہیں قادیان میں اور پھر ربوہ میں حضرت ام مظفر احمد صاحبہؓ کی پاک اور بابرکت صحبت سے فیضیاب ہونے کا اکثر موقع ملتا رہا، حضرت سیدہ سرور سلطان صاحبہؓ کے بارے میں فرماتی ہیں ''حضرت بی بی صاحبہؓ ام مظفر حضرت اماں جانؓ کے رنگ میں رنگین تھیں ۔انہوں نے آپؓ کی تربیت سے بہت حصہ پایا ۔ان کا اٹھنا بیٹھنا لباس، وضع قطع حضرت اماں جانؓ کی اپنائی ۔تنگ پائجامہ اور کرتا ہی ہمیشہ آپؓ نے پہنا ۔حضرت اماں جانؓ کی سب بہوئیں یہی لباس زیب تن کرتی تھیں ۔آپؓ حضرت اماں جانؓ کا بے حد ادب واحترام کرتیں ۔ساس بہو لگتی نہ تھیں نفس لباس تھا آپؓ کا ۔روزانہ عصر کے وقت نہا دھو کر تیار ہوتیں ۔لباس سادہ لیکن عمدہ رنگوں کا پہنتیں ۔گرمیوں میں لون اور لٹھا کو

مختلف رنگ دے کر مائع لگا کر خوب بنا سنوار کر پہنتیں جو بہت پیارا لگتا۔ بہت خوبصورت نین نقش تھے۔ آپؓ کو سسرال سے اتنی شفقت و محبت ملی کہ آپؓ اپنا میکہ بھول ہی گئیں۔ حضرت اماں جانؓ کا رنگ آپؓ پر تھا۔ ان کے ساتھ آپؓ کے دل کے تار جڑے ہوئے تھے آپؓ اپنے گھر بچوں اور میاں کے ساتھ محو اور خوش تھیں۔... گھر سادہ اور خوب صاف ستھرا رکھتیں۔''

پھر وہ کتنی اچھی ساس تھیں اور ان کا سلوک اپنی بہوؤں کے ساتھ ایک ماں سے بھی زیادہ تھا۔ کتنی وقت کی پابند، نفیس مزاج، سگھڑ اور سلیقہ شعار تھیں ان سب باتوں پر بھی محترمہ امۃ القیوم ناصرہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ ''بہوؤں سے بہت عمدہ سلوک تھا آپؓ ان کا بہت خیال رکھتیں۔ ایک دفعہ حضرت مرزا مظفر احمد صاحب اور صاحبزادی بی بی امۃ القیوم صاحبہ آپؓ کے گھر آئے ہوئے تھے گھر میں بڑی رونق تھی آپؓ بہت خوش تھیں۔ آپؓ اپنا کام معمول کے مطابق خود کر لیتیں اور ذرا برا محسوس نہ کرتیں نہ بہوؤں پر ڈالتیں۔ حضرت صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ جو آپؓ کی چھوٹی بہو ہیں اوپر اسی گھر کے اوپر منزل پر رہتیں وہ کھانے کے وقت تیار ہو کر نیچے آ جاتے۔ کبھی نہیں دیکھا کہ آپؓ اوپر دیکھنے گئی ہوں کہ دیکھیں بہو کیا کر رہی ہے کس طرح رہتی ہے؟ کبھی جستجو نہیں کی۔ اس طرح آپؓ کا بہت عمدہ نمونہ تھا۔ حضرت میاں صاحبؓ بھی بہوؤں کا بہت خیال رکھتے۔ ایک دفعہ بوآ صفیہ بیگم (بوبے بی) آئی ہوئی تھیں۔ واپس لاہور جانا تھا حضرت میاں صاحبؓ کو مشکل بنی ہوئی تھی بار بار فرماتے جلدی کریں جلدی جائیں شام ہونے والی ہے سخت فکر مند تھے ساتھ ساتھ تیاری کی نگرانی بھی فرما رہے تھے۔ آپؓ کو کبھی کسی بہو کا شکوہ کرتے نہیں سنا۔ گھر کے کام کاج خود کر لیتیں کسی کو نہ کہتیں۔ خدا کے فضل سے بہوئیں بھی نیک متقی مخلص ہیں۔''

بچوں کی تربیت آپؓ نے کس طرح کی۔ اس بارے میں اولاد سے زیادہ بہتر کون بیان کر سکتا ہے۔ اس ذکر میں آپؓ کے بیٹے صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب تحریر کرتے ہیں ''اماں اپنے ہاتھ سے کام بڑے شوق سے کرتیں، ہمارے بچپن کے ایام قادیان کی زندگی بڑی پرسکون اور سادہ تھی۔ مجھے یاد ہے کہ سکول جانے سے پہلے اماں خود بچوں کے لئے ناشتہ تیار کرتیں۔ چائے پشاوری روغنی پیالیوں میں پراٹھوں کے ساتھ یا رس بکرم کے ساتھ۔ چولہے کے اردگرد پیڑھیوں پر بیٹھے ہمیں ناشتہ کراتیں اور سکول جانے سے پہلے دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتیں۔ چولہے مٹی کے ہوتے تھے جس میں لکڑی جلتی تھی اور یہ عمل بڑی محنت چاہتا تھا، لکڑی اکثر گیلی ہوتی اور باورچی خانہ دھوئیں سے بھر جاتا تھا۔ بچوں کی بیماری میں ان کا بہت خیال رکھتیں دوائی پلاتے وقت یا شافی یا کافی کچھ اس سوز اور درد سے کہتیں کہ ان کی یہ دعائیہ آواز آج بھی برسوں بعد میرے کانوں میں گونج جاتی ہے، اور اب بھی دوائی کھاتے وقت بے اختیار یہ دعائیہ کلمات خاموشی سے زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔''

اسی طرح حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ بچوں کی تربیت کے معاملے میں کس طرح حضرت سیدہ بی بی صاحبہؓ کے ساتھ شریک رہتے تھے۔ اسکے متعلق محترمہ امۃ القیوم ناصرہ صاحبہ والدہ طاہر احمد ساکن فرینکفرٹ یوں بیان فرماتی ہیں ''آپؓ کے اخلاق اتنے اعلیٰ تھے کہ آپؓ ہم سب سے بچوں کی طرح پیار کرتے اور بے تکلف گفتگو فرما لیتے۔ بچوں کی تربیت کے بارے میں آپؓ کا ایک دلچسپ واقعہ یاد آ رہا ہے۔ آپؓ نے اپنے ایک صاحبزادے کے بارے میں بتایا کہ جب وہ چھوٹے تھے تو اکثر کھانے کے وقت ناراض ہو کر، روٹھ کر بیٹھ جاتے۔ بی بی صاحبہؓ ان کو مناتیں راضی کرتیں پھر کھانا کھاتے۔ ایک دن آپؓ نے بی بی صاحبہ کو منع کیا کہ آج آپ اس کو نہ منائیں، نہ ہی اس کی طرف توجہ کرنی ہے اور نہ کھانے کو کہنا ہے۔ چنانچہ سب کھانا کھاتے رہے۔ یہ منہ بنائے بیٹھے انتظار کرتے رہے کہ کوئی ان کو منائے۔ جب دیکھا کہ کوئی نہیں پوچھ رہا تو خود ہی پیچھے سے آ کر اپنی ماں کے ساتھ لپٹ کر کہنے لگے، ''اماں میں رُسیا ہو یا آں''۔ بی بی صاحبہؓ نے غالباً کہا ''اچھا روسیا ای رہو'' پھر انہوں نے کھانا کھا لیا اور روٹھنا چھوڑ دیا۔'' اس طرح آپؓ دونوں نہ صرف اپنے بچوں کی تربیت فرماتے بلکہ ملنے والوں اور گھر کے ملازمین کے بچوں کی بھی تربیت فرماتے۔

آپؓ نے غریب خواتین کا ہمیشہ خیال رکھا۔ غریبوں کے گھروں میں ان کا حال احوال پوچھنے، ان کی دلجوئی اور تسلی کے لئے ان کے برابر بیٹھ جاتیں۔ ان کی ضروریات کو حتی الوسع پوری کرنے کی کوشش کرتیں۔

آپؓ نے کئی یتیم بچوں کی پرورش کی۔ کئی لوگوں کی خبر گیری کو اپنی ذمہ داری

بنا لیا تھا۔ جہاں غریب بچوں کی شادیاں کروائیں ۔وہاں غریبوں کی بیماریوں کے خرچ بھی اٹھائے ۔ان کی تیمارداری بھی کی۔اس سلسلہ میں حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری تحریر فرماتے ہیں ''آپؓ کو ذاتی فضائل واوصاف کے علاوہ ایک بڑی خوبی یہ حاصل تھی کہ آپؓ قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی زوجہ کریمہ تھیں۔ان کی زوجیت میں انہیں جماعت کی بہت سی خواتین سے حسنِ سلوک کا موقع ملتا رہا ہے۔غریب خواتین بالعموم آپؓ کے پاس اپنی ضروریات کا ذکر کرتی تھیں اور آپؓ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا ہمدرد دل عطا فرمایا تھا۔آپؓ حتی الوسع ہر بہن کی بات بڑی توجہ سے سنتی تھیں ۔اور بڑی شفقت سے پیش آتی تھیں ۔مجھے میری اہلیہ صاحبہ نے بتایا ہے کہ جب کبھی ہم حضرت اُم مظفر احمدؓ صاحب کو ملنے گئیں تو وہاں کئی غریب عورتیں ان کے پاس اپنی ضروریات کا ذکر کر رہی ہوتی تھیں اور آپؓ ان سب کی باتیں بڑی محبت سے سنا کرتی تھیں اور ان سے ملنے سے بہت خوش ہوتی تھیں ۔یہ بات بھی آپؓ کی عادات میں داخل تھی کہ ملنے کے لئے آنے والی خواتین سے بڑے احترام سے پیش آتی تھیں، یہی وجہ تھی کہ مستورات بڑے شوق سے ان کی ملاقات کے لئے جاتی تھیں''۔

اسی طرح آپؓ نے مکرم مقصود احمد عرف سُودے (جن کی والدہ احمدہ بی بی صاحبہ نے سیّدہ اُم مظفر احمدؓ صاحبہ کا بہت خیال رکھا اور آپؓ کی بیماری میں خدمت کا پورا پورا حق ادا کیا) کو اپنے منہ بولے بیٹے کا درجہ دیا اور احمدہ بی بی صاحبہ کے دوسرے بچوں سے بھی ہمیشہ محبت کا سلوک رکھا۔

محترمہ امتہ القیوم ناصرہ صاحبہ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب اور آپ کی بیگم حضرت سیّدہ اُم مظفر صاحبہؓ کے بارے میں بھی کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا گھر ایک خوشیوں کا گہوارا تھا۔دونوں میں بہت محبت اور احترام کا تعلق تھا۔حضرت سیدہ بی بی صاحبہؓ حضرت میاں صاحبؓ کے لباس کا خود اچھی طرح خیال رکھتیں۔نوکروں پر یا بچوں پر نہ چھوڑتیں۔وہ اپنے گھر میں بہت خوش تھیں۔ان کی اپنی ایک بادشاہی تھی۔کبھی پریشان حال نہیں دکھائی دیتی تھیں۔خاموشی کے ساتھ دعاؤں میں مصروف رہتیں۔گھر کے اچھے اور پاکیزہ ماحول میں حضرت میاں صاحبؓ بھی بہت خوش تھے۔بچوں کے ہلکے پھلکے مذاق پر دونوں ان کے مذاق میں شریک ہو کر ان کے ساتھ ہنستے مسکراتے۔ان کی خوشیوں میں شریک ہوتے۔جب سارے اکٹھے بیٹھتے تو مزاحیہ گفتگو بھی ہوتی اور آپؓ سیّدہ بی بی صاحبہؓ بہت پر لطف قہقہے لگایا کرتیں۔آپ دونوں میاں بیوی کی محبت مثالی تھی۔گویا ایک جان دو قالب کی طرح تھے۔ایک کو تکلیف ہوتی تو دوسرے کی حالت دیکھ کر ایسا لگتا کہ بیمار سے زیادہ تکلیف میں ہے۔میاں صاحبؓ بیمار ہیں تو حضرت بی بی صاحبہؓ ان کے ہسپتال جانے کی تیاری کے ساتھ ساتھ رو بھی رہی ہیں اور دعائیں بھی کر رہی ہیں۔ حضرت میاں صاحبؓ کا حضرت بیگم صاحبہؓ کی بیماری میں یہ حال تھا کہ الفضل میں دعا کے لئے درد بھرے اعلان دیتے اور نہایت انکساری سے جماعت کو ان کی کامل شفا کی درخواست کرتے۔

حضرت سیّدہ بی بی صاحبہؓ کی عنایتوں اور محبتوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ تحریر کرتی ہیں'' جماعت کے ساتھ بے حد محبت اور دلجوئی کا سلوک تھا۔ میں سیرالیون سے جب واپس آئی آپؓ کے ہاں ملنے گئی بہت خوش ہوئیں۔ گیلری میں محترمہ خالہ لال پری صاحبہ مونگ پھلی چھیل رہی تھیں ۔میں بھی چھیلنے لگی۔آپؓ نے دیکھا تو بڑی محبت سے فرمایا''لال پری تسی ساڈھے مماناں نوں کیوں کم تے لا لیا اے''(یعنی آپ نے ہمارے مہمانوں کو کیوں کام پر لگا لیا ہے)۔میں نے عرض کی کہ میں مہمان تو نہیں ہوں۔ فرمایا نہیں ابھی آپ مہمان ہیں ،یہ سردیاں تھیں ۔ان دنوں خشک میوہ کی کھچڑی بنا کر مہمانوں کے لئے رکھتے تھے۔پھر فرمایا اچھا ہم آپ کی کیا خاطر کریں۔آپ نے اپنی الماری کھول کر خشک میوہ چلغوزے ،اخروٹ نکال کر طاہر احمد (آپ کا بیٹا۔ناقل) کو دیئے۔آپ ملنے کے لئے آنے والوں کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور رکھتیں۔''

''حضرت میاں صاحبؓ بچوں بڑوں سب کی تربیت کا بہت خیال رکھتے۔ آپؓ آنحضرت ﷺ پر دل و جان سے قربان تھے۔آپؐ کے مبارک نام کے ساتھ'' فداہٗ نفسی'' لکھا کرتے تھے۔ایک دن میں اپنے بیٹے طاہر احمد کے ساتھ آپ کے گھر گئی، اُس دن جمعہ حضرت مصلح موعودؓ نے پڑھایا تھا۔میرے بیٹے نے مجھ سے پوچھا''امی کیا حضور سب سے بڑے ہیں؟''میں نے جواب دیا'' نہیں حضرت مسیح موعودؑ سب سے بڑے ہیں۔''اور یہ بات میں حضرت میاں صاحبؓ کے گھر داخل ہوتے ہوئے

کہہ رہی تھی۔ میاں صاحبؓ نے اس بات کو سن لیا کیونکہ آپؓ کا کمرہ گھر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے آتا تھا۔ میں کمرہ میں داخل ہوئی، سلام عرض کیا۔ آپ نے فوراً فرمایا ''بیٹا ادھر آؤ۔ تمہاری امی تمہیں غلط بتا رہی ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ سب سے بڑے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ بڑے نہیں ہیں۔ وہ تو آپ ﷺ کے ادنیٰ خادم ہیں۔'' کچھ اور بھی وضاحت فرمائی۔

آپؓ کے بڑے بیٹے مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب آپؓ کے نہایت عبادت گزار ہونے کے متعلق تحریر کرتے ہیں ''اماں نماز، روزہ، تلاوت قرآن کریم کی سختی سے پابند تھیں۔ ان کی ان عبادات کے سینکڑوں نظارے میرے بچپن کے ایام سے ہی میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔''

اسی سلسلہ میں مکرم سُودے خان صاحب (جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) بیان کرتے ہیں کہ آپؓ پانچ وقت نماز کی بے حد پابند تھیں پہلے پہل آپؓ ایک چھوٹے سے ٹب میں پانی منگوا کر وضو کر لیا کرتی تھیں۔ لیکن جب بیماری کچھ بڑھی تو پھر مکہ معظمہ کی پاک مٹی سے بھری ہوئی ایک تھیلی منگوا لی اور اسی پر ہاتھ مار کر تیمّم کر لیا کرتی تھیں۔ اپنی بیماری کے سبب بیٹھ کر نماز پڑھا کرتیں اور اگر کبھی صحت اجازت نہ دیتی تو پھر بستر پر لیٹے لیٹے ہی نماز پڑھ لیا کرتی تھیں۔ لیکن باوجود اتنی سخت بیماری کے کبھی بھی اور کسی بھی حالت میں نماز نہ چھوڑتی تھیں۔ انہی پیاری عادات اور اپنے پاکیزہ خصائل کے باعث سیّدہ اماں حضرت اُم مظفر صاحبہؓ گھر میں کام کرنے والی عورتوں اور ملاقات کی خاطر آنے والی احمدی خواتین کے لئے مشعلِ راہ تھیں اور آپؓ کے اس اعلیٰ اور ارفع کردار کی وجہ سے سب ہی نماز کی پابندی کیا کرتیں۔

آپؓ خود بھی موصیہ تھیں اور آپؓ ہی کی مبارک تحریک پر میری والدہ محترمہ احمدہ بی بی صاحبہ اور خالہ جان محترمہ فضل بی بی صاحبہ نے غالباً سن پچاس کی دہائی میں وصیت کر لی تھی اور اس کارِ خیر کا ثواب بھی یقیناً آپؓ ہی کو ملے گا۔

غرض آپؓ کی سیرت کے اتنے ایمان افروز پہلو نظر آتے ہیں کہ انسان کا دل عقیدت سے جھک جاتا ہے۔ دینی خدمات کو دیکھا جائے تو آپؓ اس میں پیش پیش تھیں۔ چندے وقت پر ادا کرنے کے لئے سب سے آگے رمضان المبارک میں لوگوں کو روزے رکھوانا پھر افطاری کا اہتمام کرنا اور یہ سب کچھ بہت تکلف اور ہر ایک کی ضرورت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے سرانجام دیتیں۔ سردی گرمی کے موسم کے پیش نظر اُسی قسم کا چائے یا مشروبات کا انتظام کرواتیں۔ سردیوں اور گرمیوں میں اپنے گھر میں سب کے نماز پڑھنے کا انتظام کرنا۔ اس کے متعلق مکرم سُودے خان صاحب بڑی تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ سردیوں میں نمازوں کے وقت سب کمرے اور برآمدہ نمازیوں سے پُر رونق ہو جاتے اور گرمی کے موسم میں باہر صحن میں نمازیوں کی نمازوں کا پُر کیف اور روح پرور سماں ہوتا۔ یوں محسوس ہوتا کہ فرشتے زمین پر اتر آئے ہیں۔ اور ہر طرف خدا کی حمد و ثناء کے گیت گائے جا رہے ہیں۔ لہٰذا آپ کی تقلید میں نمازوں میں دلچسپی اور قرآن مجید سے محبت بڑھنے لگی۔ رمضان شریف میں آپ ہمیں باقاعدگی سے مسجد مبارک میں نمازِ تراویح کے لئے بھجواتیں، دوپہر کو اسی مسجد میں روزانہ تقریباً ایک سیپارہ قرآن مجید کا درس بھی سنتے۔ الغرض میں نے بہت ہی روح پرور ماحول میں اپنی زندگی کے دن گزارے ہیں۔ جو کبھی بھی بھلائے نہیں جا سکتے۔

آپؓ کی دینی خدمات کے حوالے سے ''تاریخ لجنہ جلد اول'' صفحہ 122 پر یوں درج ہے ''مہمان خواتین کے قیام کا انتظام قادیان میں تین مقامات پر ہوتا تھا، دارُالمسیح میں، دارِ حضرت خلیفہ اولؓ میں اور مرزا گل محمد صاحبؓ کے مکان میں۔ ناظمہ کا عہدہ سیّدہ اُم ناصرؓ کا تھا آپ کے ساتھ سیّدہ اُم مظفر احمد صاحبہؓ نے بھی مہمانوں کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا۔''

آخر کار محبتوں اور وفاؤں کا یہ پیکر حضرت سیّدہ سرور سلطانؓ صاحبہ، بیگم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب ایم اے اور جنہیں اُمِّ مظفر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے، اپنی بہترین یادیں سب کے دلوں میں چھوڑ کر 31 جنوری اور یکم فروری 1970ء کی درمیانی رات کچھ دن کی بیماری کے بعد اپنے پیدا کرنے والے مولائے حقیقی کے پاس حاضر ہو گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

تیسرے حصہ کی موصیہ ہونے کے باعث آپؓ نے سلسلہ کے لئے بیش قیمت جائیداد چھوڑی۔ آپؓ کی اللہ تعالیٰ کی راہ میں کی گئی قربانیاں ہم سب کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ خدا تعالیٰ آپؓ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ہمیں آپؓ کی نیکیاں اپنانے کی توفیق دے۔ آمین۔

(ماخوذ از:۔ سیرۃ و سوانح حضرت سیّدہ سرور سلطان بیگم صاحبہ مصنفہ و مرتبہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے چھوٹی بہو

حضرت بُو زینب صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اہلیہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرمہ سعدیہ وسیم صاحبہ۔ Goddelau-Süd

تعارف ۔آپؓ حضرت مسیح موعودؑ کی سب سے چھوٹی بہو تھیں۔یعنی آپ علیہ السلام کے بیٹوں میں سب سے چھوٹے بیٹے حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی بیوی تھیں۔بو کا لفظ مالیر کوٹلہ میں بی بی کی جگہ معزز خاتون کے احترام کے لئے بولا جاتا تھا۔آپؓ کا شمار 'خواتینِ مبارکہ' میں ہوتا ہے۔آپؓ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک بے حد پیارے صحابی حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی صاحبزادی تھیں جن کا شمار حضرت مسیح موعودؑ کے 313 صحابہؓ میں ہوتا ہے۔حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ آپؓ کے داماد بھی تھے۔بوزینب صاحبہؓ کی والدہ کا نام بُو مہر النساء تھا جو نواب صاحبؓ کی پہلی بیوی اور خالہ زاد بھی تھیں۔

پیدائش و بچپن :۔حضرت بوزینب صاحبہؓ ابھی بہت چھوٹی تھیں جب آپؓ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔آپؓ کے والد نے آپؓ کی خالہ سے بچوں کی خاطر دوسری شادی کی اور آپؓ کی خالہ نے بڑی محبت سے آپؓ کی اور آپؓ کے بھائیوں کی پرورش کی۔آپؓ کو بھی اپنی خالہ (دوسری والدہ) سے بے حد محبت تھی جب بھی کوئی قادیان جاتا اسے تاکید کرتیں کہ ''دیکھو میری خالہ کی قبر پر جا کر ضرور دعا کرنا ان کا نام بوامتہ الحمید بیگم صاحبہؓ تھا''۔آپؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت بھی کی تھی۔حضرت بُو زینب صاحبہ 19رمئی 1893ء کو ہندوستان کی ایک چھوٹی سی ریاست مالیر کوٹلہ میں پیدا ہوئیں۔اس ریاست میں آپؓ کے والد محترم کی جاگیر اور حویلی تھی جسے 'شیروانی کوٹ' کہتے ہیں۔ بُو صاحبہ کی پیدائش اسی حویلی میں ہوئی۔اور آپؓ کا سارا بچپن یہیں گزرا۔آپؓ مطالعہ کی بہت شوقین تھیں۔سلسلہ کی کتب، الفضل اور دوسرے اخبار باقاعدگی سے پڑھتیں ہر وقت ان کے سرہانے کوئی نہ کوئی کتاب یا رسالہ موجود ہوتا۔قرآن شریف باقاعدگی سے مع ترجمہ پڑھتیں۔

نکاح: ۔حضرت نواب صاحبؓ کی اہلیہ اوّل (محترمہ مہر النساء بیگم صاحبہ) کے بطن سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ایک کا نام امتہ السلام تھا جو چند ماہ بعد وفات پا گئی اور دوسری بیٹی حضرت بوزینب بیگم صاحبہؓ اہلیہ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ تھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشورہ اور تحریک پر حضرت نواب صاحبؓ نے اپنی مرحومہ اہلیہ اوّل کی چھوٹی بہن محترمہ امتہ الحمید صاحبہ سے شادی کر لی۔لیکن ان کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔آپؓ کی اہلیہ ثانی 1906ء میں وفات پا گئیں۔ان کا جنازہ حضرت مسیح موعودؑ نے پڑھایا تھا۔اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے ماتحت 17رفروری 1908ء کو حضرت مسیح موعودؑ کی بڑی صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا نکاح حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ سے ہو گیا۔حضرت بوزینب صاحبہؓ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی دادی محترمہ ہیں۔''

(حضرت نواب محمد علی خان صاحب مصنف فخر الحق شمس صفحہ:14 تا16)

حضرت نواب محمد علی خانصاحبؓ کی دوسری بیگم محترمہ امتہ الحمید بیگم کی وفات کے بعد حضرت نواب صاحبؓ اپنی اکلوتی بیٹی بوزینب بیگم صاحبہؓ کی شادی کے متعلق بہت فکر مند تھے۔خود حضرت بانیٔ سلسلہ کو بھی اس

حضرت مصلح موعودؓ پہلے سفرِ یورپ 1924ء میں اپنے رفقاء کے ساتھ
کھڑے ہوئے بائیں سے دوسرے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ

سلسلہ میں بہت خیال تھا اور اکثر فکر کے ساتھ اس کا گھر میں ذکر فرمایا کرتے تھے۔ایک روز حضرت اقدسؑ کو بھی اس طرف خاص توجہ پیدا ہو گئی۔حضورؑ نے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کے متعلق حضرت نواب صاحبؓ کو پیغام دیا جسے اُنہوں نے بسر و چشم قبول کر لیا۔حضرت نواب صاحبؓ کے غیر از جماعت بھائی اور دوسرے عزیز بہت

ناراض ہوئے۔ مگر حضرت نواب صاحبؓ نے اس کی قطعاً پرواہ نہ کی اور فرمایا۔ "اگر شریف احمد ٹھیکرا لے کر گلیوں میں بھیک مانگ رہا ہوتا اور دوسری جانب ایک بادشاہ رشتہ کا خواستگار ہوتا تب بھی میں شریف احمد ہی کو بیٹی دیتا"۔

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کے نکاح کی تقریب 15 نومبر 1904ء (بمطابق 27 رمضان المبارک 1324ھ) کو عمل میں آئی۔ اس تقریب پر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ اور حضورؑ کے خاندان کے خدام موجود تھے۔ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ نے ایک ہزار روپیہ مہر پر نکاح پڑھا۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی شادی 9 مئی 1909ء کو اور ولیمہ 10 مئی 1909ء کو ہوا۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا بیان ہے کہ "بوزینب بیگم صاحبہ" کا رخصتانہ نہایت سادگی سے عمل میں آیا۔ حضرت اماں جانؓ نے سامان، کپڑا، زیور وغیرہ ہمارے ہاں بھجوا دیا تھا اور چونکہ نواب صاحب کا منشاء تھا کہ حضرت فاطمہؓ کی طرح رخصتانہ ہو سو دلہن تیار ہو گئی تو نواب صاحب نے پاس بٹھا کر نصائح کیں اور پھر مجھے کہا کہ حضرت اماں جانؓ کی طرف چھوڑ آؤں۔ سیّدہ اُمِ ناصر صاحبہ والے صحن میں جو سیّدہ اُمِ وسیم صاحبہ کی طرف سے سیڑھیاں اُترتی ہیں۔ وہاں حضرت اماں جانؓ نے استقبال کیا اور دلہن کو دارالبرکات میں لے گئیں۔"

(مصباح ستمبر 1989ء، صفحہ 56 تا 58)

اوصاف حسنہ:۔ آپؓ ملنسار، خوش خلق اور بہت مہمان نواز تھیں۔ ایک پیاری سی مسکراہٹ کے ساتھ سب کو خوش آمدید کہتیں۔ خاطر تواضع کرتیں اگر کوئی اپنے ہاتھ سے پکا کر ان کے لیے لے جاتا تو بہت خوش ہوتیں۔ تعریف کرتیں اور دوسروں کو تعریف کر کے کھلاتیں۔ "دیکھو اس نے کیسے مزے کا بنایا ہے۔" ہر ایک کا دکھ سکھ سنتیں کبھی کسی سے شکوہ نہ کرتیں۔ کبھی کوئی بات کہہ بھی دیتا تو خاموش رہتیں۔ اپنے بہن بھائیوں سے بھی آپ کو بے حد محبت تھی اور کبھی کسی کو یہ محسوس نہ ہوتا کہ یہ سوتیلے بہن بھائی ہیں۔ ہر ایک کی خوشی میں دل سے خوش ہوتیں اور ہر ایک کی یکساں فکر بھی کرتیں، چونکہ وہ خود بہت محبت کرنے والی اور خیال رکھنے والی خاتون تھیں اس لئے انہوں نے اپنے خاص انداز میں محبت بانٹی بھی اور پائی بھی۔ ان کی چھوٹی بہن آصفہ بیگم صاحبہ کہتی ہیں "میں ان کے متعلق کیا بتاؤں وہ " فرشتہ تھیں" بس اتنا ہی کہوں گی"۔ آپؓ صدقہ بہت دیتیں بلکہ اپنے بچوں کو بھی کہتیں کہ فلاں غریب ہے اسے کچھ دے دو۔ غریبوں کا عام طور پر اور اپنے ملازمین کا خاص طور پر بے حد خیال رکھتیں۔ گوخاموش طبع تھیں۔ ایک عورت کسی گاؤں سے کبھی کبھی آپؓ کے لیے انڈے لے کر آتی، لاتی تو وہ تحفہ تھی لیکن آپؓ اپنی بیٹی سے کہتیں "باری! اس کو کچھ پیسے دے دو، بے چاری اتنی دور سے آتی ہے، غریب ہے۔" ربوہ آ کر بھی یہی حال رہا، آپؓ سے ملنے ڈھیروں خواتین روزانہ آتی تھیں لیکن پیشانی پر کوئی بل نہ آیا بلکہ ہر ایک سے خواہ غریب ہو یا امیر خندہ پیشانی سے ملتیں۔ انہیں صرف غریب لوگوں کا ہی خیال نہیں ہوتا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بے زبان مخلوق کا بھی اتنا ہی خیال رکھتیں، بلاناغہ کوّوں اور چڑیوں کے لئے دانہ اور روٹی کے ٹکڑے ڈالتیں۔ ان میں خودنمائی بالکل بھی نہ تھی۔ نہایت نفاست پسند خاتون تھیں پاکی ناپاکی کا بہت زیادہ خیال ہوتا تھا۔

سلیقہ مند، کفایت شعار، منتظم خاتون:

حضرت بُو زینب صاحبہؓ کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت تھی اور شوقیہ چند چیزیں خود اپنے ہاتھ سے پکاتیں، سب عزیز کہتے ہیں کہ ان کے ہاتھ کا چھولیا (ہرے چنے) جیسا لاکھ کوشش پر بھی کبھی کوئی بنا ہی نہیں سکا۔ بیماری کی حالت میں بھی پورے گھر پر ان کی کڑی نگاہ ہوتی۔ بڑے لوگ تو پھٹی پرانی ٹوٹی پھوٹی چیزیں پھینک دیا کرتے ہیں لیکن ان کا یہ حال تھا کہ وہ اس سے ایک اور کارآمد چیز بنا لیتیں۔ انہیں سلمے ستارے کا کام گوٹا ٹانکنا سب آتا تھا۔ آپؓ بہت منتظم خاتون تھیں۔

کم آمدنی کے دنوں میں گھر کو احسن طریق پر چلاتیں۔ لین دین بھی رکھتیں، گھر کی، بچوں کی، ملازمین کی ضروریات پوری کرتیں، ہجرت کے بعد خراب حالات میں بھی ان کے گھر میں ہمیشہ ایک رکھ رکھاؤ نظر آتا اور کبھی ان کے منہ سے حالات کی تنگی کا رونا نہیں سنا گیا، ہمیشہ اپنا بھرم قائم رکھا اور وہ جو الہام ہے "وہ بادشاہ آیا" جہاں ان کے میاں حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ دنیاداری سے بے نیاز ایک بادشاہ ٹھہرے وہاں ان کی بیگم ان کے گھر کی ملکہ تھیں۔

متقی اور پردہ کی پابند خاتون:۔ آپؓ ایک کھلے ظرف والی متقی پرہیزگار خاتون تھیں۔ آپؓ کا دل خوف خدا سے پُر رہتا اور یہ کوشش رہتی کہ آپؓ کے ہاتھ یا زبان یا کسی عمل سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ بہت دعاگو اور عبادت گزار تھیں بچپن ہی سے آپؓ کو تہجد پڑھنے کا خاص شوق تھا۔ راتوں کو اُٹھ کر بہت لمبی تہجد کی نماز پڑھا کرتیں۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کا ہر دم خیال رہتا یہاں تک کہ آخری بیماری میں جب ہسپتال داخل تھیں۔ اور نیم بے ہوشی سی کیفیت تھی۔ جب بھی ڈاکٹر دیکھنے آتے اور آپؓ سکون میں ہوتیں تو وہ دیکھتے کہ ہاتھ اپنے سر تک لے

جاتی ہیں۔انہوں نے حیرت سے ان کی بیٹی سے پوچھا کہ یہ کیا کرتی ہیں۔ تو انہوں نے بتایا کہ جب ذرا ہوش آتی ہے تو نماز شروع کر دیتی ہیں۔اس پر ڈاکٹر صاحب بہت حیران ہوئے کہ اس حالت میں بھی نماز کا خیال ہے اکثر خواتین آپؓ کو دعا کا کہنے کے لئے آتی تھیں۔آپؓ پردہ کی بھی بڑی سختی سے پابندی کرتیں۔

صابرو شاکر خاتون:۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیگم صاحبہ حضرت صاحبزادی امتہ السبوح صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ''حضرت بُو زینب صاحبہ بے حد محبت کرنے والی دعا گو اور صابروشاکر خاتون تھیں۔کبھی بھی ان کے منہ سے کسی کا کوئی گلہ شکوہ نہیں سنا''۔جب حضرت صاحبزادی امتہ السبوح صاحبہ ملک سے باہر جانے لگیں تو ان سے ملنے گئیں اور دعا کے لیے کہا تو فرمایا''تم میرے مسرور کی بیوی ہو کیا تمہارے لئے دعا نہیں کروں گی۔'' آپؓ عسر اور یسر میں خوش رہتیں۔کبھی کسی سے کوئی گلہ شکوہ نہ کیا کرتیں بھلے کوئی ان سے ملتا یا نہیں وہ خاموشی سے محبت کئے جاتیں۔غیبت،چغلی سے تو انہیں بہت چڑ تھی نہ خود کرتیں نہ سنتیں لڑائی سے سخت گھبراتیں۔بڑے سے بڑے صدمہ اور کڑی سے کڑی بات پر بھی کوئی واویلا نہ کرتیں۔ہر بات پر خدا کی رضا پر راضی ہو جاتیں۔''

صاحبزادی امتہ الباری صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ''میں نے کبھی بھی کسی بے حد قریبی کی وفات پر بھی انہیں روتے نہیں دیکھا۔بس سر جھکا کر خاموش کھڑی ہو جاتیں۔ایک چپ سی لگ جاتی تھی۔ان کی جوان بیٹی امتہ الودود صاحبہ B.A کا امتحان دے کر فارغ ہوئی تھیں کہ دماغ کی رگ پھٹنے سے وفات پا گئیں۔اس غم کی شدت کا اندازہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے لیکن آپؓ نے اُف تک نہ کی،کوئی واویلا نہ کیا،ایک چپ سی آپؓ کو لگ گئی۔

خاندان مسیح موعودؑ سے محبت و وفا کا تعلق

حضرت سیّدہ بو زینب صاحبہؓ سب عزیز رشتہ داروں سے محبت اور پیار کا سلوک کرتی تھیں۔خصوصاً حضرت اماں جانؓ سے بہت محبت تھی ان کے گھر آتی جاتیں اور بے حد احترام کرتی تھیں۔خاندان کے سب بچوں سے بے حد محبت کرتیں اور ان کو اپنے گھر بلا کر خوب خاطر کرتیں۔(خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی تیسری چوتھی نسل کے بچے بھی آپؓ سے ملنے جاتے) ان کی مہمان نوازی کرتیں۔غرضیکہ ان کا بچوں سے پیار اور شفقت کا سلوک تھا کہ سب بچے اکثر آپؓ کو سلام کرنے اور اپنے امتحانوں میں کامیاب ہونے وغیرہ کی دعائیں کروانے آپؓ کے پاس جاتے رہتے۔

حضرت سیّدہ بو زینب صاحبہؓ کی اضافی خوبی

آپؓ کا خلافتِ احمدیہ پر بڑا پختہ ایمان تھا۔آپؓ نے چار خلافتوں کے دور دیکھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ تو آپؓ سے عمر اور رشتہ میں چھوٹے تھے لیکن آپؓ نے ہمیشہ انہیں اپنا روحانی آقا مانا اور ان کے ساتھ تا دمِ آخر اخلاص و وفا اور اطاعت کے رشتہ سے بندھی رہیں۔آپؓ بہت صائب الرائے تھیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو آپؓ کی رائے پر بہت بھروسہ تھا۔

وفات:۔مئی 1984ء میں آپ شدید بیمار ہو گئیں۔لاہور لے جا کر آپؓ کو زینب میموریل ہسپتال میں داخل کروایا گیا۔ڈاکٹروں کی تشخیص کے مطابق آپؓ کو انتڑیوں کا کینسر تھا۔مکرم ڈاکٹر وسیم احمد صاحب نے جون میں آپؓ کا آپریشن کیا لیکن اس کے باوجود آپ کی طبیعت نہ سنبھلی اور دو ماہ کی لمبی تکلیف اٹھا کر 24/اگست 1984ء بروز ہفتہ قبل از نماز مغرب آپؓ کی وفات ہو گئی۔اسی رات آپؓ کو ربوہ لے جایا گیا اگلے دن شام ساڑھے پانچ بجے محترم صوفی غلام احمد صاحب نے بہشتی مقبرہ کے احاطہ میں آپؓ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔آپؓ موصیہ تھیں اور آپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جائیداد پر وصیت ادا کر دی تھی۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔اور آنحضور ﷺ کے قدموں میں حضرت مسیح موعودؑ اور دیگر پیاروں کے درمیان انہیں جگہ عطا فرمائے۔آمین

اولاد:۔آپؓ نے اپنی اولاد کی تربیت بھی بھرپور انداز میں کرنے کی کوشش کی اور آپؓ کا اپنا عملی نمونہ اور کردار بھی تربیت میں شامل تھا۔آپؓ کے ایثار،قربانیوں،محبتوں اور تقویٰ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے اس طرح نوازا کہ آپؓ کی ساری اولاد آپؓ کی بے حد عزت و احترام اور خدمت کرتی تھی۔

آپؓ کی اولاد درج ذیل ہے۔

1۔صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب مرحوم۔ان کے تین بیٹے،دو بیٹیاں ہیں۔
2۔صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب مرحوم۔ان کی پانچ بیٹیاں ہیں۔
3۔صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب مرحوم۔ان کی چار بیٹیاں،ایک بیٹا ہے۔
4۔صاحبزادی امتہ الودود صاحبہ(جوانی میں ہی وفات پا گئیں)
5۔صاحبزادی امتہ الباری بیگم صاحبہ(اہلیہ نواب زادہ عباس احمد خان ابن حضرت نواب عبداللہ خان صاحبؓ)ان کے چار بیٹے،ایک بیٹی ہے۔
6۔صاحبزادی امتہ الوحید بیگم صاحبہ(اہلیہ صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ابن حضرت مرزا عزیز احمد صاحب جو اَب ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی ہیں)کے چھ بیٹے ہیں۔

(نوٹ:۔مندرجہ بالا مضمون کتاب''حضرت بو زینب صاحبہؓ''مصنفہ مکرمہ صاحبزادی امتہ الشکور شکری صاحبہ صفحہ 1 تا 32 سے مرتب کیا گیا ہے۔)

امّاں اور اچھی امّاں

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ کی بیگمات کا ذکر خیر

مکرمہ ڈاکٹر امۃ الرقیب ناصرہ صاحبہ۔ Frankfurt
مکرمہ دُرِّ ثمین احمد صاحبہ۔ Bad Marienberg

قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک بندوں سے وعدہ ہے کہ وہ انہیں نعمتیں عطا فرمائے گا۔ان نعماء میں ایک انمول نعمت نیک جیون ساتھی کی بھی ہے۔جس سے حیات کے روشن و درخشاں پہلو ہمیشہ آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ رہتے ہیں۔حدیث شریف میں آتا ہے۔"دنیا سامانِ زیست ہے اور نیک عورت سے بڑھ کر کوئی سامان زیست نہیں"۔(حدیقۃ الصالحین۔صفحہ390)

یہ بات جہاں مرد اور معاشرہ کی نگاہ میں عورت کے وقار کو بلند کرتی ہے، وہیں اس طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ وہ شخص جس کی زندگی میں یہ بہترین اثاثہ ہو وہ تو اپنے مقدر کا دھنی کہلائے جانے کا حق دار ہے۔حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کا شمار ان خوش نصیب افراد میں ہوتا ہے جن کو خدا تعالیٰ نے ہر روپ میں خواہ وہ بہن کا ہو، ماں کا ہو، یا بیگمات کا ہو، یا بیٹی کا ہو اس قیمتی اثاثے سے مالا مال کر رکھا تھا۔آج مضمونِ ہٰذا میں ہم مختصراً حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ کی بیگمات کا ذکر خیر کرینگے۔

حضرت شوکت سلطان صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(1887ء تا 1967ء)

آپؓ حضرت میر صاحبؓ کی پھوپھی زاد تھیں۔آپؓ کے والد کا نام حضرت سید بشیر الدین احمدؓ اور والدہ کا نام حضرت رفعت النساء بیگمؓ تھا۔حضرت رفعت النساء بیگم صاحبہؓ حضرت میر ناصر نوابؓ کی بہن تھیں۔حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ سے حضرت شوکت سلطان صاحبہؓ کا رشتہ اُم المومنینؓ کی خواہش پر ہوا تھا۔حضرت میر صاحبؓ سے آپؓ کی شادی جولائی 1906ء میں ہوئی تھی۔

(بحوالہ سوانح حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ مصنف مکرم حمید اللہ نصرت پاشا صاحب صفحہ 94)

حضرت سیدہ مریم صدیقہ بیان فرماتی ہیں "بچپن میں ابا جان کی نسبت آپؓ کی پھوپھی زاد سے کر دی گئی، جیسا کہ پرانے وقتوں میں رواج تھا۔جب ابا جانؓ کی تعلیم مکمل ہوئی تو آپؓ کو اب شادی کے لیے کہا گیا لیکن ابا جانؓ مانتے نہ تھے اور عذر صرف یہی تھا کہ دینی طور پر ان کی تربیت اس ماحول میں نہیں ہوئی، حضرت سیدہؓ نے ابا جانؓ کو بہت کہا مگر آپؓ نہ مانتے تھے اس لئے بھی کہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کا رشتہ پہلے طے ہو چکا تھا۔آخر حضرت مسیح موعودؑ سے اس کا تذکرہ ہوا۔حضورؑ نے فرمایا لاؤ مجھے کاغذ قلم دو اور آپؑ نے میر صاحبؓ کے نام کچھ لکھا اور میر صاحبؓ نے ہتھیار ڈال دیئے۔جب دیر تک ان کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی تو حضرت مرزا شفیع احمد صاحبؓ محاسب صدر انجمن احمدیہ کی صاحبزادی سے دوسری شادی ہوئی۔جس سے خدا تعالیٰ نے کثیر اولاد عطا فرمائی"۔

(مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ صفحہ نمبر 68 مرتبہ محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ)

اس بارے میں خود حضرت میر صاحبؓ کا بیان ہے کہ "جب میری پہلی شادی کی تیاری ہوئی تو میں دہلی کے شفاخانہ میں ملازم تھا۔حضرت مسیح موعودؑ سے اس کے بارے میں خط و کتابت ہوتی رہتی تھی۔میں پہلے اس جگہ راضی نہ تھا۔آپؑ نے مجھے ایک خط لکھا کہ اگر تمہیں یہ خیال ہو کہ لڑکی کے اخلاق اچھے نہیں ہیں تو پھر بھی اس جگہ کو منظور کر لو۔اگر اس کے اخلاق پسندیدہ نہ ہوئے تو میں دعا کروں گا۔جس سے اس کے اخلاق درست ہو جائیں گے۔"

(سیرت المہدیؑ جلد اول روایت 809 صفحہ نمبر 736 مؤلفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

آپؑ کے مکتوب کا کچھ حصہ ذیل میں پیش ہے، جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپؑ نے بذات خود اس رشتہ کے کرانے میں کس قدر دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"عزیزی میر محمد اسماعیل سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:۔میں نے تمہارا خط پڑھا۔چونکہ ہمدردی کے لحاظ سے یہ بات ضروری ہے کہ جو امر اپنے نزدیک بہتر معلوم ہو وہ پیش کیا جائے... یہ بات کہ سید بشیر الدین نے بڑی بد اخلاقی دکھلائی ہے۔اس کا یہ جواب ہے کہ جو لوگ لڑکی دیتے ہیں۔ان کی بد اخلاقی قابلِ افسوس نہیں جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ہمیشہ سے یہی دستور چلا آتا ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے اوائل میں کچھ بد اخلاقی اور کشیدگی ہوتی ہے اور وہ اس بات میں سچے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی جگر گوشہ لڑکی کو جو ناز و نعمت میں پرورش پائی

ہوتی ہے۔ایک ایسے آدمی کو دیتے ہیں جس کے اخلاق معلوم نہیں اور وہ اس بات میں بھی سچے ہوتے ہیں کہ وہ لڑکی کو بہت سوچ اور سمجھ کے بعد دیں کیونکہ وہ ان کی پیاری اولاد ہے۔اور اولاد کے بارے میں ہر ایک کو ایسا ہی کرنا پڑتا ہے اور جب تم نے شادی کی اور کوئی لڑکی پیدا ہوئی، تو تم بھی ایسا ہی کرو گے۔لڑکی والوں کی ایسی باتیں افسوس کے لائق نہیں ہوا کرتیں۔ہاں جب تمہارا نکاح ہو جائے گا اور لڑکی والے تمہارے نیک اخلاق سے واقف ہو جائیں گے تو وہ تم پر قربان ہو جائیں گے۔پہلی باتوں پر افسوس کرنا دانائی نہیں غرض میرے نزدیک اور میری رائے میں اس رشتہ کو مبارک سمجھو۔اور اس کو قبول کر لو۔اور اگر تم نے ایسا کیا تو میں بھی تمہارے لیے دعا کروں گا۔...مولود بے شک پڑھے۔آخر وہ تمہارا ہی مولود پڑھے گی۔حرج کیا ہے۔ والسلام

مرزا غلام احمد''

(بحوالہ سیرت المہدیؑ جلد اول روایت 809 صفحہ نمبر 737 مؤلفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

خاندان کے تمام بزرگ باوجود اپنی خواہش کے آپؓ پر جبر بھی نہ کرنا چاہتے تھے البتہ تحریک کر سکتے تھے ،مشورہ دے سکتے تھے۔اس معاملہ میں خصوصیت سے حضرت اماں جانؓ نے بھی ایک بہن ہونے کے حق کو نہایت عمدگی سے استعمال کرتے ہوئے آپؓ کو نہایت اخلاص اور محبت سے مشورہ دیا۔اور آپؓ کو ایک تفصیلاً خط تحریر کیا اور زندگی کے نشیب و فراز سمجھاتے ہوئے ان پرزور الفاظ میں شادی کے لئے حامی بھرنے کی تحریک کی۔جس کو بالآخر حضرت میر ڈاکٹر صاحبؓ کو قبول کرنا پڑا۔ذیل میں حضرت اماں جانؓ کے مکتوب کا بھی کچھ حصہ پیش کرنا چاہوں گی۔آپؓ تحریر کرتی ہیں:۔

''تمہارا خط میں نے پڑھا میرے نزدیک اس موقع کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے۔تم ابھی بچہ ہو معلوم نہیں کہ رشتہ ناتہ کے وقت کیسی کیسی مشکلیں پیش آتی ہیں اور خاندان جو کسی طور سے عیب نہ رکھتا ہو کس طرح مشکل سے ملتا ہے اور نئی جگہ میں کیسی کیسی خرابیاں نکل آیا کرتی ہیں ... میں تمہیں صلاح دیتی ہوں کہ اپنے دل کو سمجھاؤ اور جو حضرت صاحبؑ نے لکھا ہے ضرور اس پر عمل کرلو.... مجھے خوشی ہوگی جب میں تمہارا یہ خط پڑھوں گی کہ لو میں نے تمہاری بات مان لی اور اپنی ضد چھوڑ دی اور اس کا جواب مجھے جلدی لکھو کہ سکندرہ جانے کے لیے ہم تیار بیٹھے ہیں۔

از قادیان

والدہ محمود احمد''

(بحوالہ مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ صفحہ 69 مرتبہ محترمہ امتہ الباری ناصر صاحبہ)

اس خط کے مندرجات نے بھائی کو قائل کرلیا اور کمال اطاعت سے کام لیتے ہوئے رضامندی دے دی۔

حضرت امتہ اللطیف بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(1906ء تا 1964ء)

آپؓ (حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ) کی دوسری شادی امتہ اللطیف بیگم صاحبہ سے ہوئی۔آپؓ کے والد حضرت مرزا شفیع احمد صاحب دہلویؓ محاسب صدر انجمن احمدیہ تھے۔آپؓ کی والدہ حضرت خورشید بیگم صاحبہؓ تھیں۔یہ شادی 1917ء میں ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ حضرت میر صاحبؓ کو سات بیٹیاں اور تین بیٹے عطا فرمائے۔

(بحوالہ سوانح حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ مصنف مکرم حمید اللہ نصرت پاشا صاحب صفحہ 94)

اگرچہ کہ آپؓ کی تمام اولاد آپؓ کی دوسری بیگم سے تھی۔یہ حضرت میر صاحبؓ کی تربیت کا اثر تھا کہ دونوں بیویوں میں کبھی ساری عمر ناچاقی نہیں ہوئی۔بلکہ دونوں کے درمیان حقیقی بہنوں سے بڑھ کر محبت اور تعاون کا تعلق تھا۔حضرت میر صاحبؓ نے جو دونوں بیگمات کے درمیان عدل اور میزان قائم فرمایا تھا وہ آپؓ کی اپنی شخصیت کے میزان کا بھی آئینہ دار ہے۔آپؓ کے بچے اپنی بڑی والدہ کو اچھی اماں اور اپنی حقیقی والدہ کو اماں کہتے۔آپؓ کی اولاد کو بڑے ہونے کے بعد پتہ چلا کہ ان کو جنم دینے والی والدہ کون سی ہیں۔حضرت میر صاحبؓ کی تربیت کا ایسا اثر تھا کہ آپؓ کی وفات کے بعد بھی دونوں بیگمات اسی طرح اکٹھی رہیں اور اپنی وفات تک اکٹھی رہیں۔بچے بھی دونوں ماؤں سے آخر تک برابر وابستہ رہے۔

(بحوالہ سوانح حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ مصنف مکرم حمید اللہ نصرت پاشا صاحب صفحہ 81)

حضرت اماں جانؓ سے آپؓ کی بھاوجوں کا تعلق

تعلق :حضرت اماں جانؓ کی اپنی تو کوئی بہن نہ تھی بس اپنی تینوں بھابیوں سے اپنی سگی بہنوں کی طرح محبت تھی اور وہ بھی آپؓ کی بے حد عزت وقدر کرتی تھیں۔آپؓ کو اپنی بڑی بہن سمجھتی تھیں۔اکثر سفر اور سیر کو جاتیں تو اپنی بڑی بھاوج یعنی محترمہ شوکت سلطان صاحبہؓ کو ساتھ لے لیتی تھیں۔جیسا کہ صاحبزادی امتہ المتین صاحبہ بیان کرتی ہیں۔''میری بڑی نانی اماں شوکت سلطان صاحبہؓ اماں جانؓ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں اور دونوں میں بہت تعلق اور پیار تھا۔آپؓ اماں جانؓ کو آپا کہتی تھیں۔ان کو ہم اچھی اماں کہتے تھے۔اکثر اماں جانؓ آپؓ کے پاس آکر رہتی تھیں۔اچھی اماں بتاتی ہیں کہ سفر پر جاتے ہوئے اماں جانؓ انہیں ہمیشہ سفر میں اپنے ساتھ رکھتی تھیں اور اپنے چھوٹے بھائی ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب سے کہتی ہیں کہ میاں شوکت کو میں ساتھ لے جا رہی ہوں تمہاری بیوی تمہارے پاس ہے بھائی نے بھی کبھی انکار نہیں کیا تھا۔''

پھر ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ''قادیان سے بھائی مسعود (نواب مسعود صاحب) اور خالہ طیبہ (ان کی بیگم) پکنک کے لئے اماں جانؓ کو پالمپور لیکر گئے تھے ان کا بڑا بیٹا ابھی چھوٹا سا تھا۔ اماں جانؓ مجھے اور اچھی اماں کو بھی لیکر گئیں، مجھے یاد ہے کہ ہم پہاڑی کے ساتھ بیٹھے تھے اور اونچائی سے پانی پتھروں سے ٹکراتا ہوا نیچے آتا تھا اور بہنے لگتا تھا۔ درمیان میں ایک دو فٹ چوڑی حوض بنی ہوئی تھی جس میں بھائی مسعود نے آم ٹھنڈے کرنے کے لیے رکھ دیئے تھے۔ اماں جانؓ اور اچھی اماں نالے کے ساتھ کنارے پر پتھروں پر بیٹھی تھیں اور پاؤں پانی میں رکھے تھے۔ آپس میں باتیں کررہی تھیں اور میں پانی اور پتھروں پر کھیلتی پھررہی تھی۔''

ان دونوں بھاوجوں سے حضرت اماں جانؓ کا مذاق بھی چلتا تھا۔ چنانچہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ بیان کرتی ہیں ''میں ابھی ننھیال ہی میں تھی (امی کی پڑھائی کی وجہ سے چند سال میں نے ننھیال میں گزارے ہیں) سکول میں داخل ہوئی۔ میرے جوئیں پڑ گئیں، میری بڑی نانی جنھیں ہم اچھی اماں کہا کرتے تھے۔ تخت پر بیٹھی میری جوئیں نکال رہی تھیں کنگھی سے۔ اتنے میں حضرت اماں جانؓ اماں عائشہ کیساتھ بڑی نانی کے بائیں پہلو پر بیٹھ گئیں۔ اماں، چھوٹی نانی اور اماں عائشہ سامنے پیڑھیوں پر بیٹھ گئیں۔ آپؓ نے مجھ سے بڑی نانی کی جانب اشارہ کرکے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ میں نے کہا ''اچھی اماں'' پھر آپؓ نے چھوٹی نانی کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ یہ کون ہیں میں نے کہا کہ ''اماں'' کہنے لگیں اگر یہ اچھی اماں ہیں تو وہ بری اماں ہیں'' اکثر مذاقاً مجھ سے پوچھتیں کہ کون کون ہے میں جواب دیتی تھی کہ اچھی اماں اور بری اماں۔ چونکہ ان سب کا تعلق بہت گہرا تھا کبھی کسی نے برا نہیں منایا۔ میرے نانا ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی وفات 18 رجولائی 1947ء کو ہوئی تھی۔ جلد ہی پارٹیشن ہو گیا۔ اچھی اماں اور اماں عدت میں ہی تھیں جب لاہور آئیں۔ طیبہ خالہ نے بتایا ''جس دن دونوں کی عدت ختم ہوئی حضرت اماں جانؓ آئیں خاموشی سے دونوں کے کپڑوں کو عطر لگایا اور چلی گئیں۔''

آپؓ کی بھاوجوں سے آپؓ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپؓ کی بیماری میں وہ سب آپؓ کی پٹی سے لگی بیٹھی رہیں۔ آپؓ نے قادیان میں اپنی چھوٹی بھاوج صالحہ بیگم صاحبہؓ کو وصیت کی تھی کہ وفات کے بعد وہ آپؓ کو غسل دیں۔ چنانچہ انہوں نے اور ان کے ساتھ آپؓ کی دونوں بڑی بھاوجوں نے آپؓ کو غسل دیا۔

(سیرت وسوانح سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 530 تا 531)

20 رمارچ 1906ء میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ایک رؤیا دیکھا کہ ''میر ناصر نوابؓ اپنے ہاتھ پر ایک درخت رکھ کر لائے ہیں جو پھلدار ہے اور مجھ کو دیا تو وہ ایک بڑا درخت ہو گیا جو بیدانہ توت کے درخت سے مشابہ تھا۔ اور نہایت سبز تھا۔ اور پھلوں اور پھولوں سے بھرا ہوا تھا اور پھل اسکے نہایت شیریں تھے اور عجب تر یہ کہ پھول بھی شیریں تھے مگر معمولی درختوں میں سے نہیں دیکھا گیا۔ میں اس درخت کے پھل اور پھول کھا رہا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔''

(بحوالہ مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ صفحہ 11 مرتبہ محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ)

اگر دیکھا جائے تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا یہ رؤیا حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی بیگمات کے بارے میں بھی پورا ہوتا ہے، کیونکہ آپؓ کی آغوش میں اس مبارک ہستی نے پرورش پائی جو بعد میں حضرت مصلح موعودؓ کی شریک حیات بنیں۔

مکرمہ امۃ الشافی صاحبہ نے قادیان سے بتایا کہ محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ حرم حضرت مرزا وسیم احمد صاحبؒ نے ان کے دریافت کرنے پر (کمزوریٔ طبیعت کی وجہ سے زیادہ نہ بتاسکیں) مختصراً فرمایا ہے کہ ''ان کی بڑی والدہ، جن کو بچے اچھی اماں کہا کرتے تھے، کا نام شوکت سلطان تھا۔ آپ کی دونوں والدہ بہت پیاری سیرت کی مالک تھیں۔ دونوں آپس میں بہت پیار، محبت، اتفاق اور اتحاد سے رہا کرتی تھیں۔ ہر کام آپس میں مشاورت سے کرتی تھیں۔ اچھی اماں نے ان کے سارے بہن بھائیوں کو بہت پیار، محبت اور شفقت سے پالا۔ وہ انہیں ہی اپنی والدہ سمجھتے تھے۔ جب کسی شرارت پر ڈانٹ پڑتی تو روتے ہوئے اچھی اماں کے پاس ہی جاتے۔ اچھی اماں ہر روز حضرت اماں جانؓ سے ملنے جاتی تھیں اور ہر جمعہ کی شام سارے بچوں کو لے کے حضرت اماں جانؓ کو ملوانے جاتیں۔ ہم بچے جھجک کی وجہ سے بڑوں سے خود بات نہیں کر سکتے تھے اس لئے اچھی اماں کے ذریعہ ہی میں نے حضرت اماں جانؓ سے قرآن مجید تبرکاً حاصل کیا جو ابھی تک میرے پاس ہے اور جس سے اب تک 250 بچوں کو قرآن مجید پڑھا چکی ہوں۔ الحمدللہ۔''

''حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''عزیز رشتہ دار ایسے ملے کہ یا جنت میں ہیں یا جنت میں جائیں گے۔ ہمسائے وہ ملے جو فرشتہ سیرت ہیں۔ بیویاں ہیں کہ تیس سال سے ایک نے دوسری کو تُو کہہ کر خطاب نہیں کیا۔''

(بحوالہ مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ صفحہ 222 مرتبہ محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان دونوں مبارک وجودوں پر اپنے پیار کی نظر رکھتے ہوئے ان کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔ آمین ثم آمین

حضرت سیّدہ اُمِّ داؤد صالحہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اہلیہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرمہ سیدہ حمیدہ بانو صاحبہ۔ Heilbronn
مکرمہ فرح کاہلوں صاحبہ۔ Goddelau-Süd

تعارف:۔حضرت سیّدہ اُمِّ داؤد صالحہ بیگم صاحبہؓ سلسلہ احمدیہ کے ایک جیّد عالم مُحَدِّث حضرت اماں جانؓ کے بھائی حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اور بزرگ صوفی حضرت احمد جان صاحبؓ لدھیانوی کی پوتی حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ موجد ''قاعدہ یسرنا القرآن'' کی صاحبزادی اور جامعہ احمدیہ کے سابق پرنسپل سیّد میر داؤد احمد صاحبؒ کی والدہ ماجدہ تھیں۔آپؓ 12رجنوری 1897ء کو قادیان میں اسی عمارت کے ایک کمرے میں پیدا ہوئیں جس میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔آپؓ کا نام صالحہ جان رکھا گیا۔شادی اور اپنے بیٹے محترم سید میر داؤد احمد صاحب مرحومؒ کی پیدائش کے بعد عرف عام میں چھوٹی ممانی جان یا اُمِّ داؤد کے نام سے پہچانی جاتی تھیں۔

ابتدائی تعلیم:۔ابتدائی تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زیرسایہ ہوئی پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سے شرف شاگردی بھی حاصل رہا۔حضرت پیر صاحبؓ اپنی اس بیٹی کو قاعدہ پڑھاتے جاتے تھے اور مشہور زمانہ قاعدہ تصنیف کرتے جاتے تھے۔حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بھی انہی ایّام میں حضرت پیر صاحبؓ سے پڑھا کرتی تھیں گویا بچپن میں بھی حضرت سیّدہ صالحہ صاحبہؓ کو بنت مسیح موعودؑ کی صحبت حاصل رہی بلکہ یوں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ عہد طفولیت کے سارے صبح و شام امام وقت مہدیٔ موعودؑ کے گھرانے میں ہی گزرے۔

نکاح و شادی:۔1906ء میں آپؓ کی شادی بھی حضرت مسیح موعودؑ کے ایک رؤیا کے نتیجہ میں ہوئی۔حضور اقدسؑ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے فرمایا ''ان کا نکاح پڑھا دیں''، ابھی آپؓ دونوں چھوٹے ہی تھے کہ اس رؤیا کی بناء پر آپؓ کا نکاح ان سے کر دیا گیا۔حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اس نکاح کی محفل میں خود موجود رہے آپؓ کی شادی کے موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے ایک نظم بھی تحریر فرمائی جو کلام محمود صفحہ 3 پر درج ہے۔

میاں اسحٰق کی شادی ہوئی ہے آج اے لوگو
ہر اک منہ سے یہی آواز آتی ہے مبارک ہو

شادی کے بعد حصول علم کا سلسلہ:۔حضرت سیّدہ صالحہ صاحبہؓ کو حضرت میر صاحبؓ جیسی جلیل القدر ہستی، علم دوست مُحَدِّث اور جید عالم کی رفاقت ملی، جنہوں نے ہمیشہ آپؓ کی مدد اور حوصلہ افزائی کی۔ازدواجی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ آپؓ حصول علم کے پاکیزہ نصب العین کے لئے جان و دل سے کوشاں رہیں۔اکتساب علم کی خواہش کے علاوہ خزانۂ علم کو بانٹنے اور تقسیم کرنے کا جذبہ قدرت نے آپؓ کی فطرت میں فراوانی سے ودیعت کیا تھا۔حضرت سیّدہ صالحہ صاحبہؓ کو حدیث و قرآن سیکھنے اور سکھانے کا عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔جو بات معلوم نہ ہوتی وہ کسی سے بھی سیکھنے میں عار محسوس نہ کرتیں اور اپنا علم دوسروں تک پہنچانے کے لئے ہر دم تیار رہتیں۔

اوصاف حسنہ اور خدماتِ دینیہ:۔کم گو، متانت و بردباری کا پیکر تھیں لیکن خاموش طبع اور وقار کے باوجود مہذب مزاح کو پسند کرتیں اور لطف اٹھاتی تھیں۔خدمت خلق کا انمول جذبہ بدرجہ اتم آپؓ میں موجود تھا۔ممبرات لجنہ میں سے جو کوئی حاجت مند ہوتی خاموشی کے ساتھ اس کی ضرورت کو حتی الامکان پورا کرنے کی کوشش کرتیں۔یتیم بچوں کی خدمت و امداد کا آپؓ کو خاص خیال رہتا۔آپؓ کے ہر کام میں سلیقہ باقاعدگی اور نفاست ہوتی تھی، پابندیٔ وقت ہمیشہ ملحوظ رہتی۔

1914ء کے جلسہ سالانہ میں پہلی بار مستورات نے جلسہ کے پروگرام میں حصہ لیتے ہوئے تقاریر و مضامین سنائے، حضرت سیّدہ اُمِّ داؤد صاحبہؓ نے

اس جلسہ میں اپنا مضمون سنایا گویا جماعت کی ابتدائی تعلیم یافتہ چنیدہ ممبرات میں آپؓ کا شمار ہوتا تھا۔ جلسہ سالانہ میں تقریر، اخبار و رسائل میں مضمون چھپوانے کے علاوہ عورتوں کو پڑھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتی تھیں۔

1922ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے احمدی مستورات کی ایک عالمگیر تنظیم کی بنیاد رکھی پہلے دن چودہ ممبرات میں ساتویں نمبر پر آپؓ کا نام ہے اور پھر تاحیات آپؓ لجنہ اماء اللہ کی سرگرم اور فعال عہدیدار رہیں۔ قیام لجنہ اماء اللہ کے بعد پہلی انتظامی ذمہ داری جلسہ سالانہ کے انتظامات کی تھی آپؓ نے حضرت اُم ناصر صاحبہؓ کی نائب ناظمہ کے طور پر خدمت کرنے کی سعادت حاصل کی اور اس ذمہ داری کو ساری زندگی نبھایا۔ کچھ عرصہ جنرل سیکرٹری، نائب جنرل سیکرٹری کے طور پر تقرر رہا۔ طویل عرصہ تک نائب صدر کی حیثیت سے احمدی مستورات کی دینی، علمی اور اخلاقی ترقی و تربیت کے لیے ہمیشہ کوشاں رہیں خدماتِ دینی بجالانے میں کبھی سستی و غفلت نہیں دکھائی۔

حضرت صالحہ بیگم صاحبہؓ کے بڑے بیٹے محترم سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم (سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ و سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

انتظامی قابلیت اور حسن انتظام آپؓ کی ایک نمایاں خصوصیت تھی۔ سالہا سال جلسہ سالانہ کے موقع پر عورتوں کی منتظم جلسہ سالانہ آپؓ ہوتی تھیں۔ ہر سال جلسہ سالانہ کے موقع پر ہزاروں عورتوں کے قیام و طعام کا اعلیٰ انتظام آپؓ کے سپرد ہوتا جسے آپؓ بہت نفاست، سلیقہ اور باقاعدگی سے پورا فرماتیں۔

1924ء کی مجلس شوریٰ کی رپورٹ کے مطابق آپؓ کے پاس **10** لڑکیاں اور عورتیں عربی کی تیسری کتاب، فارسی کی پہلی کتاب، صرف و نحو کے اسباق، مشکوٰۃ، اربعین، عمدۃ الاحکام اور قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر پڑھتی تھیں۔ قرآن کریم خود سیکھنے اور دوسروں کو سکھانے کا بے حد شوق تھا۔ آپؓ کے پاس ہر وقت ایسا قرآن مجید موجود رہتا تھا جس میں سادہ صفحات لگے رہتے تھے۔ جہاں کوئی نکتہ ملا وہیں اس کو درج کر لیا۔ رمضان میں مسجد الاقصیٰ میں قرآن کریم کا درس باقاعدہ بڑی توجہ سے سنتیں اور نوٹ لیتی رہتیں۔ بہت سی عورتوں اور بچیوں کو قرآن کریم ناظرہ اور باترجمہ پڑھایا۔ ترجمہ سکھانے کے لئے بچیوں اور عورتوں کو بتایا کہ قرآن مجید کا ترجمہ سیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر لفظ کے معنی آتے ہوں۔ روزانہ آپؓ خود سبق سن کر آگے پڑھاتیں اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا شوق دلاتیں۔ ذرا ذرا سی بات کا خیال کرتے ہوئے تربیت فرماتیں۔

جوبلی کے موقع پر الفضل، مصباح اور ریویو آف ریلیجنز کے جوبلی نمبر نکالے گئے۔ آپؓ کا ایک مضمون حضرت خلیفہ اوّلؓ کے عہد میں خواتین کی علمی ترقی کے عنوان سے ''الفضل'' میں اور خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عہد میں زنانہ جلسہ سالانہ کی ترقی کے عنوان سے ریویو میں چھپا۔

فارسی آپؓ کے والدین کی زبان تھی جو گھر میں بولی جاتی تھی۔ عربی زبان سیکھنے کے لئے آپؓ نے **1928**ء میں مولوی کلاس کا امتحان دیا اور اوّل نمبر پر کامیاب ہوئیں۔ اتنے اعلیٰ نمبر حاصل کئے کہ دوم آنے والے لڑکے نے آپؓ سے **100** نمبر کم حاصل کئے۔ گھر داری کی الجھنوں میں پھنس کر ہر عورت یہ سب کچھ نہیں کر سکتی۔ آپؓ نے ازدواجی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی پورا کیا۔ تربیت اولاد کے اہم ترین فرض کو انتہائی کمال تک پہنچاتے ہوئے پورا کیا۔ ساتھ ساتھ خدمات دینی بجالانے میں کبھی سستی و غفلت نہیں دکھائی۔ آپؓ نے عہدے یا نام کی خواہش کبھی نہیں کی بلکہ در پردہ خاموشی سے خدمت کر کے راحت محسوس کرتی تھیں۔

حضرت صالحہ بیگم صاحبہؓ کے چھوٹے بیٹے
محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر انچارج ریسرچ سیل ربوہ

1945ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت کے مطابق لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی تشکیل کی گئی اِس میں بھی نائب صدر کے طور پر آپؓ کا نام شامل ہوا اور تاحیات آپؓ نے تمام فرائض کما حقہٗ ادا کئے۔

فروری 1946ء کے سیاسی الیکشن میں (جو مسلمانوں کی لئے بہت اہم تھا) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خواہش کے مطابق کہ ''قادیان اور قرب جوار کے دیہات میں کوئی بالغ عورت ایسی نہ ہو جو لکھنا پڑھنا نہ جانتی ہو اور ووٹ دینے سے محروم رہ جائے۔'' اس کام کی نگران حضرت سیّدہ اُمِّ داؤد صاحبہؓ مقرر ہوئیں آپؓ نے بڑی محنت سے انتہائی کوشش کر کے اس کام کو انجام دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ہر عورت کو لکھنا پڑھنا، سوتک گنتی لکھنا اور اپنے دستخط کرنے سکھا دیا گیا۔

8/فروری 1946ء کے خطبہ جمعہ میں حضورؓ نے اس کام پر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا ''مردوں کے مقابلے میں عورتوں نے قربانی کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے ...میں سمجھتا ہوں جو روح ہماری عورتوں نے دکھائی ہے اگر وہی روح ہمارے مردوں کے اندر کام کرنے لگ جائے تو ہمارا غلبہ سو سال پہلے آجائے اگر مردوں میں بھی وہی دیوانگی اور وہی جنون پیدا ہو جائے جس کا عورتوں نے اس موقع پر مظاہرہ کیا ہے تو ہماری فتح کا دن بہت ہی قریب آجائے... ''

غیر معمولی قائدانہ صلاحیت:۔ جو کام بھی آپؓ کے سپرد کیا جاتا اس کو گہری لگن اور شدید محنت و جانفشانی سے سرانجام دینے میں کوشاں ہو جاتیں۔ ساتھ کام کرنے والیوں کو بڑے ہی دلپذیر انداز میں توجہ دلاتیں کہ ہر کوئی اپنی پوری طاقت صرف کر دیتا اور جب تک وہ کام مکمل نہ ہو جاتا آپؓ اطمینان سے نہ بیٹھتیں۔

تقسیم ملک کے بعد 1947ء، 1948ء کے پرآشوب ایام میں جو ممبرات لجنہ قادیان سے آکر لاہور قیام پذیر ہوئی تھیں ان کے پندرہ روزہ اجلاس شروع ہو چکے تھے۔ کبھی کبھی لاہور اور قادیان کی لجنہ ممبرات کا مشترکہ تربیتی جلسہ ہو جاتا۔ عام اجلاس الگ الگ ہی ہوتے۔ قادیان کی مہاجر ممبرات کی صدر حضرت سیّدہ اُمِّ داؤد صاحبہؓ تھیں۔ آپؓ نے حسب عادت لجنہ اماء اللہ کے کام میں پوری طاقت لگا دی۔ اور کچھ اس طرح دلچسپی اور زندگی پیدا کی کہ لجنہ اماء اللہ لاہور میں بھی بیداری کی لہر دوڑ گئی اور وہ اجتماعی کاموں میں نمایاں حصہ لینے لگیں۔ لجنہ لاہور کی عہدیداروں اور کارکنات نے ان ایام میں سیدہ اُم داؤد صاحبہؓ سے بہت کچھ سیکھا اور تربیت پائی۔ جو قومی خدمات کی بجا آوری میں ان کے کام آیا۔

31/مئی 1950ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے دفتر لجنہ اماء اللہ ربوہ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ لجنہ ممبرات کی نمائندگی میں سب سے پہلے حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ پھر حضرت ام ناصر صاحبہؓ صدر لجنہ اماء اللہ اور پھر حضرت سیدہ اُم داؤد صاحبہؓ نائب صدر لجنہ نے اینٹیں لگائیں۔ حضرت سیّدہ امتہ الحی صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات پر آپؓ کی یادگار ''امتہ الحی لائبریری'' قائم کرنے کی تحریک و تجویز حضرت سیدہ اُم داؤد صاحبہؓ کی طرف سے پیش کی گئی تھی۔

1951ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر گرد و نواح کے علاقہ جات میں تبلیغی وفود بھیجنے کا پروگرام بنایا گیا۔ سیدہ اُم داؤد صاحبہؓ نے باوجود پیرانہ سالی اور کمزوریٔ صحت کے چھنّیاں چمن عباس اور کھچیاں جانے والے وفود کی قیادت کی۔ مارچ 1952ء میں ایک وفد حضرت سیدہ اُم متین صاحبہ کی سرکردگی میں محترمہ مس فاطمہ جناح صاحبہ مرحومہ سے ملاقات کرنے گیا۔ مس جناح کی خدمت میں انگریزی ترجمہ قرآن پیش کیا گیا۔ جس کو قبول کرتے ہوئے انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ اس وفد میں سیدہ اُم داؤد صاحبہؓ شامل تھیں۔

خلافت اور باقی بزرگ خواتین سے خاص قلبی وابستگی:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی بیوی حضرت اماں جی صغریٰ بیگم صاحبہؓ سے قرابت داری (پھوپھو جان) بھی تھی یہ تعلق بہت ہی گہری محبت لئے ہوئے تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ بھی عقیدت و ارادت درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ منصب خلافت کے احترام و اطاعت کا لافانی جذبہ آپؓ کے دل میں موجزن تھا۔ حضرت اُم المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے ساتھ بہت محبت تھی۔ بیماری اور ضعیفی میں آپؓ نے حضرت اماں جانؓ کی بہت خدمت کی اور اس بات کو اپنے لئے باعثِ افتخار جانا۔

غرض آپؓ کے محاسن، اقامت دین کے لئے آپؓ کی مساعی، احیائے دین کے سلسلہ میں آپؓ کی محنت و کوشش یاد رہنے والے کارنامے ہیں۔

تاریخ لجنہ جلد اوّل صفحہ 121 تا 122 پر حضرت سیدہ اُمّ متین صاحبہ نے آپ رضی اللہ عنہا کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ''محترمہ سیدہ صالحہ بیگم کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ جب سے لجنہ قائم ہوئی اور عورتوں کی مہمان

نوازی کا انتظام لجنہ کے سپرد ہوا۔ آپ نے تا وفات یہ فریضہ سرانجام دیا۔ نہ صرف خود انتہائی محنت وخلوص سے خدمت کی بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں کارکنان کو آپ نے جلسہ سالانہ کا انتظام کرنے کی تربیت دی۔ آج جو شاندار انتظام لجنہ اماء اللہ کی طرف سے جلسہ سالانہ کے موقع پر ہزاروں کی تعداد میں عورتوں کے قیام وطعام کا کیا جاتا ہے۔ یہ سب مرہون منت ہے حضرت سیدہ اُم داؤدؓ کی ابتدائی خدمات کا، اوران کی تربیت کا، بسا اوقات آپؓ ساری ساری رات جاگی ہیں ..... باوجود کمزور صحت کے نہ غذا کا خیال ہوتا نہ آرام کا۔ صرف ایک ہی خیال پیش نظر رہتا تھا کہ جلسہ پر آئی ہوئی مہمان مستورات میں سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ انتظام میں کوئی نقص نہ رہ جائے کبھی ایک جگہ نگرانی کرتی نظر آتیں۔ تھوڑی دیر بعد دوسری جگہ پہنچی ہوتیں۔ غرض ہر طرف نظر ہوتی تھی۔ اللھم ارفع درجہ"۔

محترمہ امۃ القیوم ناصرہ صاحبہ ساکن فرینکفرٹ آپؓ کے ساتھ گزرے خوبصورت لمحات کے چند واقعات بیان کرتی ہیں کہ "قیام پاکستان کے بعد ہم سب ہجرت کر کے رتن باغ لاہور آ گئے تھے۔ ایک دن حضرت ممانی جان صاحبہ نے لاہور میں ہم سب کو ایک جگہ بلوایا۔ دعائیں کرنے پر کافی دیر نصائح کیں اور حضرت ابراہیمؑ کی دعائیں پڑھ کر سنائیں۔ نیز فرمایا کہ "آپ سب تیار ہو جائیں۔ آج آپ نے ربوہ جانا ہے۔" پھر بھی دعا کروائی اور فرمایا کہ "یہ دعائیں سارے راستہ ٹرین میں پڑھتے جانی ہیں۔ جب ربوہ کے حدود میں داخل ہوں تب بھی پڑھنی ہیں۔" چنانچہ ایک لمبے سفر کے بعد ٹرین رات کو ایک خالی جگہ ٹھہر گئی۔ کسی خادم نے آ کر بتایا کہ "ربوہ آ گیا ہے۔ آپ سب اُتر آئیں"۔ ہم سب نیچے اتر گئے۔ نیچے خالی میدان تھا۔ نہ کوئی کمرہ تھا۔ نہ کوئی روشنی تھی اور نہ ہی کوئی اسٹیشن کا نشان تھا۔ ہاں چودھویں کے چاند کی سفید چاندنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ گاڑی رخصت ہو چکی تھی۔ ابھی ہم حیران پریشان کھڑے تھے کہ اچانک پیچھے سے حضرت مصلح موعودؓ کی آواز میرے کانوں میں پڑی۔ حیرانی سے مُڑ کہ دیکھا تو حضور اقدسؓ خدام کے ساتھ بالکل پاس ہی کھڑے تھے۔ میں نے سلام کیا۔ حضور نے پوچھا کہ "آپ کا کون سا سامان ہے؟" سامان کیا تھوڑا بہت بستر وغیرہ تھے۔ میں نے بتایا "یہ ہے۔" آپؓ نے خدام کو فرمایا "اٹھالو۔" اور ہمیں فرمایا کہ "ان کے ساتھ ساتھ چلے جاؤ۔" تھوڑے سے فاصلہ پر ایک دروازہ کے سامنے انہوں نے سامان رکھ دیا۔ جب ہم اندر داخل ہوئے اور کسی کو دیکھ کر سلام کیا۔ تو کسی جانی پہچانی آواز نے جواب دے کر خیریت دریافت کی کہ "سفر خیریت سے گزرا؟" چاند کی روشنی میں غور سے دیکھا تو وہی ہنستا مسکراتا ہوا پیارا سا چہرہ حضرت ممانی جان، محترمہ آپا بشریٰ بیگم صاحبہ اور صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ ہمارا استقبال فرما رہی تھیں۔ جن کو ہم اپنے خیال میں لاہور چھوڑ آئے تھے، وہ شاید موٹر میں ہم سے پہلے آ گئی تھیں۔ آپ کو دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ آپ کے ساتھ چند لڑکیاں جو احمد نگر سے آئی تھیں کھڑی ہوئی تھیں۔ انہوں نے دروازہ سے ہمارا سامان اٹھا لیا۔ آگے آگے حضرت ممانی جان تیز تیز قدم اٹھا کہ چلتی ہوئی ہمیں ایک خالی کچی بیرک میں لے گئیں۔ سامان وہاں رکھوا کر ہم سب کو فرمایا "آپ لوگ یہاں آرام کریں ابھی کھانا آتا ہے تو بھجواتی ہوں۔" ہم چٹائیوں پر لیٹ گئے۔ کافی رات گئے کھانا آیا۔ آپؓ خود ساتھ آئیں، سب کو کھانا تقسیم کیا اور ہمارے پاس بیٹھی رہیں۔ صبح پتہ چلا کہ یہ کھانا لنگر خانہ سے حضرت اقدس مصلح موعودؓ نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے تقسیم فرما کے بھجوایا تھا۔ یہ ہماری بہت بڑی خوش قسمتی اور فخر کی بات تھی کہ اسٹیشن پر خود حضرت مصلح موعودؓ لینے آئے۔ کھانا خود اپنے مبارک ہاتھوں سے بھجوایا۔ حضرت ممانی جان ایک عزیز پیاری ماں کی طرح ہماری مہمان نوازی فرما رہی تھیں۔ اس کے لئے وہ رات گئے تک وہاں رہیں۔ دوسری صبح پھر تشریف لائیں، بڑے پیار سے ہم سب کو جلسہ پر ڈیوٹیاں دینے کی تحریک فرمائی اور فرمایا کہ "اب آپ لوگوں نے جلسہ پر آنے والوں کی مہمان نوازی کرنی ہے"۔ یہ ربوہ کا پہلا جلسہ سالانہ تھا اور 12 اپریل 1948ء کو منعقد ہوا تھا۔ اس جلسہ سالانہ پر زنانہ قیام کی ناظمہ جلسہ حضرت ممانی جانؓ تھیں۔ محترمہ سیدہ آپا بشریٰ بیگم آپؓ کی نائبہ تھیں اور انچارج دفتر میں محترمہ پروفیسر سیدہ احسن صاحبہ اور عاجزہ کی ڈیوٹی تھی۔ کچھ کچے کمرے تھے باقی مہمانوں کے لئے کیمپ نصب کئے گئے تھے۔ اس وقت دفتر لجنہ اماء اللہ کی بنیادیں کھودی گئی تھیں خاکسار حضرت ممانی صاحبہؓ کے ساتھ معائنہ کے لئے بھی جاتی تھی۔ آپؓ سب کی بہت زیادہ نگرانی فرماتیں بعض اوقات رات کو معائنہ کے لئے چل پڑتیں۔ میں آپؓ کی کمزوری کو دیکھتی اور پھر آپؓ کی ہمت کو دیکھتی تو سخت حیران ہوتی کہ نہ جانے آپؓ کے اندر کونسی مقناطیسی قوت تھی جو آپؓ اتنا تیز چلتیں اور مجھے بھاگنا پڑتا۔ آپؓ رات کے اندھیرے میں ان بنیادوں کو پھلانگتی جاتیں۔ مجھے خوف آتا کہ کہیں پاؤں نہ پھسل جائے۔ آپؓ سب کمروں اور کیمپوں میں جا کر کہ "کھانے یا کسی اور چیز کی ضرورت تو نہیں" پوچھتیں۔ آپؓ وہیں ایک چھولداری میں رہتیں۔ سخت سردی ہوتی تھی رات گئے تک جاگتیں اور صبح ہم سے پہلے اُٹھی ہوتیں۔

آپؓ کے ساتھ کام کرنے کا کچھ اور ہی مزا تھا۔ آپؓ کے جذبہ کا دوسروں پر بھی

اثر تھا۔ سب شوق اور لگن سے بھاگ بھاگ کر ڈیوٹیاں دیتے تھے۔
جلسہ کے اختتام کے دوسرے دن ہم سب لڑکیاں کھانا کھانے بیٹھیں کہ ایک لڑکی نے شرارت سے اونچی نیچی آواز میں کہنا شروع کیا ہائے ہم اتنے دنوں سے دال کھا رہے ہیں آج تو کچھ اور کھانے کا دل چاہتا ہے۔ ساتھ والی بیرک حضرت ممانی جانؓ کی قیام گاہ تھی۔ درمیان میں دیوار چھوٹی تھی ساری آواز ادھر سنائی دے رہی تھی۔ آپؓ نے مجھے آواز دی ''امتہ القیوم ادھر آؤ'' میں ڈرتے ڈرتے گئی تو حضرت ممانی جانؓ مسکرا رہی تھیں۔ بڑے پیار سے فرمایا ''امتہ القیوم کیا بات ہے''۔ میں نے عرض کی ''لڑکیاں ویسے ہی مذاق کر رہی تھیں ہمیں تو دال اچھی لگتی ہے''۔ آپؓ نے فرمایا ''تم نے اتنے دن بتایا کیوں نہیں۔ کچھ اور پکوا دیتی۔ اچھا یہ اچار اور جام لے جاؤ''۔
میرے انکار کے باوجود مجھے دونوں بوتلیں تھما دیں۔ دوسرے دن آپؓ نے سالن پکوا کر بھجوایا اور ساتھ ہی پوچھا ''کسی اور چیز کی ضرورت تو نہیں۔''
حضرت ممانی جانؓ بہت زیادہ مستعدی سے ڈیوٹی انجام دیتیں اور ہم سب بھی سارا دن بھاگ بھاگ کر بڑے جوش وجذبہ سے کام کرتے۔ پاؤں زخمی ہو جاتے۔ رات کو ہم پاؤں پہ سرسوں کا تیل لگاتے تھے۔ اگلی صبح پھر خوشی خوشی کام کر رہے ہوتے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ کے بعد ہم سب ڈیوٹی کرنے والوں سے ملاقات کی۔ آپؓ نے جلسہ کی تقریر میں اس بات پہ خوشی کا اظہار فرمایا کہ جو لوگ مہمان تھے، وہی میزبان تھے۔
خاکسار حضرت ممانی جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قرآن مجید کا ترجمہ اور حدیث شریف پڑھتی تھی۔ آپؓ کی بیٹی صاحبزادی آنسہ سے میری دوستی تھی، وہ بھی میرے ساتھ قرآن کا ترجمہ پڑھتی۔ آپؓ کی صحت خراب تھی مگر پھر بھی باقاعدگی سے ہمیں پڑھاتی تھیں۔ حضرت ممانی جانؓ نے ایک مرتبہ شادی کے بعد سسرال میں باتوں کا ذکر کیا اور مسکراتے ہوئے فرمایا ''تمہیں میں اپنا ایک لطیفہ سناؤں۔ جب میں شادی ہو کر آئی تو میں نے سوچا کہ اپنے سب کاموں کے لئے ایک ٹائم ٹیبل بنا لیتی ہوں تا کہ ہر کام وقت مقررہ پر کروں چنانچہ میں نے چارٹ بنا کر اپنے کمرہ میں لٹکا دیا۔ ایک دن ایک غریب خاتون آئی کہنے لگی بی بی میرے کپڑے سی دو۔ میں نے اس سے کہا کہ اچھا ٹھہر جاؤ میں ابھی تمہیں بتاتی ہوں۔ میں جلدی سے کمرے میں گئی اپنا چارٹ دیکھا اس میں کوئی جگہ نہ تھی کوئی وقت خالی نہ تھا میں نے اس کو آ کر کہا کہ میرے ٹائم ٹیبل میں کوئی وقت خالی نہیں میں تمہارے کپڑے نہیں سی سکتی وہ بیچاری چلی گئی۔ بعد میں مجھے بہت افسوس ہوا کہ یہ میں نے اچھا نہیں کیا۔ غریب عورت تھی مجھے اس کے کپڑے سی دینے چاہئے تھے۔ میں نے جا کر وہ ٹائم ٹیبل پھاڑ دیا اور سوچا جب میں اس کے مطابق ایک نیکی کا کام بھی نہ کر سکوں تو مجھے کیا فائدہ اور اس کو بلوا کر اس کے کپڑے سی دیئے''۔

حضرت سیدہ اُم داؤدؓ کی وفات:۔ جوانی میں ہی آپؓ سنگرہنی کی بیماری میں مبتلا ہو گئی تھیں اس وجہ سے طبیعت اکثر کمزور رہتی تھی لیکن آپؓ نے اپنی خرابیٔ طبیعت کو اپنے اوپر غالب نہیں آنے دیا اور قوت ارادی کے ساتھ کام کیا دینی کاموں میں کبھی بیماری کی پرواہ نہیں کی۔ خلوص کے ساتھ مستورات کی فلاح و بہبود کے لئے اپنے جسم و جان کی تمام تر توانائیوں کے ساتھ کام کرتیں۔ جماعتی کاموں میں جس انہماک اور جس جانفشانی کا مظاہرہ کرتیں دیکھنے والی ہر آنکھ آپؓ کی بلند ہمتی، قوت ارادی اور جماعت کے ساتھ محبت وخلوص پر حیران رہ جاتی اس تکلیف سے آپؓ مکمل طور پر صحت یاب کبھی نہیں ہوئیں۔
کچھ عرصہ کے لئے بیماری میں کمی آ جاتی اور کچھ دیر بعد پھر عود کر آتی۔ ایک وقت آیا کہ خوراک کی نالی بند ہو گئی اور آپریشن کروانا پڑا۔ کم وبیش آٹھ ماہ تک مسلسل بستر علالت پر رہیں۔ بیماری زور ہی پکڑتی گئی انتہائی صبر سے وقت گزارا۔ کبھی بھی بے چینی کا اظہار نہ کرتیں۔ زیادہ باتیں کرنے والی طبیعت نہ تھی۔ تیمارداری اور خدمت کرنے والوں کی طرف انتہائی پیار بھری نظروں سے دیکھتیں اور دعاؤں میں مصروف رہتیں۔ 8 ستمبر 1953ء کو آپؓ نے انتہائی سکون سے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپؓ موصیہ تھیں۔ جنازہ لاہور سے ربوہ لایا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سندھ تشریف لے گئے تھے اس لئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جنازہ پڑھایا اور بہشتی مقبرہ کی چار دیواری میں مدفون ہوئیں۔

؎ تو مشعلِ ایثار کا تابندہ شرر تھا تو ملّتِ احمد کا درخشندہ گہر تھا

آپؓ کے قابل ستائش اوصاف زندگی کے ہر لمحے کو عورتوں اور مردوں دونوں کے لئے مشعل راہ بناتے ہیں۔
بیس تبوک روزنامہ المصلح کراچی میں صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب لکھتے ہیں۔ ''ہمارے خاندان میں چند بزرگ ہستیاں ہیں جنہوں نے حضرت بانیٔ سلسلہ نور اللہ مرقدہٗ کا زمانہ دیکھا ہے ان میں سے ایک سیدہ اُم داؤدؓ بھی تھیں۔ میرے نزدیک جماعت کی مستورات میں سے آپؓ کو سب سے زیادہ دینی علوم پر عبور حاصل تھا۔ عربی اچھی طرح بول اور پڑھ لیتی تھیں۔ سلسلہ کی کتب اور مسائل سے خوب واقف تھیں۔ میں نے خود بخاری شریف کا کچھ حصہ سبقاً ان سے پڑھا ہے۔ ان بزرگ ہستیوں کے

اس جہان سے گزر جانے پر ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا جماعت کی نئی پود ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اگر کر رہی ہے تو اس میں کس حد تک کامیاب ہے۔ اگر ایسا نہیں تو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہئے زندہ قوموں کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ اس کے کسی فرد کی وفات سے جو خلاء پیدا ہوتا ہے اُسے پُر کرنے والے دوسرے موجود ہوتے ہیں اور اس طرح جماعتی کام کو نقصان نہیں پہنچتا۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اپنے بزرگوں کے قائم مقام بن سکیں۔ اور ان کے ناموں کو روشن کرنے والے ہوں۔"

روزنامہ المصلح کراچی دس تبوک کے اداریہ میں لکھتا ہے۔ "بیگم صاحبہ حضرت میر اسحاق صاحبؓ ایک نہایت ہی قیمتی، خلق اللہ کے لئے نفع رساں اور خدمت دین کا درد رکھنے والی ہستی تھیں اور اس خیال سے کہ احمدی مستورات کی دینی، علمی، اخلاقی اور اصلاحی ترقی کے لئے اپنی تمام تر عمر نہایت نمایاں رنگ میں کوشاں رہیں... جہاں وہ اپنے جلیل القدر شوہر کی زندگی میں ان کے شانہ بشانہ خدمت دین خلق اللہ کی فلاح، مساکین کی نگہداشت اور غرباء کی امداد کے لئے مصروف رہیں۔ ان کی وفات کے بعد بھی آپؓ نے اسی جذبے کے ساتھ اس عظیم الشان مشن کو جاری رکھا... بیگم صاحبہؓ کی وفات عورتوں کے لئے بہت بڑا نقصان ہے۔ آپؓ کی وفات سے ہماری بہنوں کی ذمے داریاں خاص طور پر بڑھ گئی ہیں۔ ان کو اپنے اندر اب اور زیادہ تقویٰ، علم اور خدمت دین کا جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے تبھی جا کر وہ ان جدا ہونے والی ہستیوں کی قائم مقام بن سکتی ہیں۔

ملک نذیر احمد صاحب ریاض 22 رتبوک المصلح میں تحریر کرتے ہیں۔ "اگر یہ حقیقت ہے کہ انسان کے نیک اعمال اور قابل ستائش اوصاف اس کی سیرت کے وہ زریں ورق ہوتے ہیں جس کے آئینہ میں اس کے وجود کے محاسن نظر آتے ہیں تو یقیناً امی جان ان وقیع الشان خواتین میں سے تھیں جنکی زندگی کی ہر منزل ہمارے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے اور ہم اس سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں (میں ان کے شفقت بھرے سلوک کی وجہ سے ہمیشہ ہی ان کو امی جان کہتا رہا ہوں) جب میں قادیان حصول تعلیم کے غرض سے آیا اور علم کے ابتدائی مراحل طے کرتا ہوا جامعہ میں پہنچا تو جس ذات گرامی نے اپنے موہ لینے والے اخلاق اور حیرت انگیز علمی تفوق و برتری سے میرے دل کی گہرائیوں میں احترام کے غیر فانی نقوش چھوڑے وہ حضرت علامہ میر محمد اسحاق صاحبؓ تھے۔ مجھے تو اس اعزاز پر بجا ناز ہے کہ مجھے آپ کے ہاں گھر کے فرد کی حیثیت سے نوازا گیا۔ اب بھی جب اس زمانہ کا تصور کرتا ہوں تو تشکر و امتنان کے جذبات سے میرا رواں رواں ان کے تمام خاندان کے لئے دعاؤں اور عقیدت کے پھول نچھاور کرنے لگتا ہے۔ قادیان میں رمضان المبارک کے روح پرور ایام کا ذکر ہے کہ میں حضرت میر صاحبؓ کی ہدایت کے ماتحت باقاعدہ مسجد اقصیٰ (قادیان) کے درس القرآن میں شریک ہوتا اور کاپی میں اس کے نوٹ لیتا رہتا۔ واپسی پر جب حضرت میر صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپؓ مجھے مردانہ میں ایک طرف بٹھا کر پاس خود تشریف فرما ہوتے اور زنانہ کمرے کی کھڑکی کے پاس حضرت امی جانؓ قرآن لے کر بیٹھ جاتیں مجھے فرماتے تم پڑھو امی جان سنتی جاتیں کئی مقامات پر میری اصلاح فرماتیں اور بعض دفعہ تو ایسے عجیب اور اچھوتے نکات بیان فرماتیں کہ روحانی حظ حاصل ہوتا اور بے اختیار مرحبا کے الفاظ نکل جاتے اب تک میرے لوح قلب پر ان کے گہرے مطالعے اور علوم دینیہ کے عبور پر پائیدار نقوش مُرتسم ہیں۔"

ان چند اقتباسات سے پتا چلتا ہے کہ ہر شخص آپؓ کے علم و معرفت کی گہرائی اور اعلیٰ اوصاف حسنہ کا معترف ہے اور یہ ہے کہ ایسی نادر ہستیاں کم ہی پیدا ہوتی ہیں۔

تربیّت اولاد کے اہم ترین فرض کو انتہائی کمال تک پہنچاتے ہوئے پورا کیا تربیت اولاد کے ثمرات تو ہمارے سامنے ہیں کہ آپؓ کے تینوں بیٹوں نے زندگیاں وقف کیں۔

اولاد

1:۔ محترمہ سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ
2:۔ محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ملک عمر علی صاحب آف ملتان
3:۔ محترمہ سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ میجر سید سعید احمد صاحب
4:۔ محترمہ آنسہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم قاضی شوکت محمود صاحب
5:۔ محترم سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم
6:۔ محترم سید میر مسعود احمد صاحب مرحوم
7:۔ محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؓ کو اپنے خاص جوار رحمت میں جگہ دے درجات بڑھاتا چلا جائے۔ آپؓ کی اولاد در اولاد کا خود حامی و ناصر ہو۔ انہیں عظیم الشان دینوی اور روحانی ترقیات عطا فرمائے وہ بھی ہمیشہ اپنے عظیم والدین کی طرح فیض رساں وجود ثابت ہوتی رہیں آمین۔

(یہ مضمون محترمہ صالحہ درد صاحبہ کی کتاب سیّدہ اُمّ داؤد صاحبہؓ اور مکرم سیّد میر قمر سلیمان احمد صاحب کی کتاب "حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ" صفحہ 21، 26، 27 سے ماخوذ ہے۔)

ایک درویش صفت خاتون
حضرت اماں جی رضی اللہ تعالیٰ عنہا
حرم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرمہ آصفہ عطاء الحلیم صاحبہ۔ Erfelden

حضرت سیدہ صغریٰ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حرم سیدنا حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جماعت احمدیہ میں احتراماً ''اماں جی'' کے لقب سے پہچانی جاتی تھیں۔ آپؓ ایک ''صاف باطن، متقی، باخدا اور متوکل'' بزرگ حضرت صوفی احمد جان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ جن کا خاندان دہلی سے تعلق رکھتا تھا جو بعد میں لدھیانہ پنجاب میں آ کر آباد ہو گیا تھا۔

آپؓ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ خود امام وقت نے اپنے محبِّ خاص کی زوجیت کے لئے آپؓ کا انتخاب فرمایا۔ ہاں اس جاں نثار فدائی کے لیے جن کے بارہ میں خود حضورؑ نے فرمایا:

چہ خوش بُودے اگر ہر یک ز امت نوردیں بُودے
ہمیں بُودے اگر ہر دل پُر از نُور یقیں بُودے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ بنفسِ نفیس مارچ 1889ء کو بارات میں شرکت فرمائی۔ آپؓ کی شادی کے بعد سیدنا حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ کو سیدنا حضرت اقدسؑ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ایک خط میں تحریر فرمایا ''میں نے اس محلّہ میں خاص صاحبِ اسرار اور واقف لوگوں سے اس لڑکی کی بہت تعریف سنی ہے کہ بالطبع صالحہ عفیفہ اور جامع فضائل محمودہ ہے۔ اس کی تربیت و تعلیم کی طرف بھی توجہ رکھیں اور آپ پڑھایا کریں اس کی استعدادیں بہت عمدہ معلوم ہوتی ہیں اور اللہ جل شانہٗ کا نہایت فضل اور احسان ہے کہ یہ جوڑ بہم پہنچایا ورنہ اس قحط الرجال میں ایسا اتفاق محالات کی طرح ہے۔''

خدائے بزرگ و برتر نے آپؓ کو یہ اعزاز بھی بخشا کہ سیدنا حضرت فضل عمرؓ جیسی جلیل القدر ہستی کو آپؓ کا داماد بنادیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپؓ کو اس محسن و منعم و منان خدا نے یہ فضیلت بخشی کہ خواتین میں سے سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے دستِ مبارک پر سب سے پہلے آپؓ کو سلسلہ احمدیہ میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا اور آپؓ ہی کا آبائی گھر دارالبیعت قرار پایا۔ ان برکات اور نوازشاتِ الٰہیہ کی عملی شکرگزاری آپؓ نے اس طرح کی کہ آپؓ نے پاک اور متقیانہ اور ہمدردیٔ خلائق سے بھرپور زندگی گزاری، ہاں ''ایک جلتی ہوئی شمع جو ہماری زندگی کے تاریک گوشوں میں روشنی کی شعائیں بھیجتی اور ہمارے کمزور حوصلوں کو تقویت بخشتی تھی۔'' مہمان نوازی، یتیم اور نادار بچوں کی پرورش صبر و حلم، سیر چشمی اور قناعت سخاوت، فراخدلی، صلہ رحمی، شکرگزاری، سادگی اور توکل آپؓ کی سیرت کے ممتاز اور نمایاں پہلو تھے۔ ان اوصافِ حمیدہ میں سے مہمان نوازی آپؓ کے اخلاق کا سب سے نمایاں جوہر تھا۔ بلا مبالغہ ہزاروں ہزار انسان ہیں جن کی خدمت اور مہمان نوازی کا شرف آپؓ کو حاصل ہوتا رہا۔ سیدنا حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی قادیان میں ساری زندگی عموماً آپؓ کا وسیع مگر سادہ مکان ایک مستقل مہمان خانہ بنا رہتا تھا۔ خصوصاً جلسہ سالانہ کے ایام میں سینکڑوں خواتین اور بچے آپؓ کے ہاں بطور مہمان قیام کرتے تھے۔ سارے کا سارا گھر خالی کر کے مہمانوں کے حوالہ کر دیا جاتا تھا۔ آپؓ ایک چھوٹی سی چارپائی اپنے لئے اپنے کچے باورچی خانہ میں ڈلوالیتیں اور بعض دفعہ وہ بھی کسی مہمان ہی کے کام آتی تھی۔ آپؓ سب کی مہمان نوازی اور آرام کا خیال ایسے انہماک جوش اور خلوص کے ساتھ کرتیں کہ اس کی مثال کہیں کم ہی نظر آ سکتی ہے۔ خصوصاً غرباء، ضعیف العمر، بیمار اور بچے آپؓ کی توجہ کا خاص مرکز بنے رہتے تھے۔ ان ایام میں بمشکل دو تین گھنٹے کچھ آرام کر لیتی تھیں۔ ایام جلسہ میں عموماً آپؓ اپنا بستر پہلے ہی کسی ضرورت مند کے حوالے کر دیتی تھیں۔ لیکن دوبارہ سہ بارہ آپؓ کے آرام اور سخت سردی کے خیال سے جو بستر

آپؓ کے لئے مہیا کیا جاتا وہ بھی اکثر و بیشتر کسی ضرورت مند کو دے دیتی تھیں۔ ہر مہمان سے نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتیں۔ اکثر خود اپنے ہاتھ سے مہمانوں کے لئے چائے وغیرہ تیار کرتیں۔ آپؓ کی مہمان نوازی کے کچھ نرالے اور دلکش انداز بھی تھے۔ حضرت اُمّ مظفرؓ (حرم حضرت صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ) تحریر فرماتی ہیں۔

''حضرت اماں جیؓ مرحومہ بہت زندہ دل اور مہمان نواز تھیں۔ جب بھی میں ان کے گھر جاتی تو وہ انتہائی محبت اور شفقت سے پیش آتیں اور چونکہ ان کی اور میری ہر دو کی مادری زبان فارسی تھی اس لئے ہم دونوں نہایت بے تکلفی کے ساتھ فارسی میں گفتگو کر کے اپنا دل بہلاتے تھے نیز چونکہ ہم دونوں کے خاندان خصوصاً کابل والی نمکین چائے کے بھی عادی تھے اس لئے جب بھی میں جاتی اور موسم مناسب ہوتا تو حضرت اماں جیؓ میرے لئے لازماً اصرار کے ساتھ نمکین چائے تیار کرواتیں اور مجھے بھی پلاتیں اور خود بھی پیتیں اور بعض اوقات جب میں کسی مجبوری کی وجہ سے جلد واپس آجاتی تو وہ بعد میں چائے تیار کروا کے ہمارے گھر پر بھجوادیتیں۔ اسی طرح بعض اوقات گرمی کے موسم میں لیمونیڈ وغیرہ کی بوتلیں بھی بعد میں گھر بھجوادیا کرتی تھیں۔ اُن کا انداز گفتگو بڑا دلچسپ اور بے تکلفانہ ہوتا تھا۔''

حضرت سیّدہ محترمہ مزید فرماتی ہیں'' ہماری اماں جانؓ (حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ حرم سیدنا حضرت اقدسؑ بانی سلسلہ احمدیہ) کے پاس حضرت اماں جیؓ کا بہت آنا جانا تھا۔ جب بھی وہ حضرت اماں جانؓ کے پاس آتیں یا حضرت اماں جانؓ اُن کے گھر جاتیں تو گویا عجیب محبت و شفقت کے جذبات سے مجلسیں گرما جایا کرتی تھیں۔ حضرت اماں جانؓ کی مہمان نوازی اور شفقت اور غرباء پروری تو مشہور ہی ہے حضرت اماں جیؓ بھی اُن کے قدم پر بہت مہمان نواز شفیق اور غریب پرور تھیں۔''

مہمان نوازی سے شغف تھا مگر تکلف اور نمود کا عنصر نام کو نہ تھا۔ ہر امیر و غریب سے یکساں برتاؤ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ جلسہ کے ایام میں ربوہ میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت امّاں جیؓ حسب معمول اپنے باورچی خانہ میں مہمانوں کی خدمت کے لئے موجود تھیں۔ حضرت چوہدری صاحبؓ کی تشریف آوری کا سن کر دروازہ پر تشریف لے گئیں۔ ملحقہ ڈیوڑھی میں اُن کے لئے چارپائی بچھوادی۔ حضرت چوہدری صاحبؓ بے تکلفی سے اس پر بیٹھ گئے۔ باتیں ہوتی رہیں۔ حضرت اماں جیؓ نے فرمایا ''کھانا کھا کر جائیں'' اور عام سادہ برتنوں میں ایک ٹرے کے اندر کھانا بھجوادیا۔ حضرت چوہدری صاحبؓ نے بشاشت اور شکر گزاری کے ساتھ وہ کھانا کھایا۔ کوئی اہتمام نہیں، کوئی تکلف نہیں۔ عجیب پُروقار انداز تھا مہمان نوازی کا۔ کیا ہی مبارک تھیں یہ مہمان نواز اور کیا ہی مبارک تھے اُن کے عقیدت مند مہمان۔ مجھے یہ ایک واقعہ اُن کی ایک خاتون رشتہ دار نے بہت خوش ہو کر سنایا، نہ جانے ایسے کتنے واقعات اُن کی زندگی میں پیش آئے ہوں گے جن کی یادیں بے شمار دلوں پر ثبت ہیں۔ نادار اور یتیم بچوں کی پرورش آپؓ کی زندگی کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ ایسی دلجوئی اور دلداری کے انداز میں اُن کی پرورش فرماتیں کہ انہیں اپنی کم مائیگی اور بے کسی کا احساس نہ ہونے دیتیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹے کے ہمراہ

اُن کو اپنے سامنے اپنے بچوں کے ساتھ بٹھا کر کھلاتیں پلاتیں اور بشاشت اور خود اعتمادی کا احساس اُن کے اندر بیدار کرتیں۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں ایسے افراد کی کمی نہیں جنھوں نے آپؓ کی پُر شفقت

تربیت و تعلیم کے نتیجہ میں دینی اور دنیوی لحاظ سے کامیاب اور خوش گوار زندگی گزاری ہے۔

بہت سی مستحق امداد عورتیں مستقل طور پر آپؓ کے ہاں رہتی تھیں اور ویسے آپؓ کے ہاں آنے جانے والی مستحق عورتوں کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا۔ آپؓ کی امداد کا رنگ بھی عجیب و دلکش ہوتا تھا۔ ایک ضعیف العمر عورت کو متعدد بار بطور مدد کے کچھ رقم دی کہ خربوزے خرید کر اس سے کچھ نفع کما لے۔ وہ خربوزوں کی ٹوکری خرید کر آپؓ ہی کے ہاں لے آتی کہ ان کو فروخت کرنے کے لئے جانا ہے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ تھکی ماندی وہ آتی تھی۔ اُس کو دیکھ کر فرمایا کرتی تھیں کہ اب اس گرمی میں ان کو بیچنے کے لئے یہ کہاں جائے گی۔ خود ہی خرید لیتیں اور خربوزے اردگرد کے لوگوں میں تقسیم کروا دیتیں۔

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے جانشین سیّدنا حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ ''میرا نام آسمان پر ''عبدالباسط'' ہے اور باسط اسے کہتے ہیں جو فراخی سے دینے والا ہو۔ آپؓ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق کے بارہ میں بے فکر کر دیا گیا تھا اور یہ یقین دہانی فرما دی گئی تھی کہ وہ آپؓ کی ضرورتوں کے پیدا ہونے سے پہلے اُن کو پورا ہونے کے سامان پیدا فرما دیا کرے گا۔ اور بعینہٖ اسی طرح ہوتا رہا۔ اس کی ایک جھلک ہمیں حضرت اماں جیؓ کی زندگی میں بھی نظر آتی ہے۔ وہ کبھی اس بارہ میں فکر مند ہوتی نظر نہیں آئیں نہ انہیں روپیہ جمع کرتے دیکھا گیا جو رقم بھی آتی خواہ وہ ہزاروں میں کیوں نہ ہو جلد سے جلد اُسے صرف کر دیتیں اور یہ صرف ہمیشہ غریبوں، مہمانوں اور دوستوں پر ہی ہوتا۔ اپنے آرام و آسائش پر نہ ہوتا۔ جب بھی اُنہیں کوئی تحفہ، نذرانہ، نقدی یا ملبوسات کی شکل میں ملتا وہ اسے یتیموں اور غریبوں میں تقسیم کر دیتیں اور جب یہ عرض کیا جاتا کہ ''یہ تو آپؓ کے علاج اور آرام کے لئے تھا'' تو جواب ملتا کہ ''تم اپنی خوشی پوری کرنے کے لئے مجھے دیتے ہو میں اپنی خوشی پوری کر لیتی ہوں۔'' اُن کی کوئی خواہش ایسی نہیں تھی جو پوری نہ ہوئی ہو، کوئی حاجت ایسی نہیں تھی جس کے پوری ہونے کے سامان اُس ضرورت کے پیدا ہونے سے پہلے نورالدین کے ''باسط'' خدا نے آپؓ کے لئے فراہم نہ کر دیئے ہوں۔ آخری ایّام میں جب آپؓ سے پوچھا گیا کہ آپؓ کی کوئی خواہش ہو تو بتا دیں تو جواب دیا ''کوئی خواہش نہیں۔ بس اب تو اپنے اللہ سے ملنا ہے''۔ ایک اور موقع پر جواب دیا ''کوئی خواہش نہیں۔ بس یہ جو یتیم بچی میرے پاس رہتی ہے اس کو پڑھا دینا۔''

حضرت اماں جیؓ نے ساری زندگی بڑے صبر و شکر اور وقار سے گزاری اگر کسی نے ذرا سی نیکی بھی آپؓ سے کی تو آپؓ نے اُسے ہمیشہ یاد رکھا۔ جب بھی موقع ہوتا اپنے بچوں کو بتاتیں کہ انہوں نے تم سے اتنی اتنی نیکیاں کی ہیں اور ہمیشہ شکر گزاری کے ساتھ اُن سے نیک سلوک کرنے کی تلقین فرماتیں۔ سیّدنا حضرت فضل عمرؓ کی نوازشات کا ذکر تو انتہائی شکر گزاری کے ساتھ اکثر و بیشتر آپؓ کے لبوں پر ہوتا۔ جب ہم حضرت اماں جیؓ کی درویشانہ اور انتہائی سادہ زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو بلاشبہ اُن کی ذات اُن ''تہی داستانِ عشرت'' میں سے نظر آتی ہے جن کے بارہ میں مالک عرش عظیم نے اپنے پیارے بندے کو آسمان سے پکار کر کہا تھا

می خواہد نگارِ من تہید ستانِ عشرت را

یعنی میرا محبوب بھی اس کو پسند کرتا ہے جو خالی ہاتھ ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی کبھی نہ تھمنے والی بارش آپؓ کی روح پر برستی رہے۔ آمین (از مصباح اگست، ستمبر 1989ء صفحہ 28 تا 35)

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نوٹ بک

(مرسلہ:۔ عذرا عباسی۔ Frankfurt)

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ'' ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ' نے ایک مجلس میں جس میں خاکسار بھی موجود تھا بیان فرمایا کہ ایک دن میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نوٹ بک دیکھوں کہ اس میں کس قسم کی باتیں نوٹ کی گئی ہیں۔ چنانچہ میں نے باوجود حضور اقدسؑ کے احترام کے حضورؑ سے اس بات کی درخواست کر دی کہ میں حضور کی نوٹ بک دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضورؑ نے بلا تامل اپنی نوٹ بک بھجوا دی۔ جب میں نے اسے ملاحظہ کیا تو اس کے پہلے ہی صفحہ پر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کی دعا لکھ کر اس کے نیچے حضورؑ نے یہ نوٹ دیا ہوا تھا کہ ''اے میرے خدا تو مجھ پر راضی ہو جا اور راضی ہونے کے بعد پھر کبھی بھی مجھ پر ناراض نہ ہونا'' میں نے جب یہ نوٹ پڑھا تو مجھے بہت ہی فائدہ ہوا اور میں دعائے فاتحہ کے پڑھتے وقت ہمیشہ ہی اس نکتہ کو ملحوظ رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے اور راضی ہو کر پھر کبھی بھی ناراض نہ ہو۔''

(حیاتِ قدسی جلد سوم صفحہ 99 از قلم حضرت مولانا غلام رسول قدسی راجیکی صاحبؓ)

ہماری پیاری اُمی جان

حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ اُم ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا
حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرمہ امتہ القیوم ناصرہ صاحبہ۔ Frankfurt

خداتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ O (البقرہ: 178)

ترجمہ:۔تمہارا مشرق اور مغرب کی طرف منہ پھیرنا کوئی بڑی نیکی نہیں ہے لیکن کامل نیک وہ شخص ہے جو اللہ، روز آخرت، ملائکہ (الٰہی) کتاب اور سب نبیوں پر ایمان لایا اور اس (اللہ) کی محبت کی وجہ سے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کو اور سوالیوں کو نیز غلاموں (کی آزادی) کے لئے (اپنا) مال دیا اور نماز کو قائم رکھا اور زکوٰۃ کو ادا کیا اور اپنے عہد کو جب بھی (کوئی) عہد کرلیں پورا کرنے والے اور (خاص کر) تنگی اور بیماری میں اور جنگ کے وقت برداشت سے کام لینے والے (کامل نیک) ہیں یہی لوگ ہیں جو (اپنے قول کے) سچے نکلے اور یہی لوگ کامل متقی ہیں۔ (ازتفسیر صغیر)

اس آیت میں خدائے عزوجل نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کی جو شاندار صفات بیان کی ہیں حضرت سیدہ ام ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کا جیتا جاگتا نمونہ تھیں ۔آپؓ کے اخلاق فاضلہ میں خدا تعالیٰ اور رسول اللہ سے محبت، تقویٰ، انفاق فی سبیل اللہ اور شفقت علی الخلق اللہ نمایاں تھے۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے الفاظ میں مجھے یوں کہنا چاہیے کہ...'' آپؓ کی سعید فطرت اور اس پر سیدنا بڑے بھائی صاحب (حضرت مصلح موعودؓ) کی تربیت۔گھر کا مبارک ماحول نیک نمونہ تھا۔جو سونے پر سہاگہ ہوگیا تھا۔''

(سیرت وسوانح خاتون مبارکہ حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 49)

حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ غیر معمولی شخصیت اور سیرت و کردار کے لحاظ سے امتیازی شان کی مالک تھیں۔اللہ تعالیٰ کے بعض عظیم الشان وعدے اور الہامات آپؓ کے ذریعہ سے پورے ہوئے چنانچہ خدائے کریم جلشانہٗ نے اپنے برگزیدہ بندے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ...'' میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا۔'' (تذکرہ صفحہ نمبر 111)

مندرجہ بالا الہام میں حضرت اُم المومنین نصرت جہاں بیگم نور اللہ مرقدھا کے بعد خاندان مسیح موعود علیہ السلام میں شامل ہونے والی خواتین مبارکہ کی طرف بھی اشارہ ہے جو دوسرے خاندانوں سے ہونگی ،مگر خدا تعالیٰ انہیں اپنے کرم سے چنے گا اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان میں شامل فرمائے گا۔اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی مشیت خاص نے جس مطہر وجود کو حضرت اماں جانؓ کے بعد باہر سے آنے والیوں میں سب سے پہلے چنا اور وہ اس الہام مبارک کی رُو سے خواتین مبارکہ کے مقدس زمرہ میں شامل ہوئیں، ان میں سے ایک حضرت سیدہ اُم ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا

وجود ہے۔ ان کو سب لوگ ''اُمی جان'' کہتے تھے۔

اُمی جانؓ کا شجرہ نسب ۔آپؓ کے جدامجد نہایت نیک، متقی اور قرآن کریم کے عاشق تھے۔ آپؓ کے والد کا نام حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور والدہ کا نام مراد بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔

''والد صاحب کی طرف سے آپؓ کا شجرہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ اس لئے یہ خاندان قریش کہلاتا ہے۔ آپؓ کے دادا خلیفہ حمید الدین صاحب اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم، بڑے متقی و پرہیز گار اور شاہی مسجد کے امام تھے۔ آپ نے انجمن حمایت اسلام اور اسلامیہ سکول کی بنیاد ڈالی۔ خلیفہ حمید الدین صاحب کو اسلام اور قرآن کریم سے بے انتہا محبت تھی۔ لہٰذا آپؓ نے اپنے تمام بیٹوں کو قرآن حفظ کروایا اسی طرح حضرت اُم ناصرؓ کی ایک پھوپھی بھی حافظ قرآن تھیں...آپؓ کے دادا، پڑدادا، نانا، تمام چچا اور پھوپھی سب ہی قرآن کریم کے حافظ تھے۔ پھر اس برکت میں اللہ تعالیٰ نے یوں اضافہ فرمایا کہ آپؓ کے فرزند حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے حافظ قرآن بنے''۔

(ماخوذ از سیرت وسوانح خاتون مبارکہ حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 5)

حضرت مصلح موعودؓ سے آپؓ کی شادی :۔آپؓ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی آپؑ کے مبارک ہاتھوں سے بیاہ کر لائی گئیں اور آپؑ کی پہلی بہو بنیں۔ 1902ء میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد زوجیت میں آئیں۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے آپؓ سے خاص محبت کا سلوک کیا۔ آپؓ جب بیاہ کر دارالامان آئیں تو سب سے پہلے دروازے پر سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے آگے بڑھ کر محبت سے آپؓ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ اپنی کتاب سیرت حضرت اماں جانؓ میں تحریر فرماتی ہیں۔ ''حضرت اماں جانؓ نے آپؓ کو پہلی رات اپنے ساتھ سلایا کہ یہ بچی ہے اُداس ہو جائے گی۔ حضرت سیدہ ام ناصر صاحبہؓ فرماتی ہیں ''آپؓ نے بعد میں بھی مجھے اتنا پیار دیا اور میرا خیال رکھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپؓ کی محبت بڑھتی ہی گئی۔ یہاں تک کہ میں اپنا میکہ بھول گئی''۔ (سیرت حضرت اماں جانؓ شائع شدہ مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ پاکستان صفحہ 47)

صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ اپنے منظوم کلام میں لکھتی ہیں:۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

؎ زوجیت سن دو میں پائی مصلح موعود کی
آپ ہی پہلی بہو تھیں مہدی مسعود کی

والدین نے آپؓ کا نام ''رشیدہ'' رکھا تھا لیکن جب آپؓ کی شادی ہوگئی تو حضرت اماں جان نور اللہ مرقدھا نے آپؓ کو ''محمودہ'' کے پیارے نام سے نوازا اور حضرت مصلح موعودؓ کے پیارے نام کے ساتھ ملا دیا

؎ یہ مرتبہ بلند تھا ملا جس کو مل گیا

آپؓ کا رتبہ بہت بلند تھا جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکتوں کے طفیل ملا، جس کے مقابل پر بادشاہوں کی بادشاہی اور دنیا کی دولتیں سب ہیچ تھیں۔ یہ روحانی خوشی اور سکون آپؓ کے چہرہ سے بھی ظاہر ہوا کرتا تھا۔ تمام عمر آپؓ اپنے گھر میں ہنستی مسکراتی اور خوش رہیں۔ آپؓ کے والدین بھی حضرت مسیح موعودؑ کی بہو ہونے کی وجہ سے آپؓ کی قدر کرتے تھے۔ ''حضرت اُمی جانؓ بیان کرتی ہیں کہ ''ابا جان (حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ۔ناقل) نے اپنی اولاد کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ سے پیار کوٹ کوٹ کر ڈالا تھا اور جب میں بیاہ کر حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان میں گئی تو اکثر کہا کرتے تھے کہ بیٹی کے ناطے سے اسلام کی تعلیم کے مطابق آپ مجھے پیاری تو لگتی ہی ہیں لیکن اب سیدنا حضرت مسیح

موعودؑ کی بہو ہونے کے ناطے آپ کا احترام مجھ پر واجب ہے۔"

(سیرت وسوانح حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ مصنف مکرم حنیف احمد محمود صاحب صفحہ 9)

آپؓ کو کئی امتیاز حاصل ہیں:۔

1۔آپؓ اس امر میں واحد امتیازی شان کی حامل تھیں کہ حضور علیہ السلام کے عہد مبارک میں بطور بہو کے تقریباً چھ سال حضور اقدسؑ کے قرب سے فیضیاب ہوئیں۔

2۔آپؓ اس فخر میں بھی منفرد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو تقریباً چھپن برس کا طویل عرصہ حضرت مصلح موعودؓ کی زوجیت میں گزارنے کا موقع عطا فرمایا۔

3۔ایک یہ امتیازی خصوصیت بھی اللہ جل شانہ نے آپؓ کو عطا فرمائی کہ حضرت اماں جانؓ کی طرح آپؓ کے بطن سے سب سے زیادہ اولاد پیدا ہوئی۔ یہ امتیازی شرف فی نفسہٖ کچھ کم اہم نہ تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو کئی اور لحاظ سے بھی خاص امتیاز عطا فرمائے۔ وہ یہ کہ حضرت اقدسؑ کے متعدد الہامات آپؓ کے وجود سے پورے ہوئے۔ ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔ کچھ اور پورے ہو رہے ہیں اس طرح حضرت امی جانؓ کا مبارک وجود خدائی نشانوں کا مظہر ثابت ہوا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی یہ مبارک پیشگوئی تری نسلاً بعیداً بھی آپؓ کے مبارک وجود کے ذریعہ سے اس طرح پوری ہوئی کہ آپؓ کے ہاں پہلے بچے صاحبزادہ نصیر احمد کی ولادت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہو گئی تھی۔ حضرت اقدسؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

میری ہر پیشگوئی خود بنا دی
تری نسلاً بعیداً بھی دکھا دی

اس پیشگوئی کے مطابق وہ عظیم الشان موعود نافلہ یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ بھی آپؓ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے جنہیں جناب الٰہی نے 1965ء میں قبائے خلافت پہنائی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام مواہب الرحمٰن کے حوالے سے حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں "بیالیسواں نشاں یہ ہے کہ خدا نے نافلہ کے طور پر پانچویں لڑکے کا وعدہ کیا تھا۔ و بشرنی بخامسٍ فی حین من الاحیان یعنی پانچواں لڑکا جو چار سے علاوہ بطور نافلہ پیدا ہونے والا تھا۔ اس کی خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ کسی وقت ضرور پیدا ہوگا اور اس کے بارہ میں

حضرت ام ناصر صاحبہؓ کے موعود بیٹے حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں

ایک اور الہام بھی ہوا۔۔۔ وہ یہ کہ انا نبشرك بغلامٍ نافلةً لك ط نافلةً من عندی۔ یعنی ہم ایک اور لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو نافلہ ہوگا۔ یعنی لڑکے کا لڑکا یہ نافلہ ہماری طرف سے ہے"۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ 228,229 ایڈیشن دوئم 1984ء)

پس تری نسلاً بعیداً کی بشارت کے مطابق آپؓ کو وہ مبارک اولاد عطا فرمائی جوان نوروں کو دنیا میں پھیلا رہی ہے، جن کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے تخم ریزی ہوئی۔

حضرت اماں جانؓ سے مشابہت:۔ پس ان الہامات پر غور کرنے سے حضرت سیدہ امی جانؓ کی حضرت ام المومنینؓ کے ساتھ بھی کئی لحاظ سے مشابہت ثابت ہوتی ہے۔

اول جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی اور بشیر اوّل پیدا ہوئے اور چھوٹی عمر میں ہی وفات ہو گئی۔ اس کے بعد بشیر ثانی یعنی حضرت مصلح موعودؓ کی ولادت ہوئی اسی طرح حضرت امی جانؓ کے بطن مبارک سے حضرت صاحبزادہ نصیر احمد پیدا ہو کر چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گئے اور پھر عرصہ تک اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدہ کے صبر و استقامت کا امتحان لیا کہ آپؓ کے ہاں چند سال اولاد نہ ہوئی اور پھر آپؓ کو اسی پیشگوئی کے مطابق مبشر اولاد عطا فرمائی یعنی حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ولادت ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت امی جانؓ کو درج ذیل مبارک رؤیا کے ذریعہ اس مبشر اولاد کی بشارت عطا فرمائی اور حضرت اماں جانؓ کی طرح زیادہ اولاد بھی عطا فرمائی اور کچھ بچے بچپن میں الٰہی منشاء سے وفات بھی پا گئے جن کی وفات پر آپؓ نے صبر کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔

آپؓ فرماتی ہیں ''کافی عرصہ تک میرے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تب میں نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت صاحبؑ تشریف لائے ہیں۔ (حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد) اور مجھے اشارہ سے قریب بلایا اور اپنی جھولی سے مختلف قسم کے بہترین اور نہایت عمدہ پھل میری جھولی میں ڈال دیئے ہیں۔ آپؓ فرماتی ہیں مجھے اس وقت خیال ہوا کہ خدا مجھے بے حد اولاد دے گا''۔ (سیرت وسوانح خاتون مبارکہ حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 67)

سو ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کی جھولی ایسے تروتازہ پھلوں سے بھری جن کی خوشبو آج تمام عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔

دوسری مشابہت یہ ہے کہ یہ مبارک پیش گوئی'' بخامس فی حین من الاحیان ''حضرت اماں جانؓ کی طرح حضرت اُمّی جانؓ کے وجود سے بھی دو دفعہ پوری ہوگئی ہے۔ اول خامس نافلہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے مبارک وجود سے جو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے بیٹوں کے لحاظ سے پانچویں نمبر پہ آئے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کی پرورش حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود فرمائی، آپؓ ان کو اپنا بیٹا اور صاحبزادہ مبارک احمد صاحبؓ کا نعم البدل کہتی تھیں۔ نیز اب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک وجود سے جو خلفاء کے لحاظ سے پانچویں نمبر کے خلیفہ ہیں اور آپ بھی حضرت اماں جانؓ کے پڑپوتے ہیں اور اُمّی جانؓ کے نواسے ہیں۔

تیسری مشابہت یہ کہ جس طرح حضرت اماں جانؓ اپنے رتبہ اور مقام کے لحاظ سے ساری جماعت میں کمال عزت و احترام اور محبت سے حضرت اماں جانؓ کہلاتی ہیں اسی طرح حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ بھی جماعت میں حد درجہ احترام کے ساتھ ''حضرت اُمّی جان'' پکاری جاتی ہیں۔

چہارم یہ کہ جیسے خدا تعالیٰ نے حضرت اماں جانؓ کے بیٹے اور پوتے کو خلافت کا اعزاز بخشا ویسے ہی حضرت اُمّی جانؓ کے پہلے بیٹے کو پھر نواسے کو خلافت کے عظیم انعام سے نوازا یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے آقا خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو لمبی فعال صحت و سلامتی والی عمر بخشے اور حضرت فضل عمر کے فتح و نصرت کے الہامات کو آپ کے ہاتھوں سے شاندار طور پر پورا فرمائے۔ آمین ثم آمین

حضرت اُمّی جانؓ اور حضرت مصلح موعودؓ کی خوبصورت رفاقت

:۔ حضرت مصلح موعودؓ ہمیشہ آپؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کے بابرکت ہاتھوں سے بیاہ کر آنے کے لحاظ سے احترام اور محبت سے رکھتے تھے۔ آپؓ کی یہ رؤیا بھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ یکم اکتوبر 1912ء میں آپؓ تعلیم کی غرض سے مصر گئے۔ (آپؓ نے یہ سفر بحری جہاز سے کیا تھا) تو پہلے آپؓ اپنی ایک خواب کی بناء پر جو آپؓ نے اس سفر میں دیکھی حج کے لیے بیت الحرام گئے اسی سفر میں 28 اکتوبر 1912ء میں مندرجہ ذیل رؤیا دیکھی اور یہ رؤیا آپؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں دعا کی غرض سے لکھی فرمایا ''آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ والدہ ناصر کچھ بیمار ہیں۔ نہ معلوم خواب کی کیا تعبیر ہے لیکن حضور دعا فرمائیں۔ عورتوں کو خاوندوں کی جدائی کا بھی ایک صدمہ ہوتا ہے اور اس سے جسمانی بیماریوں کا بھی خطرہ ہوتا ہے دعا کی سخت ضرورت ہے۔''

(مکتوب بنام حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ از سویز بحوالہ رؤیا کشوف سیدنا محمود صفحہ 26)

حضرت اُمّی جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی نہایت عقیدت و محبت سے حضورؓ کی ہر ضرورت کا خیال رکھتیں اسی طرح حضورؓ کی حفاظت کا بھی بہت دھیان رکھتی تھیں۔ صورت حال یہ تھی کہ افراد جماعت آپؓ کے گھر کو اپنا گھر سمجھتے تھے جب کوئی چاہتا آ جاتا۔ ایسی صورت میں حضورؓ کی حفاظت کا خیال رکھنا بہت مشکل تھا، لیکن اُمّی جانؓ حضرت مصلح موعودؓ کے پاس آنے والی خواتین پہ اس زاویہ سے بھی بہت گہری نظر رکھتی تھیں۔

حضورؓ تشریف لاتے تو حضرت اُمّی جانؓ باوجود بیماری کے اُٹھ کر بیٹھ جایا کرتی تھیں۔ حضورؓ آپؓ سے باتیں کرتے تو آپؓ کا چہرہ کھل اٹھتا۔ جیسے کبھی بیمار ہی نہ تھیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد بعض حالات اور ضرورت کے پیشِ نظر اور شادیاں کیں تو حضرت اُمّی جانؓ نے نہایت صبر و استقلال، محبت و اخلاص کا نمونہ دکھایا کبھی کوئی حرفِ شکایت اور دکھ کا اظہار نہ کیا بلکہ ہر دم دل و جان سے حضورِ انورؓ کی خدمت میں مصروف رہیں اور ہر لحاظ سے آپؓ کی خوشنودی اور آرام کا خیال رکھتیں۔

خاکسار (مضمون نگار) کی موجودگی میں آپؓ سے ایک خادمہ مختار بیگم صاحبہ نے ایک دفعہ یہ پوچھ لیا کہ ''حضور کی اور بھی ازواج ہیں کیا حضور آپ کا اسی طرح خیال رکھتے ہیں جیسے پہلے رکھتے تھے؟'' اس وقت آپؓ کی طبیعت ناساز تھی لیکن آپؓ نچلی منزل کے حصہ میں سٹور میں راشن تُلوا کر دے رہی تھیں۔ آپؓ نے ایک لڑکی کو حضورؓ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر خاموشی سے بھجوا دیا کہ میری (یعنی اُمّی جان کی) طبیعت خراب ہے۔ حضورؓ فوراً آپؓ کے گھر آئے اور آپؓ کو تلاش کرتے نیچے سٹور تک

پہنچ گئے اور حضرت اُمی جانؓ کو فرمایا ’’آپ کی طبیعت خراب ہے تو یہاں کیوں آئیں ہیں؟ فوراً اوپر چلیں اور آرام کریں۔‘‘ محترمہ مختار بیگم صاحبہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ کس طرح حضورؓ آپؓ کی خرابیٔ طبیعت کا سن کر اپنے دفتر سے اُٹھ کر فوراً نیچے آگئے۔ حضرت اُمی جانؓ نے فرمایا ’’دیکھ لیا تم نے!‘‘

تاریخ احمدیت کا سنہری باب: ۔آپؓ نے شادی کے بعد اپنے جذبۂ قربانی وایثار، اخلاق فاضلہ اور دیگر اوصافِ حمیدہ سے ثابت کر دکھایا کہ واقعی آپؓ باہر سے آنے والی خواتین مبارکہ میں امتیازی شرف کی حامل ہیں۔

’’آپؓ کو یہ فخر حاصل ہے کہ قیام لجنہ اماء اللہ 1922ء سے اپنی وفات 1958ء تک آپؓ لجنہ اِماء اللہ کی صدر رہیں۔ لجنہ اِماء اللہ کا پہلا اجلاس ہوا اور صدر لجنہ اِماء اللہ کے انتخاب کے بعد حضرت اماں جانؓ نے حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ کا ہاتھ پکڑ کر کرسی صدارت پر بٹھا دیا۔‘‘

(از سوانح فضل عمرؓ مصنف حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جلد دوم صفحہ نمبر 360)

’’حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ لجنہ اماء اللہ کی ابتدائی چودہ ممبرات میں سے تیسرے نمبر پر ہیں ...احمدی مستورات کے نظم ضبط اور اخلاص اور ایمان میں آپؓ کا بہت دخل ہے۔ آپؓ خوش قسمت تھیں جن کو حضرت اقدسؑ کی تربیت میں ایک حصہ ملا اور حضرت مصلح موعودؓ کی تربیت نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ گو دنیاوی لحاظ سے آپؓ نے کسی مدرسہ سے تعلیم حاصل نہ کی تھی لیکن حضرت مصلح موعودؓ کی محبت طیبہ اور تعلیم کے اثر سے سیدہ موصوفہ کا وجود دینی تعلیم اور سلسلہ سے اخلاص میں ایک قابل تقلید نمونہ تھا۔ آپؓ کو قرآن کریم اور دینی تعلیم پر عبور حاصل تھا چنانچہ سینکڑوں لڑکیوں کو آپؓ نے قرآن مجید پڑھایا۔

لجنہ اِماء اللہ کے کاموں اور اجلاسوں میں آخری عمر میں ناسازیٔ طبع اور کمزور ہونے کے باوجود شامل ہوتی رہیں اور اپنی ہدایات اور ارشادات سے نوازتی رہیں... خلافت ثانیہ کی جوبلی کے موقع پر جب خواتین نے لوائے احمدیت کے لئے سوت کاتا تو آپؓ نے بھی اس میں حصہ لیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے 1953ء میں عورتوں کو اپنے ہاتھ کی کمائی سے زائد آمدنی پیدا کرنے کا ارشاد فرمایا تو آپؓ نے اپنے ہاتھ سے ایک دوائی بنا کر فروخت کی اور اس کی آمد اشاعت دین کی خاطر دی۔ 1914ء میں ’’تادیب النساء‘‘ کے تحت عورتوں میں زنانہ دعوۃ الی الخیر فنڈ کی تحریک ہوئی۔ جس میں اکٹھا ہونے والا چندہ تبلیغ اور سلسلہ کے کاموں میں خرچ ہونا تھا۔ یہ تحریک مستورات کو کی گئی تھی چنانچہ پہلی فہرست جو زنانہ دعوۃ الی الخیر فنڈ کی شائع ہوئی میں ابتدائی بلکہ دوسرے نمبر پر چندہ دینے والی حضرت اُم ناصر صاحبہؓ تھیں۔‘‘

(سیرت وسوانح حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ مصنف مکرم حنیف احمد محمود صاحب صفحہ 304،305)

آپؓ نے ہر کڑے اور نازک وقت میں جس ہمت کے ساتھ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ضرورت کو مقدم رکھتے ہوئے قربانی وایثار کا عظیم الشان مظاہرہ کیا وہ ایک عمدہ نمونہ ہے۔ سیرۃ وسوانح حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ میں ایک خوبصورت واقعہ درج ہے۔ ایک خاتون جن کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی حرم اول حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ کے ہاں آنا جانا تھا...روایت کرتی ہیں۔ ’’جب حضورؓ نے تحریک شروع کی کہ اپنے ہاتھ سے کام کر کے چندہ دیا جائے۔ تو میں حضورؓ کے گھر اُم ناصر صاحبہؓ کے پاس بیٹھی تھی۔ حضورؓ نے کہا ’’میں سرمہ پیس کر فروخت کر کے چندہ دوں گا اپنے ہاتھ سے کام کر کے‘‘۔ میں نے کہا ’’حضور میں بھی سرمہ پسوا دوں گی، ساتھ شامل ہو جاؤں گی‘‘۔ فرمایا ’’نہیں، نہیں یہ بات نہیں۔ میں خود اپنے ہاتھ سے پیسوں گا اور تم خود کچھ کام کرو۔‘‘ دو تین دن بعد اُم ناصرؓ کے گھر پھر گئی اور اُم ناصرؓ سے کہا ’’کیا کروں کام مجھے کوئی آتا نہیں۔ چندہ ضرور دینا ہے۔‘‘ اُم ناصرؓ نے کہا ’’مجھے بھی یہ بڑی سوچ ہے کیا کام کیا جائے۔‘‘ میاں رفیق وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ بولے ’’اُمی جان میرے بوٹوں کو پالش نہیں کروائی؟‘‘ اُم ناصرؓ ہنس پڑیں اور کہنے لگیں ’’میں تیرے بوٹوں کو پالش کروں گی تم مجھے ایک آنہ دیا کرو۔ میں وہ چندہ میں دے دوں گی‘‘۔ میں نے کہا ’’میں تو ایک مہینہ کسی کے گھر کام کروں گی‘‘ اُم ناصرؓ نے فرمایا ’’اور کسی کے پاس کیوں جاتی ہو؟ میرے پاس آؤ۔ دونوں بہنیں بیٹھا کریں گی۔ حضور کے کپڑوں کی مرمت تم کر دیا کرنا‘‘ پھر ہنسنے لگیں اور کہا ’’مہینہ کیا لوگی؟‘‘ میں نے کہا ’’ابھی تو کچھ نہیں کہہ سکتی۔ دیکھو خدا جو سامان بنائے۔‘‘ خدا کی حکمت سیرت النبیؐ کا جلسہ آ گیا۔ عورتیں دو کانیں لگایا کرتی تھیں۔ میں نے کہا ’’میں تو پان بیچوں گی‘‘۔ اُم ناصرؓ نے کہا ’’ہم دونوں بہنوں کا حصہ ہوگا۔ میں پان منگوا دوں گی۔‘‘ پان اور کتھا تو اُم ناصرؓ نے دیا اور دوسری چیزیں چھالیہ الائچی وغیرہ میں نے اپنی ڈالیں... ہماری نیت چندہ دینے کی تھی۔ خدا کے فضل سے میرے پان خوب بکے۔ پچاس پان کیا چیز تھی پان ہاتھوں ہاتھ بک گئے۔ اُم ناصرؓ بھی میرے پاس آئیں اور کہا ’’میں کیا

کام کرسکتی ہوں۔"میں نے کہا"آپ جائیں میں خود یہ کام کرلوں گی۔" جب گھر آکر ڈبے میں ڈالی ہوئی نقدی کا حساب کیا تو اس میں سے چوبیس روپے نکلے۔بارہ روپے اُم ناصرؓ کے اور بارہ روپے میرے حصے میں آئے..."

(سیرت وسوانح خاتون مبارکہ حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 24)

اس کے علاوہ آپؓ نے جماعت کی رہنمائی کرنے میں حضرت مصلح موعودؓ کا ہاتھ بٹایا اُسے تاریخ احمدیت میں ایک سنہری باب کی حیثیت حاصل ہے اس کا تذکرہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور رہتی دنیا تک آنے والی نسلیں اس پر محبت وعقیدت اور قبولیت کے پھول نچھاور کرتی رہیں گی۔انشاءاللہ

آپؓ نے اپنا زیور الفضل کیلئے دے دیا،ایک درخشندہ واقعہ: ۔ایک اہم واقعہ انتہائی نامساعد حالات میں اخبار الفضل کے اجراء کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔اس عظیم الشان قربانی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔" 1913ء کی بات ہے خداتعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اس طرح تحریک کی جس طرح حضرت خدیجہؓ کے دل میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تحریک کی تھی۔انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں پیسہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنویں میں پھینک دینا اور خصوصاً اس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو...اپنے دو زیور مجھے دے دیئے کہ میں ان کو فروخت کر کے اخبار جاری کردوں....میں زیورات کو لے کر اسی وقت لاہور گیا اور پونے پانچ سو کے وہ دونوں کڑے فروخت ہوئے۔یہ ابتدائی سرمایہ الفضل کا تھا۔الفضل اپنے ساتھ میری بےبسی کی حالت اور میری بیوی کی قربانی کو تازہ رکھے گا اور میرے لئے تو اس کا ہر ایک پرچہ گوناگوں کیفیات کا پیدا کرنے والا ہوتا ہے بارہا وہ مجھے جماعت کی وہ حالت یاد دلاتا ہے جس کے لئے اخبار کی ضرورت تھی۔بارہا مجھے اپنی بیوی کی وہ قربانی یاد دلاتا ہے...ان کی یہ قربانی میرے دل پر نقش ہے اگر ان کی اور قربانیاں اور ہمدردیاں ....میں نظرانداز بھی کردوں تو ان کا یہ سلوک مجھے شرمندہ کرنے کے لئے کافی ہے۔اس حسنِ سلوک نے نہ صرف مجھے ہاتھ وہ دیئے جن سے میں دین کی خدمت کرنے کے قابل ہوا...بلکہ ساری جماعت کی زندگی کے لئے ایک بہت بڑا سبب پیدا کر دیا۔کیا ہی یہ سچی بات ہے کہ عورت ایک خاموش کارکن ہوتی ہے اسکی مثال اس گلاب کے پھول کی سی ہے جس سے عطر تیار کیا جاتا ہے لوگ اس دکان کو تو یاد رکھتے ہیں جہاں سے عطر خریدتے ہیں مگر اس گلاب کا کسی کو خیال نہیں آتا جس نے مر کر ان کی خوشی کا سامان پیدا کیا۔میں حیران ہوتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ سامان پیدا نہ کرتا تو میں کیا کرتا اور میرے لئے خدمت کا کون سا دروازہ کھولا جاتا اور جماعت میں روزمرہ بڑھنے والا فتنہ کس طرح دور کیا جاسکتا۔"

(سیرت وسوانح خاتون مبارکہ حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 22، 21)

ان کے دل میں موجزن احیائے دیں کا جوش تھا
دین کی خاطر نہ بچوں کا نہ اپنا ہوش تھا
ان کے ہی ایثار سے الفضل تھا جاری ہوا
ان پہ رکھ تو فضل کا سایہ ہمیشہ اے خدا

(کلام صاحبزادی امتہ القدوس صاحبہ)

لاریب سیدہ مرحومہ کا یہ احسانِ عظیم ہے۔الفضل جو سیدہ کی قربانی کے نتیجہ میں جاری ہوا اس چشمہ کی حیثیت رکھتا ہے جس کا فیض ہمیشہ ہمیش جاری رہے گا اور آنے والی نسلیں اس عظیم الشان قربانی کو خراجِ عقیدت پیش کرتی رہیں گی۔انشاءاللہ تعالیٰ

آپؓ کی خوبیاں ۔آپؓ نہایت متقی، پرہیزگار، کفایت شعار اور بہت ساری خوبیوں کی مالک تھیں چنانچہ حضرت قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنے مضمون"ہماری بھاوجہ صاحبہ" میں آپؓ کے اوصاف حمیدہ کا ان الفاظ میں ذکر فرماتے ہیں کہ۔"سیدہ اُم ناصر احمد صاحبہ نہایت ملنسار سب کے ساتھ بڑی محبت اور کشادہ پیشانی سے ملنے والی حقیقتاً حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی رونق تھیں اور حضرت اماں جانؓ کی وفات کے بعد جماعت کی مستورات کا گویا وہی مرکز تھیں...آپ نے بہت بےشر طبیعت پائی تھی۔اُن کے وجود سے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچی اور ان کا وجود ساری عمر اس نوع کی معصومیت کا مرکز بنا رہا۔نیکی اور تقویٰ میں بھی مرحومہ کا مقام بہت بلند تھا....حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو جیب خرچ آپ کو ملتا تھا وہ سب کا سب چندہ میں دے دیتی تھیں اور اولین موصیوں میں سے تھیں۔جب تک روزوں کی طاقت رہی باقاعدہ روزے رکھے بعد میں بہت التزام کے ساتھ فدیہ ادا کرتی رہیں۔یہ انہی کی نیک تربیت کا اثر تھا اُن کی اولاد خداتعالیٰ کے فضل سے نمازوں اور دعاؤں میں خاص شغف رکھتی ہے"۔

(سیرت وسوانح خاتون مبارکہ حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 47)

خاکسار (مضمون نگار) کی آپؓ کے ساتھ دلفریب یادیں: حقیقت میں حضرت اُمی جانؓ ہم سب کے لئے اسلام اور احمدیت کی تعلیم کا سچا نمونہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ سے آپؓ کا بہت محبت کا تعلق تھا۔ خواتین آپؓ کے پاس آکر دعا کے لیے کہتیں کہ "اُمی جان آپ ہمارے لئے دعا کریں اللہ تعالےٰ ہماری فلاں مشکل حل کر دے" آپؓ دعا کرتیں جو اکثر قبول ہو جاتی۔ آپؓ عبادت پورے انہماک سے کرتیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور بڑے ادب اور احترام سے حاضر ہوتیں۔ آخری عمر میں گھٹنے کی درد کے باعث چارپائی پر بیٹھ کر پورے وقت پر نماز ادا کرتیں، ہر نماز کے بعد تسبیح و تحمید کر کے پھر کسی سے بات کرتیں۔ آپؓ مستجاب الدعوات تھیں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ ادھر دعا کی ادھر قبول ہو جاتی۔ گرمیوں کا واقعہ ہے اس وقت گرمی شدت کی تھی ہوا کا نام و نشان نہ تھا۔ صحن میں عصر کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ جب ختم کر چکیں تو ہوا چلنی شروع ہو گئی خاکسار پاس ہی تھی۔ فرمانے لگیں "سبحان اللہ میں نے ابھی اللہ میاں سے دعا کی تھی کہ الٰہی بڑی سخت گرمی ہے تو ہوا بھیج دے سو اس نے فضل کر دیا اس وقت اگر میں کوئی اور دعا بھی کرتی تو وہ بھی قبول ہو جاتی"۔ اس طرح آپؓ اپنی دعا کی قبولیت پر خوش ہو کر پھر خدا کے شکر اور تسبیح و تحمید میں مصروف ہو گئیں۔

جماعت کی خواتین آپؓ کی خدمت سعادت سمجھ کر کرتی تھیں۔ اسی طرح صحابیاتؓ بھی آپؓ کی خدمت کیلئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ قادیان کا واقعہ ہے ایک دن صبح اٹھ کر فرمانے لگیں "آج اگر عالماں آجائے تو حضرت صاحب کی پگڑیاں دھلوا لوں"۔ پھر کہنے لگیں "خدایا اسے بھجوا دے"۔ ابھی ہم نے ناشتہ بھی نہ کیا تھا کہ کیا دیکھتے ہیں خالہ عالماں چلی آرہی تھیں۔ وہ بھی اکثر آپؓ کی خدمت کو ڈیوٹی جان کر شوق سے کیا کرتی تھیں۔ کبھی کبھی حضور اقدسؓ کی پگڑیاں دھونے کی ڈیوٹی بھی دیتی تھیں۔

اس طرح کا ایک اور واقعہ ہے۔ ایبٹ آباد میں ایک رات میں آپؓ کی ٹانگیں دبا رہی تھی آپؓ کو بہت تکلیف تھی۔ آپؓ نے فرمایا "ہائے عائشہ بہت اچھا دباتی ہے وہ یہاں ہوتی تو مجھے دباتی"۔ خالہ عائشہ اہلیہ حضرت مولوی رحمت علی صاحب مبلغ مرحوم ربوہ میں رہتی تھیں۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اچانک خالہ عائشہ اندر داخل ہوئیں۔ آپؓ ان کو دیکھ کر حیران ہوئیں کہ "تم کہاں سے آگئی ہو"۔ اور فرمایا "امتہ القیوم مجھے دبا رہی تھی تو میں تمہیں یاد کر رہی تھی۔" خالہ عائشہ نے بتایا کہ "میں آج ہی ربوہ سے آئی ہوں حضور کی یہاں آمد کا پتہ چلا تو سوچا کہ آپ کو مل آؤں"۔

آپؓ قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتیں سفر میں بھی قرآن کریم ساتھ رکھتیں۔ آپؓ کے صاحبزادے مرزا رفیق احمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ "قرآن سے شغف تو کچھ وراثتی بھی تھا کیونکہ آپؓ کے والد، دادا اور پردادا سب ہی قرآن کے حافظ تھے اور قرآن سے بے انتہا محبت رکھتے تھے۔ لیکن حضرت صاحبؓ کی محبت نے سونے پہ سہاگے کا کام کیا... آپؓ کو قرآن سے غیر معمولی انس تھا... اگر خرابی طبیعت کے باعث نہ پڑھ سکتیں ... تو مجھے کہتیں کہ تم سناؤ... میرے بڑے بھائی مرزا حفیظ احمد صاحب کی آواز آپؓ کو بے حد پسند تھی... حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو بھی تفسیر لکھی اور شائع ہوئی، آپؓ نے ہمیشہ سب سے پہلے روپیہ جمع کر کے حاصل کر لی تا کہ قرآن کے خزائن سمٹ کر آپؓ کے پاس آجائیں"

(سیرت و سوانح خاتونِ مبارکہ حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 69،68)

قادیان کا مجھے یاد ہے کہ گرمیوں کی چھٹیوں میں آپؓ کے گھر میں چلی جاتی تھی۔ لاہور سے ایک صاحبِ حیثیت اپنی بیٹی کو لے کر آئے اور آپؓ کے پاس یہ کہہ کر چھوڑ گئے کہ "یہ آپ کی خدمت کر کے برکت حاصل کرے گی"۔ وہ کئی دن آپؓ کے گھر پر رہی۔

میری والدہ جن کو ہم اماں جی کہتے تھے جب امرتسر رہتی تھیں تو جلسہ پر حضرت اماں جانؓ کے گھر کے مبارک حجروں میں جہاں حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش کا کمرہ ہے، ٹھہرتیں۔ یہ حصہ حضرت اُمی جانؓ کے گھر کے ساتھ ہی نچلی منزل میں ہے۔ یہاں پر حضرت اُمی جانؓ کا باورچی خانہ بھی ہے۔ ہمارے اماں جی بہت مزے کا ایک لطیفہ سُنایا کرتی تھیں کہ ایک دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی حضرت اُمی جانؓ کے ہاں باری تھی۔ حضورؓ اوپر کمرے میں کھانا کھا رہے تھے۔ اماں جی گرم گرم پھلکے پکا کر بھجوا رہی تھیں۔ انھوں نے بتایا کہ میں (مصنفہ۔ ناقل) نے کہا کہ میں نے حضورؓ کو پھلکا دینے جانا ہے، میں شاید تین سال کی تھی۔ اب مجھ سے سیڑھیاں چڑھی نہ گئیں اور میں نے دو تین سیڑھیاں چڑھ کر وہیں بیٹھ کر اونچی اونچی حضور اقدسؓ کو آوازیں دینی شروع کر دیں کہ "حضور اپنی روٹی لے لیں"۔ میری اماں جی نے سنا تو پریشان ہو کر کہا ہائے یہ کیا کہہ رہی ہے، جلدی سے بھاگ کر آئیں اور مجھ سے روٹیاں لے لیں۔ جب چھت پہ لے کر گئیں تو حضرت مصلح موعودؓ، حضرت اُمی جانؓ اور سب میری بات پہ ہنس رہے تھے۔

حضرت اُمی جانؓ چندہ با قاعدہ دیتیں۔ جیسے ہی مہینہ شروع ہوتا آپؓ چندہ

بھجوادیا کرتی تھیں۔ دین کی خدمت اور اسلام کی اشاعت کی آپؓ کے دل میں بڑی تڑپ اور جوش تھا۔ آپؓ اکثر فرمایا کرتیں کہ "میرا دل چاہتا ہے کہ میرے تمام بیٹے مبلغ بن کر مختلف ممالک میں نکل جائیں اور اسلام کی خدمت کریں"۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپکے ساتوں بیٹے وقفِ زندگی ہیں۔ ایک کو خدا تعالیٰ نے خلافت کا منصب عطا فرمایا یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ۔ حضرت میاں مبارک احمد صاحب کو یہ سعادت بخشی کہ وہ سالہا سال تک تمام مبلغین کے انچارج یعنی تحریک جدید کے وکیل التبشیر کے معزز عہدہ پر فائز رہ کر جماعت کی خدمات احسن رنگ میں ادا فرماتے رہے۔

آپؓ غریب پرور اور یتیموں کی مددگار تھیں بعض اوقات سوال سے قبل ہی کچھ نہ کچھ دے دیتیں۔ حضرت میاں مبارک احمد صاحب کے چھوٹے بیٹے صاحبزادہ مرزا تسنیم احمد کی پیدائش پر آپؓ بہت خوش تھیں۔ ایک بوڑھی خاتون آئیں آپؓ کو مبارکباد دے کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی یہ منظوم نظم خوش الحانی سے گانے لگی۔

؎ بابرگ وبار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

آپؓ باہر آئیں چپکے سے اس کے ہاتھ میں کچھ نقدی دے کر فرمایا "لو مائی مٹھائی کھالینا" وہ خوشی خوشی دعائیں دیتی چلی گئی۔

آپؓ بہت صبر کرنے والی تھیں۔ قادیان کا ہی ذکر ہے کہ میں آپؓ کے گھر گئی تو فرمایا "کل میری اُنگلی سے انگوٹھی گر گئی ہے۔ (یہ طلائی انگوٹھی تھی) میں سوچ رہی تھی کہ تم آؤ تو کہیں ڈھونڈو"۔ میں نے تلاش کی لیکن کہیں نہ ملی۔ میں نے دیکھی ہوئی تھی، میں نے افسوس کیا لیکن آپؓ نے نہ پریشانی کا اظہار کیا نہ کسی پر شبہ ظاہر کیا۔ مجھے اب یاد آتا ہے کہ غالباً بعد میں آپؓ کے کمرہ کا فرش یعنی دری کے اوپر جو سفید چادر بچھی ہوتی تھی اُسکے نیچے دیوار کے ساتھ گری ہوئی مل گئی تھی۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے بتایا کہ "سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام حضرت اُمّی جانؓ کا بہت خیال رکھتے تھے اور حضرت اُمّی جانؓ کو بھی حضرت اقدسؑ سے بہت محبت تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی یاد میں کبھی کبھی گڑ والے چاول پکوا کر سب کو کھلاتی تھیں۔"

پارٹیشن کے بعد قادیان سے لاہور آئیں تو اپنے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے تبرکات خاص طور پر سنبھال کر لائیں۔ آپؓ کے پاس حضورؑ کا ایک چمچہ

حضرت ام ناصر صاحبہؓ کی رہائش گاہ جہاں پر ان کی صدارت میں لجنہ کے اجلاس ہوتے تھے

تھا جس سے حضورؑ دوائی پیا کرتے تھے۔ آپؓ فرماتیں کہ "مجھے دیر سے اس بات کا خیال تھا کہ اگر میرا کوئی بیٹا ڈاکٹر بنا تو اسے دے دوں گی"۔ خدا نے آپؓ کی یہ خواہش پوری کر دی اور آپؓ کے لڑکے صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کو ڈاکٹر بنا دیا اور اس طرح حضرت صاحبؑ کا یہ تبرک آپؓ نے ان کو دے دیا۔ آپؓ کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک قلم تھا۔ آپؓ اکثر اوقات فرماتی تھیں کہ "قلم کے متعلق بھی میں یہ ہی سوچا کرتی تھی کہ اپنے کسی مبلغ بیٹے کو دوں گی۔ (غالباً اب وہ مرزا مبارک احمد صاحب کے پاس موجود ہے)"

(ماخوذ از سیرت وسوانح خاتون مبارکہ حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 13، 14)

جلسہ سالانہ جوبلی کے موقع پر لجنہ اِماء اللہ میں تقریر کے لئے عاجزہ نے حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم نور اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت اُمّی جانؓ کی سیرت پر استفسار کیا تو آپؓ نے نہایت محبت بھرے الفاظ میں فرمایا کہ "آپؓ اکثر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے بڑے ہی ادب واحترام کے ساتھ سر پر دوہرا دوپٹہ اوڑھے آتیں اور ہمیشہ حضورؑ کی خدمت کرنے کی کوشش میں رہتیں۔ اسی طرح ایک شام حضورؑ وضو فرمانے لگے تو میں نے لوٹا ہاتھ میں لیا کہ وضو کراؤں، آپؓ آئیں اور نظریں جھکائے ہوئے بڑے ادب اور محبت سے لوٹا میرے ہاتھ سے لے کر حضورؑ کو وضو کرانے لگیں۔ ان دنوں کچھ لوگ اِدھر اُدھر سے ذکر کر رہے تھے کہ حضرت بھائی جان (یعنی حضرت مصلح موعودؓ) اور شادی کریں گے۔ کچھ اس قسم کی خبر آپؓ تک پہنچی ہوئی تھی چنانچہ وضو کرواتے وقت آپؓ افسردہ تھیں۔ آپؓ حضور علیہ السلام کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھیں کہ حضور علیہ السلام نے بڑے پیار سے آپؓ کو دلاسا دیا اور فرمایا میری زندگی میں تم کو کوئی تکلیف

نہیں ہوگی''۔

حضرت بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں ''آج تک وہ نظارہ میری آنکھوں کے سامنے ہے وہ شام کا وقت تھا حضرت مسیح موعودؑ آپؓ کے قادیان والے اس مکان میں، جواب دارالمسیح قادیان میں اُم ناصرؓ کا صحن کہلاتا ہے، میں ہی وضو فرما رہے تھے۔ وہ بات پوری ہوئی شادیاں مقدر تھیں ہوکر رہیں مگر حضرت اقدس علیہ السلام کی زندگی میں نہیں ہوئیں۔ خدا تعالیٰ کی شان ہے کہ اس نے حضرت مسیح موعودؑ کے مبارک منہ کے الفاظ بھی پورے فرما دیئے اور اپنی پیشگوئی کو بھی پورا فرمایا۔ حضرت اقدسؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ شادی نہیں کریں گے بلکہ یہ فرمایا ''کہ میری زندگی میں تم کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی''۔ حضور علیہ السلام کو علم تھا کہ آپؓ اور شادیاں کریں گے اور یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مقدر تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بھی محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور شادیاں کیں۔ آپؓ دن رات دین کی خدمت میں اتنے مصروف رہتے تھے کہ اس صورت میں جماعت کی مستورات کی تربیت کے لیے یہ بہت ضروری تھا اور یہ کہ جب آپؓ کی بیویاں وفات پا گئیں تو ان کے بچوں کی نگرانی کے لئے بھی بعض اوقات حضرت مصلح موعودؓ کو شادیاں کرنی پڑیں۔''

(ماخوذ از سیرت وسوانح خاتون مبارکہ حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 12،11)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باقی بیگمات کے ساتھ حضرت اُم ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سلوک بہت اچھا تھا۔ حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ آپؓ کی سیرت کے بارہ میں فرماتی ہیں ''حضرت سیدہ اُم ناصر احمد صاحبہؓ بہت اعلیٰ اخلاق وکردار کی مالک تھیں۔ حضرت اقدسؓ حضرت سیدہ اُم ناصر احمد صاحبہؓ کی بہت عزت کیا کرتے تھے حضرت سیدہ اُم ناصر احمد صاحبہؓ میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا کرتی تھیں۔ جب کبھی میری طبیعت خراب ہوتی تو حال دریافت کرنے آتیں تو ہمیشہ یہ نصیحت کرتیں لڑکی اپنی صحت کا خیال رکھا کرو۔ دیکھو ہم نے اپنی صحت کا خیال نہیں رکھا تو کیا حال ہوا ہے۔''

(سیرت وسوانح حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ مصنف مکرم حنیف احمد محمود صاحب صفحہ 295)

حضرت مصلح موعودؓ کے لباس کا انتظام:

حضرت مصلح موعودؓ کے لباس کا انتظام بھی ہمیشہ آپؓ کے سپرد ہی رہا۔ اس اہم ذمہ داری کو آپؓ نے آخری دم تک نہایت خوش اسلوبی سے نبھایا جبکہ بعض اوقات آپؓ کی طبیعت خراب بھی ہوتی تھی لیکن اس سلسلہ میں حضورؓ کو کبھی کسی وقت بھی مشکل کا سامنا نہیں ہوا۔ نہ کبھی حضورؓ کو آپؓ کو یاد دہانی کروانی پڑی۔ حضورؓ کا لباس پہلے وقت پر تیار کروا کے بھجوا دیا کرتیں۔ پوری توجہ سے آپؓ کے لباس کا خیال رکھتیں، دھوبی سے کپڑے دُھل کر آتے تو سب کو دیکھتیں اور بٹن وغیرہ درست کرتیں۔

حضور اقدسؓ کی پگڑیاں آپؓ گھر پر ہی دھلواتی تھیں۔ خدا کے فضل سے یہ ڈیوٹی سالہا سال تک میری والدہ اماں جی (اللہ اُن کے درجات بلند کرے۔ آمین) بھی دیتی رہیں۔ ربوہ میں ایک دفعہ ایک خاتون نے اصرار کر کے حضورؓ کی پگڑیاں دھو دیں جن کے کونے نکل آئے، حضورؓ نے ان کو نہ پہنا۔ دوسرے دن اچانک خاکسار حاضر ہوئی تو آپؓ بہت خوش ہوئیں اور فرمایا کہ ''میں تمہارا انتظار کر رہی تھی شکر ہے تم آ گئی ہو''۔ (یہ خدا تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ جب بھی آپؓ مجھے یاد کرتیں ادھر مجھے بھی آپؓ سے ملنے کی تڑپ ہوتی اور میں خود ہی آپؓ سے ملنے کے لئے پہنچ جاتی) آپؓ نے فرمایا ''انہوں نے اصرار کر کے پگڑیاں دھو تو دی ہیں۔ لیکن انکے کونے نکل آئے ہیں''۔ پھر آپؓ پلنگ پر بیٹھ کر میرے ساتھ ان کو کھینچ کھینچ کر درست کرنے کی کوشش کرتی رہیں، میں نے پانی ڈال کر مائع نرم کی اور اِستری سے پگڑیوں کو کچھ درست کیا۔

ایک مرتبہ ایک مزے کی بات ہوگئی۔ ایک دن حضرت اُمی جانؓ نے حضرت میاں مبارک احمد صاحب کی دعوت کی ہوئی تھی کیونکہ میاں مبارک کو کریلے بہت پسند تھے اس لئے حضرت بی بی امتہ العزیز صاحبہ کو کریلے پکانے کے لئے بلوایا ہوا تھا۔ اُن دنوں آپؓ نے ایک خاتون کھانا پکانے کے لئے رکھی ہوئی تھی۔ میں نے پگڑیوں کے لئے مائع پکا کر اُس سے کہا کہ ''دیکھو ذرا کہ پک گئی ہے یا نہیں'' وہ کہنے لگی کہ ''بی بی صاحبہ ہم کیا جانیں ہم کوئی دھوبی ہیں''۔ پھر میں نے بی بی امتہ العزیز صاحبہ کو دکھائی۔ اتنے میں نہ معلوم اُس خاتون کو کیا خیال آیا مجھے کہنے لگی کہ ''بی بی تم نے مائع تو بہت اچھی بنائی ہے کیا تم دھوبن ہو۔'' بی بی امتہ العزیز اُس کی بات سُن کر ہنسنے لگیں، مجھے بھی ہنسی آ گئی۔ میں نے کہا کہ ''میں دھوبن تو نہیں مگر حضرت صاحب کی دھوبن ہوں''۔ بعد میں مَیں نے حضرت اُمی جانؓ کی خدمت میں اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپؓ خوب ہنسیں اور آپؓ نے ایسا ہی ایک واقعہ سُنایا کہ فلاں خاتون بیچاری بڑی اچھی تھی اللہ مغفرت کرے۔ حضورؓ کی

پگڑیاں دھویا کرتی تھی۔ بی بی امتہ العزیز اس وقت چھوٹی تھیں، ایک روز کھیلتے کھیلتے اس کے پاس جا کر کہنے لگی کہ ''تم دھوبن ہو؟'' اب جب یہ بات یاد آتی ہے تو بہت لطف آتا ہے اور خوشی ہوتی ہے۔

گھریلو ذمہ داریوں میں آپؓ کا نمونہ: آپؓ ہر روز کھانا ٹھیک وقت پر تیار کروالیتی تھیں۔ ماشاء اللہ سب سے بڑا کنبہ آپؓ کا تھا۔ سب حضورؓ کا انتظار کر کے ان کے ساتھ مل کر کمرے میں دستر خوان بچھا کر یا پھر چھوٹی چوکی پر لگا کر کھانا کھاتے۔

قادیان کا ذکر ہے، میں آپؓ کے گھر تھی، گرمیوں کے روزے تھے۔ حضور اقدسؓ سحری کے وقت تشریف لائے، پہلے آپؓ نے چوکی پر دو نفل ادا کئے پھر سحری شروع کی۔ جلد اذان کی آواز آ گئی۔ اذان کے دوران آپؓ کھاتے رہے، اذان ختم ہونے پر آپؓ نے کھانا چھوڑ دیا۔ آپؓ حضرت مصلح موعودؓ کی پسند اور صحت کے مطابق آپؓ کی خوراک کا بہت خیال رکھتیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کی خوراک بہت کم تھی۔ اُمی جانؓ کی کوشش ہوتی تھی کہ حضورؓ کے لئے ایسا کھانا پکائیں جو صحت کے لئے اچھا ہو اور مزیدار بھی ہو۔

حضورؓ کو دالیں، سبزیاں، گوشت، چوزہ، بھُنے ہوئے چنے اور مکئی کے دانے پسند تھے۔ آپؓ کا دانتوں کا برُش حضرت امی جانؓ کے گھر بھی ہوتا۔ کھانے کے بعد آپؓ دانت ضرور صاف کرتے تھے۔

آپؓ عموماً کبھی رات بارہ بجے کبھی ایک بجے دفتر سے آتے۔ حضرت اُمی جانؓ اس وقت تک جاگ رہی ہوتی تھیں۔ آپؓ ویسے بھی بہت کم سوتی تھیں، دوپہر کو لیٹی ہوتیں لیکن سوتے کبھی نہیں دیکھا۔

ملاقات کے لئے آنے والی بہنوں سے ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملتیں۔ جہاں تک ہوسکتا ان کی خاطر تواضع کرتیں۔ عاجزہ جب کبھی گئی بغیر کھانے کے آنے نہیں دیا۔ ایک دفعہ میں آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی، میری طبیعت بہت خراب تھی۔ آپؓ نے ازراہِ شفقت مجھے اپنی دوائی دی اور کہا کہ ''اس سے مجھے اللہ کے فضل سے آرام آیا تھا، تم بھی کھا کے دیکھو''۔ اللہ کے فضل سے مجھے اس سے افاقہ ہوگیا۔

ربوہ میں ایک دن میں نے دوپہر کا کھانا آپؓ کے ساتھ کھایا۔ آپؓ کے ادب کی وجہ سے میں جھجک رہی تھی۔ آپؓ ڈش آگے کر کے فرماتیں کہ ''یہ بھی لو بڑے مزے کا ہے''۔

حضورؓ کی سب بیگمات نے بلا شبہ جماعت کی انتھک خدمت کی ہوئی ہے۔ آپ آپس میں بھی بہت محبت سے رہتیں اور حضرت اُمی جانؓ کا بہت احترام کرتیں۔ آپؓ کی سب بیگمات کے دروازے جماعت کی خواتین کے لئے کھلے رہتے تھے۔ ہر وقت ملاقات کے لئے خواتین آتی رہتی تھیں۔ اسی طرح حضرت اُمی جانؓ کے گھر کے صحن اور دالان ہی سے حضرت مصلح موعودؓ کے ذاتی دفتر کو راستہ جاتا تھا۔ حضورؓ نمازوں اور کھانے کیلئے وہاں سے گزرتے تھے۔ پھر باری کے دن دوسری بیگمات اور باقی خاندان کے افراد بھی وہاں سے دفتر آتے جاتے۔ حضورؓ کا یہ دفتر گھر کی طرح بھی تھا اور اس کے نیچے حضورؓ کے دوسرے دفاتر تھے۔ اُس دالان میں حضرت اُمی جانؓ کا کمرہ تھا جہاں آپؓ پلنگ پر آرام کر رہی ہوتیں یا کھانے کے وقت سب کھانا کھا رہے ہوتے۔ سب گزرنے والے سلام کرتے۔ کبھی بھی آپؓ کے ماتھے پر شکن نہ آئی، آپؓ کا اخلاق و حوصلہ بہت بلند اور شخصیت بہت بارعب تھی۔

آپؓ حضرت اماں جانؓ کے بعد خواتین مبارکہ میں سب سے بڑی تھیں۔ خدا تعالیٰ نے آپؓ کو بے حساب فضلوں سے نوازا تھا۔ آپؓ سب خاندان پر دل و جان سے فدا تھیں۔ میں نے حضرت اُمی جانؓ کے گھر میں دیکھا کہ حضورؓ کی باری کے دن خواتین اپنے مسائل لے کر آتی تھیں۔ حضرت اُمی جانؓ آنے والی خواتین کو کبھی منع نہ کرتی تھیں کہ وقت بے وقت آ گئی ہو۔

آپؓ کی سلیقہ مندی: اگر آپؓ کے کسی جوڑے کا رنگ مدھم ہو جاتا تو آپؓ اس کو دوسرا رنگ دے دیتیں۔ اس طرح وہ اور رنگ کا نیا جوڑا بن جاتا۔ حالانکہ آپؓ کے پاس کم جوڑے ہوتے لیکن دیکھنے میں لگتا کہ آپؓ کے پاس بہت کپڑے ہیں۔ چائے کی پتی کو چھننک سے نکال کر خشک کر کے رکھ لیا کرتیں۔ اس کو بھی کپڑوں میں رنگنے میں استعمال کرتیں نیز اس سے قالین بھی صاف کرواتیں۔ دوپٹوں کو مائع لگوا کر چُن کر اوڑھتیں۔ آپؓ خود بہت عمدہ دوپٹے چُنتی تھیں۔ مجھے بھی دوپٹہ چُننا اُنھوں نے ہی سکھایا۔ میرے دونوں ہاتھوں میں دوپٹہ پکڑا کر خود چُن کر بتایا۔

اسی طرح باقی خاندان کی بیبیاں بھی نئے نئے رنگ دے کر جوڑے پہنتیں جو بہت خوب صورت لگتے۔ آپؓ علی الصبح ہی تیار ہو جاتیں۔ کئی بار میں نے بھی آپؓ کے بال سنوارے۔ آپؓ کا لباس بہت پاک، صاف اور نفیس ہوتا۔ سردیوں میں ریشمی اور گرم کپڑے کا لباس ہوتا۔ ایک بار ازراہِ شفقت

آپؓ نے مجھے اپنا بہت خوبصورت ریشمی قمیض اور لَپّا لگا ہوا دوپٹہ تحفہ دیا۔ آپؓ خوشبو کا استعمال بھی کرتی تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ بہت عمدہ عطر خود بناتے اور استعمال کرتے تھے اور اپنے اہل خانہ کو بھی دیتے تھے۔

آپؓ کھانے پینے میں بہت احتیاط برتتیں۔ کبھی کوئی کھانا ضائع نہیں ہونے دیتی تھیں۔ باورچی کو راشن تول کر دیتیں۔ ایک دفعہ ایک نیا باورچی آیا تو آٹا منگوا کر اُس کے پیڑے کر کے اس کو بھجوائے اور بتایا کہ ''ایک کلو آٹے میں اتنے پھلکے بنتے ہیں۔'' کھانے میں سبزی گوشت یا دال ہوتی۔ ناغہ کے دن خالی سبزی بنتی۔ اس وقت قادیان میں فریج نہیں تھا، اس لئے جو سالن بچ جاتا اسکو نعمت خانہ میں پرات میں پانی ڈال کر اس میں رکھتیں اور دوسرے وقت گرم کر کے کھانے کے لئے رکھ دیتیں۔ حضرت اُمی جانؓ آم، لسوڑھے، ہری مرچیں، اور ڈھیو (جو آڑو کی طرز کا پھل ہوتا ہے) کا اچار خود ہمارے ساتھ مل کر گھر میں تیار کرواتیں۔ یہ اتنے ذائقہ دار ہوتے کہ سالن کی جگہ ان کا مصالحہ روٹی پر لگا کر کھانے کا بہت مزہ آتا۔ آم کے اچار میں کبھی کریلے بھی ڈالتیں۔ ہر ایک کی الگ الگ چاٹیاں تیار کرواتیں، آم کی پھاڑیوں میں کابلی چنے، اچار کا مصالحہ، لہسن بھر کر ایک دن چارپائی پر پھیلا کر رکھ دیتیں اور آم کی پھاڑیاں خشک ہونے پر پھر تیل بھر کر رکھتیں۔ میری والدہ صاحبہ کے ہاتھ کا اچار خراب نہ ہوتا اور بہت لذیذ ہوتا تھا۔ آپؓ میری والدہ صاحبہ اور محترم رشید صاحب کی والدہ کو بلوا کر اچار ڈلوایا کرتی تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ مری میں ایک دفعہ ہمارے بڑے بھائی جان عبدالرشید صاحب بطور مربی مقیم تھے۔ حضور اقدسؓ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ (میری والدہ کو سب اماں جی کہتے تھے) اماں جی اور ہم حضورؓ کی کوٹھی کی نچلی منزل میں ٹھہرے۔ ایک دن ایک بی بی صاحبہ نے پیغام بھیج کر ہمارے گھر سے اچار منگوایا اور فرمایا کہ ''تمہاری اماں کا اچار بہت مزے کا ہوتا ہے۔'' اتفاقاً ہم لسوڑھے کا اچار لے کر گئے ہوئے تھے، انھوں نے کھا کر بہت خوشی کا اظہار کیا۔

سردیوں میں جب نیا گڑ بنتا تو آپؓ بادام، کشمش، گری، مونگ پھلی کے دانے اور گھی وغیرہ بھجوا کر ان سے گڑ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنوا کر رکھتیں۔ ایک دن حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ (اس وقت آپؒ ابھی خلیفہ نہیں بنے تھے) آپؓ کے پاس بیٹھے مزے لے لے کر کھا رہے تھے اور بہت خوش تھے۔

حضرت اُمی جانؓ بھی ان کے آنے پر بے حد خوشی سے باتیں کر رہی تھیں۔ آپؓ کا سارا خاندان بہت فراخ دِل اور مہمان نواز ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ جلسہ سالانہ سے پہلے حضرت اُمِ متین نوراللہ مرقدھا اور آپؓ گندم اُبال کر خشک کر کے بھنواتیں اور اُس میں گڑ میوہ جات ڈال کر لڈو بنوا کر رکھے جاتے اور اِس طرح جلسہ پر آنے والے مہمانوں کی اس سے خاطر تواضع کی جاتی۔ اس کے علاوہ بھی آپؓ مہمانوں کے لئے کچھ نہ کچھ تیار رکھتیں۔ اس طرح مہمانوں کے آنے پر بازار سے چیزیں نہ منگوانا پڑتیں، کم خرچ میں اچھی مہمان نوازی بھی ہوجاتی۔ جلسہ پر آپؓ کا گھر اوپر نیچے مہمانوں سے بھرا ہوتا۔

ربوہ میں ایک دن ایک فوجی افسر کی بیگم سفر کر کے ہمارے گھر آ کر ٹھہری۔ وہ بہت پریشان تھی، اس نے ہمارے اماں جی سے کچھ ذکر کر کے کہا کہ ''میری حضرت اُم ناصر سے بات کروا دیں۔'' اماں جی نے مجھے ان کے ساتھ بھیجا۔ انھوں نے حضرت اُمی جانؓ سے اپنے خاوند کی شکایت کی کہ ''وہ میری برادری سے ہیں پہلے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے لیکن جب سے فلاں خاتون سے شادی کر لی ہے میری بالکل پرواہ نہیں کرتے''۔ وہ خود بالکل سادہ دیہاتی لباس میں تھیں۔ حضرت اُمی جانؓ اس خاتون کو بھی جانتی تھیں جس سے اس کے خاوند نے شادی کی تھی کہ وہ بہت صاف ستھرے اور عمدہ لباس میں رہنے والی ہے۔ آپؓ نے فرمایا ''دیکھو تمہارا شوہر اتنا بڑا فوجی افسر ہے تم بھی اسی طرح بن سنور کر رہا کرو اور بہت دعائیں کیا کرو۔ وہ خود ہی تمہاری طرف متوجہ ہوجائے گا۔'' آپؓ نے اس کو بہت پیار سے بڑے اچھے انداز میں اس طرح سمجھایا جس طرح ایک ماں سمجھاتی ہے اور اس کے خاوند کی کسی کمزوری کا ذکر نہ کیا۔

بچوں کی بہت عمدہ تربیت: آپؓ نے اپنے بچوں کی بہت عمدہ تربیت فرمائی۔ ماشاء اللہ آپؓ کے اپنے بچے پھر ان کے ساتھ حضورؓ کی حرم مرحومہ سارہ بیگم صاحبہ کے تین بچے محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب اور صاحبزادی بی بی امتہ النصیر صاحبہ آپؓ کے پاس رہتے تھے۔ آپؓ ان کا اپنے بچوں کی طرح خیال فرماتیں۔ میں نے حضرت اُمی جانؓ کو کبھی اُن کو ڈانٹتے نہیں دیکھا۔ حضورؓ کے سب بچے اپنی سب ماؤں سے بہت عزت واحترام اور دلی محبت سے پیش آتے۔ ساتھ ساتھ گھر تھے، کبھی آپس میں اختلاف نہیں دیکھا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب کا ایم ٹی اے پہ انٹرویو آیا تھا۔ عاجزہ اپنے الفاظ میں ان کی بات کا مفہوم لکھ رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا ''ہم مختلف ماؤں سے جو بہن بھائی تھے، ہمارا آپس میں محبت، عزت اور پیار کا رشتہ تھا۔ ہمیں سگے سوتیلے کے فرق کا کوئی علم نہ تھا۔'' انہوں نے اُمی جان کی بہت تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ ''انہوں نے ہمیں بہت پیار دیا تھا۔'' ربوہ آ کر حضرت اُمی جانؓ نے صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ کی شادی بڑی محبت سے کی، بڑی رونق تھی اور کچھ غم کے جذبات بھی تھے کیونکہ ان کی والدہ صاحبہ وفات پا چکی تھیں۔ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے ایک بہت ہی پیاری نظم آپ کی شادی پر کہی جس کو پڑھ کر دل درد سے بھر جاتا ہے:

یہ راحت جاں نور نظر تیرے حوالے
یارب میرے گلشن کا شجر تیرے حوالے

میاں رفیق احمد صاحب سب سے چھوٹے تھے۔ وہ آپؓ کو بہت پیار سے بلاتے ''اُمی جان''۔ آپؓ جواب میں فرماتیں۔ ''جی جان''۔ جس طرح آپؓ والدین کے لئے مثالی اولاد، بہن بھائیوں کے لئے مثالی بہن اور بچوں کے لئے مثالی محبت کرنے والی ماں اور اپنی بہوؤں کے لئے ایک مثالی ساس تھیں، اسی طرح جماعت کے لئے ہر لحاظ سے مثالی نمونہ تھیں۔ ایک بار حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ ایبٹ آباد گئے۔ میں بھی ساتھ تھی۔ وہاں آپؓ کی ایک صاحبزادی صاحبہ کو بخار ہو گیا۔ ایک دن ان کی والدہ صاحبہ ان کو اندر کمرے میں ڈانٹ رہی تھیں۔ اس کے بعد حضرت اُمی جانؓ کے کمرے میں بیٹھ کر باتیں کر رہی تھیں تو حضرت اُمی جانؓ نے پوچھا ''بیٹی پر کیوں ناراض ہو رہی تھی۔ اب وہ بڑی ہو گئی ہے پیار سے سمجھاؤ۔'' آپؓ اپنے عزیزوں کے لئے، بہوؤں کے لئے دن رات دعائیں کرتیں۔ ماشاء اللہ آپؓ کی زندگی میں چھ بہوئیں آ چکی تھیں لیکن کبھی کسی پر کوئی بوجھ نہیں ڈالا، نہ کسی کے گھر جا کر رہتیں، ملنے جاتیں اور اپنے گھر واپس آ جاتیں۔ آپؓ کی سب بہوئیں بھی بہت اچھے اخلاق کی تھیں۔

صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی بیگم آپؓ کے گھر اوپر کی منزل ''بیت العافیت'' میں (جہاں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی رہائش تھی) رہتی تھیں۔ کھانے کے وقت آپؓ ان کو پیغام بھجواتیں کہ ''کھانا تیار ہے آجاؤ۔'' وہ خوشی خوشی تیار ہو کر نیچے اترتیں۔ سب ان کے آنے پر کھانا شروع کرتے۔ اُمی جانؓ ان کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی ہوتیں۔

حضرت اُمی جانؓ بہت شائستہ گفتگو کرتیں۔ اپنے عزیزوں رشتہ داروں میں کوئی اچھی بات لگتی تو اس کا ذکر بار بار کرتیں۔ ایک دفعہ اپنے چھوٹے بھائی مکرم کرنل تقی الدین صاحب کے گھر جا کر رہی تھیں اُن کی بڑی تعریف کر رہی تھیں۔ مجھ سے باتیں کرتے ہوئے فرمایا۔'' میری وہ بھابھی بہت اچھے اخلاق کی ہے، اس نے میری بڑی خدمت کی۔ گھر میں نوکر چاکر ہونے کے باوجود ہر روز صبح بڑے اہتمام سے بیڈ ٹی خود بنا کر ٹرالی میں سجا کر لاتیں اور میرے کھانے پینے کا بہت دھیان رکھتیں، بڑے احترام سے پیش آتیں''۔ آپؓ کی بڑی بھابھی خلیفہ علیم الدین صاحب کی بیگم آتیں تو بھی بہت خوش ہوتیں۔ ان کی خاطر کرتیں۔ کبھی کسی عزیز یا کسی اور کی شکایت کرتے نہیں سنا، کبھی کسی کے معاملہ میں مداخلت نہیں کی، نہ ہی تجسس کی کوئی عادت تھی۔ آپؓ کبھی کبھی اپنے بھائیوں کی طرف بھی جاتیں لیکن جلد واپس آ جاتیں۔ آپؓ نے اپنے بچوں کی اتنی اچھی تربیت کی کہ وہ ہمیں بھی بالکل اپنے بہن بھائیوں کی طرح سمجھتے تھے۔

ربوہ سے مری تک کا سفر : ایک دن ربوہ میں خاکسار حضرت اُمی جانؓ کی ملاقات کو حاضر ہوئی تو آپؓ نے فرمایا کہ ''ہم مری جا رہے ہیں۔'' اب یہ سارا واقعہ خدا تعالیٰ کی خاص مدد سے ہوا، ورنہ ہر سال حضورؓ مری جاتے تھے۔ مجھے بھی شوق تھا کہ میں حضرت مصلح موعودؓ کے ہمراہ کوئی سفر کروں کیونکہ لاہور اور دہلی میں جب مصلح موعودؓ کا جلسہ تھا تو میرے دو بھائی اور میری آپا حضورؓ کے ساتھ گئے تھے۔ خیر میں نے عرض کی ''اُمی جان مجھے بھی بہت شوق ہے کہ حضور اقدس کے ساتھ سفر کروں آپ مجھے ساتھ لے جائیں۔'' آپؓ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا لیکن ساتھ ہی کچھ پریشان ہو کر فرمایا۔ ''میں نے تو کسی اور سے وعدہ کر لیا ہے لیکن وہ خود بوڑھی ہیں، میں کچھ دنوں تک بتاؤں گی کہ تمہیں لے کر جا سکتی ہوں کہ نہیں۔'' چند دن کے بعد آپؓ نے فرمایا ''تم تیار ہو جاؤ''۔ مجھے یہ یاد نہیں کہ کتنے دن ربوہ سے باہر رہے۔ میں اپنے بچے اپنی پیاری والدہ کے پاس چھوڑ گئی۔ یہ حضرت اُمی جانؓ کا احسان تھا کہ انہوں نے مجھے ساتھ چلنے کی اجازت دی۔

حضور اقدس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے ربوہ سے جابہ تشریف لے گئے۔

پہاڑی راستہ تھا سارے راستہ مجھے شدید متلی، چکر کی تکلیف رہی۔ جب جا بہ پہنچ کر گھر کے اندر داخل ہوئی تو حضور اقدس رضی للہ تعالیٰ عنہ صحن میں بیٹھے تھے، مسکراتے ہوئے فرمایا۔"بچ کر آ گئی ہو اب کیا حال ہے؟۔" میں بہت حیران ہوئی اور یہ بھی اندازہ ہوا کہ راستہ میں حضورؓ سب کی خیریت کی خبر رکھتے تھے کیونکہ میں دوسری گاڑی میں تھی۔ پھر وہاں سے کچھ دنوں کے بعد ہم حضورؓ کے ساتھ مری چلے گئے۔

حضرت اُمی جانؓ کی صحت عرصہ سے خراب چلی آرہی تھی۔ بیماری میں کبھی تکلیف یا بے چینی کا اظہار نہ کرتی تھیں۔ روزانہ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ آپؓ کی صحت کا پتہ لیتے اور دوا تجویز کرتے۔ حضور اقدس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپؓ کی صحت کی بڑی فکر تھی۔ اپنی موجودگی میں حضور انورؓ نے وہاں کے ایک انگریز ڈاکٹر کو بلوا کر حضرت اُمی جانؓ کا معائنہ کروایا۔ اس نے کچھ ادویات تجویز کیں۔ دوسرے دن حضرت ڈاکٹر صاحبؓ آئے تو انہوں نے آپؓ سے شکوہ کیا کہ"ہمارے ہوتے ہوئے دوسرے ڈاکٹر کو کیوں دکھایا، میں جو آپؓ کا علاج کر رہا ہوں کسی اور کو دکھانے کی کیا ضرورت تھی۔" حضرت اُمی جانؓ پردے کے پیچھے کمرہ میں خاموشی سے سنتیں رہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ ان کی دل جوئی کے لئے شام کو آپؓ نے ایک پلیٹ میں کباب بھر کر مجھے دیتے ہوئے فرمایا"تمہیں پتہ ہے ناں کہ ڈاکٹر صاحبؓ ناراض ہیں جاؤ ان کو یہ کباب دے آؤ۔" چنانچہ اگلے دن ڈاکٹر صاحبؓ آپؓ کی طبیعت پوچھنے آئے تو ان کا مزاج بہت اچھا تھا لیکن یہ کبابوں کی وجہ سے نہ تھا، ڈاکٹر صاحبؓ تو بہت مخلص اور نیک بزرگ تھے، یہ تو میاں رفیق احمد صاحب کے خط کا اثر تھا۔ میاں رفیق احمد صاحب نے ربوہ سے ان کو خط لکھا تھا کہ"میری اُمی کا آپ خاص دھیان رکھیں"۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے اُمی جانؓ کے سامنے بھی میاں صاحب کی بڑی تعریف کی کہ بڑا سعادت مند بچہ ہے، آپ کی بہت فکر کرتا ہے"۔ آپؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئیں۔

امی جانؓ کی صحت قادیان سے ہی خراب چلی آرہی تھی۔ کبھی کبھی زیادہ بیمار بھی ہوتیں لیکن بڑے صبر و تحمل سے برداشت کرتیں۔ مری میں ٹھنڈ کی وجہ سے گھٹنے کی درد میں اضافہ ہو گیا، روز رات کو میں اس پر دوائی لگاتی۔ آپؓ بار بار کہتیں۔"ہاتھ اچھی طرح دھولو یہ دوائی زہریلی ہے"۔ صبح روز فرماتیں "ادھر آؤ ذرا میں اپنے پاؤں پر بوجھ ڈال لوں"۔ میں بازو کے نیچے ہاتھ رکھ کر سہارا دیتی تو پھر کمرہ میں ٹہلتی رہتیں اور باتیں کرتیں۔ ایک دن باتوں کے دوران آپؓ نے اس بات کا اظہار فرمایا کہ"شکر ہے کہ میں تم کو ساتھ لے آئی"۔ اور دیر تک بے حد خوشی سے دعائیں دیتی رہیں۔

ایک دن میں آپؓ کو سہارا دے کر سیر کے لئے باہر لے گئی لیکن سردی زیادہ ہونے کی وجہ سے آپؓ دوبارہ باہر نہیں جا سکیں اور سارا دن کمرہ میں ہی رہتیں۔ میں بھی آپؓ کے ساتھ ہوتی تھی۔ کبھی آپؓ خود مختلف واقعات سناتیں، کبھی مجھے فرماتیں کوئی بات کرو۔ میں آپؓ کی ٹانگیں دباتی اور آپؓ کے ساتھ باتیں کرتی جاتی۔ ایک دن آپؓ نے فرمایا۔"جن کی مائیں میرے ساتھ محبت کرتی ہیں ان کی اولادیں بھی میرے ساتھ بہت محبت کا تعلق رکھتی ہیں۔ جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں میں ان کے لئے دعا کرتی ہوں کہ اے خدا جو میرے ساتھ محبت کرتے ہیں تو بھی ان کے ساتھ محبت کر"۔ یہ خوشنودی کا اظہار میری والدہ اماں جی سے محبت کے سلسلے میں تھا۔ آپؓ جانتی تھیں کہ ہمارے اماں جی خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بے پناہ محبت رکھتی ہیں۔

نمازوں میں رغبت: ۔حضرت اُمی جانؓ نماز کو بڑے خشوع وخضوع سے ادا کرتی تھیں آپؓ کے گھر میں ایک سٹور تھا جو سامان سے بھرا ہوتا صرف تھوڑی سی جگہ خالی ہوتی۔ ایک دن میں آپؓ کو ڈھونڈتی ہوئی وہاں چلی گئی وہاں آپؓ سخت گرمی میں انتہائی انہاک سے نماز ادا کر رہی تھیں، بعد میں آپؓ نے بتایا کہ"میں علیحدگی میں دعا کرنا چاہتی تھی۔" آپؓ کی نمازیں بہت لمبی ہوتی تھیں۔

ایک بار خاکسار حضرت اُمی جانؓ کے ساتھ ایبٹ آباد گئی۔ اس سفر میں خاکسار نے ایک بات کو شدت سے محسوس کیا جس کو حضور اقدس خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اُمی جانؓ کی پاک صحبت کی برکات اور نیک دعاؤں کا اثر سمجھتی ہے کہ تمام سفر میں نہ صرف آپؓ کی دعاؤں کو حاصل کیا بلکہ خود مجھے بھی غیر معمولی دعائیں کرنے کے مواقع میسر آئے۔

آپؓ مفید مشوروں اور نصائح سے جماعت کی خواتین کی راہنمائی فرماتی رہتیں۔1953ء میں میری شادی ہو گئی۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد میں افریقہ چلی گئی، کیونکہ میرے میاں وہاں مبلغ تھے۔ افریقہ جانے سے قبل کافی مدّت مجھے آپؓ کی مبارک زندگی کو قریب سے دیکھنے کا موقع میّسر آیا جس سے میرے ایمان میں اور آپؓ سے محبت میں ترقی ہوئی۔ جب

واپس آتی تو فرماتیں کہ ''کس دن آؤ گی''، میں کہتی کہ ''آپؓ جب فرمائیں گی میں آجاؤں گی''۔ پھر خود ہی فرماتیں کہ ''اچھا فلاں دن آجانا۔'' جب میں اکیلی جاتی تو فرماتیں ''بچوں کو کیوں نہیں لائی''۔

خدا تعالیٰ نے ہماری والدہ صاحبہ کو حضرت مسیح موعودؑ کی مبارک اولاد کی خدمت کا موقع دیا الحمد للہ۔ انہوں نے جب تک اللہ تعالیٰ نے ہمت دی اس خدمت کو سعادت سمجھ کر کیا اس کے بعد محترمہ میری آپا محترمہ امتہ الرشید صاحبہ مرحومہ اور پھر عاجزہ کو بھی یہ شرف حاصل ہوا۔ وہ زمانہ یاد آتا ہے تو خوشی کے ساتھ اداسی بھی ہوتی ہے کہ اتنی پیاری ہستیوں کے ساتھ بہت پیارا وقت اتنی جلدی گزر گیا۔

سیرالیون افریقہ جانے سے پہلے آپؓ کو ملنے گئی آپؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک کُرتا بطور تبرک اسی وقت اندر جا کر اسٹور سے لا کر دیا اور اپنا ایک گوٹا لگا چنا ہوا خوبصورت دوپٹہ بھی دیا۔ میرے بچوں کو پیار کیا دعاؤں کے ساتھ دیر تک نصائح فرماتی رہیں کہ ''وہاں جا کر سست نہ ہو جانا۔ جماعت کا کام خوب محنت سے کرنا۔'' گلے لگا کر پیار سے رخصت کیا۔ میں نے باہر کے دروازے کے پاس جا کر پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپؓ چارپائی پر بیٹھی کھڑکی سے محبت بھری نظروں سے ہمیں دیکھ رہی تھیں۔ آج تک وہ کمرہ اور اس طرح کھڑکی سے دیکھنا جب بھی مجھے یاد آتا ہے تو دل بھر آتا ہے اور بہت اداسی ہوتی ہے سوچا بھی نہ تھا کہ میں دوبارہ یہ مبارک چہرہ اور اس کی محبت بھری نظروں کو نہ پاسکوں گی۔ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ میری آپؓ کے ساتھ آخری ملاقات ہے۔

جب عاجزہ مغربی افریقہ اپنے شوہر کے پاس پہنچ گئی، جہاں پر کوئی اور ہم وطن اور ہم زبان نہ تھا سوائے ایک ہندو خاتون کے باقی سب افریقن لوگ تھے۔ جس کی وجہ سے سخت اُداسی تھی۔ میں نے حضرت اُمی جانؓ کو لکھا تو بہت پیار بھرے جواب دیئے اور بہت عمدہ نصائح لکھیں۔ آپؓ نے لکھا ''اللہ تعالیٰ تمہارا اور تمہارے بچوں کا حافظ و ناصر ہو، وہاں کی جماعت کے لئے نیک نمونہ بنو۔ وہاں کی ساری جماعت اور مولوی صاحب کو السلام علیکم کہنا اور میرے لئے بھی دُعا کرنا''۔

دوسرے خط کے جواب میں لکھا ''تم دل لگا کر دین کی خدمت کرو، وہاں لجنہ اِماء اللہ قائم کرو اور ان کو اسلام و احمدیت کی تعلیم دو۔ جب انسان کسی کام میں لگ جائے تو اُداس بھی نہیں ہوتا آہستہ آہستہ ہر چیز موافق آجاتی ہے۔ نئی چیز سے انسان گھبرا جاتا ہے جب ماحول بدل جائے تو برداشت کرنا ہی ہوتا ہے، گھبراؤ نہیں اور دعاؤں سے کام لو۔ اِنشاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا اور بچوں کا بھی خیال رکھو اور ان کو بھی اداس نہ ہونے دو جب وہ ہر وقت اسلام کی باتیں سُنیں گے تو ان کا بھی دل لگ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تم سب کا حافظ و ناصر ہو۔ مولوی صاحب کو میرا اسلام کہنا۔ خدا حافظ

والسلام

اُم مرزا ناصر احمد''

(سیرت وسوانح خاتون مبارکہ حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 69)

یہ وہ سنہری حروف ہیں جو آپؓ کے دل کی اصل حالت کو آشکار کرتے ہیں کہ آپؓ کے دل میں احمدی مستورات کی تربیت اور اسلام کے لئے کیا جذبات تھے۔ سُبحان اللہ کیسے خاموش اور پُراثر نصائح ہیں۔

آپؓ مکرم ڈاکٹر فیض علی صاحب کے لڑکے حمید احمد کے رخصتانہ پر گئیں تو اُن کے سب سے چھوٹے بیٹے رشید احمد نے کہا کہ آپؓ کچھ پیغام ٹیپ ریکارڈر میں بھر دیں..... آپؓ نے پیغام کی صورت میں فرمایا ''خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ''الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ'' کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے کافی نہیں۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان مشکلات و مصائب اور تکالیف میں گھبرا کر کسی سہارے کی تلاش میں سرگرداں ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے تم کیوں انسانی سہاروں کو اطمینان نفس اور سکون قلب کے لیے ڈھونڈتے ہو جبکہ میں موجود ہوں میں تمہاری ہر قسم کی مدد کر سکتا ہوں اور میں تمہاری مشکلات کو دور کر سکتا ہوں۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

؎ مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے

پس انسان گناہوں کا پتلا ہے اس کے مقابلہ میں خدا بڑا ہی غفار اور ستار ہے اُسے چاہئے اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں اور گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے خدا کی چوکھٹ پر جھکے اور اس کی مدد چاہے۔ خدا اس کا سہارا ہو جائے گا اور اس کی ناؤ طوفانی تھپیڑوں سے بچتی ہوئی ساحل مراد پر جا لگے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔ آمین''۔

(سیرت وسوانح خاتون مبارکہ حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 70،69)

آپؓ کی دل سے نکلی ہوئی یہ دعائیں اب بھی خدا کے فضل سے عاجزہ کے ساتھ ہیں۔ مشکل میں جب بھی گھبراہٹ ہوتی ہے تو ان سے دل کو تقویت

ملتی ہے۔ یاد آتا ہے کہ گھبراؤ نہیں بلکہ دعاؤں سے کام لو۔ انشاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا اور خدا تعالیٰ کا بے حساب احسان ہے کہ وہ خاص مدد کرتا ہے۔

آخری بیماری اور وفات: ۔آپؓ کی بیماری اور وفات کے متعلق آپؓ کے بیٹے صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب لکھتے ہیں۔

''سیدہ اُم ناصر یعنی میری اُمی جان اٹھارہ جولائی 1958ء...کو اپنی والدہ محترمہ یعنی ہماری نانی جان کو ملنے کے لئے ... پنڈی پوائنٹ گئیں...جب نانی جان سے مل کر واپس آئیں تو بعد دو پہر شدید لرزہ سے بخار ہو گیا جو شام تک ایک سو چار درجہ تک چلا گیا...مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب نے Bronchitis تشخیص کر کے دوائی دی مگر جب اگلے دن بخار نہیں اترا تو حضور نے سول سرجن مری کو بلا کر دکھایا انہوں نے ملیریا تشخیص کر کے ادویہ تجویز کیں...حضور نے مجھے ٹیلیفون پر ہدایت فرمائی کہ جلد مری پہنچ جاؤ...حضور ڈاکٹر کے تسلی دلانے سے کہ ملیریا بخار ہے ایک دو روز میں اتر جائے گا بیس جولائی صبح سوا آٹھ بجے جابہ تشریف لے گئے...میرے مری پہنچنے کے تین چار دن تک بخار یکساں 102 سے 104 تک رہا اور میری تشویش بڑھ گئی کہ باوجود پوری کوشش سے علاج کے، مرض میں کمی کے بجائے زیادتی ہو رہی ہے....انتیس تاریخ کو سینہ و دل کی بیماریوں کے ماہر سرجن کرنل شوکت حسین صاحب کو بلا کر اُمی جان کو دکھایا۔ انہوں نے دیکھ کر کہا بیماری کا اثر دل پر بہت زیادہ پڑ چکا ہے....یہ رات بھی بہت تکلیف میں گزری۔ ...میں نے نرس کو ہدایت دی اور چھوٹی ہمشیرہ امتہ العزیز کو بلا کر لایا کہ امی جان کو تھوڑا سا ہارلکس دے دو تا کہ بعد میں دل کی دوائی دے سکوں...تھوڑی دیر بعد امتہ العزیز گھبرائی ہوئی میرے پاس آئیں ''جلدی چلیں امی کو کچھ ہو گیا ہے''۔ میں فوراً بھاگ کر اُمی جان کے کمرے میں گیا...تو وہ چیز دیکھی جس کو دیکھنے کے لئے میرا دل تیار نہ تھا۔ یعنی اُمی جان کا سانس رک چکا تھا...میں مصنوعی سانس دلانے کی کوشش کرتا رہا...مکرم ڈاکٹر حشمت اللہ خان بھی آ گئے انہوں نے ٹیکے تیار کئے اور میں نے چار پانچ ٹیکے کئے حتیٰ کے دل کے اندر بھی دو ٹیکے کئے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری اُمی کا بلاوا آ چکا تھا اور یہ مادر مہربان، ہم بچوں کو روتا چھوڑ کر اپنی شفقت اور محبت کو اس جہاں سے سمیٹ کر اپنے مولائے حقیقی کے حضور پہنچ چکی تھیں''۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(سیرت وسوانح خاتون مبارکہ حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 75 تا 79)

31 / جولائی کو آپؓ کی وفات ہوئی اور یکم اگست 1958ء کو نماز جنازہ کے بعد حضرت اماں جانؓ کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس وقت افریقہ میں تھی اس لیے پیاری اُمی جانؓ کا آخری دیدار نہ کر سکی۔

جوبلی پر قادیان گئی تو حضرت مصلح موعودؓ کے دفتر گئی ایسا لگا اُسکے در و دیوار اپنے مکینوں کے لئے اُداس ہیں۔ خدا کا شکر ہے گھر وہی تھے ان میں تبدیلی نہیں کی گئی۔ سب گھر بالکل سادہ بنے ہوئے ہیں۔

حضرت اماں جانؓ، حضرت اُمی جانؓ، حضرت اُم وسیمؓ، حضرت اُم طاہرؓ حضرت اُم متین نور اللہ، حضرت میاں بشیر احمدؓ سب کے گھر لوگوں سے بھرے ہوئے ہوتے تھے۔ ایک عجیب خوشی، سکون و برکت اور محبت کا ماحول ہر طرف ہوتا تھا۔ ان کی دعاؤں کے اثر سے اب تک وہاں خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ جیسے یہ گھر فرشتوں سے بھرے ہوئے ہیں۔

حضرت اُمی جانؓ کی اولاد:۔

آپؓ کی اولاد درج ذیل ہے

حضرت صاحبزادہ مرزا نصیر احمد صاحب
حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ
حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ
حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب
حضرت صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب
حضرت صاحبزادی امتہ العزیز بیگم صاحبہ
حضرت صاحبزادی امتہ العزیز بیگم صاحبہ (ثانی)
حضرت صاحبزدہ مرزا حفیظ احمد صاحب
حضرت صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب ثانی
حضرت صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب
حضرت صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب
حضرت صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب

(سیرت وسوانح خاتون مبارکہ حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ صفحہ 9، 10)

آخر میں حضرت اُمی جانؓ کے لئے میں یہ ہی کہوں گی۔

ے ہے دعا حاصل ہو اس کی روح کو عالی مقام
اور اس کی پاک ہستی پر ہوں لاکھوں ہی سلام

''یہ اسی درود کی ضیاباریاں ہیں جو تم پر نازل ہو رہی ہیں''

حضرت سیّدہ امتہ الحی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرمہ سیدہ شمیم شیخ صاحبہ۔ Steinbach

حضرت سیّدہ امتہ الحی بیگم صاحبہؓ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی صاحبزادی تھیں اور حضرت صوفی احمد جان صاحب آف لدھیانہ (جن کے مکان پر حضرت مسیح موعودؑ نے پہلی بیعت لی تھی) کی نواسی تھیں یکم اگست 1901ء میں پیدا ہوئیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنی اس پیاری بیوی کے بارہ میں انوار العلوم جلد13 صفحہ:74۔75 میں یوں رقم فرماتے ہیں۔''امتہ الحی اپنی ذات میں بھی نہایت اچھی بیوی تھی مگر ان میں ایک خاص بات بھی تھی ان کی شکل اپنے والد، میرے محسن، میرے پیارے استاد حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے بہت ملتی تھی۔ نسوانی نقش جس حد تک مردانہ خوبصورتی کو ظاہر کر سکتے ہیں اس حد تک وہ اپنے والد کی یاد دلاتی تھیں۔ سوائے عبدالحی مرحوم کے ان کے بھائیوں میں سے کوئی بھی اس شباہت کو ظاہر نہیں کرتا جو ان کے نقوش سے ظاہر ہوتی تھی۔ میرے لئے وہ یاد نہایت پیاری اور وہ شباہت نہایت محبوب تھی پھر ان کا علمی مشغلہ، وہ بیماری اور کمزوری میں عورتوں کو پڑھانا، وہ علمی ترقی کا شوق نہایت درجہ تک جاذبِ قلب تھا۔''

آپؓ کو اپنے والد محترم سے ورثہ میں ہی دین کی خدمت اور قرآنِ کریم کا عشق ملا تھا انہی جذبوں نے آپؓ کو عورتوں میں قرآن کریم سکھانے، پڑھانے اور عورتوں کی تعلیمی حالت کو بہتر بنانے کیلئے کمر بستہ کیا اور حضرت فضل عمرؓ سے شادی کا سبب بھی آپؓ کا تعلیمی رجحان ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''عورتوں پر خصوصیت سے میری اس بیوی کا احسان ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے بعد میرا منشاء نہیں تھا کہ مَیں عورتوں میں درس دیا کروں۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ بہت ہی بڑی ہمت کا کام ہے کہ ایسے عظیم الشان والد کی وفات کے تیسرے روز ہی امتہ الحی نے مجھ کو رقعہ لکھا۔ اس وقت میری ان سے شادی نہیں ہوئی تھی کہ مولوی صاحب مرحوم اپنی زندگی میں ہمیشہ عورتوں میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے اب آپ کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے حضرت مولوی صاحب نے اپنی آخری ساعت میں مجھے نصیحت فرمائی کہ میرے مرنے کے بعد میاں سے کہہ دینا کہ وہ عورتوں میں درس دیا کریں اس لئے میں اپنے والد صاحب کی وصیت آپ تک پہنچاتی ہوں۔ وہ کام جو میرے والد صاحب کیا کرتے تھے اب آپ اس کام کو جاری رکھیں وہ رقعہ ہی تھا جس کی بناء پر میں نے عورتوں میں درس دینا شروع کیا اگر اس درس کی وجہ سے کوئی فائدہ عورتوں کو پہنچا ہو تو یقیناً اس ثواب کی مستحق بھی مرحومہ ہی ہے... حق تو یہ ہے کہ عورتوں میں خطبہ لیکچرز اور سوسائٹیاں اور ہر ایک خیال جو عورتوں کے متعلق ہو سکتا ہے اس کی محرک وہی ہیں... میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کے تمام افراد سے ہی ان کو ایسی محبت تھی جو اور عورتوں میں بہت کم پائی جاتی ہے... مجھ پر تو ان کا اتنا حق ہے کہ میں کسی طرح اس حق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا اخلاص اور ان کی محبت ساری جماعت کی عورتوں کے لئے بلکہ بہت سے مردوں کے لئے بھی قابل رشک ہے۔''

(خطبات محمود جلد8 خطبہ جمعہ 12 دسمبر 1924ء صفحہ 539،540)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا دوسرا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی

صاحبزادی امتہ الحی صاحبہؓ سے ہونا قرار پایا۔ یہ نکاح سلسلہ کے مشہور بزرگ اور عالم دین حضرت مولانا سیّد سرور شاہ صاحبؓ نے ایک ہزار حق مہر پر 31 مئی 1914ء کو پڑھایا۔ حضرت صاحبزادی امتہ الحی صاحبہؓ کی طرف سے ان کے بھائی عبدالحی صاحب ولی تھے۔

(سوانح فضل عمر جلد دوم صفحہ:45)

حضورؓ نے اپنی شادی کی غرض اور آپؓ کے دینی شوق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میں نے ان سے جب شادی کی اس وقت میری نیت بطور احسان کے تھی کہ ان کے ذریعے بآسانی عورتوں میں تعلیم دے سکوں گا اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ فوراً ان کو تعلیم دوں مگر وہ اس شوق میں مجھ سے بھی آگے بڑھی ہوئی نکلیں ابتداً میں کبھی سبقوں میں ناغے بھی کر دیتا تھا مگر وہ کہہ کر اور زور دے کر اپنی تعلیم کو جاری رکھتی تھیں اور اس میں انہوں نے بہت ترقی کی۔ وہ قرآن شریف کا ترجمہ اچھی طرح پڑھا لیتی تھیں۔ بلوغ المرام پڑھاتی تھیں، اسی طرح اور دینی کتب لڑکیوں کو پڑھاتی تھیں اور وفات سے چار پانچ روز ہی پہلے مجھ سے مشورہ کر رہی تھیں کہ لڑکیوں کو مشکوٰۃ پڑھانی ہے...تو تعلیم کی یہ خواہش جو اُن میں تھی وہ دیگر عورتوں میں نظر نہیں آتی۔'' (انوار العلوم جلد 9، صفحہ:8-9)

اس رشتہ کی کامیابی اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے انعامات و برکات کا ذکر حضورؓ یوں فرماتے ہیں۔''میں نہیں جانتا تھا یہ میری نیک نیتی اور اپنے استاد اور آقا کی خواہش کو پورا کرنے کی آرزو ایسے اعلیٰ درجہ کے پھل لائے گی اور میرے لئے اس سے ایسے راحت کے سامان پیدا ہوں گے ...میں نے عمر بھر کوئی ایسی کامیاب اور خوش کرنے والی شادی نہیں دیکھی جیسی میری یہ شادی تھی۔''

(خطبات محمود جلد 3، خطبات نکاح، صفحہ:204، 205)

آپؓ خواتین احمدیت کی دینی، تعلیمی ترقی کی خشتِ اوّل تھیں۔ لجنہ اماء اللہ کے قیام سے وفات تک آپؓ جنرل سیکرٹری رہیں...آپؓ لجنہ اماء اللہ کی فعال کارکن تھیں۔ آپؓ ہی کی کوششوں سے جلسہ سالانہ پر عورتوں کے لئے علیحدہ اور باقاعدہ قیام وطعام اور تقریروں کا انتظام رہا۔ آپؓ جلسہ سالانہ پر تقریر بھی کرتی رہیں اور لجنہ کے رسائل میں مضامین بھی لکھتی رہیں۔ آپؓ نے خدمت کرتے ہوئے کبھی بیماری کی پرواہ نہیں کی...

(مصباح اگست، ستمبر 1989ء ص 35۔ الفضل ڈائجسٹ حصہ اوّل، باب چہارم)

حضورؓ آپؓ کے ایمان و تقویٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ روحیں ایک دوسرے سے وابستہ اور پیوستہ ہوتی ہیں یعنی بعض کا بعض سے تعلق ہوتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میری روح کو امتہ الحی کی روح سے ایک پیوستگی حاصل تھی...ان کے اندر ایک ایسا ایمان تھا،

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک ایسا یقین تھا اسلام کی صداقت پر جو ایمان اور یقین بہت کم عورتوں میں پایا جاتا ہے ان کے اندر ایک یقین اور وثوق تھا تمام سلسلہ کے کاموں کے متعلق...میں نے ہمیشہ ان کے ایمان کو خلافت کے متعلق ایسا مضبوط پایا کہ بہت کم مردوں میں ایسا ہوتا ہے۔ ان کی دین سے محبت، ان کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت، ان کی وہ

حالت ایمان جو دین کے دوسرے شعبوں کے ساتھ تھی میرے حساس قلب کو متاثر کئے بغیر نہ رہ سکتی تھی"۔

(خطباتِ نکاح، صفحہ 204، 205)

صاحبزادی امتہ الحی صاحبہؓ کی وفات سے حضورؓ کو بہت صدمہ پہنچا آپؓ نے فرمایا۔"میرے اپنے خیال اور ارادہ میں جس ہستی کے اوپر میرا ہاتھ تھا اور جس پر مجھے بڑی امیدیں تھیں وہ ہستی مجھ سے جدا ہو گئی ہے اس وجہ سے مجھے غم ہے ورنہ ایسے انسان کی موت پر بھلا کیا غم ہو سکتا ہے جس کے لئے اس قدر دعاؤں کا موقع ملا اور جس کے لئے آخری حد تک جو تیمارداری ممکن تھی اور میری برداشت کے اندر تھی وہ کی اور اپنی محبت کے اظہار کے لئے دل پر پتھر رکھ کر وہ کام کئے جو دوسروں کے لئے کرنے ناممکن ہیں۔ میں نے بھی اس کے لئے بہت دعائیں کیں اور جماعت نے بھی دعائیں کیں پھر بہشتی مقبرہ میں مدفون ہوئیں بھلا اتنی خوش نصیبی کس کو نصیب ہے؟...اس کی وفات کے متعلق تو مجھے پہلے سے ہی اطلاع ہو گئی تھی۔ تین سال ہوئے کہ میں نے خواب دیکھا کہ وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس آئی ہے اور السلام علیکم کہہ کر کہنے لگی" میں جاتی ہوں" اور اس کے بعد جلدی جلدی گھر سے نکل گئی میں نے میر محمد اسماعیل صاحبؓ کو اس کے پیچھے روانہ کیا تو انہوں نے واپس آکر بتایا کہ وہ بہشتی مقبرہ کی طرف چلی گئی ہیں...پھر مبارکہ بیگم نے بتایا کہ ایک دفعہ میرے آنے سے پہلے اوپر کھڑے ہو کر امتہ الحی نے ایک مصرعہ کہا جس کا مفہوم غالباً یہ تھا "اے بلبل بوستان تُو خاموش کیوں ہے"
اور مجھ سے کہا کہ میں جب فوت ہو جاؤں گی تو آپ اس پر مصرعے لگانا۔ مبارکہ کہتی ہیں کہ" میں نے کہا کہ نہیں میں آپ سے پہلے فوت ہوں گی۔ میری وفات پر آپ نے اس پر مصرعے جوڑنے ہوں گے"۔تو امتہ الحی نے کہا نہیں۔"میں ناراض ہو جاؤں گی اگر آپ نے پھر ایسا کہا۔ میں پہلے وفات پاؤں گی میری وفات پر اس مصرعہ پر ضرور مصرعے لگانے ہوں گے۔" (انوار العلوم جلد 9 صفحہ 10 تا 13)

10 دسمبر 1924ء کو صرف 23 سال کی عمر میں آپؓ کی وفات ہوئی۔ حضورؓ فرماتے ہیں۔"مرحومہ فوت ہو گئیں اور میرے دل کا ایک کونہ خالی ہو گیا...اللہ کے فضل ہوں اس قدر اِس کے والد پر اور اِس مرحومہ پر، ہاں اِس قدر کہ وہ دونوں حیران ہو کر اپنے ربّ سے پوچھیں کہ آج کیا ہے کہ تیری رحمت کا دروازہ اس رنگ میں ہم پر کھل رہا ہے اور ان کا ربّ ان کو بتائے کہ میرے بندے محمود نے اپنا ٹوٹا ہوا دل اور اشک بار آنکھیں میرے قدموں پر رکھ کر مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں تم پر خاص درود بھیجوں اور یہ اسی درود کی ضیا باریاں ہیں جو تم پر نازل ہو رہی ہیں۔

(انوار العلوم جلد 13 صفحہ 73، 74)

حضرت سیّدہ امتہ الحی صاحبہؓ اور حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ کی خصوصیات:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ"امتہ الحی کی مثال ایسی تھی جیسے کوئی پھولوں سے خوشبو جمع کرتا ہوا چلا جائے۔ سارہ بیگم کی مثال ایسی تھی جیسے کوئی صبر سے انتظار کرے اور جب پھولوں میں بیج آجائیں تو وہ ان بیجوں کو جمع کرے تاکہ انہیں دوسرے باغیچوں میں بو کر نئے پھول پیدا کرے۔ ایک بجلی، ایک چمک تھی جو دنیا کو روشن کرتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ ایک بارش کی باریک پھوار تھی جو زمین کے اندر دھنس کر نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے اوّل الذکر ان خوش قسمتوں میں سے تھیں جو اپنی چمک سے لوگوں کی توجہ کو کھینچ لیتے ہیں۔ ثانی الذکر اُن لوگوں میں سے تھیں جو خاموشی سے اپنا خون درخت کی جڑ میں ڈال دیتے ہیں اور ہمیشہ کے لئے فراموش کر دیئے جاتے ہیں۔ اوّل الذکر ایک بڑے باپ کی بیٹی اس کے شاگردوں کے حلقہ میں عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے والی تھی۔ ثانی الذکر اپنے وطن سے دُور اپنے جان پہچان کے لوگوں سے علیحدہ اجنبیوں میں زندگی بسر کرنے کے لئے آئی اور خاکساری سے اس نے اپنے دن پورے کر دیئے۔"

(انوار العلوم جلد 13 صفحہ 85)

آپؓ کی اولاد:

1۔ صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب مرحوم
2۔ صاحبزادی امتہ القیوم صاحبہ بیگم صاحبزادہ مظفر احمد صاحب
3۔ صاحبزادی امتہ الرشید صاحبہ بیگم محترم میاں عبدالرحیم احمد صاحب

’’بہشتی کنبہ‘‘ کی دختر نیک اختر
حضرت سیدہ ام طاہر مریم النساء بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرمہ عذرا عباسی صاحبہ۔ Frankfurt

ام طاہر۔ طاہرہ۔ پرہیزگار
رحمتیں اس پر خدا کی بے شمار

یہ ایسی خاتون کا ذکر خیر ہے، جنہوں نے ایک ’’بہشتی کنبہ‘‘ میں جنم لیا اور حضرت امام الزماں مسیح علیہ السلام کا زمانہ پایا اور ان کی بہو بنیں اور جنہیں حضرت مصلح موعودؓ کی زوجہ محترمہ بننے کا اعزاز حاصل ہوا اور جن کے بطن سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جنم لیا وہ ہستی ہیں ’’ام طاہرؓ‘‘۔

نام اور خاندانی پس منظر:۔ حضرت ام طاہرؓ کا نام مریم بیگم صاحبہؓ تھا۔ آپؓ 1905ء میں رعیہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئیں، جہاں آپؓ کے والد ماجد (حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ) رعیہ سرکاری ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر تھے۔ گویا آپؓ نے احمدی گھرانے میں اور احمدی ماحول میں آنکھیں کھولیں اور نیک والدین کی آغوش میں آپؓ نے تربیت پائی۔

(حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ مصنف مکرم احمد طاہر مرزا صاحب صفحہ 119، 120)

بہشتی کنبہ:۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کو آٹھ بچوں سے نوازا اور حضرت ام طاہرؓ سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں ’’آپؓ (سید عبدالستار شاہ صاحبؓ) نے اپنی اولاد کی خوب تربیت اور پرورش کی ہے، جس سے ہم کو دیکھ کر رشک آتا ہے‘‘۔
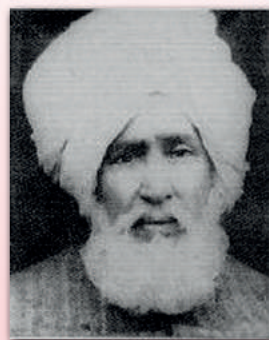
حضرت ام طاہر صاحبہؓ کے والد محترم
حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ

(حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ مصنف احمد طاہر مرزا صاحب صفحہ 73)

حضرت مسیح موعودؑ حضرت سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کے ساتھ بڑا قلبی تعلق رکھتے اور شفقت کا سلوک فرماتے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؓ فرماتے ہیں ’’ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سخت بیمار ہو گئے۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب حضورؑ کے مکان میں رہتے تھے۔ حضورؑ نے بکروں کا صدقہ دیا۔ میں اس وقت موجود تھا۔ میں رات کو حضرت خلیفہ المسیح الاوّلؓ کے پاس ہی رہا اور دوا پلاتا رہا۔ صبح کو حضورؑ تشریف لائے۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے فرمایا کہ ’’حضور ڈاکٹر صاحب ساری رات میرے پاس بیدار رہے ہیں اور دوا وغیرہ اہتمام سے پلاتے رہے ہیں‘‘ حضورؑ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ ’’ہم کو بھی ان پر رشک آتا ہے۔ یہ بہشتی کنبہ ہے‘‘۔ یہ الفاظ چند بار فرمائے۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ سوم روایت نمبر 563 حضرت مرزا بشیر احمدؓ)

حضرت مسیح موعودؑ سے تعلق: حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ اپنی والدہ ماجدہ کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں ’’ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے ہماری والدہ صاحبہ سے فرمایا ’’یہ آپ کا گھر ہے آپ کو جو ضرورت ہو بغیر تکلف آپ اس کے متعلق مجھے اطلاع دیں۔ آپ کے ساتھ ہمارے تین تعلق ہیں۔ ایک تو آپ ہمارے مرید ہیں۔ دوسرے آپ سادات سے ہیں اور تیسرا ہمارا آپ کے ساتھ ایک اور تعلق ہے‘‘ یہ کہہ کر حضورؑ خاموش ہو گئے۔ والدہ صاحبہ کو اس آخری فقرہ سے حیرانگی سی ہوئی اور ڈاکٹر صاحب سے آ کر ذکر کیا۔ اس وقت ہمشیرہ مریم بیگم صاحبہ پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ ’’کوئی روحانی تعلق ہوگا‘‘، لیکن حضورؑ کا یہ قول ظاہری معنوں میں بھی لمبے عرصہ بعد پورا ہو گیا۔ ہمشیرہ سیدہ مریم بیگم صاحبہ کی ولادت اور پھر ان کے رشتہ کی

وجہ سے"۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے صفحہ 22،23)

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب سے نکاح:

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد 14 /جون 1899ء کو پیدا ہوئے تھے... حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں "مبارک احمد حضرت مسیح موعودؑ کو بہت پیارا تھا، وہ شدید ٹائیفائیڈ سے بیمار ہوا۔ اس وقت قادیان میں دو ڈاکٹر موجود تھے۔ ایک حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ اور دوسرے حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ جو رخصت پر یہاں آئے ہوئے تھے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ بھی ان کے ساتھ مل کر علاج کر رہے تھے۔ مبارک احمد کی بیماری میں کسی نے خواب دیکھا کہ اس کی شادی ہو رہی ہے۔ یہ خواب سن کر حضورؑ نے فرمایا کہ "معبّرین نے لکھا ہے کہ ایسی خواب کی تعبیر تو موت ہے مگر اسے ظاہری رنگ میں پورا کر دینے سے بعض دفعہ تعبیر ٹل جاتی ہے۔ اس لئے آؤ مبارک احمد کی شادی کر دیں"۔ گویا وہ بچہ جسے شادی بیاہ کا کچھ بھی علم نہ تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اس کی شادی کا فکر ہوا۔ جس وقت حضورؑ یہ باتیں کر رہے تھے تو اتفاقاً حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کی اہلیہ صاحبہ صحن میں نظر آئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں بلا کر فرمایا کہ "ہمارا یہ منشاء ہے کہ مبارک احمد کی شادی کر دیں۔ آپ کی لڑکی مریم ہے۔ اگر آپ پسند کریں تو اس سے مبارک احمد کی شادی کر دی جائے"۔ انہوں نے کہا کہ "مجھے کوئی عذر نہیں لیکن اگر حضور کچھ مہلت دیں تو میں ڈاکٹر صاحب سے پوچھ لوں"۔ یہ خاندان نیچے گول کمرہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ باہر سے ڈاکٹر صاحبؓ آئے تو انہوں نے اس رنگ میں بات کی کہ "اللہ تعالیٰ کے دین میں جب کوئی داخل ہوتا ہے تو بعض دفعہ اس کے ایمان کی آزمائش بھی ہوتی ہے اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان کی آزمائش کرے گا تو کیا آپ پکے رہیں گے؟"... تو آپؓ کے سوال پر ڈاکٹر صاحبؓ نے جواب دیا کہ "مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ استقامت عطا کرے گا" اس پر انہوں نے ڈاکٹر صاحبؓ کو ساری بات سنائی تو ڈاکٹر صاحبؓ نے کہا کہ "اچھی بات ہے۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ کو یہ پسند ہے تو ہمیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے"۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے صفحہ 78 تا 80)

حضرت مسیح موعودؑ کے فرزند صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب سے جو آٹھ سال کی عمر کے تھے سیدہ مریم بیگم صاحبہ کا جو دو اڑھائی برس کی تھیں نکاح 30 /اگست 1907ء کو حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے پڑھا۔ نکاح کے چند روز بعد 16 /ستمبر 1907ء کو (صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب) اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ مصنف مکرم احمد طاہر مرزا صاحب صفحہ 120)

حضرت مصلح موعودؓ سے رشتۂ ازدواج: حضرت مصلح موعودؓ تحریر فرماتے ہیں "آخر وہی لڑکی پھر حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان میں آئی اور خلیفۂ وقت سے بیاہی گئی۔ اور باوجود شدید بیمار رہنے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

کے اللہ تعالیٰ نے اسے اس وقت تک مرنے نہیں دیا جب تک کہ اس نے اپنی مشیّت کے ماتحت اس پیش گوئی کے میرے وجود پر پورا ہونے کا انکشاف نہ فرمایا جو اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائی تھی اور اسے ان خواتین مبارکہ میں شامل نہ کر لیا جو ازل سے مصلح موعودؓ سے منسوب ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کا جزو کہلانے والی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ اللہ

تعالیٰ کی طرف سے اس ایمان کی جزا تھی جو مریم بیگم مرحومہ کی والدہ نے اس وقت ظاہر کردیا تھا"۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے، صفحہ 80)

حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت ام طاہرؓ کی وفات پر "میری مریم" کے پیار بھرے عنوان سے ایک مفصل مضمون تحریر فرمایا کہ "ایک دن شاید 1917ء یا 1918ء تھا کہ میں امتہ الحی مرحومہ کے مکان میں بیت الخلاء سے نکل کر کمرہ کی طرف آ رہا تھا۔ راستہ میں ایک چھوٹا سا صحن تھا۔ اس کے ایک طرف لکڑی کی دیوار تھی۔ میں نے دیکھا ایک دبلی پتلی سفید کپڑوں میں ملبوس لڑکی مجھے دیکھ کر اس لکڑی کی دیوار سے چمٹ گئی اور اپنا سارا لباس سمٹا لیا۔ میں نے کمرہ میں جا کر امتہ الحی مرحومہ سے پوچھا "امتہ الحی یہ لڑکی باہر کون کھڑی ہے؟" انہوں نے کہا "آپ نے پہچانا نہیں۔ ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحبؓ کی لڑکی مریم ہے"۔ میں نے کہا "اس نے تو پردہ کیا تھا اور اگر سامنے بھی ہوتی تو میں اسے کب پہچان سکتا تھا"۔ 1907ء کے بعد اس طرح مریم دوبارہ میرے ذہن میں آئی۔ اب میں نے دریافت کرنا شروع کیا کہ "کیا مریم کی شادی بھی کہیں تجویز ہے؟" جس کا جواب مجھے یہ ملا کہ "ہم سادات ہیں ہمارے ہاں بیوہ کا نکاح نہیں ہوتا۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں کسی جگہ شادی ہوگئی تو کردیں گے ورنہ لڑکی اسی طرح بیٹھی رہے گی"۔ میرے لئے یہ سخت صدمہ کی بات تھی۔ میں نے بہت کوشش کی کہ مریم کا نکاح کسی اور جگہ ہو جائے مگر ناکامی کے سوا کچھ اور نتیجہ نہ نکلا۔ آخر میں نے مختلف ذرائع سے اپنے بھائیوں سے تحریک کی کہ اس طرح اس کی عمر ضائع نہ ہونی چاہئے۔ ان میں سے کوئی مریم سے نکاح کر لے لیکن اس کا جواب بھی نفی میں ملا۔ تب میں نے اس وجہ سے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا فعل کسی جان کی تباہی کا موجب نہ ہونا چاہئے اور اس وجہ سے ان کے دو بھائیوں سید حبیب اللہ شاہ صاحبؓ اور سید محمود اللہ شاہ صاحبؓ سے مجھے بہت محبت تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں مریم سے خود نکاح کرلوں گا"۔

(سوانح فضل عمر حصہ پنجم ص334)

حضرت ام المومنینؓ کی روایت ہے کہ "جب مبارک احمد فوت ہو گیا اور مریم بیگم بیوہ رہ گئی تو حضرت مسیح موعودؑ نے گھر میں ایک دفعہ یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ یہ لڑکی ہمارے گھر میں ہی آئے تو اچھا ہے۔ یعنی ہمارے بچوں میں سے ہی کوئی اس کے ساتھ شادی کرلے تو بہتر ہے"۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب صفحہ 81)

آخر حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کی اس دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت بخشی۔ "اے خدا جو جو برکات و انعامات حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی اولاد کے لئے حضور سے طلب کئے ہیں اور تیری بارگاہ سے ان کو الہاماً بطور تسلی عطا ہوئے ہیں مجھ کو اور میری اولاد سب پر وہی انعامات وتفضلات و برکات دینی و دنیاوی بڑھ چڑھ کر عطا کیجئیو"۔

(حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ، ٹائٹل کا صفحہ)

نکاح: 7 رفروری 1921ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہؓ کے ساتھ ایک ہزار روپیہ حق مہر کے عوض اعلان نکاح کے موقع پر حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ نے نہایت لطیف اور دلکش انداز میں خطبہ دیا۔ آپؓ نے اس موقع پر فرمایا..."حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کا اصل مقصد کیا تھا یہی کہ جو سلسلہ ہدایت آپؑ دنیا کے لئے لائے وہ آپؑ کے بعد بھی قائم رہے اور دن بدن پھیلتا اور بڑھتا جائے اسی لئے آپؑ نے یہ دعا کی ہے۔ انبیاء کے بعد ان کے جانشینوں کے دو سلسلے معلوم ہوتے ہیں ایک تو ایسے خلفاء جو ان کی نسل سے ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو نسل سے نہیں ہوتے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو چونکہ اشارات سے معلوم ہو گیا تھا کہ آپؑ کے قائم مقام آپؑ کی نسل سے ہوں گے اور ان کے ذریعہ وہ مقصد پورا ہوگا جس کے لئے آپؑ آئے تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ آپؑ ان کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور دعا بھی کرتے اور چونکہ انبیاء خدا ہی کے بلانے سے بولتے ہیں اس لئے جب خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ ہو کہ اس نبی کی اولاد سے دین کے خادم پیدا ہوں تو خدا تعالیٰ ان کے متعلق نبی سے دعا کراتا ہے اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ سے اپنی اولاد کے متعلق دعا کرائی گئی..."وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے" اور حضرت صاحبؑ نے جس کو فضل سمجھا ہے وہ حضرت خلیفۃ المسیح کو بھی ملا ہے۔ پس یہ مقدر تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جس تعلق کو پسند کیا اور خدا کا فضل سمجھا وہ آپؑ کی دعا کے ماتحت آپؑ کی اولاد کو بھی حاصل ہو۔ خدا کی بات ہو کر رہتی ہے سو الحمدللہ خدا کی بات آج پوری ہوگئی.."۔ پھر آپؓ نے مزید فرمایا "میں بوڑھا ہوں۔ میں چلا جاؤں گا مگر میرا ایمان ہے کہ جس طرح سے پہلے سیدہ سے خادم دین پیدا ہوئے اسی طرح اس سے بھی خادم دین ہی پیدا

ہوں گے۔ یہ مجھے یقین ہے کہ جو لوگ زندہ ہوں گے وہ دیکھیں گے''۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے صفحہ 81 تا 86)

حضرت مصلح موعودؓ تحریر فرماتے ہیں ''21/ فروری 1921ء کو نہایت سادگی سے جا کر میں مریم کو اپنے گھر لے آیا اور حضرت اماں جانؓ کے گھر میں ان کو اتارا۔ جنہوں نے ایک کمرہ ان کو دے دیا جس میں ان کی باری میں ہم رہتے تھے''۔ (سوانح فضل عمر جلد پنجم صفحہ 335)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں ''وہی کمرہ جس میں اب مریم صدیقہ رہتی ہیں وہاں پانچ سال تک رہیں اور وہیں ان کے ہاں پہلا بچہ طاہر احمد (اوّل) پیدا ہوا''۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب صفحہ 279)

حضرت مصلح موعودؓ سے محبت اور اطاعت:

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ جو اپنی عظیم الشان والدہؓ کی وفات کے وقت دسویں جماعت کا امتحان دے رہے تھے۔ جنہوں نے اس ہلا دینے والے صدمہ کو کمال صبر وضبط سے برداشت کیا۔ اپنی مقدس والدہ کی ایک بہت نمایاں خوبی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ''ابا جانؓ سے بھی امی کو بہت زیادہ محبت تھی اور اگرچہ اس کا اظہار میرے سامنے کرنا مناسب نہ سمجھتی تھیں مگر بعض اوقات وفور محبت سے امی کے منہ سے ایسی بات نکل ہی جاتی تھی جس سے ابا جان کی محبت کا اظہار ہو۔ امی، ابا جانؓ کی رضا کو اس قدر ضروری خیال کرتی تھیں کہ بعض دفعہ بالکل چھوٹی چھوٹی باتوں پر جن کی طرف ہمارا خیال بھی نہ تھا امی نظر رکھتی تھیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں نے مچھلی کے شکار کو جانا چاہا۔ سب تیاری وغیرہ مکمل کر لی بس صرف ابا جانؓ سے پوچھنے کی کسر باقی رہ گئی۔ میں نے امی سے کہا کہ وہ مجھے ابا جانؓ سے اجازت لے دیں کیونکہ اور لوگوں کی طرح ہم بھی اپنے ابا جان سے متعلق کام امی کے ذریعہ ہی کرایا کرتے تھے۔ امی نے پوچھا مگر ابا جانؓ نے جواب دیا کہ ''تم کل جمعہ میں وقت پر نہیں پہنچ سکو گے''۔ مگر میں نے وعدہ کیا کہ ہم ضرور وقت پر پہنچ جائیں گے۔ جس پر ابا جان نے اس شرط پر اجازت دے دی۔ امی نے اجازت تو لے دی مگر باہر آ کر مجھے کہا کہ ''طاری! میں تمہارے ابا جان کی طرف سے محسوس کرتی ہوں کہ تمہارے ابا جان نے اجازت دل سے نہیں دی۔ میں نہیں چاہتی کہ تم اپنے ابا جان کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرو۔ تم میری خاطر آج شکار پر نہ جاؤ کسی اور دن چلے جانا''۔ اگرچہ سب سامان مکمل تھا مگر امی نے مجھے کچھ اس طرح سے کہا کہ میں انکار نہ کر سکا اور اپنے باقی ساتھیوں سے کوئی بہانہ کر کے اس ٹرپ کا ارادہ چھوڑ دیا۔ امی نے حضرت صاحبؓ پر ایک رنگ میں جان فدا کر دی کیونکہ حضرت صاحبؓ کی ہر بیماری میں اس جانفشانی سے خدمت کی کہ حضرت صاحبؓ کے صحت یاب ہوتے ہی خود بیمار ہو گئیں۔'' (سوانح فضل عمرؓ حصہ پنجم صفحہ 340)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''جمعہ کے دن اگر کسی خاص مضمون پر خطبہ کا موقع ہوتا تھا تو واپسی پر میں اس یقین سے گھر میں گھستا تھا کہ مریم کا چہرہ چمک رہا ہو گا اور وہ جاتے ہی تعریفوں کے پل باندھ دیں گی اور کہیں گی کہ آج بہت مزہ آیا اور یہ قیاس میرا شاذ ہی غلط ہوتا تھا۔ میں دروازے پر انہیں منتظر پاتا۔ خوشی سے ان کے جسم کے اندر ایک تھرتھراہٹ سی پیدا ہو رہی ہوتی تھی''۔ (سوانح فضل عمرؓ حصہ پنجم صفحہ 336، 337)

حضرت مسیح موعودؑ اور خاندان مسیح موعودؑ سے تعلق:

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ حضرت سیدہ ام طاہرؓ کے محاسن بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں ''ان کو یہ شرف ضرور حاصل ہے کہ وہ ان لڑکیوں میں سے ہیں جن کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی حیات میں خود اپنے فرزند کے لئے چنا۔ وہ اس وقت ایک شیر خوار بچی تھیں جب مبارک احمد سے ان کا نکاح کیا گیا اور اسی مبارک بندھن کو قائم رکھنے کے خیال سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ان کو اپنی زوجیت میں لیا۔ اور الحمدللہ (نتیجتاً) یہ شادی مبارک ہی ثابت ہوئی۔ خدا تعالیٰ ان کی اولاد کو نیک، صالح اور خادم دین بنائے اور دینی و دنیوی تمام حسنات عطا فرمائے۔ آمین، خیر وہ تو جو خدا تعالیٰ کا منشاء تھا پورا ہوا مگر مریم بیگم مرحومہ ہمارے گھر بہو بن کر آئیں اور بیٹی بن کر رہیں۔ حضورؑ، اماں جانؓ کی بہت تابعدار، چاہنے والی، جاں نثار، خدمت گزار اور ہم سب بہن بھائیوں سے بلا مبالغہ عاشقانہ محبت رکھنے والی۔ اپنے شوہر نامدار حضرت خلیفہ ثانیؓ کی دل و جان سے شیدا، ہنس مکھ، گھر کی رونق سب عزیزوں سے اپنی سب اولاد سے دلی تعلق یعنی جو دوسری بیویوں کے بطن سے اولاد تھی ان کی بھی بہی خواہ اور دل سے محبت کرنے والی رہیں۔ عزیزی ناصر احمد، عزیزہ ناصرہ بیگم وغیرہ سب ان کی محبت و پیار اور خلوص کے شاہد۔ خدا کے فضل و کرم سے سلامت ہیں۔ کہا کرتی تھیں کہ ''میں صرف اپنے میاں کی حیثیت سے ان (یعنی حضرت

خلیفۃ المسیح) سے اور آپ سب سے اور بچوں سے اتنی محبت نہیں کرتی، میں تو حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد جان کر کرتی ہوں اور سب کے لئے جان فدا کرنے کو حاضر ہوں''۔ان کی والدہ محترمہ بہت نیک اور مخلص خاتون تھیں۔یہ اخلاص وایمان انہوں (یعنی سیدہ ام طاہر صاحبہؓ) نے ماں کے دودھ سے ہی حاصل کیا اور ان کے خون میں گویا گیا تھا۔کئی بار تڑپ سے میرے پاس یہ خواہش ظاہر کی کہ ''میری بچیوں کی شادی حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد میں ہو یا پھر حضرت اماں جانؓ کے بھائیوں کے لڑکوں سے ہو''۔رشتے سب ان کی وفات کے بعد طے ہوئے۔مگر ایک حصہ تمنا تو پوری ہوگئی کہ چھوٹے ماموں جان کے صاحبزادے سید داؤد احمد صاحب سے ان کی بچی عزیزہ امتہ الباسط سلمھا کی شادی ہوگئی۔خدا تعالیٰ سب کو شاد وآباد رکھے آمین۔''

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے صفحہ 7،6)

محترمہ صاحبزادی امتہ الرشید صاحبہ (دختر حضرت مصلح موعودؓ) بیان کرتی ہیں ''حضرت اماں جانؓ اور آپا جانؓ (حضرت ام طاہرؓ۔ناقل) کا باہم سلوک ماں بیٹی جیسا تھا۔آپا جانؓ کو حضرت اماں جانؓ کسی کام کے لئے بلواتیں تو آپؓ فوراً پہنچتیں۔خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے آپؓ کو والہانہ محبت تھی۔دونوں پھوپھی جان کے آنے پر حضرت اماں جانؓ کے پاس خوب پر رونق محفل جمتی۔جہاں آپا جانؓ کو دونوں پھوپھی جان کا پاس ادب تھا وہاں اس محفل میں دوستی اور بے تکلفی اور خوش مزاجی بھی نظر آتی تھی۔

بڑی چچی جانؓ بیگم حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سے بھی آپا جانؓ کی بہت دوستی تھی،خاندان حضرت مسیح موعودؑ کا ہر فرد آپا جانؓ سے پیار کرتا تھا۔''

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے صفحہ 204،203)

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ تحریر فرماتی ہیں ''حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ سے ان کو جس قدر اور جس رنگ میں عشق تھا اس کی مثال ہی نہیں ملتی آپؑ کا نام مبارک آتے ہی چہرہ محبت وعشق کے جذبات سے تمتما اٹھتا۔آپؓ کی وہ کیفیت احاطہ تحریر میں نہیں آسکتی وہ صرف اور صرف دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی۔ہزاروں سلام اور ہزاروں درود حضرت مسیح موعودؑ پر بھیجتیں۔اس حالت میں آنکھوں میں آنسو ہوتے۔شدید پیار سے جو کرب کی کیفیت ہوتی وہ کیفیت ان پر وارد ہو جاتی۔اس طرح حضرت اماں جانؓ سے جو پیار تھا اور جو احترام تھا میں نے کسی اور میں اس نوعیت کا نہیں دیکھا گو ہر کوئی اپنے اپنے رنگ میں ضرور رنگین ہے مگر آپؓ کی کیفیت بالکل نرالی ہوا کرتی تھی''۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے صفحہ 220)

خدمت دین: محترمہ صاحبزادی امتہ الرشید صاحبہ دختر حضرت مصلح موعودؓ فرماتی ہیں ''جلسہ سالانہ پر آپؓ کی مصروفیات اس قدر بڑھ جاتیں کہ کھانے کا ہوش نہ رہتا۔آپؓ کا کمرہ خواتین کا دفتر جلسہ سالانہ بنا ہوتا اور سب ڈیوٹی دینے والیوں کے بستر بھی وہیں ہوتے۔جلسہ سالانہ کا کام بہت دن پہلے شروع ہو جاتا۔کام کا چارٹ تیار ہوتا۔آپؓ ڈیوٹیاں تقسیم کرتیں،بار بار جا کر جلسہ گاہ کا معائنہ کرتیں،ہدایات دیتیں،نئی نئی تجاویز سوچتیں۔دوران جلسہ مستورات کو خاموش کرانے کے کٹھن کام کے لئے جلسہ گاہ کو رسیوں سے چھوٹے چھوٹے حلقوں میں تقسیم کرکے نگرانی کا کام آپؓ نے تجویز کیا۔اس طرح یہ بھی علم ہو جاتا کہ کس حلقہ کی معاونات نے اچھا کام کیا ہے۔آپؓ بہت ہی سویرے جلسہ گاہ میں پہنچ جاتیں۔معاونات کی حاضری لیتیں،صبح سے شام تک وہاں رہتیں،انتظام کی خاطر ساری جلسہ گاہ میں گھومتی پھرتیں،دیگر اجتماعات پر بھی آپؓ بہت مستعد رہتیں''۔جلسہ سالانہ خواتین 1930ء میں آپؓ منتظمہ جلسہ سالانہ تھیں۔آپؓ نے ''عورتوں کی اصلاح خود ان کے ہاتھ میں'' کے موضوع پر تقریر کی۔اور اس تقریر کے فوراً بعد ہی سوا دو صد عورتوں نے بیعت کی۔''

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ صفحہ 90،203 مصنف ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے)

لجنہ اماء اللہ کے لئے آپؓ کی خدمات: حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ بیان کرتی ہیں ''جن حالات میں حضرت پھوپھی جانؓ نے لجنہ کا کام سنبھالا وہ اس وقت کئی لحاظ سے سازگار نہ تھے۔نہ تو اس کام میں اس وقت سہولتیں تھیں۔نہ مالی سہولتیں،نہ ہی اس قدر کام کرنے والے کارکن ہی تھے۔خود ان کی اپنی صحت بھی نہ تھی...بعض اوقات صدر کے فرائض، جنرل سیکرٹری کے فرائض،ایک کلرک کے فرائض بلکہ ایک ادنیٰ سے کارکن کے فرائض بھی تنہا بیک وقت ادا کرتیں۔آپؓ اس میں نہ صرف تحریر وتقریر سے کام لیتیں بلکہ آپؓ عملی طور پر بھی نمایاں حصہ لیتیں۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے صفحہ 221)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ''ان کا دل کام میں تھا۔کتاب میں نہیں۔

جب سارہ بیگم فوت ہوگئیں تو مریم کے کام کی روح ابھری اور انہوں نے لجنہ کے کام کو خود سنبھالا۔ جماعت کی مستورات اس امر کی گواہ ہیں کہ انہوں نے باوجود علم کی کمی کے اس کام کو کیسا سنبھالا۔ انہوں نے لجنہ میں جان ڈال دی...آج وہ ایک منظّم جماعت ہے جس میں ترقی کرنے کی بے انتہا قابلیت موجود ہے۔ بیواؤں کی خبر گیری، یتامیٰ اور کمزوروں کی پرورش، جلسہ کا انتظام، باہر سے آنے والی مستورات کی مہمان نوازی، غرض ہر بات میں انتظام کو آگے سے بہت ترقی دی"۔

(حضرت سید عبدالستار شاہ صاحبؓ باب چہارم مصنف احمد طاہر مرزا صاحب صفحہ 135)

حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں "آپ بہت سی غیر معمولی خوبیوں کی مالک تھیں۔ مرحومہ کا نمایاں وصف دینی اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا تھا۔ یہ ان کا وصف اس قدر ممتاز تھا کہ عورتوں میں تو خیر جو ان کی پوزیشن تھی وہ تو تھی ہی۔ ان کا نمونہ اکثر مجاہد مردوں کے لئے قابل رشک تھا۔ صحت کی خرابی کے باوجود یوں نظر آتا تھا کہ گویا ان کی روح جماعتی کاموں میں حصہ لینے کے لئے ہر وقت چوکس سپاہی کی طرح ایستادہ اور چشم براہ رہتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح یا جماعت کی طرف سے جو تحریک بھی ہوتی تھی۔ آپؓ نہایت جوش اور اخلاص کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرتی تھیں اور پھر اپنے ذاتی اثر اور دن رات کی جدوجہد کے ساتھ اس کے متعلق مستورات میں ایک غیر معمولی حرکت پیدا کر دیتی تھیں"۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب صفحہ 252،253)

16 رمئی 1943ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی معیت میں آپؓ دہلی تشریف لے گئیں تو وہاں کی لجنہ کے جلسہ میں عہدہ داران وخواتین آپؓ کی بطور صدر لجنہ مرکزیہ قیمتی نصائح سے مستفیض ہوئیں جو اجلاسات میں درثمین کثرت سے پڑھنے، فرمانبرداری کی روح پیدا کرنے اور امور خیر میں جلدی کرنے، تربیت کو اپنا مقصد بنانے اور اپنا نیک نمونہ پیش کرنے (جو کہ بہترین تربیت ہے) بچوں کی تربیت کی طرف متوجہ ہونے اور لجنہ کے ساتھ تعاون کرنے کے بارے میں تھیں۔"

(حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ باب چہارم مصنف احمد طاہر مرزا صاحب صفحہ 130)

لوائے لجنہ اماء اللہ: حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں "میں اپنے مشاہدہ اور یقین کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ احمدی خواتین کا جھنڈا ہرگز نہ بنتا اگر ان کی ذاتی دلچسپی اور توجہ اس طرف نہ ہوتی۔ اس جھنڈے کا ڈیزائن انہوں نے حضرت صاحبؓ سے منظور کرایا اور پھر انہی کے زور دینے پر وہ جھنڈا تیار کرایا گیا اور خواتین کے جلسہ میں اس کا نصب ہونا اور لہرانا سب کچھ انہی کی کوشش کا نتیجہ تھا، ورنہ ہمارے پاس وقت اتنا تنگ ہو چکا تھا کہ اس کام کے ہونے کی صورت ہی نظر نہ آتی تھی۔ یہ جھنڈا سیدہ ام طاہرؓ کی جماعتی سعی کا ایک مجسمہ ہے جس وقت تک لجنہ اور احمدی خواتین کا مرکزی نظام قائم رہے گا ان کی یہ یادگار بھی زندہ رہے گی انشاء اللہ۔ اس کے علاوہ لوائے احمدیت کی تیاری میں بھی ہماری اس بہن کا وافر حصہ تھا۔ حضرت صاحب کے ارشاد سے یہ عالمگیر جھنڈا صحابہ اور صحابیات کے بابرکت ہاتھوں سے تیار ہوا۔ صحابیات نے اس کے لئے سوت کاتا مگر یہ کتوایا کس نے؟ ہماری بہن نے۔ میری درخواست پر انہوں نے صحابیات کی فہرست تیار کروائی۔ پھر ان کو اطلاع کروائی اور چرخوں کا انتظام فرمایا اور پھر دار المسیح موعودؑ میں سارا سوت کتوا کر وقت پر مجھے بھجوا دیا۔ پس جماعت کے قومی جھنڈے کی تیاری میں بھی آپ ہی کا ہاتھ کام آیا۔ کیا ہی مبارک تھا وہ وجود جو جماعتی کاموں میں اتنا حصہ لیتا تھا۔ فجزاھا اللہ احسن الجزاء"

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے صفحہ 275)

مالی قربانیوں میں سیدہ کی ممتاز حیثیت:

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں "مالی قربانی میں بھی سیدہ موصوفہ کو خدا تعالیٰ نے ممتاز حیثیت عطا کی تھی اور میں جب ان کے چندوں کو دیکھتا تھا تو حیران ہوتا تھا کہ اس قلیل آمد پر اتنے بھاری چندے کس طرح ادا کرتی ہیں جو دوست ہمارے گھروں کے حالات سے واقف ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ماہوار خرچ حضور کے گھروں میں ملتا ہے وہ بہت ہی نپا تلا ہوتا ہے۔ مگر باوجود اس کے سیدہ موصوفہ نا معلوم کس طرح اپنے گھر کے اخراجات سے رقمیں کاٹ کر سلسلہ کے چندہ کی ہر تحریک میں پیش پیش رہی تھیں۔ حتیٰ کہ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ تحریک جدید کے امانت ذاتی کے شعبہ میں بھی انہوں نے محض شرکت ثواب کی خاطر حصہ لے رکھا تھا اور اسی طرح پرائیویٹ چندوں میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہتی تھیں، یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ سوائے حضرت خلیفۃ المسیح والی باری کے دن کے جبکہ وہ کچھ تو حضور کے آرام کے خیال سے اور کچھ اس احساس کے ماتحت کہ حضور کو ان کی گھر کی

تنگی کا علم نہ ہو کسی قدر اچھا کھانا پکوا لیتی تھیں۔عموماً گھر کا کھانا پینا نہایت درجہ سادہ بلکہ غریبانہ ہوتا تھا... مرحومہ موصیہ تو شروع سے ہی تھیں مگر یہ بات غالباً اکثر لوگوں کو معلوم نہ ہوگی کہ کئی سال سے مرحومہ نے اپنے حصہ وصیت کو دسویں حصہ سے بڑھا کر ایک تہائی کر دیا تھا ایک تہائی وہ حد ہے جس سے اوپر اسلام نے کوئی وصیت جائز نہیں رکھی۔''

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے صفحہ 254،255)

تعمیر مسجد جرمنی کے چندہ کا مطالبہ صرف خواتین سے حضورؓ نے کیا تھا تا کہ یورپ کے اس خیال کی تردید ہو کہ مسلمان عورتوں کو جانوروں کی طرح سمجھتے ہیں۔فرمایا کہ ''عورتوں کی مالی بنیاد زیورات پر ہوتی ہے وہ اس سے چندہ دے سکتی ہیں''۔ پہلے کل تحریک تیس ہزار کی تھی پھر حضورؓ نے اسے پچاس ہزار اور پھر ستر ہزار کر دیا۔جمع پونے تہتر ہزار ہوا۔سیدہ ام طاہر صاحبہؓ نے نقد چودہ روپے اور ایک طلائی زیور سمیت کل ڈیڑھ سو روپیہ چندہ دیا بعد میں جرمنی کے حالات ابتر ہونے کی وجہ سے اس چندہ سے مسجد لندن تعمیر کی گئی۔

(الحکم 21 رفروری 1923ء صفحہ 7،سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ صفحہ 95،96)

انتہائی رحم دل اور فیاض :حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ بیان کرتی ہیں ''آپؓ میں رحم کا جذبہ بدرجہ اتم تھا اگر کوئی شخص آپؓ کے پاس اپنے دکھ کا ذکر کرتا تو آپؓ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔آپؓ چین نہ لیتیں جب تک آپؓ اس کے دکھ میں پوری طرح شریک ہو کر اس کی ہر قسم کی مدد نہ کرتیں اور وہ اس کے لئے اس قدر بے دریغ خرچ کرتیں کہ اس بات کا مطلق احساس نہ رہتا کہ اپنے اخراجات کا حساب بھی نگاہ میں رکھنا چاہئے۔یہ رحم کا جذبہ صرف انسانوں کے لئے ہی نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کے لئے تھا جو زبان رکھتے تھے اور جو زبان نہیں رکھتے تھے''۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے صفحہ 216)

خدمت خلق: حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں ''آپؓ کی یادوں کے ہر اول دستوں میں ہمیشہ مجھے آپؓ کا جذبۂ خدمت خلق نظر آتا ہے۔کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؓ کا نام اس تصور سے الگ ہو کر میرے ذہن میں داخل ہوا ہو۔بیکسوں،یتیموں،مساکین،

مصیبت زدگان اور مظلوموں سے گہری ہمدردی آپؓ کی شخصیت کا ایک لاینفک جزو تھا۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ جذبۂ ہمدردی ان کے خون میں گھل مل کر ان کی زندگی کا حصہ بن چکا تھا۔یہ ہمدردی جذباتی بھی تھی،قولی بھی اور فعلی بھی۔اور یہ رنگ ایسا غالب تھا گویا سیرت کے دوسرے تمام پہلوؤں میں سرایت کر گیا تھا۔اس جذبہ کو تسکین دینے کے لئے آپؓ نے مالی قربانی بھی بہت کی،جانی بھی اور جذباتی بھی''۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے صفحہ 227)

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ بیان کرتی ہیں ''پھوپھی جان کو بنفس نفیس عملاً خود کام کرتے ہوئے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔سارا سارا دن مشین پر خود بیٹھی ہوئی ہوتیں۔دوسری مستورات کو لگایا ہوتا اور غرباء کے لئے لحاف،کپڑے بن رہے ہوتے۔یہ تمام کام دوسری ایسی خواتین سے کرواتیں جو شوق سے محض خدمت خلق اور خدمت سلسلہ کے جذبہ کے تحت کام کرتیں۔... طبیعت میں ذرا بھر نمائش اور نمود کا نام نہ تھا۔وہ سب کچھ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کیا کرتیں...سلسلہ کی خاطر وہ ادنیٰ سے ادنیٰ کام کو اپنے ہاتھ سے کرنے کے لئے ہرگز حجاب محسوس نہ کرتیں''۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں ''مرحومہ میں غرباء کی امداد کا وصف بھی خاص طور پر پایا جاتا تھا۔چونکہ ان کے دل کو خالق فطرت کی طرف سے جذبات کا غیر معمولی خمیر ملا تھا۔اس لئے ان کے گھر میں غریبوں،بیواؤں اور یتیموں کا تانتا لگا رہتا تھا...آپ نے کئی یتیم بچوں اور بچیوں کو اپنے ساتھ رکھ کر اپنے گھر میں پالا اور ہمیشہ اپنے بچوں کی طرح سلوک کیا ان کے دکھ کو اپنا دکھ اور ان کی راحت کو اپنی راحت سمجھا''۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے صفحہ 221تا259)

؎ تو سہارا تھی یتیموں کے لئے اور بیواؤں کی تھی خدمت گزار
تیرا در ملجا غریبوں کے لئے اور ماویٰ تھا برائے دلفگار

مکرم و محترم سید بشیر احمد شاہ صاحب (کارکن دواخانہ خدمت خلق) کا بیان ہے کہ ''آپؓ کا جذبۂ خدمت خلق اور غریبوں سے حسن سلوک کا ایک یہ واقعہ ہے کہ آپا جانؓ کی ایک ہمسایہ بیوہ ہندو عورت کا آپؓ بہت خیال رکھتی تھیں اور اس کی مالی امداد خوب کرتی تھیں۔آپؓ کی تدفین سے واپسی پر میں نے اسے سڑک بہشتی مقبرہ کے پل پر بیٹھے دیکھا کہ وہ رو رو کر کہہ رہی

تھی کہ ہائے! میری حقیقی ماں تو اب فوت ہوئی ہے۔ میں اب بیوہ ہوئی ہوں پہلے نہیں تھی''۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب صفحہ 210)

مہمان نوازی: حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے آپؓ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا ''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بھی عموماً خاص موقعوں کے انتظامات انہی کے سپرد فرمایا کرتے تھے مثلاً گھر کی خاص دعوتوں کا انتظام انہی کے سپرد ہوتا تھا یا اگر کسی سفر کی تیاری کرنا ہوتی تھی تو ایسی تیاری کی انچارج بھی بالعموم وہی ہوا کرتی تھیں۔ اسی طرح سفروں کے درمیان ٹرپ یعنی تفریحی سیروں کا انتظام بھی عام طور پر وہی کیا کرتی تھیں''۔ (سوانح فضل عمر جلد پنجم صفحہ 339,338)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ''وہ مہمان نواز انتہا درجہ کی تھیں ہر ایک کو اپنے گھر میں جگہ دینے کی کوشش کرتیں اور حتی الوسع جلسہ کے موقع پر بھی گھر میں ٹھہرنے والے مہمانوں کا لنگر سے کھانا نہ منگواتیں۔ خود تکلیف اٹھاتیں۔ بچوں کو تکلیف دیتیں لیکن مہمان کو خوش کرنے کی کوشش کرتیں۔ بعض دفعہ اپنے پر اس قدر بوجھ لاد لیتیں کہ میں بھی خفا ہوتا کہ آخر لنگر خانہ اسی غرض کے لئے ہے۔ تم کیوں اپنی صحت برباد کرتی ہو۔ آخر تمہاری بیماری کی تکلیف مجھے ہی اٹھانی پڑتی ہے۔ مگر اس بارہ میں کسی نصیحت کا ان پر اثر نہ ہوتا کاش اب جبکہ وہ اپنے رب کی مہمان ہیں۔ ان کی مہمان نوازیاں ان کے کام آجائیں اور وہ کریم میزبان اس وادی غربت میں بھٹکنے والی روح کو اپنی جنت الفردوس میں مہمان کر کے لے جائے۔''

(حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ مصنف احمد طاہر مرزا صاحب صفحہ 134)

محترمہ صاحبزادی امتہ الرشید صاحبہ تحریر فرماتی ہیں ''آپؓ بہت باہمت تھیں۔ بیمار بھی ہوتیں تو اپنی بیماری کو بھول کر دوسروں کی خدمت میں لگ جاتیں''۔

محترمہ سیدہ مہر آپا صاحبہ بیان کرتی ہیں ''آپؓ کے گھر میں مہمانوں کا سلسلہ رات دن رواں دواں رہتا۔ بعض مہمان تو آپؓ کے ہاں آکر کئی کئی ماہ قیام کرتے اور آپؓ کی مہمان نوازی اور خاطر و مدارات کا یہ عالم ہوتا کہ دیکھنے والے یہ سمجھتے کہ یہ مہمان ابھی اور اسی وقت آئے ہیں۔ روزمرہ لوگوں کی آمد و رفت کا یہ عالم تھا کہ چائے اور کھانا جو روزمرہ اپنے گھر کے افراد کے لئے پکتا اس سے دوچند کا ہمیشہ اہتمام ہوتا۔ وہ تمام کا تمام کھانا ختم ہو جاتا اور اس طرح مزید کھانا تیار کرنا پڑتا اور یہ سلسلہ صرف کھانے کا ہی نہ ہوتا بلکہ چائے وغیرہ کے اوقات پر بھی یہی سلسلہ رہتا۔ بعض اوقات کام کرنے والے یا منتظمین چڑ جاتے کہ سب کچھ ختم ہو کر پھر بھی پوری نہیں پڑتی۔ بار بار کھانا پکانا پڑتا ہے تو پھر مسکرا کر فرماتیں۔ ''خوشی خوشی مہمانوں کو خوش آمدید کہا کرو اور ان کی خدمت کیا کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے پیغامبر ہیں آپ کیوں گھبرایا کرتے ہیں''۔

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں ''امی کی طبیعت میں مہمان نوازی بہت تھی چونکہ خود کھانا بہت اچھا پکاتی تھیں اس لئے دعوتوں اور مہمانوں کی آمد پر اگر سب کھانے ہیں تو کوئی نہ کوئی کھانا اپنے ہاتھ سے ضرور پکاتی تھیں۔ روزمرہ کا کھانا جس صوفیانہ حد تک سادہ ہوتا تھا اسی قدر دعوتیں پر رونق ہوا کرتی تھیں.....جلسہ سالانہ کے دنوں میں تو مہمان خدا کے فضل سے اس کثرت سے آتے تھے کہ ہمارے ہاں ایک چھوٹی سی نوآبادی بن جاتی تھی اور محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ یہ مہمانوں کی گہما گہمی گھر کے کسی فرد پر کبھی بار خاطر نہیں ہوئی بلکہ معاملہ برعکس تھا۔ جلسہ کے مہمانوں کی آمد کی خوشی سے ہمارے دل بلیوں اچھلنے لگتے تھے ... سیکرٹری لجنہ اماء اللہ ہونے کی وجہ سے مستورات کے جلسہ سالانہ کے انتظامات، کثرت سے ملنے والی مہمان خواتین کا آنا جانا۔ گھر کے مہمانوں کے کھانے اور رہائش کا انتظام صرف کھانا لگوانے اور برتن لگوانے اور اٹھوانے کا کام ہی ایک اچھی خاصی مصروفیت تھی۔ صبح سے لے کر شام تک کام کا ایسا چکر چلتا تھا کہ اس کی حرکت کے ساتھ قدم ملا کر چلنا ایک عام قویٰ کے آدمی کے سانس اکھیڑ دینے کے لئے بہت کافی تھا۔ عام طور پر تھکان دور کرنے کے لئے گرم پانی کی بوتلیں بستر میں رکھ کر سوتی تھیں لیکن کبھی پیشانی پر بل نہیں آیا۔ چہرہ پر کبھی بھی بیزاری کے آثار ظاہر نہیں ہوئے''۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب ایم اے صفحہ 201 تا 236)

اولاد سے محبت اور دعائیں: حضرت سیدنا مرزا طاہر احمد صاحبؒ اپنی والدہ محترمہ حضرت سیدہ ام طاہر مریم النساء بیگم صاحبہؓ کی اپنی اولاد سے محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''امی کو اپنی اولاد سے بھی بہت ہی محبت تھی اور امی کو اپنی اولاد کے نیک اور صالح ہونے کا اتنا خیال رہتا تھا کہ اکثر خدا کے حضور گڑگڑا کر دعاؤں میں مصروف رہتیں اور اولاد

کی نیکی اور تقویٰ اور طہارت کے لئے خصوصیت سے دعائیں کرتی تھیں اس کے علاوہ اپنی اولاد کے لئے ہر قسم کی دینی ترقیات کے لئے بھی بہت دعائیں کرتی تھیں اور خاص طور پر میرے لئے کیونکہ امی کے یہ الفاظ مجھے تازندگی نہ بھولیں گے اور وہ وقت بھی کبھی نہ بھولے گا جب ایک دفعہ امی کی آنکھیں غم سے ڈبڈبائی ہوئی تھیں امی نے بھرائی آواز سے مجھے کہا کہ ''طاری! میں نے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ اے خدا مجھے ایک ایسا لڑکا دے جو نیک اور صالح ہو اور حافظ قرآن ہو۔...خدا کے پاک کلام قرآن کریم سے بے انتہا محبت تھی۔'' جب میں پڑھتا تھا تو ساتھ ساتھ میری غلطیاں درست کرتی جاتیں اور مجھے نماز پڑھانے کا ایسا شوق تھا کہ بچپن سے ہی کبھی پیار سے اور کبھی ڈانٹ کر مجھے نماز کے لئے مسجد میں بھیج دیا کرتی تھیں۔ جب میں نماز پڑھ لیتا تو میں دیکھتا کہ امی کا چہرہ وفور مسرت سے تمتما اٹھتا اور مجھے بھی تسکین ہوتی۔ مجھے اکثر کہتیں ''طاری! قرآن کریم کی بہت عزت کیا کرو۔''

(حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ باب چہارم مصنف احمد طاہر مرزا صاحب صفحہ 147،150)

حضرت قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمدؓ تحریر فرماتے ہیں ''اولاد کی محبت و خیر خواہی یہ انسان کی فطرت کا حصہ ہے اور اس میں بھی مدارج کا سلسلہ چلتا ہے۔ ہماری مرحومہ بہن اس جذبہ میں بھی غیر معمولی شان رکھتی تھیں۔ انہیں اپنی اولاد کی بہتری اور بہبودی اور اس سے بڑھ کر ان کی دینداری کا بے حد خیال رہتا تھا اور وہ ان کے واسطے نہ صرف خود بے انتہا دعائیں کرتی تھیں بلکہ دوسروں کو بھی کثرت کے ساتھ تحریک کرتی رہتی تھیں اور پھر اولاد کے ساتھ ان کی محبت کا رنگ بھی نرالا تھا۔ جو حجاب بسا اوقات والدین کو اولاد کے درمیان ادب کے فرق وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ ان میں اور ان کی اولاد میں بہت کم پایا جاتا تھا کیونکہ ان کی عادت تھی کہ بچوں کو بے تکلف عزیزوں کی طرح اپنے ساتھ لگائے رکھتی تھیں۔ بایں ہمہ ان کے بچوں میں (خدا تعالیٰ انہیں دین و دنیا کی اعلیٰ ترین حسنات سے متمتع فرمائے آمین) اپنی والدہ محترمہ صاحبہ کا بے حد ادب تھا اور وہ اپنی والدہ کے لئے حقیقتاً قرۃ العین تھے۔ آپؓ نے اپنے پیچھے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑا ہے۔ لڑکے کے اکیلے ہونے کا مرحومہ کو بہت احساس تھا اور وہ اس بات کے لئے ہمیشہ دعائیں کرتی تھیں اور کرواتی تھیں کہ ان کا لڑکا طاہر احمد دین و دنیا کی اعلیٰ ترین ترقیاں حاصل کرے اور اس کی تربیت کا خاص خیال رکھتی تھیں''۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب صفحہ 262)

حضرت مریم النساء صاحبہؓ کے محبوب بیٹے حضرت مرزا طاہر احمدؒ

حضرت سیدہؓ کی بیماری اور وفات: حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں ''جب قادیان میں افاقہ کی صورت ہوئی تو آخری طبی مشورہ کے ماتحت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ 17/دسمبر 1943ء کو بروز جمعہ مرحومہ کو لاہور لے گئے اور لیڈی ولنگٹن ہسپتال میں داخل کرادیا۔

...26/فروری 1944ء کو بروز ہفتہ آپؓ کو سر گنگا رام ہسپتال میں ایک ایمبولینس کار کے ذریعے احتیاط کے ساتھ منتقل کر دیا گیا۔... یہاں حضورؓ کے قیام گاہ اور آنے جانے کے اوقات میں ایسی سخت پابندیاں نہیں تھیں جو کہ لیڈی ولنگٹن ہسپتال میں تھیں۔... مگر تقدیر کے نوشتہ بہر حال پورے ہونے تھے۔ حالت خراب ہوتی گئی اور آخر 5/مارچ 1944ء کو اتوار کے دن ساڑھے چار بجے سہ پہر قریباً 39 سال کی عمر میں ہماری بہن نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے آقا و مالک کے حضور پہنچ گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب صفحہ 266،267)

آپؓ کو لاہور میں غسل دیا گیا اور قادیان روانگی سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح نے جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کی کوٹھی پر جماعت لاہور کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی۔ قادیان میں رات کو مستورات کے ذریعہ

پہرہ کا انتظام کیا گیا۔دن چڑھتے ہی مستورات زیارت کے لئے آنا شروع ہو گئیں...5 بجے کے قریب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور نیز مرحومہ کے برادران جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ اور جناب میجر سید حبیب اللہ شاہ صاحبؓ نے جنازہ اٹھایا۔نماز جنازہ کا انتظام حضرت مسیح موعودؑ کے باغ میں جانب غرب کیا گیا تھا...نماز جنازہ میں شامل ہونے والے مرد آٹھ ہزار اور خواتین ڈیڑھ ہزار تھیں۔اتنی بڑی تعداد تاریخ احمدیت میں پہلی بار دیکھی گئی ...میت کو لحد میں اتارنے کے لئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ، جناب میجر سید حبیب اللہ شاہ صاحب، صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ اور صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب اترے۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب صفحہ108،109)

آپؓ کی وفات پر حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے یوں فرمایا

''اپنی مریم کا جنازہ دیکھ کر''

الٰہی کس دلہن کی پالکی ہے ملائک جس کو آئے ہیں اٹھانے
بصد تکریم جاتے ہیں جلو میں فرشتے چادر انوار تانے
ہزاروں رحمتوں کے زیرِ سایہ دعاؤں کیلئے بھاری خزانے
ہمارے گھر کی زینت جا رہی ہے بساطِ گلشنِ جنت سجانے
دلہن دولہا سے رخصت ہو رہی ہے بلا بھیجا ہے رب دو سرا نے
''محبت'' تھی مجسم میری مریم چلی ہے پیار خالق سے بڑھانے
دل مہجور راضی ہو رضا پر ترا چاہا نہیں چاہا خدا نے

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب صفحہ301)

خواتین مبارکہ وحی الٰہی میں :امر الٰہی کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہوشیار پور میں 1886ء میں جو چلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے آپؑ کی متضرعانہ دعاؤں کو بپایہ قبولیت جگہ دی اور اسلام کی سر بلندی کے متعلق آپؑ کو غیب کی اخبار اور وعدوں سے نوازا اور بتایا کہ آپؑ کی مبارک نسل کو بھی اس کار خیر کی خوب توفیق ملے گی...''۔حضرت سیدہ ام طاہرؓ کی حیات طیبہ میں بھی ہم اس پیش گوئی کو پورا ہوتے دیکھتے ہیں۔

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب صفحہ298)

محترمہ سیدہ فضیلت صاحبہ اہلیہ میر عبدالسلام صاحب سیالکوٹ تحریر کرتی ہیں ''اے مریم! تو فی الحقیقت مریم صفت تھی۔ہر وقت خدا کی خوشنودی و رضا کی خواہاں رہی۔تو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے میں اپنی راحت و آرام بھولے ہوئے تھی۔عبادت تیری روح، خدمت خلق تیری مسرت، خدمت دین تیرا مقصد حیات تھا، تو بیمار تھی۔مگر اپنے فرائض ادا کرنے میں ایک معجزانہ طاقت رکھتی تھی کہ کبھی تھکان کی شکایت سے تیری زبان شناسا نہ ہوئی۔تیرا جنت کے پھول کی طرح کھلا چہرہ کبھی پریشانی کا اظہار نہ کر سکا۔اے اتنی جلدی جنت کو سدھارنے والی، بے شک تو جنت کا وہ پھول تھی جو صرف گلزار احمد میں کھلنے کے لئے مستعار آیا۔تجھے دیکھنے والوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوئی اور تیرے پاس بیٹھنے والے تیری نزہت پاکیزہ سے دائمی مسرت پا گئے۔کاش کہ تو کچھ اور زندہ رہتی، تیری اور تیری قوم کی بچیاں تجھ سے مستفیض ہوتیں، تیری بہنوں کے افسردہ چمن میں کچھ بہار رہتی، تو اپنے مقدس شوہر کی اعانت کے لئے جس کے ادنیٰ اشارہ پر تو جان دینے کو تیار تھی اور جس کی اطاعت وخوشنودی میں تو سب دکھ اور درد بھول جایا کرتی، کچھ اور زندہ رہتی، اے شفقت و محبت کی جان! تجھ پر ہزاروں ہزار سلام! تیری بے شمار نیکیاں جنت میں تیری منتظر ہیں۔ہزاروں بندگان خدا کی دعائیں تیرے ساتھ جا رہی ہیں۔تو بے کسوں کی غمگسار، غریبوں کی مددگار اور خادمان دین کی قدردان تھی۔خدا نے تجھے بہار جنت کے لئے چن لیا۔ہم اس کی رضا پر راضی ہیں اور اس سے دعا کرتی ہیں کہ وہ تیری جنت کو وسیع تر کر دے کہ اس نے تجھے بہت وسیع قلب اور وسیع اخلاق دیئے تھے۔تیرا ہونہار بچہ، تیری معصوم بچیاں تیری سچی جانشین ہو کر تیری روح کی مسرتوں کو بڑھائیں اور خدا کے بے شمار فضلوں کی وارث ہوں۔آمین ثم آمین''

(سیرت حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے صفحہ298)

ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ ان کی تمام دعائیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کی بیٹیوں کی صورت میں پوری ہوئیں۔خدا تعالیٰ ان کی نسل در نسل پر اپنے بے شمار فضل فرمائے اور ان کو بھی ان دعاؤں کی برکتوں سے فیض یاب فرمائے۔آمین

اللّٰھم صل علٰی محمد و علٰی ال محمد و بارك و سلم انك حمید مجید
وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

”میری سارہ“

حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

مکرمہ نرگس ظفر صاحبہ۔ Goddelau-Süd

تعارف: حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ بنت مولانا عبدالماجد صاحب بھاگلپوری ایک نہایت معزز اور علمی خاندان میں پیدا ہوئیں۔آپ کی والدہ صاحبہ آپ کی وفات سے چند ماہ پہلے فوت ہوگئی تھیں وہ ایک نہایت مخلص اور نیک خاتون تھیں اگرانہیں ولیہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ایمان میں اُن کو صدق حاصل تھا،ایسی بے شر اور نیک عورتیں اس زمانہ میں کم ہی دیکھی جاتی ہیں۔

ابتدائی تعلیم:۔ حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ نے علم وادب کے ماحول میں آنکھ کھولی اس لئے بچپن سے ہی تحصیلِ علم کا شوق تھا۔ چودہ پندرہ سال کی عمر تک آپ نے اپنے عالم باعمل والدِ محترم سے عربی، فارسی سیکھی۔آپ نے صحیح بخاری اور قرآن شریف کا ترجمہ پڑھا ہوا تھا اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کتب پر بھی کافی عبور حاصل تھا۔

نکاح اور مزید تعلیم: ۔آپ کا نکاح حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے 12را پریل 1925ء اور رخصتانہ 3رمئی 1925ء کو ہوا۔آپ سے نکاح کی غرض حضور کی یہ تھی کہ تعلیم نسواں کی وہ اسکیم جو حضرت سیّدہ امتہ الحی بیگم صاحبہ کی وفات سے تعطل میں پڑ گئی تھی اس پر عمل کیا جا سکے اس لئے ایک پڑھی لکھی بیوی کی ضرورت تھی جو مزید تعلیم اور حضورؓ کی تربیت سے اس سکیم کو عملی جامہ پہنا سکے ۔حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ بھی اپنے مشن اور مہم جانتی تھیں چنانچہ چند دن کی دلہن نے پڑھائی شروع کر دی اور تادم مرگ حصولِ علم میں لگی رہیں تا کہ اپنے آپ کو اُس اعلیٰ مقصد کے لئے تیار کر سکیں چنانچہ آپ نے پوری محویت سے آرام اور صحت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پڑھنا شروع کر دیا۔1929ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی کا امتحان دیا اور پنجاب میں تیسرے نمبر پر رہیں ۔1931ء میں آپ نے صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کے ساتھ میٹرک کا امتحان دیا اور دوسال میں ہی گویا پانچ سال کی پڑھائی ختم کر کے اچھے نمبروں پر انٹرنس کر لیا۔ایف اے کی تیاری کے لئے خاطر خواہ اساتذہ کا بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی مشکلات پیش آئیں۔

حضرت خلیفۃ الثانیؓ اس بارے میں فرماتے ہیں۔”اس طرح محنت،فکر اور گھبراہٹ نے آپ کی صحت پر برا اثر ڈالا مگر آپ نے ہمت نہ ہاری۔بیچ میں کئی دفعہ بیمار پڑیں اور بعض حصے کتابوں کے بالکل رہ گئے جس کے لئے آخری ایام میں آپ کو دُہری محنت اُٹھانا پڑی۔ فارسی اور عربی میں اچھی خاصی مہارت رکھتی تھیں فارسی شعر انہیں بہت یاد تھے،عربی میں صَرف ونحو خوب آتی تھی۔“

حضرت سارہ بیگم صاحبہ کے استاد ماسٹر محمد حسین کی گواہی پڑھنے کے لائق ہے وہ لکھتے ہیں”میں نے ہمیشہ دیکھا کہ مطالعہ میں خود فراموشی کی سی حالت رہتی تھی اور ایسا احساس ہوتا تھا کہ واقعی وہ ایک مشین ہیں اور کوئی

چلانے والا ہے، جس کے اشارہ پر وہ چل رہی ہیں۔‘‘

حضرت سیّدہ صاحبہ کے ایک اَور استاد حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ کے چھوٹے بھائی محترم چوہدری عبداللہ خان صاحب بی۔اے لکھتے ہیں ’’محترمہ سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ مرحومہ خلد اللہ مکانھا ایک لعلِ بے بہا اور درخشندہ گوہر تھیں، وہ ایک انمول موتی تھیں، وہ سلسلہ عالیہ میں ایک بہت بڑا رکن تھیں...تمام عورتوں کے لئے ان کی زندگی مشعلِ راہ ہے۔امورِ خانہ داری، بچوں کی دیکھ بھال، لجنہ کا کام پھر تعلیم حاصل کرنے کا اِس قدر شوق یہ سب کچھ اُن کی ذات ہی سے ہو سکتا تھا۔‘‘ (انوار العلوم جلد13، صفحہ195)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں’’ آپ کا خط بہت سے مردوں سے بھی زیادہ اچھا تھا اور خوب تیز لکھ سکتی تھیں۔اچھی خاصی زود نویس تھیں۔تحریر بھی بہت اچھی تھی‘‘۔

حضور کے اکثر مضامین تیزی سے لکھتی جاتی تھیں اور خود بھی عورتوں کی فلاح و بہبود کیلئے اکثر مضامین رسائل میں لکھتی رہتیں۔آپ کو زیادہ عملی کام کا موقع نہیں ملا کہ عمر نے وفا نہ کی پھر بھی آپ کچھ عرصہ لجنہ کی سیکرٹری رہیں اور لجنہ کی تنظیم اور تعلیم کی اسکیم کے لئے سعی و کوشش کرتی رہیں۔

شادی کے آٹھ سالہ دَور میں حضرت سیّدہ صاحبہ نے ایک مجاہدہ کی زندگی گزاری کیونکہ ایک طرف بچوں کی پیدائش تو دوسری طرف جماعتِ احمدیہ کے امام کی بیوی ہونے کے فرائض کی ادائیگی۔تیسری طرف گھر کے کاموں کا انصرام۔چوتھے خاوند کی خدمت، اس پر مستزاد ایک ایسی تعلیم جو بالکل فارغ رہنے والے طالب علموں کو بھی گھبرا دیتی ہے گویا آپ نے سرکاری نصاب کے اٹھارہ سالہ کورس کو آٹھ سال میں ختم کیا۔

اوصافِ حسنہ :۔حضرت سیّدہ مرحومہ اوصافِ حسنہ سے متصف تھیں۔نہایت نیک پرہیزگار، صوم وصلوٰۃ کی پابند، منکسر المزاج اور ہمدردانہ رنگ رکھنے والی تھیں۔ان کی طبیعت میں تکلف یا نمائش نہ تھی، فضول خرچ نہ تھیں۔کم گو تھیں اور طبیعت میں ضد نہ تھی۔استہزاء سے اُن کو نفرت تھی۔امراء اور غرباء کو ایک نظر سے دیکھتیں۔اوقات کا اکثر حصہ تعلیم کے حصول میں خرچ کرتیں۔نہایت علم دوست تھیں ہر ایک سے جو علم میں ترقی کرنے کا شائق ہوتا محبت کرتیں اور مزید ترقی کی طرف حوصلہ افزائی فرماتیں اُن کے لیے دُعا بھی کرتیں۔طبقۂ خواتین کی خیر خواہی ان کا مقصد تھا۔نہایت پاک باطن اور نیک خو تھیں مسابقت الی الخیر میں کوشاں رہتیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے الفاظ کے مطابق آپ کی زندگی کا اگر خلاصہ کیا جائے تو پیدائش، پڑھائی اور موت اِن تین لفظوں میں آ جاتا ہے۔

حضرت سیّدہ سارہ صاحبہؓ نے حضورؓ کی کامل فرمانبرداری کی۔آپ اور آپ کے خاندان کا رویہ نہایت اعلیٰ اور ہمیشہ مقامِ ادب پر قائم رہنے والا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی نظروں میں قابل قدر ٹھہرا اور حضورؓ نے ان کے لئے اور ان کی نسلوں کے لئے اس دنیا اور آخرت میں اس عمل کا نیک بدلہ پانے کی دعا کی۔

سلسلہ کے لئے آپ کے دل میں بڑی غیرت تھی سلسلہ کی کامیابیوں پر جو آپ کو خوشی ہوتی وہ دیکھنے کے قابل ہوتی تھی۔حضرت مسیح موعودؑ کا ادب انتہا درجہ کا تھا اور اس سبب سے حضرت اماں جانؓ اور حضرت مصلح موعودؓ کی ہمشیرگان کا بھی بے حد ادب کرتی تھیں۔وفات سے آدھ گھنٹہ قبل آپ کی کمزوری دیکھ کر حضرت اماں جانؓ پر رقت طاری ہوگئی تو باوجود اس کے کہ جان کنی کا وقت شروع ہونے والا تھا بے تاب ہو کر آپ کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور رو کر کہا کہ ’’اماں جان! آپ روئیں نہیں، میں تو اَب اچھی ہوں‘‘۔

وفات:۔۔آپ کی وفات 13/مئی 1933ء کو ہوئی۔اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتوں کی بارش کرے۔آمین

حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ بنگال اور بہار کو حضرت مسیح موعودؑ کی رشتہ داری میں شامل کر گئیں اور آپ کی اولاد کے ذریعے یہ تعلق پائیدار رہے گا۔جب تک

اک سے ہزار ہوویں مولا کے یار ہوویں

کی پیشگوئی پوری ہوتی رہے گی۔بنگال اور بہار کے لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان میں شامل رہیں گے۔انشاء اللہ

حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے لئے بہت ساری دعائیں کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ"اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ! اے بندے کے تھوڑے عمل کو قبول کرنے والے! اے نیتوں کا بدلہ دینے والے ربّ! جس کے دروازے سے کوئی سوالی واپس نہیں جاتا تو اس فعل کے بدلہ میں جب کہ تیرے لئے سارہ بیگم نے اپنی عمر سے کوئی فائدہ بظاہر نہیں اٹھایا تو اُن کو اگلے جہان میں اعلیٰ مقامات عطا فرما،اپنے قرب میں جگہ دے۔حضرت مسیح موعودؑ کی بہو کی حیثیت سے انہیں قبول کر اور اپنے خُسر کے پاس اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ میں جگہ دے کہ تیرے فضلوں سے یہ بات کچھ بعید نہیں اور تیری شان کے یہ بالکل شایان ہے۔اٰمِیْن اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن."

(انوار العلوم جلد 13،صفحہ 207)

اولاد:۔حضرت سیّدہ صاحبہ کی طبیعت میں بچوں کی محبت عام عورتوں سے بھی زیادہ تھی،بچوں کے دُکھ کو دیکھ کر بہت بے تاب ہو جاتی تھیں لیکن باوجود ایسے جذبات کے آپ نے محض تعلیم کے لئے بچوں کی جدائی کو برداشت کیا اور یہ ایک عظیم الشان قربانی تھی۔پانچ بچوں میں سے دو ایام حمل میں ہی ضائع ہو گئے تین بچوں میں سے آپ کی وفات پر حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب تقریباً چھ سال کے حضرت صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ تقریباً ساڑھے تین سال کی اور حضرت صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب تقریباً ایک سال تین ماہ کے تھے۔آپ ایک ایسی خوش نصیب بیوی ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے مضمون میں اس بیوی کے لئے اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کیا اور آپ کی خوبیوں کو بیان فرمایا ہے۔ حضورؓ نے حضرت سارہ بیگم اور اپنی اولاد کے لئے بہت دعائیں کی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا تحریر کردہ یہ مضمون"میری سارہ" کے نام سے 27/جون 1933ء الفضل میں شائع ہوا جسے لکھنے کی غرض آپؓ نے یہ بتائی کہ "مرحومہ کے نیک اذکار کو دنیا میں قائم رکھنے کی کوشش کروں تا کہ جب ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے فضل سے جوان ہو تو ان کی نیکیوں کی پیروی کی کوشش کرے دوسرے میں مستورات کو بتانا چاہتا ہوں کہ ان کی تعلیم اور مرحومہ کی تعلیم میں ایک فرق ہے دوسری مستورات اپنی اغراض کے لئے تعلیم حاصل کر رہی ہیں لیکن مرحومہ کی غرض صرف خدمتِ دین تھی اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی۔پس ان میں سے بھی جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے وہ دنیا طلبی کا خیال چھوڑ کر خدا کی رضا کو مقدم رکھے۔"

(انوار العلوم جلد 13،صفحہ 200)

حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ کی وفات پر حضرت مصلح موعودؓ نے ایک نظم بھی تحریر فرمائی جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

میری طرف سے اس کو جزاہائے نیک دے
کر رحم اے رحیم دلِ سوگوار پر

حاضر نہ تھا وفات کے وقت اے میرے خدا
بھاری ہے یہ خیال دلِ ریش و زار پر

ڈرتا ہوں وہ مجھے نہ کہے بازبانِ حال
جاؤں کبھی دُعا کو جو اس کے مزار پر

جب مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر
پتھر پڑیں صنم ترے ایسے پیار پر

مندرجہ بالا مضمون "مصباح اگست،ستمبر 1989ء صفحہ:50 تا 51" اور "انوار العلوم جلد 13،صفحہ 179 تا 208" سے ماخوذ ہے۔

بڑی پھوپھی جان

حضرت سیّدہ عزیزہ بیگم صاحبہ (اُمِ وسیم)

حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرم سید کمال یوسف صاحب سابق مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ۔ ناروے

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام کے شجرۂ طیبہ اور درخت وجود باوجود سے پیوند ہونے والی خوش بخت خواتین مبارکہ میں سے یکے از بھاگوں والی ہستی الحاج سیّدہ عزیزہ بیگم بھی ہیں۔

آپ موصوفہ کو ماشاء اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو ہونے کا شرف حاصل ہوا اور آپ پسر موعودؓ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی حرم خامس بننے کے لئے منتخب ہوئیں۔اور آپ اپنے فرزند اکبر حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب درویش قادیان و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام نامی خاص سے ''اُم وسیم'' کہلاتی تھیں۔حضرت اُم وسیم احمد صاحبہ امیر الحجاج حضرت سیٹھ محمد ابوبکر یوسف صاحب رضی اللہ عنہ متوطن جدہ عرب اور الحاج حضرت عائشہ بیگم رضی اللہ عنھا کی چشم و چراغ تھیں۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ایک خاص منشا مبارکہ اور مقاصد عالیہ کی تکمیل اور تعمیل کی نیت سے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس غریب الدیار عرب خاندان سے تعلق استوار کرنے سے پہلے خدا کے حضور راہ نمائی کے لئے جب دعا اور استخارہ کا مسنون طریق اختیار فرمایا اور اس کے نتیجہ میں نہ صرف آپؓ ہی کو رؤیا صالحہ میں اللہ تعالیٰ نے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کی بشارت عطا فرمائی بلکہ حضرت ام المؤمنین نصرت جہاں بیگم رضی اللہ عنھا کو بھی آسمانی نوید سے نوازا گیا۔ چنانچہ یکم فروری 1926ء بروز دوشنبہ، مبارک دوشنبہ، کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت مولانا محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔

اس تقریب کے پس منظر میں کیا خاص عوامل شامل تھے اس کی وضاحت کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کا ایک بیان ''چند ضروری باتیں'' کے عنوان سے اخبار الفضل قادیان کی 29/جنوری 1926ء کی اشاعت میں منظر عام پر آیا اس الفضل کے دو اقتباسات قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔

''1914ء میں جب میری شادی امۃ الحیٔ مرحومہ سے ہوئی تھی اس وقت مکرمی ابوبکر صاحب جمال یوسف تاجر جدہ نے مجھے لکھا تھا کہ ''جب سے میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے میری خواہش تھی کہ میں اس کی شادی آپ سے کروں لیکن اس خیال سے کہ شاید آپ کو نکاح ثانی پسند نہ ہو خاموش تھا لیکن اب جبکہ آپ نے دوسری شادی کرلی ہے میں اس خواہش کا اظہار کر دیتا ہوں''۔ میں نے انہیں تو کوئی جواب نہ دیا لیکن چونکہ میرا ہوش سنبھالتے ہی یہ خیال تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کو کہ مسلمانوں کی دوسری زبان عربی ہونی چاہئے پورا کرنے کا یہ بہترین طریق ہے کہ عربی بولنے والی عورتوں سے شادی کی جائے تا بچوں میں عربی کا چرچا ہو اس لئے میں نے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ میں اس جگہ ممکن ہوا تو شادی کروں گا اور اس کا اظہار بھی کرتا رہا۔ جس کی اطلاع انہیں بھی ملتی رہی۔1924ء میں سیٹھ صاحب قادیان تشریف لے آئے اور گو میرے حالات اس وقت شادی کے متقاضی نہ تھے مگر چونکہ ایک رنگ کا وعدہ ہو چکا تھا میں نے حافظ روشن علی صاحب کی معرفت اس مسئلہ کو طے کرنا چاہا۔ معاملہ ایک حد تک طے ہو چکا تھا کہ امۃ الحیٔ صاحبہ کی طبیعت یکدم زیادہ بگڑ گئی اور دو چار دن میں فوت ہو گئیں۔اس سے بات درمیان میں رہ گئی...لیکن اس دوران میں مَیں نے بعض خوابیں دیکھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس جگہ شادی ہونی مقدر ہے مگر خوابیں چونکہ تعبیر طلب ہوتی ہیں میں نے خیال نہ کیا لیکن جلسہ کے قریب جبکہ پہلے خیال کو میں قطعی طور پر دل سے نکال چکا تھا میں نے پھر اسی قسم کی رؤیا دیکھی اور ادھر والدہ صاحبہ (حضرت اماں جانؓ) نے جوان دنوں شملہ میں تھیں

اس قسم کی رؤیا دیکھی ۔جس سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ شادی مقدر ہے لیکن تب بھی میں نے کوئی زیادہ توجہ نہ کی لیکن جلسہ کے موقع پر اور اس کے بعد چند اور لوگوں نے جن کو کچھ بھی اس امر کی واقفیت نہ تھی ایسی رؤیا سنائیں جن سے اس امر کا اظہار ہوتا تھا اس لئے میں نے استخارہ کر کے دوستوں سے مشورہ کیا اور اکثر دوستوں نے یہی مشورہ دیا کہ مجھے پچھلے وعدوں اور خوابوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ شادی بھی کر لینی چاہئے چونکہ خوابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قضائے الٰہی یہی ہے اور میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ رضائے الٰہی بھی یہی ہو اس لئے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اس جگہ نکاح کر لوں ۔سیٹھ صاحب مذکور نہایت مخلص آدمی ہیں اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کو دیکھ کر ان کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے یہ سامان کیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس رشتہ میں کوئی ایسا فائدہ ہو جو اس وقت مجھے نظر نہیں آتا اور آئندہ ظاہر ہو۔وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ.

سردست تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ سیٹھ صاحب کے اخلاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے متواتر اور کئی آدمیوں کو رؤیا کے ذریعہ سے اس امر کے منشائے الٰہی ہونے کا علم دیا ہے۔سیٹھ صاحب کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ یکمشت جو بڑی سے بڑی رقم سلسلہ کو ملی ہے وہ انہی کی ہے۔انہوں نے سترہ ہزار روپیہ 1918ء میں سلسلہ کی مدد کے لئے دیا تھا۔...غرض کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے اخلاص کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کو پورا کرانے کے لئے خوابوں کا ایسا سلسلہ شروع کر دیا کہ جس سے میری توجہ مجبوراً پھر اس امر کی طرف پھر گئی"۔

(از روزنامہ الفضل 29 جنوری 1926ء صفحہ 1،2)

حضورؓ کے نزدیک تو اسلامی تمدن کے قیام اور قرآنی احکام کی تعمیل میں کسی انقباض یا اعتراض کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا تاہم حضورؓ نے اس رشتہ کے سلسلہ میں جن احباب سے مشورہ لیا ان میں سے بعض نے لوگوں کے معترض ہونے کے اندیشہ کا ذکر کیا۔اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے حضورؓ فرماتے ہیں "جن دوستوں سے میں نے مشورہ کیا ہے ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ اعتراض کریں کہ اس رشتہ کی کیا ضرورت تھی؟ میں سمجھتا ہوں اعتراض یا دشمن کر سکتا ہے یا دوست، دشمن کے اعتراض کی تو کچھ پرواہ ہی نہیں، وہ کیا رسول کریم ﷺ پر اعتراض نہیں کرتا؟ باقی رہے دوست سو دوستوں کو میں ایسا نہیں سمجھتا کہ وہ اس کام پر جو رؤیا کی بنا پر کیا جاتا ہے اعتراض کریں۔چار شادیوں تک تو شریعت نے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خود اجازت دی ہے...اور مجھے خدا تعالیٰ نے بچپن سے ہی ایسی زندگی میں سے گزارا ہے کہ اعتراضوں کی جب وہ بے ہودہ ہوں پرواہ ہی نہیں ۔میرا جسم اعتراضوں کی کثرت سے اعتراضوں کی برداشت کے لئے اس قدر مضبوط ہو چکا ہے کہ اب اس پر کوئی اعتراض اثر نہیں کرتا نہ لوگوں کی رضا سے میں خوش ہوتا ہوں نہ ان کی ناراضگی سے ناراض ۔مجھے تو صرف خدا تعالیٰ کی رضا بس ہے اور اس کی رضا کو پورا کرنے کے لئے دشمن تو الگ رہے اپنے دوستوں سے بھی مجھے الگ ہونا پڑے تو مجھے ایک ذرہ بھر بھی ملال نہ ہو۔" (از روزنامہ الفضل 29 جنوری 1926ء صفحہ 2)

حضرت اُم وسیم احمد صاحبہ خاکسار کی بڑی پھوپھی تھیں ۔آپ کے مختصر سے ذکر خیر کے ساتھ اس عاجز کو براہ راست سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زیر کفالت اور آپ موصوفہ کے زیر سایہ عطوفت سال 1954ء تا 1956ء کا کچھ عرصہ قصر خلافت میں آپ کی ہمہ وقت مربیانہ شفقتوں اور بے شمار عنایتوں سے لطف اندوز ہونے کی سعادت حاصل رہی اس کا جستہ جستہ تذکرہ پیش ہے۔

سال 1954ء تا 1955ء میں خاکسار جامعۃ المبشرین ربوہ میں زیر تعلیم تھا اور احمد نگر سے آ کر جامعہ ربوہ کے ہاسٹل میں رہائش پذیر ہوا تو آپ کا مشفقانہ اصرار تھا کہ خاکسار ہاسٹل چھوڑ کر آپ کے ہاں قصر خلافت میں قیام پذیر ہوا اور آپ کا اس ناچیز پر یہ ایسا احسان تھا کہ خاکسار اسے کبھی

بھول نہیں سکتا۔ حضرت اُم وسیم احمد صاحبہ کے گھر میں قیام کی برکت سے خدا کے فضل سے تمام نمازیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی امامت میں مسجد مبارک میں پڑھنے کی توفیق ملتی رہی اور یہ ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ الحمدللہ

جامعۃ المبشرین سے فارغ ہوکر ظہر کی نماز سے قبل گھر قصر خلافت آنا ہوتا تھا۔ گھر پہنچتے ہی ظہرانے کا اور نماز ظہر کا وقت اتنا قریب ہوتا کہ کھانے میں ذرا سی تاخیر سے بھی ظہر کی با جماعت نماز سے محروم ہونے کا دھڑکا لگا رہتا۔ خاکسار کو یاد نہیں کہ خاکسار کے تقریباً اڑھائی سال کے قیام کے عرصہ میں کبھی ایک دفعہ بھی ایسا ہوا ہو کہ خاکسار کو ظہر کی نماز با جماعت نہ ملی ہو یا اس سے پہلے ظہرانہ بروقت نہ ملا ہو۔

حضرت اُم وسیم احمد صاحبہ خاکسار کی نماز با جماعت کا اسقدر خیال رکھتیں کہ خاکسار کے گھر میں قدم رکھتے ہی ملازمہ کو آواز لگا تیں کہ جلد کھانا نکال لاؤ کہیں نماز میں تاخیر نہ ہوجائے۔ اللھم اجرھا جزاء کثیرا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے فیض تربیت کے نتیجہ میں آپ کی یہ عادت تھی کہ جب خاکسار (عصر) کی نماز کے بعد گھر حاضر ہوتا تو آپ بلا ناغہ تلقین فرماتیں کہ ''فلاں فلاں صحابہ کرامؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر میری طرف سے دعا کی درخواست کر کے آؤ''۔ ربوہ میں مقیم تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اسماء گرامی اور وہ کہاں کہاں رہائش پذیر ہیں یہ سب آپ کو ازبر تھے۔ خاکسار از خود تو اپنی طبعی افتاد کی بچ میں شاید کبھی اتنی جرأت نہ کرتا کہ بغیر کسی تقریب کے ان عالی مقام بزرگوں کے گھروں میں جاحاضر ہوتا مگر آپ ہی موصوفہ کا خاکسار پر احسان تھا کہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ، حضرت سید مختار احمد صاحب شاہ جہان پوریؓ، حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحبؓ، حضرت قاضی محمد اکمل صاحبؓ، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ، حضرت مولوی محمد دین صاحبؓ، حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ، حضرت عبدالرحیم صاحب دردؓ، حضرت صوفی غلام محمد صاحبؓ، حضرت ولی اللہ شاہ صاحبؓ، حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ دیگر عظیم صحابہ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اللّٰھم اَجزا ھا جزاً اجز یلاً

اس زمانہ کی اہم دعاؤں میں ایک خاص دعا تو وہ دعا تھی جو تمام محبان باصفا حضرت سیدنا مصلح موعودؓ کی صحت وسلامتی کے لئے نہایت الحاح اور تڑپ سے خدا کے حضور کر رہے ہوتے اور اس کے علاوہ آپ اپنی ذات کے لئے جو خاص دعا کیا کرتیں اور جس دعا کا بہت تکرار کرتیں وہ یہ دعا ہوتی کہ ان کی وفات ان کے اپنے شوہر نامدار کی زندگی میں ہو اور آپ کو اپنی اس دعا کے قبول ہونے کا اس قدر یقین تھا کہ آپ اپنے متعلق اکثر فرمایا کرتیں کہ ''ہم تو چراغ سحری ہیں'' بہرحال خدا تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور آپ کی وفات سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہوئی۔ اللھم نور مرقدھا

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب

آپ اگرچہ ایک عرصہ سے ذیابیطس کے مرض میں مبتلا تھیں اور روزانہ آپ کو انسولین کا ٹیکہ لگتا تھا تاہم جس روز آپ کے ہاں سیدنا حضور اقدسؓ کی باری ہوتی اور حضور انورؓ آپ کے گھر کی رونق بنتے ان دنوں بڑی مستعدی اور لگاؤ اور خاص اہتمام سے گھر کی ہر خدمت میں جتی رہتیں۔ آپ کو اپنی بزرگ والدہ ماجدہ کی، جو کئی سال سے معذور ہوکر بستر علالت سے لگ رہیں اور آپ کے پاس ہی رہتی تھیں، کی خدمت کی توفیق ملی ایسے ہی اپنے والد بزرگوار کی آخری علالت کے ایام جو آپ ہی کے گھر آ گئے تھے خدمت کی توفیق ملی۔ اللھم جزاھا احسن الجزاء.

آپ کی لمبی بیماری میں سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے علاج معالجہ کے لئے حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ متعین تھے جنہوں نے اس فریضہ کو خوب نبھایا۔ جزاھم اللّٰہ احسن الجزاء.

آپ کے فرزند صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب ہمہ وقت خدمت کے لئے موجود رہتے اور آپ نے اپنی والدہ کی دعاؤں سے خوب حصہ پایا۔ آپ

کے فرزند اکبر حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب جو مرکز قادیان دارالامان کے مقدس تبرکات کی حفاظت پر خادمانہ زندگی گذارتے رہے ان کی تقریباً سولہ سالہ جدائی کو آپ محسوس تو کرتی ہوں گی مگر زبان سے اس کا اظہار بہت کم کرتی تھیں۔ الحمد للّٰہ

خاندان ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی اس سنت کو خاندان مسیح پاک علیہ والسلام میں زندہ رکھنا بھی آپ کا ماشاءاللہ طُرّہ امتیاز ہے۔ ذلک فضل اللّٰہ یو تیہ من یشاء.

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ کی عائلی زندگی مطالبات تحریک جدید کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ جس طرح سیدی حضور انورؓ بنفس نفیس بظاہر سفید پوشی کے بھرم رکھتے ہوئے کفایت شعاری میں ساری جماعت کے لئے نمونہ تھے۔ ویسے ہی آپ کے تمام اہل بیت سبھی خوردونوش، لباس، رہن سہن کے اہتمام میں غیر معمولی تکلفات سے مبرا اور سادہ شعار تھے۔ حضرت اُم وسیم صاحبہ کی کفالت میں جب وہ ربوہ مقیم تھیں، ایک تو آپ کی بزرگ والدہ ماجدہ تھیں پھر آپ کے چھوٹے صاحبزادے مرزا نعیم احمد افسر امانت تحریک جدید تھے۔ خاکسار کے علاوہ ایک مستقل ملازمہ تھیں۔ جب آپ کی والدہ ماجدہ مستقلاً صاحب فراش ہو گئیں تو ان کے لئے علیحدہ سے ایک مزید ملازمہ رکھنی پڑی اس طرح ہم کل چھ افراد تھے (باری سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بھی رونق افروز ہوتے)۔ ان چھ افراد کے جملہ اخراجات کے لئے اگر خاکسار اس بھول چوک کا شکار نہیں تو حضرت سیدیؓ کی جیب خاص سے 130 (ایک سوتیس) روپے کے لگ بھگ نپا تلا بجٹ ملتا۔ خدا کے فضل سے اس رقم میں ایسی برکت پر برکت تھی کہ نہ صرف یہ کہ باحسن ساری ضروریات زندگی پوری ہو جاتیں بلکہ مہمان نوازی، غریب پروری وغیرہ کے علاوہ جماعت کی تمام مالی تحریکات میں بھی حصہ لینے کی توفیق ملتی۔ گھر میں صرف ٹین کا ایک بڑا ٹرنک تھا جس میں ہم سب کے پہننے کے کپڑے با آسانی سما جاتے پھر بھی مزید کی گنجائش رہتی۔ اس کے علاوہ ٹین کی ایک بڑی پیٹی میں موسم سرما کے لئے بستر ہوتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت میں غالباً ساڑھی تو کبھی نہیں پہنی گئی۔ قمیض شلوار ہی بالعموم خواتین مبارکہ کا پہناوا رہا۔ بڑی پھوپھی جان قمیض کے ساتھ ہمیشہ تنگ پائجامہ پہنتی تھیں۔ ربوہ میں گھر سے باہر پیدل تو شاذ ہی جانا ہوتا۔ اگر کہیں جاتیں تو ان کا نقاب اوڑھنے کا طریق عرب خواتین کی طرح کا ہوتا جن سے صاف ظاہر ہوتا کہ یہ کوئی ہندوستان کی خاتون نہیں ہیں۔ سنگھار، پٹی کے کونسے تکلفات ان کے پاس تھے خاکسار کے علم میں صرف ٹیلکم پاؤڈر ہے جو ربوہ میں عام ملتا تھا۔ گاہے گاہے استعمال میں رہتا۔ شادی بیاہ پر لپ اسٹک لگا لیتیں۔ سادہ سی انگوٹھی پہنتی تھیں۔ کوئی اور زیور خاکسار نے نہیں دیکھا۔ خوشبو کے لئے الکوحل کے پرفیومز، فیس ماکس وغیر تو گھر نہیں تھے البتہ حضرت مصلح موعودؓ کے اپنے تیار کردہ عطریات استعمال میں رہتے۔ گرمیوں میں سیلنگ فین کی سہولت تھی۔ ایئر کنڈیشن نہیں تھا، نہ ہی غسلخانہ میں فلش تھا۔ بیٹھک میں ایک سادہ سا صوفہ سیٹ تھا جو کراچی کے کسی فرنیچر کے تاجر نے ہدیۃً دیا ہوا تھا۔ ان کے اپنے کمرہ میں نہ کوئی ٹی وی تھا نہ کوئی ریڈیو۔

مزار حضرت اُمِّ وسیم صاحبہ بمقام بہشتی مقبرہ ربوہ

حضرت اُم وسیم احمد صاحبہ تابندہ بخت ایسی خاتون تھیں جنہیں بغیر کسی ذاتی بڑائی کے محض مسیح پاک علیہ السلام کی بہو بننے کے طفیل زمین و آسماں کے لعل و بے بہا لگ چکے تھے اور محض سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے کچھ ایسے بھاگ جاگ اٹھے تھے کہ وہ کچھ بھی نہ ہو کر محض فضل خاص سے وہ کچھ ہو گئیں کہ قیامت تک کی احمدی نسلیں انشاءاللہ العزیز بڑی محبت سے ان کی مغفرت کی دعائیں کرتی رہیں گی۔

والسلام طالب دعا سلسلہ عالیہ کا ادنیٰ ترین خادم کمال یوسف۔

ہم سب کی چھوٹی آپا

حضرت سیّدہ اُم متین مریم صدیقہ صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

مکرمہ روبینہ احمد صاحبہ۔ Wiesbaden
مکرمہ درثمین احمد صاحبہ۔ Bad Marienberg

چن لیا تو نے مجھے ''ابن مسیحا'' کے لئے
سب سے پہلے یہ کرم ہے میرے جاناں تیرا

حضرت مریم صدیقہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ ''یہ شعر حضرت مسیح موعودؑ کا ہے جو آپؑ نے بزبان حضرت اماں جانؓ فرمایا تھا۔ ''اپنے مسیحا'' کی جگہ ''ابن مسیحا'' لگا کر میں بھی جتنا خدا تعالیٰ کا شکر ادا کر سکوں کم ہے۔''
(سوانح فضل عمر جلد پنجم صفحہ 349)

تعارف: حضرت مریم صدیقہ صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بہو، حضرت اماں جانؓ کے بڑے بھائی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی بڑی صاحبزادی تھیں۔ جماعت کی یہ بزرگ ہستی ''حضرت چھوٹی آپا'' اور ''ام متین'' کے نام سے معروف تھیں۔

آپ خود فرماتی ہیں کہ ''میرے والد صاحب کی پہلی بیوی سے ایک لمبا عرصہ تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت (اماں جانؓ) کی خواہش تھی کہ میرے بھائی کے ہاں اولاد ہو۔ بھائی سے محبت بھی بہت زیادہ تھی...تو حضرت اماں جانؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زور دینے پر میرے ابا جان نے مکرم مرزا شفیع محمد صاحبؓ کی بڑی لڑکی امتہ اللطیف صاحبہ سے 1917ء میں شادی کی۔ یہ رشتہ بھی حضورؓ کا ہی طے کردہ تھا۔ 7 ر اکتوبر 1918ء کو میری پیدائش ہوئی۔''

وقف: آپ اس بارے میں فرماتی ہیں ''جب میری پیدائش ہوئی چونکہ اور کوئی پہلے اولاد نہ تھی اس لئے میرے ابا جانؓ نے مجھے ہی خدا تعالیٰ کے حضور وقف کر دیا۔ اس کا اظہار حضرت ابا جانؓ نے اپنے کئی مضامین میں بھی کیا اور جب میری شادی ہوئی تو آپؓ نے مجھے کچھ نصائح نوٹ بک میں لکھ کر دیں۔ اس میں آپؓ نے تحریر فرمایا ''مریم صدیقہ! جب تم پیدا ہوئیں تو میں نے تمہارا نام مریم اس نیت سے رکھا تھا کہ تم کو خدا تعالیٰ اور اس کے سلسلہ کے لئے وقف کر دوں اسی وجہ سے تمہارا دوسرا نام نذرِ الٰہی بھی تھا۔''

آپ کی شادی: آپ کی شادی 30 ستمبر 1935ء میں ہوئی۔ آپ کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی رفاقت کا زمانہ تیس (30) سال ہے۔ شادی کے پس منظر کے بارے میں آپ اپنی ایک تحریر میں فرماتی ہیں ''حضرت اماں جانؓ نے میری شادی کے بعد کئی دفعہ مجھ سے یہ ذکر فرمایا کہ جب میاں محمود (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) چھوٹے تھے تو میرے دل سے بار بار یہ دعا نکلتی تھی کہ الٰہی! میرے بھائی کے ہاں بیٹی ہو تو میں اس کی شادی میاں محمود سے کروں لیکن جو بات بظاہر ناممکن نظر آتی تھی یعنی حضرت اماں جانؓ کی دعا اور خواہش، وہ میری شادی کے ذریعہ پوری ہوئی۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔''

آپ کی شادی کے موقع پر آپ کے والد صاحبؓ نے جو نصائح نوٹ بک میں لکھ کر دیں اس میں آپؓ فرماتے ہیں ''...اب اس نکاح سے مجھے یقین ہو گیا کہ میرے بندہ نواز خدا نے میری درخواست اور نذر کو واقعی قبول کر لیا تھا اور تم کو ایسے خاوند کی زوجیت کا شرف بخشا جس کی زندگی اور اس کا ہر شعبہ اور ہر لحظہ خدا تعالیٰ کی خدمت اور عبادت کے لیے وقف ہے پس اس بات پر بھی شکر کرو کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا اور میری نذر کو پورا کر دیا۔ فالحمدللہ...مریم صدیقہ! خدا تعالیٰ کا شکر کرو کہ اس نے اپنے فضل سے تم کو وہ خاوند دیا ہے جو اس روئے زمین پر معتبر ترین شخص ہے اور جو دنیا میں اس کا خلیفہ ہے۔ دنیا اور دین دونوں کے علوم کے لحاظ سے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ خاندانی عزت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا ہے...پس اس مبارک وجود کو اگر تم کچھ

بھی خوشی دے سکو اور کچھ بھی ان کی تھکان اور تفکّرات کو اپنی بات چیت، خدمت گذاری اور اطاعت سے ہلکا کر سکو تو سمجھ لو کہ تمہاری شادی اور تمہاری زندگی بڑی کامیاب ہے اور تمہارے نامۂ اعمال میں وہ ثواب لکھا جائے گا جو بڑے سے بڑے مجاہدین کو ملتا ہے۔"

آپ مزید فرماتی ہیں "میری عمر شادی کے وقت سترہ (17) سال تھی اور یہ سترہ سالہ زمانہ جو میں نے میکے میں بسر کیا۔اس کا ایک ایک دن شاہد ہے

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ

کہ میری تربیت کرتے ہوئے حضرت ابا جانؓ نے ہر وقت یہی کان میں ڈالا کہ ہر صورت میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے۔ میں جب چھوٹی تھی تو میرے لئے ابا جان نے ایک دعائیہ نظم بھی کہی تھی جس کا آخری شعر یہ تھا۔

؎ میرا نام ابا نے رکھا ہے مریم

خدایا تُو صدیقہ مجھ کو بنا دے

ابا جانؓ کی یہ دعا جو انہوں نے میرے لئے کی تھی ظاہری رنگ میں بھی اس طرح پوری ہوئی کہ جب میری شادی ہوئی تو حضرت اُمِّ طاہرؓ زندہ تھیں اور چونکہ حضورؓ ان کو مریم کے نام سے بلاتے تھے اور ایک ہی نام سے دونوں بیویوں کو بلانا مشکل تھا۔آپؓ نے شروع شادی سے ہی میرے نام کے دوسرے حصہ سے مجھے بلایا اور ہمیشہ "صدیقہ" کہہ کر ہی بلایا...میں بجا طور پر کہہ سکتی ہوں کہ میں نے جو بھی حاصل کیا اور جو کام بھی کیا وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تربیت، صحبت، فیض اور توجہ سے حاصل کیا۔

(سوانح فضل عمر جلد پنجم صفحہ 350 تا 354)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔"مریم بیگم کی وفات کے بعد پہلے کچھ دن تو اس قسم کی بات کا احساس ہو ہی نہ سکتا تھا مگر کچھ دنوں کے بعد مجھے یہ احساس ہوا کہ وہ گھر اس لحاظ سے ویران ہے کہ اس میں ماں ہے اور نہ باپ۔ایک شادی شدہ انسان کی راتوں پر اس کی زندہ بیویوں کا حق ہوتا ہے۔اور پہلے میری راتیں جو چار حصوں میں تقسیم ہوتی تھیں اب تین حصوں میں تقسیم ہونے لگیں۔دن کے وقت تو میں کام کی وجہ سے گھر جا سکتا ہی نہیں اور اب رات کو بھی اس گھر میں نہ جا سکتا تھا اور اس طرح مریم بیگم مرحومہ کے بچے نہ دن کو میرے پاس رہ سکتے تھے اور نہ رات کو۔اس احساس کے بعد مجھے خیال ہوا کہ ان بچوں کو کسی دوسری بیوی کے سپرد کر دوں تا جب میں اس کی باری میں اس کے گھر جاؤں تو ان کی نگرانی بھی کر سکوں اور ان کے حالات سے باخبر رہ سکوں۔ یہ خیال آنے پر میں نے غور کیا کہ کس بیوی کے پاس ان کو رکھ سکتا ہوں تو میں نے سمجھا کہ میری چھوٹی بیوی مریم صدیقہ ہی ہیں جو مریم بیگم مرحومہ کے گھر میں جا کر رہ سکتی ہیں اور ان کے بچوں کا محبت کے ساتھ خیال رکھ سکتی ہیں مگر ساتھ ہی مجھے یہ بھی خیال آیا کہ وہ حضرت (اماں جانؓ) کے ساتھ رہتی ہیں اور ان کی خدمت کا ان کو موقع ملتا ہے۔دوسرے میں نے دیکھا کہ ان کے متعلق بھی ڈاکٹروں کی یہی رائے ہے کہ وہ بھی اس مرض میں مبتلا ہیں جو اُمّ طاہر مرحومہ کو تھا ایک لڑکی کی پیدائش کے بعد سات سال سے ان کے ہاں اور اولاد نہیں ہوئی اور پھر ان کی طبیعت ایسی ہے کہ میری رضا جوئی کے لیے جب بچے آپس میں لڑ پڑیں تو چاہے ان کی لڑکی کا قصور ہو اور چاہے کسی دوسرے بچے کا وہ اپنی لڑکی کو ہی سزا دیتی ہیں تا دوسرے بچوں کے دل میں یا میرے دل میں احساس پیدا نہ ہو کہ وہ اپنی لڑکی کی طرفداری کرتی ہیں اور بوجہ بنت العم ہونے کے مجھ سے دوہرا تعلق رکھتی ہیں اور اس لیے دوہری محبت...پس میں نے خیال کیا کہ یہ بہت ظلم ہوگا کہ

جس کے ہاں ایک ہی بچہ ہے اور بظاہر اور ہونے کا احتمال کم ہے (گو ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں) اس کے ایک ہی بچے کو دکھ میں ڈال کر ماں کو دکھ میں ڈال دیا جائے۔" (خطبات نکاح صفحہ 585,584)

میری زندگی کا نصب العین: حضرت مریم صدیقہ صاحبہ فرماتی ہیں "حضرت ابا جانؓ کی وقتِ رخصت نصیحت اور شادی کے معاً بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آرزو دونوں نے مل کر سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور زندگی کا نصب العین صرف اسلام کی خدمت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت اور اطاعت بن کر رہ گیا۔ شروع شروع میں غلطیاں بھی ہوئیں، کوتاہیاں بھی ہوئیں لیکن آپؓ کی تربیت اور سکھانے کا بھی عجیب رنگ تھا آہستہ آہستہ اپنی مرضی کے مطابق ڈھالتے چلے گئے۔ شادی کے بعد آپؓ نے میری تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور خود اس میں راہ نمائی فرماتے اور دلچسپی لیتے رہے۔ بی۔ اے پاس کرنے کے بعد آپؓ نے دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کروادیا۔ قرآن مجید خود پڑھانا شروع کیا لیکن سبقاً سارا نہیں پڑھا۔ سورۃ مریم سے سورۃ سبا تک حضورؓ سے سبقاً قرآن مجید پڑھا اور چند ابتدائی پارے اور آخری دو پارے۔ شروع میں ہمیں گھر پر پڑھانا شروع کیا تھا۔ مجھے، عزیزہ امۃ القیوم سلمہا، عزیزم مبارک احمد اور عزیزم منور احمد کو پڑھاتے تھے۔ آہستہ آہستہ دوسرے لوگوں کی خواہش پر پھر وہ با قاعدہ درس کی صورت اختیار کر گیا اور تفسیر کبیر کی صورت میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ اتنا پڑھا کر پھر کبھی سبقاً نہیں پڑھایا ہاں عورتوں میں بھی اور مردوں میں بھی درس ہوتا تھا وہ سنتی تھی اور با قاعدہ نوٹ لیتی تھی جو بعد میں حضورؓ ملاحظہ فرمایا کرتے۔ نوٹ لینے کی عادت بھی آپؓ نے ہی ڈالی۔ جب درس ہوتا تو آپؓ فرماتے "ایک ایک لفظ لکھنا ہے بعد میں مَیں دیکھوں گا۔" آہستہ آہستہ اتنا تیز لکھنے کی عادت پڑ گئی کہ حضورؓ کی جلسہ سالانہ کی تقریر بھی نوٹ کر لیتی تھی اور حضورؓ بھی وقتاً فوقتاً کوئی مضمون لکھوانا ہوتا تو عموماً مجھ سے ہی املاء کرواتے۔ 1947ء کے بعد سے تو قریباً ہر خط، ہر مضمون ہر تقریر کے نوٹ مجھ سے ہی املاء کروائے۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ"

آپ مزید فرماتی ہیں "تفسیر صغیر کے مسوّدہ کا اکثر حصہ حضورؓ نے مجھ سے ہی املاء کروایا۔ ٹہلتے جاتے تھے قرآن مجید ہاتھ میں ہوتا تھا اور لکھواتے جاتے تھے۔ جب خاصا مواد لکھا جا چکا ہوتا تو پھر محکمہ زود نویسی کو صاف کرنے کے لئے دے دیتے۔ قرآن مجید پڑھاتے ہوئے بھی اس بات پر زور دیتے تھے کہ خود غور کرنے کی عادت ڈالو۔ اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تب پوچھو۔ عربی کی صرف ونحو مکمل مجھے آپؓ نے خود پڑھائی اور ایسے عجیب سادہ طریق سے پڑھائی کہ یہ مضمون کبھی مشکل ہی نہ لگا۔ عام طور پر عربی کے طالب علم صرف ونحو سے ہی گھبراتے ہیں مگر آپؓ کے پڑھانے کا طریق اتنا سادہ اور عام فہم ہوتا تھا کہ یوں لگتا تھا کہ یہ کوئی مشکل چیز ہی نہیں ہمیں پہلے سے آتی تھی۔" (سوانح فضل عمر جلد پنجم صفحہ 355)

قلمی خدمات: حضرت چھوٹی آپا کو جن خدمات کی توفیق ملی ان میں سرفہرست وہ قلمی کام ہے جو حضرت مصلح موعودؓ کی نگرانی میں آپ نے کیا۔ آپ بتاتی تھیں کہ "شادی کے شاید پہلے دوسرے دن ہی حضرت مصلح موعودؓ نے مجھے کوئی چھوٹی سی بات لکھوانے کے لئے قلم دیا اور پھر مجھے قلم تھما ہی دیا"۔ حضورؓ کے الہامات، تقاریر کے نوٹس، نظمیں، خطوط کے جوابات، مضامین، طبی نسخے، عطر کے نسخے، حساب کتاب بہت کثرت سے آپ نے لکھے۔ حضورؓ کی بیماری میں تو عملاً پرائیویٹ سیکرٹری کے کام کا بہت سا حصّہ حضرت چھوٹی آپا کے ہاتھوں ہوتا تھا۔ تفسیرِ صغیر کا عظیم الشان ترجمہ حضورؓ نے آپ کو ہی لکھوایا۔

ناظرہ وترجمۃ القرآن کے درس وتدریس: قرآن مجید سے شدید عشق اور تعلق تھا اور بلاشبہ آپ کی زندگی اس عظیم کتاب کے علوم سیکھنے اور سکھانے میں ہی گزری۔...1954ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے قرآن شریف پڑھانے کا کام آپ کے سپرد کیا جس کو آپ تمام زندگی بأحسن انجام دیتی رہیں۔...ربوہ میں حضرت چھوٹی آپا بہت صبح سویرے مختلف محلوں سے آئی ہوئی لڑکیوں کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھانا شروع کر دیتیں اور یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ جو لڑکی آپ سے ترجمہ پڑھ لیتی اس کی شادی (غیر متوقع طور پر) ہو جاتی۔...

رمضان المبارک کے ایام میں جب مساجد میں لاؤڈ سپیکر پر پابندی لگ گئی تو درس قرآن کا سلسلہ ممکن نہ رہا تو خواتین کی طرف سے آپ کی خدمت میں درخواست پر فرمایا کہ "میں ضرور درس دوں گی لیکن شعبہ اصلاح وارشاد کی اجازت سے" چنانچہ بعد ازاں بہت تیاری کر کے عمدہ درس دیا کرتیں... بعد میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے

ایم ٹی اے پر درس القرآن کا آغاز فرمایا تو آپ نے خلافت سے محبت اور اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ درس بند کر دیئے۔

(مصباح ستمبر 2000ء)

اطاعتِ خلافت : خلافت احمدیہ کی اطاعت اور ادب واحترام میں حد درجہ بلند مقام حاصل تھا۔ آپ دربارِ خلافت کے ہر حکم کو شرح صدر کے ساتھ ماننا اپنی سعادت سمجھتی تھیں اور ایسا ماحول قائم کرتیں جس سے یہ روح زندہ رہے۔ (مصباح ستمبر 2000ء)

الفضل انٹرنیشنل میں امتہ اللطیف خورشید صاحبہ اپنے مضمون میں آپ کے متعلق لکھتی ہیں ''حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے لائحہ عمل اور ضروری کاموں کی منظوری کے لئے باقاعدگی سے تحریری اجازت لیتی تھیں۔ حضورؓ کی وفات کے بعد آپؓ کے دو بیٹے یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے۔ آپ نے ان دونوں کا بے حد احترام کیا۔ لجنہ کے اور دیگر سب دینی اور دنیاوی کاموں میں ان کا مشورہ اور اجازت حاصل کرتی تھیں۔''

(الفضل انٹرنیشنل 3/نومبر 2000ء)

حضرت اماں جانؓ کی خدمت: محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر آپ کے بارے میں فرماتے ہیں ''حضرت چھوٹی آپا کو ایک زبردست سعادت جو سالہا سال تک حاصل رہی حضرت اماں جانؓ کی خدمت اور معیت تھی۔ حضرت چھوٹی آپا کے پاس قادیان میں حضرت اماں جانؓ کے گھر کے جملہ انتظامات کی ذمہ داری تھی اور یہ خدمت ربوہ میں بھی جاری رہی۔ حضرت اماں جانؓ سے حضرت چھوٹی آپا کے رشتے تو گہرے اور مضبوط تھے مگر حضرت چھوٹی آپا اور ان کے ساتھ بی بی کو حضرت اماں جانؓ کی غیر معمولی خدمت کی سعادت ملی۔ حضرت مصلح موعودؓ حضرت چھوٹی آپا کو حضرت اماں جانؓ کی خدمت کی خاص تاکید فرماتے اس کا علم مجھے اس طرح بھی ہوا کہ حضرت مصلح موعودؓ کی وفات کے بعد جب حضرت چھوٹی آپا پہلی دفعہ حضورؓ کے مزار پر دعا کے لئے گئیں تو بی بی متین اور خاکسار بھی ہمراہ تھے۔ حضرت چھوٹی آپا نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے دعا شروع کی مگر دو ایک منٹ کے بعد وہاں سے ہٹ کر حضرت اماں جانؓ کے مزار کے سامنے کھڑی ہوئیں اور لمبی دعا کی پھر حضرت مصلح موعودؓ کے مزار پر واپس جا کر دعا کی۔ بعد میں بتایا کہ جب میں نے حضورؓ کے مزار پر دعا شروع کی تو ایسا محسوس ہوا کہ حضرت مصلح موعودؓ سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اور گھور کر مجھے دیکھا کہ ساری عمر تو میں یہ سبق دیتا رہا ہوں کہ پہلے اماں جانؓ کا خیال رکھنا ہے اور پھر اس کے بعد میرا مگر تم ان کے مزار پر دعا سے پہلے میرے مزار پر دعا کر رہی ہو۔''

(مصباح ستمبر 2000ء)

جماعت کے لئے مادرانہ شفقت : جماعت کی خواتین اور بچیوں کے لئے مادرانہ شفقت کا انداز تھا ہر ایک سے ملتیں نہ دن نہ رات ہر ایک سے یکساں ملاقات کا انداز۔ ہر ایک کی شادی میں شرکت کرتیں۔ ہر ایک مریض کی عیادت کرتیں۔ ہر ایک ولادت پر گھر جا کر مبارک باد دیتیں۔ خوشی کے مواقع پر گھر والوں کو تحفہ دیتیں۔ غمی کے مواقع پر گھروں میں جا کر دلجوئی کرتیں۔

وسعتِ مطالعہ : آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا رات کو خاصی دیر سے سوتی تھیں اور رات گئے تک مطالعہ کرتی تھیں مگر نمازوں میں ناغہ کا کوئی تصور نہ تھا۔ الحاح کے ساتھ اوّل نماز ادا کرتی تھیں۔ گھٹنوں میں شدید درد کی تکلیف تھی لیکن نماز میں تساہل کا کوئی سوال نہ تھا اور روزہ کی پابندی تو اس حد تک پہنچ گئی کہ ڈاکٹر کو کہہ کر ڈاکٹری ہدایت دلوائی گئی کہ روزہ رکھنا مناسب نہیں۔ (مصباح ستمبر 2000ء)

آپ کے اہم کام اور خدمات : آپ نے لجنہ کے کئی اہم کام شروع کئے جن کے فیوض اب بھی جاری ہیں اور انہیں دیکھ کر دل سے آپ کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا نکلتی ہے۔

آپ جامعہ نصرت کی ڈائریکٹر تھیں پھر اس ادارے میں سائنس بلاک کا اجراء ہوا جس کے لئے آپ نے بہت جدوجہد کی۔ مندرجہ ذیل ادارے بھی آپ کی یادگار ہیں۔ نصرت انڈسٹریل سکول، فضلِ عمر سکول، مریم میڈیکل سکول گھٹیالیاں، چک منگلا سکول، دفتر لجنہ اماء اللہ، مرکز یہ مسجد مبارک ہیگ ہالینڈ اور مسجد نصرت جہاں ڈنمارک احمدی خواتین کے چندہ سے تعمیر ہوئیں ان کے لئے بھی آپ نے خاص سعی فرمائی اور دیگر بہت سے اہم کام بھی سرانجام دیئے۔ غرضیکہ خلیفۂ وقت کی جاری فرمودہ ہر تحریک اور ہر سکیم میں آپ کی نگرانی میں لجنات سرگرم حصہ لیتی رہیں۔ آپ کی ہدایت اور نگرانی میں درج ذیل لٹریچر شائع ہوا۔ تاریخ لجنہ (پانچ

جلدیں)، 'الازھارُلِذواتِ الخمار 'یعنی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی عورتوں کے متعلق تقاریر کا مجموعہ، المصابیح یعنی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تقاریر کا مجموعہ، تربیتی نصاب دو حصے، یادِمحمودؓ، رسومات کے متعلق اسلامی تعلیم، مقاماتُ النساء، ہمارا دستور، راہِ ایمان، مختصر تاریخ احمدیت، قواعد وضوابط، سالانہ رپوٹ۔

(الفضل انٹرنیشنل 3/نومبر 2000ء)

آپ نے 1942ء میں لجنہ اماءِ اللہ مرکزیہ میں جنرل سیکرٹری کے طور پر خدمات شروع کی تھیں۔1958ء میں آپ صدر لجنہ مرکزیہ منتخب ہوئیں اور یہ شاندار دور 1997ء تک جاری رہا۔ تقسیم پاک و ہند کے بعد آپ نے پاکستان میں لجنہ کی از سرِ نو ترتیب و تنظیم کا کٹھن فریضہ انجام دیا...لجنہ اماء اللہ کے کاموں اور بہتری کے لئے تمام عرصہ صدرات میں بڑی جانفشانی اور سخت کوشی کا عملی مظاہرہ کیا۔ پاکستان کے طول وعرض میں لجنہ کی بیداری اور تربیت کے لئے بلا مبالغہ ہزاروں دورے کئے...لجنہ کی مجالس میں جا کران کے کام کا جائزہ لیتیں اوران کو ہدایات دیتیں۔آپ کی تقاریر

مزار چھوٹی آپا جان صاحبہ بمقام بہشتی مقبرہ ربوہ

نہایت دلکش اور مؤثر ہوا کرتی تھیں۔غیراز جماعت خواتین کے سوالات کا جواب بڑی وضاحت اور تسلی بخش انداز میں دیتیں۔بے شمار دور دراز دوروں کے علاوہ آپ نے بیسیوں پیغامات لجنہ اماء اللہ کی مجالس کی درخواست پر ان کی تقریبات کے مواقع پر بھجوائے جو نہایت فکر انگیز، قابل عمل اور اثر انگیز ہیں۔آپ کا دور بلا شبہ لجنہ اماءاللہ کا ایک زریں دور تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 2/دسمبر 1970ء کو اپنی ایک تقریر میں تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول کا تعارف بیان کرتے ہوئے فرمایا"ایک اور بڑی مفید کتاب دوران سال لکھی گئی ہے ہماری والدہ جن کو میں آپا صدیقہ کہا کرتا ہوں انہوں نے لجنہ اماءِاللہ کی تاریخ لکھی ہے یہ بھی بڑی مفید ہے ایک تو شروع سے ہی جو احمدی بہنیں اخلاص اور جانثاری کے ساتھ لجنہ اماءاللہ کا کام کرتی رہی ہیں۔جو انہوں نے کام کیا ہے ان کا ذکر آ گیا اور ان کے نام تاریخ میں محفوظ کر لئے گئے۔قیامت تک اللہ تعالیٰ ان کے اوپر فضل فرمائے گا۔احمدی جہاں بھی ہوں اور جب بھی پیدا ہوں گے ان پر درود بھیجتے رہیں گے اوران کے لئے دعائیں کرتے رہیں گے۔"

(مصباح ستمبر 2000ء)

اولاد: صاحبزادی امتہ المتین صاحبہ اہلیہ محترم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب

وفات: ایک طویل علالت کے بعد 3/نومبر 1999ء کو آپ نے وفات پائی۔آپ کی ذات گرامی نے ایک طویل عرصہ اپنے ماحول کو منوّر رکھا۔آپ کی وفات سے نہ صرف آپ کے خاندان میں ایک بہت بڑا خلاء پیدا ہوا بلکہ لجنہ اماءِاللہ عالمگیر بھی ایک نادر اور یکتائے روزگار وجود سے محروم ہو گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 5/نومبر 1999ء کے خطبہ جمعہ میں آپ کی خوبیوں کا ذکر فرمایا اور غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ہر نیک عمل کو شرف قبولیت سے نوازے اور اعلیٰ علیّین میں ہر لحہ آپ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔آمین (مصباح ستمبر 2000ء)

(نوٹ۔مندرجہ بالا مضمون دوسرے حوالہ جات کے علاوہ مصباح ستمبر 2000ء صفحہ 2، 15، 16، 17، 23، 24، 27، 31، 60، 154 اور الفضل انٹرنیشنل 3/نومبر 2000ء صفحہ 10، 11 اور تاریخ لجنہ جلد سوم صفحہ 659 سے مرتب کیا گیا ہے)

حضرت سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ المعروف مہر آپا
حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرمہ فریال فیروز صاحبہ۔ Neu-Isenburg

خاندانی پس منظر: آپ 7 اپریل 1919ء کو بمقام جہلم اپنے ننھیال میں پیدا ہوئیں۔ آپ ایک نہایت شریف اور مخلص سادات خاندان میں سے تھیں۔ حضرت سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ، مکرم سیّد عزیز احمد شاہ صاحب کی صاحبزادی اور حضرت ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحبؓ کی پوتی تھیں۔ ان کا شمار جماعت کے ممتاز اہلِ کشوف والہام میں ہوتا تھا۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؓ نے 1901ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا شرف حاصل کیا اور رفیق بانیٔ سلسلہ احمدیہ میں شمار ہوئے۔ آپؓ 1920ء میں سینیئر سب اسسٹنٹ سرجن کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے اس کے بعد آپؓ قادیان تشریف لے آئے اور یہاں مستقل سکونت اختیار کی۔ 1937ء میں آپؓ کی وفات پر حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نے آپؓ کے ایک بیٹے حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ سے ان الفاظ میں تعزیت کی۔ ”وہ ایک نہایت ہی پاک نفس انسان تھے۔ جن کا وجود سراسر برکت تھا۔ ایسے وجود دنیا میں بہت کم نظر آتے ہیں۔ وہ ہر ایک کے محسن اور سب کے خیر خواہ تھے۔ ان کی برکت سے اور ان کی دعاؤں سے ایک دنیا فیض حاصل کر رہی ہے۔“

ایک موقع پر حضرت مہر آپا اپنے آباء کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے فرماتیں ہیں کہ ”بڑے شاہ صاحب (حضرت ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحبؓ آپ کے دادا) مسجد میں نماز پڑھنے جاتے۔ مٹی کا لوٹا پانی سے بھرتے۔ وضو کرتے اور نماز پڑھ کر واپس آجاتے۔ مسجد کے دروازے پر ایک بہت بڑا زمیندار بیٹھ جاتا اور آپ کو جب تک آپ مسجد میں موجود رہتے گندی گندی گالیاں نکالتا رہتا مگر آپ نہایت صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہتے اور اطمینان کے ساتھ نماز سے فارغ ہو کر گھر واپس آجاتے بغیر اس زمیندار کو کچھ کہے۔ مگر ایک دن اس زمیندار نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو گالیاں دینی شروع کر دیں جونہی اس نے ایسا کیا حضرت شاہ صاحبؓ نے پانی بھرا لوٹا زور سے اس کے سر پر دے مارا۔ اس کا ماتھا پھٹ گیا اور خون بہہ نکلا۔ مگر حضرت شاہ صاحبؓ نے اطمینان سے وضو کیا نماز پڑھی اور واپس لوٹ آئے۔ وہ زمیندار وہیں بیٹھا رہا۔ حضرت شاہ صاحبؓ پھر دوسری نماز کے لئے تشریف لائے، وضو کیا اور نماز پڑھی۔ اس وقت دوسرے احمدیوں نے کہا ”شاہ صاحب یہ کیا ہو گیا۔ یہ زمیندار تو بہت اثر ورسوخ والا ہے اور یہ کچھ بھی کر سکتا ہے“۔ اس وقت بڑے شاہ صاحبؓ نے شانِ بے نیازی سے کہا ”ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں“ اس کے بعد وہ زمیندار حضرت شاہ صاحبؓ سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا۔ ”شاہ جی! مجھے مرزا غلام احمد کے بارے میں بتائیں ان کا دعویٰ کیا ہے“۔ تب حضرت شاہ صاحبؓ نے سب کچھ بتایا اور وہ زمیندار شاہ صاحبؓ کے پاؤں پڑ گیا۔ یہ کہتے ہوئے کہ ”میری توبہ قبول کریں اور بیعت لیں۔“ اس کے بعد زمیندار کا سارا خاندان احمدی ہو گیا۔ جب بھی اس کے خاندان سے کوئی ملاقات کے لئے آتا تو اپنے نام کے ساتھ ”لوٹے والے“ ضرور لکھتا“۔ آپ مزید فرماتی ہیں کہ ”ایک مرتبہ حضورؓ (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) نے مجھے ایک رقعہ دیا جس میں نام کے ساتھ ”لوٹے والے“ لکھا ہوا تھا۔ اس پر میں نے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ حضورؓ فرمانے لگے۔ لو تمہیں علم ہی نہیں تمہارے ہی گھر کا تو واقعہ ہے۔ اس پر حضورؓ نے مذکورہ واقعہ مجھے سنایا“۔

تعلیم: آپ نے 1944ء میں میٹرک کے امتحان کے علاوہ قادیان

سے دینیات کی دو جماعتیں بھی پاس کیں، پھر جامعہ نصرت ربوہ سے ایف۔اے کیا اور اس کے بعد بی۔اے میں داخلہ لیا مگر پھر اپنے عظیم خاوند حضرت امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی علالت کی وجہ سے تعلیم کا سلسلہ ترک کر دیا اور حضورؓ کی خدمت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی رؤیا: حضرت سیّدہ ام طاہر صاحبہؓ کی وفات کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے بعض الہامات کی روشنی میں حضرت مصلح موعودؓ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کی نگہداشت کی خاطر دوسری شادی کرنا بہتر ہوگا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ''اتفاقاً ایک روز میں نے تذکرہ کھولا اس میں لفظ بشریٰ موٹے حروف میں لکھا نظر آیا۔ اسے دیکھ کر میرا ذہن اس طرف گیا کہ میر محمد اسحق صاحبؓ کی لڑکی کا نام بشریٰ ہے مگر اس سے تو میری شادی کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ میر صاحبؓ مرحوم نے حضرت امّاں جانؓ کا دودھ پیا ہے۔ پس بشریٰ میری بھتیجی ہے۔... میرا ذہن اس طرف گیا کہ مریم مرحومہ کے خاندان میں بھی ایک لڑکی بشریٰ نام کی ہے اور اتفاق کی بات ہے کہ بعض بیماریوں کی وجہ سے اس کی شادی اس وقت تک نہیں ہو سکی... چنانچہ سیّد ولی اللہ شاہ صاحبؓ جو (رشتہ کا) پیغام لے کر گئے تھے واپس آئے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ لڑکی کے والد تو راضی ہیں مگر لڑکی کہتی ہے کہ میں تو شادی کے قابل ہی نہیں (بعض تکالیف کی وجہ سے آپ کے ہاں اولاد نہیں ہو سکتی تھی) پہلے ہی لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک بیمار عورت حضرت صاحب کے گھر بھیج دی ہے۔ اب اگر میں گئی تو خاندان کی بدنامی ہوگی اور لوگ کہیں گے کہ ایک اور بیمار بھیج دی... سیّد حبیب اللہ شاہ صاحبؓ نے کہا کہ میں نے کشفاً دیکھا کہ بشریٰ بیگم سفید لباس میں ملبوس میرے سامنے کھڑی ہے اور حضورؓ کو بھی دیکھا کہ قریب ہی ایک طرف کھڑے ہیں اور یہ القا ہوا ''بشریٰ بیگم صاحبہ حضرت (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کے لئے ہیں۔''

حضورؓ مزید فرماتے ہیں کہ ''اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کی رہنمائی حاصل کرنے کی طرف توجہ کی گئی تو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، پروفیسر صوفی بشارت الرحمان صاحب ایم۔اے اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب نے اس بارہ میں واضح خوابیں دیکھیں۔''

حضرت مہر آپا کو یہ خاص اعزاز حاصل تھا کہ آپ کے بارہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو ایک رؤیا میں خبر دی گئی تھی ''ایک فرشتہ آواز دے رہا ہے کہ مہر آپا کو بلاؤ۔'' یعنی محبت کرنے والی آپا۔ اسی رؤیا کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کو جماعت میں ''مہر آپا'' کے نام سے پکارا جانے لگا۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ساتویں اور آخری حرم محترم تھیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ دورہ یورپ (1955ء) سے واپسی پر

آپ کی شادی: 24 رجولائی 1944ء کو آپ کا نکاح حضرت امام جماعت احمدیہ الثانیؓ سے ہوا۔ حضرت صاحبؓ نے ایک ہزار روپے حق مہر پر نکاح کا اعلان فرمایا۔ حضرت صاحبؓ نے خطبہ نکاح میں حضرت سیّدہ ام طاہر صاحبہ کی وفات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورت حال کا ذکر کیا اور فرمایا ''حضرت ام طاہر کے بچوں کی نگہداشت کے لئے شادی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ طے پایا کہ حضرت سیّدہ ام طاہر کے خاندان سے رشتہ کیا جائے۔'' آپ شادی کی تقریب 24 راگست 1944ء کو عمل میں آئی۔ یہ تقریب مکرم سیّد عزیز احمد شاہ صاحب کی کوٹھی واقع دارالانوار قادیان میں چھ بجے شام منعقد ہوئی۔ حضرت صاحبؓ نے پہلے مردوں میں اور پھر زنان

خانے میں جا کر دعا کروائی۔اس کے بعد آپ کی رخصتی کر دی گئی۔25/اگست 1944ء کو حضرت صاحبؓ کی طرف سے بیت المبارک قادیان میں دن کے دو بجے دعوت ولیمہ دی گئی۔

حضرت صاحبؓ ان دنوں ڈلہوزی میں تھے تو آپؓ کے کہنے پر حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ امیر مقامی نے دعا کروائی اور ڈلہوزی میں بھی ایک دعوت دی گئی۔

حضرت مہر آپا شادی سے پہلے کا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ ''بہت خوبصورت جوڑا میں نے پہنا ہوا ہے۔جس کا رنگ بہت پیارا ہے اور تمام جوڑے پر چمکدار خوبصورت کام کیا ہوا ہے۔جوڑے کے اوپر ایک بہت بھاری جبہ پہنا ہوا ہے جو بہت خوبصورت ہے مگر یہ لباس اس قدر بوجھل اور بھاری ہے کہ اس کو پہن کر کندھوں کو یوں یوں کر رہی ہوں یعنی اس کے بوجھ کی وجہ سے کسمساہٹ محسوس کر رہی ہوں،کانوں میں دلکش آویزے ہیں جو گردن تک آتے ہیں ان میں سفید اور سرخ نگینے ہیں۔آئینہ میں دیکھتی ہوں تو سب چیزیں بہت پیاری معلوم ہوتی ہیں۔''

(مصباح 1998ء)

آپ کی نیک سیرت: آپ اپنے نام کی طرح مہربان اور محبت کرنے والی تھیں۔نہایت نفیس طبیعت،شگفتہ مزاج اور باوقار خاتون تھیں۔آپ غریب پرور اور مسکین نواز بھی تھیں۔آپ اپنے گھر میں کام کرنے والی لڑکیوں کا بہت خیال رکھتیں اور ان کی تعلیم و تربیت پر بھی توجہ فرماتی تھیں۔حضرت سیّدہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ آپ کو یاد کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ'' شادی کے بعد حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ حضورؓ کے معیار پر پوری اتریں اور اس طرح حضورؓ کا آپ کے متعلق جو اعتماد تھا پورا ہوا۔حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ نے حضرت سیّدہ ام طاہر صاحبہؓ کے سارے بچوں کا بہت خیال رکھا اور جتنا پیار بھی ممکن تھا ان کو دیا۔اس کے علاوہ حضرت صاحبؓ کے سارے بچوں سے ہمیشہ محبت اور شفقت سے پیش آتیں بڑے بچوں سے محبت کے علاوہ ان کا احترام بھی بہت کرتیں۔اپنے متعلق تو میں حتمی طور پر کہہ سکتی ہوں کہ انہوں نے مجھے بہت محبت دی اور اس کے ساتھ عزت بھی بہت کرتیں اور میں نے بھی ان کی عزت و احترام میں کوئی کمی نہیں کی اور ہمیشہ یہ محسوس کیا کہ آپ میرے رویہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔سسرال کے سارے عزیزوں سے محبت واحترام کا رویہ تھا۔بڑی دعاگو اور تہجد گزار تھیں۔غریبوں کی امداد کرنے والی،مہمان نواز اور ملازمین سے حسن سلوک رکھنے والی ہستی تھیں۔خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔آمین''

آپ کے خاندان کی باقی خواتین بھی بہت مخلص تھیں اور دین کی خاطر قربانی کرنے والی تھیں۔زیورات،روپیہ پیسہ جو کچھ بھی پاس ہوتا جماعت کی ضرورت کے وقت پیش کر دیتیں مگر کسی کو کانوں کان بھی علم نہ ہوتا۔حضرت سیّدہ مہر آپا بھی اپنے آباؤاجداد کے نقش قدم اور اسوۂ پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی میں ہی سب کچھ مال و دولت اور دیگر جائیداد اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر گئیں۔ان کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھرپور خراج تحسین ہر ایک فرد جماعت کے لئے قابل رشک رہے گا۔ حضورؒ نے ان کی عظیم مالی قربانی کا جو مصرف سوچا وہ تاریخ احمدیت میں ایک نہایت حسین یادگار کے طور پر زندہ رہے گا۔جرمنی کی 100 مساجد میں آپ کے ترکہ کا حصہ ان کے لئے حصول ثواب کا باعث رہے گا اور نمازیوں کی دعائیں ان کو ملتی رہیں گی۔حضورؒ نے فرمایا''سیدہ مہر آپا کی وفات کی اطلاع چونکہ مجھے جرمنی میں ملی ہے اس لیے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کی طرف سے جو روپیہ یہاں موجود ہے اس میں سے اور کچھ باہر سے منگوا کر تین لاکھ جرمن مارک جماعت احمدیہ جرمنی کے سپرد کر دوں گا۔جس کا مطلب یہ ہے کہ سو مساجد کی جو تحریک ہے اس میں سے ہر سو میں سے تین ہزار ان کی طرف سے ہوگا...جماعت جرمنی کو جو توحید کے نشان کے طور پر مسجدیں بنانا ہے۔اس کی میں آج سیدہ مہر آپا کی وفات کے ساتھ تحریک کرتا ہوں...اس میں جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے سیدہ بشریٰ بیگم مہر آپا کا ایک مستقل حصہ ہوگا۔گویا ہر مسجد میں اُن کی طرف سے کچھ نہ کچھ ہوگا اور میں بھی اللہ کے فضل سے آپ کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا تو اللہ کرے کہ ہمیں یہ توفیق عطا ہو...پس سیدہ مہر آپا کے وصال نے ایک نئی بات بھی آپ کے اندر پیدا کر دی ہے جماعت جرمنی میں یہ سارے خیالات میرے دل میں اس وصال کے ساتھ ہی اُٹھنے شروع ہوئے اور اس طرح پایا تکمیل کو پہنچے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وفات کو زندہ کرنے کی توفیق بخشے۔جو بھی ہم میں سے

مرے صفات باری تعالیٰ کو پیچھے روایات کی صورت میں زندہ چھوڑتا چلا جائے۔آمین

(الفضل انٹرنیشنل 11/جولائی 1997ء تا 17/جولائی 1997ء)

مکرمہ صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ نے حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کے بارہ میں اپنے جذبات کا اظہار خیال کچھ یوں کیا۔"حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ کی شادی کے بعد قادیان آ کر ہم بہن بھائی حضرت مہر آپا صاحبہ کے ساتھ رہنے لگ گئے۔آپ ہم سب سے انتہائی محبت وشفقت کا اظہار فرماتیں۔آپ حضرت صاحبؓ کے لئے بہت غیرت اور محبت رکھتی تھیں۔ان کی انتہائی فرمانبردار اور خدمت گزار تھیں۔ایک دفعہ کہنے لگیں ببی (سید قمر سلیمان احمد) کو بھیجو میں نے ایک چیز دینی ہے۔ان کے آنے پر حضرت مہر آپا نے انہیں ایک پستول دی اور کہا کہ یہ حضرت مصلح موعودؓ کی نشانی ہے۔یہ میں اپنے بھائیوں کو بھی نہیں دینا چاہتی کیونکہ اس کی جو قدر آپ کو ہوگی اور کسی کو نہیں ہوگی۔ابا جانؓ کی وفات کے بعد ان کے سب بچوں کا بہت خیال رکھتیں۔ باقاعدگی سے عیدی بھجواتیں۔ہر ایک کے پیکٹ ان کے گھر بھجواتیں۔اسی طرح ہمسائیوں کے گھر بھی باقاعدگی سے تحفے بھجواتیں اور کہتیں یہ ہمسایوں کا حق ہے۔1957ء میں حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی شادی ان کے گھر میں ہوئی۔بہت خوش اسلوبی سے سارے انتظامات کروائے۔

حضور کے ساتھ خاص محبت کا سلوک تھا۔اکثر باتوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر "میرا طاری" کہہ کر کرتیں۔آپ کے اندر مہمان نوازی کی صفت بہت نمایاں تھی۔مہمان نوازی اور خدمت خلق کا دائرہ بہت وسیع تھا۔بیماری میں بھی تواضع کرتیں۔کھانا بہت اچھا پکاتیں، باوجود ملازموں کے کوئی نہ کوئی چیز خود بھی بناتیں اور سب کو کھلا کر بہت خوش ہوتیں۔بہت صفائی پسند تھیں۔اپنے آپ کو بھی صاف ستھرا رکھتیں اور گھر کو بھی سلیقے سے سجاتیں۔صبر وتحمل کا پیکر تھیں۔قریبی عزیزوں، بھائیوں کے صدمات بڑے حوصلہ سے برداشت کئے۔اپنی بیماری کا عرصہ بھی صبر وتحمل سے گزارا۔بہت عبادت گذار تھیں۔تہجد اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ مطالعہ کا بھی شوق تھا۔مضامین لکھتیں،جلسوں اور اجتماعات پر تقاریر بھی بہت جوش اور ولولہ سے کرتیں۔آپ نے انسپکٹر جلسہ سالانہ کے فرائض بھی انجام دیئے۔سیر کی شوقین تھیں صبح کو باقاعدگی سے سیر پر جاتیں۔شام کو بھی چہل قدمی کرنے جاتیں اور سب بچوں کے گھروں میں ملنے جاتیں۔ہمارے سب بچوں سے،بہت پیار تھا۔"

آپ کی وفات:

دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے

گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جدا ہے (از درثمین)

22/مئی 1997ء کا دن جماعت احمدیہ کے لئے غم وہم کا سورج لے کر طلوع ہوا جب حضرت سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ شدید علالت کے بعد اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔آپ کی المناک وفات ایک ایسا جماعتی سانحہ ہے جسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔اس کا اندازہ اس دن ہوا جب آپ کی وفات کی خبر سننے کے بعد مستورات قرب وجوار سے جوق در جوق آنا شروع ہوئیں۔دفتر لجنہ اماء اللہ ربوہ کی وسیع عمارت میں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔اس بات سے آپ کی ہر دلعزیزی،شفقت و محبت اور لطف واحسان کا پتہ چلتا ہے۔وہ قلوب جو آپ سے مل کر سکون محسوس کرتے،گھریلو معاملات میں آپ سے مشورہ لیتے اور اپنا مافی الضمیر کھول کر آپ کے سامنے رکھ دیتے،آپ کا بے حد مشفقانہ انداز،ہمدردانہ رویہ اور اپنائیت سے معمور سلوک ان کی تمام تر کلفت،اضطراب اور بے چینی دور کر دیتا اور وہ مطمئن ہو کر شاداں وفرحاں واپس لوٹتے۔اب وہ ہمدرد ہستی دنیا سے رخصت ہو چکی تھی،سوگوار دل اور اشکبار آنکھیں اپنی روحانی ماں کے حضور خراج عقیدت پیش کر رہی تھیں۔ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی بیشمار برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے۔آپ کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔آمین

(اس مضمون کی تیاری میں "الفضل"،ماہنامہ "مصباح" اپریل 1998ء اور "سوانح فضل عمر جلد 5" سے مدد لی گئی ہے)

عظیم خواتین مبارکہ سے وابستہ یادیں

مکرمہ سیدہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ۔Pakistan

اللہ تعالیٰ کا یہ بے حد فضل و احسان ہے کہ اُس نے محض اپنے فضل سے مسیح الزماں کی جماعت میں ہمیں شامل فرمایا اور مزید احسان یہ کہ مسیح موعود علیہ السلام کے نور سے منور خواتین مبارکہ سے فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں بارہا اپنے والدین کے احسان کو دلی جذباتِ تشکر سے یاد کرتی ہوں کہ انہوں نے کوشش کر کے بچپن سے ہی ان مبارک ہستیوں سے نہ صرف ملوایا بلکہ دل میں اُنکے لیے محبت، عقیدت اور احترام کے جذبات بھی پیدا کیے۔

ربوہ میں پلنے بڑھنے کی وجہ سے ان بابرکت ہستیوں سے ذاتی اور اجتماعی ملاقاتوں کے مواقع اکثر پیدا ہوتے رہتے۔ جلسے، اجتماع، سکولوں، کالجوں کے فنکشن ان سب ہی موقعوں پر یہ بابرکت وجود رونق افروز ہوتے اور یہ بھی سچ ہے کہ یہ مواقع ان ہی وجودوں کے دم سے رونق پاتے۔ یہ بابرکت وجود اپنی روحانی طاقتوں کا فیض ماحول میں بکھیرتے جس سے روحیں سرشار ہوتیں اور ایک خوشی اور طمانیت کا احساس دل میں پیدا ہوتا۔ مجھے یہ سوچ کر انتہائی مسّرت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح الزماں کی بیٹیوں سے براہ راست کئی مرتبہ ملنے کی سعادت عطا فرمائی۔

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا وجود مبارک جماعت کی خواتین اور بچیوں کے لیے بلاشبہ ایک نہایت پُرشفقت ذریعۂ تربیت تھا۔ الحمدللہ کہ ذاتی طور پر بھی اپنی والدہ کے ساتھ مجھے آپؓ سے کئی مرتبہ شرف ملاقات حاصل ہوا۔ اکثر آپؓ کے بیڈروم میں ہی (بیت الظفر میں) ملنا یاد ہے۔ ایک واقعہ آپؓ سے ملاقات کا اور آپکی نصیحت کا خوب اچھی طرح یاد ہے۔

میرا میٹرک کا بورڈ کا امتحان تھا۔ امتحان کی تیاری کے لیے چھٹیاں تھیں اس لیے دنوں کا کوئی احساس نہ تھا کہ آج کونسا دن ہے۔ میں نے اور میری ایک رشتہ دار ہم جماعت نے ارادہ کیا کہ دعا کی درخواست کے لیے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم دونوں اس غرض کے لیے گھر سے روانہ ہوئیں۔ وہ جمعہ کا روز تھا۔ سب سے پہلے حضور، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دروازے پر کوئی نہیں تھا۔ پہرے والی خاتون بھی نہ تھیں۔ ملاقات کے کوئی آثار نہ تھے۔ ہم دونوں صحن کے کنارے پر کشش و پیچ کے عالم میں کھڑی تھیں کہ حضورؒ کسی کام کے سلسلہ میں صحن میں آئے۔ آپؒ ہم سے کچھ فاصلہ پر تھے۔ آپکی نظر ہم پر پڑی لیکن آپؒ نے ہم سے کچھ ارشاد نہ فرمایا اور خاموش رہے۔ آپؒ کے چہرے کے تاثر سے ہمیں محسوس ہوا کہ آپؒ نے پسند نہیں فرمایا۔ اس لیے ہم چپ کر کے وہاں سے چلی آئیں۔ لیکن اس رویے کی کوئی خاص سمجھ نہ آئی۔ پھر ہم حضرت سیّدہ چھوٹی آپا اور حضرت سیّدہ مہر آپا کے پاس گئیں۔ اب یاد نہیں رہا کہ اُن سے ملاقات ہوئی یا نہیں لیکن اس کے بعد ہم حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے ہاں گئے۔ آپؓ نے ہماری درخواست پر ہمیں اندر بلا لیا۔ آنے کا مقصد پوچھا اور پھر سمجھایا کہ ''جمعہ کا دن نہانے دھونے کا ہوتا ہے۔ (اس میں انسان مصروف ہوتا ہے) اس لیے جمعہ کو ملاقات کے لیے نہیں آنا چاہیے''۔ یہ سن کر ہم بہت شرمندہ ہوئیں اور اپنی غلطی کی بھی سمجھ آئی اور پھر حضورؒ کے تاثر کی بھی سمجھ آ گئی۔ اس طرح آپؓ نے انتہائی شفقت سے ہماری تربیت فرمائی۔ مجھے آپؓ کا یہ نصیحت فرمانا اور سارا ماحول ہمیشہ آپؓ کے لیے دل میں ایک محبت بھری یاد کے ساتھ تازہ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپؓ کے درجات ہمیشہ بڑھاتا چلا جائے۔ آمین

حضرت سیّدہ نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت سیّدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ سے نسبتاً زیادہ بڑی عمر تک اور زیادہ لمبے عرصہ کے لیے ملاقاتوں کا موقع ملتا رہا۔ آپؓ نہایت ذہین اور صاحبِ فراست تھیں۔ آپؓ سے بھی بچپن سے ہی امّی ملاقات کرواتی رہیں۔ لیکن آپؓ کے لیے میرے دل میں غیر معمولی محبت اُسوقت پیدا ہوئی جب آپؓ نے میرے ساتھ ایک نہایت شفقت بھرا سلوک فرمایا۔ میں جب ایف۔ ایس۔ سی کا امتحان دے رہی تھی اُس وقت میری امّی پہلی مرتبہ میرے بھائی ڈاکٹر حمید احمد خان کے پاس انگلستان گئی تھیں۔ مجھ سے بڑی بہن کی بھی اُنھی دنوں شادی ہوئی تھی اور وہ بھی باہر امّی کے ساتھ ہی گئی تھیں۔ گھر میں صرف میں اور میرے والد تھے۔ ایک دن اچانک مجھے حضرت سیّدہ نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کا فون آیا کہ "تمہاری امّی باہر گئی ہوئی ہیں میں نے سوچا فون کر کے تمہارا حال پوچھ لوں" اور میری خیریت دریافت فرمائی۔ میرے لئے یہ فون اتنی زیادہ حیرت اور خوشی کا باعث تھا کہ میں بیان نہیں کرسکتی۔ آپؓ کے اس احسان اور حسنِ خلق سے میرے دل میں آپؓ کی محبت بہت بڑھ گئی۔

اسکے بعد بھی میں امّی کے ساتھ اکثر دعا کی غرض سے آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوتی رہی۔ میں نے آپؓ سے آپکے تبرک کی فرمائش کی تو آپؓ نے اپنی دو قمیصیں منگوا کر میرے سامنے رکھ دیں کہ "جو پسند ہے لے لو"۔ وہ تبرک اللہ کے فضل سے میرے پاس موجود ہے۔ پھر ایک مرتبہ آپؓ نے جہاں تک مجھے یاد ہے ازخود شفقت فرماتے ہوئے مجھ پر ایک اور بہت عظیم احسان فرمایا اور مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی تہبند مبارک کے باڈر کا ایک ٹکڑا تبرک عنایت فرمایا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

شادی کے بعد بھی مجھے آپؓ کی بابرکت صحبت سے کئی مرتبہ فیض پانے کی توفیق ملی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات کے بعد حضورؒ کے جنازہ کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، حضورؒ کے بچوں کی اور میری ایک گروپ تصویر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجھے اور سب بچوں کو تحفتاً بھجوائی۔ اُس وقت تو پورا احساس نہ تھا لیکن اب اُسے دیکھ کر مجھے اس بات سے طمانیت محسوس ہوتی ہے کہ اُس وقت میں نے جو سفید چادر اوڑھی ہوئی ہے وہ حضرت سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی ہے۔ حضورؒ کا جنازہ ہال کمرہ میں رکھا ہوا تھا۔ میں اپنے بیڈروم میں تھی۔ حضرت سیّدہؓ بھی میرے پاس حضورؒ کے بستر پر تشریف فرما تھیں۔ میں ہال کمرہ میں جانے لگی تو آپؓ نے اپنی چادر اوڑھنے کے لیے مجھے عنایت فرمادی۔ یہ میری خوش قسمتی تھی۔ اللہ اپنی حفاظت کی چادر میں ہمیشہ مجھے لپیٹے رکھے۔ آمین

حضرت مسیح موعودؑ کی بہوؤں میں سے مجھے، حضرت سیّدہ سرور سلطان صاحبہؓ حضرت سیّدہ بوزینب صاحبہؓ، حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ اور حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ سے شرف ملاقات حاصل ہوتا رہا۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ اور حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ سے تو بہت لمبا عرصہ بچپن سے لیکر ابھی چند سال قبل تک ملاقاتوں کے بے شمار مواقع ملتے رہے۔

حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ نوراللہ مرقدہا

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا کی شخصیت کے نمایاں پہلو آپکی عاجزی، انکساری اور محنت کی عادت تھی۔ آپ نرم خو تھیں۔ میں نے آپ کو غصّے کے ساتھ بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ساتھی کارکنات کے ساتھ مادرانہ شفقت کا برتاؤ نظر آتا تھا۔ آپ لجنہ کے کاموں، گھر کے کاموں، جماعتی ذمہ داریاں اور خاندان کی ذمہ داریاں تمام نہایت محنت سے ادا کرتی تھیں۔ بڑھاپے میں بھی میں نے آپکو بہت تندہی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتے دیکھا۔ آپکے گھٹنے میں تکلیف ہوتی لیکن پھر بھی آپ بلا مبالغہ ایک ہی دن میں افراد جماعت کی تین تین، چار چار شادیوں میں شمولیت فرما رہی ہوتیں۔ مریضوں کی عیادت، غمی اور خوشی کے مواقع ہوں آپ بہت باقاعدگی سے اور خیال سے اپنے عزیزوں اور ملنے والوں کے تعلقات کو نباہتیں۔

مہمان نوازبھی بہت تھیں۔ عید کی صبح آپ نے سب افراد خاندان کے لیے ناشتہ کی ٹرالی سجائی ہوتی اور سب کی خاطر مدارات کر کے خوشی محسوس کرتیں۔ میں بچپن سے ہی آپ سے ملتی رہی تھی۔ میری میٹرک اور ایف۔ ایس۔ سی کی نمایاں کامیابیوں پر آپ ہمیشہ بہت خوش ہوئیں۔ میڈیکل کی تعلیم کے دوران بھی آپ کی شفقت اور راہنمائی مجھے اور میری ساتھی احمدی طالبات کو حاصل رہی۔ لیکن ایک بات میں نے نمایاں طور پر محسوس کی کہ میری شادی کے بعد آپ میرے ساتھ بالکل مختلف انداز سے پیش آتی رہیں۔ اگرچہ آپ ہر لحاظ اور رشتے سے مجھ سے بڑی تھیں لیکن محض اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے خلیفہ کی بیوی ہونے کا شرف عطا فرمایا آپ اس رشتے کو بہت ملحوظ خاطر رکھتیں۔

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ نوراللہ مرقدھا

آپکی طبیعت اپنے الہامی نام کی طرح مہر و محبت والی تھی۔ بہت خوش ذوق اور خوش پوش تھیں۔ جب بھی ملتیں بہت محبت اور پیار کے ساتھ ملتیں۔ امی کو ہمیشہ خالہ کہہ کر مخاطب کرتیں۔ بچپن سے لے کر آپکی وفات تک بے شمار مرتبہ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہا لیکن بچپن کی ایک ملاقات اور آپکا احسان تا زندگی یاد رہے گا۔ میں چھوٹی تھی اور امی کے ساتھ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں ملاقات کے لیے حاضر ہوئی۔ اُس روز مہر آپا حضورؓ کے پاس تھیں۔ حضورؓ اُن دنوں میں اپنی علالت کے باعث کمرے میں بستر پر ہی لیٹے ہوتے۔ سوچتی ہوں کہ یہ حضورؓ اور آپکی ازواج کا کتنا بڑا جماعت پر احسان ہے کہ ایسی حالت میں جب انسان اپنے ذاتی کمرے میں بیماری میں آرام کر رہا ہو وہ ہر طرح کی privacy چاہتا ہے۔ لیکن آپؓ نے جماعت کے خلیفۂ وقت سے ملاقات کے حق کو اپنے نفس کے حقوق پر ترجیح دی اور ہمیں اپنے فیوض سے آخر دم تک متمتع فرماتے رہے۔ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے حضور پُر نور سفید براق لباس میں ملبوس اپنے بستر پر دراز تھے۔ میں آپکی دائیں جانب کھڑی ہوگئی اور بچپن کی لاعلمی میں مصافحے کے لیے حضورؓ کی جانب ہاتھ بڑھایا۔ حضرت سیّدہ مہر آپا آپکے سرہانے کھڑی تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بے حد بلند فرمائے۔ آپ حضورؓ کے سر کے قریب جھکیں اور فرمایا "حضور خان صاحب کی چھوٹی بیٹی مصافحہ کرنا چاہتی ہے"۔ حضورؓ نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھا دیا اور میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھام کر دیر تک دعا کرتے رہے۔ امی حضورؓ کے سرہانے کی طرف ذرا فاصلے پر کھڑی تھیں۔ حضورؓ کی تکلیف کے خیال سے امی نے مجھے اشارہ کیا کہ میں اب اپنا ہاتھ پیچھے کر لوں چنانچہ میں نے خود اپنا ہاتھ حضورؓ کے ہاتھ سے باہر سرکا لیا۔ جس کا بعد میں افسوس ہوتا رہا کہ امی منع نہ کرتیں تو میں کچھ اور وقت حضورؓ سے دعائیں حاصل کر لیتی۔ جب تک کہ آپؓ خود میرا ہاتھ نہ چھوڑتے لیکن بہر حال میں اپنی اس خوش بختی پر جتنا بھی ناز کروں کم ہے۔ میں نے یہ واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو شادی کے بعد سُنایا۔ آپؒ یہ سن کر بہت زیادہ خوش ہوئے۔ میں نے حضورؒ سے کہا کہ "مجھے ساری زندگی دل میں اس بات کا یقین رہا کہ جب حضورؓ نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا تو آپؓ میرے لیے دعا کر رہے تھے۔ لیکن اب مجھے خیال آیا کہ مجھے کیسے پتہ ہے کہ آپؓ میرے لیے دعا کر رہے تھے؟" میری یہ بات سُن کر حضورؒ نے بہت زور دار لہجے میں مجھ سے فرمایا کہ "ہاں تو اور کیا وہ تمہارے لیے دعا کر رہے تھے۔" اور میں اب ہمیشہ خوشی کے ساتھ اطمینان محسوس کرتی ہوں کہ میرا یقین درست تھا۔

خدا تعالیٰ کی بھی عجیب در عجیب قدرتیں ہوتی ہیں۔ بعض اوقات اپنے پیاروں کے منہ سے ایسے الفاظ نکال دیتا ہے جو بظاہر ناممکنات میں سے نظر آتے ہیں لیکن پھر خود ہی اُن کو ممکن کر کے دکھا دیتا ہے۔

ایک عجیب بات ایک مرتبہ حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ نے بھی مجھے ارشاد فرمائی جو عجب حیرت انگیز رنگ میں خدا نے پوری فرمائی۔ میرا M.B.B.S کا نتیجہ نکلا اور میں نے اپنے کالج فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ اس خوشی میں، میں امّی کے ساتھ مٹھائی لیکر آپکی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ بہت خوش ہوئیں۔ حسبِ معمول نہایت محبت سے ملیں اور باتوں میں مسکراتے ہوئے فرمایا "نہ کوئی جنا میں نے بیٹا ورنہ میں تمہیں کبھی نہ چھوڑتی۔" میں نے بھی اسے آپ کی محبت کا ایک انداز سمجھا اور مسکرا دی۔ جب میری شادی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ہوئی تو مجھے آپکا یہ فقرہ یاد آیا اور میں نے سوچا کہ ایک رنگ میں آپ کی خواہش کو اللہ تعالیٰ نے پورا فرما دیا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی ازواج مطہرات میں سے حضرت چھوٹی آپا اور حضرت مہر آپا کو ہی ملنے کا موقع مجھے ملا۔ مختلف مواقع پر باتوں کے دوران میں نے یہی محسوس کیا کہ آپ دونوں کو حضرت مصلح موعودؓ سے بے حد محبت تھی۔ محبت کا ہی یہ ایک انداز تھا کہ حضرت مہر آپا نے حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ گزرا ہوا ایک ایک دن گِنا ہوا تھا اور اپنے باری کے دنوں کا حساب کیا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ "میں نے حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ صرف بارہ (12) سال گزارے ہیں۔" حضورؓ کو زیادہ میک اپ وغیرہ کرنا پسند نہ تھا۔ ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ بس ایک مہینہ تم اپنا شوق پورا کر لو پھر میں نے تمہیں سنگھار نہیں کرنے دینا۔ (ایک دوسرے موقع پر فرمایا بس لپ سٹک اور کاجل کا استعمال کر لیا کرو۔)

حضرت سیّدہ سرور سلطان بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضرت اُمِّ مظفر)

آپؓ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ آپکو یہ عظیم سعادت بھی حاصل ہے کہ آپؓ کے وجود مبارک سے اللہ تعالیٰ نے تریٰ نسلاً بعیداً کا الہام پورا فرمایا اور آپکی دختر اوّل حضرت صاحبزادی

امتہ السلام بیگم صاحبہؓ کی ولادت حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہوئی۔ حضرت آپا سلام کو 4,3 سال کی عمر میں آپکے والد محترم نے حضرت امّاں جانؓ کی خدمت اقدس میں پرورش کے لیے سپرد فرمایا۔ مجھے اپنی والدہ کے ساتھ حضرت اُمِ مظفرؓ سے بچپن میں کئی مرتبہ ملاقات کا موقع ملا۔ اُسکی وجہ یہ تھی کہ اُمّی کو آپؓ سے خاص محبت تھی اور وہ اکثر آپؓ سے ملنے کے لیے آتیں اور میں بوجہ گھر میں چھوٹا بچہ ہونے کے امّی کے ساتھ ہوتی۔ امی کی اس اضافی محبت کی وجہ یہ تھی کہ میری نانی نیازی پٹھان تھیں اور حضرت امّ مظفرؓ بھی نیازی تھے۔ اس لیے امّی کو آپؓ سے خاص محبت تھی اور اُن سے اسکا اظہار بھی کرتی تھیں۔ آپؓ اُنکے ساتھ دوپٹہ بدل بہن بھی بنیں۔ حضرت اُمّ مظفرؓ کو میں نے جس عمر میں دیکھا وہ آپؓ کی بڑھاپے کی عمر تھی۔ ٹانگ میں فریکچر کی وجہ سے بستر پر دراز ہوتیں۔ خدمت کرنے والیاں بھی پاس ہوتیں۔ آپؓ کا چہرہ پُر شفقت نرمی لئے ہوتا۔ سر پر ہمیشہ ریشمی تکون رومال باندھا ہوتا۔ مجھے یاد ہے میں جب کبھی بھی آپؓ سے ملنے گئی آپؓ نے ہمیشہ خادمہ سے منگوا کر مجھے بسکٹ کھانے کے لیے دیئے۔ آپکا محبت بھری نظر سے مجھے دیکھنا بھی مجھے یاد ہے۔ اِنہی ملاقاتوں کی ایک اور برکت کا یہاں ذکر کر دینا بے محل نہ ہوگا۔ اس واقعہ کا ذکر بھی جب میں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے کیا تو آپؒ بہت خوش اور حیران ہوئے۔ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے میں اور امّی حضرت اُمّ مظفرؓ سے ملکر برآمدے سے ہوتے ہوئے آپکے گھر البشریٰ کے جنوبی صحن میں آئے تو وہاں پختہ صحن میں چارپائی پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ لیٹے آرام فرما رہے تھے۔ امّی نے اُنھیں سلام کیا اور مجھے بھی آپکی چارپائی کے قریب آپؓ سے ملنے کے لیے کیا۔ میں آپکے بائیں طرف کھڑی تھی آپؓ نے بہت محبت سے مجھ سے میرا نام، جماعت وغیرہ کا پوچھا۔ میں اُسوقت قریباً 6 سال کی تھی اور غالباً دوسری جماعت میں تھی میں اپنی کلاس میں اوّل آئی تھی۔ آپؓ نے یہ بھی پوچھا اور سُن کر بہت خوش ہوئے۔ پھر میری سعادت اور اللہ اسکے لیے میری امی کے درجات بہت بلند فرمائے کہ امّی نے مجھے آپؓ کو دبانے کے لیے کہا۔ اُسوقت مجھے دبانے کا صرف اتنا ہی مطلب آتا تھا جتنا کہ میں اپنے ابّا کو دباتی تھی یعنی کہ آپ کے سر میں انگلیاں پھیرنا۔ اس لیے میں حضرت میاں صاحبؓ کے سرہانے بیٹھ کر اُنکے سر میں انگلیاں پھیرنے لگ گئی۔ اچانک میری نظر امّی کے گھبرائے ہوئے چہرے پر پڑی جو آپؓ کی چارپائی کی پائنتی کی طرف کھڑی تھیں اور آپ نے مجھے کہا کہ "ایسے نہیں ادھر آؤ اور پاؤں دباؤ"، لیکن حضرت میاں صاحبؓ نے فرمایا کہ "نہیں نہیں ایسے ہی ٹھیک ہے" اور میں کچھ دیر تک آپکے مبارک سر میں ہاتھ پھیرتی رہی۔

حضرت سیّدہ بوزینب بیگم صاحبہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا

آپؓ حضرت مسیح موعودؑ کے چھوٹے صاحبزادے، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ آپکی طبیعت خاموش تھی اور غالباً بہت زیادہ ملنا جلنا نہ تھا۔ میں نے آپؓ کو اپنے سکول، کالج کے فنکشنز میں کبھی نہ دیکھا اور نہ ہی امّی کبھی آپؓ سے ملوانے کے لیے لائیں۔ اسکی وجہ کا مجھے علم نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مجھے آپکی بابرکت صحبت بھی نصیب ہوئی۔ میری شادی کے بعد، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اپنے خاندان کی جن دو بزرگ ہستیوں سے بطور خاص مجھے ملوانے کے لیے خود لیکر گئے اُن میں سے پہلی خاتون مبارکہ آپؓ ہی تھیں۔ حضورؒ آپؓ کو چچی جان بُو کے نام سے بُلاتے تھے۔ (دوسری بزرگ ہستی جن سے حضورؒ مجھے ملوانے کے لیے لیکر گئے وہ حضرت سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ تھیں۔)

آپؓ کو شادی شدہ لڑکیوں کا اچھا پہننا اوڑھنا اور زیور وغیرہ پہننا پسند تھا۔ اس لیے جس روز ہم نے آپؓ کو ملنے جانا تھا حضورؒ نے مجھے خاص طور پر فرمایا کہ "آج اچھی طرح سے زیور وغیرہ پہن کر تیار ہونا"۔ اور یہ واحد موقع تھا جب آپؒ نے مجھے خاص طور پر تیار ہونے کے لیے ارشاد فرمایا ورنہ آپؒ بذاتِ خود زیادہ سنگھار کو پسند نہ فرماتے تھے لیکن اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ پردے اور جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے عورت اپنے پہننے اوڑھنے کے شوق کو پورا کر سکتی ہے۔

حضورؒ جمعہ کے روز عصر کی نماز کے بعد بہشتی مقبرہ جاتے تھے۔ آپؒ نے مجھ سے فرمایا کہ "واپسی پر ہم چچی جان بُو کو ملنے جائیں گے"۔ چنانچہ ہم آپؓ سے ملنے گئے۔ حضورؒ آپؓ سے محبت اور ادب سے ملے، مجھے ملوایا اور پھر کچھ دیر تک آپؓ کے کمرے میں بے تکلفی کیساتھ آپؓ کے ساتھ تشریف فرما رہے۔ باتیں اب مجھے یاد نہیں رہیں۔ آپؓ کم گو تھیں۔ باوقار اور سادہ لباس (تنگ پاجامہ قمیض) اور سادہ گھر لیکن رکھ رکھاؤ بہت تھا۔ حضورؒ کی وفات کے بعد میں کئی مرتبہ آپؓ سے ملنے گئی۔ جب بھی آپؓ سے ملنے جاتی آپؓ نہایت غیر معمولی شفقت اور محبت سے مجھے ملتیں اور میری خاطر تواضع بھی فرماتیں۔ چند مرتبہ مجھے آپؓ کے ہاں گھر کی بنی آئس کریم

کھانے کا موقع ملا۔ آئس کریم کھلانے کے بعد آپؒ خادمہ سے کہہ کر بڑے اہتمام سے چلمچی اور پانی کا جگ منگوا کر میرے ہاتھ دھلواتیں۔ میں دل میں شرمندہ ہوتی۔ آپکی بڑی صاحبزادی محترمہ آپا پاری صاحبہ نے مجھے بتایا کہ "جب کبھی بھی تمہارا ذکر کرتیں ہمیشہ تمہیں چھوٹی دلہن کہہ کر یاد فرماتیں۔" مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ حضورؒ نے مجھے آپؒ سے ملوایا اور پھر میں خود آپؒ سے ملتی رہی ورنہ مجھے آپؒ سے نہ ملنے کا بہت قلق رہتا کیونکہ آپؒ کو میں نے کبھی خاندان کی شادیوں پر بھی آتے نہیں دیکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مجھے بتایا کہ "قادیان میں جمعہ کی نماز کے بعد ہم لڑکے ہمیشہ چچی جان بُو کے گھر جاتے اور آپؒ شکر پاروں اور پتوڑ (پالک کے پتوں کے پکوڑے) اور چائے کے ساتھ سب کی تواضع فرماتیں"۔ آپکی یاد میں آپؒ نے صاحبزادہ مرزا فرید کو فرمایا کہ "اب تم یہ تیار کروایا کرو" اور اُسکا نام "چچی جان بُو سٹائل دعوت" رکھا۔ آپؒ کی چھوٹی صاحبزادی محترمہ صاحبزادی امتہ الوحید بیگم صاحبہ ایک لمبے عرصے سے لجنہ ربوہ مقامی میں خدمت سرانجام دے رہی ہیں۔ اس لیے مجھے اُنھیں قریب سے دیکھنے کا موقع ملتا رہا ہے۔ آپؒ کی شخصیت بھی بہت اعلیٰ اخلاق اور نیکی کے بلند معیار پر فائز ہے۔ آپکی خوبیاں بھی جتنا آپکے قریب آئیں اتنی زیادہ نمایاں ہوتی ہیں۔ آپ نے شاید یہ بات چچی جان بُـو سے ہی لی ہے کہ جتنا آپکے چھپے ہوئے وجود کے قریب جائیں اتنا ہی اُنکی خوبیوں کا پتہ چلتا۔

حضرت سیّدہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ نوراللہ مرقدہا

حضرت مسیح موعودؑ کی دوسری نسل کی خواتین مبارکہ میں سے اکثریت کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت لمبے عرصے تک بہت قریب سے فیض حاصل کرنے کا موقع ملتا رہا لیکن ان تمام بابرکت وجودوں میں سے جس وجود کے ساتھ میرا بے انتہا قریبی، گہرا اور لمبا تعلق رہا وہ حضرت سیّدہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ تھیں۔ عمر کے بہت بڑے فرق کے باوجود پورے خاندان کی خواتین میں سے آپ مجھے اپنی گہری دوست محسوس ہوئیں اور آپکا رویّہ بھی میرے ساتھ ایسا ہی تھا۔ آپکی بڑی بہو محترمہ عتیقہ فرزانہ صاحبہ ہنستے ہوئے مجھے کہہ رہی تھیں کہ "آپکے ساتھ تو خالہ کا ہم عمر سہیلیوں والا تعلق تھا"۔ اور واقعتاً ایسے ہی تھا۔ بے شمار محبت وقربت کے واقعات ہیں جو کہ اکثر اوقات فلم کی طرح اب دماغ میں چلتے ہیں۔ جو

بات جس طرح سے ذہن میں آئے گی تحریر کردونگی۔ اگرچہ آپکے ساتھ میرا تعلق تو بچپن سے ہی تھا لیکن شادی کے بعد جو تعلق قائم ہوا وہ بالکل مختلف نوعیت کا تھا۔ آپ مجھ سے ایسے ہی محبت بھرا سلوک کرتیں جیسے کہ کوئی ہم عمر بہن ہو۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے بے حد محبت تھی۔ میرے اندازے کے مطابق حضرت مصلح موعودؓ کے بعد آپ کو سب سے زیادہ محبت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ہی تھی۔ اس حوالے سے آپ نے اس محبت کی برسات مجھ پر بھی ساری عمر جاری رکھی۔ حضورؒ کو بھی آپ سے بہت پیار تھا اور حضورؒ آپ پر بہت اعتماد بھی کرتے تھے۔ میری بری کی تیاری بھی آپ نے ہی کی۔ اس غرض سے آپ لاہور بھی تشریف لے گئیں اور زیور اور کپڑے کی خریداری کی۔ مجھے بعد میں کہنے لگیں کہ "مجھے زیور کا ایک اور سیٹ زیادہ پسند آیا تھا لیکن جو رقم بھائی نے دی تھی وہ کم تھی اور مصطفیٰ بھی ساتھ نہ تھے۔ (اُنکی اہلیہ جو کہ آپکی بھانجی تھیں اُنکے ساتھ آپ خریداری کے لیے گئی تھیں) اس لیے میں وہ نہ لے سکی"۔ جس کا آپ کو افسوس تھا۔ ریت کا جوڑا بھی آپ نے ہی تیار کروایا۔ دلہن کے لئے ہر ضروری چیز اہتمام سے رکھی اور مجھے بھی کہنے لگیں کہ میں نے کہا کہ اس کی تو پہلی شادی ہے ناں۔ شادی کے بعد کپڑے کی بچی ہوئی کترنیں تک حفاظت سے مجھے دیں اور ایک بٹوہ بھی اُنکا تیار کروا کر دیا۔ آج بھی وہ تبرکات میرے پاس اُسی طرح محفوظ ہیں۔ بری کا سامان آپکی بڑی صاحبزادی، محترمہ صاحبزادی امتہ الرؤف صاحبہ شادی سے پہلے ہمارے گھر دینے کے لیے تشریف لائیں۔ واپس جا کر اُنھوں نے میرے گھر والوں کے اخلاص اور بشاشت کی جس سے وہ آپ سے ملے تعریف کی۔ ولیمے کے روز آپ (صاحبزادی امتہ الرؤف صاحبہ نے) ہی مجھے تیار کیا۔ تیاری کے دوران سارا وقت حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اُس کمرے میں ہمارے ساتھ تشریف فرما رہیں۔ اُس کمرہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا پلنگ بچھا ہوا تھا۔ آپ اُس پر ٹیک لگائے بیٹھی رہیں اور اس دوران کچھ گفتگو بھی کرتی رہیں۔ مجھ سے فرمایا تم نے شاید ہمارے گھر آنا تھا اس لیے شروع سے ہی تم سے پیار تھا۔

حضورؒ کی زندگی میں بھی آپ کا میرے ساتھ محبت وپیار کا سلوک رہا لیکن حضورؒ کی وفات کے بعد تو آپ کے تعلق میں ایک اور ہی رنگ پیدا ہو گیا۔ ہر طرح سے ہر پہلو سے آپ نے میرے ساتھ محبت، شفقت، ہمدردی، پیار اور اپنائیت کا سلوک فرمایا۔ میرے ساتھ یوں تعلق رکھا جیسے کہ آپ اپنے بھائی کی امانت کا پوری طرح سے خیال رکھ رہی ہوں۔ یہ بھی

نہیں تھا کہ آپ اپنی باتوں سے میرے ساتھ اس بات کا اظہار کرتی ہوں بلکہ کبھی بھی آپ نے یہ بات مجھے جتائی نہ تھی لیکن عملاً آپکے سارے تعلق پر مُڑ کر نظر ڈالتی ہوں تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ آپ نے میرے ساتھ تعلق میں اسے اپنی ذمہ داری سمجھا اور خوب نبھایا۔ حضورؒ جب مجھے بیاہ کر لائے تو میرے ساتھ موٹر میں آپ ہی تشریف فرما تھیں۔ حضور فرنٹ سیٹ پر بیٹھے تھے۔ جب حضورؒ کی وفات ہوئی تو اسلام آباد سے ربوہ آتے ہوئے بھی آپ ہی میرے ساتھ موٹر میں بیٹھیں۔ میرے جذبات کا بہت گہرا خیال رکھا۔ چلتے وقت مجھے فرمایا ''بھائی کا تکیہ ساتھ رکھ لو'' اور میں آپکا تکیہ ساتھ لیے گھر آ گئی۔ یہ خیال آپکی حساس طبیعت کو ہی آ سکتا تھا کہ شاید اسی طرح مجھے کچھ سکون محسوس ہو۔

محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ نے حضورؒ کی وفات پر نظم لکھی تو مجھے کہنے لگیں تم نے قوسی کی نظم پڑھی ہے۔ اُس میں دو شعر تمہارے متعلق بھی کہے ہیں۔ میری عدّت کی مدّت کے دوران آپ باقاعدگی سے شام کو ملنے کے لیے میرے ہاں تشریف لاتی رہیں۔ کئی مرتبہ آپ موتیے کے پروئے ہوئے پھول بھی میرے لئے لاتیں۔

جب تک آپ صحت کی حالت میں رہیں آپ ہمیشہ نہایت اہتمام سے مجھے عید کا تحفہ بھجواتی رہیں۔ عید الفطر پر جوڑا اور چوڑیاں اور کبھی ساتھ دیسی عطر بھی اور عید الاضحیٰ پر گوشت کا تحفہ باقاعدگی سے بھجواتیں۔ عید الفطر کی صبح لذیذ شیر خرما آپکی کی طرف سے لازماً آتا۔ خادمہ ٹرے میں سجا کر عید کا تحفہ لاتی۔ میری ملازماؤں کے لیے بھی عیدی ساتھ بھجواتیں۔ لفافے پر اپنے ہاتھ سے ''عیدی ملازمین'' لکھا ہوتا۔ آپ اپنے خادموں کی عزت نفس کا بھی خیال رکھتیں۔ مجھ سے فرمایا کہ ''میں اپنے ملازموں کو کبھی نوکر نہیں کہتی بلکہ ہمیشہ ملازم کہتی ہوں''۔ عام خواتین کی عادت کے برخلاف میں نے آپ کو ملازموں کے شکوے کرتے ہوئے کبھی نہ دیکھا۔ آپ بسا اوقات مجھے کھانے کا تحفہ بھجواتیں۔ آپ کے ہاں کھانا بہت اچھا پکتا تھا کیونکہ آپ خود نگرانی فرماتی تھیں۔ شکار مجھے بہت پسند ہے۔ اس لیے اکثر جب آپکے ہاں شکار پکتا تو آپ مجھے بھی بھجواتیں۔ نہایت خوش شکل اور خوش ذائقہ ہوتا۔ اکثر جب میں آپ سے ملنے جاتی تو آپ اصرار سے مجھے کھانے پر روک لیتیں۔

میرے پاس دوپٹہ نہ ہوتا، آپ نے ہمیشہ میرے کپڑوں سے ملتا جلتا کوئی اپنا دوپٹہ نکال کر مجھے دینا کہ ''یہ اوڑھ لو''۔ عید کی دوپہر آپ نے دعوت کی ہوتی۔ اگرچہ اُس روز میرے ہاں بھی دعوت ہوتی لیکن آپ ضرور مجھے مدعو کرتیں۔ عید کی دوپہر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بچوں کو کھانے پر بُلایا کرتی تھیں۔ آپ بہت باریکی میں باتوں کا خیال رکھا کرتی تھیں۔ مجھ سے کئی دفعہ فرمایا کہ ''میں نے اپنی دعوت پر بھائی کے بچوں کو نہیں بُلایا تا کہ تمہاری دعوت خراب نہ ہو''۔ آپ نہایت نفیس مزاج اور صفائی پسند تھیں۔ گھر بھی شیشے کی طرح چمکتا اور آپ کا غسلخانہ جسے بہت دفعہ مجھے دیکھنے کا موقع ملا بہت صاف ستھرا اور ٹکا ہوا ہوتا۔ ہر چیز اپنی جگہ پر چمکتی ہوئی بے داغ۔ کھانے کے بعد ہاتھ دھونے اور کلّی کرنے کے بعد آپ پان کھاتیں۔

ایک دفعہ مجھ سے فرمایا ''مجھے سمجھ نہیں آتی لوگ کلّی کیے بغیر کیسے پان کھا لیتے ہیں'' مجھے بھی پان بہت پسند تھا۔ آپکے پاندان سے ان گنت مرتبہ پان کھانے کا موقع ملا۔ آپکا پاندان بھی نہایت صاف ستھرا، سلیقے سے ٹِکا ہوا ہوتا۔ لونگ، چھالیہ، الائچی، کتھا، چونا ہر چیز اپنے خانے میں اور کوئی ادھر اُدھر نشان نہیں۔ آپ کو میرے شوق کا علم تھا۔ اس لیے جب بھی جاتی ہمیشہ پان کھانے کے لیے ارشاد فرماتیں اگر پاندان میں الائچی نہ ہوتی تو خاص طور پر خادمہ سے کہہ کر منگواتیں۔ میں کہتی رہ جاتی کہ نہیں باجی جان اسکی ضرورت نہیں لیکن آپ ضرور منگواتیں۔ آپ نے آخر عمر میں خود پان کھانا ترک کر دیا تھا لیکن میں جب بھی جاتی میرے لیے ضرور کہہ کر پاندان منگواتیں۔ کھانے کی میز پر ہمیشہ مجھے اپنے ساتھ اپنے دائیں ہاتھ بٹھاتیں اور کھانے کے دوران خاص خیال سے ہر چیز لینے کے لیے کہتیں۔ میرے ساتھ آئی ہوئی خادمہ اور ڈرائیور کو بھی خیال سے کھانا بھجواتیں۔

ناصرات اور لجنہ کے کاموں میں حصہ لینے کا موقع تو اگرچہ شروع سے ہی ملتا رہا لیکن لجنہ ربوہ کے کاموں میں گہرا عملی حصّہ مجھے حضرت باجی جان کے ساتھ ہی لینے کی توفیق ملی۔ آپ نے مجھے آغاز سے ہی (**1982**ء سے) اپنے ساتھ بطور نائب صدر لجنہ ربوہ کے طور پر خدمت پہ متعین کر لیا اور پھر قدم قدم پر مجھے اپنے ساتھ رکھتیں۔ حضرت چھوٹی آپا کے ہاں مجلس عاملہ پاکستان کی میٹنگ ہوتی تو آپ مجھے اپنے ساتھ لیکر جاتیں۔ محلوں میں انتخابات کے لیے جاتیں تو بھی مجھے اپنے ساتھ لے جاتیں۔ لجنہ ربوہ کے اجتماعوں اور جلسوں کے موقعوں پر صدارت کے لیے ہمیشہ حضرت چھوٹی آپا کو مدعو کرتیں اور مجھے بھی ہمیشہ انکے ساتھ بٹھاتیں۔ اس طرح مجھے بہت قریب سے آپ کو کام کرتے دیکھنے کا موقع ملتا۔ میں نے دیکھا کہ جلسوں وغیرہ کے پروگرام کی کاپی پر ہمیشہ ہر تقریر، نظم پڑھنے والی کے بارہ میں اپنے تاثرات ساتھ کے ساتھ نوٹ فرما لیتیں پھر آہستہ آہستہ آپ نے مجھے

اکیلے ہی حلقوں میں بھجوانا شروع کر دیا۔ آپ کا طریق تھا کہ ہمیشہ کہیں بھجوانے سے پہلے ضرور مجھے فون کرتیں اور دریافت فرماتیں کہ فلاں دن فلاں محلے میں جاسکوگی۔ الحمدللہ کہ اللہ نے مجھے توفیق دی کہ جب کبھی بھی آپ نے مجھے کہیں جانے کے لیے ارشاد فرمایا یا کوئی کام سپرد کیا میں نے ہمیشہ اطاعت کی۔ 1985ء میں آپ نے لجنہ ربوہ کا شعبہ تعلیم میرے سپرد فرما دیا۔ سالہا سال تک صدرات حلقہ جات لجنہ ربوہ کی ماہانہ میٹنگ آپکے گھر پر منعقد ہوتی رہی۔ عام طور پر یہ میٹنگ بدھ کے روز ہوتی۔ آپ کا طریق یہ تھا کہ آپ نے اہم ہدایات اپنی ڈائری پر لکھی ہوتیں اور پھر ایک ایک کر کے آپ تمام امور صدرات کو سمجھاتیں۔ موسم کی مناسبت سے آپ ہمیشہ شربت یا چائے اور بسکٹ سے تمام حاضرات کی تواضع کرتیں۔ میٹنگ کے بعد میں آپکے ساتھ شام کی چائے پیتی۔ یہ میٹنگ آپکے گھر کے وسیع و عریض glazed برآمدے میں ہوتی۔ آپ نے کئی مرتبہ مجھے خوشی سے بتایا کہ ''بھائی (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کو میرا برآمدہ بہت پسند تھا۔''

میں کئی مرتبہ دلی تشکر کے جذبات کے ساتھ حضرت باجی جان کے اس عمل کو یاد کرتی ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ کو اس صدقہ جاریہ کا ثواب تاقیامت ملتا رہے گا انشاء اللہ۔ شاید کسی کو یہ بات زیادہ بڑی نہ لگے لیکن میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آپ کے اس عمل کے بغیر لجنہ ربوہ کبھی بھی یہ خدمت سرانجام نہ دے سکتیں۔ انٹرنیشنل مجلس شوریٰ لندن میں ایک مرتبہ (غالباً 1991ء میں) حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بڑے درد کے ساتھ تمام نمائندگان مجلس شوریٰ کو اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ جماعت میں اسوقت صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن کریم پڑھنے میں کتنی کمی ہے اور یہ کہ ''میں آپ سب کو اس بات کے لیے پابند کرتا ہوں کہ اپنے اپنے ملکوں میں واپس جا کر میری ہدایت کے مطابق صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن پڑھائے جانے کی خدمت سرانجام دیں۔'' (خلاصہ مضمون یہ تھا) خاکسار بھی اُس شوریٰ میں بطور نمائندہ شریک تھی اور حسن اتفاق سے اُسوقت نائب صدر اور سیکرٹری تعلیم لجنہ ربوہ تھی۔ میں نے حضورؒ سے تمام videos جو حضورؒ نے تیار کروائی تھیں لیں اور اس عزم کے ساتھ ربوہ آئی کہ جا کر یہ کام ضرور کرنا ہے۔ انشاء اللہ

لیکن اس کام کے لیے جو سب سے بنیادی ضرورت کی چیز تھی وہ ایک VCR اور TV تھا جس کی مدد سے اُن Cassetts سے فائدہ اُٹھایا جاسکتا تھا۔ میں نے ایک دو جماعتی ذرائع سے کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر میں نے باجی جان سے عرض کیا کہ ''یہ ضرورت ہے کیوں نہ ہم اپنے خرید لیں''۔ فرمایا ''اچھا اس مہینے چندے کی رقم آئے گی تو لے لینا۔'' لجنہ ربوہ کے کل بجٹ میں سے اس بڑے خرچ کو پورا کرنا اُس وقت بے انتہا مشکل تھا لیکن آپ نے ایک لمحے کے لیے بھی تردد نہ فرمایا اور اس لازمی ضرورت کو پورا کرنے کی اجازت دی۔ TV سولہ ہزار کا آیا اور VCR نو ہزار کا۔ وقفے وقفے سے دونوں اشیاء لیں۔ پھر ہر محلے کو video cassetts مہیا کرنے پر مزید آٹھ دس ہزار خرچ آیا۔ اور یہ اُس زمانے کی بات ہے جب لجنہ ربوہ کا کل سالانہ چندہ ممبری کا بجٹ صرف -/85,000 روپے ہوتا تھا۔ اس TV اور VCR سے ہم نے خوب خوب کام لیا اور الحمدللہ اس کارخیر کے بے انتہا بابرکت نتائج اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے۔

حضورؒ کی وفات کے بعد اکثر لوگ اپنی سمجھ کے مطابق مجھے مشورہ دیتے۔ بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ مجھے اپنے میڈیکل profession میں واپس چلے جانا چاہئے۔ میری بڑی ہمشیرہ کو ایسا ہی مشورہ محفل میں کسی خاتون نے دیا۔ باجی جان قریب کھڑی سن رہی تھیں۔ میری ہمشیرہ کہتی ہیں کہ باجی جان نے بڑے مضبوط لہجے میں اُن سے کہا کہ ''وہ جو کر رہی ہیں وہ بالکل ٹھیک ہے اور یہ کہ اُنھیں یہی کرنا چاہئے۔'' (یعنی جماعتی خدمت) اِسی طرح اگر کوئی میری کسی بات پر ناجائز اعتراض کرتا تو آپ اُسے جواب دیتیں اگر کسی بات پر سمجھتیں کہ مجھے تبدیلی کرنی چاہئے تو مجھے بھی کہتیں لیکن آپ ناجائز اعتراضات پر تکلیف محسوس کرتیں۔ میری جلسہ سالانہ کی تقریر پر کسی نے اعتراض کیا۔ مجھ سے فرمانے لگیں ''میں نے مصباح میں تمہاری تقریر پڑھی ہے اُس میں تو کوئی ایسی اعتراض والی بات نہیں ہے۔'' اس طرح آپ ہر طرح سے میرا خیال رکھتیں اور بوقت ضرورت دفاع کرتیں۔

آپ کا طریق تھا کہ خاندان میں کوئی واقعہ ہوتا، آپ ضرور فون کر کے مجھے باخبر کرتیں۔ میں گھر سے کم ہی باہر جاتی تھی اور آپ کو احساس رہتا تھا کہ یہ نہ ہو کہ مجھے خبر ہی نہ ہو۔ بعض دفعہ مجھے پوچھ بھی لیتیں کہ ''وہاں گئی تھی؟'' اور چھوٹے چھوٹے بالکل ذاتی مشورے بھی مجھے دیتیں۔ مجھے ایک روز کہنے لگیں کہ ''تم اچھا کرتی ہو کہ گھر میں رہ کر کتابیں پڑھتی رہتی ہو۔'' آپ خود بھی اکثر مطالعے میں مصروف رہتیں۔ آخر عمر تک جب تک صحت نے اجازت دی آپ کتب کا مطالعہ باقاعدگی سے کرتی رہیں۔ مذہبی کتب کے علاوہ آپ دیگر ادبی ناول بھی شوق سے پڑھتیں۔ ایسی کتب آپ کے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر اکثر موجود ہوتیں۔

آپ بہت خوشخط بھی تھیں۔ تحریر پختہ اور لفظ موتیوں کی طرح پروئے

ہوئے۔گرمیوں میں جب میں ملک سے باہر جاتی تو آپ سے خطوط کے ذریعہ رابطہ ہوتا۔آپ ہر خط کا باقاعدگی سے جواب دیتیں۔ہلکی پھلکی دلچسپ تحریر، ہر پہلو سے مکمل۔جس میں سادگی، وقار اور اپنائیت ہوتی۔ مجھے خطوط میں بھی خاندان کی اگر کوئی خبر ہوتی تو تحریر فرماتیں۔

ہر ماں اپنی اولاد سے طبعی محبت کرتی ہے۔حضرت باجی جان کو بھی اپنے بچوں سے بہت محبت تھی۔ بلکہ بہت زیادہ بہت ہی زیادہ گہری محبت تھی۔ میں نے اس محبت کے بارہا بے شمار نظارے دیکھے۔اور میں محسوس کرتی تھی آپکی اس محبت کو۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کو اپنے جذبات پر ہر وقت جو بے پناہ کنٹرول رہتا تھا، آپ اس محبت کے اظہار کو بھی بہت ضبط میں رکھتیں۔اور اظہار تو ہوتا لیکن بہت وقار کے ساتھ۔اولاد در اولاد سے محبت اور ان کا خیال رکھتیں۔محترمہ صاحبزادی امۃ الرؤف صاحبہ آپکی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔بہت اچھی، محنتی اور صابر طبیعت کی مالک ہیں۔ایک واقف زندگی کی زوجہ کی حیثیت سے آپ نے بہت صبر وقناعت اور وقار کے ساتھ اپنی زندگی مسکراتے ہوئے گزاری۔بچوں کی بہترین تربیت کی۔باجی جان کو ان کے صبر، قناعت اور محنت کا بہت احساس رہتا۔کئی مرتبہ ان کے متعلق اپنے قلبی جذبات کا مجھ سے اظہار کیا۔اس ذکر میں آپ کی ان کے لئے محبت اور دل کی نرمی جھلک رہی ہوتی۔آپ بھی واقعتاً کمال صبر و ہمت کی مالک انسان ہیں۔اللہ آپ کی صحت اور عمر میں برکت دے۔ضرورت پڑنے پر اپنے گھر کے دروازوں کے پینٹ تک خود کر لئے۔باجی جان نے اس کا ذکر بھی مجھ سے کیا۔آپ کو ان پر ناز بھی تھا لیکن ماں کا نرم دل تکلیف بھی محسوس کرتا تھا۔محترم صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب آپ کے بڑے صاحبزادے تھے سب انہیں اچھے میاں کے نام سے بلاتے، آپکی شخصیت بھی بہت کھری اور سعادت مند تھی۔باجی جان کو ان سے بھی بہت محبت تھی۔نہایت بلند ہمت اور باحوصلہ تھیں۔آپ نے ان کی وفات کا صدمہ بھی بہت ہمت اور صبر سے برداشت فرمایا۔آپکی ہمت اور صبر و برداشت کا ذکر چھڑا ہے تو اس ضمن میں کچھ اور تحریر کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔آپ کی شخصیت بے شمار خوبیوں کی مالک تھی لیکن مجھے جو بات نمایاں ابھر کر آپ کی ساری شخصیت کو اپنے حصار میں لیتی ہوئی نظر آتی ہے وہ آپ کا عظیم حوصلہ، قوت برداشت اور صبر تھا۔وقار آپ کے وجود کا نمایاں ترین حصہ تھا اور ہر موقع پر خواہ وہ خوشی ہو یا غم کا کوہِ گراں آپ ایک نہایت مضبوط ستون کی طرح کھڑی نظر آتیں۔خوشی میں خوش ہوتیں لیکن اظہار کی تنابیں مکمل کنٹرول میں اور غم کا موقع ہوتا تو خاموش اظہار۔ہونٹ کبھی شدت غم سے کانپ بھی جاتے لیکن کبھی کوئی شکوہ، شکایت یا آہ زاری آپ نے نہ کی۔حضرت صاحبزادہ میاں منصور احمد صاحب کی وفات پر میں آپ کے بہت قریب رہی شدت غم سے اور اس کے برداشت کرنے سے آپ کی گردن میں سخت تکلیف ہو رہی تھی۔لیکن آپ نے اپنے غم کو زبان پر نہ آنے دیا۔

آپ کا گھرانہ دینی اعلیٰ اقدار اور بچوں کی بہترین تربیت کا آئینہ دار تھا۔گھر کا یہ یونٹ اُسی وقت بہترین نتائج پیدا کر سکتا ہے جب میاں بیوی کا آپس میں مکمل محبت و پیار اور ذہنی ہم آہنگی کے ساتھ عزت اور واحترام کا بھی تعلق ہو۔حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب اور حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کا آپس کا تعلق بھی انتہائی محبت اور ذہنی ہم آہنگی کا تھا۔جہاں آپ کو اپنے شوہر کے ساتھ ہمیشہ ادب احترام سے پیش آتے دیکھا وہاں حضرت میاں منصور احمد صاحب کو بھی آپکا انتہائی خیال رکھتے ہوئے دیکھا۔حضرت باجی جان کو ایک مرتبہ لاہور میں نے اپنے پرانے پروفیسر جو آنکھوں کے ماہر تھے دکھانے کے لیے لیکر جانا تھا۔وہ نقشہ آج تک میری آنکھوں میں ہے کہ ہمیں لاہور روانہ کرتے وقت حضرت بھائی منصور کیسے خیال سے اور فکر سے ایک ایک بات کی تسلی کر رہے تھے۔

محترمہ صاحبزادی امتہ الحکیم بیگم صاحبہ نوراللہ مرقدہا

آپ حضرت اُم طاہرؓ کے بطن سے حضرت مصلح موعودؓ کی بڑی صاحبزادی تھیں۔آپ بہت منکسر المزاج اور ایک منفرد طبیعت کی حامل خاتون مبارکہ تھیں۔سادہ، غریب پرور، اپنی دنیا میں نہایت اطمینان کے ساتھ مگن رہنے والی فی الحقیقت تارک الدنیا اور اس دنیا میں ایک مسافر کی طرح زندگی گزارنے والی ''ولی اللہ'' خاتون تھیں۔جب کبھی بھی آپ سے ملنا ہوا آپ بہت کشادہ پیشانی، صاف دل اور محبت سے ملیں۔بے تکلف انداز تھا اور ملنے پر حضرت مصلح موعودؓ کے واقعات سناتیں۔آپکی سادگی میں بھی حسن تھا۔حضرت باجی جان (محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ) بہت محبت سے آپ کے ظاہری حسن کے اس دور کو بیان کیا کرتی تھیں جب آپ اپنے پہلے بچے کے حمل سے تھیں۔آپ پردے کی بہت پابند تھیں اور اس معاملے میں غیر معمولی احتیاط کرتی تھیں۔

جیسا کہ میں نے کہا آپ بہت کم کہیں آتی جاتی تھیں لیکن جب ضروری سمجھتیں تو ضرور جاتیں۔میری بھاوج اور غالباً پھر میرے بھائی کی وفات پر جب میں پاکستان واپس آئی تو افسوس کے لیے تشریف لائیں۔

محترمہ صاحبزادی امتہ الباسط بیگم صاحبہ نوراللہ مرقدہا

آپ نہایت خوش مزاج اور محبت کرنے والی ہستی تھیں۔لجنہ ربوہ میں سیکرٹری ناصرات کی حیثیت سے آپ نے بہت لمبا عرصہ خدمات سرانجام دیں۔آپ سے تعارف تو بچپن سے ہی حاصل تھا لیکن تعلق شادی کے بعد ہی قائم ہوا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ آپ سے اور آپکے بچوں سے خاص محبت کرتے تھے،خاص کر عزیزہ نصرت سلمہا سے۔ہماری شادی سے پہلے آپ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ غالبًا انکے صحن میں حضرت مصلح موعودؓ اور میرے والد محترم عبدالمجید خان صاحب ایک پودا لگا رہے ہیں۔سوکھی سی ٹہنی تھی اور وہ درخت بن گئی۔(جتنی مجھے یاد ہے) آپ نے یہ رؤیا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو سنائی۔حضورؒ اس خواب سے بھی خوش تھے اور آپؒ نے مجھے بھی سنائی اور مسکراتے ہوئے فرمایا''سوکھی سی ٹہنی تھی بڑا درخت بن گئی۔''قصرِ خلافت میں آپ میری قریبی پڑوسن تھیں۔عید پر آپ کے ہاں سے بھی لذیذ شیر خرما ضرور آتا۔ویسے بھی آپ تحائف بھجواتی رہتیں۔باہر سے آتیں تو بھی تحفہ ضرور بھجواتیں۔میں بھی کبھی کبھی آپ کے ہاں چلی جاتی۔جانے پر بہت خوش ہوتیں اور آپ سے باتیں کرکے،مل کر مجھے بھی خوشی ہوتی۔آپ کے ہاں بھی پاندان کا اہتمام رہتا اور کبھی کبھی جب میرا پان کھانے کو بہت دل چاہتا تو میں آپکے پاس اپنی خادمہ کو بھجوا دیتی کہ آپا باچھی سے کہو پان بھجوا دیں اور آپ مجھے دو،تین پان لگا کر بھیج دیتیں۔

محترمہ صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ نوراللہ مرقدہا

آپ کے ساتھ میرا بچپن سے بہت زیادہ تعلق تھا کیونکہ آپکی صاحبزادی مکرمہ امتہ الشکور صاحبہ میری ہم جماعت بھی تھیں اور دوست بھی۔اس لیے اکثر میں سکول سے جو کہ آپکے گھر کے قریب ہی تھا آپکے ہاں جاتی۔آپ بچپن سے ہی بہت پیار سے ملتیں۔اورہم سے باتیں کرتیں۔میری اور شکّو کی دوستی کا آخر تک ذکر بھی کرتی رہیں اور لحاظ بھی رکھتیں بلکہ آخری رات جو میری آپ سے ہسپتال میں ملاقات ہوئی،اُس میں بھی شکّو کا مجھ سے ذکر کیا۔

آپ بہت صابرو شاکر خاتون تھیں۔ہر قسم کے حالات میں صبر اور قناعت کے ساتھ وقت گزارا اور کبھی اسکا اظہار کسی سے نہ ہونے دیا۔ایک مرتبہ میں نے اور آپ نے اکٹھے لاہور کا سفر کیا۔راستہ بھر آپ مجھے اپنے بچپن سے لیکر آخر تک کے واقعات سُناتی رہیں۔آپکے میاں واقفِ زندگی تھے۔ابتدا میں واقفین نے جماعت کے مالی حالات کمزور ہونے کی وجہ سے بہت مشکل سے گزارے کیے۔آپکے حالات بھی تنگ تھے لیکن آپ نے کبھی بھی حضرت مصلح موعودؓ سے اس کا اظہار نہ ہونے دیا۔حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ کو از خود آپکے حالات کا علم ہوا تو انھوں نے حضرت مصلح موعودؓ سے اسکا ذکر کیا اور حضورؓ نے آپکو جیب خرچ دینا شروع کیا۔آپ ساری عمر اس کوشش میں رہیں کہ سسرال کی عزت میکے میں قائم رہے اور میکے کی عزت سسرال میں رہے۔

اپنے بچپن کے واقعات سناتے ہوئے آپ نے مجھ سے حضرت مصلح موعودؓ کا اپنی تمام ازواج اور اُنکی اولادوں کے ساتھ انصاف اور برابری کے واقعات کا ذکر فرمایا''اگر ایک زوجہ کے گھر کے لیے چارپائیاں آتیں تو باقی گھروں کے لیے بھی خریدی جاتیں اگر ایک بیٹی کے لیے زیور بنتا تو باقی بیٹیوں کے لئے بھی ویسا ہی زیور بنتا۔''ان سب واقعات کو یاد کرتے ہوئے آپ نے بڑے گہرے لہجے میں فرمایا۔''میرے باپ نے بہت مشقت اُٹھائی۔''اور آپکا یہ فقرہ ہمیشہ کے لیے میرے دل میں گڑ گیا۔حضرت مصلح موعودؓ نے بعض حکمتوں کے تحت اگر زیادہ شادیاں کیں تو پھر آپ نے اپنی جان کو مشقت میں ڈال کر تمام ازواج اور اُنکی اولاد کے حقوق کو انصاف کے ساتھ پورا فرمایا۔حضرت مصلح موعودؓ کا ہی ایک اور واقعہ آپ اکثر سُنایا کرتی تھیں بلکہ آپکی وفات سے دو تین ہفتے قبل میں آپ کے گھر آپ کو ملنے گئی تو میرے کہنے پر آپ نے پھر سارا واقعہ دہرایا فرمایا کہ''کچے گھروں میں (ربوہ کے آغاز میں حضرت مصلح موعودؓ اپنے تمام خاندان کے ساتھ کچے گھروں میں آکر آباد ہوئے تھے) گرمیوں کے موسم میں شدتِ گرمی کی وجہ سے ابّا جانؓ کو پت (گرمی دانے) نکل آئی عام طور پر آپکو پت نہیں نکلتی تھی۔امّی جان نے سرسوں کے تیل میں برف(یا شاید پانی کہا) پھینٹ کر مجھے دیا کہ''لو اپنے ابا جان کی کمر پر لگا دو''۔حضورؓ حضرت مسیح موعودؑ کے واقعات اکثر سُنایا کرتے تھے۔اُس وقت بھی آپؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کا کوئی واقعہ بیان کیا تو میں نے کہا کہ''ہائے ابا جان کاش میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہوتی۔''تو ابا جان نے مجھے کہا کہ''شکر کرو کہ تمہیں مصلح موعودؓ کا زمانہ مل گیا۔''اس میں کیا شک ہے کہ حسن اور احسان میں حضرت مسیح موعودؑ کے نظیر،مصلح موعودؓ کا زمانہ پانا بھی کوئی کم خوش قسمتی نہ تھی۔''

ماں!

حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ
حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

مکرمہ صاحبزادی امتہ الشکور صاحبہ۔ Pakistan

آج میں ایک بار پھر اس ''ماں'' کا ذکر کروں گی جو صرف میری ہی ماں نہ تھیں بلکہ پوری جماعت احمدیہ کو ایک شفیق اور محبت کرنے والی ماں بن کر دکھایا۔ اس کی وفات پر جو اندرونی اور بیرونی پاکستان سے صدہا تعزیتی خطوط آئے ان سب میں کم وبیش یہی جملے ہوتے تھے'' آج ہماری دکھ سکھ کی ساتھی، ہماری شفیق ماں ہم سے جدا ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

آج میں اس شفیق ماں کا خاندانی پس منظر، سوانح اور سیرت کے بارے میں کچھ لکھنے کی کوشش کروں گی۔ خدا تعالیٰ مجھے اس مقصد میں کامیاب کرے۔ خدا کرے کہ میں آپ سب پیار کرنے والی بہنوں کی تشنگی کچھ دور کرسکوں۔

میری امی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی سب سے بڑی نواسی تھیں۔ آپ 27 ستمبر 1911ء میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ آپ نجیب الطرفین والدین کی نجیب الطرفین بیٹی تھیں۔ آپ کے والد نواب محمد علی خان صاحبؓ ریاست مالیر کوٹلہ کے حکمران خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ چونکہ آپؓ جلال آباد (افغانستان) سروانی قوم کے پٹھان تھے۔ اس لئے آپؓ کی جاگیر سروانی کوٹ کہلاتی ہے۔ باوجود اتنے بڑے رئیس ہونے کے آپؓ بیعت کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے لئے قادیان تشریف لے آئے اور دارالمسیح کے ہی ایک چھوٹے سے حصے میں قیام پذیر ہوئے۔ یہ حصہ چھوٹے چھوٹے دو حصوں پر مشتمل تھا۔ ایک بہت بڑے گھر اور نوکروں کی فوج کو چھوڑ کر یہاں رہنا۔ یقیناً ایک بہت بڑی قربانی تھی۔ آپؓ نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک، نہایت متقی پرہیزگار اور فدائی احمدی تھے۔ آپؓ کو شرک، بدعات اور بدرسومات سے بے حد نفرت تھی۔ آپؓ کے متعلق حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو الہام ہوا۔ ''حجت اللہ''

امی کی والدہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپؓ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی بے حد لاڈلی بیٹی تھیں۔ نہایت اعلیٰ اخلاق کی حامل اور حسن سیرت میں یکتا تھیں۔ آپؓ ایک بہت اچھی شاعرہ اور مصنفہ بھی تھیں۔ آپؓ کے متعلق حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو الہام ہوا ''تنشاء فی الحلیة'' اور'' نواب مبارکہ بیگم''۔

یہ دونوں بزرگ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے تربیت یافتہ تھے اور اسی جہت پر اپنی اولاد کی بھی تربیت کی۔ امی نے بھی وہ تمام اوصاف وراثت میں پائے جو آپ کے بزرگوں کا خاصہ تھے۔ امی بظاہر بہت رعب داب والی تھیں۔ لیکن اندر سے بہت نرم محبت کرنے والی شفیق ہستی تھیں، بہت پیارا دل تھا میری ماں کا، ایک شفاف آئینے کی مانند، انقلابات زمانہ بھی اسے کبھی داغدار نہ کرسکے، کبھی کسی کینہ، بغض اور نفرت کا دھبہ نہ اس پر پڑ سکا، کبھی کسی سے کوئی شکوہ شکایت نہ کرتی تھیں۔ مجھے بھی کہا کرتی تھیں کہ ''شکوہ نہیں کرنا چاہئے اس سے ناراضگیاں بڑھتی ہیں۔ میرے ساتھ اللہ کا یہی سلوک ہے کہ میں کبھی کسی سے کوئی شکوہ نہیں کرتی اور اللہ تمام کدورتوں سے میرے دل کو پاک کردیتا ہے۔'' آپ اپنے تمام رشتوں میں بہت مخلص تھیں۔ خدا تعالیٰ سے بے حد پیار کرنے والی عاجز اور نیک بندی، دل آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت سے مخمور، خلافت احمدیہ کی بے حد مطیع وفرمانبردار، ایک فرمانبردار بیٹی، وفاشعار اور خدمت گزار بیوی، بچوں کے لئے ایک ٹھنڈی چھپر چھاؤں جیسی ماں۔ آپ اپنے دیگر رشتہ داروں سے بھی بہت محبت کرتیں اور ان کا خیال رکھتیں اور حقیقت میں ان کی سچی غمگسار اور رازدار تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ اکثر میرے چچاؤں، پھوپھیوں اور خالہ، ماموں، ممانیوں یا ان کی اولاد میں سے کسی کو کوئی تکلیف ہوتی یا کسی مشورہ کی ضرورت ہوتی تو وہ امی کے پاس ہی آکر اپنا دل ہلکا کرتے، آپ ان کا دکھ سکھ سنتیں، ان کے کاموں میں صحیح مشورے دیتیں، اور ان کے رازوں کی ایسی امین تھیں کہ کبھی ہم بچوں کو بھی ہوا نہ لگنے دی کہ کون کس غرض سے آیا تھا۔ حالانکہ ہم سب بچے امی کے

ساتھ بے تکلف دوستوں والا تعلق رکھتے تھے اور امی ہم سے۔

چند عزیزوں کی نظر میں امی کا مقام: امی بہت غیرت والی اور حساس طبیعت کی مالک تھیں۔ حضرت ام متین صاحبہ ان کا ایک واقعہ لکھتی ہیں کہ ایک بار 1944ء میں آپ بہت بیمار ہو گئیں تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بغرض علاج ان کو دہلی بھیجا، علاج لمبا چلا تو منصورہ بیگم کو بہت احساس تھا کہ ماموں جان (حضرت مصلح موعودؓ) پر بہت بوجھ میری وجہ سے پڑ رہا ہے۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی روایت ہے کہ انہوں (امی) نے لکھا کہ "آپ پر اتنا خرچ میری وجہ سے پڑ رہا ہے مجھے بہت شرم آتی ہے۔" تو انہوں نے منصورہ کو لکھا کہ "تمہاری جان سے زیادہ مجھے روپیہ عزیز نہیں ہے۔ تم ہزاروں کا کہتی ہو اگر ایک لاکھ بھی علاج پر خرچ ہو جائے تمہاری صحت کی خاطر، مجھے پرواہ نہیں۔"

آپ سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت محبت تھی اور آپ بھی اپنے ماموں جان کی فدائی تھیں، خاصی بے تکلف بھی تھیں اور ان کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ (حضرت مریم صدیقہ صاحبہ) لکھتی ہیں کہ جب آپ اپنی کوٹھی سے دارالمسیح آتیں تو اکثر ان کے لئے کچھ نہ کچھ پکا کر لایا کرتیں۔ حضرت اماں جانؓ کے گھر آ کر رہیں تو کوئی نہ کوئی چیز ضرور تیار کر دیتیں، جسے حضرت مصلح موعودؓ بہت خوشی سے کھاتے۔ ایک دو دفعہ اپنے ہاتھ سے سویٹر بھی بن کر دیئے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد لاہور میں سب اکٹھے رہتے تھے۔ جب آپؓ باہر تشریف لے جاتے تو گھر کا انتظام منصورہ بیگم کے سپرد ہی کر جاتے۔ جب آپؓ ربوہ مستقل طور پر تشریف لے آئے (ابھی حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کالج کی وجہ سے لاہور میں ہی قیام پذیر تھے) آپؓ جب بھی لاہور جاتے تو ان کے پاس ہی قیام فرماتے اور وہ دل کھول کر سب کی مہمان نوازی کرتیں۔

یہاں یہ واقعہ لکھنا بھی بے حد ناگزیر ہے اس سے آپ کی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے حد محبت اور عقیدت کا اظہار ہوتا ہے ویسے بھی یہ تاریخی واقعہ ہے Partition کے وقت جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اماں جانؓ کے ساتھ سب خواتین اور بچوں کو لاہور بھیجنے کا فیصلہ کیا تو آپ نے جانے سے انکار کر دیا۔

حضرت چھوٹی آپا مریم صدیقہ صاحبہ لکھتی ہیں "قادیان سے ہجرت کے وقت ان کی خواہش پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں قادیان ٹھہرنے کی اجازت دے دی چونکہ میں ہر وقت حضورؓ کے پاس ہوتی تھی تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارے خاندان کے افراد جو دارالمسیح میں مقیم تھے ان کے کھانے کا انتظام منصورہ بیگم کے سپرد فرمایا۔ بہت احتیاط سے حضورؓ کا اور میرا کھانا، ناشتہ وقت پر دفتر بھجوا دیا کرتیں۔ جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاکستان آنے کا فیصلہ ہوا۔ آپ چاہتی تھیں کہ میں نہ جاؤں لیکن جب جماعتی رنگ میں فیصلہ ہوا تو آپ واپس آ گئیں۔ اس تاریخی سفر میں ایک طرف میں تھی اور ایک طرف منصورہ بیگم۔ درمیان میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہوئے تھے ...منصورہ بیگم نے سامنے ایک ٹوکری میں کھانے کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں جو تھوڑی تھوڑی دیر بعد نکال کر اپنے ماموں جان کو پیش کر دیتی تھیں۔"

(لوگوں کا خیال تھا کہ شاید آپ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب ... اپنے شوہر کے لئے رکنا چاہتی ہیں لیکن جب جماعتی رنگ میں حضورؓ کے پاکستان جانے کا فیصلہ ہوا تو وہ حضورؓ کے ساتھ ہی لاہور آ گئیں۔)

حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کے عزیز شوہر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

حضرت چھوٹی آپا مریم صدیقہ صاحبہ کی نظر میں آپ بہت بلند حوصلہ تھیں۔ کوہ وقار تھیں اور ایثار مجسم۔ آپ کے اخلاق کا سب سے بڑا پہلو توکل علی اللہ اور صبر و رضا کا پہلو تھا۔ آپ ہر ذمہ داری کو سنوار کر ادا کرنے والی، بے حد دعا گو، صدقہ خیرات کرنے والی اور نماز کو بے حد سنوار کر ادا کرنے والی تھیں۔ حضرت سیدہ اُمّ داؤد صاحبہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ "مجھے منصورہ کی یہ بات بہت پسند ہے کہ نہا دھو کر، اچھے کپڑے پہن کر خوب عطر لگا کر صاف جائے نماز بچھا کر نماز کے لئے کھڑی ہو جاتی ہے۔"

امی کو نہ صرف یہ کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے حد محبت اور عقیدت تھی بلکہ آپؓ کی بیویوں کے لئے بھی احترام اور محبت رکھتی تھیں اور ان کا خیال رکھتی تھیں۔ اس سلسلہ میں حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ فرماتی ہیں کہ "جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بغرض علاج لندن روانہ ہوئے تو کراچی تک اکثر بچے آپ کو چھوڑنے آئے

تھے۔ منصورہ بیگم بھی ساتھ تھیں۔ ایک دن میں نے سنا کہ منصورہ بیگم اپنی بہن محمودہ بیگم صاحبہ (بیگم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب) کو کہہ رہی تھیں کہ اس اچانک باہر جانے کی تیاری میں ممانی بشریٰ (خاکسار) کی تو کوئی بھی کسی قسم کی تیاری نہیں ہے ان کے دو دو پٹے لے کر ہم چن کر ٹانک دیتے ہیں۔ یہ کہہ کر دونوں نے مجھ سے دوپٹے لے کر ٹانکے۔'' یہ ان کا جذبہ احساس ہی تھا جس کے تحت ان کو یہ خیال آیا کہ یہ اس طور پر مصروف رہی ہے کہ اپنے دو چار سفری کپڑے بھی تیار نہ کر سکی۔ اس وقت ان کے اس احساس نے مجھے اس قدر متاثر کیا کہ آج تک میں وہ کیفیت نہیں بھول سکی''۔ پھر ان کی حساس طبیعت کے بارے میں ایک جگہ لکھتی ہیں ''جب میں نے نئے گھر میں شفٹ ہونا تھا سیدی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ تشریف لائیں اور سیدی ایدہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں دعاؤں کے ساتھ مجھے موجودہ گھر میں شفٹ کیا۔ ان الفاظ سے کہ ''مہر آپا گھبرائیں نہیں، ہم آتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو'' اور میں نے دیکھا کہ میرے ساتھ ساتھ ان کی آنکھوں میں بھی آنسو بھرے ہوئے تھے۔''

اُن کو اپنی نندوں سے بھی بہت پیار تھا۔ کسی کو افسردہ اور پریشان نہیں دیکھ سکتی تھیں ان کے لئے کڑھا کرتی تھیں۔ بڑا ہی مہربان دل پایا تھا۔ پھوپھی جان ناصرہ بیگم صاحبہ نے اپنے مضمون ''میری نہایت پیاری بھاوج''، جو مصباح 1982ء میں چھپا یہی لکھا کہ ''منصورہ بیگم اپنے بچوں سے شدید محبت کرنے والی ماں تھیں اور اپنی بہوؤں کے لئے بے حد چاہنے والی شفیق اور ہمدرد ساس تھیں۔ محبت کا جذبہ خدا تعالیٰ نے انہیں بہت دیا تھا محبت کی گہرائی سے، جس میں خلوص بھی شامل تھا، وافر حصہ ملا تھا۔ بڑوں سے بھی اور برابر والوں سے بھی شکوہ شکایت اور پیچھے سے بات کرنے کی عادت نہیں تھی۔ ہمارا بچپن بھی ساتھ گزرا اور بڑی عمر بھی، آپس میں ہم گھنٹوں رہے اور بعض وقتوں میں دنوں بھی، مگر آپس میں سوائے محبت کے کچھ نہ تھا ہنستے کھیلتے خوشگوار وقت گزارتے۔

پھوپھی باچھی صاحبہ (صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ) اور امی کا آپس میں بے حد محبت اور دوستی کا تعلق تھا۔ آپ نے امی کی وفات پر اس طرح غم کا اظہار کیا۔ آپ لکھتی ہیں ''کبھی تصور میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ اپنی پیاری بھابی ماں کی طرح چاہنے والی، بے حد پیار کرنے والی بہن کے لئے کچھ لکھوں گی... بھابھی جان مرحومہ پھوپھی جانؓ (حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ) کی بہترین تربیت کا مثالی نمونہ تھیں۔ آپ کی کس کس خوبی کا ذکر کروں، ہزاروں واقعات اور سوچیں دماغ میں آتی ہیں سمجھ نہیں آرہا کیسے لکھوں اور کیسے چھوڑوں۔ ابا جان (حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ) سے بے حد پیار تھا۔ ایک مرتبہ ڈلہوزی میں شدید بارشوں کی وجہ سے خطرہ پیدا ہو گیا کہ کوئی بڑا پتھر اچانک کوٹھی پر نہ آگرے۔ حضرت ابا جانؓ نے اسی وقت سامان بندھوایا۔ سیدی بھائی جانؒ (حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ) دوسری کوٹھی میں تھے۔ ہم سب ان کے ہاں چلے گئے۔ اُنہوں نے جس بشاشت سے مہمان نوازی کی، میں حیران رہ گئی۔ پھر 1944ء میں پیش گوئی مصلح موعودؓ کے جلسہ کے لئے ہم سب دہلی گئے اس وقت بھی سیدی بھائی جان دہلی میں تھے قریباً دس پندرہ دن وہاں رہے حالانکہ اس وقت بھابھی جان بیمار تھیں اور علاج کے سلسلے میں وہاں گئی ہوئی تھیں مگر دن رات مہمان داری کی بے حد بشاشت سے۔ اسی طرح جب ہم ربوہ آگئے اور حضرت ابا جانؓ لاہور جاتے تو رتن باغ سیدی بھائی جان کے ہاں ہی ٹھہرتے، سارے قافلے کی مہمان داری کرتیں کسی کو کبھی احساس نہیں ہوا کہ کبھی معمولی سی کمی بھی آئی ہے ہماری خاطر میں۔ (حالانکہ پارٹیشن کے بعد کافی مالی پریشانی رہتی تھی...راقم) مزید لکھتی ہیں ''دعاؤں پر بے حد زور دیتیں نہ صرف خود کرتی تھیں بلکہ دوسروں کو بھی کہتی تھیں۔ سیدی بھائی جانؒ کی اتنی فکر کہ شاید ہی دنیا میں کوئی ایسی مثال ہو طبیعت بے حد حیا والی تھی، نفاست پسند، صفائی پسند، مہمان نواز، وفادار، غیرت مند، علم دوست، آپ کی مجلس ایسی ہوتی تھی کہ اٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا اٹھتے تو اگلے دن کے انتظار میں، کبھی شکوہ نہیں، شکایت نہیں، گلہ نہیں۔ اپنے عزیزوں دوستوں سے تو تعلق تھا، اپنے دکھ پہنچانے والوں کے لئے بھی خیر چاہتی تھیں۔ کبھی سن لیں کہ فلاں تکلیف میں ہے تو بے چین ہو جاتی تھیں اس کے لئے بھی دعا کرتی تھیں۔ ہم لوگوں کا روزانہ کا معمول تھا کہ سیدی بھائی جانؒ کے ہاں شام کو جاتے تھے۔ ہر ایک سے بڑی بشاشت سے ملتیں، بے حد میٹھی اور دھیمی آواز میں باتیں کرتیں، اب تک ان کا وہ پیار اور دلنشین انداز میں باتیں کرنا، نصیحت کرنا گونجتا ہے۔ کوئی بات دیکھی تو بجائے ڈانٹنے کے پاس بلا کر بڑے پیار اور اپنائیت سے سمجھا دیا جیسے اپنے بچوں کو سمجھاتے ہیں۔''

ممانی طیبہ امی کی چھوٹی بھابھی سے امی کا ذرا زیادہ محبت اور اپنائیت کا تعلق تھا۔ امی کی وفات کا ان پر بہت اثر تھا۔ اپنے مضمون میں انہوں نے کئی چھوٹی چھوٹی باتیں بتائیں جو امی کی شخصیت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ وہ لکھتی ہیں ''کالج کے زمانے میں بہت سخت گردے کی درد سے بیمار ہوئی تھیں مجھے بلا لیتی تھیں میں کئی کئی دن آپ کے پاس رہتی تھی سب کام کرتی تھی کیونکہ ان کے بچے ابھی چھوٹے تھے، شکری کی شادی پر مجھے بلوایا کہنے لگیں ''مہندی تم سے لگوانی ہے کیونکہ تم سیدانی ہو''۔ کام تو سب کے کئے ہیں

لیکن یہ عزت دے کر کام انہوں نے ہی لیا تھا۔ خلافت ثالثہ کا دور آیا تو یوں لگتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے خود ہاتھ پکڑ کر اپنے خلیفہ اور جماعت کے لئے کھڑا کر دیا ہے پھر رشتہ کے ساتھ احترام بھی بڑھتا گیا اتنی محبت دی کہ بتا نہیں سکتی اور ہر رشتہ دار یہی سمجھتا تھا کہ صرف مجھ سے ہی یہ محبت ہے۔ میری بیٹی نصرت جہاں کی شادی ہونے والی تھی ایک ایسی بات ہوگئی جس پر حضورؒ نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ ناراضگی میں بھی پیار تھا مجھے پتا لگا تو میں

حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ہمراہ (گیمبیا 1970ء)
تصویر میں بالکل دائیں جانب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کھڑے ہیں
حضورؒ کے ساتھ گیمبیا کے گورنر جنرل سنگھاٹے صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ

روتی ہوئی گئی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اور آپا بیٹھے ہوئے تھے میں روتی رہی۔ منہ سے بات ہی نہ نکلتی تھی۔ آخر بڑی مشکل سے اصل بات بتائی۔ میرے کانوں میں آج بھی وہ دھیمی آواز رس گھول رہی ہے "اس کی تو سنیں کیا کہتی ہے۔" پھر اس خوبی سے معاملہ سلجھا دیا کہ میں آج تک حیران ہوں۔ اس وقت مجھے کہنے لگیں کہ بچوں کا ہر کام کرتے ہوئے اور یوں بھی ہر وقت یہ کہا کرو کہ سب کام خیر سے ہو۔ خود بھی یہ کہنے کی بہت عادت تھی۔ بہن بھائیوں سے بہت پیار تھا میرے میاں کا بازو گر کر ٹوٹ گیا تھا۔ میں نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو فون کروایا کہ ہم شام کو لاہور جا رہے ہیں دعا فرمائیں۔ سخت گرمی تھی جون کا مہینہ تھا۔ دیکھا کہ عین دوپہر میں چلی آرہی ہیں کہ "مسعود احمد کو دیکھ آؤں۔"

میرے بچے منصور کے رشتے کی ہاں کا جواب جب مرزا وسیم احمد کی طرف سے قادیان سے آیا۔ جلسہ ختم ہوئے دو تین دن ہوئے تھے۔ میں شام کو گئی سب بیٹھے ہوئے تھے میں نے کہا "آپا بھتیجے کی ہاں ہوئی ہے مٹھائی کھلائیں"۔ ہنسنے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد مٹھائی کا ڈبہ لے کر آئیں سب کو پیش کی اور کہنے لگیں "تمہارا بیٹا کر کے نہیں ابا میاں (نواب محمد علی خان صاحبؓ) کے پوتے کی مٹھائی کھلا رہی ہوں۔"

امی کی شخصیت بڑی پروقار اور رعب دار تھی اور جو لوگ ان کو قریب سے نہیں جانتے تھے وہ شروع میں جھجک جھجک کر بڑے تکلف سے ملتے۔ لیکن جس نے ایک بار بھی قریب سے دیکھا وہ ان کے نرم دھیمے شیریں لہجے میں بات کرنے، ان کے پرشفقت مسکراہٹ سے سجے چہرے اور بے تکلف انداز سے ایسا متاثر ہوتا کہ اس کی یہ شدید خواہش ہوتی کہ وہ بار بار ان سے ملے۔ ان کی مجلس میں بیٹھ کر ان کی پیاری پیاری پرلطف باتیں سنے اور اپنی باتیں سنائے کیونکہ امی بہت اچھی سامع تھیں لیکن تربیتی لحاظ سے کڑی نظر رکھتی تھیں مگر نصیحت کا رنگ بہت پیارا تھا۔ کبھی کسی کو مجلس میں شرمندہ نہیں کیا الگ بلا کر تنہائی میں نصیحت کرتیں یا پھر اپنے بڑوں کا کوئی واقعہ وغیرہ سنا دیتیں اور اگلا اپنی غلطی سمجھ جاتا، بچوں سے مذاق اور چھیڑ خانی کرتیں لیکن مذاق اڑاتی نہیں تھیں۔ میرے بہت سارے cousins نے اس بات کا اظہار کیا کہ ہم شروع میں ان سے بہت ڈرتے تھے، لیکن جب ان سے قریب ہوئے تو ایسے بے تکلف ہوئے کہ ہر قسم کے لطیفے بھی سناتے، مذاق بھی کرتے، ان سے چھیڑ خانی بھی کرتے ان سے مشورے بھی لیتے۔ آج صرف ہماری بزرگ ہی نہیں بلکہ ایک دوست بھی ہم سے جدا ہوگئی ہے اور جوان کے اور سیدی ابا کے بھتیجے، بھانجے بچپن سے ان کے قریب تھے ان کے تو غم کی شدت ہی اور تھی۔

صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ جنہیں ہم قوسی کہتے ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ "ممانی جان سے بہت بے تکلفی تھی۔ بالکل سہیلیوں کی طرح ہمارا ساتھ دیتی تھیں بعض دفعہ بزرگوں سے جھجک ہوتی ہے۔ ان کی خوبی تھی کہ ہر عمر کے لوگوں کے ساتھ گھل مل جاتی تھیں جتنا انکے قریب ہونے کا موقع ملتا تھا ان کی شخصیت کا اچھا اثر پڑتا تھا۔ قریب رہنے والے جانتے تھے دور سے چٹان نظر آنے والی ذات اندر سے جھاگ کی طرح نرم ہے۔ ہمارے ساتھ ہر کھیل میں ہنسی مذاق میں شامل ہوتیں لیکن اس کے باوجود تربیت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ کالج میں مشاعرہ تھا بڑے ماموںؒ (حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کالج کے پرنسپل تھے انہوں نے ہمارے لئے علیحدہ جگہ پر انتظام کر دیا۔ اس لئے ہم بھی سننے گئے۔ میں نے اور ان کی چھوٹی بیٹی حلمی (محترمہ امۃ الحلیم صاحبہ) نے ایک شاعر کی شکل کی تعریف کر دی اس پر ہمیں سمجھانے لگیں کہ "شریف گھروں کی لڑکیاں غیر مردوں کی شکل کی تعریف نہیں کیا کرتیں" ہماری بھی کچی عمر تھی ہم ان سے ہنس کر بحث کرتے رہے اس وقت تو بات ہنسی میں ہی ختم ہوگئی مگر اتنا ہوا کہ دل نے یہ ضرور محسوس کر لیا کہ ہم نے غلط

بات کر دی ہے۔
صفائی پسند بہت تھیں۔ کراہت کا مادہ طبیعت میں کچھ زیادہ ہی تھا۔ اس لئے ہم اکثر چھیڑتے رہتے تھے کہ آپ کے پان دان یا کسی اور چیز کو گندا ہاتھ لگا دیا ہے۔ مصنوعی غصہ سے ڈانٹتیں لیکن ہماری ان تنگ کرنے والی باتوں کا مزہ بھی لئے جاتیں، جتنا چھیڑتے تھے اتنا ہی خوش ہوتی تھیں۔ اس سلسلہ میں بھی آپ کی طبیعت کا ایک عجیب پہلو سامنے آتا ہے۔ جب خدا نے آپ کو خلیفہ کی بیوی بننے کا شرف عطا کیا تو اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھال لیا اور جسے ایک دو عورتوں سے بھی مصافحہ کرنا مشکل لگتا تھا اس نے بڑی بشاشت اور خوشی کے ساتھ ہزاروں عورتوں سے مصافحہ کیا اور ان کو گلے لگایا۔''

ان کی ایک اور خوبی جس کا ذکر پہلے بھی آ چکا ہے مزید لکھوں گی کہ بہت مہمان نواز تھیں۔ کالج والی کوٹھی میں مجھے یاد ہے کہ دو بڑے بڑے دیگچوں میں اپنے ہاتھ سے چینی گھول کر ایک میں سرخ رنگ ڈالتیں اور ایک میں سبز رنگ اور کچھ لیموں کا ست یا رس بھی ملا دیتیں۔ خوب برف ڈال کر باہر برآمدے میں گلاسوں کے ساتھ رکھے جاتے۔ ہر آنے جانے والا اپنی پیاس بجھاتا اسی طرح باہر گیٹ کے پاس چوکیدار بابا گل محمد مرحوم کے کمرے میں ٹھنڈے پانی کے گھڑے اور گلاس رکھے ہوتے۔ بابا کے کمرے کی کھڑکی باہر میدان میں کھلتی تھی جو بھی سکول کے بچے یا لوگ اپنے گھروں کو واپس جاتے ہوئے کھڑکی کے پاس آ جاتے اور ٹھنڈے پانی سے پیاس بجھا کر آگے جاتے۔ کالج والی کوٹھی میں بھی لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا۔ سردیوں میں ان کی چائے سے خاطر مدارت ہوتی۔ خلافت کے بعد بھی جو بھی امی سے ملاقات کے لئے آتا اس کی خاطر کرتیں بچوں کو گولیاں ٹافیاں دیا کرتیں۔

مکرمہ امتہ العزیز ادریس صاحبہ ایک واقعہ ان کی مہمان نوازی کا لکھتی ہیں۔''ایک دفعہ میں کسی نجی پریشانی کی وجہ سے صبح کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ (قصر خلافت میں) بیگم صاحبہ نے نہایت شفقت سے اپنے ساتھ ناشتے کی میز پر بٹھا لیا اور اپنے ہاتھ سے ڈبل روٹی پر اُبلے ہوئے انڈوں کے سلائس لگا کر دیئے۔ خود ہی چائے کی پیالی بنا کر دی اور بڑی ہمدردی سے فرمایا''تم اتنی صبح آئی ہو، مجھے پتا ہے کہ پریشانی میں ناشتہ بھی نہیں کر کے آئی ہو گی چائے پی لو پھر مجھے ساری بات بتاؤ''۔ اللہ اللہ کتنی شفیق تھی وہ ہستی جو اتنا بلند مقام رکھنے کے باوجود اپنے خادموں سے اتنا پیار کا سلوک فرماتی تھیں۔''

نہ صرف ان سے بلکہ ہر ملاقات کے لئے آنے والی خواتین سے شفقت سے ملتیں، ان کے دکھ سکھ سنتیں اور انہیں صحیح مشوروں سے نوازتیں اور حضورؓ کو بھی ان کے مسائل بتا کر دعا کے لئے کہا کرتیں۔ انتہائی مصروفیت کے باوجود پورا وقت اور توجہ ان کو دیتیں اور کبھی از خود اٹھ کر نہیں جاتی تھیں حتیٰ کہ ملنے والے خود احساس کر کے اٹھ جاتے۔ اپنی مصروفیت کے بارے میں خود ایک بار مسز ادریس کو بتایا کہ''صبح سے جو کام شروع کرتی ہوں تو ایک منٹ کی بھی فرصت نہیں ملتی لوگ تو یہ سمجھتے ہوں گے کہ آرام سے لیٹی رہتی ہوں گی لیکن انہیں کیا معلوم کہ صبح سے رات تک میں تھک کر چور ہو جاتی ہوں۔''

ان کی مصروفیت کا ایک نظارہ بی بی امتہ الباسط صاحبہ نے یوں دکھایا لکھتی ہیں۔''ایک دن کسی کام سے صبح چلی گئی بھابھی جان چھوٹے سے باورچی خانہ میں برتن دھو رہی تھیں، پوچھا''بھابھی جان آپ خود برتن دھو رہی ہیں'' کہنے لگیں''ہاں صبح کا ناشتہ میں خود تیار کرتی ہوں، برتن بھی خود دھوتی ہوں۔'' اس کے بعد باورچی خانہ صاف کیا پھر کمرے میں آ کر میز صاف کی اور دوسری جھاڑ پونچھ بھی خود ہی کی۔ یہ وہ خاتون تھیں جن کے نانا حضرت اقدس علیہ السلام، والد حجتہ اللہؓ، والدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور شوہر' مولود نافلہ ' ہے۔

ہم نے بھی انہیں ہمیشہ مصروف دیکھا کبھی سلائی کڑھائی کر رہی ہیں کبھی paintings بنا رہی ہیں۔ بہت سے مٹی کے jars اور گلدانوں پر paintings بنائیں۔ ایک بار پڑھائی میں جت گئیں اور دن رات محنت کر کے منشی فاضل کا امتحان دیا اور اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کی۔ لکھنے لکھانے کا شوق بھی تھا اور شعر و شاعری بھی کرتی تھیں۔

کالج والی کوٹھی میں ان کا الگ سے ایک چھوٹا سا کمرہ تھا، چاہے اسے Studio کہہ لیں یا Study کہہ لیں۔ ان مشاغل کے باوجود کبھی گھر، شوہر اور بچوں کو نظر انداز نہیں کیا۔ گھر کے کام معمول کے مطابق ساتھ ساتھ چلتے تھے شام کو یا رات کو اکثر کوئی نہ کوئی عزیز ہمارے ہاں آتے تو انہیں بھرپور توجہ دیتیں۔ خوش مزاجی سے ان کی آؤ بھگت کرتیں۔ بے حد مزیدار محفل جمتی اور کسی کو احساس تک نہ ہونے دیتیں کہ سارا دن کی کتنی تھکی ہوئی ہیں۔ لیکن یہ سب باتیں حضورؓ کے کالج کے زمانہ تک ہی محدود تھیں۔ پھر خلافت کے بعد کیسے مشاغل اور کہاں کی Hobbies۔ اپنے آپ کو کلی طور پر خلیفہ اور اس کی جماعت کے لیے وقف کر دیا۔ مصروفیت بہت بڑھ گئی لیکن اس کی نوعیت تبدیل ہو گئی۔ وہ پہلے بھی بے حد وفادار، محبت کرنے والی، خدمت کرنے والی بیوی تھیں اب تو اور ہی صورت ہو گئی تھی۔ حضورؓ کے چھوٹے سے چھوٹے کام بھی خود کرتیں یہاں تک کہ دوا بھی

انہیں خود سے نکال کر کھانے نہ دیتیں کہ آپ کا قیمتی وقت ضائع نہ ہو۔کھانے پر بیٹھتے تو ہر چیز پہلے خود چکھتیں کہ کہیں نمک نہ زیادہ ہو،نرم ہو کہیں دانت میں سخت چیز تکلیف نہ پہنچائے ، چائے ناشتہ اپنے ہاتھ سے خود بنا کر دیتیں دوائیاں خود نکال کر چھوٹی سی پرچ میں رکھ کر ناشتے ،کھانے کے ساتھ دیتیں۔دھوبی سے کپڑے آتے تو ان کی سلوٹیں چیک کر کے فالتو مایا ہاتھوں سے مسل کر جھاڑتیں ،الٹا کر کے دیکھتیں کہیں کوئی کانٹا وغیرہ نہ لگا ہو۔(کیونکہ ہمارے ہاں دھوبی جھاڑیوں یا گھاس پر کپڑے سکھاتے ہیں تو اکثر گول گول کانٹے کپڑوں میں چبھے رہ جاتے ہیں)غرض ہر قسم کا خیال رکھتیں، حفاظت کا خیال بھی ایسے کرتیں جیسے کوئی مستعد باڈی گارڈ ہو۔ زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کی مکمل معاون ومددگار تھیں اور صائب الرائے مشیر بھی۔آپ نے حضورؒ اور جماعت کے لئے بڑی سے بڑی قربانیاں دیں ،ہر کڑے وقت کو بڑے صبر اور خندہ پیشانی سے گزارا۔

توکل علی اللہ آپ کا شیوہ رہا،شادی کے ایک ماہ بعد حضورؒ تعلیم کے لئے باہر تشریف لے گئے ۔قریباً چار سال کا طویل عرصہ جس میں ایک بار ہی حضورؒ ایک دو ماہ کے لئے چھٹیاں گذارنے آئے ،ایک نئی نویلی دلہن کے لئے بہت صبر آزما تھا۔حضورؒ کی غیر موجودگی میں ہی آپ کے بڑے بیٹے مرزا انس احمد کی پیدائش ہوئی اور یہ پیدائش کا مرحلہ بڑا تکلیف دہ اور مشکل تھا۔بڑی پیچیدگی ہوگئی تھی لیکن آپ نے بے حد صبر سے یہ وقت گزارا اور ایک بار بھی اپنے میاں کو نہیں پکارا بلکہ اپنے ماموں جانؓ کو ہی بلاتی تھیں تاکہ وہ پاس رہیں اور دعائیں کرتے رہیں۔...

پھر ہجرت سے پہلے جب حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کام سپرد کیا کہ جن گاؤں میں سکھ مظالم ہو رہے ہیں وہاں سے عورتوں اور بچوں کو نکال کر لائیں۔یہ بڑا خطرناک کام تھا لیکن آپ صبر کے ساتھ مسکراتے ہوئے انہیں رخصت کرتیں۔آپؒ بعض اوقات ساری رات نہ آتے ، آپ یہ وقت بڑی بہادری اور صبر کے ساتھ گذارتیں۔پھر جب 1953ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کو قید ہوئی تو آپ بیمار تھیں لیکن یہ وقت بھی بڑے حوصلے اور صبر سے گزارا۔بعد میں حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ نے جب ان سے پوچھا''آپ نے اس خبر کو سن کر کیا کیا اور آپ کا کیا حال ہوا؟''تو انہوں نے پورے سکون سے جواب دیا''یہ سب تکالیف اللہ تعالیٰ کی راہ میں آئی تھیں مجھے خدا تعالیٰ پر پورا بھروسہ تھا کہ اس کا انجام بخیر ہوگا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود ہی تسلی دی اور مطمئن کیا ہوا تھا اور اس کے علاوہ ماموں جانؓ (حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا میرے نام پیغام میرے ہر طرح کے سکون کے لئے کافی تھا۔''سیدہ مہر آپا صاحبہ فرماتی ہیں کہ''یہ بات کہتے وقت ان کے چہرے پر واقعی ایک غیر معمولی سکون اور خوشی کی چمک تھی۔

ایک واقعہ حضورؒ بیان کیا کرتے تھے کہ ایک دن جب حضورؒ کو بطور صدر خدام الاحمدیہ کسی محلّہ میں خدام کے کسی پروگرام میں شرکت کرنا تھی۔آپ کی بڑی بچی سخت بیمار ہوگئی اور بچی کی حالت بہت خراب ہوگئی۔حضورؒ نے بچی کی اس حالت کے باوجود پروگرام ملتوی کرنا مناسب نہ سمجھا اور حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ سے کہا کہ شفا دینا اور زندگی دینا اللہ کا کام ہے۔میں رہوں نہ رہوں کوئی فرق نہیں پڑتا ،اس لئے میں جا رہا ہوں ۔حضورؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت بھی آپ کے چہرے پر کوئی گھبراہٹ نہیں آئی اور مسکراتے ہوئے رخصت کیا۔حضورؒ واپس آئے تو اللہ کے فضل سے بچی صحت یاب ہو چکی تھی۔آپ کی شادی حضورؓ سے الٰہی منشاء کے عین مطابق ہوئی تھی۔حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں''جب منصورہ حمل میں تھی خواب میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے فرمایا کہ''تمہاری بیٹی ہو گی اس کی شادی محمود کے بیٹے سے کرنا۔''

حضرت سیدہ اُم داؤد صاحبہ سے روایت ہے جب آپ چھوٹی سی تھیں تو حضرت اماں جانؓ نے آپ کو اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کو پاس لٹاتے ہوئے کہا کہ''ان دونوں کی شادی ہوگی۔'' ان بشارات کی روشنی میں آپ کی شادی ہوئی ۔آپ کی بارات 4/اگست کو مالیر کوٹلہ گئی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے 5/اگست 1934ء کو بحیثیت ماموں شرکت کے لئے بذریعہ کار تشریف لے گئے ۔6/اگست بروز دو شنبہ بارات مالیر کوٹلہ سے واپس قادیان پہنچی۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ پہلے ہی قادیان پہنچ چکے تھے ۔آپؓ نے اسٹیشن پر استقبال کیا اور بارات کے ساتھ احمدیہ چوک پہنچے جہاں مسجد مبارک میں تمام مجمع سمیت لمبی دعا کی ۔8/اگست کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کی دعوت ولیمہ انتہائی وسیع پیمانے پر دی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فرمایا۔''میرا ان کا ساتھ بڑا لمبا تھا۔قریباً 47 سال ہم میاں بیوی کی حیثیت سے اکٹھے رہے۔ ہمارا رخصتانہ 5/اگست 1934ء کو ہوا تھا۔6/اگست کو میں انہیں بیاہ کر قادیان پہنچا تھا اور ٹھیک ایک ماہ کے بعد 6/ستمبر 1934ء کو میں اپنی تعلیم کے لئے انگلستان روانہ ہوا یہ پہلی چیز تھی جس نے مجھے موقع دیا کہ میں ان کی طبیعت کو سمجھوں ایک ذرہ بھر بھی انقباض ان کے چہرے پر یا ان کی طبیعت میں پیدا نہیں ہوا کہ میں اپنی وہ تعلیم مکمل نہ کروں جس تعلیم نے آئندہ چل کر مجھ سے بہت سی خدمات لینی تھیں۔ہماری شادی ان بہت سی

بشارتوں کے نتیجے میں ہوئی تھی جو حضرت اماں جانؓ کو ہوئی تھیں اور یہ رشتہ حضرت اماں جانؓ نے خود کروایا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ انتخاب اللہ تعالیٰ نے بعض اغراض کے ماتحت خود کیا تھا اور مجھے ایک ایسی ساتھی عطا کی جو میری زندگی کے مختلف ادوار میں میرے بوجھ بانٹنے کی اہلیت بھی رکھتی تھی اور عزم اور ارادہ بھی رکھتی تھی اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔''

پھر آپ کی شخصیت کے بارہ میں فرمایا ''وہ بڑی دلیر عورت تھیں۔1976ء میں جب میں امریکہ گیا تو مجھے ایک خط ملا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ تین دفعہ آپ کی جان لینے کی کوشش کی جائے گی اور چوتھی بار اغوا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ میں نے تو خط لے کر جیب میں ڈال لیا کیونکہ مجھے پتا ہی نہیں کہ ڈر کسے کہتے ہیں پھر میں نے سوچا کہ جماعت کیا کہے گی کہ ہمیں بتایا ہی نہیں۔ اس پر میں نے انہیں بتا دیا۔ جب میں کینیڈا میں ٹورانٹو ہوائی اڈہ پر پہنچا تو ہوائی اڈہ پر سامان کی چیکنگ کے دوران ہمیں ائیر پورٹ سے باہر ایک علیحدہ عمارت میں لے جایا گیا۔ جہاں احبابِ جماعت استقبال کے لئے جمع تھے۔ وہاں احباب جماعت سے مصافحہ ہوا۔ منصورہ بیگم نے بھی خواتین سے مصافحہ کیا اور جلدی سے فارغ ہو کر خاموشی سے میرے پیچھے آ کر پہرے دار کے طور پر کھڑی ہو گئیں۔ انہوں نے غور کیا کہ ایک آدمی غیر محسوس طور پر میرے قریب ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ منصورہ بیگم کی فراست بڑی تیز تھی۔ وہ فوراً بھانپ گئیں کہ یہی وہ شخص ہے جس نے خط لکھا تھا۔ انہوں نے فوراً ڈیوٹی پر متعین خدام کو بتایا، اس پر اس شخص کو پکڑ لیا گیا۔ اس نے اقرار کیا کہ وہ خط اس نے لکھا تھا۔ پھر اسے پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔'' حضورؒ نے فرمایا ''میرا تاثر ہے کہ میری حفاظت کے لئے انہوں نے یہ طریق بنا لیا تھا کہ جب تک میں نہ سو جاؤں وہ نہ سوتی تھیں اور کوئی کتاب پڑھتی رہتی تھیں اور جونہی میں سوتا تھا چند منٹ کے بعد بتی بجھا کر سو جاتی تھیں۔'' حضورؒ مزید فرماتے ہیں ''نہ دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات۔ میرے وقت کا خیال رکھا، میری صحت کا خیال رکھا، میری حفاظت کا خیال رکھا اور اتنی باریکیوں کے ساتھ میرا خیال رکھا کہ آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔'' آپ نے بے شمار سفر حضورؒ کے ساتھ کئے بڑے لمبے لمبے۔ جن میں تین براعظموں کا اکٹھا سفر بھی شامل ہے۔ کئی کئی گھنٹے کے طویل سفر بغیر آرام کے، بغیر پوری نیند لئے۔ لیکن ہر دورے میں ہزارہا خواتین سے مصافحہ کیا، حالات پوچھے، مشورے دیئے اور سب بے حد بشاشت کے ساتھ، بغیر پیشانی پر کوئی شکن لائے۔ ان دوروں میں آپ کا وہ تاریخی کام بھی نمایاں ہے جب آپ نے لاکھوں احمدی خواتین کی نمائندہ کی حیثیت سے مسجد بشارت سپین کا حضورؒ کے ساتھ سنگ بنیاد رکھا لیکن آخر وہ انسان تھیں۔ تھک گئیں اور 3/دسمبر 1981ء کی شب اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی

؎ بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ہمراہ (گیمبیا 1970ء)

آپ کی وفات پر مسز فرخندہ شاہ نے کیا خوب لکھا کہ آپ کی وفات سے ہم ایک ایسی ہستی سے محروم ہو گئے جو ہمارے لئے مشعل راہ تھی اور جس نے تمام زندگی عظیم ذمہ داریاں نبھا کر خواتین کی راہنمائی فرمائی اور عملی طور پر ثابت کر دیا کہ پردہ پوش احمدی خاتون خدمت دین اور جان نثاری کا درخشندہ نمونہ پیش کر سکتی ہے۔ بیرونی ممالک کے طویل تبلیغی و تربیتی سفر، مساجد کی سنگِ بنیاد رکھنے کی تاریخی تقاریب، احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت غرض کے ہر موقع پر اسلامی احکامات کی سختی سے پابندی کی۔ آپ ایک مومنہ کی تمام صفات سے متصف تھیں اور آپ کے کام بلاشک تاریخ احمدیت کے صفحات پر ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ انشاء اللہ

آپ نے لجنہ اماء اللہ کی بھی کئی حیثیتوں میں خدمت کی۔ آپ 1945ء تا 1947ء مرکزی سیکرٹری تربیت واصلاح رہیں۔1948ء میں جنرل سیکرٹری و سیکرٹری خدمت خلق اور 1952ء تا 1954ء صدر لجنہ لاہور رہیں۔

تبرکات

بیتے دنوں کی کچھ یادیں

مندرجہ ذیل مضمون محترمہ حضرت سیدہ مہر آپا نوّراللہ مرقدھا نے محترمہ سیّدہ نواب منصورہ بیگم صاحبہ نوّراللہ مرقدھا کی وفات کے بعد لکھا تھا۔ حضرت سیدہ مہر آپا نوّراللہ مرقدھا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ اور یہ ماہنامہ مصباح ربوہ۔ فروری تا مارچ 1982ء سے لیا گیا ہے۔

ابتدائی ملاقات : مجھے عزیزہ محترمہ سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ نوّراللہ مرقدھا کو دیکھنے کا اتفاق 44ء کے دوران ہوا۔ ہم لوگ اکثر حضرت اباجان مرحوم کے ساتھ قادیان سے باہر ہی رہا کرتے تھے۔ سال میں ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر دو چار دن کے لئے آتے اور پھر انہی کے ساتھ واپس (اباجان کی سروس کے سلسلہ میں) چلے جاتے۔ قادیان میں میری جان پہچان اور بے تکلّفی صرف چند اعزاء تک ہی محدود تھی۔

میری شادی کے بعد (44ء کے دوران) جب ہم ڈلہوزی سے واپس آئے تو محترمہ منصورہ بیگم صاحبہ مرحومہ مجھے ملیں۔ اور کہنے لگیں ''یوں تو میں نے آپ کو دیکھا ہوا تھا۔ لیکن شادی کے بعد آپ سے ملنے اور دیکھنے کا شوق تھا۔ مجھے مل کر خوشی ہوئی ہے اور اس خوشی نے مجھے ممانی مریم (حضرت سیّدہ امّ طاہر مرحومہ) کی یاد کو بھی تازہ کر دیا ہے۔'' ان ایّام میں محترمہ منصورہ بیگم صاحبہ خاصی کمزور سی لگ رہی تھیں۔ غالبًا بیمار تھیں اور زیر علاج تھیں (جیسا کہ بعد میں مجھے بتایا گیا۔)

قریب سے دیکھنے کا موقع : مجھے انہیں قریب سے دیکھنے کا موقع غالبًا 49ء، 48ء میں ملا۔ کیونکہ دونوں طرف کی اپنی اپنی نوعیت کی مصروفیت چند لمحوں کی ملاقات کے سوا زیادہ وقت کی اجازت نہ دیتی ان کا آنا اور ملنا جلنا بھی کبھی کبھی ہوتا۔ ادھر میرا حال بھی یہی تھا۔ مجھے بھی گھریلو فراغت کبھی میسّر آجاتی تو کبھی کبھار ان کے پاس کالج چلی جاتی۔ عزیزہ محترمہ ان دنوں میں بھی (کالج کے زمانہ میں) اتنی مصروف کار ہوتیں کہ میں اس غیر معمولی مصروفیت کو دیکھ کر حیران رہ جاتی۔ کیونکہ میں یہ چاہا کرتی کہ جب کبھی کبھار ہم ملتے ہیں تو یہ آرام سے بیٹھ کر کوئی بات کریں۔

غیر معمولی مصروفیّت : میں ان کی ہر وقت کی غیر معمولی مصروفیت کو دیکھ کر انہیں ازراہ مذاق Busy Bee کہا کرتی اور جب کبھی ان سے ملنا ہوتا تو میں انہیں پیار سے ہمیشہ یا تو ''بہورانی'' کہتی یا ''بڑی بی'' کہہ کر پہلا سوال یہ کیا کرتی ''میری بڑی بی اور بہورانی کا کیا حال ہے؟'' اور یہ کہ'' آپ کے شام وسحر کیسے گزرتے ہیں؟ کیا اسی طرح مصروف؟'' اس پر وہ ہنس پڑتیں۔ حقیقت یہی ہوتی تھی کہ جب بھی میں نے انہیں دیکھا وہ کچھ نہ کچھ کر ہی رہی ہوتیں۔ چونکہ صفائی کا خیال غیر معمولی حد تک تھا اس لئے تقریباً ہر چھوٹا بڑا کام وہ خود اپنے ہی ہاتھ سے کیا کرتیں۔ سیّدی ایدہ اللہ کا ذاتی کام تو ہمیشہ ہی سے وہ اپنے ہی ہاتھ سے کرنے کی عادی تھیں۔ شروع کالج کے زمانہ سے لے کر اب تک یہی حال تھا۔ سیّدی ایدہ اللہ کے معاملہ میں اس قدر حساس تھیں کہ اگر آپ کو گھر واپس آنے میں ذرا دیر لگ جائے تو بے چین ہو جاتیں۔ ایک دفعہ رتن باغ لاہور میں سیّدی غالبًا شکار کو گئے یا کسی اور کام گئے اور جو وقت واپسی کا انہوں نے بتایا اس میں غالبًا ایک آدھ گھنٹہ تاخیر ہوگئی۔ اس عرصہ میں

مَیں نے محترمہ مرحومہ کو اس قدر بے چین اور پریشان پایا کہ آپ اندازہ نہیں کرسکتیں۔ میں نے دو چار دفعہ ان کی تسلی کے لئے کہا کہ" جب باہر جاتے ہیں تو کچھ زائد وقت لگ ہی جایا کرتا ہے۔ آپ اس قدر پریشان کیوں ہو رہی ہیں وغیرہ؟" مجھے کہنے لگیں" ممانی بشریٰ! آپ کو نہیں پتہ نا یہ اس طرح دیر نہیں کیا کرتے وقت پر آ جایا کرتے ہیں۔ اتنی دیر ہوگئی ہے۔" ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ سیّدی آ گئے اور تاخیر کی وجہ معذرت کے ساتھ بتائی۔ تب ان کو سکون ملا۔

پریشانی اور ابتلاء میں آپ کا نمونہ :

ایک دفعہ دوران قیام رتن باغ میں ایک پریشان کن واقعہ پیش آ گیا۔ جس سے ہم لوگ جو وہاں مقیم تھے سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ میں پہروں یہ سوچا کرتی کہ اس غیر معمولی پریشانی سے منصورہ بیگم کا کیا حال ہو رہا ہوگا؟ اور قسم قسم کے وہم میں مبتلا رہتی۔ مجھے لگتا تھا کہ ہم لوگ جو اس قدر پریشانی میں ہیں تو منصورہ بیگم اس پریشانی کو کیسے برداشت کر رہی ہوگی وغیرہ۔ جب اللہ تعالیٰ نے فضل کر دیا اور اس نے اس پریشانی کو دور کیا تو بوقت ملاقات منصورہ بیگم سے میرا پہلا سوال یہ تھا کہ" آپ نے اس خبر کو سن کر کیا کیا؟ اور آپ کا کیا حال ہوا؟" مجھے پورے سکون سے جواب دیا کہ" یہ سب تکالیف اللہ تعالیٰ کی راہ میں آئی تھیں مجھے خدا تعالیٰ پر پورا بھروسہ تھا کہ اس کا انجام بخیر ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود ہی تسلی دی اور مطمئن کیا ہوا تھا۔ اور اس کے علاوہ ماموں جان (سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ) کا میرے نام پیغام میرے ہر طرح کے سکون کے لئے کافی تھا"۔ میں نے دیکھا کہ یہ بات کہتے وقت ان کے چہرہ پر واقعی ایک غیر معمولی سکون اور خوشی و چمک تھی۔ یہ بات مَیں بغیر مبالغہ کے ایک ایک لفظ صحیح کہہ رہی ہوں۔ کیونکہ اُس وقت مَیں دونوں رنگ الگ الگ اپنی جگہ پر بیک وقت دیکھ رہی تھی۔ بیوی ہونے کی حیثیت سے محبت و فدائیت بھی اور پھر اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا منشاء اور اس کا اپنے خاص بندوں سے وہ پیار و رحم کا سلوک اور اس کے وہ معجزے بھی جو اس نے اپنے خاص بندوں کی تائید و نصرت اور رحمت کے پنہاں رکھے ہوئے ہیں جن کے شیریں ثمر اس کے بندے صبر و آزمائش کے بعد جا کر دیکھتے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں کو مخصوص طور پر جذب کر لیتے ہیں۔ منصورہ بیگم کو اس طرح ہشاش بشاش دیکھنا میرے لئے حقیقت میں معجزہ اور ازدیادِ ایمان کا باعث تھا۔ میں سوچتی تھی کہ وہ منصورہ بیگم جو ایک لحہ کی دیر سویر کو برداشت نہ کرسکتی تھیں۔ کئی دن سیّدی سے الگ رہنا ان کے لئے کیونکر اور کس طرح ممکن ہو سکتا تھا۔ لیکن اس کے پیچھے وہ جذبہ ایمان و یقین کارفرما تھا جس نے ان کو غیر معمولی تسلّی و تسکین دے رکھی تھی جو واقعی قابل رشک تھا۔

غیر معمولی حساس طبیعت:

ان کی طبیعت بڑی حساس تھی۔ اگر ان کو ذاتی اور حتمی طور پر کوئی بات پتہ چل جاتی تو ان کے روّیے سے ضرور اس کا اظہار ہو جاتا۔ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی علالت اور علاج کے پیش نظر ہم لوگوں کو اچانک بیرون پاکستان جانا پڑا اور اس سلسلہ میں کچھ دیر کراچی رکنا پڑا تا کہ باہر جانے کی تیاری کے متعلق کاغذات وغیرہ مکمل ہو جائیں۔ بچوں کی اکثریت ہمارے ساتھ تھی۔ عزیزہ منصورہ بیگم مرحومہ اور عزیزہ محمودہ بیگم (بیگم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب) بھی کراچی قیام کے دوران ہمارے ساتھ رہیں۔ ایک دن مَیں نے سنا منصورہ بیگم اپنی بہن (بیگم میاں ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب) کو کہہ رہی تھیں کہ اس اچانک باہر جانے کی تیاری میں ممانی بشریٰ (خاکسار) کی تو کوئی بھی کسی قسم کی تیاری نہیں ہے۔ ان کے ایک دو دوپٹے لے کر ہم چن کر ٹانک دیتے ہیں۔ یہ کہہ کر دونوں نے مجھ سے دوپٹے لے کر ٹانکے۔ اور یہ ایک خاص جذبۂ احساس ہی تھا جس کے تحت ان کو یہ خیال آیا کہ یہ اس طور پر مصروف رہی ہے کہ اپنے دو چار سفری کپڑے بھی تیار نہ کرسکی۔ مجھے ان چیزوں کا خیال تک نہ تھا نہ کوئی دلچسپی تھی کیونکہ سیّدنا مصلح موعودؓ کی غیر معمولی علالت کی پریشانی اس قدر تھی کہ کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس وقت کے ان کے اس احساس نے مجھے اس قدر متأثر کیا کہ آج تک میں وہ کیفیت بھول نہیں سکی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت نواب منصورہ بیگم صاحبہ کی چند یادگار تصاویر

کینیڈا میں بنیادی اینٹ نصب فرماتے ہوئے

ٹچی مان(Techiman)غانا میں لجنہ ہال کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے

چند اور یادیں: عزیزم عمر (ہمارا پوتا ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کا بچہ) کی بارات لاہور جا رہی تھی۔ہم لوگ سب تیار ہو کر اکٹھے ہوئے۔ مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگیں۔" ممانی بشریٰ چوڑیاں پہنیں۔آپ دونوں یہ کیا کرتی ہیں کہ تمام چوڑیاں بلکہ انگوٹھیاں بھی پہننی چھوڑ دیں۔آپ ابھی پہنیں" (آپ دونوں سے ان کی مراد خاکسار اور آپا جان امّ متین صاحبہ) چنانچہ ان کی پہنائی ہوئی چوڑیاں آج تک میں پہنے ہوئے ہوں۔کچھ عرصہ ہوا ایک دن اچانک میرے پاس آ گئیں اور کہنے لگیں "آپ کو مبارک ہو آپ کے ایک پوتے کی "ہاں" ہوئی ہے اور دوسرے کا پیغام دے کر آ رہی ہوں آپ دونوں کے لئے دعا کریں۔" اور جب کبھی بھی میرا ان سے ملنا ہوتا آپ ہمیشہ یہ کہتیں " ممانی بشریٰ! ضرور میرے لئے دعا کرتی رہیں اور بچوں کے لئے بھی۔آپ تو آتی ہی نہیں اور میرا یہ حال ہے کہ میں بھی نکل نہیں سکتی۔" میرا یہ جواب ہوتا کہ منصورہ بیگم میرا وقت نکلنے کا صبح 10-11 بجے تک ہوتا ہے کیونکہ اس وقت طبیعت نسبتاً بہتر ہوتی ہے اس کے بعد طبیعت گر جاتی ہے۔میں شام کو کہیں آ جا نہیں سکتی۔شام کو آپ کے ہاں سب اکٹھے ہوتے ہیں۔میں بیماری کی وجہ سے زیادہ بیٹھ نہیں سکتی اور نہ اُس وقت آ سکتی ہوں۔اُدھر آپ مجبور کہ آپ کو صبح صبح اس قدر کام ہوتا ہے کہ آپ آرام سے بیٹھ کر دو چار باتیں بھی نہیں کر سکتیں۔کیسی مجبوریاں ہیں جو اپنی اپنی جگہ دونوں کی درست ہیں وغیرہ۔اور اس طرح یہ دن گذرتے چلے گئے۔

بڑے رشتوں کا احترام: عزیزہ محترمہ منصورہ بیگم اپنے بڑے رشتوں کے احترام کا بہت خیال رکھتیں۔یہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی اعلیٰ تربیت کا نتیجہ تھا بہرحال آپ نے ہمیشہ اس کی رعایت رکھی ہم دونوں میں سے کسی کو آتے دیکھ کر کھڑی ہو جاتیں مصروفیت کے باوجود فوراً توجہ دیتیں اور اچھی جگہ پر بیٹھنے کی طرف راہنمائی کرتیں۔جب میں نے نئے گھر میں شفٹ ہونا تھا سیّدی ایدہ اللہ کے ہمراہ آئیں اور سیّدی ایدہ اللہ کی معیت میں دعاؤں کے ساتھ مجھے موجودہ گھر میں شفٹ کیا ان الفاظ سے کہ "مہر آپا! گھبرائیں نہیں ہم آتے رہیں گے خدا تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔" اور مَیں نے دیکھا کہ میرے ساتھ ساتھ ان کی آنکھوں میں بھی آنسو بھرے ہوئے تھے۔منصورہ بیگم کو جب کبھی نماز پڑھتے مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا آپ الگ تھلگ نماز پڑھ رہی ہوتیں اور بڑے انہماک سے رکوع و سجود ہوتے اہتمام اور سنوار کر نماز پڑھتیں۔

گذشتہ عید کی دعوت پر جب میں گئی تو میں نے منصورہ بیگم کو کہا کہ "منصورہ بیگم مجھ میں آنے کی ہمت نہ تھی میری طبیعت غیر معمولی خراب ہی چلی آ رہی ہے۔لیکن پھر خیال آیا تھوڑی دیر کے لئے چلی جاؤں اب یہاں آ کر بڑی محظوظ ہوئی ہوں بڑا لطف آیا واپس جانے کو جی نہیں چاہ رہا مگر مجبوراً جلدی جا رہی ہوں کیونکہ زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکتی۔لیکن میں یہ ضرور کہوں گی یہ نیکی جاری و ساری رکھیں یعنی آپ ایسی دعوتیں ضرور کرتی رہیں رونق میں میرا دل بہل گیا۔" میری یہ بات سن کر ہنس پڑیں اور خوش ہو کر مجھے کہا کہ " آپ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے خوشیاں دکھاتا رہے اور میں اس طرح دعوتیں کرتی رہوں۔میں نے تو آپ کی تکلیف کے خیال سے آپ کے لئے خاص طور پر چوکہ اور گاؤ تکیہ بھی لگوا دیا تھا تا کہ آپ کو بیٹھنے میں دقت نہ ہو۔"... لیکن کون جانتا تھا کہ یہ منصورہ بیگم کے ہاتھ کی آخری دعوت ہوگی۔

ان کی تقریر کا موضوع اکثر و بیشتر خلافت سے وابستگی، اولاد کی صحیح معنوں میں تربیت اور اسلامی شعار کو اپنانا ہوتا تھا۔آپ کی آخری تقریر بھی انہی موضوعات کا محور تھی۔اسلامی پردہ اور تربیت اولاد ان کا خاص موضوع تھا۔

اے جانے والی پیاری روح! تو ہمیشہ خدا کی رحمت کی گود میں رہے۔اور تجھ پر سلام اور رحمت کے دروازے ہمیشہ وا رہیں۔آمین...

(اس مضمون کو منگوانے میں محترمہ امتہ الوحید خان صاحبہ۔Wabern نے مدد کی۔ادارہ خدیجہ ان کا مشکور ہے۔)

حضرت آصفہ بیگم صاحبہ کی سیرت کے چند پہلو

از خطبہ جمعہ
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ
فرمودہ 3/اپریل 1992ء

سب سے پہلے میں یہ بتاتا ہوں کہ آپ کی پیدائش 1936ء میں 21/جنوری کو ہوئی اور اس لحاظ سے مجھ سے تقریباً آٹھ برس چھوٹی تھیں۔اور ہماری شادی 1957ء میں جلسہ سالانہ کے بالکل قریب ہوئی۔تاریخ تو مجھے یادنہیں لیکن 17 کا خیال آتا ہے غالباً 17/دسمبر کو ہوئی اور ایک لمبا عرصہ ہمارا اس طرح اکٹھے گزرا کہ باوجود بعض اختلافات کے انہوں نے بڑے صبر کے ساتھ مجھ سے گزارا کیا۔ذہنی اور معاشرتی اختلافات جو روزمرّہ کے رہن سہن کے معیار ہیں ان کے نتیجہ میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ہمارے والدین نے ہمیں بچپن میں بہت ہی سادہ حالت میں رکھا اور نہایت غریبانہ حالت میں زندگی بسر ہوئی۔باوجود اس کے کہ وہ ساری ضرورتیں بھی پوری ہوتی رہیں جو امیروں کے بچوں کو ان معنوں میں نصیب ہوتی ہیں کہ پہاڑوں پر جانا اور شکار وغیرہ دوسرے شوق پورے کرنا تاکہ کسی قسم کے احساسِ کمتری میں مبتلا نہ ہوں لیکن حضرت فضل عمرؓ نے بالارادہ ہمیں Tough بنانے کی کوشش کی اور سادہ زندگی کی جو تعلیم دوسروں کو دیتے تھے اپنے گھر میں بھی یہی تعلیم عملاً جاری تھی۔ان کے ہاں معیار زندگی ہمارے ہاں سے بہت اونچا تھا۔جب ہمارے گھر آئیں تو ایک واقفِ زندگی کے ساتھ بیاہی گئیں۔جس کا روزمرّہ کا گزارہ بھی بہت ہی معمولی تھا تو بہت تکلیف میں وقت کاٹا لیکن بڑے ہی صبر کے ساتھ۔

کبھی مطالبے نہیں کئے۔ساری زندگی میں مجھ پر یہ بوجھ نہیں ڈالا کہ وہ لاؤ جو تمھارے پاس نہیں ہے۔مزاج کے اختلاف کی وجہ سے اور دینی پس منظر کے اختلاف کی وجہ سے رفتہ رفتہ بہت ہی توجہ اور پیار کے ساتھ اور سمجھا بجھا کر ان کی تربیت کرنی پڑی۔شروع میں ان کو جماعت کی خواتین اور جماعت کی تنظیموں سے کوئی ذاتی تعلق نہیں تھا۔لیکن رفتہ رفتہ اس تعلق کو قائم کیا لیکن اس سے پہلے میں آپ کو شادی کے استخارہ سے متعلق ایک بات بتادوں۔

قادیان میں 1945ء،46ء کی بات ہے کہ جب میں نے ان کے ساتھ شادی کا پیغام دینے کا فیصلہ کیا۔حضرت فضلِ عمرؓ کی عادت تھی کہ بیٹوں سے بھی پوچھا کرتے تھے اور بیٹیوں سے بھی پوچھا کرتے تھے۔اپنی مرضی نہیں ٹھونستے تھے۔لیکن اگر کوئی غلط فیصلہ ہوتو اسے سمجھا دیا کرتے تھے کہ یہ مناسب نہیں ہے۔اس طرح ایک بہت ہی اعلیٰ پاکیزہ افہام وتفہیم کے ماحول میں سب کے رشتے طے ہوئے تو میں نے جب ان سے شادی کا فیصلہ کرنا تھا تو اس سے پہلے استخارہ کیا اور رؤیا کی حالت میں یعنی جاگتے ہوئے نہیں بلکہ نیند کی حالت میں (خدائی خبر ملی) اور اس کے الفاظ یہ تھے کہ "تیرے کام کے ساتھ اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا" اس وقت مجھے بڑا تعجب ہوا کہ میرے کون سے کام ہیں۔وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ

آئندہ خدا تعالیٰ مجھ سے کیا کام لے گا لیکن اس میں یہ عجیب پیغام تھا کہ عملاً کاموں میں ان کو شرکت کی اتنی توفیق نہیں ملے گی۔ لیکن میرے تعلق کی وجہ سے خدا ان کو میرے کاموں میں شریک فرما دے گا۔ اور ان کو بھی اس کا ثواب پہنچتا رہے گا۔ اس ثواب میں یہ ہمیشہ بڑے صبر اور رضا کے ساتھ حصہ لیتی رہیں اور ان کے لئے مجھ سے جس حد تک تعاون ممکن تھا، ہمیشہ کیا لیکن خاص طور پر قادیان کے اس سفر کا میرے دل پر بہت گہرا اثر تھا۔

جانے سے دو تین ہفتے پہلے اچانک ان کی حالت بگڑی ہے... اگر میں ان کو چھوڑتا تو ان کے مزاج کا مجھے علم تھا۔ یہ میری موجودگی کے بغیر دوسرے خیال کرنے والے ہاتھوں میں تسلّی نہیں پا سکتی تھیں۔ پھر بسا اوقات ہوتا تھا کہ ایلوپیتھی دوائیاں کام نہیں کرتیں تو مجھے ہومیوپیتھی دینی پڑتی تھی اور خاص طور پر درد کے دوروں میں وہ بہت زیادہ مدد گار ثابت ہوئیں تو میں نے ان کے سامنے یہ معاملہ رکھا کہ میں ٹھہر سکتا ہوں لیکن پھر قادیان کا پروگرام کینسل کرنا پڑے گا اور ساری دنیا سے احمدی آرہے ہیں خصوصاً پاکستانی بڑی محبت اور شوق سے آرہے ہیں اور ہندوستان کے کونے کونے سے احمدی آرہے ہیں لیکن آپ کا فیصلہ ہے آپ بتائیں کہ آپ ٹھہریں گی یا جانا چاہیں گی؟ انہوں نے کہا! میں جاؤں گی۔ چنانچہ یہ جو قربانی تھی اس نے قادیان کا تاریخی جلسہ ممکن بنا دیا۔ پس ان معنوں میں ہمارے ان سب کاموں میں شریک ہو گئیں جو نیکی کے کام ہمیں قادیان میں کرنے کی توفیق ملی اور یہ احسان مجھ پر بہت بھاری ہے۔

... ایک خاص بات جو میرے دل کو بہت ہی بھائی، وہ یہ تھی کہ ایک دفعہ میں نے کہا کہ بی بی میں آپ کے لئے بہت دُعا کر رہا ہوں۔ آپ کو تصور نہیں ہے کہ کس طرح کر رہا ہوں تو کہتی ہیں صرف میرے لئے نہ کریں۔ ساری دنیا کے بیماروں کے لئے کریں اور بھی تو بیمار ہیں وہ بھی تو دُکھوں میں مبتلا ہیں۔ میں نے کہا میں پہلے ہی ان کے لئے دُعا کر رہا ہوں اور کبھی ہوا ہی نہیں کہ تمہارے لئے کروں اور توجہ پھیل کر ساری دنیا میں بیماروں تک نہ پہنچے جس جس ملک، مختلف Continents میں لوگ تکلیف میں مبتلا ہیں تمہارے دُکھ کا فیض دُعاؤں کی صورت میں سب کو پہنچ رہا ہے اس پر چہرے پر بڑا ہی اطمینان آیا اور کہا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے اس طرح ہی دُعا کیا کریں۔

حضرت آصفہ بیگم صاحبہ کی نمازِ جنازہ

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ابتدا میں آپ کا لجنہ وغیرہ سے کوئی ایسا تعلق نہیں تھا کیونکہ تربیت اور رنگ کی تھی لیکن میرے کاموں میں بہت ہی بوجھ اٹھایا ہے کیونکہ میرے تعلقات بہت زیادہ وسیع تھے اور ہر وقت مہمانوں کا آنا جانا، گھروں میں میٹنگز ہوتیں۔ میرا بے وقت گھر سے باہر نکل جانا صبح ایک سفر پر روانہ ہوا کہ رات کو آجاؤں گا لیکن وہاں سے آگے بنگال چلا گیا کئی دفعہ دو دو ہفتے بعد، تین تین ہفتے بعد لوٹا لیکن کبھی بھی عدمِ تعاون کا اظہار نہیں کیا۔ یہ شکوہ نہیں کیا کہ آپ یہ مجھ سے کیا کرتے ہیں۔ مجھے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور بتاتے بھی کچھ نہیں۔ میں سلسلہ کے کام کیا کرتا تھا تو بہت سی ایسی باتیں تھیں جن کا گھر میں اشارۃً بھی ذکر نہیں کرتا تھا۔ اس پر یہ شکوہ کبھی کیا کرتی تھیں کہ باقیوں کو پتہ ہے آپ مجھ سے ہی صرف راز رکھتے ہیں، مجھ سے فلاں نے پوچھا

کہ آپ نے فلاں کام کیا۔ فلاں جگہ گئے۔ مجھے نہیں بتایا۔ مَیں نے کہا کہ مَیں تو جماعتی کاموں کو اور گھر کے معاملات کو الگ الگ رکھتا ہوں اور مَیں پسند نہیں کرتا کہ مجھ پر جو جماعتی ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ مَیں ان کا گھر والوں سے ذکر کروں۔ اس طرح پھر گھروں کے دخل شروع ہو جاتے ہیں اور پھر تبصرے اور بہت سی باتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اس طرح میرے کاموں پر غلط اثر پڑنے کا خطرہ ہے تو اس بات کو پھر ہمیشہ قبول کئے رکھا اور

حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کا تابوت قبر کے قریب لایا جارہا ہے

وفات کے دن تک کبھی بھی جماعتی کاموں میں دخل اندازی کی نہ کوشش کی نہ مجھ سے جستجو کی نہ مشورے دیئے۔ اگر مشورے دیئے ہیں تو معمولی مثلاً نمبر 41 (انگلستان میں مسجد فضل کے قریب جماعت کا گیسٹ ہاؤس مراد ہے) کو ٹھیک کرنا ہے مہمان آتے ہیں اور وہ بہت گندی حالت میں ہے۔ وہاں جا کر کام بھی کیا لیکن رفتہ رفتہ جماعت کی خواتین سے تعلق بہت بڑھ گیا اور خاص طور پر ترکِ وطن کے بعد بہت وسیع تعلق ہوا ہے۔ آسٹریلیا میں، فجی میں، سنگا پور میں۔ پھر یورپ کے Continent کے سب ممالک میں، کینیڈا میں، امریکہ میں جہاں جہاں گئیں بہت ہی انکساری کے ساتھ خواتین سے ملتی تھیں اور یہ ایک ایسی خُوبی ہے جو فطرتاً ودیعت ہوئی تھی اس میں کوئی تکلف نہیں تھا۔ کبھی بھی اپنے آپ کو کسی معنوں میں بھی بڑا نہیں سمجھا اور ہر ایک سے برابر محبت و پیار سے ملتی تھیں۔ خاص طور پر انگلستان کی خواتین سے تو بہت ہی تعلق تھا اور کہا کرتی تھیں کہ ان کے بہت ہی احسانات ہیں۔ بہت خدمت کی ہے۔ لیکن یہ تکلیف تھی کہ میں ان سے بیماری کی حالت میں نہیں مل سکتی کیا کروں؟ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ اس حالت میں لوگ آ کر مجھے دیکھیں۔ اس لئے میں اچھی ہوں گی تو پھر ملوں گی۔ پیغام دے دو کہ میرے دل میں قدر ہے میں احسان فراموش نہیں ہوں۔ میں جو روکتی ہوں تو وہ میری مجبوری ہے۔ چنانچہ میں نے جس حد تک بھی مجھ سے ہو سکا لجنہ والیوں کو پیغام بھیجے کہ بی بی کے متعلق وہ غلط تصور نہ کریں نعوذ باللہ ایسا آپ سے عدم تعلق کی وجہ سے نہیں بلکہ تعلق کی وجہ سے ہے اور بہت چند تھے جن کے ساتھ اتنی بے تکلفی تھی یا بیماری کے دوران ہوگئی کہ جن کو آپ اپنے ساتھ برداشت کر لیتی تھیں اور کہتی تھیں کہ انہی کے سپرد خدمت کر دو... بعض دفعہ تسلی کے لئے میں جو باتیں ڈھونڈتا تھا ان میں ایک یہ بات بھی تھی جس کو بڑے ہی جذبۂ شکر کے ساتھ سُنا کرتی تھیں۔ میں نے کہا کہ دیکھو! آج دُنیا میں ایک مریض ہے جس کے لئے اتنی دُعائیں ہو رہی ہیں کہ خدا کی قسم ساری دُنیا میں کوئی مریض ایسا

حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کا تابوت تدفین کی غرض سے قبر کے ساتھ رکھا جارہا ہے

نہیں جس کے لئے اتنی دعائیں ہو رہی ہوں۔ مشرق سے مغرب تک دُنیا بے چین ہے میں نے کہا کہ مجھے خط ملتے ہیں تم اندازہ نہیں کر سکتی کہ کتنے تڑپانے والے خط ہیں۔ آدمی حیران ہو جاتا ہے کالے، گورے، ہر رنگ کے لوگ دور دراز ملکوں میں اس قدر بے قرار ہیں تو خدا نے تمہیں یہ سعادت نصیب کی ہے۔ کہاں سے کہاں تمہیں پہنچا دیا، شکر کرو۔ مجھے کہا کہ آپ لاکھ لاکھ شکر کریں۔ میں نے کہا کہ ہاں میں تو لاکھ لاکھ شکر کرتا ہوں تو آخری دور میں دعاؤں کی طرف، نیک باتوں کی طرف، ذکر الٰہی کی طرف بہت ہی توجہ رہی اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آخری دنوں میں پوری طرح بغیر کسی استثناء کے کامل طور پر راضی برضا ہو چکی تھیں اور اپنے آخری وقت کا اندازہ ہو چکا تھا۔

میری دوست اور راز داں...

حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

مکرمہ صاحبزادی شوکت جہاں صاحبہ۔ England

لجنہ اماء اللہ جرمنی کی فرمائش پر کہ آپ اپنی اُمّی پر کچھ لکھیں، میں ہمت کر رہی ہوں۔ ورنہ پہلے تو کئی دفعہ قلم اُٹھایا کہ اُمّی اور ابّا پر کچھ لکھوں۔ مگر کبھی تو آدھا لکھ کر چھوڑ دیا اور کبھی جذبات نے آگے لکھنے نہ دیا۔ اب بھی تھوڑا سا ہی لکھ سکوں گی۔

خوبیاں تو ہر انسان میں ہی ہوتی ہیں پر رنگ جُدا جُدا ہوتے ہیں۔ مگر بعض خوبیاں ایسی ہوتی ہیں کہ آدمی سوچتا ہے کہ کاش یہ خوبیاں میرے میں بھی پیدا ہو جائیں۔ تو میری اُمّی کے مزاج کی نرمی بھی ایسی ہی تھی، اب سوچتی ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ کتنی نرم دل تھیں۔ کبھی اُمّی کو کوئی سخت بات بھی سُنا جاتا تھا تو اُمّی پلٹ کر جواب نہ دیتی تھیں۔

مہمان نواز اور سادہ مزاج تھیں بچپن میں ہم گھر میں کوئی ایسی جگہ ڈھونڈا کرتے تھے کہ اکیلے بیٹھ سکیں۔ کوئی نہ کوئی گھر میں آیا ہی رہتا تھا، پھر ابّا کا اکثر ہی دفتر سے فون آجایا کرتا تھا کہ ''آج اتنے آدمی میرے ساتھ ہونگے تو کھانے کا انتظام کرلو''۔ امی کے ساتھ اکثر میں بھی لگ جاتی تھی کہ جلدی جلدی کیا ہو سکتا ہے جو ہم کھانے پہ رکھ سکیں۔ یہ وہ زمانے تھے کہ ابھی بڑے فریزر نہیں آئے تھے یا شاید ابھی ہمارے گھر نہیں آیا تھا اور ربوہ کے بازار میں بھی ریڈی میڈ (Readymade) کھانا نہیں ملتا تھا۔ لیکن ہم پھر بھی کچھ نہ کچھ کر کے انتظام کر ہی لیتے تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ دوپہر کو

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بیٹی صاحبزادی طوبیٰ کے ہمراہ سپین 1982ء میں

ملازم آرام کے لئے اپنے کوارٹروں میں چلے گئے ہوتے تھے اور اُمّی اور میں اکیلے ہی لگے ہوتے تھے۔ میں اُمّی کو کبھی کہتی تھی کہ ''آپ ملازموں کو کیوں نہیں بُلواتیں؟ اکیلی ہی لگی ہوتی ہیں''۔ تو کہتی تھیں کہ ''نہیں اُنھیں آرام کرنے دو، وہ صبح سویرے سے اُٹھ کر کام کر رہے ہوتے ہیں''۔

بہت غریب پرور تھیں۔ لوگوں کے کام بڑی خوشی سے آتی تھیں۔ کبھی کسی کا جہیز بن رہا ہے۔ کوئی عورت کہہ جاتی تھی کہ میرے بچے کی شادی ہے مگر میرے لئے مشکل ہے کہ لاہور وغیرہ جاؤں اور کپڑے زیور وغیرہ بنواؤں۔ اُمّی لاہور کے پھیرے لگا رہی ہیں اور جہیز اور بری وغیرہ تیار کر رہی ہیں۔ عام طور پر لوگ کام تو کر دیتے ہیں مگر اس طرح جیسے سر سے اُتار رہے ہوں مگر اُمّی بہت دل لگا کر دوسروں کے کام کرتی تھیں۔ Taste بھی بہت اچھا تھا اور سامان تیار ہو جاتا تھا تو بہت خوبصورت پیکنگ کر کے سجا سنوار کے دیا کرتی تھیں۔ اس قسم کے رونق میلے تو کئی دفعہ ہمارے گھر میں لگتے اور ہم بھی بڑے شوق سے جہیز کو پیک ہوتے اور وصول کرنے والوں کے چہروں کی خوشیاں دیکھتے۔

حضورؒ کی گود میں دائیں جانب آپؒ کی صاحبزادی شوکت جہاں صاحبہ ہیں

امی کی طبیعت بہت پُر مزاح تھی۔ ہنسنے مُسکرانے والی عادت تھی اس سے لوگوں کو یہ تاثر پیدا ہوتا کہ ایسے ہی لا پرواہ سی ہیں یہ، لیکن حقیقت بالکل بر عکس تھی۔ مجھے یاد ہے کہ ابّا کی خلافت کا پہلا سال تھا، میں ربوہ گئی تو اُمّی بہت تھکی ہوئی اور اُداس لگ رہی تھیں۔ پوچھنے پر کہنے لگیں کہ لوگوں کے غم سُن سُن کر تو میں بیمار پڑ گئی ہوں، کئی دفعہ راتیں جاگتے گزرتی ہیں میری۔ ابا کی خلافت سے پہلے بھی بہت اطاعت کرتی تھیں۔ جو بات ابّا کو پسند نہ

ہوتی تھی ہمیں روکتی تھیں کہ یہ بات یا حرکت نہ کرو تمہارے ابا کو پسند نہیں، یہاں تک کہ کھانے میں بھی اگر اُمّی کو کوئی چیز پسند تھی مگر ابا زیادہ شوق سے نہیں کھاتے تھے تو وہ ہمارے گھر میں نہیں بنتی تھی۔ جب ابا کبھی ربوہ سے باہر گئے ہوتے تو تب اپنے لئے بنوا لیتی تھیں۔

جب ابا کی ہجرت ہوئی اور لندن آئے تو کچھ سالوں کے بعد ابا نے محسوس کیا کہ اُمّی شاید پاکستان کے لئے بہت اداس ہیں۔ اُداس تو خیر ابا بھی بہت ہوتے تھے، مگر ابا کو ہمیشہ اپنے سے زیادہ لوگوں کے جذبات کا ہی خیال رہتا تھا۔ بہرحال ابا نے اُمّی کو کہا کہ ''میں تو مجبور ہوں اور جا نہیں سکتا مگر تم تو جا سکتی ہو۔ تم کچھ عرصہ کے لئے پاکستان ہو آؤ، سب سے مل کر اور اپنا گھر دیکھ کر دل بہل جائے گا''۔ مگر اُمّی نے انکار کر دیا۔ میں نے ابا کے جانے کے بعد اُمّی کو کہا کہ ''جب ابا بھی کہہ رہے ہیں تو آپ ہو آئیں''۔ تو کہنے لگیں کہ ''نہیں اگر میں ایک دفعہ بھی ہو آئی تو ابا کو پاکستان نہ جا سکنے کا زیادہ احساس ہوگا، اس لئے میں نے نہیں جانا''۔ وہ میری ماں ہی نہیں بلکہ میری دوست اور رازداں بھی تھیں۔ اپنے بچوں کے ساتھ اُمّی کا سلوک ہمیشہ دوستوں والا ہی رہا۔ اُن کے بعد میں نے اپنی ماں ہی نہیں بلکہ اپنی عزیز دوست بھی کھو دی۔ پر آفرین ہے ابا پر کہ جماعت کے بے انتہا کاموں کے باوجود ابا نے صرف باپ کی طرح ہی نہیں بلکہ ماں کی طرح بھی ہمارا خیال رکھا اور ہم میں ہنستے مُسکراتے جینے کا حوصلہ پیدا کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے عظیم والدین کو ہمیشہ اپنی رحمت اور محبت کی چادر میں لپیٹے رکھے۔ آمین

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اور حضرت آصفہ بیگم صاحبہ صد سالہ جوبلی کے موقع پر بچوں میں سویٹس تقسیم فرما رہے ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اپنی بڑی بیٹی کے ہمراہ

محبتوں کے نصیب

(از کلام طاہر صفحہ 87)

مِرے درد کی جو دَوا کرے، کوئی ایسا شخص ہوا کرے
وہ جو بے پناہ اُداس ہو، مگر ہجر کا نہ گِلہ کرے
مِری چاہتیں مِری قُربتیں جسے یاد آئیں قدم قدم
تو وہ سب سے چُھپ کے لباسِ شب میں، لپٹ کے آہ و بُکا کرے
بڑھے اُس کا غم تو قرار کھو دے، وہ میرے غم کے خیال سے
اُٹھیں ہاتھ اپنے لئے تو پھر بھی مِرے لئے ہی دعا کرے
یہ قصص عجیب و غریب ہیں، یہ محبتوں کے نصیب ہیں
مجھے کیسے خود سے جدا کرے، اُسے کچھ بتاؤ کہ کیا کرے
کبھی طے کرے یونہی سوچ سوچ میں وہ فراق کے فاصلے
مِرے پیچھے آ کے دبے دبے، مِری آنکھیں مُوند ہنسا کرے
بڑا شور ہے مرے شہر میں، کسی اجنبی کے نُزول کا
وہ مری ہی جان نہ ہو کہیں، کوئی کچھ تو جا کے پتہ کرے

بہت ہی پیار کرنے والی ایک ہستی

حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ

حرم حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

مکرمہ ثریا مقصود صاحبہ۔ Rödelheim Frankfurt

حضرت بی بی آصفہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ بے شمار خوبیوں کی مالک تھیں ۔آپ بہت امیر خاندان سے تعلق رکھتی تھیں ۔آپ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی حرم مبارک تھیں مگر آپ کے مزاج میں عاجزی وانکساری بے انتہا تھی۔کبھی امیر وغریب کا فرق روانہیں رکھتی تھیں ،گھر پر کام کے لئے خانساماں موجود ہونے کے باوجود بارہا کھانا خود بھی بنا لیتیں اور بھی بہت سے کام خود کرلیا کرتی تھیں۔

مجھ پر آپ کے بہت احسانات ہیں۔آپ میری بچیوں سے بہت پیار کرتی تھیں۔ جب میری بیٹی عزیزہ ریحانہ کا رشتہ طے ہونا تھا تو ازراہ شفقت محترمہ بی بی صاحبہ نے لڑکے کو لندن بُلا کر حضور رحمہ اللہ سے ملوایا اور اس طرح یہ رشتہ حضور رحمہ اللہ کی خوشنودی سے طے ہوا۔

مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں ہمیشہ میرا ذکر کرتے وقت ''میری ثریا'' کہا کرتی تھیں۔1991ء میں جب آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ہمراہ قادیان تشریف لے جانا تھا تو بہت پیار اور شوق سے مجھے بھی اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا اور فرمایا''تم ساتھ ہوگی تو مجھے بہت اچھا لگے گا اور وہاں صاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ (دختر حضرت مصلح موعودؓ) بھی آئی ہوں گی اُن سے بھی مل لیں گے۔'' چونکہ آپ بی بی حکمی صاحبہ کو بہت عزیز رکھتی تھیں اس لئے خاص طور پر اُن کا ذکر فرمایا لیکن میرا پروگرام نہ بن سکا، آپ نے مجھ سے فرمایا''ریحانہ کیلئے شادی کے کپڑے میں وہاں سے لے آؤں گی۔'' چنانچہ میں نے کچھ پیسے مکرمہ صادقہ حبش صاحبہ کے ہاتھ آپ کو بھجوائے۔قادیان جا کر آپ کافی بیمار ہو گئیں اور آپ کو حضور رحمہ اللہ سے پہلے ہی لندن واپس آنا پڑا۔آپ نے لندن واپس آنے سے پہلے اپنی صاحبزادیوں سے اس خواہش کا اظہار فرمایا''میں نے ریحانہ کی شادی کے لیے جوڑے خریدنے ہیں''۔ طبیعت کی خرابی کے پیش نظر بچیوں نے فکر کا اظہار کیا مگر آپ پھر بھی میری بیٹی کے لئے وہاں سے کافی چیزیں خرید کر لائیں۔جب لندن واپس تشریف لائیں تو آپ کی طبیعت کافی بگڑ چکی تھی میں آپ کی عیادت کے لئے لندن گئی تو فرمایا''ثریا پتہ نہیں تم پاکستان جا سکو گی یا نہیں اس لئے میں قادیان سے ہی تمھاری چیزیں لے آئی ہوں۔'' میں نے کہا''بی بی آپ چیزوں کی فکر نہ کریں ۔اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے(آمین)''یہ میری سیّدہ بی بی صاحبہ کی وفات سے پہلے آخری ملاقات تھی۔کچھ عرصے کے بعد جب میں نے اور بی بی فائزہ صاحبہ نے سوٹ کیس کھولے تو میری چیزوں کے علاوہ اوروں کی بھی امانتیں تھیں جو آپ نے سنبھال کر رکھی تھیں۔

لندن میں حضور رحمہ اللہ کے گھر پر کچھ خواتین اپنے شوق اور خوشی سے ڈیوٹی کرنے آتیں ان میں سے ایک سادہ مزاج خاتون جو کہ کافی دور (ایسٹ لندن) سے جمعہ والے دن آتی تھیں وہ بڑے شوق اور لگن سے خدمت بجالاتیں،ان کے بیٹے کی شادی تھی ،انہوں نے باتوں باتوں میں ذکر کیا کہ''کوئی نہیں جو اس موقع پر خریداری اور بَری بنانے میں میری مدد کرے۔'' اُس کی بات سن کر حضرت بیگم صاحبہ نے فرمایا''فکر نہ کریں میں مدد کردوں گی۔'' آپ نے انہیں نہ صرف شاندار ملبوسات اور زیورات بنوا کر دیئے بلکہ نہایت مناسب قیمت میں ان کی دوسری چیزیں بھی تیار ہو گئیں۔یوں ان خاتون کو حضرت سیدہ بی بی صاحبہ کی طرف سے مدد کے ساتھ ساتھ برکت بھی مل گئی۔بیگم صاحبہ نے ایک ٹوکری پر گوٹا کناری اور کپڑا لگا کر بہت خوبصورت تحفہ بنا کر دیا اور فرمایا کہ''یہ دُلہن کی سنگھار میز پر رکھنے کے لئے ہے اس میں زیور اور چھوٹی موٹی چیزیں رکھ لیا کرے''۔سب لوگوں کو یہ ٹوکری بہت پسند آئی، جو دیکھتا تعریف کئے بغیر نہ رہتا۔

غرض کونسا کام ایسا تھا جو سیّدہ بی بی صاحبہ نہ جانتی تھیں۔کھانا پکانا، گھر کو سجانا خریداری کرنا، آپ نے سلائی کا کورس بھی کیا ہوا تھا۔آپ بہت شاندار سلائی کرتی تھیں۔جب آپ جرمنی تشریف لاتیں تو خاکسار آپ کے ساتھ خریداری کے لئے جاتی ، بہت سلیقے سے خریداری کرتیں بلکہ میں نے خریداری کرنا آپ سے ہی سیکھا ہے۔خاکسار کو آج بھی اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ مجھے آپ کے ساتھ فرینکفرٹ سے خریداری کرنے کا موقع ملا، آپ نے شیشے کی ایک خوبصورت ٹرے خریدی اور مجھے بھی فرمایا کہ تم بھی لے لو۔آج تقریباً پچیس سال گزرنے کے بعد بھی وہ ٹرے میرے گھر میں استعمال ہو رہی ہے۔

الحمدللہ بی بی صاحبہ کے بارے میں میری یہ چند یادیں ہیں جو ہمیشہ میرے ساتھ رہیں گی اور اس پیاری ہستی کی ہمدردی اور شفقت کا احساس دلاتی رہیں گی ۔دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات ہمیشہ بلند سے بلندتر فرماتا چلا جائے۔آمین ثم آمین

میری یادیں

سیرت حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم ومغفور

(اس مضمون کے لئے جب ہم نے محترمہ حضرت سیدہ امۃ القدوس صاحبہ سے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ میں پچھلے دنوں ان کے متعلق لکھوا چکی ہوں، اس میں سے شائع کر لیں چنانچہ اس مضمون کو بھجوانے میں محترمہ امۃ الشافی صاحبہ جنرل سیکرٹری لجنہ اماءاللہ بھارت نے ہماری مدد فرمائی اس تعاون کے لئے ادارہ خدیجہ رسالہ ان کا مشکور ہے۔)

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ o وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ o۔یعنی ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور باقی رہنے والا ہے تیرا رب! جو جلال اور عزت والا ہے۔ (سورۃ رحمان آیت 28,27)
لیکن جو اس دنیا میں رہ کر اپنی زندگی میں نمایاں قربانیاں کرے، جو دین اور دنیا کو فائدہ پہنچانے والی ہوں تو ایسی ہستیاں مرنے کے بعد بھی زندہ رہتی ہیں اور اُنکی قربانیوں کو دیکھ کر اگلی نسل اُنکے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرتی ہے۔صاحبزادہ مرزا وسیم احمد مرحوم ومغفور بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے آپ یکم اگست 1924ء کو پیدا ہوئے اور اپنی زندگی وقف کر کے قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ کی خواہش کے مطابق قربانیاں کرتے ہوئے 29/اپریل 2007ء کو اپنے پیارے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

14/اکتوبر 1952ء کو انکی شادی خاکسار سے ہوئی۔یہ رشتہ بھی عجیب طرح طے ہوا کہ ابا جان حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی وفات سے چند ماہ قبل حضرت اماں جانؓ حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے رشتہ لیکر آئیں۔ابا جانؓ نے سنکر صرف یہ کہا کہ ''میری بیٹیاں حضرت خلیفۃ المسیح کے سپرد ہیں جو ان کا منشاء ہو میں راضی ہوں اس پر۔''پس اس طرح یہ رشتہ طے ہو گیا۔

پارٹیشن کے بعد حضورؓ کی منشاء کے مطابق آپ قادیان میں آئے اور پھر اکتوبر 1952ء میں پندرہ دن کے پرمٹ پر ربوہ آئے تو شادی ہوئی۔
شادی کے دس دن بعد میرے کچھ کاغذات شیخوپورہ سے حاصل کرنے تھے۔جس کے لئے ہم شیخوپورہ گئے واپسی پر نصف رستہ میں حضورؓ کی دوسری گاڑی ملی جس میں ان کی والدہ اور بھائی بیٹھے تھے۔انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کا خط ان کو دیا۔جس میں تحریر تھا کہ ''جہاں تمہیں یہ خط ملے واپس لاہور چلے جانا کیونکہ یہ اطلاع ملی ہے کہ تمہیں یہاں روک لیا جائے گا اس لئے فوراً لاہور پہنچ کر جہاز کی سیٹ کراؤ اگر سیٹ نہ ملے تو چارٹر جہاز کرا کر بھی جانا پڑے تو چلے جانا کیونکہ اگر تم یہاں رہ گئے تو مجھے ڈر ہے کہ قادیان خالی نہ ہو جائے۔'' حضورؓ کی چٹھی پڑھ کر اطاعت کے ساتھ فوراً گاڑی مڑوالی اور لاہور کی طرف روانہ ہو گئے۔ایک غم تھا کہ جاتے ہوئے ابا جان سے نہ مل سکونگا۔یہ اُس بیٹے کی محبت تھی جو قربانی کر کے قادیان میں ٹھہرا ہوا تھا اور چند دن کے لئے آیا تھا۔صبح ہوئی ابھی دس نہیں بجے تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت چھوٹی آپا لاہور پہنچ گئے۔حضورؓ نے فوری طور پر میاں مظفر احمد صاحب کو بلایا جب معلوم ہوا کہ یہ صرف افواہ ہے۔میاں مظفر احمد صاحب نے حضور کو تسلی دلائی کہ پانچ دن رہ گئے ہیں اپنے وقت پر قادیان جائیں۔چنانچہ 25/اکتوبر 1952ء کو یہ واپس قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔حضورؓ خود ایئرپورٹ پر چھوڑنے گئے اور جب تک جہاز جاتا نظر آتا رہا دیکھتے رہے۔معلوم ہوتا تھا کہ حضورؓ کو سکون مل گیا کہ قربانی کرنے والا بیٹا منزل مقصود پر پہنچ گیا۔

خاکسار پاسپورٹ سسٹم جاری ہونے کے بعد آپ کے ساتھ مارچ 1953ء میں قادیان آئی۔اُس وقت قادیان میں تھوڑی سی عورتیں تھیں۔آپ نے مجھے پہلی نصیحت یہی کی کہ ''دیکھو تم سب کو چھوڑ کر آئی ہو

اب یہاں کے لوگ سب تمہارے بہن بھائی ہیں۔ان کے ساتھ محبت سے رہنا۔ ہر ایک کے ساتھ اچھا تعلق رکھنا۔ ہر ایک کے دکھ سکھ میں شامل ہونا۔'' الحمدللہ ان کی اس نصیحت پر عمل کیا اور کر رہی ہوں۔آپ کی طبیعت نہایت سادہ تھی اور یہی سادگی اور خاکساری آپ مجھ سے بھی چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار۔اُس کی عبادت میں شروع سے میں نے ان کو بہت با قاعدہ پایا۔نماز با جماعت میں بہت با قاعدہ تھے۔ بہت لمبا عرصہ خود نماز باجماعت پڑھاتے رہے۔ رمضان المبارک میں نمازوں کا الگ ہی رنگ ہوتا تھا۔ ہر وقت باوضو رہنے کی عادت تھی۔میرے سامنے ابتدا میں کئی بار مشکلات کے دن آئے لیکن آپ نے مستقل مزاجی سے کام لیا۔ایک موقع پر جب حکومت کا خیال تھا کہ درویشوں کو کالج کے ہوسٹل میں منتقل کر دیا جائے۔ مردوں اور عورتوں کو نصیحت کی پھر گھر آ کر کہنے لگے'' دیکھو ہو سکتا ہے یہ مجھ پر ہاتھ ڈالیں لیکن تم نے ثابت قدم رہنا ہے دعائیں کرنی ہیں رونا دھونا نہیں۔'' اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ آپ کی اور درویشوں کی دعائیں قبول ہوئیں۔اس کے علاوہ بھی کئی مشکلات کے مواقع پر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کے نظارے میں نے دیکھے۔

نماز با جماعت کے بعد ہمیشہ سنتیں اور وتر گھر آ کر پڑھتے سوائے وفات سے چند سال پہلے کے۔تلاوت قرآن کریم اور نماز میں قرأت بڑی پیاری آواز سے کرتے۔آخر بیماری میں بھی نماز با جماعت نہیں چھوڑی۔بعض وقت تو مسجد سے آتے تو اتنا تھکے ہوتے کہ نڈھال ہو کر کرسی پر بیٹھ جاتے اور کہتے کہ'' اب تم کھانا کھلاؤ مجھ میں طاقت نہیں۔'' سفر میں ہمیشہ میں ساتھ رہی۔ مجھے ساتھ بٹھا کر نماز باجماعت پڑھتے۔جس دن ہسپتال دکھانے لیکر گئے مغرب عشاء کی نماز لیٹے لیٹے ادا کی۔آپ کا طریق تھا کبھی زیادہ بیمار ہوں اور لیٹے لیٹے نماز پڑھنی ہو مجھے پاس بٹھا لیتے کہ'' تم تھوڑی تھوڑی دیر بعد اللہ اکبر کہتی رہنا کہیں میں سو نہ جاؤں۔''

آخری نماز مغرب عشاء کی اسی طرح ادا کی۔شادی کے بعد میرا ہر وقت بہت خیال رکھتے تھے۔کہتے تھے'' تمہیں نیشنیلٹی مل جائے تو سارے ہندوستان کی سیر کراؤنگا۔'' پانچ سال کے بعد جب مجھے نیشنیلٹی مل گئی تو اپنے وعدہ کے مطابق آہستہ آہستہ سارے انڈیا کی سیر کرائی۔میرے علاوہ تینوں بچیوں کو ان کی شادی سے قبل سارے ملک کی سیر کرا کر ان کو بھجوایا۔کہتے تھے'' ان کو یاد رہے کہ ہم کس ملک میں پیدا ہوئے کہاں رہے۔''

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب

آپ اپنے سب بچوں سے بہت پیار کرتے تھے اور تینوں بیٹیاں شادی ہو کر دوسرے ملک چلی گئیں۔جب آتیں تو ان کا پیار دیکھنے والا ہوتا۔پھر بیٹا بھی پڑھنے باہر چلا گیا۔آخری عمر میں ہمیشہ مجھے بار بار دعا کے لئے کہتے کہ'' دعا کرو جب میرا آخری وقت آئے میرے چاروں بچے میرے پاس ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی۔عزیزہ کوکب اسی دن پہنچی جب ہسپتال گئے ہیں۔ساری دوپہر اُس سے باتیں کیں سب کا حال پوچھا۔باقی بچے بھی دوسرے دن زندگی میں ہی پہنچ گئے اگر چہ ان کو ہوش نہیں تھا۔میرے بارے میں ہمیشہ فکر کا اظہار کرتے۔الگ الگ بچوں کو نصیحت کی کہ میرے بعد امی کو کوئی تکلیف نہ ہو وغیرہ۔مجھے بھی یہی نصیحت کی کہ'' قادیان نہیں چھوڑنا عہد کر لو یہیں رہنا ہے جیسے میرے ساتھ رہی ہو۔''

خلافت سے بے انتہا محبت تھی۔بے ہوش ہونے سے تھوڑی دیر پہلے حضور کا فون آیا۔خود بات کی حضور نے دوائیاں بتائیں وہ لکھوائیں اس قدر خوش تھے حضور سے بات کر کے۔پھر مجھے کہنے لگے'' تمہارے لئے بھی حضور نے دوائی بتائی ہے۔'' میرے پوچھنے پر کہ حضور نے خود بات کی ہے۔خوشی سے کہنے لگے ہاں حضور کا اپنا فون تھا۔

جب جون 1954ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان اور بھارت کی لجنات کا کام خاکسار کے سپرد کیا اور پھر ایسے حالات میں جبکہ پارٹیشن کے بعد تمام جگہوں کا کام بالکل بند ہو چکا تھا۔میں بہت گھبرائی کہ اتنا بڑا کام کس طرح کروں گی۔لیکن آپ نے مجھے ہمت دلائی پھر کام کے طریقے

آہستہ آہستہ سکھائے۔ یہ احساس نہ ہونے دیا کہ مجھے دفتری کام نہیں آتا قدم قدم پر مجھے کام سمجھا کر میری مدد کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اوران کے حوصلہ دلانے سے مجھے بھارت کا کام 44سال کرنے کی توفیق ملی۔ الحمدللہ۔

اب جب بیٹی عزیزہ علیم کے سپرد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پاکستان کی لجنات کا کام کیا۔ تو آپ نے بہت دعائیں کیں مجھے بھی دعا کے لئے کہتے رہے۔ کہنے لگے" پہلے اللہ تعالیٰ کا فضل تمہارے لئے مانگتا تھا۔ اب بیٹی کے لئے دعا کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو اچھے رنگ میں کام سنبھالنے کی توفیق دے۔"

مہمان نوازی کا جذبہ بہت تھا۔ مجھے پہلے دن سے ہی تاکید کی جب کوئی مہمان ملنے آئے خواہ مرد ہو یا عورت جو چیز گھر میں ہو بھجوا دیا کرو۔ گرمیوں میں خاص طور پر شربت بنواتے۔ خود شوگر کی وجہ سے نہیں پیتے تھے مگر میرا بنا ہوا شربت پلانے کا شوق تھا۔ شادی کے بعد ابتدا میں پاکستان کا تو رستہ بند تھا غیر ملک سے جو بھی آتا دعوت پر بلاتے تھے اور کہتے کہ" کھانا تم نے پکانا ہے۔" جلسہ سالانہ پر بھی غیر ملکی احباب کو کھانے پر مدعو کرتے۔ جب 1992ء میں میری آنکھ کا آپریشن ہوا تو کہنے لگے" باہر سے فلاں فیملی آئی ہے تمہیں ڈاکٹر نے چولہے کے پاس جانے سے منع کیا ہے۔ ایسا کرو کچھ پکوا کر مہمانوں کو بھجوادو۔" الحمدللہ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

سالہا سال سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے قیامگاہ دارالمسیح کا کام کرنے کی خاکسار کو توفیق ملی۔ جلسہ سے قبل جب نیچے دارالمسیح کا بند حصہ کھول کر صبح سے رات تک صفائی کرتی۔ مہمانوں کے لئے بستر رکھتی تو بہت زیادہ کام کرتے دیکھ کر کہتے کہ" جلسہ آتا ہے تو تمہیں اتنا کام کرتے دیکھ کر مجھے خوشی ہوتی ہے۔" جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے کہ طبیعت بیحد سادہ تھی۔ اکثر کہتے "میرا کھانا میز پر رکھ دو میں دفتر سے آکر کھالونگا۔ تم جلسہ کا کام کرو۔" لیکن جب کھانا کھانے بیٹھتے تو مجھے بھی کھانے کے لئے اصرار سے بلاتے۔ چندہ جات میں بہت باقاعدہ تھے۔ خصوصیت سے وصیت کی ادائیگی کی طرف بہت توجہ تھی۔ ہمیشہ خلیفۂ وقت کی طرف سے کوئی تحریک ہوتی فوراً چندہ ادا کرکے کہتے" دعا کرو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول کرے۔" صدقات کثرت سے دیتے۔ تین چار سال سے روزہ نہ رکھ سکتے تھے۔ لیکن رمضان شروع ہوتے ہی اپنا اور میرا فدیہ ادا کردیتے۔ میں کہتی میں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے روزے رکھ رہی ہوں کہتے" فدیہ دینے سے اللہ تعالیٰ روزوں کی توفیق دیتا ہے۔"

1991ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ قادیان تشریف لائے۔ میں دہلی نہیں جاسکتی تھی۔ حضورؒ کا کھانا میں نے تیار کیا۔ جسے حضورؒ نے بہت پسند کیا اس کا اظہار کرتے ہوئے مجھے حضورؒ کے لئے کچھ کھانا ہر روز تیار کرنے کی ہدایت کی۔ حضورؒ میرا پکا ہوا کھانا نہایت شوق سے تناول فرماتے۔

2005ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان تشریف لائے اور ماشاء اللہ خاندان مسیح موعودؑ کے افراد بھی کثرت سے تشریف لائے۔ کام اور ذمہ داریاں بہت بڑھ گئیں۔ حضور کا باورچی آیا ہوا تھا لیکن حضور ایدہ اللہ بھی یہاں سے گیا ہوا ڈش بہت پسند کرتے تھے۔ حضور جب واپس گئے تو ہم دونوں دہلی تک اور ایئرپورٹ تک چھوڑنے گئے۔

سفر پر جب بھی ہم جانے لگتے ان کا طریق تھا گھر میں جو بھی ہوتا سب کو بلا کر دعا کراتے صدقہ دیکر گھر سے نکلتے پھر کار میں بیٹھ کر دعا کراتے۔ اپنے کام کی ذمہ داری کو سب سے اہم سمجھتے۔ وقت پر دفتر جاتے۔ اگر کام ختم نہ ہوتو بعض اوقات تین چار بجے گھر آتے۔ ہاتھ میں فائلیں پکڑی ہوتیں اور رات کو بیٹھ کر اپنا کام مکمل کرتے۔ شادی کے بعد اپنے پرسنل خطوط حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ کو، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ، حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ، حضرت چھوٹی آپا اور اس کے علاوہ بہت سے لوگوں کو لکھنے کے لئے مجھے دیتے اب جبکہ آنکھ کے آپریشن کے بعد میرے لئے لکھنا مشکل ہوگیا تو ہمیشہ کہتے تھے" تم میرا نصف کام بٹاتی تھیں۔ لیکن اب مجبوری ہے اللہ تعالیٰ فضل فرمائے تمہاری بینائی جلد ٹھیک ہو۔"

لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھ جاتے آکر مجھے کہتے" میں بھی گواہ ہوں تم بھی گواہ رہنا فلاں کی یہ امانت ہے تم سنبھالو۔" اپنے خاندان والوں کی بیشمار امانتیں رقم کی صورت میں آپ کے پاس تھیں جو کوئی کچھ منگواتا اس کے لفافے میں حساب لکھ کر رکھ دیتے۔ وفات کے بعد الحمدللہ ساری واپس کی گئیں۔ حساب میں بہت پختہ تھے۔ ایک ایک پائی کا حساب لکھ کر رکھتے۔ بیوگان اور یتیموں کا بہت خیال رکھتے۔ عید پر ان کے گھروں میں ملنے جاتے ہر ایک کی خوشی غمی میں شریک ہوتے۔

شکار کا بیحد شوق تھا۔ شادی کے بعد مختلف جگہوں پر جہاں شکار کو جاتے مجھے لیکر جاتے۔ بندوق بھی چلواتے۔ جب بچیاں ذرا بڑی ہوئیں تو ان کو بھی ساتھ لیجاتے۔ بچوں کو سائیکل چلانا، تیرنا، کار چلانی سب کچھ سکھایا۔ خود والی بال کے کھلاڑی تھے۔ ابتدا درویشی میں ان کی ٹیم نے کئی جگہ جاکر میچ

جیتے۔آخری عمر میں جب خود نہیں کھیلتے تھے نماز عصر کے بعد سیر کو نکل جاتے وہاں سے گراؤنڈ میں بیٹھ کر کھیل دیکھتے جس دن لڑکوں کا میچ ہوتا تو بہت شوق سے دیکھنے جاتے۔

جلسہ سالانہ 2006ء کے بعد مجھے ٹھنڈ لگ جانے سے نمونیہ ہو گیا۔ مجھے جالندھر ہسپتال میں داخل کیا۔ میرے پاس عزیزہ کوکب رہی لیکن روزانہ صبح دفتر کا کام ختم کر کے مجھے دیکھنے آجاتے تھے اور شام کو واپس قادیان جاتے تھے۔ میری بیماری کے دوران خود بھی بہت سخت بیمار ہو گئے لیکن بار بار مجھے ہی کہتے "تم اچھی ہو جاؤ۔" لیکن اس بیماری کے بعد آپ کی صحت بہت کمزور ہو گئی۔لیکن باوجود اس کے 2008ء کے کاموں کا آپ کو بہت احساس رہتا تھا۔

وفات سے آٹھ دن قبل پہلے دن کو تیز بخار چڑھا۔ پھر رات کو دوبارہ چڑھ گیا۔صبح ٹیسٹ کرانے کے لئے امرتسر ہسپتال لیکر گئے۔صبح سے شام تک ٹیسٹ ہوتے رہے ڈاکٹر نے کہا کہ "سب ٹیسٹ ٹھیک ہیں۔صرف ایک ٹیسٹ رہ گیا ہے۔جو کل ہوگا" لیکن رات آنے سے قبل شدید گھبراہٹ شروع ہو گئی۔اُسی میں کھانا کھلانے کی کوشش کی لیکن دو لقمے میرے ہاتھ سے بہت مشکل سے کھائے۔اس کے بعد یکدم شدید ہارٹ کا اٹیک ہوا اور کومہ میں چلے گئے۔اس کے بعد ہوش نہیں آئی اور 29 راپریل ساڑھے آٹھ بجے شام کو اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملے۔ مجھے پتہ چلا تو بے اختیار میرے منہ سے حضرت اماں جانؓ کے سنے ہوئے الفاظ نکلے کہ میرے مولیٰ یہ تو مجھے چھوڑ کر چلے گئے لیکن تو نہ چھوڑیو۔اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور اس کے فضل سے بہت صبر کیا۔صبح ہی میرے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کا بہت پیارا تسلی دینے والا فیکس ملا۔جس سے دل کو بہت سکون ملا،اللہ تعالیٰ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے سروں پر سلامت رکھے جو ہر دم ہمارا خیال رکھتے ہیں۔آخر میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں جو آپ کی وفات کے موقع پر خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمائے اپنے مضمون کو ختم کرتی ہوں۔حضور ایدہ اللہ نے آپ کے اوصاف کا ذکر کرنے کے بعد یہ بھی فرمایا کہ "وہ میرے دستِ راست تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں میرا سلطانِ نصیر بنایا ہوا تھا۔"

اللّٰھم اغفرلہ، وارحمہ، وادخلہ، الجنۃ وارفع درجاتہ، فی اعلی علیین۔آمین

بقیہ حصہ خوبصورت یادیں از صفحہ 286

صاحب گجراتی مرحوم میرے والد کی جگہ شامل ہوئے۔

نکاح اور شادی کے لئے میرے میاں جرمنی سے دسمبر 1993ء میں قادیان آئے تو حضرت میاں صاحبؒ نے ہی نکاح پڑھایا اور شادی کی تقریب میں لڑکے والوں اور ہماری طرف سے بھی شامل ہوئے۔محترمہ آپا جان اور آپ کی بیٹی بھی شامل ہوئیں اور خاکسار کو دعاؤں سے رخصت کیا۔

میں جب بھی جرمنی سے قادیان اپنے والدین سے ملنے کے لئے جاتی تو میاں وسیم احمد صاحبؒ سے اور آپا جان صاحبہ سے ضرور ملنے جاتی آپؒ بڑے خلوص سے ملتے۔حال احوال معلوم کرتے اور میرے بچوں کو بہت پیار دیتے۔ایک دفعہ جب میں نے ملاقات کی غرض سے وقت لینے کے لئے فون کیا تو آپؒ نے فون اُٹھایا میں نے آواز نہیں پہچانی اور پوچھا "کون صاحب بول رہے ہیں"۔آپؒ نے جواب دیا کہ "میں نے تو پہچان لیا ہے آپ برکت علی صاحب کی بڑی بیٹی جرمنی والی بول رہی ہیں"۔ میں بہت شرمندہ ہوئی اور معذرت کی۔اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو خداداد صلاحیتوں کے ساتھ کمال کا حافظہ بھی دیا تھا۔آپؒ خاص طور پر درویشوں کی بچیوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔گرمیوں کی چھٹیوں میں اکثر اپنی فیملی کے ساتھ بیٹیوں کی سہیلیوں اور ملنے ملانے والوں کو پکنک پر لے جاتے اور کھانے کا سارا انتظام آپؒ کی طرف سے ہوتا۔آپؒ کی کوشش ہوتی کہ لڑکیاں بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد کے مطابق تیراکی اور سائیکل چلانا سیکھیں۔آپؒ ایک شفیق باپ کی طرح سب کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھتے۔آپؒ کی وفات سے قادیان کے باسیوں نے ایک شفیق اور مہربان باپ کو کھو دیا۔

اللہ تعالیٰ آپؒ پر بے شمار رحمتیں نازل کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا کرے۔آپؒ کی نیک باتوں پر ہم سب کو چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور محترمہ آپا جان صاحبہ کو صحت والی لمبی عمر دے اور تمام اولاد کو خوش و خرم رکھے۔آمین

خوبصورت یادیں

مکرمہ مبارکہ روڈولف صاحبہ۔ Groß Umstast

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحبؓ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور محترمہ حضرت سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ کے بیٹے تھے آپؓ حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر درویش بن کر قادیان دارالامان آ گئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپؓ کا درویشوں اور اُن کے خاندانوں کے ساتھ ذاتی تعلق تھا۔ آپؓ ہمیشہ اُن کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتے۔ آپؓ بلند پایہ عالم دین، باکمال مقرر، حلیم طبع، نرم و مدبرانہ شخصیت اور قائدانہ صلاحیتوں کے حامل تھے۔ قادیان اور ہندوستان میں آپؓ کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

بے شمار خوبیوں کے مالک جن کو ہم ''میاں صاحب'' کہتے تھے آج ہمارے درمیان نہیں۔ لیکن میں آپؓ کی خوبصورت اور کبھی نہ بھولنے والی یادیں آپ کے ساتھ شیئر کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے اپنے بچپن کے وہ دن یاد آتے ہیں جب ہم شام کو کھیل کود کر واپس گھر آتے تو راستے میں ضرور آپؓ سے آمنا سامنا ہوتا آپؓ سیر کر کے واپس جا رہے ہوتے۔ ہم ساری سہیلیاں آپؓ کو سلام کرتیں آپؓ سلام کا جواب دینے کے بعد ہمارا حال ضرور پوچھتے اور ہلکا پھلکا مزاح کرتے۔ آپؓ بچیوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ میں نے لجنہ اماء اللہ کا کام شروع کیا اور بعد میں بطور نائب نگران ناصرات الاحمدیہ بھارت خدمت کی توفیق ملی تو اکثر اوقات محترمہ آپا جان سیدہ امتہ القدوس صاحبہ سے ہدایات لینے کے لئے میاں صاحبؓ کے گھر جانا پڑتا۔ آپؓ دفتر سے گھر آتے تو ضرور ہمارا حال پوچھتے۔

میاں صاحبؓ کے لئے میرے دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلتی ہیں کیونکہ آپؓ نے میرا رشتہ طے کرانے میں بہت مدد کی تھی۔ جب میرے شوہر احمد روڈولف صاحب ہماری شادی سے قبل قادیان کی زیارت اور شادی کی غرض سے آئے تو ایک دن مغرب کی نماز کے بعد آپ مسجد مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت مرزا وسیم احمد صاحبؓ ان کے پاس آئے سلام کے بعد آپؓ نے پوچھا کہ ''تم بیوی ڈھونڈ رہے ہو''۔ احمد روڈولف صاحب نے جواب دیا کہ ''جی ہاں'' لیکن حیران رہ گئے کہ میاں صاحب کو یہ کیسے پتہ چلا کہ میں شادی کی غرض سے آیا ہوں کیونکہ انہوں نے یہ بات امیر صاحب جرمنی کو بھی نہیں بتائی تھی۔ میاں صاحب نے ان سے کوائف مانگے اور دوسرے دن خود بنفس نفیس ہمارے غریب خانے پر تشریف لائے اور میری والدہ صاحبہ سے میرے رشتے کی بات کی۔ میری والدہ صاحبہ نے کہا ''میاں صاحب میں اتنا بڑا فیصلہ اکیلی نہیں کر سکتی کیونکہ میرے شوہر اس وقت امریکہ میں علاج کی غرض سے گئے ہیں''۔ آپؓ نے میری والدہ صاحبہ کو تسلی دی اور فرمایا کہ ''میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں دعا اور اجازت کی غرض سے فیکس کروں گا اور امیر صاحب جرمنی سے بھی معلومات حاصل کروں گا۔ بس آپ صرف دعا کریں اور بچی سے بھی کہیں کہ خود دعا کرے''۔

اللہ کے فضل اور میاں صاحب کی دعاؤں سے میرا رشتہ طے ہوا۔ میرے والد صاحب کی غیر موجودگی میں میاں صاحبؓ از راہ شفقت منگنی کے موقع پر ہمارے گھر تشریف لائے اور کھانا بھی نوش فرمایا کیونکہ اس وقت میرے بھائی بہت چھوٹے تھے، اس تقریب میں میرے چچا جان مکرم محمد یوسف

بقیہ حصہ صفحہ نمبر 285 پر ملاحظہ فرمائیں

باتیں اللہ والوں کی

مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ۔ Frankfurt

میری عمر اس وقت تقریباً 78,77 سال ہے۔ میں تب بہت چھوٹی تھی جب ہمارے خاندان نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ والد صاحب نے قادیان دارالامان میں گھر لے دیا اور ہم والدہ صاحبہ کے ساتھ اُدھر رہنے لگے۔ مجھے خاندانِ مسیح موعودؑ کی خواتین مبارکہ کو دیکھنے کا اس قدر شوق تھا کہ میں اس کوشش میں رہتی کہ کس طرح کوئی موقع پیدا ہو تو میں ان گھروں میں جاؤں۔ ایک مرتبہ میں دارالمسیح میں گئی حضرت امّاں جانؓ کے چولہے پر کچھ پک رہا تھا غالباً آپؓ خود ہی کچھ پکا رہی ہونگی اور چولہے کے قریب ہی کھڑی تھیں۔ چولہے میں آگ روشن تھی۔ آپؓ نے تنگ پاجامہ، لمبا کرتہ اور بڑا سا دوپٹہ لیا ہوا تھا۔ آپؓ کے چہرہ پہ اس قدر نور تھا کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔ میں آپؓ کو دیکھتی جا رہی تھی اور دل چاہ رہا تھا کہ واپس ہی نہ جاؤں۔ بہت بہت سلام ہو آپؓ کی پاک ذات پر۔

پھر حضرت اُمِّ طاہر صاحبہؓ کی ذات میں بھی میرے لئے بڑی جاذبیت تھی۔ میں بہانے بہانے سے ان کے گھر جانے کی کوشش کرتی۔ ایک مرتبہ میں اپنی پڑوسن خالہ رحمت صاحبہ کے ساتھ جمعہ پڑھنے گئی ان دنوں جمعہ حضرت اُمِّ طاہر صاحبہؓ کے صحن میں ہی ہوتا تھا۔ جمعہ کے بعد خالہ رحمت صاحبہ، حضرت اُمِّ طاہرؓ کے ساتھ ملاقات کرنے اوپر تشریف لے گئیں اور مجھے بھی ساتھ لے لیا۔ ہم آپؓ کے کمرہ میں چلے گئے وہاں دو چار پائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ ایک پر بستر تھا اور ایک خالی تھی۔ ہم بغیر بستر والی چارپائی پر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت سیدہ اُمِّ طاہر صاحبہؓ اندر تشریف لائیں ہمیں ننگی چارپائی پر بیٹھا دیکھ کر فرمانے لگیں کہ ''اِدھر اِس چارپائی پر آ جاؤ'' اور خود بھی اُسی پر تشریف فرما ہو گئیں۔ ہم ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئے وہ فرمانے لگیں کہ ''ٹانگیں اوپر کر لو اور رضائی لے لو''۔ ہمیں رضائی کے اندر اچھی طرح بٹھانے کے بعد خالہ رحمت صاحبہ سے انکا حال احوال پوچھنے لگیں۔ خالہ صاحبہ نے میرے بارہ میں بتایا کہ ''یہ ہمارے محلّہ میں نئے آئے ہیں''۔ آپؓ نے میرے سر پر نہایت شفقت سے ہاتھ پھیرا اور پیار کرتی رہیں۔ آپؓ میں بہت محبت اور خلوص تھا۔ اس کے بعد بھی میں موقع پا کر آپؓ کے گھر پہنچ جاتی اور دل چاہتا کہ کسی نہ کسی طرح دیدار کی پیاس بجھاتی رہوں۔ یہ آپکی آخری بیماری کے دنوں کی بات ہے کہ میں آپؓ کے گھر چلی جاتی، چُھپ چُھپ کر اُوپر چڑھتی، آخری سیڑھی سے جھانک کر آپؓ کو دیکھتی، پھر ڈر کر جلدی سے بھاگتی ہوئی نیچے اُتر آتی۔ پھر جذبۂ شوق زور مارتا، پھر ڈرتی ڈرتی اُوپر جاتی اور سیڑھوں سے جھانک کر واپس آ جاتی۔ اگر اس وقت کوئی مجھے دیکھ لیتا تو سوچتا کہ معلوم نہیں کہ یہ ایسا کیوں کر رہی ہے۔ مگر ایک چھوٹی سی بچی کے دل کی حالت کی کسے خبر تھی جس کے دل میں بس یہی ایک لالچ تھا کہ آپؓ کے پاک چہرہ کی ایک جھلک دیکھ لوں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپؓ کی وفات ہوگئی اور پھر میں آپؓ کو کبھی نہ دیکھ سکی۔ آپؓ کی وفات پر میں نے سات مرتبہ لائن میں لگ کر آپؓ کے مبارک چہرے کا دیدار کیا۔

ایک مرتبہ میں مکرمہ سلیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم سلیمان شاہ صاحب (جو میری بہن بنی ہوئی تھیں) کے ساتھ حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کو ملنے گئی۔ آپؓ نے ہمیں اپنے بستر پر اپنے پاس ہی بٹھالیا۔ میں آپؓ کے ہاتھ دبانے لگی، آپؓ کے ہاتھ بہت نرم تھے۔ آپؓ ہم سے باتیں کرتی رہیں۔ دورانِ گفتگو آپؓ نے سمجھایا کہ عورت کے اپنے نام بھی کوئی جائیداد ہونی چاہیے بعد میں آپؓ نے ہمیں ستّو بھی پلائے۔ ایک دفعہ میں اور مکرمہ سلیمہ بیگم صاحبہ، حضرت صاحبزادی سیّدہ ناصرہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدھا سے ملنے گئیں۔ مکرمہ سلیمہ صاحبہ نے غالباً صاحبزادی صاحبہ کے پاس چندہ جمع کروانا تھا۔ جب ہم پہنچے تو آپ بہت پیار سے ملیں ہمیں بٹھایا اور کہنے لگیں کہ ''میں اپنے میاں کے لئے ہانڈی بھون رہی تھی، انکا کھانا میں خود ہی پکاتی ہوں''۔ چنانچہ ہمیں بٹھا کر آپ ہانڈی بھون کر واپس آ گئیں۔ آپ نے بہت خوبصورت لباس، لمبے چُنے ہوئے دوپٹے کے ساتھ پہنا ہوا

مکرمہ مبارکہ اشرف صاحبہ۔ Dietzenbach

میرے ابا جان مولوی محمد ابراہیم بقاپوری صاحبؓ جماعت کے فعال رکن تھے۔ جماعتی کام کے سلسلہ میں اکثر گھر سے باہر رہتے تھے ایسے میں حضرت امّاں جانؓ ہمارا بہت خیال رکھا کرتی تھیں۔ میری عمر اس وقت پندرہ برس تھی۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی کوٹھی ہمارے گھر کے قریب تھی۔ حضرت امّاں جانؓ کا معمول تھا کہ آپؓ روزانہ سیر کرتی تھیں اور ہمارے گھر کے دروازے پر ضرور رکتیں اور آپؓ کو دیکھنے کے شوق میں مَیں پہلے ہی دروازے پہ آ کھڑی ہوتی۔ آپؓ ہمیشہ کالے برقعہ میں ملبوس ہوتیں۔

میری پیدائش سے پہلے میری ایک بہن تھیں ان کا نام بھی مبارکہ تھا۔ 15 سال کی عمر میں علالت کے بعد ان کا انتقال ہوگیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد والدہ صاحبہ بہت بیمار پڑ گئیں یہاں تک کہ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا۔ والد صاحب ان دنوں سندھ میں بطور مبلغ تعینات تھے تو حضرت امّاں جانؓ اکثر والدہ صاحبہ کی عیادت کو آیا کرتی تھیں۔ پھر ایک دن والدہ صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ میں چھت پہ کھڑی ہوں اور حضرت امّاں جانؓ مجھے نیچے سے آواز دے کر کہتی ہیں کہ "میری جھولی میں چھلانگ لگاؤ"۔ میں جھجکتی ہوں کہ میں کیسے اتنی بڑی ہستی کی گود میں چھلانگ لگاؤں۔ انہوں نے ایسا تین مرتبہ کہا تو میں نے تیسری دفعہ میں ان کی بات مانی اور ایک پھول کی مانند ان کی گود میں آ گری۔ صبح جب حضرت امّاں جانؓ کو یہ خواب سنایا تو آپؓ مسکرا کر فرمانے لگیں کہ "پہلی دفعہ میں چھلانگ لگا دیتی تو جلد صحت یاب ہو جاتی"۔ میرے دو بڑے جڑواں بھائی مکرم محمد اسمٰعیل صاحب اور محمد اسحٰق صاحب تھے۔ چھوٹے بھائی صحت کے لحاظ سے کافی کمزور تھے۔ ایک دن حضرت امّاں جانؓ نے ان کو دیکھا تو گود میں لے کر نہلانے چلی گئیں۔ روئی گرم کر کے ان کے سینے پہ رکھی اور ایک کپڑا لے کر سینہ اور کمر کو اچھے سے لپیٹ دیا اور اوپر سے کپڑے پہنا دیئے۔ آپؓ ہر دوسرے تیسرے دن آتیں اور ایسا ہی کرتیں آپؓ کی توجہ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بھائی جان کو صحت ہوگئی۔

خدا تعالیٰ ہمیں حضرت اماں جانؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور ان کے درجات ہمیشہ بلند سے بلند کرتا چلا جائے ۔آمین

تھا، اور کانچ کی چوڑیاں بھی پہنی ہوئی تھیں۔ آپ ہمیں سمجھاتی رہیں کہ عورتیں جماعتی کام کے لئے عادتاً کہہ دیتی ہیں کہ یہ بہت ذمہ داری کا کام ہے، ہم نہیں کر سکتے یا ہم نے عہدہ نہیں لینا تو فرمایا کہ "جو عہدہ ملے اسے اللہ کا فضل سمجھنا چاہیئے اور سلسلہ کی خدمت کرنی چاہیئے"۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادی صاحبہ کے درجات بلند کرے اور اعلیٰ علیین میں شامل کرے۔ آمین

اسی طرح میں اور میری بیٹی عزیزہ ناصرہ یاسین ایک مرتبہ صاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ نور اللہ مرقدہا دختر حضرت مصلح موعودؓ سے ملنے گئیں۔ آپ بہت بے تکلف، سادہ اور درویش صفت طبیعت کی مالک تھیں، بہت چاہت سے ملتیں۔ آپ نے ہمیں کمرے میں بٹھایا۔ کمرہ بالکل سادہ طرز میں سجا ہوا تھا۔ آپ ہمیں اپنے بزرگ آباء کی باتیں سناتی رہیں میں نے بھی اپنے ابا کی قبولیت احمدیت کا واقعہ سنایا۔ آپ دوسرے کی بات بھی بہت دلچسپی سے سنتی تھیں۔ جب ہم نے رخصت کی اجازت چاہی تو فرمانے لگیں کہ "کچھ دیر اور بیٹھو"۔ ایک عورت شہد بیچنے آ گئی اور اپنے شہد کی بہت تعریف کرنے لگی میں نے ایک بوتل خرید کر بی بی صاحبہ کو تحفتاً دی۔ ہماری واپسی پر ہمیں روک کر آپ اندر تشریف لے گئیں چند منٹ بعد واپس آئیں تو ہاتھ میں دو بوتلیں شہد پکڑا ہوا تھا۔ ایک مجھے اور ایک میری بیٹی کو دے دیا اور فرمانے لگیں "کہ اُس شہد کا تو پتہ نہیں مگر یہ شہد بالکل خالص ہے"۔ واپسی پر آپ ضرور دروازے تک چھوڑنے آتیں۔ حالانکہ ہم کیا اور ہماری بساط کیا۔ آپ بہت بڑے دل کی مالک تھیں۔ اللہ اور اللہ والوں کی شان یہی ہوتی ہے۔ آپ مجھ سے بہت پیار کا سلوک فرماتی تھیں اگرچہ میں چند مرتبہ ہی آپ سے ملی تھی۔ ایک دفعہ میں جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر مارکی کے اگلے حصہ میں بیٹھی ہوئی تھی اور آپ سامنے سٹیج پر تشریف فرما تھیں جب جلسہ اختتام پذیر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ میری بڑی بیٹی کو (جو قریب ہی ڈیوٹی دے رہی تھی مگر آپ اس بات سے ناواقف تھیں کہ وہ میری بیٹی ہے) کچھ پکڑا کر میری طرف اشارہ کر رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ "وہ جو سامنے عورت بیٹھی ہے یہ اسے دے آؤ"۔ اس نے ایک لفافہ لا کر مجھے دے دیا۔ اس میں ایک نہایت ملائم اور نفیس کپڑے کا سوٹ تھا میں تو اپنی قسمت پر رشک ہی کرتی رہ گئی کہ کہاں یہ بلند ہستی اور کہاں میں ناچیز۔ وہ سوٹ آج بھی آپ کی یادگار کے طور پر میں نے سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ آپ خود ہمیشہ بہت سادہ رہتی تھیں۔ میں آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کی صوفی منش بیٹی کہتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام اللہ والوں کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اللھم آمین

عظیم ہستی

حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مکرمہ ریحانہ گل صاحبہ۔ Gießen

حضرت اماں جانؓ نام ہے ایسی ہی ایک بزرگ ہستی کا کہ جب وہ بیٹی کے روپ میں ہمارے سامنے آتی ہیں تو گھر بھر میں ان کے وجود کی برکت پھیل جاتی ہے۔ بہن کے روپ میں سامنے آتی ہیں تو اپنے دونوں بھائیوں کے لئے جان نثار کرنے والی بہن بن جاتی ہیں اور جب ہم ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رشتہ میں دیکھتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے نظر آتی ہیں کہ ''اے خدا مجھے شوہر کا غم نہ دکھانا مجھے ان سے پہلے اٹھالینا۔'' شوہر سے وارفتگی کا یہ انداز کوئی ملمع سازی نہیں بلکہ یہ تو آپؓ کے دل کی آواز تھی کہ شاید یہ دل اتنا بڑا صدمہ سہہ نہ پائے اور وہی پیار کرنے والی بیوی جب اپنے شوہر کو نزع کی حالت میں دیکھتی ہے تو بڑے درد سے خدا سے التجا کرتی ہے ''اے میرے پیارے خدا! یہ تو ہمیں چھوڑتے ہیں لیکن تو ہمیں نہ چھوڑنا۔'' اور یہی عظیم ہستی جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی اولاد کی ماں کہلانے کا اعزاز حاصل کر لیتی ہے تو دن رات اپنی اولاد کے لئے ان کا سر باری تعالیٰ کے حضور جھکا رہتا ہے۔ میں حضرت اماں جانؓ کی سیرت کے بارے میں وہ چھوٹی چھوٹی باتیں احاطۂ تحریر میں لانا چاہتی ہوں جو میں نے کہیں پڑھی نہیں بلکہ خود اپنے کانوں سے بچپن سے سنتی آئی ہوں۔

میری والدہ محترمہ امتہ الباری صاحبہ قادیان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کو چھ یا سات سال کی عمر میں ہجرت کر کے پاکستان آنا پڑا۔ 20 ستمبر 2011ء کو ان کا انتقال ہوا ہے۔ قادیان میں حضرت اماں جانؓ کا گھر اور میری محترمہ نانی جان کا گھر بالکل آمنے سامنے تھا۔ ڈیوڑھی ایک تھی یا شاید دیوار ایک تھی۔ حضرت اماں جانؓ کا گھر اونچا تھا اور محترمہ نانی جان کا گھر نیچا تھا۔ حضرت اماں جانؓ کے باورچی خانہ سے ہمارا گھر صاف نظر آتا تھا کوئی بات کرنا ہوتی یا آواز دینا ہوتی تھی تو حضرت اماں جانؓ اپنے باورچی خانہ میں آ کر آواز دیتی تھیں میری والدہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ حضرت اماں جانؓ کی طبیعت میں مزاح کا عنصر پایا جاتا تھا، بہت لطیف پیرائے میں بات کرتی تھیں، طبیعت میں تکلف بالکل نہ تھا۔ ہنسی مذاق کرتیں اور بچوں کو پیار کرنے کا ان کا اپنا ہی ایک انداز تھا۔ میری امی جان سے بہت پیار کرتی تھیں۔ جب ہمارے گھر میں ساگ اور مکئی کی روٹی پکتی تھی تو میری امی جان حضرت اماں جانؓ کے گھر دے کر آتی تھیں۔ آپؓ ڈھیروں ڈھیر دعائیں دیتیں اور امی جان کو بھی دعائیں کرنے کی نصیحت کرتی تھیں۔ ایک دعا جو حضرت اماں جانؓ سب لڑکیوں کو سکھاتی تھیں ''اے اللہ میرا نیک جوڑا بنا۔'' والدہ صاحبہ کہتی ہیں کہ ''یہ دعا مجھے اس وقت سکھلائی جب مجھے اس کا مطلب بھی نہیں آتا تھا''۔

چونکہ حضرت اماں جانؓ دہلی سے آئیں تھیں وہاں ان کی زبان اردو تھی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بیاہ کر پنجاب آئیں تو ان کو پنجابی کے لفظ بولنے اچھے لگتے تھے۔ نانی جان کے سامنے والے ایک یا دو دانت ٹوٹ گئے تھے۔ حضرت اماں جانؓ انہیں پیار سے دندبوڑی کہا کرتی تھیں۔ حضرت اماں جانؓ دہی جماتیں اور پھر صبح صبح لسی بناتی تھیں اور پھر اپنے باورچی خانہ میں کھڑے ہو کر نانی جان کو آواز دیتیں۔ ''غلام فاطمہ! باری کو بھیجو آ کر لسّی لے جائے۔'' آپؓ لسّی کے اوپر مکھن کا پیڑا بھی ڈال کر دیتیں۔ آپؓ میرے ماموں جان مکرم بدرالدین عامل صاحب درویش قادیان کو بھی بہت پیار کرتی تھیں۔ ان کو بجلی کا کام آتا تھا۔ بجلی خراب ہوتی یا بلب تبدیل کرانا ہوتا تو ماموں جان کو بلوا لیتی تھیں۔ میری ممانی معراج سلطانہ صاحبہ ماموں جان کی وفات کے بعد اپنی بیٹی کے پاس امریکہ چلی گئی ہیں ان سے رابطہ ہوا تو انہوں نے اپنی یادداشت میں محفوظ کچھ باتیں بتائیں جو میں انہیں کی زبانی بیان کر رہی ہوں۔

بیان کرتی ہیں کہ ''میری خالہ جان اور تمہاری والدہ صاحبہ کی پھوپھو محترمہ زینب بی بی صاحبہ کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فیملی نرس ہونے

کا شرف حاصل ہوا، اس حوالے سے بھی ہمارا ان کے گھر سے تعلق تھا۔ جب میری شادی ہوئی تو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اور لوگوں کے علاوہ حضرت اماں جانؓ، حضرت ام طاہر صاحبہؓ، حضرت آپا عزیزہ صاحبہ اور حضرت چھوٹی آپا صاحبہ تشریف لائیں۔ حضرت اماں جانؓ نے مجھے پانچ یا دس روپے سلامی دی۔ ایک دو دن بعد حضرت اماں جانؓ ہمارے گھر آئیں تو میں جھاڑو دے رہی تھی فوراً میری ساس سے فرمایا ''غلام فاطمہ! دلہن سے ابھی کام نہ کراؤ کام کے لئے تو ساری عمر پڑی ہے''۔

آپؓ ہر روز صبح ایک عورت کے ساتھ بہشتی مقبرے جاتی تھیں، وہاں مالی کی بیوی موتیے کا ہار پرو کر رکھتی تھی جب آپؓ جاتیں تو وہ عورت آپؓ کو ہار دیتی۔ آپؓ گلے میں پہن لیتیں، گھر پہنچ کر دروازے سے ہی آواز دیتیں ''بہو'' میں بھاگی جاتی تو وہ ہار اپنے گلے سے اتار کر میرے گلے میں ڈال دیتیں۔ مجھے نصیحت کیا کرتی تھیں کہ ''میاں کے سامنے خوبصورت بن کر رہا کرو، اچھا لگتا ہے'' کبھی فرماتیں۔ ''میاں کو بہت پیار دینا اور اسے ہمیشہ خوش رکھنا''۔ اپنے باورچی خانہ سے مجھے آواز دیتیں۔ ہمیشہ بہو کہہ کر مخاطب ہوتیں کبھی نام نہ لیتیں۔ میں فوراً ایک کر آتی تو فرماتیں ساڑھی پہن کر دکھانا۔ میں جب ساڑھی پہن کر آتی تو بہت خوشی کا اظہار فرماتیں اور فرماتیں۔ ''ہمیشہ ایسے ہی تیار رہا کرو''

حضرت اماں جانؓ بہت خوش لباس تھیں۔ خوبصورت رنگوں کے کپڑے پہنتی تھیں۔ لمبی قمیض، تنگ پاجامہ جس پر پٹی لگی ہوتی تھی، بڑا دوپٹہ اوڑھتی تھیں جس پر چنٹ بھی ڈلی ہوتی تھی۔ کئی دفعہ اپنے دوپٹے مجھے چنٹ ڈالنے کے لئے دے دیتی تھیں۔ ٹوپی والا برقعہ پہنتی تھیں سفید رنگ کا ترکی کوٹ جس کی دو جیبیں ہوتی تھیں اور پر گول ٹوپی والی ابری ہوتی تھی۔ چھتری لے کر چلتی تھیں۔ اگر کوئی آدمی آجاتا تو چھتری کو نیچے کر کے پردہ کر لیتی تھیں۔

آپؓ کے گھر سے دوسرے تیسرے دن ہمارے گھر تبرک آتا تھا۔ کوئی بھی نئی چیز بنتی تو ہمارے گھر ضرور بھجواتی تھیں۔ آخر میں بس اتنا ہی کہوں گی کہ جب ان بزرگ ہستیوں کی یاد دل میں پیدا ہوتی ہے تو دل آپ ہی آپ بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو جاتا کہ رب العالمین ان متبرک ہستیوں کے درجات بلند کرتا چلا جائے اور ان کی دعاؤں کی برکات اور فیوض سے ہماری زندگیاں ہمیشہ منوّر رہیں۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا فوٹو

مکرمہ سیدہ منورہ سلطانہ صاحبہ۔ Neu-Isenburg

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یورپ میں اشاعت کے لئے ایک کتاب تصنیف کرنے کا ارادہ فرمایا جس کا انگریزی ترجمہ مولوی محمد علی صاحب کو کرنا تھا۔ تجویز یہ ہوئی کہ یورپ میں چونکہ قیافہ شناسی کا علم اتنا ترقی کر چکا ہے کہ لوگ محض تصویر کے خدوخال دیکھ کر صاحب تصویر کے اخلاق کا پتہ چلا لیتے ہیں لہٰذا اس کتاب کے ساتھ مصنف اور مترجم کی تصاویر بھی لگا دی جائیں۔ محض یہ تبلیغی و دینی ضرورت تھی جس کی بناء پر حضور نے اپنا فوٹو اتروایا۔ خود فرماتے ہیں'' میں اس بات کا سخت مخالف ہوں کہ کوئی میری تصویر کھینچے اپنے پاس رکھے یا شائع کرے۔ میں نے ہرگز ایسا حکم نہیں دیا کہ کوئی ایسا کرے اور مجھ سے زیادہ بت پرستی اور تصویر پرستی کا کوئی دشمن نہیں ہوگا۔ لیکن میں نے دیکھا ہے کہ آج کل یورپ کے لوگ جس شخص کی تالیف کو دیکھنا چاہیں اول خواہش مند ہوتے ہیں کہ اس کی تصویر دیکھیں کیونکہ یورپ کے ملک میں فراست کے علم کو بہت ترقی ہے اور اکثر ان کی محض تصویر کو دیکھ کر شناخت کر سکتے ہیں کہ ایسا مدعی صادق ہے یا کاذب۔''

پہلے فوٹو کے لئے انتظام:۔ میاں معراج دین صاحب عمر (انارکلی) لاہور سے ایک فوٹو گرافر لائے جس نے حضورؑ کے تین فوٹو کھینچے۔ دو صحابہ کے گروپ میں اور ایک پورے قد کا علیحدہ۔ دوسرے گروپ میں معمولی تبدیلی کے ساتھ پہلے گروپ کے بزرگ صحابہ ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت اقدسؑ کی عادت غض بصر کی تھی۔ فوٹو گرافر بار بار عرض کرتا تھا کہ حضور آنکھیں ذرا کھول کر رکھیں ورنہ فوٹو اچھی نہیں آئے گی۔ اس کے اصرار پر حضور نے ایک مرتبہ تکلیف کے ساتھ آنکھوں کو کچھ زیادہ کھولا مگر وہ پھر نیم بندسی ہوگئیں۔ فوٹو گرافر نے حضور سے لباس اور نشست کے متعلق بھی معروضات کیں مگر حضور نے انتہائی سادگی اور بے تکلفی سے فوٹو کھچوایا اور یہی رنگ تصویر میں بھی جلوہ گر رہا۔

بعد ازاں میاں معراج دین صاحب عمر نے ان فوٹوؤں کی طباعت کا انتظام کر کے 10/اگست 1899ء کو بذریعہ الحکم ان کی اشاعت کا باقاعدہ اعلان شائع کر دیا۔ یہ فوٹو جو زمانہ ماً موریت کا پہلا پورے قد کا فوٹو ہے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی کتاب ''ذکر حبیب'' میں بھی شائع شدہ ہے۔ (تاریخ احمدیت جلد دوئم ص:۔57,56)

وہ مایہ ناز ہستیاں

مکرمہ بشریٰ طاہرہ صاحبہ۔Wiesbaden Ost

میرے دادا جان مکرم شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی صاحب مرحوم جنہوں نے سلسلہ کی بہت سی کتابیں لکھیں جن میں چند ایک کتابیں مثلاً ''ہمارا آقا، ڈالی ڈالی، سیرت ابن ہشام، دس بڑے مسلمان'' اور اس کے علاوہ ان کی بہت سی تحریرات ہیں۔علاوہ ازیں مختلف موضوعات پر بہت سی کتابیں لکھیں جن پر گورنمنٹ آف پاکستان سے پرائڈ آف پرفارمنس بھی ملا۔

میری والدہ محترمہ امتہ الحفیظ بیگم پانی پتی صاحبہ بتاتی ہیں کہ تمہارے دادا جان ہر سال جلسہ سالانہ پر لاہور سے ربوہ جاتے تو جلسہ سالانہ کے دنوں میں میرے ماموں جان مکرم عبدالمنان دہلوی صاحب مرحوم (جو خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی حفاظتِ خاص کی ٹیم میں بھی رہے ہیں) کے گھر رہائش رکھتے تھے۔جب میرے دادا جان ربوہ میں رہتے تو حضرت چھوٹی آپا جان کا یہ ارشاد تھا کہ شیخ صاحب جتنے دن بھی ربوہ میں رہائش رکھیں ان کا کھانا میرے گھر سے تیار ہو کر آئے گا اس لئے صبح کا ناشتہ، دوپہر کا کھانا اور رات کا کھانا چھوٹی آپا جان کے گھر سے آتا تھا۔ایک دن میری والدہ صاحبہ نے چھوٹی آپا جان سے عرض کی کہ آپ تینوں وقت کا کھانا اپنے گھر سے تیار کروا کر بھجواتی ہیں تو آپ کو زحمت ہوتی ہو گی اس پر حضرت چھوٹی آپا نے میری والدہ سے فرمایا کہ میں تو یہ کھانا تبرک کے طور پر آپ کو بھیجتی ہوں کیونکہ جس ٹرے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو کھانا دیا جاتا ہے میں وہی ٹرے کھانے سمیت آپ کے گھر بھجوا دیتی ہوں تا کہ آپ لوگ حضورؒ کے تبرک سے فیض یاب ہوں۔اس عنایت پر میری والدہ صاحبہ نے چھوٹی آپا جان کا بہت شکریہ ادا کیا اور جب تک میرے دادا جان زندہ رہے وہ اس تبرک سے فیض یاب ہوتے رہے۔الحمدللہ

حضرت چھوٹی آپا جان کے والد حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ جب فوت ہوئے تو ان کو غسل دینے والوں میں میرے دادا جان مکرم شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی صاحب بھی شامل تھے۔

اسی طرح میرے والد شیخ مبارک محمود پانی پتی صاحب مرحوم ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے متعلق اپنا ایک واقعہ سناتے تھے۔یہ واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے دَور کا ہے چونکہ میرے والد صاحب کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افرادِ خانہ سے بہت اچھے تعلقات تھے اور اس دَور میں میرے والد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ جماعتی کام بھی کرتے تھے۔میرے والد صاحب دل کے عارضہ میں مبتلا تھے ایک بار وہ لاہور سروسز ہسپتال میں داخل تھے۔ان کی عیادت کے لئے ایک دن حضرت مرزا طاہرؒ احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) تشریف لائے اور کافی دیر ان کے پاس بیٹھے رہے اور جب وہ واپس گئے تو وہاں پر موجود ڈاکٹر اور عملے کے ارکان میرے والد صاحب کے پاس آئے اور ان سے دریافت کیا کہ یہ صاحب جو ابھی آپ کے پاس سے گئے ہیں کون تھے؟ اس بات پر میرے والد صاحب بہت حیران ہوئے اور انہوں نے ڈاکٹر سے کہا کہ آپ ان کے متعلق کیوں دریافت کر رہے ہیں میرے پاس تو روزانہ ہی عیادت کے لئے بہت سے لوگ آتے ہیں ان کے متعلق تو آپ نے کبھی نہیں پوچھا؟ اس پر ڈاکٹر اور عملے کے ارکان نے جواب دیا ہمیں ان کے چہرے پر بہت نور نظر آیا ہے اور ہم نے ایسا نورانی چہرہ پہلے کبھی نہیں دیکھا۔اس پر میرے والد صاحب نے ان کا نام بتایا اور کہا کہ ''ان کا تعلق جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مسیح موعودؑ سے ہے آپ ہمارے خلیفۃ المسیح الثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو جا کر دیکھو تو ان کے چہرے پر بھی آپ کو ایسا ہی نور نظر آئے گا۔''

میرے والد صاحب فرماتے ہیں کہ اس بات کی سمجھ مجھے مرزا طاہر احمد صاحب کے خلیفۃ المسیح الرابعؒ بننے کے بعد آئی۔ہم خدا کی روشنی تلے کھڑے تھے اور لاعلم تھے۔خدا تعالیٰ ان بابرکت وجودوں سے ہماری جماعت کو ہمیشہ ترقی کے راستے پر چلاتا رہے (آمین)

حضرت اماں جانؓ کا محبت اور پیار کا سلوک

مکرمہ لبنیٰ مبشر صاحبہ، مکرمہ شازیہ مبشر صاحبہ۔ Wiesbaden

ہماری نانی جان مکرمہ شریفہ بیگم صاحبہ حضرت اماں جانؓ سے وابستہ چند یادیں ہمیں بتاتی ہیں کہ کس طرح اُنھوں نے آپ کی والدہ کی پرورش فرمائی اور بعد میں یہ محبت و پیار کا سلوک نانی جان سے بھی روا رکھا۔

ہماری نانی جان کے نانا مکرم مولوی رحمت علی صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے والے اپنے گاؤں پھیرو چیچی کے پہلے فرد تھے۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد آپؓ نے قادیان میں بہشتی مقبرہ میں مالی کی ملازمت اختیار کر لی۔ وہ بتاتے تھے کہ ''حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ کا معمول تھا کہ عصر کے بعد دونوں اکثر بہشتی مقبرہ کی طرف جہاں آپؑ کا آموں کا باغ تھا، چہل قدمی کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ پُل گزرتے ہی اوّل ہمارے غریب خانہ کے پاس آ کر آواز دیتے ''ہمارے مالی صاحب گھر میں ہیں؟'' ہم دونوں میاں بیوی پہلے سے ہی یہ پیاری آواز سُننے کے لئے تیار بیٹھے ہوتے تھے۔''

قادیان کے قیام کے دوران 1907ء کا سال ہوگا کہ ایک دن حضرت اماں جانؓ مکرم مولوی رحمت علی صاحبؓ کے غریب خانہ میں تشریف لائیں اور ان کی بیوی مکرمہ کریم بی بی صاحبہؓ سے فرمایا کہ ''تمہاری دو بیٹیاں ہیں ان میں سے طالعہ بیگم مجھے دے دو میں اس کی اپنی بیٹی کی طرح پرورش کروں گی۔ اس کے ساتھ امتہ الحفیظ کا بھی دل لگا رہے گا''۔ چنانچہ اُسی گھڑی بچی آپؓ کے ہمراہ دارالمسیح چلی گئی۔ خدا تعالیٰ شاہد ہے کہ آپؓ نے اُس بچی کو ایسا پیار دیا کہ وہ اپنا گھر بھی بھول گئی۔ تقریباً سات برس کی تھی جب گئی اور پھر تیرہ برس تک وہ آپؓ کی خدمت میں رہی۔ ہماری منشاء سے ہمارے خاندان میں اس کا رشتہ طے کر دیا۔ خلافتِ ثانیہ کا دور تھا۔ برات پھیرو چیچی سے قادیان پہنچی تھی اور دارالمسیح قادیان سے ہی اُس کا رُخصتانہ ہوا تھا۔

حضرت اماں جانؓ نے جہیز میں اُس زمانہ کے لحاظ سے سب کچھ عنایت فرمایا حتیٰ کہ ایک بہت ہی خوبصورت رنگین سوت کاتنے والا چرخہ بھی آپؓ نے تیار کروا کر جہیز میں دیا۔ تا کہ دیہات میں بیٹی کو کسی سے مانگنا نہ پڑے وہ رنگین چرخہ اُن کی وفات کے بعد بھی گاؤں میں گھر بہ گھر چلایا جاتا رہا۔

ہماری نانی جان بتاتی ہیں وہ دو سال کی تھیں جب اُنکی والدہ صاحبہ فوت ہو گئیں۔ تو حضرت اماں جانؓ نے انکے ساتھ بھی اسی طرح پیار و محبت کا تعلق قائم رکھا۔ جب آپ ذرا بڑی ہوئیں تو حضرت اماں جانؓ کی خواہش پر چند روز اُنکے پاس قادیان میں رہیں۔ ایک دن آپ حضرت اماں جانؓ کے پاس بیٹھی تھیں کہ کسی خاتون نے جو ملاقات کے لئے تشریف لائی تھیں حضرت اماں جانؓ سے پوچھا کہ یہ کس کی بچی ہے۔ تو حضرت اماں جانؓ نے فرمایا کہ ''یہ میری نواسی ہے''۔ بعد میں حضرت اماں جانؓ کسی کام سے کمرہ میں تشریف لے گئیں تو اُس خاتون نے نانی جان سے مخاطب ہو کے پوچھا کہ ''تم کس کی لڑکی ہو''۔ باہر تشریف لاتے ہوئے حضرت اماں جانؓ نے اُنکی بات سُن لی اور فرمایا کہ ''میں نے بتایا نہیں کہ یہ میری نواسی ہے''۔

قادیان میں چند روز گزارنے کے بعد میری نانی جان اپنے ابو کی یاد میں اپنے گھر واپس آ گئیں مگر اب تک حضرت اماں جانؓ کے پیار و محبت بھرے انداز کو یاد کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ''کاش مجھے سمجھ ہوتی اور میں حضرت اماں جانؓ کی قربت میں اپنی زندگی گزارتی۔'' بعد میں ہمارا خاندان ناصر آباد سندھ میں حضرت مصلح موعودؓ کی زمینوں پر آباد ہو گیا۔ ایک دفعہ حضرت مصلح موعودؓ سندھ کے دورے پر تشریف لائے تو حضرت اماں جانؓ بھی ساتھ تھیں۔ ہماری نانی جان اُن سے ملاقات کے لئے گئیں تو بہت محبت سے ملیں۔ باتوں کے دوران جب پتہ چلا کہ ان کی شادی ہونے والی ہے تو حضرت مصلح موعودؓ سے فرمایا کہ ''یہ ہماری نواسی ہے اس کی شادی پر ضرور کچھ دینا ہے''۔ پھر آپؓ نے چھ سو روپے دیئے اور فرمایا کہ ''اس سے اپنا زیور بنوالو۔'' (یہ واقعہ پاکستان بننے سے چند ماہ پہلے کا ہے۔ اس زمانے میں یہ رقم بہت زیادہ ہوتی تھی)۔

کیا شان ہے خدا تعالیٰ کے اس شاہی گھرانے کی کہ اپنے ناچیز غلاموں اور خادموں سے ایسا حسن سلوک جن کو یاد کر کے اب بھی آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں لاکھ شُکر بھی کریں تو اِن پیاروں اور برگزیدوں کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہر آن آپؓ کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔ آمین

میں نے بھی فیض اس کا پایا....

مکرمہ فرح دیبا صاحبہ۔ Bensheim

میری پیاری نانی جان محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ کو حضرت اماں جانؓ کے ساتھ کچھ عرصہ رہ کر ان کی صحبت سے فیض یاب ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہ درویشان قادیان (313) میں سے سب سے معمر درویش حضرت بھاگ دین صاحبؓ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ آپ کے بچپن میں ہی آپ کی والدہ محترمہ وفات پا گئی تھیں۔ اس زمانہ میں امرتسر کے حالات بہت خراب ہو رہے تھے۔ مخالفت کا بہت زور تھا اور میری نانی جان کے والد ماجد خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ اردگرد کے راجپوت مخالفت میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ''راجپوتوں کی لڑکیاں یہاں سے بیاہ کر کہیں نہیں جائیں گی ہم ان کو اپنے پاس رکھیں گے''۔ ان حالات کے پیش نظر میرے پڑنانا حضرت بھاگ دین صاحبؓ میری نانی جان کو لے کر قادیان آئے اور حضرت اماں جانؓ کے سپرد کر گئے میری نانی جان نے حضرت اماں جانؓ کے پاس چند ماہ یا پھر تقریباً ایک سال کا عرصہ گزارا۔ اس وقت آپ کی عمر اندازاً بارہ، تیرہ سال تھی۔ آپ مرحومہ بتایا کرتی تھیں کہ ''میں حضرت اماں جانؓ کے پاس ایک مہمان کی طرح رہتی تھی''۔

اس عرصہ میں آپ نے حضرت اماں جانؓ کی محبت، دلداری اور حسن سلوک سے وافر حصہ پایا جن کی یادیں انتہائی نامساعد حالات اور طویل بیماری میں بھی آپ کے دل و دماغ سے محو نہ ہو سکیں۔ میرے پڑنانا جانؓ نے حضرت اماں جانؓ سے درخواست کی تھی کہ ''آپ فاطمہ کے لئے رشتہ ڈھونڈیں''۔ اس پر حضرت اماں جانؓ نے آپ کی شادی میرے نانا جان حضرت عبداللہ صاحبؓ کے ساتھ طے فرما دی۔ میرے نانا جانؓ نے بھی حضرت اماں جانؓ کے زیر سایہ پرورش پائی تھی اور اس وقت وہ حضرت اماں جانؓ کے باغ کے نگران تھے اور وصیت کے دفتر میں بھی خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ نانا جانؓ کا اپنا باغ بھی حضرت اماں جانؓ کے باغ سے ملا ہوا تھا۔ حضرت اماں جانؓ نے میری نانی جان کو اپنے ہاتھوں سے سجایا، سنوارا اور پیدل ہی ان کو بہ نفس نفیس نانا جانؓ کے گھر لے کر گئیں۔ میرے نانا جانؓ کا گھر قریب ہی تھا۔ وہ ابھی نہا کر تیار ہو رہے تھے کہ دلہن حضرت اماں جانؓ کے ہمراہ ان کے گھر پہنچ گئی۔ حضرت اماں جانؓ نے خود چارپائی بچھائی اور پھر بستر لگوایا اور نانی جان کو بٹھایا۔ اس کے بعد بھی مسلسل پندرہ روز تک نائین بھجواتی رہیں۔ (اس وقت دلہن کی چٹیا بنانے اور سجانے والی کو نائین کہتے تھے)۔ یہ خدا والوں کا ایک بن ماں اور بے گھر بچی سے حسن سلوک تھا جس کی یاد آج بھی روز روشن کی طرح تابناک ہے اور ان نیک و پاک ہستیوں کیلئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔

عمر بھر کا پیش جاں بن کر یہ تڑپائے گی
وہ نہ آئیں گی مگر یاد چلی آئے گی

* * *

حضرت صاحبزادی نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کا عشق رسولؐ

حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا دختر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق آپؓ کی صاحبزادی محترمہ فوزیہ شمیم صاحبہ رقم طراز ہیں۔

''خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے بے حد محبت تھی۔ ایک دفعہ میں نے کہہ دیا کہ آجکل لوگوں نے رسول خدا ﷺ کی محبت کو بھی حد سے تجاوز کر دیا ہے۔ یہ سن کر آپ آبدیدہ ہو گئیں اور کہنے لگیں یہ نہ کہو بعض وقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی خدا کے برابر لگنے لگتی ہے۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بھی آپؓ کتنی سرشار تھیں۔''

(محسنات احمدی خواتین کی سنہری خدمات مرتب بشریٰ بشیر ص 20,21)

حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نصیحت کرنے کا انوکھا انداز

مکرمہ امتہ القیوم ناصرہ صاحبہ۔ Frankfurt

حضرت سید میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ زوجہ حضرت اقدس مسیح پاک اور مہدی مسعود علیہ السلام کے والد بزرگوار اور حضرت اقدس علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی تھے۔ سیدہ حضرت اماں جان نور اللہ مرقدھا کے مبارک رشتہ سے آپؓ ساری جماعت میں ''نانا جان'' کے پیارے رشتہ سے مشہور تھے۔ آپؓ ان تمام برکتوں اور صفات حسنہ کے حامل تھے جو آنحضرت صلی للہ علیہ وسلم کی آل کو حاصل ہوئیں۔ آپ عاشق محمد مصطفیٰ ﷺ اور احمدیت کے سچے فدائی تھے اور اس پر سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام کی مبارک اور پاک صحبت نے بھی بہت گہرا اثر کیا تھا۔

آپؓ دہلی کے سادات شاہی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد وہاں سے ہجرت کر کے قادیان دارالامان میں سکونت اختیار کر لی اور باقی ساری زندگی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خدمت میں گزاری، تن من دھن سے خدمت دین اور خدمت خلق میں مصروف رہے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کا صحیح نمونہ قائم کر گئے۔

آپؓ صاحب بصیرت اور صاحب علم وعرفان تھے۔ آپؓ نے احمدیت کی تائید اور دعوت حقہ کیلئے بے مثال قربانیاں کیں۔ جماعت کی دینی اور دنیاوی اصلاح اور فلاح و بہبود کیلئے شب و روز بھر پور محنت کی۔ مہمان خانہ، مدرسہ جات، ہسپتال، غرباء اور یتامیٰ کی دیکھ بھال اور اعلیٰ تعلیم و تربیت میں دن رات کوشاں رہے۔

خاموش عمل صالحہ بجالانے والے تھے۔ آپؓ کی اعلیٰ تربیت کا عکس آپؓ کے فرزندانِ جلیل حضرت سید میر محمد اسماعیل صاحب اور حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب رضوان اللہ تعالیٰ عنھما میں نمایاں پایا جاتا تھا۔

آپؓ نے نو مبائعین کی بڑی گہری بنیادوں پر تربیت فرمائی اور ان کو خدا تعالیٰ کے رنگ میں رنگنے کی پوری کوشش فرمائی۔ اس زمانے میں سفر بہت مشکل تھے۔ آمد و رفت کی سہولتیں میسر نہ تھیں لیکن آپؓ سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے دور دراز شہر شہر گاؤں گاؤں جا کر جماعتوں کی دینی تربیت فرماتے۔ اکثر گاؤں میں سواری نہ تھی۔ شاذ کے طور پر سائیکل یا پھر گھوڑا ہوتا۔ لوگ گروپ کی صورت میں پیدل ہی سفر کرتے۔ آپؓ کی شخصیت بارعب اور پروقار تھی۔ زبان میں تاثیر اور برکت تھی۔ مالی قربانی کی اصل غرض و غایت اور اس کا فلسفہ سمجھا کر جماعتوں میں قربانی کی روح کو اجاگر کرتے اور ایمان کے ساتھ ساتھ جماعتوں میں عبادات کا جوش اور ولولہ بیدار فرماتے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے اور آپؑ کے فیض سے برکت حاصل کرنے کے لئے آنے والے دور دراز سے قادیان وارد ہوتے تو ان کے قیام و طعام کا اعلیٰ انتظام دارالضیافت میں بھی اور حضرت اقدس علیہ السلام کے گھر پر بھی ہوتا۔ جس میں کثیر اخراجات ہوتے نیز سلسلہ کی کتب کی اشاعت اور تبلیغ پر کثیر رقم درکار ہوتی۔ یہ سب سلسلہ جماعت کے چندوں کے ساتھ ایک حد تک وابستہ تھا۔ بعض اوقات آپؓ کئی کئی میل پیدل ہی سفر کر کے جماعتوں کا دورہ فرماتے اور ان کا دینی جائزہ لیتے ضروری چندہ جات کی تحریک فرما کر ان سے وصول فرماتے۔

حضرت نانا جان رضوان اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت طیبہ کا ایک قابل ذکر واقعہ میرے والد حضرت میاں عبدالعزیز صاحبؓ (کم عمری میں آپ نے بیعت کر لی تھی۔ الحمدللہ) صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے ہیں ''ہمارا گاؤں شکار ماچھیاں قادیان دارالامان سے 24، 25 میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ میں یہاں سے پیدل چل کر قادیان سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام کی زیارت کو جایا کرتا۔ یہ لمبا سفر حضرت نانا جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی بڑی عمر والے کے لئے بہت صبر آزما تھا۔

لیکن آپؓ ان مشکل حالات کے باوجود مختلف جماعتوں میں پہنچ جاتے۔ ہمارے گاؤں بھی آتے۔ ایک دفعہ آپؓ ہمارے گاؤں تشریف لائے اور خاموشی سے مسجد میں ٹھہر گئے۔ گاؤں کے سب لوگ کھیتوں پر گئے ہوئے

تھے۔آپؓ نمازوں کی نگرانی فرماتے رہے۔ دوسرے دن جب سب کو علم ہوا کہ حضرت نانا جان رضی اللہ تعالیٰ آئے ہوئے ہیں تو سب مسجد میں حاضر ہوئے۔ نماز ختم ہونے کے بعد حضرت نانا جانؓ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور آپؓ نے سورۃ یاسین کی تلاوت شروع کردی۔ (کسی کو یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ حضرت نانا جانؓ اس سورت کی تلاوت اس لئے فرما رہے ہیں کہ جیسے اگر کوئی جسمانی طور پہ بہت بیمار ہو تو بعض اوقات اس کو مسنون طریق پہ سورۃ یاسین سنائی جاتی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اس کو شفا دے دے۔ اس طرح انہوں نے نمازوں پہ کم حاضری پہ ہمیں یہ احساس دلانے کیلئے کہ ہم لوگ روحانی طور پہ شدید بیمار ہیں، اس سورت کی تلاوت شروع کردی۔) ہمارے ایک استاد بہت سمجھدار تھے انہیں فوراً سمجھ آگئی۔ وہ اٹھ کر حضرت نانا جانؓ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا۔ حضرت ہم سے غلطی ہوگئی ہے۔ آپ ہمیں معاف فرمادیں اور ہم سب کے حق میں خیر و برکت کی دعا کریں۔ یہ سب مزدور ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ منہ اندھیرے کھیتوں میں چلے جاتے ہیں اور رات گئے آتے ہیں۔ نمازیں کام پر پڑھتے ہیں اس لئے مسجد میں حاضری کم تھی۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ یہ غلطی نہ ہوگی۔ اس پر حضرت نانا جان نے فرمایا کہ کم از کم فجر، مغرب اور عشاء کی نمازیں تو مسجد میں ادا کریں۔ صبح کی نماز پڑھ کر نکلیں اور رات کی نمازوں کا وقت مقرر کر کے مسجد میں حاضر ہو کر با جماعت نماز ادا کریں۔ سب نے کہا کہ ہاں! ہم سے کوتاہی ہوئی ہے۔ ہم اس کی معافی مانگتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں آئندہ پوری کوشش کریں گے کہ نمازیں مسجد میں ادا کریں اور اس طرف سے غفلت نہ ہوگی۔ اس طرح حضرت نانا جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راضی کیا۔ اس کے بعد آپؓ نے نماز باجماعت اور خدا تعالیٰ کے گھر کو آباد رکھنے اور نمازوں کی حفاظت اور برکات پر مدلّل تقریر فرمائی اور ساتھ چندہ جات کی تحریک فرمائی اور جماعت کو نہایت سادہ اور اعلیٰ رنگ میں قیمتی نصائح سے نوازا۔ سب نے اپنے چندہ جات کی ادائیگی کردی۔

پس شکار ماچھیاں کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ حضرت نانا جانؓ کے مبارک قدموں سے اس سر زمین کو برکت ملی اور یہ جماعت آپؓ سے فیض یاب ہوئی۔ آج جو لوگ خدمت دین کے میدان میں سرگرم عمل ہیں وہ اس حقیقت کو بخوبی سمجھتے ہیں کہ کسی کی تربیت کرنا، ان کے اندر صحیح ایمانی روح کو پیدا کرنا بہت مشکل امر ہے۔ ایمان کے ساتھ مالی قربانی کا گہرا تعلق ہے۔

حضرت نانا جانؓ کی نصیحت کا یہ ایک انوکھا انداز تھا کہ اپنی ناراضگی کا الفاظ سے اظہار نہیں کیا اور بات بھی اس طرح سمجھا دی کہ سب نے دل سے اس کو قبول کیا اور اس پر پھر وہ ہمیشہ کاربند ہو گئے۔ اس کا نمونہ ہم نے اپنے والد بزرگوار حضرت عبدالعزیز صاحبؓ میں بھی دیکھا۔ انہوں نے حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ سے کیا گیا وعدہ ساری عمر خوب نبھایا۔ ہمیشہ مسجد میں نمازیں ادا کرتے رہے۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولا کریم حضرت سید نانا جانؓ کو اپنی رضا کی جنت میں نہایت اعلیٰ مرتبہ عطا فرمائے اور ہر دن آپؓ کے درجات کو بلند سے بلند تر فرماتا رہے اور ہم سب کو اور ہماری آئندہ نسلوں کو آپؓ کے پاک نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ ہماری مسجدیں آباد ہوں اور ہمارے دل مساجد میں ہوں اور ہمارا رب ہم سے راضی ہو۔ آمین یا رب العالمین

منظوم کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عشق و وفا کی راہ دکھایا کرے کوئی
راز وصال یار بتایا کرے کوئی

آنکھوں میں نُور بن کے سمایا کرے کوئی
میرے دل و دماغ پہ چھایا کرے کوئی

سالوں تک اپنا منہ نہ دکھایا کرے کوئی
یُوں تو نہ اپنے دل سے بھلایا کرے کوئی

دُنیا کو کیا غرض کہ سُنے داستانِ عشق
یہ قصہ اپنے دل کو سُنایا کرے کوئی

میں اُس کے ناز روز اُٹھاتا ہوں جان پر
میرے کبھی تو ناز اُٹھایا کرے کوئی

چہرہ مرے حبیب کا ہے مہر نیم روز
اس آفتاب کو نہ چھپایا کرے کوئی

ہے دعوت نظر تری طرز حجاب میں
ڈھونڈا کرے کوئی تجھے پایا کرے کوئی

محفل میں قصے عشق کے ہوتے ہیں صبح و شام
حُسن اپنی بات بھی تو سُنایا کرے کوئی

پیدائش جہاں کی غرض بس یہی تو ہے
بگڑا کرے کوئی تو بنایا کرے کوئی

﴿کلام محمود: صفحہ 194﴾

یادوں کی برکھا رُت

مکرمہ مریم کنیز نوید صاحبہ۔ Rahlstedt Hamburg

ربوہ کے پاکیزہ ماحول میں ہونے والے روحانی پروگراموں یعنی جلسہ سالانہ، اجتماعات، اجلاسات اور دیگر دوسرے پروگراموں میں خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خواتین مبارکہ کی آمد ہوتی تو ان کو قریب سے دیکھنے اور ملنے کا جوش اور جذبہ بچپن ہی سے دل میں سرایت کر گیا تھا۔ اس طرح میں جب اپنی والدہ صاحبہ اور لجنہ اماءاللہ کی دوسری ممبرات کے ساتھ ان پروگراموں میں جاتی، ان معتبر ہستیوں کو ملتی تو ان کے ساتھ مصافحہ کرنے، اپنا تعارف کروانے اور ان کی نصائح سننے کا موقع ملتا۔ اس کے ساتھ ان کا پیار ملتا تو ان پروگراموں کے بعد جب گھر جاتی تو خوشی خوشی ہر ایک کو بتاتی کہ آج میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی بیگمات اور بیٹیوں سے مل کر آئی ہوں۔ اس ملاقات سے دل کو جو سکون ملتا وہ لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

1976ء میں جب خاکسار کا نکاح ہوا تو میری ساس صاحبہ اہلیہ شیخ محمد اکرم صاحب آف نوید جنرل سٹور ربوہ (جو کہ میری پھوپھی ہیں) مجھے حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے ملوانے اور میرے لئے دعا کی درخواست کرنے کے لئے آپؓ کے گھر لے کر گئیں۔ سہ پہر کا وقت تھا اور آپؓ اپنے گھر کے صحن میں تخت پوش پر رونق افروز تھیں۔ پھوپھو جان نے میرا تعارف کرواتے ہوئے کہا ''یہ میری بہو ہے۔'' آپؓ نے فرمایا ''بہو تو خوبصورت ہے''۔ اور دریافت فرمایا ''رشتہ اپنوں میں کیا ہے یا غیروں میں؟'' پھوپھو جان نے بتایا کہ ''یہ میری بھتیجی ہے۔'' آپؓ کہنے لگیں ''ہاں نین نقش آپ سے ملتے ہیں۔'' مزید فرمایا ''آپ کا بیٹا (محمد ریاض نوید) تو ابھی چھوٹا ہے۔'' پھوپھو نے بتایا کہ ''سترہ سال کا ہے''۔ آپؓ نے فرمایا ''بہت اچھا کیا جو رشتہ کر دیا۔'' اس کے بعد میری عمر دریافت فرمائی تو پھوپھو نے بتایا کہ ''دونوں ہم عمر ہیں''۔ آپؓ نے فرمایا ''جنت میں بھی ہم عمر ساتھی ہوں گے۔'' گفتگو کے دوران ملازمہ سے روح افزا بنا کر لانے کو کہا۔ آپؓ نے میرے جسم پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ آپؓ کے ہاتھ کا لمس کا اثر آج تک میں اپنے وجود پر محسوس کرتی ہوں اور اب اس برکت کی اہمیت سمجھتے ہوئے سوچتی ہوں کہ اس وقت میں آپؓ کے گلے کیوں نہیں لگ گئی۔ پھوپھو نے مٹھائی اور چھوہارے آپؓ کی خدمت میں پیش کئے۔ مٹھائی خود بھی نوش فرمائی، ہمیں اور اپنے گھر کی ملازمہ کو بھی دی۔

حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ

خاکسار کی شادی 1981ء میں ہوئی تو میں بیاہ کر حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کے گھر کے ساتھ والے محلّہ دار الصدر شمالی میں آ گئی۔ آپؓ شادی اور دعوت ولیمہ کی تقریب میں شرکت تو نہ کر سکیں مگر پیغام بھیجا کہ دلہن کو ملانے کے لئے ضرور لائیں اور ساتھ سلامی کی رقم ارسال کی۔ پھر شادی کے چند روز بعد جب میں اپنی پھوپھو کے ساتھ ملنے کے لئے گئی تو آپؓ بڑے پرتپاک طریق سے ملیں اور فرمایا کہ ''آج تو ہمارے گھر دلہن آئی ہے۔'' میرے کپڑوں کی بہت تعریف کی اور ملازمہ کو کہا کہ ''چائے وغیرہ کا انتظام کرو۔'' چائے آئی تو اس کے ساتھ مٹھائی اور بسکٹ

بھی تھے۔اپنے دست مبارک سے مجھے مٹھائی اور بسکٹ دیئے اور بہت سی دعاؤں سے نوازا۔آپؓ سے ملاقات کے لئے میری پھوپھو باقاعدگی سے جاتیں تو میرے متعلق ضرور پوچھتیں اور مختلف مواقع پر اپنی فصلوں سے آنے والی اشیاء خاص طور پر آم ضرور ارسال فرماتیں۔ جب خاکسار امید سے ہوئی تو آپؓ نے نیک اولاد کے لئے بھی دعا فرمائی اور ساتھ اس عرصہ میں مختلف احتیاطیں بھی بتاتی رہتیں اور اچھی خوراک لینے کے بارے میں بھی فرماتی رہتیں۔عزیزہ نوید سحر کی پیدائش کے بعد جب میں اسے لے کر آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؓ نے سحر کو گود میں لے کر بہت ساری دعائیں دیں اور نقدی کی صورت میں تحفہ بھی دیا اور نصائح فرمائیں کہ ''بچے کو دودھ وقت پر دینا،رات کو بار بار دودھ پلانے کی عادت نہ ڈالنا اور رات کو ہر وقت اپنے ساتھ نہ لگائے رکھنا بلکہ بچے کا اپنا ٹھکانہ بنانا اور اس کی صفائی ستھرائی کا بہت خیال رکھنا۔''

آپؓ کی وفات کے موقع پر حضرت سیدہ چھوٹی آپا صاحبہ سے میں نے اظہار تعزیت کیا تو آپ نے پیار سے گلے لگا کر صبر کی اور دعا کی تلقین فرمائی۔ مجھے آپؓ کی وفات کا بہت صدمہ پہنچا تھا،کیونکہ دل میں تھا کہ صد سالہ جوبلی کے مبارک موقع پر حضور خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی غیر موجودگی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی ہمارے ساتھ خوشیوں میں موجود ہوں گی لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ہماری ملاقاتوں میں ہمیشہ تسلی دیتیں کہ انشاء اللہ حضور (رحمہ اللہ) سے ضرور ملاقات ہوگی۔لہٰذا انہی دعاؤں کے طفیل خاکسار اپنی فیملی کے ساتھ 13/مارچ 1989ء کو جرمنی آگئی اور صد سالہ جوبلی کے پہلے جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو بنفس نفیس دیکھنے اور ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت سیدہ مریم صدیقہ چھوٹی آپا صاحبہ

حضرت سیدہ چھوٹی آپا صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ساتھ میری پہلی ملاقات ربوہ کے حلقہ دارالبرکات کے مینا بازار میں ہوئی۔اس مینا بازار میں ناصرات کا گڑیوں کے کپڑے بنانے کا مقابلہ تھا،جس میں خاکسار نے حصہ لیا اور گڑیا کا ایک غرارہ سیٹ بنا کر ایک گتے پر لگا کر سجایا تو آپ نے میرے بنائے ہوئے غرارہ سیٹ کو اوّل قرار دیا اور اپنے پاس بلا کر پیار کیا اور میرے کام کی تعریف فرمائی۔

دوسری یاد جو میرے دل میں نقش ہے وہ اس وقت کی ہے جب مسجد مبارک میں جمعہ ہوا کرتا تھا ایک مرتبہ میں جمعہ پڑھنے گئی آپؓ مسجد میں ایک ستون کے ساتھ تشریف فرما تھیں اور میں وہاں اون سلائیاں بن رہی تھی مجھے دیکھ کر اشارتاً منع فرمایا،جمعہ پڑھنے کے بعد آپ نے نصیحت فرمائی کہ ''جب خطبہ جمعہ شروع ہو جائے تو ہر قسم کی دوسری دنیوی مصروفیات کو ختم کر کے خطبہ جمعہ غور اور توجہ سے سنتے ہیں۔''جس پیار سے آپ نے رہنمائی فرمائی،یہ بات آج تک میرے دل میں نقش ہے۔

شادی کے بعد میں اپنی پھوپھو کے ساتھ گاہے بگاہے حضرت سیدہ مریم صدیقہ چھوٹی آپا صاحبہ سے ملاقات کے لئے جاتی تو ہمیشہ جماعت کے لئے ،حضرت خلیفۃ المسیح کے لئے اور اپنے لئے دعا کرنے کی طرف توجہ دلاتیں ساتھ نماز کو سنوار کر پڑھنے کی تلقین کیا کرتیں۔جب خاکسار کا اپنی فیملی کے ساتھ جرمنی آنے کا پروگرام بنا تو خاص طور پر دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا آپ خود بھی دعا کرو۔

چند روز میں ہم نے جانے کے لئے کاغذات جمع کروا دیئے مگر چند مجبوریوں کی وجہ سے ہمارا جانا تقریباً ناممکن ہوگیا۔اس صورت حال میں افسردہ حالت میں آپ سے ملاقات کے لئے گئی تو آپ نے تسلی دی اور فرمایا کہ تم ضرور جرمنی جاؤ گی۔واپسی پر گلے لگا کر فرمایا مایوس نہیں ہوتے۔اللہ تعالیٰ ضرور آپ کا بندوبست کرے گا۔لہٰذا ایک ہفتہ کے اندر ہی خدا تعالیٰ کے فضل اور آپ کی دعاؤں سے ہم جرمنی پہنچ گئے۔یہ آپ کی قبولیت دعا کا پیارا واقعہ ہے۔اس دوران میری پھوپھو آپ سے ملاقات کے لئے گئیں تو آپ نے فرمایا کہ اپنی بہو سے کہیں کہ جرمنی جانے سے پہلے مجھے ضرور مل کر جائے۔ جب میں آپ سے ملنے گئی تو مجھے حلقہ کی نمائش میں سے ایک ٹرے پوش اور میری دونوں بچیوں کو پرس لے کر دیئے اور فرمایا یہ ہماری ثقافت کی چیزیں ہیں تمہیں جرمنی میں نہیں ملیں گی۔

حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ

1971ء میں پاک وہند کی جنگ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے لجنہ اماء اللہ ربوہ کو سائیکل چلانے اور صدریاں بنانے کی تحریک فرمائی تو ہر حلقہ میں الگ الگ تعداد میں صدریاں بنانے کے لئے کہا گیا۔ میں نے

اور میری والدہ نے بھی صدریاں بنائیں ۔جب ہمارے محلّہ کی صدریاں اکٹھی کیں تو صدر صاحبہ نے چند بچیوں کو (جن میں خاکسار بھی شامل تھی) فرمایا یہ صدریاں لے جا کر لجنہ ہال میں پہنچادیں۔اس پروگرام میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواتین مبارکہ میں سے حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ وحضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے شرکت فرمائی اور ان کے علاوہ استانی حمیدہ صاحبہ اور دوسری ممبرات بھی شامل تھیں۔صدریاں رکھ کر ہم لڑکیاں سائیکل چلانے کے لئے نکل پڑیں۔میں سائیکل پر سوار ہوتے ہی گر گئی جس سے مجھے چوٹ لگ گئی۔حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ نے فوری طور پر میرے لئے دوائی منگوا کر اپنے دست مبارک سے لگائی۔اس کے بعد وہاں سب لجنہ ممبرات نے صدریوں کے کاج بنائے۔میں کاج بنانے والی خواتین کو سوئی میں دھاگہ ڈال کر دیتی اور خاکسار نے بھی تین چار صدریوں کے کاج بنائے تو حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ نے میرے اس چھوٹے سے کام کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

حضرت صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ

شادی کے بعد جب میں محلّہ دارالصدر شمالی میں منتقل ہوئی تو صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ المعروف بی بی چھیرو صاحبہ حلقہ صدر تھیں۔آپ حلقے میں سب کا بہت خیال رکھتی تھیں۔میں نے آپ ہی کے ساتھ پہلی مرتبہ لجنہ اماء اللہ کا کام شروع کیا۔آپ نے میرے ذمہ سیکرٹری صنعت وحرفت کی ذمہ داری لگائی اور کام کرنے کا طریقہ کار سمجھایا۔کبھی کبھی دوپہر کے وقت آپ مجھے گھر پر بلا لیتیں اور فرماتیں ''مجھے تو نیند نہیں آتی چلو جماعت کا ہی کچھ کام کر لیں''۔ایک دفعہ آپ نے مجھے گرانٹ سے پانچ روپے دیئے اور فرمایا کہ ''اس سے کپڑا اور دھاگہ خرید کر لے آنا اور پیسوں کا حساب ایک کاغذ پر لکھ کر اور نیچے دستخط کر کے دینا''۔میں بہت دیکھ بھال کر ساڑھے تین روپے کی چیزیں لے کر آئی اور ڈیڑھ روپیہ آپ کو واپس کیا۔آپ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا اور مجھے نصیحت فرمائی کہ ''جماعت کا پیسہ بہت دھیان سے رکھنا چاہئے اور صرف سے خرچ کرنا چاہئے''۔اور میں نے دیکھا کہ آپ ہمیشہ اس چیز کا بہت دھیان رکھتیں تھیں۔چنیوٹ سے تولیے کا سستا کپڑا منگواتیں اور نمائش کا کام آرڈر پر بھی تیار کرواتیں تولیے کے کپڑے کو مغزی لگوا کر چھوٹے چھوٹے خوبصورت بے بی تولیے اور میٹ بنواتیں۔آپ بہت صلہ رحمی کرنے والی خاتون تھیں غریب عورتیں گرمی کے موسم میں دور کے محلوں سے نمائش کی چیزیں آرڈر پر بنا کر لاتیں تو بعض اوقات ان کو تانگے کے پیسے بھی دے دیتیں۔شعبہ صنعت وحرفت کے تحت آپ نے بہت سی کارآمد چیزیں بھی بنانا سکھائیں مثلاً آپ نے مجھے سکھایا کہ ''بیکار چیزوں سے کیسے کارآمد چیزیں بنائی جاسکتی ہیں''۔آپ نے فرمایا کہ ''ڈالڈا گھی کے چار ڈبے جوڑ کر اوپر کوئی فالتو سا کپڑا چڑھا کر اور گدی رکھ کر کس دو،اور پھر کوئی اچھا سا کپڑا چڑھا دو،خوبصورت موڑھا تیار ہے۔''آپ نے ہمیں ہاتھ کے پنکھے بنانے بھی سکھائے۔جب بھی کوئی چیز تیار کرتا آپ اس کی بہت حوصلہ افزائی فرماتیں۔آپ اکثر ہمیں اپنے قادیان کے اور حضرت اماں جانؓ کے واقعات سناتیں اور بتاتیں کہ ''حضرت اماں جانؓ کیسے صرفہ کیا کرتی تھیں آپ ہمیشہ فرماتیں''پہلے نماز اور بعد میں کام''اور آپ خود اسکا عملی نمونہ دکھاتیں۔

آپ کی بیٹی کی شادی صاحبزادہ قاسم شاہ صاحب ابن حضرت سید داؤد مظفر شاہ صاحب وصاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ سے طے ہوئی تو آپ اس وقت بھی حلقہ کی صدر تھیں آپ نے شادی کی دعوت اس طرح دی کہ آپ نے ناموں کی ایک فہرست تیار کی ہوئی تھی جس پر اجلاس کے بعد سب نے اپنے اپنے نام کے آگے دستخط کر دیئے اسطرح آپ نے کارڈز کا خرچہ بھی بچایا اور سب کو دعوت بھی دے دی۔اس کے علاوہ آپ نے دعوت دی کہ شام کو گھر آکر رونق لگاؤ تا کہ پتا چلے کہ شادی والا گھر ہے چنانچہ ہم دو تین دن پہلے شام کے وقت آپ کے گھر جا کر رونق لگاتیں پاکیزہ نظمیں اور نغمے گائے جاتے۔شادی کی تقریب بھی گھر میں ہی انجام پائی۔
خوبصورت تھالوں میں برفی اور شیزان کی ٹھنڈی بوتلیں پیش کی گئیں۔الغرض شادی کے اہم اور مبارک موقع پر کسی قسم کی فضول خرچی نہیں کی گئی۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان مبارک خواتین کے پاک نمونے اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی

حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(المعروف چھوٹی بیگم صاحبہ)

مکرمہ امۃ المجید احمد لطیف صاحبہ۔ Hamburg
ترجمہ:۔مکرمہ شگفتہ احمد صاحبہ۔ Nauheim

اس سے پہلے کہ میں آپ کو حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ سے اپنی ملاقات کے بارے میں کچھ بتاؤں، میں اپنا تعارف کروانا چاہتی ہوں۔ میرا نام امۃ المجید ہے (موجی کے نام سے پہچانی جاتی ہوں) اور میں جرمنی کے پہلے مشنری انچارج اور امیر جماعت عبداللطیف صاحب (1915ء-1997ء) کی سب سے بڑی بیٹی ہوں۔ اب میں آپ کو حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کے ساتھ ملاقات کے بارے میں بتاتی ہوں۔

اسکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں ترجمانی میں مدد دینے کے لئے اپنے والد صاحب کے ساتھ کچھ عرصہ کے لئے سوئٹزرلینڈ چلی گئی کیونکہ مسجد محمود کی سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب ہونے والی تھی اور حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ جو اس وقت یورپ کے ٹور پر آئی ہوئی تھیں، انہوں نے سنگ بنیاد رکھنا تھا اور میں نے ان کے لئے ترجمانی کا کام کرنا تھا۔

یہاں پر میں ایک امر کی طرف توجہ دلانا چاہتی ہوں جو شاید پڑھنے والوں کے ذہن میں نہ آیا ہو۔ آج میڈیا میں اسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسلام میں عورتوں کو اہمیت نہیں دی جاتی اور انہیں کم درجہ کا تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن سوئٹزرلینڈ کے پہلی مسجد (یعنی مسجد محمود) کا سنگ بنیاد 25راگست 1962ء کو ایک خاتون نے رکھا تھا جن کا نام حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ تھا اور وہ بھی ایک ایسے زمانہ میں جب سوئٹزرلینڈ میں عورتوں کو ووٹ دینے کا حق بھی حاصل نہیں تھا۔

حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ جو چھوٹی بیگم صاحبہ کے نام سے بھی جانی جاتی تھیں، اپنی بیٹیوں بی بی فوزیہ اور بی بی قدسیہ کے ساتھ یورپ آئی تھیں، ان کے داماد مکرم مرزا مجید احمد صاحب (بی بی قدسیہ کے شوہر) بھی آئے تھے اور ان کے بیٹے بھی ساتھ تھے جو اس وقت ابھی بچے تھے۔

اس بچے کا نام مرزا غلام قادر تھا، جنہیں 1999ء میں شہید کیا گیا۔ صاحبزادہ مرزا غلام قادر حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے پہلے شہید تھے۔ اس وقت میں Zurich میں مکرم امام مشتاق احمد باجوہ صاحب اور ان کی بیگم کلثوم صاحبہ کے پاس رہ رہی تھی۔

وہاں گزارا ہوا وقت میرے لئے ایک یادگار واقعہ بن گیا۔ میں چھوٹی بیگم صاحبہؓ اور پریس کے نمائندگان اور جماعت کے لوگوں کے درمیان رابطے کا کام کرتی رہی۔ Zurich شہر کے لئے بھی یہ ایک بہت اہم موقع تھا کیونکہ یہ Switzerland کی پہلی مسجد تھی۔ ملکی اخبارات میں اس کے بارے میں مختلف مضامین شائع ہوئے، جو آج بھی وہاں کے پرانے ریکارڈ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

چھوٹی بیگم صاحبہؓ Blütenstraße میں اسی فلیٹ میں ٹھہری ہوئی تھیں جس میں ہم رہتے تھے۔ ہم اکٹھے کھانا کھاتے تھے اور اکٹھے سیر کے لئے بھی گئے۔ مجھے ابھی تک یاد ہے کہ حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کیسے پردہ کرتی تھیں، لمبا سیاہ کوٹ جو ان کے پاؤں تک تھا اور سیاہ نقاب۔ سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب میں بھی مجھے شامل ہونے کی توفیق ملی کیونکہ چھوٹی بیگم صاحبہؓ کو اینٹ پکڑانے کا شرف مجھے حاصل ہوا اور ان کے اور رپورٹرز کے درمیان ترجمانی کا کام بھی میں نے کیا۔ اس سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب کی وجہ سے میرا نام بھی جماعت کی تاریخ میں شامل ہوگیا۔ الحمدللہ

گھر پر بھی چھوٹی بیگم صاحبہؓ کا انٹرویو لینے کے لئے خاتون رپورٹر آئیں اور میں نے ترجمانی کا کام کیا۔ آج بھی مجھے حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے کتنی فہم و فراست کے ساتھ خاتون رپورٹرز کے سوالات کے جواب دیئے، حالانکہ انہوں نے یونیورسٹی میں کوئی تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔

حضرت سیدہ نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ سوئٹزرلینڈ میں مسجد محمود کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے
آپؓ کے ساتھ سوئٹزرلینڈ کے مشنری مشتاق احمد باجوہ صاحب کھڑے ہیں

حضرت صاحبزادی صاحبہؓ اخباری نمائندگان سے بات چیت فرما رہی ہیں

چھوٹی بیگم صاحبہؓ بہت ہی مخلص اور بے تکلف خاتون تھیں اور محبت کرنے کے لائق تھیں۔ چھوٹی عمر ہونے کی وجہ سے مجھے اس بات کا احساس نہ تھا کہ مجھے کتنی بڑی شخصیت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔ آج مجھے اس بات پر بہت خوشی ہے کہ مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی بیٹی سے ملنے کا اعزاز ملا۔ اس وجہ سے میں بہت انکساری محسوس کرتی ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ ان کے بارے میں زیادہ تفصیل یاد نہیں رہی، لیکن جو یادیں ہیں، وہ بے مثال ہیں۔

Zurich میں سنگ بنیاد کی تقریب سے پہلے چھوٹی بیگم صاحبہؓ ہمبرگ بھی آئی تھیں اور ہمارے ساتھ فضل عمر مسجد میں رہیں۔ اس دوران میری نانی جان پاکستان میں فوت ہوگئیں اور میری امی کو گہرا صدمہ پہنچا۔ اس

سنگ بنیاد کے بعد دعا کا ایک منظر

وقت حضرت مسیح موعودؑ کی نواسیوں نے ہمارے کے لئے کھانا پکایا اور امی کی مدد کی۔ پاکستان واپس جا کر بی بی فوزیہ نے رسالہ مصباح میں لکھا کہ اس واقعہ کے بعد انھیں پہلی بار جماعت کے مربیان اور ان کے خاندانوں کی قربانیوں کا احساس ہوا جنہیں دین کی خاطر بیرون ملک رہنا پڑتا ہے۔

چھوٹی بیگم صاحبہؓ ہمیشہ میری تعریف کرتی تھیں اور ہمیشہ اچھے رنگ میں میرا ذکر کرتی تھیں۔ یہ ان کی ایک خوبی تھی کہ ہر ایک کی قدر کرتیں اور یاد بھی رکھتیں۔ جب میرے والد صاحب نے میری اسکول رپورٹ انہیں دکھائی تو انہوں نے اپنی بیٹی سے فرمایا ''دیکھو، تمہیں بھی بالکل اسی طرح لکھنا چاہئے'' یعنی میری ہینڈرائٹنگ کی تعریف کی۔ پھر جب وہ Zurich پہنچیں تو فوراً میرے بارے میں پوچھا۔

آج ہماری جماعت یورپ میں پھل پھول رہی ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ ان بزرگ ہستیوں یعنی حضرت مسیح موعودؑ، حضرت اماں جانؓ، خلفاء کرام اور جماعت کے دیگر بزرگان کی دعاؤں اور برکتوں کی وجہ سے ہے۔ ہم جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کم ہے کہ اس نے اس ملک کو ایسی ممتاز شخصیات کے ذریعہ سے برکت عطا کی ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، ان کی نسلوں پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا رہے آمین۔

خداداری چہ غم داری

وہی رب ہے ہمیشہ سے وہی ہم سب کا مالک ہے
وہی ہم سب کا محسن ہے خالق و باری
وہی تکیہ ہمارا ہے وہی اپنا سہارا ہے
نہ چھوڑیں گے قدم اس کے چلے سر پر اگر آری
جب ایسا دوست ہو اپنا تو پھر کیوں فکر ہو ہم کو
کہ خود کہتا ہے وہ مجھ کو "مراداری چہ غم داری"

اگر تقویٰ نہ چھوڑو گی فرشتے پیر دھوئیں گے
کرے گا میرا آقا بھی تمہاری ناز برداری
مرے اللہ کا وعدہ ہے تم کو رزق دینے کا
نہ کرنا شک ذرا اس میں نہ کرنا غداری
مجھے کیا غم ہو مرنے کا تمہیں کیا غم بچھڑنے کا
خدا دارم ،چہ غم دارم خدا داری۔ چہ غم داری

اجل آتی ہے دھوکے سے خدا جانے کہ کب آئے
ہمیشہ آخرت کی اپنی رکھنا خوب تیاری
دعا مانگو۔ دعا مانگو۔ ہمیشہ یہ دعا مانگو
کہ دنیا میں نہ ہو ذلت کہ عقبیٰ میں نہ ہو خواری
الوہیت۔ ربوبیت۔ رحیمیت یہ کہتی ہیں
خداداری۔ چہ غم داری خداداری۔ چہ غم داری

الٰہی! عاقبت نیک و جوار حضرت احمد
شہ یثربؐ کی مہمانی جوئے کوثر کی میخواری
خدا جن کے صنم ہیں وہ بھی پھرتے ہیں یاں اتراتے
تو پھر جن کے خدا تم ہو انہیں ہو کس لئے خواری
بنو تم سنگ پارس۔ کیمیا۔ ظل ہما جس کے
کہے وہ کیا سوا اس کے "خداداری چہ غم داری"

(از بخار دل حصہ دوم مصنف حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ)

حضرت سیدہ ام طاہر مریم النساء بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مکرمہ شفیقہ ندیم صاحبہ۔ Friedberg
مکرمہ سمیرا کوثر صاحبہ۔ Mannheim-Süd

حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہؓ حرم حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعود رضی اللہ عنہ، حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت شاہ صاحبؓ کالر سیداں تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی کے ایک مشہور سادات خاندان کے چشم و چراغ تھے، جن کا شجرۂ نسب متعدد واسطوں سے حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلیفہ رابع حضرت علی المرتضیٰؓ تک پہنچتا ہے۔ آپؓ کے والد محترم عابد، زاہد اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ آپؓ 1901ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحبؓ (ابن سید عبدالستار شاہ صاحبؓ) بیان کرتے ہیں "ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے ہماری والدہ ماجدہ سے فرمایا "یہ آپ کا گھر ہے۔ آپ کو جو ضرورت ہو بغیر تکلف آپ اس کے متعلق مجھے اطلاع دیں۔ آپ کے ساتھ ہمارے تین تعلق ہیں ایک تو آپ ہمارے مرید ہیں، دوسرے آپ سادات سے ہیں، تیسرا ایک اور تعلق ہے۔" یہ کہہ کر حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ والدہ صاحبہؓ کو اس آخری فقرے سے حیرانگی سی ہوئی اور ڈاکٹر صاحبؓ سے آ کر ذکر کیا۔ اس وقت ہمشیرہ مریم بیگم صاحبہ پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر صاحبؓ نے جواب دیا کوئی روحانی تعلق ہو گا لیکن حضورؑ کا یہ قول ظاہری معنوں میں بھی لمبے عرصہ بعد پورا ہو گیا ہمشیرہ سیدہ مریم بیگم صاحبہ کی ولادت اور پھر ان کے رشتہ کی وجہ سے۔"

(تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرت حضرت سیدہ ام طاہرؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب صفحہ 23,22)

حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہؓ (ام طاہر) کے بارے میں ان کے جلیل القدر شوہر حضرت مصلح موعودؓ نے "میری مریم" کے عنوان سے ایک مضمون رقم فرمایا آپؓ فرماتے ہیں "مریم کو احمدیت پر سچا ایمان حاصل تھا۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ پر قربان تھیں۔ ان کو قرآن کریم سے محبت تھی اور اس کی تلاوت نہایت خوش الحانی سے کرتی تھیں۔ انھوں نے قرآن کریم ایک حافظ سے پڑھا تھا۔ اس لئے ط ، ق خوب بلکہ ضرورت سے زیادہ زور سے ادا کرتی تھیں۔ علمی باتیں نہ کر سکتی تھیں مگر علمی باتوں کا مزہ خوب لیتی تھیں۔ جمعہ کے دن اگر کسی خاص مضمون پر خطبہ کا موقع ہوتا تھا تو واپسی میں اس یقین کے ساتھ گھر میں گھستا تھا کہ مریم کا چہرہ چمک رہا ہو گا اور وہ جاتے ہی تعریفوں کے پل باندھ دیں گی اور کہیں گی کہ آج بہت مزا آیا اور یہ میرا قیاس شاذ ہی غلط ہوتا تھا میں دروازے پر انہیں منتظر پاتا۔ خوشی سے ان کے جسم کے اندر ایک تھرتھراہٹ پیدا ہو رہی ہوتی تھی۔"

(تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرت حضرت ام طاہرؓ از ملک صلاح الدین صاحب صفحہ 282)

حضرت سیدہ مریم صاحبہ کی نرینہ اولاد صرف حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ہی تھے۔ آپ ہر وقت تڑپ کر خود بھی دعا کرتی اور دوسروں سے یہ دعا کرواتیں۔ "میرا ایک ہی بیٹا ہے خدا کرے یہ خادم دین ہو۔ میں نے اسے خدا کے راستے میں وقف کیا ہے اللہ تعالیٰ اسے حقیقی معنوں میں واقف بنائے۔" اور پھر آنسوؤں کے ساتھ یہ جملے بار بار دہراتیں۔ "خدایا ! میرا طاری تیرا پرستار ہو۔ یہ عابد و زاہد ہو۔ اسے خادم دین بنائیو۔ اسے اپنے عشق، محمد رسول اللہ ﷺ کے عشق اور حضرت مسیح موعودؑ کے عشق سے سرشار کیجیو۔" ...حضرت مصلح موعودؓ نے کئی بار بڑی رقت سے اس بات کا اظہار کیا کہ "میرا طاری مریم مرحومہ کی دلی آرزوؤں کا بہترین ثمر ہے۔ ان کو اس بات کی تڑپ تھی کہ ان کا یہ اکلوتا بیٹا صحیح معنوں میں دین کا خادم ہو۔"

(تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرت حضرت ام طاہرؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب صفحہ 224،223)

حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں "...امی مرحومہ کی وفات پر آج تقریباً بیس برس کا عرصہ گذر چکا ہے۔ لازم تھا کہ گذرتے ہوئے زمانے کے قدم آپ کی یادوں کے اکثر نقوش کو مٹا ڈالتے لیکن بعض وجود اپنے پیچھے کچھ نہ مٹنے والی یادیں بھی چھوڑ جایا کرتے ہیں۔ کچھ ناقابل فراموش نقوش ایسے بھی ہوا کرتے ہیں جنہیں زمانہ کی گردش بار بار روندنے کے باوجود بھی مٹا نہیں سکتی.....

آپ کی یادوں کے ہراول دستوں میں ہمیشہ مجھے آپ کا جذبہ خدمت خلق نظر آتا ہے، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کا نام اس تصور سے الگ ہو کر میرے ذہن میں داخل ہوا ہو، بے کسوں، یتیموں، مساکین، مصیبت زدگان اور مظلوموں سے گہری ہمدردی آپ کی شخصیت کا ایک لاینفک جز تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ جذبہ ہمدردی ان کے خون میں گھل مل کر ان کی زندگی کا حصہ بن چکا ہے۔ یہ ہمدردی جذباتی بھی تھی قولی بھی اور فعلی بھی اور یہ رنگ ایسا غالب تھا

کہ گویا سیرت کے دوسرے تمام پہلوؤں میں سرایت کر گیا تھا۔اس جذبہ کو تسکین دینے کے لیے آپ نے مالی قربانی بھی بہت کی ،جانی بھی اور جذباتی بھی ...آپ خود تلاش کر کے ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کرتی تھیں اور چونکہ تحریک جدید کے اجراء کے بعد خاص طور سے حضور ایدہ اللہ (حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ناقل) کی طرف سے خرچ بجا تلا ملتا تھا۔اس لئے مالی لحاظ سے ہمیشہ تنگ رہتی تھیں ایک طرف جماعتی چندوں میں بڑھ چڑھ کے حصہ لینے کا شوق، دوسری طرف یہ بے قرار تمنا کہ ہر حاجت مند کی حاجت پوری کر دوں،اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا تھا کہ اپنے گھر میں خوب ہاتھ کس کر خرچ کریں.... پس جن دنوں مہمان نہ ہوں گھر کا کھانا اتنا سادہ اور بے قیمت ہو جاتا تھا....پس کچھ تو روز مرّہ کے کھانے کا معیار گرا کر چندوں ،خدمت خلق اور مہمان نوازی کے لیے بچت کر لیتیں اور کچھ ہمارے کپڑوں کے خرچ میں سے اس غرض کے لیے پیسے بچا لیتی تھیں کہ تحریک جدید کا بہانہ ہاتھ آیا ہوا تھا۔چنانچہ کپڑے سادہ ہی نہیں بلکہ تعداد کے لحاظ سے واجبی ہی بناتی تھیں۔

(تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرت حضرت ام طاہرؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب صفحہ 227 تا 229)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مزید فرماتے ہیں" آپ کی سیرت کا ایک اور پہلو جو شوخ امتیازی رنگوں میں میری یادوں کی زینت ہے۔جماعتی کاموں میں آپ کا انہماک تھا۔جتنا وقت آپ نے لجنہ اماء اللہ پر صرف کیا ہے۔اس کا دسواں حصہ بھی بچوں کی نگہداشت اور تربیت پر خرچ نہیں کیا۔شاید ہی کوئی دن ایسا آیا ہو کہ آپ گھر پر ہوں اور لجنہ اماءاللہ کی مرکزی یا مقامی کارکنات نے آپ کو گھیر نہ رکھا ہو۔ہر وقت مختلف قسم کی خواتین کا ایسا آنا جانا رہتا تھا کہ کم از کم میری طبیعت پر بہت گراں گذرتا تھا... یوں لگتا تھا کہ یہ کوئی گھر نہیں بلکہ "بیٹھے ہیں راہ گذر پہ ہم" باقی بچوں کے متعلق میں نہیں جانتا کہ کیا تاثرات تھے مگر میرے اور امی کے درمیان تو ہمیشہ یہ لجنہ ایک پردے کے طور پر حائل رہی۔شاذ ہی کوئی وقت ایسا ملتا تھا کہ علیحدہ بے تکلفانہ گھریلو ماحول میسر آتا ہو۔خصوصاً جمعہ اور ہفتہ کے روز تو ہمارا گھر راہگذر ہی نہیں گول باغ کی طرح کا ایک پبلک جلسہ گاہ بن جایا کرتا تھا... ہفتہ کا دن درس کا دن ہوتا تھا اور جمعہ سے بہت حد تک مشابہ پھر حضرت صاحبؓ کی باری والے دن بھی زیارت کرنے والیوں ،دعا کی درخواست کرنے والیوں،شکایت کرنے والیوں اور مصیبت زدہ خواتین کا ایک عام تانتا بندھا رہتا تھا۔بچوں ،شور اور انکا جگہ جگہ حوائج ضروریہ سے فارغ ہونا، پھولوں اور پودوں کو خراب کرنا، گملوں کو توڑنا وغیرہ یہ سب امور ان ہنگاموں کے چہروں کی رونق تھے مگر امی کبھی ان باتوں سے نہیں تھکیں، نہ ان کی پیشانی پر بل آیا، نہ دھیان کبھی اس طرف منتقل ہوا کہ نسبتاً کم حوصلہ بچوں کو شاید کبھی تکلیف پہنچتی ہو...مبارک تھیں وہ آنے والیاں جنھوں نے خدا کے اجتماعی ذکر سے ہمارے مٹی کے گھروندے کو خدا کا گھر بنا دیا تھا اور مبارک تھی وہ بلانے والی۔اللہ تعالیٰ اسے غریق رحمت کرے اور اعلیٰ علیین میں اس کے محل بنائے۔آمین"

(تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرت حضرت ام طاہرؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب صفحہ 232، 235)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں یہ رباعی بہت پسند تھی اور رات بستر پر کئی دفعہ دھیمی آواز میں ترنم کے ساتھ پڑھا کرتی تھیں۔

بلغ العلی بکمالہ کشف الدجی بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

مجھے بھی خود مترنم آواز میں ساتھ پڑھوا کر یاد کروائی تھی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل میں ایسا گہرا احترام تھا کہ باوجود بہو ہونے کے ہمیشہ اپنے آپ کو حضور علیہ السلام کی اولاد سے کم مرتبہ سمجھا حالانکہ خاندان میں گھل مل جانے کے بعد یہ فرق کون مدنظر رکھا کرتا ہے...

اپنے بچوں سے اگر پیار کا اظہار نہیں کرتی تھیں تو محض اس خوف کی بناء پر کہ کہیں لاڈ پیار سے تربیت خراب نہ ہو جائے غالباً ذہن پر وہم مسلط تھا کہ اپنی ماؤں کا پیار بچوں کے اخلاق بگاڑ دیتا ہے۔یہ احتیاط محض اسی بناء پر تھی ورنہ دل ہرگز سخت نہیں تھا، دوسروں کے بچوں پر بہت پیار آتا تھا اور اپنی آخری بچی امۃ الجمیل سے بھی کم پیار نہیں کیا۔یہ تربیت کی اصولی سختیاں زیادہ تر ہم بڑے بچوں کے حصہ میں آئیں۔شیر خوار موٹے بچے تو بہت ہی پیارے لگتے تھے۔کسی ایسے بچے کو دیکھتی تھیں تو بے اختیار ہو جاتی تھیں اور اصول کی سب باگیں ڈھیلی پڑ جاتی تھیں۔اظہار محبت کے طور پر اس کی ماں سے کہتی تھیں کہ یہ بچہ تو تم مجھے ہی دے دو۔یہ کبھی فرق نہیں کیا کہ بچہ امیر کا ہے یا غریب کا، مالکہ کا ہے یا خادمہ کا۔

(تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرت حضرت ام طاہرؓ مصنف ملک صلاح الدین صاحب صفحہ 237 تا 239)

آپؒ مزید فرماتے ہیں" آخری بیماری کا تعین دراصل ایک مشکل کام ہے کیونکہ جہاں تک مجھے علم ہے یہ بیماری ایک ایسی آب دوز کشتی کی طرح تھی جو کبھی اپنے سفر میں کہیں زیر آب چلی جاتی ہے تو کہیں بالائے آب ابھر آتی ہے...میرا دسویں کا امتحان قریب تھا اور پہلا سرمایہ کچھ تھا نہیں کہ اس پر بھروسہ کر کے آخری چند ماہ میں پڑھائی چھوڑ بیٹھتا...جب دل ذہن کا ساتھ نہ دے اور لپک لپک کر ایک کراہتی ہوئی بیمار ماں کے کمرہ کی طرف دوڑے تو پھر نظر خواہ انگلستان کی تاریخ پر ہو یا ہندوستان کے جغرافیہ پر جہاں تک حصول علم کا تعلق ہے، ہنوز روز اول کا سا معاملہ رہتا ہے۔جیسے ایک متحرک کیمرہ میں اندھی فلم چل رہی ہو۔بسا اوقات رات کو پاؤں دبانے کے لیے جاتا تو کچھ دیر کے بعد شاید اس خیال سے کہ پڑھائی میں حرج نہ ہو آنکھیں بند کر دیتیں یا شاید میری تکلیف کا خیال ہی ضبط پر مجبور کر دیتا تھا۔پس با اصرار مجھے واپس اپنے کمرہ میں بھجوا دیا کرتی تھیں مگر اپنے

کمرہ میں جاتے ہی مجھے ہزار اندیشے گھیر لیتے تھے چنانچہ بعض اوقات میں دبے پاؤں واپس جا کر دروازے سے کان لگا کر سنتا تو وہی کراہنے کی دردناک آوازیں آتیں جن کا چند منٹ پہلے ضبط کی قوتوں سے گلا گھونٹ رکھا تھا... آخر ایک دن علاج کی غرض سے امی کو لاہور لے جایا گیا اور حضرت ابا جان نے دین و دنیا کے سارے جتن کر ڈالے کوئی راہ نہ چھوڑی جس پر دوڑ کر اس ہاتھ سے جاتے ہوئے مریض کو لوٹایا جا سکتا تھا۔ لاہور کے ایام میں ہر جمعہ کے روز میں عیادت کی خاطر لاہور جایا کرتا تھا... حضرت صاحب ایدہ اللہ کے فکر اور بے چینی کو دیکھ کر تکلیف بھی بہت تھی خصوصاً اس خیال سے بے حد فکر مند ہو جاتی تھیں کہ باوجود مالی تنگی کے حضور ان کی بیماری پر اس طرح بے دریغ خرچ کر رہے ہیں اور حضور کی اس قربانی پر دل دکھتا تھا لیکن اس تکلیف کے پس پردہ میں ایک موہوم سی لذت، ایک سکون کا سایہ بھی دیکھا کرتا تھا جو اس وہم کے ہمیشہ کے لیے مٹ جانے کی وجہ سے تھا کہ حضرت صاحب کو آپ کی کماحقہ فکر نہیں ہے۔ حضرت صاحب نے اس بیماری میں آپ کا جس رنگ میں خیال رکھا وہ ایسا نہیں تھا کہ اس کے بعد دنیا کی کوئی حد سے بڑھی ہوئی ناشکری بھی کسی قسم کا شکوہ باقی رکھتی اور امی تو ہرگز ناشکری نہیں تھیں۔ حضور کے فکر، حضور کے ایثار، حضور کی دعاؤں، صدقات اور سعی پیہم کو دیکھ کر مجسم جذبہ شکر بن گئی تھیں اور ہر دوسرے فکر سے بیگانہ ہو گئی تھیں۔ آخر خدا تعالیٰ کی تقدیر مبرم مالک حقیقی کا آخری بلاوا لے کر آن پہنچی اور 5/ مارچ 1944ء کو اللھم لبیک کہتے ہوئے آپ نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں "میں اس وقت قادیان میں تھا۔ میں نہیں جانتا کہ آخری وقت میں میرا نام بھی ان کے ذہن میں آیا تھا یا نہیں لیکن یہ توقع ضرور رکھتا ہوں کہ اپنی آخری سانسوں میں انہیں یاد ضرور رکھوں گا۔ وفات کی خبر سن کہ میرے جذبات ظفر کے اس شعر کی تصویر بن گئے کہ

؎ میں نے چاہا تھا کہ اس کو روک رکھوں
میری جان بھی جائے تو جانے نہ دوں
کیے لاکھ فریب کروڑ فسوں
نہ رہا نہ رہا نہ رہا نہ رہا!

لیکن اس شدید صدمہ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے صبر کی توفیق بخشی اور منہ سے کوئی ناشکری کا کلمہ ایسا نہیں نکلا جو بعد میں اپنے خالق و مالک کے حضور شرمندگی کا موجب بنتا اور وہ لطیف خبیر جس کی دلوں کے پاتال تک نظر ہے بخوبی جانتا ہے۔ میں بھی کامل طور پر راضی برضا تھا والحمدللہ رب العالمین۔ ہاں ایک غم تھا جو میرے قبضہ وقدرت میں نہیں تھا اور بعض یادیں اس غم کو آزاد ہواؤں کی طرح ہر سمت سے آ کر انگیخت کر جاتی تھیں۔ اپنی مرحومہ ماں کے وہ الفاظ مجھے بار بار یاد آ آ کر دکھ دیتے تھے جو ایک دفعہ تکلیف کی شدت میں موت کو سرہانے کھڑے دیکھ کر مجھ سے کہے تھے۔ "طاری! مجھے یہ بہت احساس ہے کہ میں تمہارا خیال نہیں رکھ سکی اور جیسا کہ حق تھا تم سے پیار نہیں کیا بلکہ ہمیشہ سختی کی۔ یہ صرف تمہاری تربیت کی خاطر تھا لیکن اس کی بھی مجھے تکلیف ہے۔ تم دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس بیماری سے شفا دیدے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ اب تمہارا بہت خیال رکھوں گی اور گذشتہ ہر کمی کو پورا کروں گی"۔ بعینہٖ یہی مفہوم تھا جو انہوں نے اپنے الفاظ میں بڑی حسرت سے ادا کیا اور جب یہ الفاظ مجھے یاد آتے تھے تو دل بے طرح بے قابو ہو جاتا تھا کہ پیار کی خاطر نہیں سختی ہی کی خاطر آئیں لیکن ایک بار واپس آ جائیں یا اب بھی خوابوں میں کبھی آتی ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اسی وعدہ کے ایفاء کے لئے آتی ہیں لیکن خوابوں سے بھی دل بہلے ہیں کبھی؟...

اللہ تعالیٰ آپؓ کی روح کو ہمیشہ اپنی رحمت کے سائے تلے رکھے اور رحمت کے سائے تلے اٹھائے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت کا دامن تھامے ہوئے وہ اپنے رحیم و کریم خدا کے بے پایاں فضل کے اس دروازے سے ابدالآباد کی جنتوں میں داخل ہوں جس پر کوئی حساب کے فرشتے مسلط نہیں۔ آمین یاارحم الراحمین!"

(تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرت حضرت ام طاہرؓ از ملک صلاح الدین صاحب صفحہ 241 تا 246)

آپؓ کی وفات پر حضرت مصلح موعودؓ نے "میری مریم" کے عنوان سے ایک نظم لکھی جو کہ اخبار الفضل میں 24/ مئی 1944ء کو شائع ہوئی۔ اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

گھر سے میرے وہ گلعذار گیا — دل کا سکھ، چین اور قرار گیا
ہو گیا گل دیا میرے گھر کا — امن اور چین کا حصار گیا

(کلام محمود صفحہ 172)

اسکے علاوہ آپؓ کی یاد میں "مرثیہ حضرت سیدہ ام طاہر" بھی کلام محمود میں موجود ہے جو عربی زبان میں ہے۔ چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

؎ میری بیوی میں تجھ پر ہر دن رات روتا ہوں
میں خون آلودہ دل سے تیرا مرثیہ کہتا ہوں
اے میرے رب! اس پر ہمیشہ لطف کرتے رہنا
اور اس کا ٹھکانہ ایک بلند شان قبر میں بنانا

(کلام محمود صفحہ 174)

حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہؓ اُس خاندان کی بیٹی تھیں جن کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "بہشتی ٹبر" کے الفاظ استعمال فرمائے۔

(تابعین اصحاب احمد جلد سوم سیرت حضرت ام طاہرؓ از ملک صلاح الدین صاحب صفحہ 251)

چھوٹی آپا کی حسین یادیں

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

مکرمہ اُم البشارٰی احمد صاحبہ۔ Ginsheim

؎ میرا نام ابّا نے رکھا ہے مریم
خدایا تو صدیقہ مجھ کو بنا دے

یہ شعر حضرت سیّدہ امّ متین مریم صدیقہ صاحبہ کے متعلق ان کے والد حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی ایک دعائیہ نظم سے لیا گیا ہے جو انہوں نے اپنی پیاری بیٹی کے متعلق لکھی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ سے شادی کے بعد آپ 'چھوٹی آپا' کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

حضرت چھوٹی آپا کو اللہ نے واقعی مریم اور صدیقہ بنا دیا۔ سبحان اللہ کیا شان تھی۔ آپ کی ساری زندگی دین کی خدمت میں گزری۔ مجھے بچپن کے وہ دن یاد ہیں جب ہم اپنی امّی مرحومہ کے ساتھ قصرِ خلافت جایا کرتے تھے۔ ہم جب بھی چھوٹی آپا کے گھر جاتے تو آپ بہت خوش ہوتیں امّی کے ساتھ باتیں کرتیں اور ہم بچوں کو کھانے پینے کی چیزیں دیتیں۔

ربوہ کے جلسوں اور اجتماعات پر آپ کی تقاریر سننے کا بھی موقع ملا۔ ہمیشہ بہت علمی اور نصائح سے بھرپور تقریر ہوتی۔ میری امّی کو ہمیشہ جماعتی کام کرنے کی تلقین کیا کرتیں۔ امّی کہتیں ابھی بچے چھوٹے ہیں لیکن پھر ایک دفعہ امّی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت امّاں جانؓ جماعت کا کام کرنے کو کہہ رہی ہیں۔ امّی نے وہ خواب آپا جان کو سنایا تو آپ بہت خوش ہوئیں اور فرمایا "جماعت کا کام کرو بچے چھوٹے ہیں تو کیا ہوا۔" پھر امّی نے کام شروع کیا اور بفضل تعالیٰ تمام زندگی خوش اسلوبی سے کیا۔ الحمد للہ

آپ تا وفات صدر لجنہ پاکستان رہیں۔ آپا جان، والدہ صاحبہ کے علاوہ ہم بہن بھائیوں کا بھی بہت خیال رکھتیں۔ امّی کی وفات کے بعد ایک مرتبہ آپا جان نے ہماری خالہ محترمہ ناصرہ بیگم صاحبہ کی فیملی کی ان کے بیٹے کی شادی کے بعد دعوت کی تو فرمایا کہ "ام الفضل (میری امّی) بیٹی ام الحمام (میری بڑی بہن) کو بھی ساتھ لے کر آنا"۔

ربوہ جامعہ نصرت گرلز کالج میں لجنہ کی تربیتی کلاسیں ہوا کرتی تھیں مَیں بھی شامل ہوا کرتی۔ آپا جان ہمیں باجماعت نماز پڑھاتی تھیں اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرتے ہوئے ہمیشہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْن تین مرتبہ دہراتی تھیں۔

میں تقریباً سترہ اٹھارہ سال کی تھی جب میری شادی ہوگئی۔ آپ تشریف لائیں اور میرے پاس بیٹھ کر فرمانے لگیں کہ "کتنی چھوٹی سی دلہن ہے"۔ پھر شادی کے بعد میں حیدرآباد آگئی اور آپ کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایک بار میں نے خواب میں اپنی فوت شدہ خالہ کو دیکھا جو مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ "تم جلد آجاؤ گی اللہ تعالیٰ کے پاس"۔ میں پوچھتی ہوں کہ کب؟ تو وہ کہتی ہیں کہ "بارہ ربیع الاوّل کو"۔ صبح اٹھ کر میں بہت پریشان ہوئی کیونکہ بارہ ربیع الاوّل کو ہی میرے بچے کی پیدائش متوقع تھی۔ اسی پریشانی میں مَیں نے آپا جان کی خدمت میں خط لکھا۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ "خواب کی تعبیر بہت اچھی ہے۔ اس کی ظاہری تعبیر پر نہ جائیں، صدقہ دے دیں"۔ پھر بچہ بھی صحت مند پیدا ہوا اور مَیں بھی خیریت سے رہی۔ الحمد للہ

اسی طرح ایک دفعہ میں نے آپا جان سے پوچھا کہ "اگر کسی عورت کا خاوند بچوں کی وجہ سے جماعتی کام کرنے سے منع کرے تو کیا کرنا چاہئے؟" آپ نے فرمایا کہ "بچوں کی تربیت کرنا بھی تو اعلیٰ دینی فرائض میں شامل ہے"۔ سبحان اللہ کتنا اچھا جواب دیا کہ خاوند کی فرمانبرداری بھی ہو اور بچوں کی تربیت بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آپا جان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری نسل در نسل کو بھی ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والا بنائے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

''کچھ یادوں کے جھروکوں سے''

بہت پیاری ہستی حضرت سیدہ ام متین صاحبہ

مکرمہ فوزیہ وسیم صاحبہ۔ Dietzenbach

آج مجھے اپنی والدہ محترمہ انیس شمشاد صاحبہ ولد مکرم خواجہ محمد امین بٹ صاحب مرحوم سابق امیر ضلع سیالکوٹ اور میری چھوٹی خالہ مکرمہ فوزیہ ارشد صاحبہ کی زندگی کی چند قیمتی یادیں قلم بند کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے جو نہایت پیاری ہستی حضرت ام متین صاحبہ کے ساتھ منسوب ہیں جن کو زیادہ ممبرات ''چھوٹی آپا'' کے نام سے جانتی ہیں۔

ہمدردی خلق :۔آپ سب سے بہت محبت اور پیار سے پیش آتیں۔ جب بھی کوئی اپنے مسائل کے بارے میں آپ کو بتاتا تو بہت غور سے سنتی تھیں اور پھر اس کی رازداری کا بھی مکمل خیال کرتیں۔ آپ کے پاس بہت زیادہ عورتیں ملنے کے لئے آتی تھیں۔ آپ تھکاوٹ کے باوجود کبھی کسی کو ملنے سے انکار نہیں کرتی تھیں۔ ایک دفعہ میری والدہ صاحبہ نے کہا کہ ''آپا جان! عورتیں وقت بے وقت آپ سے ملنے آجاتی ہیں۔ میں کل ہی اخبار میں آپ کے ملنے کے اوقات چھپوا دیتی ہوں''۔ آپ نے فرمایا ''نہیں! انیس یہ ظلم نہ کرنا۔ مجھے حضرت مصلح موعودؓ یہ ذمہ داری سونپ کر گئے ہیں اور میں یہی کام کرتے ہوئے مرنا چاہتی ہوں''۔ اپنے ساتھ کام کرنے والی معاونات کا بھی بہت خیال رکھتی تھیں ۔ اور بے حد مصروفیات کے باوجود سب کی خوشی و غمی میں شامل ہونے کی پوری کوشش کرتیں۔ ایک دفعہ میری والدہ صاحبہ نے اخبار میں میری نانی مرحومہ محترمہ اقبال بیگم صاحبہ کی بیماری کی وجہ سے سب سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے پڑھا تو امی سے بہت خفا ہوئیں کہ ''مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا'' اور پھر ان کا حال احوال پوچھتی رہیں۔ میری بڑی خالہ محترمہ بلقیس صاحبہ زوجہ ڈاکٹر مجید اللہ خان صاحب کی دو بڑی بیٹیوں ریحانہ صاحبہ اور شمسہ صاحبہ کی آمین پر خاص طور پر شرکت کے لئے تشریف لائیں۔

آپ کا مثالی پردہ:۔آپ بہت باپردہ خاتون تھیں۔ سر سے لے کر پاؤں تک برقع ہوتا اور چہرہ نقاب سے ڈھانپا ہوتا۔ آپ کھلا برقع پہنتی تھیں۔ پردے کی تمام شرائط پوری کرتیں ربوہ میں کسی جگہ سے گزر رہی ہوتیں تو آپ کا پردہ دیکھ کر دوسری عورتیں بھی اپنا پردہ ٹھیک کرنے لگ جاتیں۔ میری امی کو چھوٹی آپا کے ساتھ بہت سے جماعتی اور تبلیغی دورہ جات کی توفیق ملی۔ کئی میل تانگے پر اور کبھی پیدل بھی فاصلہ طے کرنا ہوتا تھا۔ اسی دوران ایک دفعہ حضرت مصلح موعودؓ کو یاد کر کے فرمانے لگیں کہ ''حضورؓ فرماتے تھے کہ عورتوں کو گھر سے اکیلے باہر نہیں نکلنا چاہئے۔ کوئی بڑا لڑکا نہیں ہے تو کسی چھوٹے بچے کو ہی ساتھ لے لو اور کچھ نہیں تو ضرورت کے وقت بچہ رو کر یا شور مچا کر لوگوں کو متوجہ کر سکتا ہے''۔

خواتین پر ایک عظیم احسان :۔احمدی عورتوں پر آپ کا بہت بڑا احسان ''اوڑھنی والیوں کے لئے پھول'' کی صورت میں ہے۔ یہ کتاب ایک بہت بڑا خزانہ ہے جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے خواتین کے جلسوں اور اجتماعات میں کئے گئے خطابات کو جمع کیا گیا ہے۔ لجنہ اماء اللہ کی کامیابی کا سہرا آپ کے سر ہے۔ الحمد للہ۔ خدا کے فضل سے اس تنظیم میں آپ جو بنیادیں بنا گئی ہیں وہ ہم پر ایک بہت بڑا احسان ہے۔

کچھ ذاتی تجربات :۔1967ء میں میری والدہ صاحبہ نے ایم۔اے عربی مکمل کیا تو چھوٹی آپا نے خاص طور پہ ان کو ملاقات کے لئے بلوایا۔ پھر آپ نے میری والدہ سمیت چھ لجنات پر مشتمل ایک گروپ بنایا۔ جس کا مقصد ''تاریخ لجنہ'' لکھنا تھا۔ اس دوران ان ممبرات کو دن رات

چھوٹی آپا کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملا۔میری والدہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ ''ان دنوں ربوہ کے حالات بہت اچھے تھے۔کسی قسم کا ڈر اور خوف نہیں ہوتا تھا۔ہم سب لڑکیاں صبح فجر کی نماز کے بعد چھوٹی آپا کے پاس چلی جاتیں اور کئی دفعہ رات کے دو ،تین ادھر ہی بج جاتے ۔ہمارے آنے جانے کے لئے انہوں نے تانگہ لگوا کر دیا تھا۔ ہمارا مقصد تھا کہ جماعت کے پچاس سال پورے ہونے پر'' تاریخ لجنہ'' کی تین جلدیں شائع کی جائیں ۔اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے آپ نے دن رات ایک کر کے ہمارے ساتھ کام کیا۔قادیان سے اخبار منگوائے۔ایک ایک بات خود چیک کرتی تھیں۔خاص طور پہ حوالہ جات کو ترتیب سے لکھواتی تھیں۔آپ ہر کام بہت تیزی سے کرتی تھیں۔ہم نے آپ سے بہت کچھ سیکھا بلکہ جماعتی لحاظ سے آپ نے ہی ہمیں چلنا سکھایا۔''تاریخ لجنہ'' لکھنے کے دوران دوپہر کا کھانا روز ان کے ساتھ ہوتا تھا۔اس دوران آپ حضرت خلیفۃ الثانیؓ کی بہت سی باتیں بتاتیں اور ہمیشہ ہماری پوری ٹیم کے لئے دعا گو رہتیں''۔

ایک مرتبہ میری امی اور دوسری لڑکیاں قصرِ خلافت کے باغ میں جھولا جھول رہی تھیں۔اچانک وہاں چھوٹی آپا بھی تشریف لے آئیں۔امی کے بہت اصرار پر وہ جھولے پہ بیٹھ گئیں مگر پھر فوراً ہی اتر گئیں۔آپ کبھی کسی کا دل نہیں دکھاتی تھیں۔میری بڑی خالہ کی تیسری بیٹی پیدا ہوئی تو امی نے آپ سے درخواست کی کہ'' حضور سے نام رکھوا دیں''۔آپ نے فوراً اپنے نواسے عزیزم میاں شعیب کو آواز دی اور کہا ''حضور سے درخواست کرو کہ انیس کی بھانجی کے لئے کوئی نام تجویز فرمادیں''۔اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سیڑھیوں سے نیچے اتر رہے تھے۔انہوں نے پرچی پر طلعت مجید نام لکھ کر دیا اور وہی نام رکھا گیا۔

حوصلہ افزائی:۔آپ ہم سے بہت پیار سے کام لیتیں اور اس قدر حوصلہ افزائی کرتیں کہ مزید کام کرنے کا شوق پیدا ہوتا۔پچاس سالہ جشن تشکر کی تقریب ہوئی تو تمام صدرات جو بیس سال سے کام کر رہی تھیں ان کو سندِ خوشنودی دی جا رہی تھیں۔آپ کی وجہ سے ہم سب لڑکیوں کو بھی اسناد دی گئیں۔جس پر بعض صدرات نے اعتراض کیا کہ'' آپا جان اب یہ کل کی لڑکیوں کو ہمارے ساتھ اسناد دی جائیں گی؟'' تو آپ نے فرمایا کہ ''ایسے نہ کہیں۔ان لڑکیوں نے تاریخ لجنہ لکھ کر وہ کام کیا ہے جو آپ لوگ بیس سالوں میں نہیں کر سکیں''۔

جشن تشکر کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ہاتھوں سے آپ کو بھی آپ کی خدمات کی وجہ سے سند ملی۔حضورؒ نے آپ کو سند دیتے ہوئے ہاتھ بھی ملایا اور فرمایا''یہ میری ماں ہیں اس لئے ہاتھ ملا رہا ہوں ورنہ غیر مردوں سے ہاتھ نہیں ملاتے''۔چھوٹی آپا حضورؒ کے ہاتھوں سے سند لے کر بہت خوش تھیں۔

تربیت کا پہلو:۔آپ کی ہر بات میں تربیت کا پہلو ضرور ہوتا تھا۔آپ گاؤں گاؤں جا کر دورے کرتیں اور جماعت کی لسٹیں ترتیب دیتیں۔اتنی مصروفیت کے باوجود مربیان کے درس مسجد مبارک میں باقاعدگی سے سننے جاتیں اور نوٹس بھی بناتیں۔خود بھی ایک بہترین مقررہ تھیں۔بڑے خوبصورت انداز میں بات کرتیں۔جلسوں اور اجتماعات پر ہونے والے حضور کے خطابات اور تقاریر بھی غور سے سنتی تھیں اور پھر اپنی معاونات سے پوچھتیں کہ'' آج حضور نے خطاب میں کیا فرمایا تھا'' پھر جب وہ بتاتیں تو بہت خوش ہوتیں کہ واقعی سب نے غور سے سنا ہے۔

مستجاب الدعا:۔بعض ہستیوں کا وجود بہت بابرکت ہوتا ہے ۔اور خدا کے فضل سے ان کی دعاؤں میں بھی بہت تاثیر ہوتی ہے۔چھوٹی آپا کی شخصیت بھی ایسی ہی تھی۔میری چھوٹی خالہ مکرمہ فوزیہ ارشد صاحبہ بتاتی ہیں کہ''ایک مرتبہ سالانہ گیمز میں والی بال میں ہمارا اور لاہور کی ٹیم کا مقابلہ تھا۔ہم سب لڑکیاں اپنا بال چھوٹی آپا کے پاس لے کے گئیں کہ ہمارے لئے دعا کر کے یہ بال ہمیں دے دیں۔پھر آپ نے وہ بال ہم سے لے کے ہمارے لئے دعا کی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم وہ میچ جیت گئے۔اس کے بعد بھی ہم نے اس بال سے جو میچ کھیلا۔خدا کے فضل سے ہمیشہ جیتے۔

ذمہ داری کا احساس:۔آپ بہت ذمہ دار تھیں۔جلسوں اور اجتماعات میں اپنا بستر بھی وہیں لگوا لیتیں اور سب کام اپنی نگرانی میں ختم

کرواکے پھر اگلے دن دینے والی ہدایات نوٹ کرتیں اور اس کام میں اکثر رات کے دو، تین بج جاتے۔اور جب تک ڈیوٹی والی ممبرات کو خیریت سے گھروں میں بھجوا نہ دیتیں تب تک وہیں رہتی تھیں۔اکثر خدام کی نگرانی میں لجنہ ممبرات کو گھروں میں بھجوانے کا انتظام کرواتیں۔

سادگی :۔آپکے مزاج میں انتہائی سادگی تھی۔یہاں تک کہ آپ کے گھر میں کام کرنے والی ملازمہ بھی آپ سے اپنی بات منوا لیتی تھی۔ایک دفعہ آپ نے اپنی دو ملازماؤں کو کاٹن کے برقعے سلوا کر دیئے۔مگر وہ کہنے لگیں کہ "ہم نے کاٹن کے نہیں لینے۔ہمیں ریشمی برقعے سلوا کر دیں"۔آپ ان پر ناراض ہونے کی بجائے فرمانے لگیں کہ "اچھا! بعد میں ریشمی برقعے بھی لے دوں گی"۔

امی کے ساتھ شفقت و محبت :۔میری امی کی شادی میں شامل نہیں ہو سکی تھیں۔بعد میں جب آپ کی ان سے ملاقات ہوئی تو اس وقت میری پھوپھو اور دادی امی بھی ساتھ تھیں۔آپ سب سے بڑی محبت سے ملیں۔میری امی کو گلے لگایا اور فرمانے لگیں "میں جلسے کی مصروفیت کی وجہ سے شادی میں شامل نہیں ہو سکی لیکن یہ میری بیٹیوں کی طرح ہے اس کا خیال رکھنا اس کو تکلیف دینا گویا مجھے تکلیف دینا ہے"۔یہ سن کر خوشی اور محبت سے امی کا دل بھر آیا۔چونکہ شادی کے بعد میری امی لاہور آگئیں تھیں اس لئے چھوٹی آپا سے رابطہ خط و کتابت کے ذریعہ رہا۔آپ بتاتی ہیں کہ "میں خط لکھتی اور تیسرے دن ہی چھوٹی آپا کا ہاتھ سے لکھا ہوا جواب آجاتا۔اتنی جلدی کبھی کسی رشتے دار نے بھی جواب نہ دیا ہوگا"۔آپ کو جو بھی خط لکھتا آپ کی کوشش ہوتی کہ خود ہاتھ سے لکھ کر جلدی اس کو جواب بھیجیں۔ایک دفعہ مسجد دارالذکر لاہور میں ربوہ سے آپ کی جنرل سیکرٹری مکرمہ صفیہ عزیز صاحبہ آئیں اور میری امی سے پوچھنے لگیں کہ "باجی انیس! آپ لوگ چھوٹی آپا کے ساتھ کس طریقے سے کام کرواتی تھیں۔وہ اب تک آپ کے گروپ کو یاد کر کے کہتی ہیں کہ ویسا گروپ انہیں دوبارہ نہیں ملا"۔ایک دفعہ چھوٹی آپا خود لاہور تشریف لائیں میری امی مصافحہ کے لئے آئیں تو بڑی محبت سے ملیں۔بچوں کے متعلق پوچھا پھر فرمایا "بس اب جماعت کی خدمت کرو اور کاموں کی طرف آؤ"۔یہ چھوٹی آپا کی دعاؤں کا ہی اثر ہے کہ میری والدہ صاحبہ کو جماعت کی خدمت کی توفیق ملی اور اب بھی ان میں کام کرنے کا جذبہ اور شوق ویسا ہی ہے۔الحمدللہ علی ذالک۔

وفات :۔1999ء میں چھوٹی آپا کی وفات ہوگئی اور وہ ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔امی کا کہنا ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی مجھے لگا جیسے میری ماں مجھ سے بچھڑ گئی ہے۔خدا تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کو اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔آمین

بقیہ حصہ یادوں کے دریچے از صفحہ 309

اتنی اپنائیت کہ بیٹے کی پیدائش کا سن کر فوراً اس طرح تشریف لے آئیں کہ جس طرح کوئی اپنا بہت ہی پیارا خوشی کی خبر پا کر دوڑا چلا آتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دختر نیک اختر محترمہ امتہ الرشید صاحبہ آج بھی میری بیٹی کو اپنی بیٹی کی طرح سمجھتی ہیں جب بھی ملنے جاتی ہے یا میری بہو ملنے جاتی ہے انہیں ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتی ہیں۔ایک دفعہ میری بیٹی کو اپنے بچپن کا وہ واقعہ سنا رہی تھیں کہ کس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ناصرات الاحمدیہ تنظیم کی بنیاد رکھی۔فرماتی ہیں کہ "میں چھوٹی تھی جب لجنہ اماء اللہ تنظیم کی بنیاد رکھی گئی اور گھر میں لجنہ اماء اللہ کے اجلاسات ہونے لگے تو یہ دیکھ کر میں نے بھی چھوٹی بچیوں کو اکٹھا کیا اور اجلاس کرنے لگی کہ ابّا جان (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) تشریف لے آئے پوچھنے لگے کہ کیا کر رہی ہو؟ میں نے اجلاس کا بتایا تو فرمانے لگے کہ میں آج سے تمھارے لئے ناصرات الاحمدیہ تنظیم کی بنیاد رکھتا ہوں۔اور ناصرات الاحمدیہ کا اجلاس اس کے تحت ہوا کرے گا"۔

محترمہ بی بی امتہ الرشید صاحبہ کے پیار کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ جب بھی کوئی نیا موسمی پھل آتا ضرور میرے بچوں کو بھجواتی تھیں اور خاندان کی ہر شادی میں ہمیں بلاتی تھیں۔اللہ کی بے شمار برکتیں اور رحمتیں اس وجود پر ہوں آمین۔

مکرمہ آمنہ کبیر صاحبہ۔ Kiel

محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم محمد ابراہیم صاحب بیان فرماتی ہیں کہ میرے میاں محترم محمد ابراہیم صاحب نے عمر کا ایک حصّہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت کرتے ہوئے گزارا۔ اوران کے لئے کھانا تیار کرنے کی سعادت پائی۔ آپ اپنے اس کام یعنی سعادت کے بارے میں بتاتے ہیں کہ میں جب انڈیا سے پاکستان آیا تو میرے ایک کزن تو دفتر میں کام کرنے لگے لیکن میں دعا کررہا تھا کہ اے خدا ! مجھے ایسا کام عطا فرما جس سے میں ہروقت خلیفہ وقت کو دیکھ سکوں اوران کے آس پاس رہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میری خواہش کواس رنگ میں پورا کیا کہ کسی نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم خلیفہ وقت کی خدمت کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا نیکی اور پوچھ پوچھ۔ اور فوراً ہاں کردی اوراس طرح سے میں ہمیشہ کے لئے اس خدمت کی توفیق پاتا رہا۔ سکینہ بیگم بتاتی ہیں کہ مجھے کھانا پکانا بالکل نہیں آتا تھا۔ لیکن انھوں نے مجھے سکھایا۔

پھر جب ان کی شادی ہوئی تو خاکسار (سکینہ بیگم) ان کی دلہن بن کر آئی اور میں نے دیکھا کہ خاندان والوں کے ساتھ میرے میاں کے بہت اچھے تعلقات ہیں۔ ایک دفعہ ملاقات ہوئی تو چھوٹی آپا جان نے کسی سے پوچھا کہ کیا یہ ابراہیم کی بیگم ہے؟ اور پھر بڑے پیار سے پاس بلایا اور پوچھا کہ کیا ابراہیم تجھ سے پیار کرتا ہے؟ اور کیا تم بھی اس سے پیار کرتی ہو؟ اتنی اپنائیت اور محبت بھرا انداز تھا کہ میں نے شرما کر جواب دیا''جی''۔ جان پہچان کے بعد چھوٹی آپا اکثر ہمارے گھر بھی تشریف لاتی تھیں بلکہ مجھے سلائی اور کپڑوں کی کٹنگ بھی انہوں نے سکھائی۔ ایک دفعہ پوچھنے لگیں کہ کیا تمہیں ''**لتینی**'' سینی آتی ہے؟ میں خاموش رہی تو فرمانے لگیں تم تو کہہ رہی تھی کہ مجھے سلائی آتی ہے۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ سینا تو آتا ہے لیکن مجھے ''**لتینی**'' کا نہیں پتہ کہ یہ کیا چیز ہے۔ فرمانے لگیں پائجامے کو کہتے ہیں اور پھر انہوں نے خود کافی پائجامے کاٹ کردیئے بلکہ مجھے اس کی کٹنگ سکھائی اور کچھ میرے سے کٹوائے۔ اور پھر خاکسار نے وہ پائجامے سی کر دیئے۔

چھوٹی آپا انتہائی سادہ، شفیق اور خیال رکھنے والی تھیں۔ میرا بڑا بیٹا منیرالدین شاہد پیدا ہوا تو ابراہیم صاحب دودھ دینے گئے تو اس کی پیدائش کا بتایا۔ چھوٹی آپا فوراً بی بی متین کو ساتھ لے کر تشریف لائیں۔ ہمارے گھر کام کرنے والی نے بتایا کہ دو بیبیاں تشریف لائی ہیں۔ انہوں نے کالے برقعے پہنے ہوئے ہیں اور گائے انہیں دیکھ کر بول رہی ہے۔ انہیں اندر آنے نہیں دے رہی۔ میں نے فوراً کسی کو باہر بھیجا اور جب آپ اندر تشریف لائیں تو میں دیکھ کر حیران ہوگئی۔ جلدی سے اٹھنے لگی تو کہنے لگیں کہ نہیں تم لیٹی رہو۔ پاس ہی ایک چارپائی پڑی تھی اس پر بیٹھنے لگیں تو میں نے عرض کیا کہ پلیز اس پر چادر تو بچھا لینے دیں۔ لیکن آپ نے نہ بچھانے دی کہنے لگیں اس کی ضرورت نہیں اور اسی طرح چارپائی پر بیٹھ گئیں اور بڑی محبت سے حال احوال پوچھنے کے بعد پوچھا کہ آیا بچے کا کوئی نام بھی رکھا ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا نہیں آپا جان نہیں۔ بلکہ آپ ہی کوئی نام رکھ دیجئے۔ اس پر پوچھا کہ بڑے بیٹے کا کیا نام ہے؟ میرے بتانے پر بیٹے کا نام منیرالدین شاہد تجویز فرمایا۔ اب سوچتی ہوں تو دل اظہار تشکر اور محبت سے لبریز ہوجاتا ہے کہ کہاں میں اور کہاں آپ کا مقام۔ لیکن اتنی شفقت

بقیہ حصہ صفحہ نمبر 308 پر

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کے ہمراہ گزارے لمحات

مکرمہ امتہ الوحید خان صاحبہ۔ Wabern

ہر انسان کی زندگی میں کچھ لمحات ایسے ضرور آتے ہیں جنہیں اُس کا سرمایۂ حیات کہا جاتا ہے۔ مرکز سلسلہ احمدیہ ربوہ کی باسی ہونے کے ناطے خاکسار بھی خود کو اُن خوش نصیبوں میں شمار کرتی ہے جنہیں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواتین مبارکہ کی پاکیزہ قربت اور صحبت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس میں میری کسی ذاتی خوبی کا ہرگز دخل نہیں بلکہ یہ محض میرے مولیٰ کریم کا فضل واحسان ہے کہ مجھے ان بزرگ ہستیوں کے اوصافِ حمیدہ کے مظاہر قریب سے دیکھنے اور اِن سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

آج میں ان بزرگ ہستیوں میں سے جن کا مختصر ذکر کرنے جارہی ہوں وہ حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ المعروف ''چھوٹی آپا جان صاحبہ'' ہیں۔ جن کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات میری زندگی کا سرمایہ ہیں۔ اُس پُرنور روحانی وجود کی معیّت میں جب بھی بیٹھنے کا موقع ملا، خود کو ایک گھنے سائے تلے پایا۔ حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کو اپنی زیرِنگرانی خدمتِ دین کرنے والی ممبرات کا بہت خیال رہتا تھا۔ اُنکی چھوٹی سے چھوٹی خوشی اور غمی میں جس حد تک ممکن ہوتا ازراہِ شفقت ضرور شرکت کرتیں۔ آتے جاتے، اُٹھتے بیٹھتے قیمتی نصائح فرماتیں۔ اُنھیں ممبرات لجنہ اِماء اللہ کی تعلیم وتربیت کا اور اُنکی ترقی کا ہر وقت خیال رہتا۔

صد سالہ جوبلی کے موقع پر لجنہ اِماء اللہ مرکزیہ (پاکستان) کو اپنا مجلّہ شائع کرنے اور سکارف بنوانے کی توفیق ملی تو بیرونِ مُمالک یا پاکستان کی مختلف مجالس سے آنے والی ممبرات کو یہ تاریخی اشیاء حاصل کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتیں ''اب میرے پاس بچیاں آتی ہیں اور پنجاہ سالہ جوبلی پہ شائع ہونے والے مجلّہ کی فرمائش کرتی ہیں جو کہ اب نایاب ہے اس لئے یہ قیمتی سرمایہ اپنی آئندہ نسلوں کے لئے ضرور خریدیں''۔

ایک مرتبہ ہم کچھ لڑکیاں آپ کے ہمراہ میٹنگ روم میں موجود تھیں کہ آپ نے ہمیں مخاطب ہو کر فرمایا ''بچیو! کل کو تم نے شادیوں کے بعد مختلف ممالک میں پھیلنا ہے۔ آج جو یہاں سیکھ رہی ہو، وہاں کی جماعتوں میں جا کر اس پر عمل بھی کرنا''۔ اُس وقت تو ہم سب ایک دوسرے کو دیکھ کر شرما گئیں لیکن آج سوچتی ہوں کہ اُس بزرگ ہستی کے مبارک الفاظ کس طرح پورے ہوئے۔ ہمارے قادر خدا نے اپنی پیاری بندی کے الفاظ اس طرح پورے کئے کہ آج تقریباً وہ تمام لڑکیاں شادیوں کے بعد دنیا کے مختلف ممالک کینیڈا، امریکہ، برطانیہ، سویڈن، ناروے، اور جرمنی وغیرہ میں مقیم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے مطابق خدمت دین بجا لا رہی ہیں۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کی ابتدائی زندگی کا جائزہ لیں تو آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ دین کی خدمت میں وقف نظر آتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب ایم۔ٹی۔اے کی چوبیس گھنٹے کی نشریات کا آغاز ہوا تو ہمیں ''المائدہ'' کے لئے پروگرام بنانے کے لئے کہا گیا۔ ہماری انچارج صاحبہ کی خواہش تھی کہ اس سلسلہ کا آغاز حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کے ساتھ ہو۔ آپ ان دنوں گھٹنوں کی تکلیف کی وجہ سے با آسانی سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتی تھیں جبکہ کچن دفتر لجنہ اماء اللہ کی پہلی منزل پہ تھا۔ جب آپ کی خدمت میں اس خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے اپنی تکلیف کے باوجود بنفسِ نفیس شرکت کر کے اس پروگرام کا افتتاح کیا۔ آپ نے جماعتی کاموں کو اپنی ہر مصروفیت اور تکلیف پر ہمیشہ ترجیح دی اور اپنی ساری عمر دین اور خلق اللہ کی خدمت کرتے ہوئے گزار دی۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کی اکلوتی بیٹی مکرمہ صاحبزادی امتہ المتین بیگم صاحبہ کے ساتھ عاجزہ کا بہت قریبی، پیار محبت اور بے تکلّفی کا تعلق

تھا۔اس لئے بارہا ان سے ملنے حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کے گھر جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ چونکہ باجی متین اکثر چھوٹی آپا جان کے ہاں ہوتیں اس لئے ہمیں وہاں بُلا لیتیں۔

خاکسار اور ایک ممبر کسی جماعتی کام کے سلسلہ میں باجی متین سے ملنے حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کے گھر گئیں۔وہیں بیٹھے تھے کہ اس دوران ملازم باجی متین اور چھوٹی آپا جان صاحبہ کے لئے سودا (سبزی وغیرہ) بازار سے لایا اور چیزوں کے ساتھ دونوں کی بقایا رقم اکٹھی واپس کی۔دونوں نے الگ الگ خریداری کی لسٹ دی ہوئی تھی۔اپنی اپنی اشیاء لے کر باجی متین چھوٹی آپا جان صاحبہ سے رقم کا حساب کرنے لگیں اور غالباً ایک روپے سے بھی کم رقم تھی جس کو کلیئر کرنے میں کچھ وقت لگا۔جب معاملہ کلیئر ہو گیا اور تمام رقم کی وضاحت ہو گئی تو بعد میں مَیں نے باجی متین سے پوچھا، کیونکہ اُن سے بہرحال بے تکلفی زیادہ تھی کہ باجی آپ چند پیسوں کی خاطر چھوٹی آپا سے حساب کر رہی تھیں تو سمجھانے کے بعد کہنے لگیں "لیکھا ماں دھی....." اس کا مطلب یہ ہے کہ روپے پیسے کے حساب میں چاہے اپنی ماں ہی کیوں نہ ہو، معاملات صاف رکھنے چاہئیں۔اُس وقت تو بات آئی گئی ہو گئی لیکن شادی کے بعد جب گھر کی ذمہ داری کاندھوں پہ پڑی تو اِس اصول پر میں نے جس حد تک ہو سکا عمل کیا اور نتیجتاً اس معاملے میں اپنی زندگی کو سہل پایا۔

حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ نے ایک بات کی نہ صرف نصیحت فرمائی بلکہ اس پہ عمل بھی کروایا کہ جب بھی دفتر آئیں، اتنی دیر پہلے گھر کے لئے روانہ ہو جائیں کہ مغرب سے قبل گھر پہنچ جائیں لیکن بعض اوقات مرکزی طور پر مثلاً تربیتی کلاس، گیمز یا دیگر پروگرامز کے لئے رات گئے تک رُکنا پڑتا تو تاکیدی ہدایت تھی کہ ڈرائیور کے ساتھ ایک مرد اور کسی بڑی عمر کی خاتون کی موجودگی میں لڑکیوں کو گھر میں پہنچا کر آئیں اور ڈرائیور کو بھی اس بات کی ہدایت تھی کہ جب تک لڑکی گھر کے اندر نہ داخل ہو جائے اُس وقت تک واپس نہیں آنا۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کی نیک خواہشات کی تکمیل کرنے والی، آپ کی نیکیوں کو جاری رکھنے والی اور آپ کے اوصاف حمیدہ کو اپنی زندگیوں کا حِصّہ بنانے والی بننے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

وہ جو احمدؐ بھی ہے اور محمدؐ بھی ہے
وہ مؤیَّد بھی ہے اور مؤیِّد بھی ہے
وہ جو واحد نہیں ہے پہ واحد بھی ہے
اک اُسی کو تو حاصل ہوا یہ مقام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

مرد کے بس میں تھی عورتوں کی حیات
اس نے ہر ظلم سے ان کو دی ہے نجات
اس نے عورت کی تکریم کی کر کے بات
کہہ دیا میں ہوں رحم و کرم کا امام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

زندہ رہنے کا عورت کو حق دے دیا
اس کے اُلجھے مقدر کو سلجھا دیا
خُلد کو اس کے قدموں تلے کر دیا
اس نے عورت کو بخشا نمایاں مقام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

درس ضبط و تحمّل کا یوں بھی دیا
وہ کہ جو آپ کی جان لینے چلا
ایسے دشمن سے بھی درگذر کر دیا
ہاتھ میں گرچہ تلوار تھی بے نیام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

کون کہتا ہے زندہ ہے عیسیٰ نبی
جس کی تعلیم زندہ ہو ، زندہ وہی
جس کا ہر قول تازہ ہے سنّت ہری
اس کو حاصل ہوئی ہے بقائے دوام
اُس پہ لاکھوں درود اُس پہ لاکھوں سلام

کلام محترمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ صفحہ 22 تا 26
از: "ہے دراز دستِ دعا میرا"

ایک مہربان اور ہمدرد ماں

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ (چھوٹی آپا جان)

مکرمہ عابدہ بشریٰ خالد صاحبہ۔ London

میری والدہ محترمہ رشیدہ بشیر صاحبہ بتایا کرتی تھیں کہ "میرے والد محترم مولوی جمال دین صاحب مرحوم (آف اوکاڑہ) میری والدہ محترمہ صوبہ بی بی صاحبہ کی وفات کے بعد مجھے بہت چھوٹی عمر میں حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ محترم ابا جان مرحوم نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ "اب یہ آپؓ کے سپرد ہے"۔ بعدازاں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دل وجان سے پیاری حضرت چھوٹی آپا جان نے مجھ معصوم بن ماں کی بچی کو اس طرح انتہائی شفقت اور پیار سے اپنایا کہ بچپن سے لیکر جوانی تک اور پھر شادی کے بعد بھی ہمیشہ ایک مہربان اور ہمدرددل ماں کی طرح میری ہر خوشی اور غم میں شریک رہیں۔ آپ کا بہت ہی خوبصورت شفیق اور پرنور چہرہ، بہت محبت سے بات کرنے کا انداز ہمیشہ دل ودماغ میں محفوظ رہے گا" انشاء اللہ۔

حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان نے میری والدہ صاحبہ کو 1959ء میں شادی کے بعد ایک بیٹی کی طرح رخصت کیا اور تاحیات اپنی شفقت اور محبت سے نوازا۔ یہ محبت ہمیں اس واقعہ سے سمجھ میں آتی ہے کہ 1968ء میں میری چوتھی بہن عزیزہ زاہدہ کی پیدائش پر راولپنڈی میں میری والدہ صاحبہ بہت بیمار ہوگئیں اعصاب پر بہت زیادہ اثر تھا۔ دل وجان قربان حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کی محبت پر کہ راولپنڈی سے میری والدہ صاحبہ کو اپنے پاس علاج کی خاطر بلوالیا اور دودھ کی بانده لگوادی، سر میں روزانہ مالش کرواتیں، کھانے پینے کا خیال رکھتیں اور خود اپنی بے شمار مصروفیت کے باوجود امی جان کے سر میں دوبار مالش کی اور اس دوران دعائیں کرتی رہیں کہ "اللہ تعالیٰ تمہیں صحت دے مجھے تمہاری بڑی فکر ہے"۔ ایک رات امی بہت زیادہ ڈر گئیں تو پیاری آپا جان نے فرمایا۔ "میری رضائی میں آ جاؤ میں دعا کرتی ہوں اللہ فضل فرمائے گا۔" اور پھر اللہ تعالیٰ نے بے انتہا فضل فرمایا اور میری امی جان مکمل شفا یابی کے بعد خیریت سے اپنے گھر راولپنڈی واپس آ گئیں۔

ہر عید پر عیدی اور سردیوں گرمیوں میں ہمارے گھر موسمی پھل بھجوانا آپ کا معمول تھا۔ ہم بہن بھائیوں کی پڑھائی کے دور میں ہماری ضرورتوں کا بھی خیال رکھا اور خصوصاً قرآن مجید پڑھانے کی طرف توجہ دیتیں کہ کوئی بچہ قرآن مجید پڑھنے سے رہ نہ جائے اور ہمیشہ ارشاد فرماتی تھیں کہ "بچیوں کا دینی ودنیاوی علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔"

حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کی زندگی قرآنِ مجید کی خدمت میں گزری ہے آپ نے کتاب اللہ کا حق ادا کرنے کا بہترین نمونہ قائم کیا جماعت کی بہت سی ممبرات آپ سے قرآن مجید باترجمہ پڑھنے کے لئے روزانہ آتی تھیں۔ میری بڑی باجی محترمہ راشدہ آصف صاحبہ (حال جرمنی) بھی چندسال حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کے پاس رہیں، آپ نے جس محبت اور لگن سے ان کو قرآن پڑھایا، قرآن کریم کی محبت اور روزانہ تلاوت قرآن کریم کی عادت پیدا کی اس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے۔

ربوہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

03.06.1967

عزیزہ رشیدہ! السلام علیکم۔

بشیر کا خط مل گیا تھا جس میں راشدہ کے کوائف تھے۔ میں نے سکول کہہ کر بھجوا دیئے تھے اس کا نام داخل ہوگیا ہے۔ پڑھائی میں ٹھیک چل رہی ہے

کسی دن جا کر اس کی استانی سے بھی پتہ کرونگی قرآن مجید خود پڑھا رہی ہوں، آج آٹھواں پارہ شروع ہوا ہے چار چار رکوع روز کے پڑھ رہی ہے، میں نے اسے کہا ہے اس سے بھی زیادہ پڑھو تا کہ جلدی ختم ہو تو تمہاری آمین کروں نیا جوڑا گوٹے کا بناؤں۔شوق ہو گیا ہے۔

چھٹیاں جون کے آخر میں ہو رہی ہیں۔چھٹیوں میں اسے تمہارے پاس بھجوا دونگی۔بشیر نے لکھا تھا کچھ کپڑوں کی ضرورت ہے راشدہ کے ہاتھ کچھ بھجوا دونگی۔ہاں بشیر سے کہنا بانڈز مل گئے تھے سنبھال کر اس پر اس کا نام لکھ کر رکھ دیئے ہیں۔یہاں آج کل بڑی سخت گرمی پڑ رہی ہے۔تمہارا بچہ کس ماہ میں ہو رہا ہے؟ لکھنا۔خالدہ بشریٰ اور بیٹے کو پیار دعا۔دو دفعہ راشدہ کی دادی جمعہ کے دن لینے آئی تھیں۔میں نے بھجوا دیا تھا رات رہ کر صبح آ گئی تھی۔بشیر کو سلام۔

راشدہ سلام کہہ رہی ہے

والسلام

مریم صدیقہ

اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ پر بے حساب رحمتیں اور فضل نازل فرمائے آپ نے اپنا وعدہ نبھایا جب باجی راشدہ نے قرآن مجید کا پہلا دور مکمل کیا تو باجی کی آمین کروائی اور گوٹے والا لہنگا بنا کر دیا۔

والدہ صاحبہ کی پیاری یادوں میں سے ایک انتہائی بابرکت یاد یہ ہے کہ میں اپنے والدین کی تیسری بیٹی تھی فطری بات ہے دو بیٹیوں کے بعد امی جان کو بیٹے کی خواہش تھی حضرت چھوٹی آپا جان کو جب میری پیدائش کا علم ہوا تو اسی روز فضل عمر ہسپتال ربوہ تشریف لائیں امی جان بتاتی تھیں کہ بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور امی جان کے رونے پر پیاری بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ ''ناشکری نہیں کرنی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ صحت مند اولاد ہے'' امی جان نے کہا، ''بی بی آپ نے ابھی چلے جانا ہے باہر سے مالی کو جلدی بلا لیں تا کہ بچی کے کان میں اذان دے دیں تو آپ گھٹی دے دیں۔ تو آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں میں محمود (مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب) کو پیغام بھجوا کر بلاتی ہوں، یہ میری انتہائی خوش قسمتی ہے کہ مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب (اللہ تعالیٰ ان کی عمر اور صحت میں برکت ڈالے آمین) تشریف لائے میرے کان میں اذان دی اور حضرت چھوٹی آپا جان نے مجھے گھٹی دی۔

مجھے حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان کو اس وقت بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا جب میں پانچویں کلاس کی طالبہ تھی۔میں مڈل سکول دار الیمن میں پڑھتی تھی آپ نے مشورہ دیا کہ'' اسے نصرت گرلز ہائی سکول میں داخل کرواؤ تا کہ یہ سائنس کے مضامین میں پڑھائی کرے''،اور خود نصرت گرلز سکول کی ہیڈ مسٹریس محترمہ مسعودہ بشیر صاحبہ کو خط لکھا کہ ''بچی کو داخلہ دے دیں بچی ہوشیار ہے حساب جلدی کور کرے گی''۔میرا داخلہ وہاں ہو گیا تو ارشاد فرمایا کہ''سکول کے بعد میرے پاس آ جایا کرو میں الجبرا اور حساب پڑھا دوں گی۔'' گرمیوں میں جب میں سکول کے بعد ایک ڈیڑھ بجے آپ کے گھر پہنچتی تو آپ خالہ فاطمہ صاحبہ مرحومہ سے کہتیں کہ اسے اسکوائش بنا دو پھر کھانا کھانے کے بعد آپ کبھی برآمدے میں اور کبھی اپنے کمرے میں مجھے پڑھاتیں پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے حساب میں اچھے نمبر آئے تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور انعام سے بھی نوازا۔

1989ء میں والدہ صاحبہ کے جرمنی آنے کے بعد بھی خطوط کے ذریعے آپ کے ساتھ مکمل رابطہ رہا، حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ اپنے خطوط میں خاندان حضرت اقدس علیہ السلام کا ذکر اس طرح کرتیں کہ امی جان کو دوری کا احساس ہی نہ رہتا۔میری والدہ صاحبہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے خود بھی بہت دعائیں کرتیں اور ہمیں بھی دعائیں کرنے کی ہمیشہ تاکید فرماتیں۔

1991ء میں محترمہ والدہ صاحبہ کے گردے اچانک فیل ہو گئے۔ڈاکٹروں نے امید دلائی کہ آپریشن کرتے ہیں اگر تو گردے چل پڑے تو ٹھیک ورنہ Dialysis شروع کر دیں گے اور پھر آپریشن سے پہلے بھی Dialysis شروع کر دیا گیا۔ سیدنا حضور اقدس خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کی خدمت میں خطوط لکھے گئے اور فون کئے گئے۔تو حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کا بہت ہی محبت کا جو خط ملا وہ درج ذیل ہے۔

ربوہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

5.1.91 عزیزہ پیاری رشیدہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پہلے صوفی سے پھر بشیر صاحب کے خط سے تمہاری بیماری کا علم ہو کر بہت پریشان رہی دعا کرتی رہی جس دن آپریشن کا علم ہوا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں وہاں پہنچ جاؤں اتنی گھبراہٹ رہی جیسے اپنے بچے کی ہوتی ہے۔ رات کو جس وقت آنکھ کھلتی تمہاری صحت کے لئے دعا کرنے لگ جاتی۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ اس نے فضل کیا۔ اللہ تعالیٰ مکمل صحت عطا فرمائے میں بھی پچھلے دنوں بیمار رہی۔ بلڈ پریشر گر گیا تھا بڑی کمزوری محسوس کرتی تھی۔ ایک رات غسل خانے جانے کے لئے اُٹھی تو آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

اگلے دن سارے ٹیسٹ ڈاکٹر لطیف قریشی نے کروائے۔ ای سی جی ہوا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے صحیح نکلا ہے معلوم نہیں بلڈ پریشر کیوں گر گیا تھا۔ میری صحت کے لئے بھی دعا کیا کرو۔ اب ڈاکٹروں کی ہدایت پر غذا وغیرہ لینا۔ اور خیال رکھنا۔ بچوں کو سلام دعا پیار۔ بشیر صاحب کو السلام علیکم۔ متین محمود، روفو، سیمی سب تمہاری طبیعت پوچھ رہے ہیں۔ سیمی بھی آئی ہوئی ہے اس کی بہن کی شادی تھی۔ خدا کے فضل سے میاں رفیع کے بیٹے، بیٹی، جمیل کی بیٹی، روحی کے بیٹے اور قدسیہ کی بیٹی کی شادی دسمبر میں ہوگئی۔ کل 6؍جنوری کو شکری کے بڑے بیٹے کی شادی مصطفیٰ جیبی کی چھوٹی لڑکی سے ہو کر برات جا رہی ہے 20؍جنوری کو انشاء اللہ کلیم (میاں وسیم کے لڑکے) کی شادی روحی کی چھوٹی بیٹی سے ہے وہ لوگ بارہ کو آرہے ہیں۔

اچھا خدا حافظ والسلام

مریم صدیقہ

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا اور خاص فضل ہوا کہ حضور اقدس خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کی دعاؤں سے محترمہ والدہ صاحبہ کو آپریشن کے بعد کامل شفا ہوئی اور 1991ء سے لیکر 2010ء تک گردے بالکل ٹھیک رہے الحمد للہ

حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کے خطوط پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کیسے ہمارے والدین اور ہم ساتوں بہن بھائیوں کی ایک مہربان ماں کی طرح فکر کرتی تھیں اور دعائیں کرتی تھیں۔ میرے والد صاحب کی بہت قدر کرتی تھیں وہ جب بھی ملنے جاتے اچھا کھانا پکوا کر محبت سے مہمان نوازی کرتیں۔ ہم بہن بھائیوں کی شادی کے موقع پر دعا اور استخارہ کرتیں۔ میری والدہ صاحبہ کو تسلی اور مشورہ دیتیں کہ دین سب سے پہلے دیکھنا اور پھر خود بھی تحقیق کرواتیں۔

میری شادی کے موقع پر بھی میری والدہ صاحبہ کو تسلی دی کہ ”میں نے دعا کی ہے۔ رفیعہ بیگم (میری ساس صاحبہ) بہت فدائی احمدی اور سلسلہ کی خدمت گزار ہیں۔ اس بات کی تسلی ہے کہ خاندان مرتد ہونے والا نہیں ہے“۔ چونکہ میری ساس صاحبہ ایک لمبے عرصہ تک ضلع فیصل آباد کی سیکرٹری مال رہیں اور جماعتی پیسہ بچانے کے لئے دور دور تک پیدل جا کر چندہ وصول کرتیں علاوہ ازیں جلسہ سالانہ کے موقع پر لمبا عرصہ بیرکس میں کھانا تقسیم کرنے کی ڈیوٹی دی اور اس بات کا حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان اکثر ذکر فرماتیں کہ وہ فدائیت سے خدمت کرتی ہیں۔

میری شادی سے ایک ہفتہ قبل میرے ماموں مکرم محمد حسین صاحب کی وفات ہوگئی۔ بھائی کی وفات، والدہ صاحبہ کے لئے تو بہت بڑا صدمہ تھا اور حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کو اس بات کا احساس تھا آپ افسوس کے لئے تشریف لائیں۔ اور والدہ صاحبہ کے پوچھنے پر کہ ”شادی چند روز آگے کر دیتی ہوں“ آپ نے فرمایا۔ ”گھبرانا نہیں شادی اپنے وقت پر کرو کیونکہ رخصتی کے دن مقرر کر دیئے ہیں تین دن افسوس کے گزر گئے ہیں بیوی کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ چار ماہ دس دن تک اور باقی لوگ تین دن تک سوگ منائیں۔ اس لئے اس فرض کو بھی اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر خوشی خوشی ادا کرو۔“ اور پھر شادی سے ایک شام قبل تشریف لائیں اور گھر کا افسردہ ماحول دیکھ کر میری خالہ زاد بہنوں اور دوسری بچیوں سے فرمایا ”آؤ بیٹھو گانا گاؤ اور خوشی کا اظہار کرو۔ بچی کو دعاؤں اور خوشیوں کے ساتھ رخصت کرواور سب مہندی بھی لگاؤ۔“ میری انتہائی خوش قسمتی ہے کہ رخصتی کے موقع پر حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کے ساتھ خاندانِ اقدس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت سے بابرکت وجود تشریف لائے اور ڈھیروں دعاؤں سے رخصت کیا۔

حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان کے ساتھ میری آخری ملاقات اگست 1989ء

میں سویڈن مشن ہاؤس میں ہوئی مجھے ان کی شفقت اور محبت کا لمس آج بھی یاد ہے۔آپ میرا بے انتہا احساس کر رہی تھیں اور اس بات پر خوش بھی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شادی کے پانچ سال بعد امید لگائی ہے اور جب انھیں دسمبر میں میرے وقفِ نو بیٹے عزیزم فہد محمود کے پیدا ہونے کی اطلاع ملی تو بہت محبت بھرا خط لکھا اور بیشار دعاؤں اور نصائح سے نوازا کہ ''بچوں کے کانوں میں ہر روز اچھی بات ضرور ڈالنا اور حوصلے اور دعا کے ساتھ تربیت کرنا تا کہ یہ اپنے وقف کو بہترین طور پر نبھانے والے ہوں۔'' آپ میرے خطوط کے جواب بہت محبت کے ساتھ دیتیں اور پھر امی کے خط میں بھی ذکر فرماتیں کہ بشریٰ کا خط ملا ہے میں نے جواب دے دیا ہے، یا اگر کسی مصروفیت کی وجہ سے جواب نہ دے سکتیں تو امی جان کو لکھ دیتیں کہ ''اسے میرا سلام کہنا بچوں کو پیار دینا۔ جب میں فارغ ہو جاؤں گی تو جواب دوں گی''۔

ایک سال قبل 2/جولائی 2010ء کو اچانک خاکسار کی والدہ محترمہ رشیدہ بشیر صاحبہ کی وفات ہوئی۔امی جان مرحومہ اکثر ذکر کرتی تھیں کہ حضرت چھوٹی آپا جان کی محبت اور عقیدت کا مجھ پر حق ہے کہ میں ان کا ذکرِ خیر کروں اور اکثر یہ دعا بھی کرتی تھیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے زندگی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کی قربت اور ممتا بھری چھاؤں میں رکھا۔آخرت میں بھی مجھے ان کے قدموں میں رکھنا۔آمین''

اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ چھوٹی آپا جان صاحبہ کو ان کے ان احسانوں کی بے شمار جزا دے اور لاکھوں رحمتیں اور فضل فرمائے جو انھوں نے بنی نوع انسان پر اور خصوصاً مجھ جیسی کمزور انسان پر کئے کہ میرے بچوں اور میاں کا نام لے کر دعا کرتیں۔اللہ تعالیٰ ان کی ساری دعائیں جماعت اور ہم سب کے حق میں قبول فرمائے اور ہمیں بھی نافع الناس وجود بنائے۔آمین

حضرت چھوٹی آپا جان نور اللہ مرقدھا کی تحریر کا عکس

”وہ جو دل میں رہتی ہیں“

مکرمہ امتہ الشافی شائستہ صاحبہ دارالرحمت غربی ربوہ

سراپا محبت، سراپا پیار، میری غمگسار جو انتہائی قد آور شخصیت ہونے کے باوجود چھوٹی آپا کہلائیں۔ وہ جو میرے ہر دکھ اور تکلیف پر پریشان ہو کر تڑپ اٹھتیں۔ اتنے سالوں کی جدائی کے باوجود ان کی یادیں آج بھی تازہ ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ 3 نومبر 1999ء قیامت سے کم نہ تھی جب آپ وفات پا گئیں ”میری پیاری چھوٹی آپا“ میرے دل کی گہرائیوں سے ہر لمحہ آپ کے لئے دعائیں نکلتی ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ مجھے اکثر بھول جاتا ہے کہ آپ ہم میں نہیں رہیں۔ میرے دل سے آپ کی مغفرت کی دعا کی بجائے آپ کی صحت، تندرستی اور لمبی عمر کی دعائیں نکل جاتی ہیں اور یہ احساس اس وجہ سے ہوتا ہے کہ آپ اپنے کارناموں کی وجہ سے ابدالآباد تک ہیں۔ میری مشفق اور مہربان استاد! آپ کے پڑھائے ہوئے قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر کا ہر ہر لفظ میری روح کی غذا ہے۔ کچھ واقعات ایسے ہیں جو ہمیشہ کے لئے آپ کی یاد کی صورت میں تازہ رہیں گے۔

عبادات میں باقاعدگی: آپ نماز، روزہ، تہجد کی انتہائی پابند تھیں۔ نماز کا وقت ہوتے ہی ادائیگی کے لئے فوراً اٹھ جاتیں۔ رمضان المبارک میں کثرت سے نوافل ادا کرتیں، تراویح پڑھتیں اور اعتکاف بیٹھتیں۔ نوافل بڑے خشوع اور خضوع سے ادا کرتیں۔ سخی تو ویسے بھی بہت تھیں مگر رمضان المبارک میں آپ کی سخاوت انتہا کو پہنچ جاتی۔ یوں خدا کی راہ میں خرچ کرتیں کہ دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ افطاری کرواتیں مجھے بھی کئی بار اسکوائش کی بوتلیں دیں۔

قرآن مجید سے محبت: آپ کو قرآن مجید سے بے انتہا محبت تھی۔ بہت شوق اور دلجمعی سے قرآن مجید پڑھتیں اور پڑھاتیں۔ آپ کا قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور پڑھنے کا انداز بہت دلنشیں تھا کہ سننے والوں پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ رمضان میں درس کا اہتمام ضرور کرتیں۔ درس قرآن مجید میں باقاعدگی سے شامل ہوتیں اور نوٹس لیتیں۔ اپنے قرآن مجید میں خالی صفحات اسی غرض سے لگواتیں۔ خصوصاً رمضان میں بہت زیادہ قرآن مجید پڑھتیں۔ کبھی ان سے پوچھا جاتا کہ آپ کتنی دفعہ قرآن مجید مکمل کرتی ہیں؟ تو فرماتیں ”یہ میرا اور میرے اللہ کا معاملہ ہے“ پھر جب میں بہت اصرار کرتی کہ ”آپ ہمیں ضرور بتائیں کیونکہ آپ کا ہر عمل ہمارے لئے مشعل راہ ہے“۔ تو آپ بتاتیں کہ ”چھ، سات دفعہ مکمل کر لیتی ہوں۔ کبھی زیادہ بھی ہو جاتا ہے“۔ عام دنوں میں بھی ناشتہ کے وقت سے قرآن مجید پڑھانے لگتیں۔ بے شمار طالبات آپ کے پاس پڑھنے آتیں۔ کافی دیر تک آپ انہیں پڑھاتی رہتی تھیں صبح و شام یہی شغل ہوتا، بار ہا یہ شعر بڑے پیار سے پڑھتیں۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں، کعبہ میرا یہی ہے

مہمان نوازی: آپ کی مہمان نوازی مثالی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ میں وقت بے وقت آپ کے ہاں جاتی، مجھ پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ میں آپ کے قدموں میں بیٹھنا باعث فخر سمجھتی مگر آپ ہمیشہ مجھے کہتیں ”اٹھو صوفے پر بیٹھ جاؤ“۔ پھر باتیں شروع ہو جاتیں۔ آپ خالہ فاطمہ کو آواز دیتیں ”فاطمہ! شافی آئی ہے اس کے لئے کچھ کھانے پینے کے لئے جلدی لے آؤ“۔ کبھی مٹھائی یا مشروب سے تواضع کرتیں اور مجھ پر یہ عنایات کچھ خاص تھیں۔ پھر میری والدہ صاحبہ کا حال احوال پوچھتیں اور تمام دکھ درد سنتیں۔ اگر کبھی میں دوپہر کے وقت جاتی تو آپ برآمدہ یعنی ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی کتاب پڑھ رہی ہوتیں یا کچھ لکھ رہی ہوتیں یا پھر کمرے میں اپنے پلنگ پر لیٹی کتاب پڑھ رہی ہوتیں۔ میں اجازت لے کر کمرے میں جاتی، حال احوال پوچھتیں اور خواتین بھی ملاقات کے لئے آجاتی تھیں آپ سب سے مل کر بہت خوش ہوتیں۔ اپنے آرام پر ان کی باتوں اور ان کے دکھوں کو ترجیح دیتیں۔ اپنی دعاؤں اور مشوروں سے سب کی مشکلات اور

تکالیف کے ازالہ کی کوشش کرتیں۔ مہمانوں کے لئے بہترین کھانے اور رہائش کا انتظام ہوتا تھا۔ خصوصاً جلسہ سالانہ کے دنوں میں تو آپ کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی تھیں۔ شب و روز محنت سے اپنے فرائض انجام دیتیں۔ کئی دفعہ ساری ساری رات انتظامات کی چیکنگ میں گزر جاتی لیکن جب تک تمام بیرکس، خیمہ جات اور جگہوں کا معائنہ کر کے، سب سے ان کی خیریت دریافت کر کے تسلی نہ ہو جاتی۔ آرام سے نہ بیٹھتیں۔

غمگساری اور ہمدردی: آپ ہر کسی کی دعوت قبول کرتیں اور ضرور جاتیں۔ طبیعت میں انکساری کی وجہ سے سب کی خوشی اور غمی میں شریک ہوتیں۔ میرے والد صاحب مکرم خوشی محمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے باڈی گارڈ تھے۔ جب میرے ابا جی کی وفات ہوئی تو آپ ملک سے باہر گئی ہوئی تھیں واپس آئیں تو اس عاجزہ کے گھر بھی تشریف لائیں اور انتہائی شفقت کے انداز میں میری غمگساری کی، فرمانے لگیں ”میں ملک سے باہر گئی ہوئی تھی اس لئے مجھے دیر سے پتہ چلا اب آئی تھی تو سوچا کہ خوشی محمد صاحب کی تعزیت کر آؤں۔ بہت شریف النفس تھے طبیعت میں بہت سادگی تھی۔ اللہ درجات بلند کرے۔ آمین“

میں بچپن میں بھی چھوٹی آپا کے پاس بھاگ بھاگ کے جایا کرتی۔ اس وقت بھی میرے لئے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ چھوٹی آپا مجھ سے بہت پیار کرتیں اور کھانے پینے کی چیزیں دیتیں۔ کبھی آپ کی باری ہوتی، کبھی مہر آپا اور دوسری بیگمات کی۔ چھوٹی آپا کی باری میں مجھے کئی دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ملاقات کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ چھوٹی آپا حضورؓ کے سرہانے کے دائیں طرف بیٹھتیں۔ حضورؓ کے چہرے پر بڑا نور ہوتا تھا آپؓ دست شفقت میرے سر پر پھیرتے۔ حضورؓ کی یادداشت کمال کی تھی کسی ایک فرد کا نام لیتے ہی پورے گھر والوں کے نام بتا دیتے۔

اوصاف و کمالات: وہ دینی علوم سے بہرہ ور تھیں۔ ساتھ ہی دنیاوی علوم میں بھی ایم۔اے عربی تھیں۔ بہت سے علوم پر دسترس تھی۔ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی، اردو، حساب، منطق، جغرافیہ اور انگلش میں بھی مہارت حاصل تھی۔ غزلوں کی تشریح ہو یا کوئی اور مسئلہ، باتوں باتوں میں حل کر کے سب کو مطمئن کر دیتی تھیں۔ میں نے انہیں کئی بار کہا کہ ”چھوٹی آپا! آپ مجھے دوسری حضرت عائشہؓ لگتی ہیں“۔ آپ کا جواب ہمیشہ یہ ہوتا ”شافی! کیا کرتی ہو؟ کہاں وہ کہاں میں، میں تو حضرت عائشہؓ کے پاؤں کی خاک بھی نہیں۔ میں تو انتہائی عاجز انسان ہوں“۔ میں کہتی ”میں آپ کے اوصاف و کمالات اور ہر فن مولا ہونے کی وجہ سے ایسا کہتی ہوں“۔ مجھے آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ بہت آسان لفظوں میں مجھے مشکل سے مشکل بات بھی سمجھا دیتی تھیں۔ امتحانوں کے دنوں میں میں ان کے پاس اپنا پین لے کے جاتی۔ وہ اس پر دعائیں پڑھنے کے بعد مجھے واپس کرتیں اور پھر میری طرف دیکھ کے مسکرا کر فرماتیں ”اللہ فضل کرے گا میں دعا کروں گی“ واپسی پر میں آپ کو بتاتی کہ پرچہ اچھا ہو گیا ہے تو بہت خوش ہوتیں۔

نفاست و سادگی: چھوٹی آپا سلائی کڑھائی، سینے پرونے، کھانے پکانے، کی ماہر تھیں۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو اچھا سمجھتی تھیں۔ آپ میں انتہا کی سادگی تھی۔

دوسروں کو اچھے سے اچھا کھلاتیں اور خود ناشتے میں ایک توس اور ایک کپ پھیکی چائے لیتیں۔ اپنے لئے گاڑی نہیں خریدی۔ پیدل ہی جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آیا جایا کرتی تھیں۔ نماز میں اکثر میں چھوٹی آپا کے ساتھ، ان کے پہلو میں بیٹھتی۔ کبھی آپ کو لینے اور کبھی جمعہ کی نماز کے بعد آپ کو چھوڑنے آپ کے گھر جاتی۔ آپ فرماتیں ”شافی! تکلف نہ کرو میں اکیلے چلی جاؤں گی“۔ مگر میں اصرار کرتی کہ ”میں آپ کو گھر تک چھوڑ کے آؤں گی“۔ میری اس ضد پر آپ مسکرانے لگتیں۔

ملازمین سے سلوک: آپ نے کبھی ملازمین کو نہیں ڈانٹا، سب سے شفقت سے پیش آتیں، سودے کے لئے کاپی پر پہلے سے سودا لکھا ہوتا تا کہ لانے والے کو دقت نہ ہو، پردے کے پیچھے سے کاپی اور حساب لیتیں یا محترمہ فاطمہ صاحبہ کی معرفت لیتیں۔ ایک دفعہ آپ کی کچھ اشیاء گم ہو گئیں میں نے کہا ”جس کی چیز جاتی ہے اس کا ایمان بھی ساتھ ہی چلا جاتا ہے“۔ فرمانے لگیں ”چیزیں بے شک ساری چلی جائیں۔ لیکن خدا کرے ایمان کبھی کسی کا نہ جائے“۔

خطوط کی باقاعدہ چیکنگ: آپ کے دفتر اور گھر میں بے شمار خطوط آتے تھے۔ کبھی کسی لمحے فارغ نہ بیٹھتیں۔ بروقت دفتر جاتیں اور ڈاک دیکھتیں۔ ہر کسی کے خط کا جواب دیتی تھیں ان کے ہاتھ میں بہت تیزی اور روانی تھی۔ قلم بہت تیزی سے چلتا۔ کئی دفعہ جب میں ان کے پاس گئی تو حسب معمول بے شمار ڈاک ہوتی۔ میرے کہنے کے باوجود مجھ سے خط نہ لکھواتی تھیں بلکہ ان کی یہی کوشش ہوتی کہ ہر خط کا جواب اپنے ہاتھ سے لکھیں۔ چھوٹی آپا کی لکھائی بہت خوبصورت تھی ایسے جیسے موتی بکھرے ہوئے ہوں۔ جب میں بہت زیادہ اصرار کرتی کہ مجھ سے بھی کچھ کام کروائیں تو کبھی کبھار مجھے خطوط دے کر کہتیں ”اچھا! پھر اس پہ گوند لگا دو اور پوسٹ کر دینا“۔ میں خود بھی جب ربوہ سے باہر ہوتی تو باقاعدگی سے آپ کی خدمت میں خط لکھا کرتی اور مجھے میرے ہر خط کا جواب بہت شفقت بھرے انداز میں پوسٹ کارڈ یا لفافے میں ملتا۔ جس میں ڈھیروں دعائیں ہوتیں۔

کھیلوں میں دلچسپی: ویسے تو آپ کو تمام کھیلوں میں ہی دلچسپی تھی مگر کرکٹ زیادہ پسند کرتی تھیں۔ جب پاکستانی ٹیم کا

میچ ہوتا آپ ان کی جیت کے لئے دعا کرتیں، اوران کے جیتنے پر بہت خوش ہوتیں۔

مجھ سے محبت کا اظہار: عیدالاضحیٰ پر مجھے گوشت ضرور بھجواتیں۔آپ کے پاس آموں کے موسم میں کریٹ آتے تو میرے جانے پر خوداٹھ کے سٹور روم سے اپنے مخصوص انداز میں ہاتھ میں دوآم مجھے لا کر دیتیں اور فرماتیں ''شافی! یہ تمہارا حصہ ہے''۔ان دوآموں میں اس قدر محبت اور شیرینی ہوتی کہ لگتا سارے کا سارا باغ مجھے مل گیا ہے۔خاندان میں کوئی بھی شادی ہوتی تو مجھے خصوصی طور پہ بلاتیں اور میرا چھوٹے سے چھوٹا تحفہ بھی بہت محبت سے قبول کرتیں۔

جب میں نے بی۔اے مکمل کیا تو آپ نے مجھے نیوی بلیو جرسی انعام کے طور پر دی۔(جو میں نے بعد میں بی۔ایڈ کالج کے یونیفارم کے طور پر استعمال کی) میں بی۔اے کے بعد ایم۔اے کرنا چاہ رہی تھی مگر چھوٹی آپا نے مجھے مشورہ دیا کہ میں پہلے بی۔ایڈ کروں اور بعد میں پرائیوٹ ایم۔اے کرلوں۔ میں نے ان کے کہنے پرحامی تو بھرلی مگر میں سوچ میں پڑ گئی کہ بی۔ایڈ کے اخراجات کہاں سے پورے کروں گی؟ نہ میں کبھی فیصل آباد گئی تھی اور نہ کبھی باہر کسی ہوسٹل میں رہی تھی۔میری اس پریشانی کے تاثرات چہرے سے عیاں تھے چھوٹی آپا نے میری پریشانی کو بھانپ لیا اور بن مانگے مجھے دو ہزار روپے عنایت کر دیئے یہ فرماتے ہوئے کہ ''شافی! یہ لجنہ اماء اللہ کی طرف سے تم پر قرض ہے۔جس وقت تمہاری سروس شروع ہو جائے۔تھوڑے تھوڑے کر کے لوٹا دینا''۔میرا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔پھر مجھے دوسری فکر لاحق ہوئی کہ انجانے شہر میں پہلی دفعہ جانا ہے میری یہ مشکل بھی میری اس ' ماں ' نے بنا کہے یوں حل کر دی کہ پرنسپل کالج آف ایجوکیشن کے نام میرا تعارفی خط لکھا کہ ''یہ میری بیٹی آرہی ہے اس کا خیال رکھیں''۔جب میں نے وہ خط پرنسپل صاحب کو دیا تو انہوں نے میرے ساتھ بہت شفقت کا سلوک کیا۔چھوٹی آپا کے دو ہزار روپے اللہ کے فضل سے بہت بابرکت ثابت ہوئے اور میرا داخلہ،کتابیں،ہاسٹل کے اخراجات ،فیس وغیرہ سب ادا ہو گئیں۔ پرنسپل صاحب اوران کی اہلیہ محترمہ نے میرا بہت خیال رکھا اور وہ آج بھی میرے لئے بہت قابلِ احترام ہیں۔اس کے بعد تو میرے لئے خوش نصیبی کے در کھلتے چلے گئے اور یہ سب خدا کے فضل، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی نوازشات اور چھوٹی آپا کی محبتوں کی وجہ سے ہوا۔

خواب جو حقیقت نہ ہوا: چھوٹی آپا کی بیماری اوروفات سے پہلے میں نے کئی دفعہ خواب دیکھا کہ میں چھوٹی آپا سے انٹرویو لے رہی ہوں۔میں نے بہت دفعہ ان سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ''میں اپنی خوابوں کی وجہ سے آپ کی زندگی پر کچھ تحریر کرنا چاہتی ہوں کیونکہ آپ ایک جماعتی سرمایہ ہیں''۔مگر آپ نے ہمیشہ یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ''میں تو ایک عاجز اور معمولی انسان ہوں میرا انٹرویو لے کر کیا کروگی''۔شاید میرے اصرار پر وہ رضامند ہو جاتیں مگر ان ہی دنوں وہ شدید بیمار ہو گئیں۔

آخری ملاقات: آپ کی بیماری کے دوران کسی کو بھی آپ سے ملاقات کی اجازت نہیں تھی مگر میں آپ سے ملنا چاہتی تھی۔خدا تعالیٰ کے فضل سے میری دعا پوری ہوئی اور مجھے آپ سے ملاقات کا موقع مل گیا۔چھوٹی آپا بڑے وقار سے اپنے پلنگ پر بیٹھی ہوئی تھیں چہرے پر مسکراہٹ تھی۔کہنے لگیں ''تم شافی ہو؟'' پھر میرا بازو پکڑے برآمدے میں سے ہوتے ہوئے صحن میں آ گئیں۔پھر میرے ساتھ اندر کمرے میں چلی گئیں۔اس کے بعد میں نم آنکھوں سے ان کو اللہ حافظ کہہ کر گھر آ گئی۔یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی۔

وفات: چند دنوں بعد ہی یہ روح فرسا خبر سننے کو ملی کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔یہ خبر سنتے ہی پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔یوں لگا جیسے میری ٹانگیں جواب دے گئی ہوں۔میری بہت ہی پیاری اور محبوب ہستی ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہو گئیں۔میں آپ کے گھر پہنچی،تین دفعہ آپ کا دیدار کیا۔آپ کے چہرے پر انوار کی بارش تھی۔پھر آپ کا جنازہ بہشتی مقبرہ لے جایا گیا اور شام کے دھندلکوں میں آپ وہاں مدفون ہوئیں۔یہ میرا ان کے گھر میں آخری دن تھا۔اس کے بعد میں ان کے گھر نہیں جا سکی۔خدا تعالیٰ اس مقدس اور پیاری ہستی پر ہزار ہا رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔آمین

چھوٹی آپا کا مشن: آپ کی وفات کے بعد میں نے بارہا آپ کو خوابوں میں دیکھا ہے۔آپ نے مجھ سے باتیں کیں اور محبت کی نظریں مجھ پر ڈالیں اور کئی دفعہ آپ نے مجھے خواب میں کہا کہ ''مجھے امید ہے تم میرے مشن کو مکمل کروگی'' اور کبھی یوں بھی کہا کہ ''تمہارے سپرد ایک کام کرنا چاہتی ہوں کیا تم اسے مکمل کروگی؟'' مگر انہوں نے مجھے کام نہیں بتایا لیکن چونکہ آپ کو قرآن مجید سے بے انتہا محبت تھی اس لئے میرے خیال میں ان کی زندگی کا مشن ''قرآن مجید پڑھانا اور اس کا ترجمہ'' تھا۔چھوٹی آپا میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ انشاء اللہ میں آپ کا کام ضرور کروں گی اور آپ کے مشن کو ہمیشہ زندہ رکھوں گی۔خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔آمین

ے بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

رفتگاں کی بھیڑ ہے یادوں کے گھر کے سامنے

مکرمہ امتہ القدوس ندرت صاحبہ۔ Groß Gerau

میری امی جان محترمہ امتہ الرشید غنی صاحبہ بنت حضرت مولوی عطا محمد صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر خاندانِ مسیح موعود علیہ السلام کے بزرگوں سے ملنے اور دعا کی غرض سے جاتی رہتی تھیں اور آج تک یہ تعلق قائم ہے۔ امی جان کا بچپن، زمانہ طالب علمی اور شادی تک کا زمانہ ربوہ میں ہی گزرا۔ ان کے بیان کردہ واقعات میں سے چند واقعات ان ہی کی زبانی لکھ رہی ہوں۔

ایک مرتبہ میں اور میری آپا ذکیہ صاحبزادی امتہ المتین صاحبہ (دختر حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ) کے گھر ملنے گئے۔ اس وقت میں کالج میں پڑھ رہی تھی۔ باتوں باتوں میں آپا متین صاحبہ نے مجھے پوچھا؟ "اچھی! تم اپنے لئے دعا کرتی ہو؟ میں تو ذرا بڑی ہوئی تو امی نے مجھے کہنا شروع کر دیا تھا کہ "متین! اپنے لئے بہت دعا کیا کرو۔" آپا متین سے یہ سن کر میں نے بھی دعا کرنی شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل سے نیک، صالح اور خادم دین ساتھی (چوہدری عبدالغنی صاحب صدر حلقہ دستگیر و نائب امیر کراچی) عطا فرمایا بہت محبت کرنے والا سسرال ملا، نیک اور سعادت مند بچے عطا کئے، اللہ کے فضل سے زندگی سکون اور اطمینان سے گزری۔ میں ان بچیوں کے لئے لکھ رہی ہوں جو بڑی ہو رہی ہیں وہ ابھی سے اپنے لئے دعا کریں۔ اللہ کا فضل اور اس کی نصرت سب کے شاملِ حال رہے۔ آمین

ماضی کی ان حسین یادوں کے اوراق الٹاؤں تو اس جانب جا نکلتی ہوں جب میں انٹر کا امتحان دے رہی تھی۔ میری بہنیں مکرمہ ناصرہ آپا، مکرمہ ذکیہ آپا حضرت چھوٹی آپا جان سے ملنے گئیں۔ میں نے حضرت چھوٹی آپا جان کی خدمت میں سلام اور امتحان میں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کرنے کو کہا۔ اس وقت فضلِ عمر ماڈل سکول نیا نیا شروع ہوا تھا۔ حضرت چھوٹی آپا جان نے میری بہنوں سے کہا "امتہ الرشید کو میرا پیغام دینا کہ میری خواہش ہے کہ وہ انٹر کے بعد ٹیچر ٹریننگ لے لے اور فضل عمر ماڈل سکول میں پڑھائے۔" مزید فرمایا "ٹیچر تو مجھے بہت مل جائیں گی مگر میرا دل کرتا ہے کہ اپنی پسند کی ٹیچر لگاؤں۔"

میرا ارادہ تو بی۔اے کرنے کا تھا مگر جب حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کا پیغام ملا تو میں نے اگلے ہی دن آپ کی خدمت میں لکھا کہ "مجھے آپ کا پیغام ملا ہے۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر، انٹر کے امتحان کے بعد آپ جو بھی حکم دیں گی وہی ٹریننگ کر لوں گی"۔ جب رزلٹ آیا تو اس وقت حضرت مصلح موعودؓ مع فیملی جابہ تشریف لے گئے تھے۔ اخبار میں اگلے کورسز کے لئے داخلہ کے اعلان آ رہے تھے۔ ٹیچر ٹریننگ شروع ہونے میں بھی چند دن تھے۔ ایسے میں مجھے مجبوراً جابہ جا کر چھوٹی آپا سے مشورہ لینا تھا۔ چنانچہ میں اپنے بہنوئی مکرم قریشی محمد اکمل صاحب کے ساتھ جابہ گئی۔ آپ نے مجھے لاہور جا کر داخلہ لینے کا حکم دیا۔ اس رات ہمیں جابہ رکنا پڑا کیونکہ واپسی کے لئے وقت ہی نہ تھا۔ برآمدے میں دو پلنگ بچھے تھے، چھوٹی آپا نے مجھے کہا "تم یہاں مہر آپا (حضرت سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ) کے ساتھ سو جانا۔" صبح جب اٹھے تو ہم نے حضرت مہر آپا صاحبہ کے کمرے میں ہی ناشتہ کیا، اور لوگ بھی تھے۔ اسوقت باتوں کے دوران مجھے پتہ چلا کہ حضرت چھوٹی آپا جان نے اپنا پلنگ میرے لئے برآمدے میں لگوا دیا تھا اور خود فرش پر بستر کر کے سو گئیں۔ اللہ اللہ کیا عظیم ہستی تھیں۔ اس وقت مجھے سخت شرمندگی اور تکلیف ہوئی کہ کاش مجھے رات ہی کو پتہ چل جاتا تو کبھی پلنگ پر نہ سوتی اور حضرت آپا جان کو تکلیف نہ ہوتی۔

سورج کی روشن کرنوں کی طرح یہ یادیں پھیلی ہوئی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کا سالانہ اجتماع ہر سال ہوتا تھا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب ابھی نئی عمارت تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ پرانا لجنہ ہال تھا اور لجنہ اماء اللہ کے دفاتر کیلئے صرف دو تین کمرے اور ایک سٹور تھا۔ میری ڈیوٹی صفائی کروانے پر لگی۔ میں صبح سویرے آتی اور ساری جگہ یعنی ہال، گیلری، دونوں طرف برآمدے اور گیٹ کے سامنے صحن میں صفائی کرواتی۔ اس کے بعد جب نماز اور

کھانے کا وقفہ ہوتا پھر گیلری برآمدوں اور سٹیج پر صفائی کرواتی، اس وقت مٹی بہت ہوتی تھی تھوڑی ہی دیر میں فرش گندے ہو جاتے، دورانِ اجتماع ایک دن میں کھانے کے وقفہ میں صفائی کروا رہی تھی سامنے لجنہ کے دفتر میں حضرت چھوٹی آپا جان دو تین عہدیداران کے ساتھ کام کروا رہی تھیں۔ میں ایک دو دفعہ گیلری سے گزری تو حضرت چھوٹی آپا جان نے مجھے دیکھ لیا محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کو جو میری کلاس فیلو بھی ہیں مجھے بلوانے کو بھیجا۔ انہوں نے آکر کہا ''اچھی! تمہیں چھوٹی آپا بلا رہی ہیں۔'' حاضرِ خدمت ہوئی تو فرمایا ''امۃ الرشید! تم نے کھانا کھایا ہے؟'' میں نے عرض کیا ''چھوٹی آپا! میں صفائی کروا کے گھر جاتی ہوں کھانا کھا کر اور نماز ظہر عصر پڑھ کر آجاتی ہوں، اب کام ختم ہونے کو ہے۔'' آپ کے سامنے کھانا ٹرے میں رکھا تھا اور آپ کھا چکی تھیں۔ فرمایا ''بیٹھو پہلے کھانا کھاؤ پھر کام کرنا۔'' اللہ اللہ کیا مجسم شفقت وجود تھا۔ ساڑھے تین بجنے والے تھے۔ بھوک سے میرا برا حال تھا۔ مگر آپ کی محبت اور شفقت سے منٹوں میں ساری بھوک اور تھکن دور ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ آپ سے اس سے بھی زیادہ محبت اور پیار کا سلوک فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ کچھ بزرگ ہستیاں ہیں ان سے اپنے اور اپنے بچوں کے لئے انگوٹھیوں پر دعا کروالوں۔ چنانچہ میں نے اپنے لئے سونے کی اور بچوں کے لئے چاندی کی انگوٹھیاں لے کر اپنی بہن عزیزہ امۃ السلام کو بھجوا دیں کہ آپ اس پر حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ اور حضرت امّ متین صاحبہ اور میرے ابا جی حضرت مولوی عطا محمد صاحبؓ سے دعا کروا کر رکھ لیں، میں آؤں گی تو لے لوں گی۔ خط لکھتے ہوئے ساتھ ہی آپا جان کو بھی خط لکھ دیا کہ عزیزہ امۃ السلام انگوٹھیاں لے کر آئے گی تو دعا کر دیں۔ میرا خط ملنے کے بعد لجنہ اماء اللہ کا کوئی جلسہ تھا۔ میری بہن نے مجھے بتایا کہ جلسہ ختم ہوا تو چھوٹی آپا نے مجھے بلایا۔ میں گئی تو فرمانے لگیں ''امۃ الرشید نے مجھے لکھا تھا کہ تم انگوٹھیاں لے کر آؤ گی میں ان پر دعا کر دوں۔ تم ابھی تک لے کر نہیں آئی۔'' میں بہت شرمندہ ہوئی اور عرض کیا کہ ''چھوٹی آپا میں جلد لے کر آؤں گی''۔ جب وہ انگوٹھیاں لے کر گئیں تو چھوٹی آپا نے انگوٹھیاں ہاتھ میں لے کر دعا کر کے واپس کر دیں۔ اسی طرح حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ اور پھر ابا جی سے بھی دعا کروائی۔ بعد کی زندگی میں خدا کے فضل سے سب بزرگوں کی دعاؤں کے ثمر نظر آتے ہیں۔

ربوہ کے ابتدائی سالوں کی بات ہے جب ساری عمارتیں کچی اینٹوں کی بنی تھیں اور ربوہ میں سوائے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی گاڑی کے اور کوئی گاڑی نہ تھی۔ پیدل ہی سب کام ہوتے تھے حتیٰ کہ دلہنیں بھی پیدل ہی رخصت ہو کر سسرال جاتی تھیں۔ میری بڑی آپا ذکیہ کی شادی تھی ابا جی نے حضرت مصلح موعودؓ سے درخواست کی کہ وہ شادی پر تشریف لائیں اور اپنی دعاؤں سے میری بیٹی کو رخصت کریں۔ حضورؓ نے ازراہ شفقت درخواست قبول فرمائی اور نماز عصر کے بعد تشریف لائے۔ ہمارا گھر ریلوے اسٹیشن کے بالکل سامنے تھا۔ حضورؓ دعا کروا کر واپس تشریف لے جانے لگے تو ابا جی نے عرض کی ''حضور! بچی کو سسرال پہنچانے کے لئے تھوڑی دیر کے لئے گاڑی چاہئے۔'' پیارے آقا نے کمال شفقت سے فوراً فرمایا ''ٹھیک ہے میں گاڑی چھوڑ جاتا ہوں۔'' ابا جی نے عرض کی ''حضور اتنی جلدی تو گاڑی کی ضرورت نہیں ہے۔ حضور گھر جا کر پھر گاڑی بھجوا دیں۔'' حضورؓ نے فرمایا ''نہیں گاڑی تو یہیں رہے گی۔ میں پیدل ہی چلا جاؤں گا۔'' ابا جی پریشان ہو گئے کہ میں نے حضورؓ کو تکلیف دی نہ ہی گاڑی مانگتا۔ حضرت مصلح موعودؓ قیافہ شناس تو تھے ہی۔ ابا جی کی پریشانی بھانپ گئے اور فرمایا ''مولوی صاحب آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں میں تو اس وقت سیر کے لئے جایا کرتا ہوں۔ آج آپ کے گھر سے سیر کرتا ہوا جاؤں گا۔'' حضورؓ روانہ ہوئے تو ابا جی بھی ساتھ ہی چل پڑے۔ جب ریلوے لائن عبور کر لی وہاں سے سیدھی پگڈنڈی قصرِ خلافت تک جاتی تھی تو حضورؓ نے پھر فرمایا ''مولوی صاحب اب آپ جائیں آپ نے بیٹی کو رخصت کرنا ہے۔'' تب ابا جی حضورؓ کو سلام کر کے واپس آئے۔ اس دن ہم نے حضورؓ کے متعلق الہام کا یہ حصہ ''وہ حسن و احسان میں بے نظیر ہوگا۔'' خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی طبیعت میں مزاح بھی تھا۔ میری بہن آپا عطیہ کوئٹہ میں تھیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے چوتھا بیٹا عطا فرمایا۔ آپا نے ہمیں لکھا کہ حضورؓ سے بچے کے لئے نام پوچھ کر بھیجو، میں اور میری بہن امۃ السلام گئے۔ اس دن سیّدہ امّ متین صاحبہ کی باری تھی۔ آپ نے ہمیں اوپر بلوا لیا۔ ہم نے سلام عرض کیا، حضورؓ اس وقت عصر کی نماز کیلئے تیاری کر رہے تھے۔ جب حضورؓ وضو کر کے آئے تو حضرت چھوٹی آپا جان نے حضورؓ کو بتایا کہ ''ان کی بہن عطیہ کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔ نام پوچھنے آئی ہیں۔ ان کے پہلے بچوں کے نام دانیال، ذکریا اور الیاس ہیں۔'' حضورؓ نے فرمایا ''اس بچے کا نام ذوالکفل رکھ دیں۔'' پھر حضرت چھوٹی آپا جان سے فرمایا ''ذرا قرآن مجید لاؤ اور دیکھو کہ ذوالکفل چھوٹے کاف سے ہے یا بڑے کاف سے، مجھے یوں ہی شک سا ہو گیا ہے۔'' چھوٹی آپا جانے لگیں تو فرمایا ''چلو رہنے دو۔ ذوالکفل کا دوسرا نام حزقیل ہے۔ حزقیل رکھ لیں۔'' حضرت چھوٹی آپا جان نے فرمایا ''عطیہ تو پہلے ہی کہتی ہے کہ حضورؓ نے میرے سارے بچوں کے

نام نبیوں کے نام پر رکھے ہیں اور حزقیل تو ہے بھی ذرا مشکل۔'' تو مسکرا کر فرمانے لگے'' ابھی تو بہت نبیوں کے نام باقی ہیں۔'' اور پھر کئی نبیوں کے نام لئے۔ہم سب ہنس پڑے۔اس کے بعد آپا عطیہ کا ایک اور بچہ ہوا تو اس کا نام حضورؓ نے یحییٰ رکھا۔

صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ جن کو آپا چھیرو بھی کہتے ہیں آپ میری بہن ناصرہ صاحبہ کی کلاس فیلو تھیں۔ہم بہنیں اکٹھی ہی ملنے جایا کرتی تھیں۔سب سے بڑی شفقت اور پیار سے ملتیں۔میری سب بڑی بہنیں تو وفات پا چکی ہیں مجھے لگتا تھا کہ سب کے حصہ کا پیار مجھے کرتی تھیں۔آپ گرمیوں میں کچھ وقت کراچی اپنی بیٹی صاحبزادی امتہ النور صاحبہ کے پاس گزارتیں،ہم وہاں بھی اکثر ان سے ملنے جاتے تھے۔آپ ہمیں حضرت اماں جانؓ اور حضرت مصلح موعودؓ کی باتیں بتاتی رہتی تھیں۔ایک دن میرا پوتا عزیزم سعد حسن اور دونوں پوتیاں عزیزہ تحریم اور عزیزہ ندا خاور بھی ہمارے ساتھ تھیں۔بچیوں نے سلام اور مصافحہ کیا تو عزیزم سعد جو 12،13 سال کا تھا اس نے بھی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔اس وقت تو مصافحہ کر لیا لیکن ساتھ ہی سمجھا دیا کہ'' دیکھو تم اب بڑے ہو گئے ہو صرف سلام کیا کرو۔'' پھر میری بہو عطیہ نے کہا کہ میرے بچوں کے لئے دعا کیا کریں کہ'' نمازیں باقاعدہ پڑھنے لگ جائیں۔'' فرمانے لگیں'' دیکھو ہم گھر کی ساری لڑکیاں شام سے پہلے اکٹھے ہو کر کھیلا کرتی تھیں۔جب نماز کا وقت ہوتا اور اذان کی آواز آتی تو حضرت اماں جانؓ فرماتی تھیں کہ لڑکیو! نماز کا وقت ہو گیا ہے میں نماز پڑھنے جا رہی ہوں۔تم بھی نماز پڑھ لو۔تو ہم بھی نماز پڑھنے چلے جاتے۔دوسری دفعہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔بچوں کو کہنا ماننے کی عادت ہونی چاہئے۔سب کام ٹھیک ہو جاتے ہیں۔''

ایک دفعہ صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ نے عزیزہ ندا اور عزیزہ تحریم کو بتایا'' میرا چھوٹا بھائی پلنگ پر سو رہا تھا۔میں بھی پلنگ پر بیٹھی تھی۔شاید اس کے جاگنے کا انتظار کر رہی تھی۔بیٹھے بیٹھے مجھے بھی اونگھ آ گئی،حضرت اماں جانؓ کا ادھر سے گزر ہوا اور ہمیں دیکھ لیا جب میں جاگی تو مجھے بلایا اور فرمانے لگیں۔''جس پلنگ پر بھائی سو رہے ہوں اس پر بہنیں نہیں لیٹتیں۔'' حالانکہ میں ابھی بہت چھوٹی تھی اور میرا بھائی تو مجھ سے بھی چھوٹا تھا۔مگر میں نے اماں جانؓ کی اس بات کو ہمیشہ یاد رکھا۔'' دیکھئے ان باتوں میں ہمارے لئے کتنے خوبصورت سبق پنہاں ہیں۔

خاکسار کو یاد ہے کہ جب میرا میٹرک کا رزلٹ آیا تو سب سے پہلے صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ اور بی بی تنویر صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب مبارک باد دینے ہمارے گھر آئیں اور میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

چند سال قبل میرے شوہر محترم کی وفات ہوئی۔ہم جنازہ لے کر رات کو ربوہ پہنچے تو صبح سب سے پہلے صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ میرے پاس آئیں کہنے لگیں'' گڈو(صاحبزادی امتہ النور صاحبہ) نے مجھے رات ہی فون کر دیا تھا کہ اچھی آپا بھی جنازے کے ساتھ ربوہ آ رہی ہیں۔تو میں صبح ہی آ گئی۔'' دیر تک پاس بیٹھی رہیں۔اللہ جزائے خیر دے۔آمین

ابھی میں یہ مضمون لکھ رہی تھی کہ پیاری صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ کی ناسازئ طبیعت کی اطلاع ان کی صاحبزادی امتہ النور صاحبہ نے دی اور دعا کے لئے کہا۔پھر میں نے عید مبارک کہنے کے لئے فون کیا تو صاحبزادی امتہ الشکور صاحبہ نے فون اٹھایا تھوڑی دیر ان سے بات ہوئی پھر میں نے کہا'' آپا جان کا کیا حال ہے۔بات کر سکتی ہیں؟'' کیونکہ جب کبھی طبیعت زیادہ خراب ہوتی تو بات نہیں ہو سکتی تھی۔اس دن صاحبزادی امتہ الشکور صاحبہ کہنے لگیں'' امی کھانے والے کمرے میں بیٹھی ہیں۔میں ابھی آپ سے بات کرواتی ہوں۔'' سلام دعا اور عید مبارک کے بعد میرے بچوں کا حال پوچھا۔میرے بیٹے اور بہو کو عید مبارک کہی۔پوتے پوتیوں کو دعا سلام اور پیار دینے کو کہا۔یہ خیال ہی نہ تھا کہ یہ آپ سے آخری دفعہ بات ہو رہی ہے۔تیسرے دن ان کی طبیعت زیادہ خراب ہونے کی اطلاع ملی۔دن رات دعائیں کیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آ گیا اور آپ ہم سب کو اداس اور غمگین چھوڑ کر چلی گئیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون

مجھے ربوہ جانے کی توفیق ملی الحمد للہ کہ آپ کو دیکھا اور دیکھتی ہی رہ گئی،اتنا نورانی چہرہ یوں لگتا تھا پرسکون گہری نیند سو رہی ہیں۔جنازہ لے کر جانے سے ذرا دیر پہلے صاحبزادی امتہ النور صاحبہ مجھے ہاتھ پکڑ کر لے گئیں'' اچھی آپا! امی کو لے جانے والے ہیں،آخری دفعہ پھر دیکھ لیں۔'' سب عزیز رشتہ دار کھڑے تھے۔میں بھی کھڑی دیکھتی رہی۔آپ کے چہرے سے نظر نہیں ہٹتی تھی۔میں نے پیار سے ماتھے اور چہرے پر ہاتھ پھیرا۔صاحبزادی امتہ النور صاحبہ کہنے لگیں پیار کر لیں،میں جھجک رہی تھی لیکن ان کے کہنے پر فوراً ماتھے پر بوسہ دیا اور روتے ہوئے واپس آ گئی۔اللہ تعالیٰ صاحبزادی امتہ النور صاحبہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور سب بہن بھائیوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ہر لحہ حامی و ناصر ہو۔اور صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے،اپنے پیاروں کے ساتھ جگہ دے اور ان کی دعائیں ہمارے حق میں قبول فرمائے اور اپنے فضل سے میرا بھی انجام بخیر فرمائے۔آمین ثم آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی پوتی

حضرت صاحبزادی امۃ السلام صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مکرمہ سیدہ منورہ سلطانہ صاحبہ۔ Neu-Isenburg

حضرت صاحبزادی امۃ السلام صاحبہؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت سرور سلطان صاحبہؓ کی بیٹی تھیں۔ آپؓ 7/اگست 1907ء کو پیدا ہوئیں۔اس طرح حضورؑ نے اپنی پہلی پوتی کو بھی دیکھ لیا۔صاحبزادی امۃ السلام صاحبہؓ کی پیدائش پر گھر کے سب افراد خاص کر حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ بہت خوش تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپؓ کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی اور اپنی شہادت کی انگلی سے اپنی پیاری پوتی کو شہد چٹا کر گھٹی دی۔حضورؑ نے آپکا نام امۃ السلام رکھا۔حضرت مسیح موعودؑ جب حضرت اماں جانؓ کے پاس بیٹھے ہوتے تو حضرت اماں جانؓ بعض اوقات حضورؑ کی گود میں پوتی دے دیتیں۔آپؑ اپنے بازو میں پوتی لے کر بہت خوش ہوتے اور زیرلب بچی کے لئے دعا کرتے۔

صاحبزادی امۃ السلام صاحبہؓ کی پرورش حضرت اماں جانؓ کی نگرانی میں ہوئی آپؓ کی نشوونما اور اعلیٰ تعلیم وتربیت میں حضرت اماں جانؓ کا بہت عمل دخل تھا۔آپؓ کا نکاح جون 1924ء کو صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب ابن مرزا سلطان احمد صاحبؓ سے ہوا۔ 1925ء میں احمدی خواتین کی تعلیم کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مدرسۃ الخواتین کا افتتاح فرمایا۔ آپؓ اس مدرسہ کی ابتدائی طالبات میں شامل تھیں۔ 1929ء میں سات خواتین نے مولوی فاضل کا امتحان دیا جن میں صاحبزادی امۃ السلام صاحبہؓ نے یونیورسٹی میں اول پوزیشن حاصل کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی حرم محترمہ آصفہ بیگم صاحبہ حضرت صاحبزادی امۃ السلام صاحبہؓ کی صاحبزادی تھیں، اس طرح حضورؒ آپؓ کے داماد تھے۔آپؓ ان سے بہت محبت سے ملتیں اور حضورؒ بھی آپؓ کی بہت عزت فرماتے۔جب آپؓ ان کے گھر آتیں آپؒ فرط جذبات سے کھڑے ہوجاتے آپا آگئیں آپا آگئیں کہہ کر گلے لگاتے،اچھی سے اچھی کھانے کی چیزیں خود بنا کر پیش کرتے اور اچھی جگہ پر بٹھاتے۔جب حضورؒ آپؓ کے گھر جاتے تب بھی یہی عالم ہوتا۔

آپؓ کی سیرت واخلاق کے حوالہ سے آپؓ کی بیٹی صاحبزادی صبیحہ بیگم صاحبہ تحریر کرتی ہیں۔" آپؓ نہایت محبت و پیار کرنے والی،احسان کرنے والی،خوش اخلاق خاتون تھیں۔صبر ورضا،عفت وحیا،مہمان نواز،غرباء ویتامیٰ کا سہارا،ہر کسی کی خیرخواہ ہمدردومہربان،ہم راز اور شفیق تھیں۔اللہ سے محبت کرنے والی،آنحضرت ﷺ،خلفائے راشدین،حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے حضرت مسیح موعودؑ سے گہرا تعلق رکھنے والی عاشق قرآن تھیں۔ ..."

آپؓ کی وفات بروز جمعۃ المبارک 6/جون 1980ء کو بمقام آپؓ کی کوٹھی دارالصدر میں ہوئی۔ 7/جون 1980ء کو آپکا جنازہ ہوا اور بہشتی مقبرہ میں اپنے والدین کے قدموں میں مدفون ہوئیں۔اللہ تعالیٰ آپؓ کے درجات بلند سے بلندتر فرماتا چلا جائے آمین۔

اولاد:۔

1۔صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ
2۔صاحبزادہ مرزا نسیم احمد صاحب
3۔صاحبزادی صبیحہ امینہ بیگم صاحبہ
4۔صاحبزادی آصفہ بیگم صاحبہ
5۔صاحبزادی انیسہ فوزیہ صاحبہ
6۔صاحبزادہ مرزا سلیم احمد صاحب
7۔صاحبزادہ مرزا شمیم احمد صاحب

(ماخوذ از سیرت وسوانح حضرت صاحبزادی امۃ السلام صاحبہؓ مصنفہ پروفیسر سیدہ نسیم سعید صاحبہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور حضرت آپا عزیزہ بیگم صاحبہ کی شفقت

مکرمہ ریحانہ گل صاحبہ۔ Gießen

میری ممانی جان محترمہ معراج سلطانہ صاحبہ حضرت آپا عزیزہ صاحبہ کا ذکر ہمیشہ پیار و محبت اور بے شمار واقعات سے کرتی ہیں لیکن یہاں میں ایک ہی واقعہ ممانی جان کی زبانی بیان کرتی ہوں کہ ''میری ساس محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ چونکہ آپا عزیزہ صاحبہ کے بالکل ساتھ والے گھر میں رہتی تھیں۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باری آپا عزیزہ صاحبہ کی طرف ہوتی تو میری ساس صاحبہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت کے لئے وہاں چلی جاتیں ایک دفعہ مجھے بھی ساتھ لے گئیں۔ کھانا کھانے کا وقت ہوا تو آپا عزیزہ صاحبہ نے کہا کہ ''جاؤ حضور کے ہاتھ دھلواؤ''۔ مجھے حضورؓ کے ہاتھ دھلوانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپؓ کے گھر زمین پر دستر خوان بچھا کر کھانا کھایا جاتا تھا۔ کھانا کھانے بیٹھے تو آپا عزیزہ صاحبہ نے کہا ''تم بھی آجاؤ''۔ اس طرح مجھے بھی اسی دستر خوان پر بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپا عزیزہ صاحبہ نے مجھے اشارہ کیا کہ دعا کے لئے کہہ لو لیکن میں شرم سے خاموش بیٹھی رہی۔ حضورؓ نے دیکھ لیا اور دریافت فرمایا کہ ''کیا بات ہے کیا اشارے ہو رہے ہیں؟'' حضرت آپا جان نے کہا کہ ''حضورؓ یہ دعا کے لئے کہہ رہی ہے''۔ حضورؓ نے مجھے مخاطب کر کے پوچھا کہ ''کیا دعا کروانی ہے؟'' میں نے جلدی سے گھبرا کر کہا کہ ''حضور نیک بنوں اور دین کی خدمت کروں''۔ آپا جان نے کہا کہ ''حضور اولاد کی دعا کے لئے بھی کہہ رہی ہے۔'' حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ ''شادی کو کتنی دیر ہوئی ہے۔'' میں نے کہا ''حضور! چار ماہ'' آپؓ ہنسنے لگے اور فرمایا ''لوگوں کے تو بارہ بارہ، چودہ چودہ سال گذر جاتے ہیں اور تم صرف چار ماہ میں گھبرا گئی ہو۔'' اس کے بعد بہت عرصہ گذر گیا پاکستان بن گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاکستان ہجرت کر گئے اور ہم قادیان رہ گئے۔ میرے خاوند اور میں جب پاکستان آئے تو حضورؓ سے ملاقات کے لئے گئے۔ میں نے کہا ''حضور پہلے تو میں نے اپنے منہ سے نہیں کہا تھا اب میں اپنے منہ سے کہتی ہوں کہ اب تو چودہ سال گذر گئے ہیں آپ میرے لئے اولاد کی دعا فرمائیں۔'' آپؓ نے فرمایا ''آپ کے انیس سال بعد اولاد ہوگی۔'' چنانچہ حضورؓ کی دعا سے انیس سال بعد جبکہ ہم امید ختم کر چکے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بیٹی سے نوازا۔ الحمد للہ

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں ان مبارک ہستیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے روزمرہ کے رہن سہن میں ایک دوسرے کے ساتھ پیار و محبت سے باعمل زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر اس طرح سرایت کر گئی ہے کہ وہ میری جان ہے، میرا دل ہے، میری مراد ہے، میرا مطلوب ہے۔ اس کی غلامی میرے لیے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں اس سے کیوں محبت نہ کروں۔ وہ خدا کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب تلاش نہ کروں۔''

(الفضل انٹرنیشنل 12/جون 2009ء)

تازہ خواہی باز کردن زخم ہائے سینہ را گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

یہ تاج غلام قادر کے سر پر رکھ دو*

مکرمہ نادرہ یاسمین رامہ صاحبہ۔ Heusenstamm

یہ ذکر ہے اس بابرکت شہید کا جس کا خون مہدیٔ دوراں کی جماعت کو بہت بڑے فتنے سے بچانے کے لئے بہا... 14/اپریل 1999ء کی صبح کو چار بد باطن دہشت گردوں نے صاحبزادہ مرزا غلام قادر احمد صاحب کو انکی زمینوں سے اغوا کر لیا۔ انکا مقصد شیعہ جلسے میں فتنہ فساد پیدا کر کے جماعت احمدیہ کو ملوث کرنا تھا۔ شیطانی دماغوں نے منصوبہ بہت بڑے پیمانے پر بنایا تھا لیکن صاحبزادہ صاحب نے اغوا کنندگان کی باتوں سے اندازہ لگا کر اپنی جماعت کو ایک انتہائی خطرناک سازش کے بداثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے جان کی بازی لگا دی۔

آخرین کی اس جماعت کو ایک ظلم عظیم کی آزمائش سے بچانے کے لئے اس طرح مجنونانہ جدوجہد کی کہ اپنے کسی رگ و پٹھے کا بھی خیال نہ رکھا۔ اپنی ذہنی اور علمی طاقتیں تو وہ پہلے ہی ہر لحاظ سے اس سلسلے کی خدمت میں لگا چکے تھے، آج ایک جان کا قرض باقی تھا سو وہ بھی ادا کر دیا۔ اے میرے پیارے خدایا! تو انہیں بدر کے شہیدوں کے ساتھ شامل فرمانا۔ اس معصوم روح کے درجات ہمیشہ بلند سے بلند فرماتا چلا جا۔ یہ قربانی کی روح یہیں تک ٹھہری نہ رہ جائے بلکہ آئندہ اسکی نسل میں بھی اپنے حضور مقبول قربانیوں کے چراغ جلائے رکھنا۔

؎ یونہی سروری ہاتھ آئی نہیں تھی دیوں کو لہو سے جلانا پڑا تھا
یونہی محفلِ عید سجتی نہیں ہے پسر کوز میں پر لٹانا پڑا تھا

ایسے حادثات اچانک ایک دن میں رونپذیر نہیں ہو جایا کرتے بلکہ وقت انکی برسوں پرورش کیا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے حالات بنائے جاتے ہیں پھر کڑی سے کڑی ملتی چلی جاتی ہے اور جو قادر مطلق نے فیصلہ کر لیا ہوتا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔

دختِ کرام حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی صاحبزادی اور صاحبزادہ مرزا غلام قادر صاحب کی والدہ (محترمہ صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ) تحریر فرماتی ہیں "میرا خیال ہے کہ پندرہ سولہ سال کی عمر میں یا اس سے بھی چھوٹی عمر میں اپنی نیک نسل کے لئے دعائیں مانگتی تھی۔ یہ غیر معمولی بات تھی اس عمر کی بچیاں تو آسائشیں اور راحتیں مانگتی ہوں گی مگر مجھے ایک بھی دعا یاد نہیں جو میں نے اس تڑپ سے کی ہو جیسا کہ یہ دعا کہ میری نسل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وارث پیدا ہوں اور میں خواتینِ مبارکہ میں شامل ہو جاؤں۔...صرف سجدوں میں ہی نہیں مانگتی تھی بلکہ ہر وقت ذکرِ الٰہی اور درود شریف وردِ زبان رہتا...اتنی گریہ وزاری کرتی تھی کہ میری آنکھوں کے نیچے نرم حصہ پر آبلے ابھر آتے تھے...مکّہ مدینہ میں بھی تڑپ تڑپ کر خدا تعالیٰ سے بھیک مانگنا یاد ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے قبولیتِ دعا کی بشارتیں بھی عطا فرماتا تھا۔ ایک دفعہ رتن باغ میں تہجد کی نماز پڑھ رہی تھی۔ میری عمر اس وقت بیس سال تھی۔ ابھی میری شادی نہیں ہوئی تھی، میں نے نفل پڑھنے کے دوران دیکھا آسمان سے ایک روشن چیز تیزی سے نیچے آئی ہے اور میری گود میں آکر غائب ہو گئی۔ مگر سب سے زیادہ مجھے روحانی سرور اس وقت حاصل ہوا جب میری شادی کے لئے حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے استخارہ کرنے کے بعد خط لکھا۔ اس میں میری ساری دعاؤں کی قبولیت کا ایسا واضح اشارہ تھا گویا اللہ تعالیٰ نے میری طلب کا سب کچھ عطا فرما دیا تھا بلکہ بڑھا کر دیا تھا۔ مولوی صاحب اپنے اس استخارے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں "صبح کی اذان کے بعد سنتیں ادا کر رہا تھا کہ سنتوں کی ادائیگی کی حالت ہی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بحالتِ کشف سامنے آ گئے...اور عجیب منظر دکھایا گیا کہ حضرت مسیح پاک کے وجودِ اقدس و مبارک کی شکلیں قطار کی صورت میں میرے سامنے سے گزرنے لگیں گویا بجائے ایک وجود حضرت اقدس کے بہت سے وجود نظر آئے۔ اس کے بعد یہ نظارہ عجیب پیش کیا گیا کہ آپ عزیز مجید احمد سلمہ اللہ کو اپنی بغل میں لے کر کھڑے ہیں اور آپ کے سامنے حضرت مسیح پاک عزیزہ قدسیہ کو اپنی بغل میں لے کر آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور پھر بتایا جاتا ہے کہ عزیزہ قدسیہ کو خواتینِ مبارکہ میں داخل کر دیا گیا ہے۔

* (ملفوظات جلد 5 صفحہ 158، 159)

مبارک مبارک۔'' (از خاندان مسیح موعودؑ کا پہلا شہید مصنف امتہ الباری ناصر صاحبہ صفحہ 76)

یہ ذکر ہے اس مبارک ماں کا جس کی گود میں صاحبزادہ غلام قادر صاحب جیسے فرزند کا پیدا ہونا اور پرورش پانا مقدر ہو چکا تھا۔ان کی صرف اپنی دعائیں ہی اس مبارک روح کی طرف اشارہ نہیں کر رہی تھیں بلکہ آپ کی والدہ حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ جنہیں خدا تعالیٰ نے 'دخت کرام' کے لقب سے نوازا تھا ان کی دعاؤں سے بھی اشارہ ملتا ہے کہ صاحبزادی قدسیہ صاحبہ کی جھولی میں خدا تعالیٰ کس شان کا فرزند ڈالنے والا ہے۔

حضرت سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کو خدا تعالیٰ نے صاحبزادی قدسیہ بیگم کی پیدائش سے پہلے بشارتیں عطا فرمائی تھیں۔ایک دن دعا مانگ رہی تھیں آواز آئی،

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جب صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ کی پیدائش ہوئی تو کچھ اداسی ہوئی چونکہ پہلے سے تین بیٹیاں تھیں اور خدا تعالیٰ سے بیٹے کی نعمت کیلئے دعا کیا کرتی تھیں۔لیکن اسی کیفیت میں یہ آواز آئی جیسے اللہ تعالیٰ تسلی دے رہا ہو کہ ''بیٹا نہیں ہوا لیکن اس بیٹی کے ذریعہ خدا تعالیٰ ایک ہمہ تن موصوف بیٹا دے گا دعائیں ضائع نہیں ہوئیں''۔

اسی طرح ایک دن انہیں دعا کرتے ہوئے یہ آواز آئی جیسے کوئی قرآن پاک پڑھ رہا ہے اور سورۃ مریم کی آیات ہیں چنانچہ انہوں نے اپنے قرآن کریم میں ان آیات پر نشان لگا کر رکھ لیا اور اپنی صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ کو وفات سے کچھ عرصہ پہلے وہ آیات جہاں نشان لگا رکھا تھا دکھا بھی دیں۔وہ آیات 32 تا 34 تک تھیں ان کا ترجمہ ہے۔

''اور میں جہاں کہیں بھی ہوں اس نے مجھے بابرکت (وجود) بنایا ہے اور جب تک میں زندہ ہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید ہے اور مجھے اپنی والدہ سے نیک سلوک کرنے والا بنایا ہے۔''

بی بی قدسیہ بتاتی ہیں کہ امی کی وفات کے بعد میں وہ مبارک قرآن مجید اٹھا لائی خیال تھا کہ اپنے وقفِ زندگی بیٹے کو تحفہ دوں گی مگر ایسا نہ ہو سکا۔پسر مسیح موعودؑ قمر الانبیا کا پوتا اور دخترِ مسیح موعودؑ کا نواسہ 21 رجنوری 1962ء جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات سنہری نصیب لئے اس دنیا میں آیا۔دادا حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے کان میں اذان دی۔غلام قادر احمد نام رکھا۔لطف کی بات یہ ہوئی کہ جب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی الہامات کی کاپی دیکھی تو آپؑ کے دستِ مبارک سے لکھا ہوا الہام یوں ہے

'غلام قادر آئے گھر نور اور برکت سے بھر گیا ردّ اللہ الیّ'۔

انکی والدہ بتاتی ہیں کہ ''یہ ایک خوبصورت شاندار ماتھے والا بچہ تھا۔اسکے

خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے پہلے شہید مرزا غلام قادر صاحب

ماتھے پر عجیب شان تھی۔یہ میرا چوتھا بچہ تھا مگر پیدا ہوتے ہی اور کسی کے ایسی شان نہ تھی۔بالوں اور چہرے کے رنگ کا خوبصورت امتزاج، گلابی رنگت، خوبصورت نقش۔امی کے ساتھ زیورچ کی مسجد کی بنیاد رکھنے گئے قادر چھ ماہ کا تھا۔وہاں لوگ دیکھ کر کہتے تھے یہ خلیفہ ثانی سے ملتا ہے، انکا کیا لگتا ہے؟ مجھے آج تک بچپن کا کوئی واقعہ بھی یاد نہیں کہ کوئی ضد یا بری حرکت کی ہو شرمیلی سی مسکراہٹ سے فرمائش کر دیتا''۔

گھر میں پیار سے سب کٹّا کہتے تھے اور یہ نام ایسا مشہور ہوا کہ اصل نام کوئی کم ہی لیتا۔بچے تتلا کر بولا ہی کرتے ہیں مگر صاحبزادہ صاحب کی زبان میں پیاری سی تتلاہٹ ذرا زیادہ تھی۔ایک دفعہ ان کی بہن جو صرف ایک سال بڑی تھی قریباً پانچ سال کی، اس نے کوئی چیز دے کر واپس لے لی بچے نے غصّے اور صدمے میں والدہ کو جو شکایتی فقرہ کہا وہ تتلاہٹ کی وجہ سے سب کو یاد رہا ''امّی شیمیں تو تتریباً تمینی ہے''۔مرزا سلطان بتاتے ہیں کہ ہم نے نرسری سے ساتھ ہی پڑھنا شروع کیا۔ہم دونوں کے گھروں کی ایک ہی دیوار تھی کئی دفعہ ایسا ہوا کہ اس نے دیوار پر چڑھ کر مجھے آواز دی تو تتلاہٹ کی وجہ سے سلطان اس طرح لگتا تھا کہ 'شیطان' سنائی دیتا اور سب ہنسنے لگتے۔

صاحبزادہ صاحب ضد کرنے والا بچے نہیں تھے بلکہ خوش باش، ہنس مکھ شرمیلا سا بچہ تھے۔شوخی شرارت بھی کرتے مگر بے ضرر۔صابر وشاکر بچہ تھے اور اکثر خاموش رہتے۔صاحبزادہ صاحب کی خاموشی کی عادت ایک

لطیفہ بن گئی۔ چھ سال کے تھے اسکول سے واپسی پر دیکھا کہ میر داؤد صاحبؓ کے گھر شامیانے لگے ہیں سمجھے کہ یہاں کوئی شادی ہو گی۔ گھر آئے تو کوئی گھر پر موجود نہ تھا۔ دراصل ملک عمر علی صاحب کی وفات ہو گئی تھی اور سب تعزیت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ صاحبزادہ صاحب کو جب کوئی گھر میں نہ ملا تو شادی والے گھر جانے کے لئے اپنی اچکن اور شلوار پہنی اور وہاں پہنچ گئے۔ اچکن کافی چمک دمک والی تھی سب اس بچگانہ دانش مندی پر مسکرا دیئے۔ خاص طور پر ان کے چچا حمید احمد صاحب جو انہیں بہت پیار کرتے تھے بڑے ہونے تک جب بھی سامنے آتا تو کہتے ''قادر اچکن نہیں پہنی؟'' اور وہ خاموشی سے مسکرا دیتے۔

صاف ستھرا رہنا عادت میں شامل تھا۔ بی بی امتہ الجمیل بتاتی ہیں کہ ''ہمارے گھر کے سامنے بچے کھیلا کرتے تھے میاں غلام قادر تو ایسا لگتا تھا لانڈری میں سے نکل کر آیا ہے۔''

تعلیم کا آغاز فضل عمر جونیئر ماڈل سکول ربوہ سے ہوا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 16/اپریل 1999ء کو ان کی شہادت کے بعد خطبہ میں فرمایا ''جہاں تک شہید کے تعلیمی کوائف کا تعلق ہے وہ اس کی ذہنی اور علمی عظمت کو ہمیشہ خراجِ تحسین پیش کرتے رہیں گے۔ لیکن اصل خراج تحسین تو ان کی وقف کی روح ہے جو انہیں پیش کرتی رہے گی اور ہمیشہ ان کو زندہ رکھے گی۔ ان کی تعلیم پہلے ربوہ اور پھر ایبٹ آباد پبلک سکول میں ہوئی جہاں سے یہ ایف ایس سی کے امتحان میں تمام پشاور یونیورسٹی میں اوّل قرار پائے۔ پھر انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور سے الیکٹریکل انجینئرنگ میں بی ایس سی کی پھر امریکہ کی جارج میسن یونیورسٹی سے کمپیوٹر سائنس میں ایم ایس سی کیا اور پھر پاکستان پہنچ کر اپنے عہد پر پورے اترتے ہوئے اپنی خدمات سلسلہ کے حضور پیش کر دیں۔ ربوہ میں کمپیوٹر شعبہ کا آغاز کرنے اور پھر اسے جدید ترین ترقی یافتہ خطوط پر ڈھالنے کی ان کو توفیق ملی۔ وہاں بہت ہی عظیم کام ہو رہے ہیں کمپیوٹر میں پوری ٹیم تیار ہو گئی ہے اور اس کا نظام دنیا کے کسی ملک سے پیچھے نہیں... اس کا بھی سہرہ غلام قادر صاحب شہید کے سر پر ہے۔''

ان کی تعلیم کے حوالہ سے ان کے بھائی صاحبزادہ مرزا محمود صاحب لکھتے ہیں ''بعض لوگوں کو یہ بات عجیب سی بھی لگے لیکن بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ میں نے اور بھی بہت سے لوگوں کو حصول تعلیم کے لئے یہاں آتے دیکھا ہے لیکن یہ بات کسی میں نہیں دیکھی وہ یہ کہ اسے یہاں امریکہ آئے ہوئے دو یوم ہی گزرے ہوں گے کہ اس نے جاب کی تلاش شروع کر دی اور تیسرے ہی روز میں نے اسے دیکھا کہ مخروطی ٹوپی پہنے ہوئے ایک برگر شاپ پر Patties یعنی گوشت کباب وغیرہ بنا رہا تھا۔ میں نے کئی اور لوگ دیکھے ہیں جو یہاں امریکہ آئے تو انہیں اپنی انا کو جھکانے میں بڑی مشقت کرنی پڑی اور وقت بھی کافی صرف ہوا... قادر کو دیکھ کر لگتا تھا کہ امریکہ آنے سے پہلے ہی اس نے اپنے آپ کو ذہنی طور پر اس کے لئے تیار کیا ہوا تھا.... اسی لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے اس خوبصورت شعر

بھولیو مت کہ نزاکت ہے نصیبِ نسواں
مرد وہ ہے جو جفاکش ہو، گل اندام نہ ہو

کے مصداق اس نے اپنی زندگی کو ڈھال لیا تھا۔

میاں غلام قادر انجینئرنگ یونیورسٹی کے دوسرے سال میں تھے جب 24/ستمبر 1983ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے توسط سے اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے حضور وقف کر دی۔ ان کی امی فرماتی ہیں کہ ''قادر کے وقف سے وہ خوشی میسر آئی کہ سات بادشاہتیں بھی مل جاتیں تب بھی نہ ملتی۔ وقف کی صورت میں میری دعاؤں کا ثمر مجھے مل گیا''۔ اپنی اولاد کے وقف کی توفیق پانے کی دعائیں کتنی مبارک دعائیں ہیں اور کس قدر پیار سے مولا کریم ان کو شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے۔

قادر نے خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا تو آپ نے پوچھا ''تم کس کے بیٹے ہو'' جواب دیا ''قدسیہ کا''

ماں نے جواب سن کر کہا ''قادر تم نے میرا نام اس لئے لیا ہے کیونکہ میں نے تمہارے وقف اور خادم دین ہونے کے لئے بے حد دعائیں کی ہیں''۔

یہ گھریلو ماحول کا ایک عام سا واقعہ ہے مگر سوچا جائے تو کتنا خاص ہے۔ اسی طرح ایک اور واقعہ جس میں نہ کوئی تکلف ہے نہ بناوٹ۔ ایک عام سی بات تھی جو اس وقت آئی گئی ہو گئی مگر اب وہ شہادت بن گئی ہے۔ یہ ان کے بڑے بھائی کا خط ہے جو انہوں نے اپنی امی کے خط کے جواب میں لکھا۔

''پیاری امی! آپ نے کیکے کی خط میں بڑی تعریف لکھی تھی میں تو خود کیکے کا بڑا سخت قائل ہوں اور اس کا fan ہوں۔ میرے ذاتی خیال میں کیکا بہت عقل مند اور Mature ہے sober ہے۔ شکار میں اچھا ہے اور مزاحیہ ہے۔ غرض بہت ہی Balance ہے۔ بلکہ خاندان کے چند بڑے لوگوں میں (میرے نزدیک) ابھی سے اس کا شمار ہونے لگا ہے۔ جن میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ، حضرت مریم صدیقہ صاحبہ، صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب اور مرزا غلام قادر احمد صاحب شامل ہیں۔ آپ سمجھ رہی ہوں گی کہ میں مذاق کر رہا ہوں لیکن کیکے سے مجھے بہت امیدیں ہیں۔ المختصر یہ کہ کیکے سے میں بہت Impressed ہوں اگر وہ کوئی دعویٰ کرے تو میں ایک دم ایمان لے آؤں۔''

میاں غلام قادر صاحب شہید نے حضور کو جو زندگی وقف کرنے کا خط لکھا اس

کا بہت ہی پیارا جواب آیا۔ ''تمھارے وقف کی پیشکش کی اتنی خوشی ہوئی کہ تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ خوشی کے آنسوؤں سے آنکھیں چھلک گئیں۔ حضرت عموں صاحبؓ کی نسل میں سے جنہوں نے مجھے بہت پیار دیا اور جن سے مجھے بہت پیار تھا، تم دوسری سیڑھی کے بچوں میں غالباً پہلے ہو جسے وقف کی توفیق مل رہی ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ... جس طرح تم نے آج میرا دل راضی کیا ہے اللہ تعالیٰ تمھیں ہمیشہ اس سے بڑھ کر راضی رکھے...''

دلی دعاؤں کا زادِراہ دیکر حضور رحمہ اللہ نے آپ کو خدمت کے مقام محمود حاصل کرنے کے لئے ربوہ متعین فرمایا۔ قادر شہید نے عصرِ حاضر کی ایجاد کمپیوٹر کو اعلیٰ فنی مہارت کے ساتھ مسیح زماں اور آپکی جماعت کی خدمت پر لگا دیا اور ایسی راہیں دکھا دیں جو صدقہ جاریہ کی طرح آپکا نام اور کام ہمیشہ زندہ رکھیں گی۔

صاحبزادہ غلام قادر صاحب نے اپنا عہد قابلِ رشک انداز میں نبھایا اپنی پوری جان اس وقف میں جھونک دی۔ جماعت کے ہر شعبے میں کام کو جس طرح کمپیوٹرائزڈ کیا اسکے بیان کے لئے ایک پوری کتاب چاہئے۔ اپنا دستورِ حیات اس طرح مرتب کیا جس میں اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں تھا۔ ہر فعل سے رضائے باری تعالیٰ مقصود رکھی۔ وہ عمر جو جواں سرشاری کی نذر ہو جاتی ہے سجدوں میں اور آہ وزاری میں گزاری... آپکو مالی قربانی کی عادت تھی اپنا چندہ باقاعدگی سے ادا کرتے بلکہ بڑھا کر دیتے۔ مالی قربانی کی اہمیت کا اندازہ تو اسی سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ آپ کی تعلیم اور ڈگری اتنی بڑی تھی کہ اس وقت پاکستان میں ایسے تعلیم یافتہ لوگ انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے مگر صاحبزادہ صاحب نے دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔

صاحبزادہ صاحب شہید کی والدہ تحریر فرماتی ہیں ''ہم انجمن کے مکان میں رہتے تھے کافی عرصہ منجھلے ماموں جان اس مکان میں رہے تھے۔ بہت بابرکت مکان تھا۔ بہت دعائیں ہوتی تھیں میں چلتے پھرتے یہ پڑھتی تھی۔

میرا بیٹا جواں ہوگا خدا کا اک نشاں ہوگا
بڑھے پھولے گا گلشن میں وہ اسکا پاسباں ہوگا

سوچتی ہوں وہ جوان ہوا اور خدا کا نشان بھی ہوا (حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کا مصداق ٹھہرا) گلشن میں بڑھا پھولا اور گلشن کی پاسبانی کرتے ہوئے جان دے دی کہ یہی حق پاسبانی کا تھا۔ زندہ باد میرے بچے زندہ باد کہ تم نے جان دے کر کئی لوگوں کو زندہ کیا ہے۔... وہ تو میرے گھر کا چودھویں کا چاند تھا جو چودہ شہادت کو شہید ہو گیا اپنے وقف کی تکمیل کر گیا جیسے چودھویں کا چاند اپنے عروج پر ہوتا ہے وہ بھی ہر لحاظ سے اپنے عروج پر تھا۔ نظر دوڑاؤں تو کوئی کمی نہ تھی۔ خدا پورے عروج پر اپنے پاس بلانا چاہتا تھا سو بلا لیا۔ راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو... میرے بچے کا خون ضائع نہیں جائے گا اسکے خون کا ہر قطرہ ایک نیک نسل چلائے گا انشاءاللہ۔''

صاحبزادہ صاحب کو خدا تعالیٰ نے یہ صلاحیّت دی تھی کہ والدین کی اس احساسِ ذمہ داری سے دیکھ بھال کریں جیسے ماں باپ اپنے آرام کا خیال کئے بغیر اپنی اولاد کی پرورش کرتے ہیں۔ شادی کے بعد بھی دن میں دو تین چکر والدین کے گھر کے ضرور لگا لیتے۔ چھوٹے چھوٹے کام بھی نوٹ کرتے اور فکر سے کروا دیتے۔

زمینوں کا کاروبار آپکے تجربے میں شامل نہیں تھا۔ مگر والد صاحب کے کہنے پر انکی فکر کو کم کرنے کے لئے اس عمدگی سے اس کام کو سنبھالا، اتنی انتھک محنت کی کہ چند سالوں کے اندر انکی شکل ہی بدل ڈالی جو زمین پہلے خسارے میں جا رہی تھی اسنے خاصا منافع دینا شروع کر دیا۔ والد صاحب کبھی کبھی پیار سے صاحبزادہ صاحب کو شہزادہ کہتے اگر کبھی کسی چیز کے لئے شہزادے کی آنکھوں میں پسندیدگی کی چمک دیکھتے تو اسے بڑے پیار سے دے دیتے۔

شہادت سے صرف دو دن پہلے والدین کے گھر کے ہال کمرے میں ایک پرانا پنکھا اتروا کر اسکی جگہ دو نئے پنکھے لگوا دیئے جو دو دن کے بعد تعزیت کے لئے آنے والوں کو گرمی میں ہوا دے رہے تھے۔ مگر پنکھے لگوانے والا ابدی نیند سو رہا تھا۔

اک نفسِ مطمئن لئے، اپنے لہو میں تر
قادر کا وہ غلام تھا قادر کے گھر گیا
اس کے لئے بھی دوستو کوئی دعائے صبر
جس دل شکستہ شخص کا نورِ نظر گیا

روزنامہ الفضل ربوہ 3 / جولائی 1999ء کے شمارے میں صاحبزادہ غلام قادر صاحب شہید کے والد صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب نے اپنے بیٹے کی شہادت کے متعلق ایک مضمون میں لکھا ''مجھ سے کئی احباب نے خواہش کا اظہار کیا کہ میں بھی کچھ لکھوں۔ لیکن میں کیا لکھوں اور کیا کہوں۔ گھاؤ بہت گہرا ہے، دکھ اور اسکی کسک اور بھی زیادہ گہری۔ بعض دفعہ تو میں ان خنجروں کے وار جوان ظالموں نے اس معصوم پر چلائے اپنی پشت پر محسوس کرتا ہوں تو رات کی تنہائیوں میں میرا تکیہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا ہے... اس میدان میں جب نظر اٹھا کر دیکھتا ہوں تو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف کی 1903ء میں قربانی کے بعد بڑے بڑے عظیم الشان روشن میناروں سے شاہراہِ قربانی منور نظر آتی ہے۔ نوحہ کرنا ہو تو کس کس پر کریں۔ میں کیوں صرف قادر کی قربانی کا ہی تذکرہ کروں۔ دوسرے بھی تو

کسی کے باپ، کسی کے بیٹے اور کسی کے بیوی بچے تھے۔انہیں بھی ان سے اسی طرح محبت ہوگی جس طرح ہمیں قادر عزیز تھا...قادر کے خون کا رنگ دوسرے جانثاروں کے رنگ سے مختلف نہ تھا۔اگر فرق تھا تو یہ کہ اسکی رگوں میں مسیحِ موعود علیہ السلام کا لہو دوڑ رہا تھا۔اس لہو کی اپنی قیمت ہے....جب تک تو زندہ رہا تو نے اس خون کی حرمت کو پہچانا اور اسکی حفاظت کی اور آخر میں اسی کی راہ میں بہا کر اس کا حق ادا کر دیا۔تیرے پڑدادا اور تیرے دادا خوش ہوئے۔تو نے خلیفۂ وقت سے تحسین کے کلمے سنے اور اپنے کمزور اور عاصی والدین کے لئے باعثِ افتخار بنا''۔

''مولا کریم میرے ہم عمروں میں جو تجھے سب سے پیارا ہو اس سے میرا نصیب باندھنا''۔ یہ جملہ تھا جو اپنے نیک نصیب کے لئے دعا کرتے ہوئے صاحبزادی نصرت کی دعا میں شامل رہتا۔الٰہی تصرف کے تحت صاحبزادی نصرت کے لئے آئے ہوئے کسی رشتے پر شرح صدر نہیں ہو رہا تھا۔صاحبزادہ غلام قادر صاحب کا رشتہ آنے پر استخاروں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے شرح صدر عطا فرما دیا چنانچہ 1986ء میں اس بابرکت جوڑے کے نکاح کا اعلان حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مسجد فضل لندن میں فرمایا۔

صاحبزادہ قادر کی شہادت کے بعد صاحبزادی نصرت صاحبہ نے الفضل والوں کے اصرار پر انکی یادیں تازہ کرتے ہوئے مضامین لکھے جن میں اپنی ہنستی بستی گھریلو زندگی کا ہلکا سا عکس پیش کیا ۔

وہ لکھتی ہیں''قادر کی طبیعت ایسی تھی کہ اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا ...میں اکثر اسے کہتی تھی قادر تم آدھا فرشتہ ہو اور وہ خاموشی سے مسکراتا رہتا تھا...بچوں سے بے حد پیار لیکن انکی غلط باتوں پر ناراض بھی ہوتا تھا...سادہ مزاج، بے تکلف، سادگی پسند، سچا اور کھرا انسان تھا۔مجھے یاد ہے اس نے ایک دن مجھے بیٹھ کر سمجھایا تھا کہ اپنے گھر کو سادہ رکھنا مجھے زیادہ سجے سجائے گھر پسند نہیں۔اس نے کوئی خواہشات نہیں پالی ہوئی تھیں...جماعت سے بہت محبت رکھتا تھا۔اس نے ایک دو دفعہ اس قسم کا ذکر کیا جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ اس نے انجنیئر نگ کی لائن کو چھوڑ کر Computer میں M.S کرنے کا فیصلہ اس لئے کیا تھا کہ جماعت کو آئندہ Computer Experts کی ضرورت ہوگی۔طبیعت میں مزاح بھی بہت تھا، بے ساختہ بات کرتا تھا۔اسکے بعض لطیفے تو میں یاد کرکے شاید ساری عمر ہنستی رہوں گی۔لطیفے کو انجوائے بھی بہت کرتا تھا...اس قدر دلچسپ طریقے سے ہنستا کہ اس کی ہنسی پر ہی ہنسی آجاتی تھی۔اب بھی جب کوئی اچھا لطیفہ سنوں تو بڑا دل چاہتا ہے کہ کہیں سے قادر کو سنا کر اس کے قہقہے سنوں۔وہ میرا بہترین دوست تھا۔میری خوشیوں کو ترجیح دینے والا...اپنے بچوں سے بے حد پیار کرنے والا باپ تھا۔بچوں میں اسکی جان تھی۔بچے اسکو اس قدر یاد کرتے ہیں کہ میں بیان نہیں کر سکتی...میں نے خود چھوٹی عمر سے یتیمی کا دکھ دیکھا ہوا ہے میں جانتی ہوں کہ یہ دکھ بعض دفعہ کس قدر بے قرار کر دیتا ہے۔

صاحبزادہ مرزا غلام قادر صاحب شہید کے Twin بچے کینیا میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ

Twins میں سے ایک بیٹا سارا دن قادر کی تصویر ساتھ لے کر پھرتا ہے۔کرشن (بڑا بیٹا) چند دن ہوئے مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ ماما قیامت کب آئے گی...ماما دعا کرو قیامت جلدی آجائے میرا بابا سے ملنے کو بہت دل کرتا ہے۔تین چار مہینوں سے قادر کی طبیعت میں نمایاں تبدیلی تھی...گھر میں بھی زیادہ وقت دینے لگا تھا اور گھر کے جو کام رکے ہوئے تھے وہ بھی کر دیئے...آخری دو دن تو دفتر سے آنے کے بعد اس نے تقریباً سارا وقت ہمارے ساتھ گزارا۔یہ بھی اللہ کا احسان ہے کیونکہ وہ تو جانتا تھا کہ اب بس دو دن اس کے ہمارے ساتھ باقی رہ گئے ہیں...شہادت کے بعد جو دشمن کو مات دینے والی فاتحانہ مسکراہٹ اسکے چہرے پر تھی وہ مجھے ہمیشہ یاد رہے گی...خلیفۂ وقت نے...اتنے پیار سے اسکا ذکر کیا اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا اپنے مسیحِ موعود علیہ السلام پر کیا ہوا الہام''غلام قادر آئے گھر نور اور برکت سے بھر گیا''اس پر چسپاں کیا۔وہ یہ سب سن لیتا تو خوشی سے جھوم اٹھتا۔...حضورؒ نے فون بند کرتے ہوئے مجھے ان الفاظ میں دُعا دی تھی کہ ''میری بچھو بیٹی کا خدا حافظ ہو''۔یا اللہ تو اپنے پیارے خلیفہ کی یہ دعا میرے حق میں اپنے فضل سے قبول فرما لے...اے خدا! قادر کے آنگن کے یہ چار پھول جن کی ساری ذمہ داری اب مجھ پر آن پڑی ہے اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں میری رہنمائی فرمانا۔ان سب کو اس سے بڑھ کر خادمِ دین بنانا اور اسکی طرح بہادر بھی۔آمین''

(ماخوذ از کتاب خاندان مسیحِ موعودؑ کا پہلا شہید مصنف امۃ الباری ناصر صاحبہ)

تعارف

محترمہ صاحبزادی سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ

محترمہ صالحہ درد صاحبہ۔ پاکستان

محترمہ سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ 27/جولائی 1922ء کو قادیان میں پیدا ہوئیں۔آپ کا بچپن جس ماں کی گود میں کھیلا وہ خدا رسیدہ خاتون سیدہ صالحہ بیگمؓ تھیں جو حضرت اُم داؤد صاحبہؓ کے نام سے پہچانی جاتی ہیں۔آپ ایک بہت بڑے بزرگ حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانویؓ کی پوتی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مقرب صحابی حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ موجد قاعدہ یسرنا القرآن کی صاحبزادی تھیں۔جس باپ کی تربیت وشفقت محترمہ سیدہ بشریٰ صاحبہ کو حاصل رہی وہ سلسلۂ احمدیہ کے جید عالم اور محدث حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے بھائی حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ تھے۔آپ مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر اور دارالشیوخ کے نگران اعلیٰ تھے۔علم وفضل کے لحاظ سے جماعت میں ایک ممتاز ومخصوص مقام آپ کو حاصل تھا۔محترمہ سیدہ بشریٰ صاحبہ کے والدین دونوں ہی نمایاں اوصاف حمیدہ کی حامل بزرگ ہستیاں تھیں۔بیٹی نے والدین کی صفات حسنہ سے وافر حصہ پایا تھا۔

سولہ سال کی عمر میں محترمہ سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔اس وقت تک آپ قرآن کریم لفظی ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ مکمل پڑھ چکی تھیں۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادیان میں ''جامعہ نصرت'' کے نام سے دینیات کلاس کا اجراء کیا تھا۔میٹرک کے بعد سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ نے جامعہ نصرت میں داخلہ لیا۔چھ سالہ کورس اعلیٰ نمبروں میں پاس کر کے ''علیمہ'' کی ڈگری حاصل کی۔بچپن سے دینی تعلیم کا شغف تھا۔مطالعہ کا ذوق والدین سے ورثہ میں پایا تھا۔کتب سلسلہ میں سے کوئی نہ کوئی کتاب ہر وقت زیر مطالعہ رہتی تھی۔لکھنے کا شوق بھی تھا۔زندگی کے ہر دور میں ہمیشہ ہی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قائم کردہ تنظیم لجنہ اماء اللہ کی سرگرم کارکن رہیں۔محترمہ سیدہ بشریٰ صاحبہ نے ایک دفعہ بتایا کہ میں نے ہمیشہ فعال ممبر رہنے کی کوشش کی،اگر نمایاں عہدے پر نہ بھی رہی تو بھی سب کاموں میں بھرپور حصہ لیا۔28/دسمبر 1949ء کو جلسہ سالانہ کے تیسرے دن حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ کا نکاح محترم سید سعید احمد صاحب کے ساتھ پڑھایا یہ جلسہ سالانہ جماعت کے نئے مرکز میں پہلا جلسہ تھا۔دلچسپ بات یہ ہے کہ مہندی لگانے کے لئے آپ کو قیام گاہ مستورات سے بلایا گیا۔سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ نے شادی کے دن تک جلسہ کی ڈیوٹی دی۔30/دسمبر کو آپ کے رخصتانہ کی تقریب عمل میں آئی۔ (مصباح ستمبر 1997ء)

سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ

بنت حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ
اہلیہ مکرم میجر سعید احمد صاحب

محترمہ امتہ الکافی صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مرزا عمر احمد صاحب۔ ربوہ پاکستان

لجنہ اماء اللہ لاہور کی بہت سی ممبرات نے مجھے متعدد بار کہا کہ میں اپنی امی کے متعلق کچھ لکھوں۔ میں نے سوچا کہ اپنے ماضی میں جھانک کر بہت سے نقوش اکٹھے کر کے یقیناً میں ایک صحیح خاکہ پیش کر سکتی ہوں، لیکن دل کے آئینے سے ایک آواز یہ بھی آتی تھی کہ جس خودنمائی اور خودستائی کو میری ماں نے زندگی بھر اپنے لئے پسند نہ کیا اب وہ یہ بات کیسے گوارا کریں گی؟ لیکن جواب یہ ملا کہ جو کچھ لکھوں صرف خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور پڑھنے والوں اور اثر لینے والوں کی زندگیوں میں مددگار کے طور پر کام آنے کے لئے۔ تو پھر دل میں کچھ اطمینان سا ہوا اور میں نے لکھنے کا سوچا۔

بحیثیت ایک بیٹی کے میں بھی امی کے بہت ہی قریب تھی اور امی بھی میرے دل کے بالکل ساتھ ساتھ چلتی رہیں۔ اچانک اور ایک دم سے اس سلسلے کے منقطع ہو جانے سے دل کی عجیب سی کیفیت ہے۔ خدا کی ہر رضا پر راضی رہتے ہوئے اور ان لمحوں کو یاد کرتے ہوئے اس مضمون کا آغاز کر رہی ہوں۔

جب 22 مارچ کو اچانک امی کی وفات کی خبر سن کر میں اور ماریہ لاہور جا رہے تھے۔ راستے میں نماز کا وقت آیا۔ سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے آغاز میں ''الحمدللہ'' کہتے ہی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا واقعہ یاد آیا جب آپؓ نے اپنے بیٹے کی وفات کے بعد پہلی نماز پڑھائی تو بار بار الحمدللہ اس یقین اور خیال کے ساتھ پڑھا کہ آیا میں اس غم زدہ موقع پر دل کی گہرائیوں کے ساتھ یہ الفاظ ادا کر رہا ہوں؟ جب تک میرے دل نے بھی حضورؓ کی آواز سے آواز نہ ملائی میں یہ دعا پڑھتی چلی گئی کہ ''اے خدا سب تعریفوں کا صرف تو ہی مستحق ہے۔'' میں کوئی نثر نگار تو ہوں نہیں کبھی کبھی تھوڑا سا قلم چلا لیتی ہوں لیکن اس وقت ہر طرف سے اُمڈتے ہوئے واقعات، جذبات اور احساسات کو میں نے مرتب نہ کیا تو پڑھنے والوں کے لئے بھی مشکل اور میرے لئے بیان کرنا مزید مشکل ہوگا۔ جیسا کہ ہر انسان کی شخصیت کے کچھ نہ کچھ نمایاں پہلو ہوتے ہیں۔ امی کی زندگی کے اہم ترین پہلو لفظ ''لجنہ'' کو میں لجنہ والیوں کے سپرد کرتی ہوں اور گھریلو اور عائلی زندگی اور شخصی اعتبار سے جو اہم باتیں ہیں وہی بیان کروں گی اور شخصی اعتبار سے نمایاں پہلو کچھ اس طرح سے ہیں جن کا آگے چل کر تفصیلی ذکر کروں گی۔

امی کی شادی 31 دسمبر 1949ء میں ہوئی۔ ہمارے گھر ایک ڈائری تھی جس کے ورق پھٹ رہے تھے۔ اس کی ایک تحریر انہوں نے ایک دوسری ڈائری پر نقل کر لی تا کہ یادگار رہے۔ 12 دسمبر 1949ء کو حضرت سیدہ اُمِ داؤد صاحبہ یعنی امی کی والدہ نے ان کو یہ لکھ کر دیا۔ ''پیاری بیٹی! تجھے اللہ کو سونپا۔ تم بھی اللہ کے آنچل کو مضبوطی سے پکڑ لو۔'' بس یہی کل متاع اور جامع نصیحت تھی جو امی کو کی اور اس کا اثر ہمیشہ ہی نظر آیا۔ واضح طور پر ان کی زندگی میں خدا تعالیٰ کی چھاپ تھی۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہمیشہ زیر لب دعائیں پڑھتے ہی دیکھا۔ کوئی کام بھی خدائی ذکر اور اس کی رضا سے علیحدہ کرتے ہوئے نہ دیکھا۔ توبہ اور استغفار کثرت سے کرنے کی عادت تھی۔ اکثر مواقع پر یہ فقرہ سننے کو ملتا ''یہ تو میں نے صرف خدا کی رضا کی خاطر کیا ہے۔'' اور جن والدین کی آغوش میں تربیت پائی تھی وہاں شیر مادر کے ساتھ یہی جذبہ بچوں کو پلایا جاتا تھا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور تعلق کا یہ عالم تھا کہ بالکل نوجوانی کی عمر میں اپنی والدہ سے

سبقاً سبقاً احادیث پڑھی تھیں۔متعدد مقامات پر ڈائریوں اور نوٹس میں احادیث لکھی ہوتیں۔رسول اللہ ﷺ کی دعائیں لکھی نظر آتیں۔...

حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ یعنی حضرت اماں جانؓ کو سب لوگ ہی اماں جانؓ کہتے ہیں لیکن امی کی پھوپھی اور رضاعی دادی بھی تھیں۔اس لئے امی انہیں پھوپھی اماں کہا کرتیں اور بتایا کرتی تھیں کہ وہ اکثر امی کو مخاطب کر کے فرماتیں۔''ماں بیٹی الگ ذات، پھوپھی بھتیجی ایک ذات''۔ امی کو اللہ کے فضل سے حضرت اماں جانؓ کی خدمت کی بھی توفیق ملی۔جس کا بہت خوشی سے ذکر کرتیں کہ ہر ہفتہ باقاعدہ ان کے اسٹور میں سامان ٹھیک طرح رکھنا، پیسوں کا حساب کتاب اور بہت سے چھوٹے موٹے کام باقاعدگی سے حضرت اماں جانؓ کروایا کرتیں اور یہ کام کروانے کا سلسلہ تقریباً سات آٹھ سال، امی کی شادی تک جاری رہا۔حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بھی بہت محبت اور شفقت کا سلوک فرماتیں۔...

جب میں چھوٹی سی تھی، یہی کوئی چار پانچ سال کی، اس وقت مولوی اسماعیل صاحب پانی پتی کی کتاب ''ہمارا آقا'' منظر عام پر آ چکی تھی۔ہر روز دوپہر کے کھانے کے بعد لیٹ کر بچوں کو اس میں سے پڑھ کر سناتی جاتیں اور ساتھ ساتھ آنکھوں سے آنسو پونچھتیں۔کہانی سنانے کو کہتے تو صرف انبیاء کے واقعات، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء و صحابہؓ کے واقعات۔ناممکن تھا کہ بچپن میں کوئی اور کہانی بھی ہم نے امی سے سنی ہو۔خلافت سے ہمیشہ غیر معمولی تعلق رہا۔بچپن میں خلیفۂ وقت کی محبت اور اطاعت سکھانے کا یہ گر تھا کہ ہمیشہ نماز کے لئے جب بھی کھڑے ہونا تو کہنا'' بچے!سب سے پہلے ان کی صحت و سلامتی کی دعا کرو گے اللہ تمہاری مشکلات خود دور فرمائے گا''...

...جونہی عمروں کے ایسے دور میں داخل ہوئے کہ عام طور پر سمجھ دار یا سیانی اولاد ہو جاتی ہے وہاں نرمی کا بہتا ہوا دریا بن گئیں کبھی کسی بڑے کی برائی یا برے رنگ میں ذکر نہ کیا۔اور خاص طور پر خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواتین مبارکہ اور بزرگوں کا بہت احترام کرتیں اور مجال نہیں تھی کہ کوئی بات ان کے بارے میں کسی سے سننا بھی گوارا کریں۔بچوں کے ہمیشہ سچ بولنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ جھوٹ بولنے کی سزا بڑی ہی شدید ہوا کرتی...جو بات امی نے ہمیں نہ بتانی ہوتی تو آرام سے کہہ دیتیں کہ یہ نہیں بتاؤں گی لیکن جھوٹ کبھی نہ بولتے سنا اور نہ ہی ہمیں ایسا کرتے ہوئے برداشت کیا۔...

ہماری ایک اچھی بھلی کھاتے پیتے گھرانے کی ہمسائی تھیں ان کی بیٹی کی شادی اچانک طے ہوئی۔اور چونکہ شادی کے روز ان کی بیٹی کو پٹاپٹی کا غرارہ بہت پسند تھا۔تو وہ کپڑا امی کو دے گئیں کہ آپ چند روز کے اندر اندر تیار کر کے دے دیں۔مجھے بچپن میں یاد ہے کہ رات گئے تک امی نے وہ غرارہ تیار کیا اس پر گوٹے کا کام بھی کر کے دیا اور مجھے امی پر بڑا ترس آتا کہ سارا دن گھر کے کام کرتی ہیں، ہم بچوں کو پڑھاتی ہیں اور پھر سلائی کے کام بھی کرتی ہیں لیکن امی کے ماتھے پر بل تک نہ آیا۔اسی طرح اور بہت سے لوگوں کے سلائی وغیرہ اور ٹکائی کے کام امی اور باجی دونوں کے ہی کرنے یاد ہیں۔...

....ایک مرتبہ کسی بارات کے ساتھ گئے اور ہم ایک واقف کار کے گھر ایک رات کے لئے ٹھہرے، صاحب خانہ نے پردے کے پیچھے سے اس قدر فرسودہ اور غلط باتیں امی سے کیں اور اتنے بھونڈے اور ساتھ ساتھ جو شیلے انداز میں لجنہ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراضات کئے کہ میرے اور باجی سے برداشت نہیں ہو رہے تھے۔اور امی انتہائی حوصلہ سے آرام سے سنتی جاتیں اور تحمل سے جواب دیتی جاتیں۔بعد میں ہمیں سمجھایا کہ دیکھو بحیثیت 'صدر لجنہ لاہور' میرا فرض ہے کہ میں ہر بات کو پہلے غور سے سنوں اور پھر خواہ معترض کتنا ہی سخت کیوں نہ ہو میرا جواب اور انداز نرم ہونا چاہئے۔بالکل پسند نہ کیا کہ وہ کوئی بے صبری کا کلمہ منہ سے نکالیں۔...

ہم پانچوں بچوں کو ہر روز بعد نماز مغرب امی نے قرآن مجید لفظی ترجمے سے پڑھایا۔شرط یہ تھی کہ ہر سپارے کے بعد test ہوا کرے گا اور اس میں الفاظ، معنی، بامحاورہ ترجمہ لکھنے ہوں گے۔میں گیارہ سال کی تھی اور جب بارہ سال کی ہوئی تو قرآن مجید باترجمہ ختم کیا۔سب سے چھوٹی عمر میں ختم کرنے اور اول آنے پر بھی مجھے ایک گھڑی انعام میں ملی جو آج بھی بطور یادگار میرے پاس موجود ہے۔...

گھر میں اس قدر سلیقہ مندی کے مظاہرے ملتے کہ حیرت ہوتی بظاہر میری یہ باتیں شاید بعض لوگوں کے نزدیک بیان کرنے کے قابل تو نہ ہوں گی لیکن جیسا کہ میرا مقصد ہی کچھ اور ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض دفعہ کسی چھوٹی سی بات سے کوئی بڑا مقصد حل ہو جاتا ہے۔ رہنمائی مل جاتی ہے۔ جس طرح کہ پرانے اور مستعمل ریشمی جوڑوں سے کس طرح دلائی بن سکتی ہے؟ درمیان میں دوپٹہ لگائیں اور گوٹ شلوار اور قمیض کے اگلے پچھلے حصے سے تیار کریں۔ رضائی کس طرح بن سکتی ہے؟ عام گھر میں استعمال کی دلائیاں ایسے ہی نہ پھٹنے والے جوڑوں کے کپڑے سے تیار کرتی تھیں اور ساتھ ساتھ اپنی والدہ، حضرت سیدہ صالحہ بیگم صاحبہؓ کی سلیقہ مندیوں کے واقعات بتاتی جاتیں۔ امی کو ہمیشہ یہ احساس رہا کہ امی کا گھر اتنا سلیقہ مند اور ستھرا نہیں ہے جتنا کہ ہماری نانی جان کا رہا کرتا تھا۔ پرانے اچھے اور گرم کپڑوں سے اچھے اچھے کشن بنائے جاتے۔ اور ایک مرتبہ تو لمبے لمبے چنے ہوئے پرانے دوپٹوں کی گت بنا کر امی نے باجی سے ایک Rug بنوایا تھا۔...

امی کا عموماً دستور علی الصبح نماز اور تلاوت کے بعد یہی ہوتا کہ تھوڑی دیر سو جاتیں کیونکہ تہجد سے جاگ رہی ہوتی تھیں۔ پھر سات بجے ناشتہ تیار کرتیں۔ سب برتن اور کچن وغیرہ صاف کرنے کے بعد گھر کی صفائی کر کے نہا دھو کر کپڑے ضرور بدل لیتیں۔ جوڑے چاہے تھوڑے ہوں یا زیادہ امی نے گھر کے کام کاج کے لئے اور رات کو پہننے والے کپڑے علیحدہ ہی رکھے اس طرح کرنے سے کپڑے خراب نہیں ہوتے اور بہت بچت ہوتی ہے۔ میں ذکر کر رہی تھی روزانہ عموماً گھر میں دن گذارنے کا دستور۔ گیارہ بجے نہا دھو کر چائے ضرور پیتیں اور ہمیں بھی اس کی عادت ڈال دی تھی۔ اس کے بعد نوافل ادا کرنے، لجنہ کے کام کرنے یا سلائی وغیرہ کے کام شروع ہو جاتے۔ ہمارے گھر عموماً ناشتے کے معاً بعد دوپہر کے کھانے کا فیصلہ ہو جاتا اور جو کچھ بھی پکانا ہو چولہے پر چڑھا دیا جاتا۔ اس طرح کرنے سے ذہنی فراغت کا بھی احساس ہوتا ہے۔ سوائے اس کے کہ چاول پکانے ہوں تو وہ عین وقت پر فوراً ہی پکا لیتیں اور اسی طرح روٹی بھی تازہ، گرم اور مناسب مقدار میں پکانے کی عادی تھیں۔ ایک خاص بات جو ہمارے گھر میں ہر معاملے میں دکھائی دیتی وہ وقت کے ضیاع کے بچاؤ کے ساتھ ساتھ اشیاء کے ضائع ہو جانے سے بچانے کا بھی تھا۔ ہر وقت یہی آواز کانوں میں امی کی آتی، پانی نہ ضائع کرو، صابن پانی میں گھل رہا ہے۔ اس طرح کیوں رکھا ہے؟ بلا وجہ چولہا جلتا نہ رہے، بہتر ہے پہلے ماچس کی تیلی جلا لو پھر چولہا جلاؤ۔ یعنی گھریلو استعمال میں تو ہر وقت یہی سبق دیکھا اور سیکھا اور اس کا سب سے اچھا اور عمدہ نتیجہ جماعتی کاموں کے دوران نظر آیا کہ لجنہ کے کاموں میں کاغذ اور قلم کا زیاں، جماعتی اشیاء کے ساتھ لاپرواہی یا جماعتی چندوں میں بد احتیاطی، یہ سب باتیں ہمارے تصورات سے کوسوں دور ہیں۔...

میری شادی کے تقریباً ڈیڑھ دو سال کے بعد کا لکھا ہوا ایک خط میرے پاس موجود ہے جس میں امی نے مجھے لکھا کہ ''اگر تم نے کوئی نماز کبھی چھوڑی تو سمجھو کہ اس دن میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔'' مجھے یاد ہے کہ امی کے اس فقرے کو پڑھ کر میں کانپ سی گئی تھی۔...اور اب بھی وفات تک ہر ہر لحہ اپنے بچوں اور اپنی اگلی نسلوں ہی کی فکریں اور پریشانیاں ان کو لاحق رہیں۔ کتنا بڑا خلا ہے جو امی کی جدائی نے ہمیں دیا ہے۔ اپنی ہر پریشانی، ہر فکر با آسانی امی کو خطوط یا فون پر سنا دیتے اور خود ایک طرف ہو کر بیٹھ رہتے تھے گویا اب انہی کی ساری ذمہ داریاں ہیں وہی دعائیں کریں وہی گھبرائیں۔...

ہم سب کے لئے اور ہمارے بچوں کے لئے بلکہ نسلوں کے لئے دعا کریں کہ خدا ہم سے ہمیشہ راضی رہے۔ امی کی سب دعاؤں کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ امی کے درجات دن بدن بلند کرتا رہے اور اپنے بے حد پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جگہ دے۔ آمین۔

(یہ مضمون مصباح ستمبر 1997ء میں شائع ہوئے مضمون سے ماخوذ ہے۔)

صاحبزادی سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ

مکرمہ نصرت اسلام صاحبہ۔ Worms

آج میں ایسی ہستی کا ذکر کرنے والی ہوں جنہیں میں کبھی نہیں بھول سکتی۔ مجھے ان کا قرب تو تھوڑا عرصہ ہی حاصل ہوا لیکن ان کی یادیں میرے لیے ایک انمول خزانہ ہے۔ پیاری آپا جان سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ 1922ء کو پیدا ہوئیں۔ آپ سلسلہ کے جلیل القدر بزرگ اور مخلص فدائی حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ اور حضرت سیّدہ صالحہ بیگم صاحبہؓ کی بیٹی تھیں۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ، حضرت اماں جانؓ کے چھوٹے بھائی تھے۔ اس ناطے آپ حضرت اماں جانؓ کی بھتیجی تھیں۔

آپ سے میری پہلی ملاقات گرمی کی چھٹیوں میں مسجد دارالذکر میں ہوئی اس وقت میں .F.A کی طالبہ تھی اور سیالکوٹ میں پڑھتی تھی۔ میری امی جان لاہور حلقہ جنرل ہسپتال کی صدر تھیں، وہ اپنی ماہانہ میٹنگ پر مجھے ساتھ لیکر گئیں۔ آپا جان سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ اس وقت جنرل سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہی تھیں جبکہ مکرمہ بی بی امتہ العزیز صاحبہ لاہور کی صدر تھیں۔ مجھے آپ کی شخصیت بہت پرکشش لگی، بہت سادہ اور میٹھے لہجے میں بات کرتی تھیں۔ آپا جان کا امی جان سے بہت پیار تھا۔ پیار تو وہ ہر ایک کو ہی کرتی تھیں۔ آپ کی رہائش ہمارے گھر سے چوتھے سٹاپ، کیویلری گراؤنڈ لاہور چھاؤنی میں تھی۔

تعلیم سے فارغ ہوکر جب میں لاہور اپنی امی جان کے پاس آ گئی تو مجھے سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ کے فرائض سونپے گئے۔ اس وقت بی بی امتہ العزیز صاحبہ ربوہ شفٹ ہوچکی تھیں اور آپا جان لاہور کی صدر تھیں۔ پھر تو آپ سے ہر ماہ میٹنگ میں ضرور ملاقات ہوتی اور کئی دفعہ جماعتی امور کے سلسلے میں آپکے گھر بھی جانے کا موقع ملا۔ آپ سردی کے موسم میں اپنے ہاتھوں سے چائے بنا کر لاتیں اور گرمیوں میں مشروب پلاتیں۔ اگر میں کہتی آپا جان میں کام کر لیتی ہوں تو مسکرا کے کہتیں ''آرام سے بیٹھو آپ مہمان آئی ہو۔'' پھر اکثر لان میں بیٹھ کر گھنٹوں جماعتی امور پر باتیں ہوتیں۔ آج بھی میرے کانوں میں انکی پیاری آواز گونجتی ہے۔

آپ ہر وقت سلسلے کی خدمت کے لئے تیار رہتی تھیں، بہت سادہ طبیعت تھیں، اپنے آپکو کبھی بڑا نہیں سمجھتی تھیں۔ کئی دفعہ جماعتی کاموں کے سلسلے میں ہمارے گھر بھی تشریف لائیں۔ کام کے سلسلہ میں کبھی دوسری عورتوں پر انحصار نہیں کرتی تھیں حالانکہ لاہور کی لجنہ اماء اللہ خاص طور پر عہدیداران آپ سے بہت عقیدت رکھتی تھیں اور آپکا ہر حکم ماننے کے لیے تیار رہتیں پھر بھی آپ خود کام کرنے کی کوشش کرتیں، آپ بہت دانش مند تھیں۔ اتنے بڑے شہر میں کئی مسائل پیش آجاتے تھے، آپ بڑے پیار اور خوش اسلوبی سے ان کو حل کر لیتیں اور اس سلسلہ میں اپنی عاملہ سے بھی مشورہ کر لیتیں۔ ہمارے حلقے میں بھی آپ نے خود شمولیت کرکے کئی مسائل حل کئے۔

ایک دفعہ نمازوں کے جمع کرنے کا ذکر ہوا تو آپ فرمانے لگیں کہ ''اگر دوسری نماز میں آدھے گھنٹے کا فرق ہو تو نماز ادا کر لینی چاہیئے۔ کوشش کیا کرو کہ نماز کو وقت پر ادا کرلو۔ بغیر کسی مجبوری کے نماز جمع نہ کیا کرو۔'' آپ نماز ہمیشہ وقت پر ادا کرتیں ہر مصروفیت کو چھوڑ دیتیں۔ آپکی اس خوبی کا ذکر تو ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی کیا تھا کہ خاندان میں کوئی شادی کی تقریب تھی سب عورتیں بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔ میں نے دیکھا کہ آپا بشریٰ نظر نہیں آرہیں تھوڑی دیر کے بعد آپا خاموشی سے آکر عورتوں میں بیٹھ گئیں۔ ساری خاندان کی عورتیں تھیں میں نے پوچھا ''آپا جان آپ کہاں گئی تھیں؟'' تو کہنے لگیں ''نماز پڑھنے گئی تھی'' حضورؒ نے فرمایا کہ ''آپا جان کی بہت بڑی خوبی تھی کہ نماز کے وقت وہ کسی مجبوری کو نہیں آنے دیتی تھیں''۔ اب جب کبھی میں بھی گھریلو کاموں میں مصروف ہوتی ہوں تو مجھے آپا جان کی نصیحت یاد آجاتی ہے اور میں فوراً کام چھوڑ کر نماز پڑھنے چلی جاتی ہوں اور آپا جان کے لیے دل کی گہرائیوں سے دعا نکلتی ہے کہ اے اللہ اس ہستی پر بے شمار رحمتیں نازل فرما جو اتنی اچھی نصیحتیں کر گئی ہیں۔ اپنے بچوں کو بھی آپا جان کی یہ نصیحت یاد دلاتی رہتی ہوں۔ یہ ایسی نصیحت ہے جو تقریباً دوسرے تیسرے دن ضرور یاد آتی ہے۔

آپ بہت دعا گو، عبادت گزار اور کثرت سے نوافل پڑھنے کی عادی تھیں پھر بھی دوسری لجنہ ممبرات کو بھی دعا کے لیے کہتیں۔ آپکی چھوٹی بیٹی بی بی ماریہ صاحبہ کے لئے میری امی جان سے کہا کہ ''دعا کرو بچی کا رشتہ ہو جائے''۔ جس دن کہا اسی دن سے امی جان نے دو نفل پڑھنے شروع کر دیئے۔ اے اللہ بی بی ماریہ صاحبہ کا رشتہ آپا جان کی خواہش کے مطابق کر دے۔ ایک مہینہ کے بعد آپا جان لڈو لیکر ہمارے گھر آئیں کہ ''بی بی ماریہ صاحبہ کا رشتہ طے پا گیا ہے۔'' امی جان کو بہت خوشی ہوئی پھر امی جان نے مجھے بتایا کہ میں اس دن سے آج تک نوافل ادا کر رہی ہوں۔ خدا کا بے حد احسان ہے کہ آج میں نے آپا جان کو بہت خوش دیکھا ہے۔

آپ دوسروں کی عزت نفس کا خیال کرنے والی، تعلقات بنانے والی، احمدیت کی سچی فدائی، خلیفۂ وقت کی ہر آواز پر لبیک کہنے والی تھیں۔ نہایت حلیم الطبع تھیں کسی کی تکلیف سن کر بے چینی سے آبدیدہ ہو جایا کرتی تھیں۔ خصوصاً کسی بچی کے گھریلو حالات خراب ہوتے تو پوری کوشش کرتیں کہ کسی طرح حالات ٹھیک ہو جائیں۔

میں شادی کے 2 سال بعد جرمنی آ گئی تھی۔ میرے میاں کو ایک فرم میں کام مل گیا اور ہم Lagerhaus سے نکل کر گھر میں شفٹ ہو گئے گھر کی تبدیلی وغیرہ کی وجہ سے میں امی جان کو فون نہ کر سکی اور خط لکھ دیا جو ان کو نہ مل سکا۔ اس طرح ایک ماہ امی جان سے میرا رابطہ نہ ہو سکا، اور وہ بہت پریشان ہوئیں۔ جب امی جان، آپا جان کے گھر گئیں تو وہ امی جان کا چہرہ دیکھ کر سمجھ گئیں کہ کوئی پریشانی ہے۔ کہنے لگیں ''کیوں کیا بات ہے سب خیریت ہے؟'' امی جان رونے لگیں کہ ''ایک ماہ سے میری بیٹی کا کچھ پتا نہیں چل رہا۔ نہ فون، نہ خط۔ آپا جان مجھے لگتا ہے میری بیٹی اس دنیا میں نہیں ہے۔ وہ بہت احساس کرنے والی ہے، مجھے دوسرے تیسرے دن ضرور فون کرتی تھی، لاپرواہ نہیں تھی مجھے اس کی طبیعت کا پتا ہے۔ اتنی دیر وہ کیسے مجھے بھول سکتی ہے۔'' امی جان بتاتی ہیں آپا جان نے مجھے گلے لگایا اور فرمایا ''اللہ تعالیٰ تیرے غم کو خوشی میں بدل دے۔ میں دعا کروں گی فکر نہ کرو'' اور بہت تسلی دے کر بھیجا۔ امی جان کو گھر آئے چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ اسی دن میرے گھر میں فون لگا اور میں نے سب سے پہلے اپنی پیاری امی جان کو فون کیا۔ امی جان میری آواز سن کر رونے لگیں کہ ''خدا کا شکر ہے تمہاری آواز سُنی۔ پیاری آپا جان کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ ان کو دعا کا کہہ کر آئی تھی ابھی آ کر برقعہ اتار رہی ہے اور تمہارا فون آ گیا۔ خدا حافظ اب میں آپا جان کو بتاؤں۔'' میں بھی آپا جان کے یہ الفاظ اکثر استعمال کرتی ہوں۔ کوئی پریشانی میں دعا کے لیے کہے تو میں بھی کہتی ہوں کہ اللہ آپکے غم کو خوشی میں بدل دے۔ آمین

آپا جان کی کس کس خوبی کا ذکر کروں آپ بہت قناعت پسند تھیں۔ آپ کسی بھی چیز کا ضیاع پسند نہیں کرتی تھیں چاہے کھانے کا ہو، روپے پیسے کا یا وقت کا بہت اصول پرست تھیں۔ اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے کی عادی تھیں۔ امی جان سے اکثر میری خیریت دریافت کرتیں اور ڈھیروں دعائیں کرتی تھیں۔ ایک دفعہ صدر کے انتخاب کے لیے (جس کا انتظام ہمارے گھر میں تھا) تشریف لائیں۔ میرا بھتیجا عزیزم ذرنیخ جو تقریباً 4 سال کا تھا اُس نے کھڑے ہو کر نظم سنائی۔

ہم احمدی بچے ہیں کچھ کر کے دکھا دیں گے
شیطاں کی حکومت کو دنیا سے مٹا دیں گے

سن کر بہت خوش ہوئیں۔ کہنے لگیں نظم تو بچے یاد کرتے ہیں لیکن جس طرح پورے confidence سے اس بچے نے اتنی بڑی محفل میں سنائی ہے بہت اچھی لگی اور اسے 10 روپے انعام دیا۔

آپ بہت پیار کرنے والا وجود تھیں آپ کے پیار ہی کا نتیجہ تھا کہ ساری عہدیداران اور ممبرات کا آپکے ساتھ ہمیشہ بھرپور تعاون رہا آپ ہمیشہ چستی سے کام کرتیں اور ممبرات کو بھی چست رکھتیں۔ یہ پیار کرنے والی دعائیں کرنے والی بے شمار خوبیوں کی مالک ہستی 22/مارچ 1997ء کو لاہور کی لجنہ اماء اللہ کو سوگوار چھوڑ کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ وفات کے روز بھی دعوت الی اللہ کے سلسلے میں کسی دور دیہات میں جانے کے لیے تیار ہوئیں آپکے خاوند محترم میجر صاحب نے آواز دی کہ ڈرائیور تیار ہے جب دیکھا تو آپ اپنے خالق حقیقی کے پاس جا چکی تھیں۔ آپ تو لاہور کی لجنہ اماء اللہ کی ماں تھیں۔ آپکی اچانک وفات کا سن کر ہر ایک کو دلی صدمہ ہوا 22/مارچ کو آپکا جنازہ ہوا۔ جنازے میں بہت بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپکے درجات بلند فرمائے آمین۔ اللہ کے فضل اور احسان سے آپکو بہشتی مقبرہ کی چاردیواری میں سپرد خاک کیا گیا۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

کچھ یادیں

مکرمہ ومحترمہ صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ

اہلیہ صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب مرحوم

محترمہ امتہ الکافی صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مرزا عمر احمد صاحب۔ ربوہ پاکستان

نہ جانے کیوں! جب منورہ (آف جرمنی) کے فون پر میں نے (غلطی سے) اُس سے کہہ دیا کہ ''مجھے یاد کرواتی رہنا'' میں جلد اپنی ساس پر مضمون لکھ دوں گی۔ فکر نہ کرنا۔ کچھ لکھ رکھا ہے۔ اور کچھ لکھ دوں گی۔ لیکن جو لکھ رکھا ہے وہ مجھے پتہ ہے کہ فلاں دراز، فلاں سنگھار میز میں سب سے نیچے، کسی فائل کے نیچے دبا رکھا ہے۔ وقت آئے گا تو اس کو بھی مکمل کروں گی۔ انشاء اللہ۔ لیکن اس ادھورے مضمون سے وابستہ صرف ایک بات یاد آ رہی ہے کہ جو کچھ بھی ہمت کر کے لکھنا شروع کیا وہ کہیں رکھ کر بھول گئی تھی۔ جب ایک بار کچھ دنوں کے لئے اپنے بچوں کے پاس امریکہ گئی تو ایک دن اِن (میرے میاں) کا فون آیا کہ آج تم نے مجھے بہت رلایا۔ دل ہی دل میں گھبرائی کہ یا اللہ خیر۔ میری یاد نے اتنا ستا دیا؟ کہ آپ مجھے یاد کر کے رونے لگے۔ لیکن وہ بولے ''یہ تم نے امی کے بارے میں کتنا اچھا لکھا ہے! لیکن ادھورا کیوں لکھا اور مکمل کیوں نہ کیا''؟ میں کیا جواب دیتی کہ کچھ ہمت وحوصلہ نہ پا رہی تھی اور کچھ حالات اور وقت نے اجازت نہ دی کہ بروقت اس کو مکمل کرسکوں اب (منورہ کی بار بار کی یاددہانی نے اور) کچھ اس بات نے کہ بڑوں کی یادوں کو جتنا جلد ہو سکے سمیٹ دینا اور بیان کرنا بہتر ہے۔ قلم اٹھا لیا اور یہ سطور اپنے لئے، اپنے بچوں کے لئے اور پڑھنے والوں کے لئے اور ان کے لئے جنہوں نے ان پیاری پیاری شخصیات کو دیکھا بھی نہیں اور وہ اس جہاں سے رخصت بھی ہوگئیں لکھنے کی ٹھانی۔

میری ساس' خالہ مودی ' کا نام محمودہ بیگم صاحبہ تھا۔ حضرت بڑی امی (حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور) حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی بیٹی، گھر میں مودی کے نام سے جانی جاتی تھیں۔ بچپن میں حضرت ابا حضورؓ یعنی حضرت مصلح موعودؓ پیار سے اُن کو کہتے ''مودی! تم بھی مودی، میں بھی مودی، تم میٹرک پاس۔ میں میٹرک فیل'' اور جب وہ یہ فقرہ سنتیں تو شرم سے حالت خراب ہو جاتی۔ ہمیں یہ بات بتاتے ہوئے بھی اس قدر شرمندگی اور ندامت کا احساس ساتھ ساتھ چلتا تھا کہ چہرے پر بھی سرخی چھلک جاتی تھی کہ کہاں ایک عظیم ہستی جو علم وعرفان کا ایک بحر بیکراں اور کہاں میرے جیسا کمزور اور کم علم انسان۔ (دراصل یہ ایک بزرگ کا ایک بچے کے ساتھ لاڈ اور پیار کا انداز ہی تو تھا) کسی قریبی فوت شدہ پیارے کی باتوں کو لکھنے کا بنیادی مقصد اوّل تو اُن کی شخصیت کا بیان ہے۔ دوسرے ایسی باتیں اور یادیں جن سے ہمیں زندگی میں سبق حاصل ہوں اور ہم کچھ سیکھ سکیں اور گزرے زمانے کی ناؤ کے ساتھ خود کو بھی چلتا پھرتا اور بہتا ہوا سا محسوس کرنے لگ جائیں۔ شادی کے بعد سے ان کی وفات تک ان کے ساتھ بتائے ہوئے لمحے ایسے ہیں جن کو شاید میرے سوا کسی اور نے نہ دیکھا ہو نہ سنا ہو۔ سو یہ چند یادیں ہیں میری کم مائیگی اور کم لفظی کی معذرت۔

خالہ مودی کے بارہ میں سب سے اچھی اور حقیقی رائے اور دعا تو ان کی اپنی امی کی وہ نظم ہے جو درعدن میں شائع شدہ ہے۔ ''لو جاؤتم کو سایۂ رحمت نصیب ہو''۔ اس نظم کا ہر ہر شعر اور ہر ہر لفظ اُن کی ذات میں پورا اترتا ہوا ایک زمانے نے دیکھا۔ جیسے اِس دعا کا لفظ لفظ آپ کی سیرت ہو جائے۔

ہر انسان کا سب سے پہلا روپ بیٹی یا بیٹے کا ہوتا ہے۔ بیٹی کی خوبیوں سے ایک ماں کی دعا اور اس کے دل کی ٹھنڈک کی آواز تو ان اشعار سے ہی واضح ہو جاتی ہے اور کچھ یہ بھی کہ انہوں نے اپنی والدہ پر (مصباح میں) ایک مضمون بھی لکھا تھا۔ جس میں حالات وواقعات سے اُن کی اپنی شخصیت کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے کہ وہ کس قدر فرماں بردار بیٹی تھیں۔ میں نے زندگی کے تقریباً ستائیس، اٹھائیس سال اُن کے ساتھ گزارے ہیں۔ شاید ہی کوئی دن ایسا گزرا ہو کہ اپنے ابّا میاں اور امی جان کی یاد نہ اُن کو آئی

ہوا اور خاص طور پر ابا میاں سے تو گویا عشق تھا۔ان کی بزرگ شخصیت اور ان کی خوبیوں میں وہ ہمیشہ رطب اللسان رہتی تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ ہم نے MTA لجنہ پاکستان کے لئے ابتدائی چودہ ممبرات کے بارے میں پروگرام بنانے تھے۔حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے پروگرام کیلئے خالہ سے ریہرسل مجھے کروانی تھی اور Discuss کر کے فیصلہ کرنا تھا کہ اُن کی شخصیت پر آپ کن کن پہلوؤں پر اِس محدود وقت میں بات کرسکیں گی۔ ہرتھوڑی دیر بعد مجھے سمجھانا پڑتا تھا کہ خالہ ہم بڑی اُمی کے بارے میں پروگرام بنارہے ہیں صرف ابا میاں پرنہیں۔ ہاں ان کا ذکر تو ضرور آئے گا لیکن بڑی اُمی کے واقعات بتائیں! لیکن جتنی دفعہ بھی ریہرسل کرتے ، بڑی مشکل سے خالہ کو کنٹرول کرنا پڑتا تھا کہ موضوع کے اندر رہیں اور پھر ساتھ کے ساتھ میں ڈانٹ بھی کھاتی جاتی تھی کیونکہ مجھے علم تھا کہ گھر میں بھی اکثر ابا میاں کے واقعات سناتی ہیں تو بے ساختہ اس عادت سے مجبور ہیں چنانچہ ابھی کچھ دن قبل وہ پروگرام دفتر میں دیکھا تو ایسے لگا کہ وہ دوران پروگرام بھی مجھ دور بیٹھی کو بار بار دیکھتی ہیں کہ '' کچھ غلط تو نہیں کہہ رہی نا''؟ آپ ایک عظیم والدین کی عظیم بیٹی تھیں اور یہ خدائی فضلوں،حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جانؓ کی دعاؤں کا فیض ہی تو تھا جس کے طفیل اِن بزرگ ہستیوں نے دنیا میں انسانوں کی رہنمائی کے روشن اور رہنما اصول مرتب کئے۔

بیٹی کے بعد بہن کا روپ ہم نے دیکھا۔بڑی بہنوں (حضرت سیّدہ بُو زینب بیگم صاحبہؓ اور حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ) اور سب بھائی جہاں سگے سوتیلے کا کوئی تصور نہ تھا اور بڑی والدہ سے بھی اور اپنی والدہ سے بھی گھروں میں یہ الفاظ کہنے اور بولنے کی اجازت تک نہ تھی۔(گجا یہ کہ یہ الفاظ زبان پر آئیں اور کبھی عمل کے کسی زاویے سے احساس ہو)۔سب کیلئے محبت ہی محبت تھیں۔دراصل ماں کے پیٹ سے ہی نوع انسانی کی ہمدردی ، پیار اور محبت یہ سب کچھ ان کی گھٹی میں داخل تھا۔اس لئے خواہ کوئی چالاک ہوشیار بن کر اُن سے رقم یا کچھ بٹورنے کیلئے خوشامدانہ چال چلے۔ اِن کو پتہ بھی چل جائے کہ ڈرامہ کیا جارہا ہے لیکن محبت اور نوع انسانی کی تکالیف کا احساس اس قدر حاوی تھا کہ فوراً لپک کر تکلیف کو دور کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جاتی تھیں۔

آپ بہت اچھی بیوی تھیں ۔ماموں اِن کے شوہر صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب مرحوم جو ابّا حضورؓ کے تیسرے نمبر کے صاحبزادے اور حضرت سیدہ اُم ناصرؓ کے بطن سے تھے۔آپ کی بے انتہا خوبیوں کی وجہ سے بھی اپنی بیوی کے عاشق تھے۔میں نے شادی کے بعد دونوں میاں بیوی کو ایک دوسرے کی بے حد عزت اور محبت کرتے ہی دیکھا۔ماموں بھی گھر کی بعض ذمہ داریوں میں بھرپور شامل تھے۔مثلاً گھر میں جلسہ کے موقع پر برتنوں اور بستروں کا اسٹاک جمع کرنا ہے۔سنبھال کر کس کس طرح اور کہاں رکھنا ہے؟ یہ سب ذمہ داری ماموں کی اور میری شادی کے بعد اِن کی ہدایات پر یہ کام مجھے کرنے کی سعادت ملی ۔ دراصل خالہ کو ایک لمبا عرصہ 'پتہ' کی تکلیف رہی جس کی وجہ سے بعض گھریلو بوجھل کام وہ نہ کرسکتی تھیں ورنہ پہلے وقتوں میں وہی تو سب کچھ کرتی تھیں بلکہ یہ بات ہمیشہ میں نے اُن سے سن رکھی تھی کہ جب ربوہ آباد ہوا تو خاندان حضرت مسیح موعودؑ کا پہلا گھرانہ ماموں اور خالہ ہی کا تھا۔کچے گھروں والا ربوہ کا ابتدائی زمانہ وہ غربت اور تنگدستی کا زمانہ اور واقعات خالہ کو خوب یاد تھے اور اُس دور کو بہت زیادہ یاد کرتی تھیں ۔سب کو مزے کے ساتھ اور عمدہ طریق سے حالات سناتی بھی تھیں،حالانکہ ہجرت سے قبل قادیان میں بڑے اچھے حالات تھے لیکن رتن باغ کے واقعات اور پھر ابتدائی ربوہ کے....سب زمانوں کو۔جن میں بجلی نہ تھی ، پانی کی شدید دقت تھی اور جو پانی تھا وہ انتہائی نمکین ، کچی مٹی اور کچے گھر ،سردیوں کی شدت اور گرمیوں کی تمازت۔سب کچھ بہت اچھے اور عمدہ طریق سے یاد تھے اور بہت یاد آتے تھے۔اکثر بتاتیں کہ وہ دن بہت مزے کے تھے اور سچ یہ ہے کہ آج جو ہمارا ربوہ اسقدر باغ و بہار ہے۔یہ اس بستی کو بسانے والے کی ابراہیمی دعاؤں کا اور ابتدائی زمانوں کی مشکلات کو انتہائی خندہ پیشانی سے برداشت کرنے والوں کا ہی'' ثمرہ'' قرار دیا جاسکتا ہے ۔آج کا ربوہ صاف ستھرا،خوبصورت دلکش جماعتی عمارات،اچھے گھر صاف سڑکیں اور جگہ جگہ بکھری شادابی دیکھ کر اپنے رب کریم کے اس معجزے'' ربوہ'' کو دن بدن آباد ہوتا دیکھ کر دل بے ساختہ اپنے اس عظیم محسن کی یاد سے بھر جاتا ہے،جس کی شبانہ روز کوششوں اور دعاؤں کے طفیل ہم اس پُر امن پیاری بستی میں سکون واطمینان سے رہتے ہیں یعنی حضرت مصلح موعودؓ جو اس صحرا میں خیمہ زن ہوئے اور جن کی اُولوالعزمی نے یہ جہاں آباد کیا۔اس زمانے پر کسی نے کیا خوب کہا تھا۔

؎ اک مردِ مجاہد رہتا ہے دریا کے کنارے ربوہ میں

خالہ مُودی ایک بات کا اکثر تذکرہ کرتی تھیں کہ '' زندگی کے سب رشتے (یادوں میں) وقت کے ساتھ کچھ نہ کچھ بھولتے جاتے ہیں، دُور ہو جاتے ہیں یا پھر کبھی زیادہ یاد آتے ہیں لیکن ایک ایسی ہستی ہے جو کسی لمحے، کسی آن بھول نہیں پاتی یعنی بڑے ماموں جانؓ (حضرت مصلح موعودؓ)۔ان کے احسانات کا بہت ہی تذکرہ کرتی رہتی تھیں اور یہی حال ماموں منور کا بھی تھا ہمیشہ بڑوں کا تذکرہ انتہائی ادب اور محبت کے ساتھ احسن پیرائے میں کیا کرتے۔

خالہ میں ایک عجیب سی خوبی تھی۔شاید بسا اوقات یعنی کبھی کبھار عجیب بھی لگتی تھی لیکن اب سوچتی ہوں کہ یہ عادت اچھی ہی ہے۔گھر چونکہ بہت بڑا تھا اور بغیر ملازمین گزارا مشکل تھا۔ چنانچہ ملازمین کی کافی تعداد گھر میں ہوتی تھی۔اب بے چارے ملازم۔کچھ نہ کچھ ان سے غلط ہونا ہی ہوتا تھا ماموں کو ان پر غصہ آجاتا کہ باوجود سمجھانے کے بار بار وہی غلطی کر رہا ہے یا کر رہی ہے اور '' بومودی'' (مالیر کوٹلہ میں بی بی کو بُو کہتے ہیں) فوراً ملازم کی حمایت کے لئے تیار.... جیسے دونوں کے درمیان ایک پیاری فصیل اور غلطی کرنے پر بار بار صفائیاں اس قدر مہارت اور چابک دستی سے پیش کرتی تھیں کہ اندر ہی اندر دل میں سخت ہنسی آرہی ہے مگر چھوٹے ہونے کے ناطے ہنس نہیں سکتے، بول نہیں سکتے۔بس میاں بیوی کی بحث ہوئی اور ملازم کی جان چھوٹی اور معاملہ ختم۔امن کی فضا قائم ہو جاتی مگر خالہ پر مجھے ہمیشہ ہنسی آتی تھی کہ کس عمدہ طریق سے ملازمین کا دفاع کر کے حالات کو قابو میں کر لیتی تھیں اور یہ سچ ہے کہ گھریلو سلطنت کا بادشاہ اگر ناراض ہو تو ملکہ عالیہ کو فوراً ہتھیار ڈال دینا چاہیئے تبھی گھر چل سکتے ہیں اور اب اتنے بڑے گھر کے دونوں، بادشاہ اور ملکہ سب اپنے پیاروں کے پاس ہیں۔ ہماری چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنے والے، احسان کرنے والے، پیار کرنے والے۔یقیناً یقیناً اپنے بے حد پیارے کی رضا کی آغوش میں ہوں گے۔اپنی دعاؤں، عبادتوں اور اعلیٰ اخلاق کے معیار جو انہوں نے قائم کئے تھے۔اے خدا ہمیشہ ان کے بچوں، نسلوں میں قیامت تک جاری رکھنا آمین ثم آمین

ماں کا روپ تو ہر گھر میں بہت شان کے ساتھ ہوتا ہے اور ہر بچہ کے دل میں بھی۔کیونکہ ماں ماں ہی ہے اور بحیثیت ماں آپ ایک بہت ہمدرد، شفیق اور مہربان والدہ تھیں۔بچوں کے بغیر بتائے ان کی تکالیف کا چہروں سے اندازہ لگا کر بتا دینے والی ماں تھیں۔دکھ، درد تکلیف میں سب سے زیادہ احساس کرنے والی ہستی تھیں اور یہی روپ بحیثیت ساس کے اُن میں اسی طرح کا تھا۔مجھے اکثر یاد آتا ہے کہ بہت دفعہ، شاید گن نہ پاؤں گی کہ ہر صبح کے وقت میرے چہرے پر خاموشی یا اداسی دیکھ کر ضرور سوال کرتیں ''خوش تو ہو نا؟'' اب وہ آواز کانوں میں اُسی طرح آتی ہے لیکن وہ چہرہ نہیں ہے۔ وہ گہری گہری سب راز جان لینے والی آنکھیں نظر نہیں آتیں جو یہ سوال کرتی تھیں۔ وہ محسوس کرنے والا بدن نہیں ہے اور جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے، میں خود بڑی ہوتی جاتی ہوں تو سوچتی ہوں کہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔

'' بڑا'' بننا... بڑی قربانی کا تقاضا کرتا ہے یہ مقام... گلے شکوے نہ کرنا دوسروں کی لاپرواہیوں کو درگزر کرنا، معاف کرنا، کچھ نہ جتانا یہی سب کچھ تو بڑے پن کا مقام ہوتا ہے۔ ہر ایک سے ہر وقت انتہائی خندہ پیشانی سے ملنا۔چھوٹوں سے شفقت سے پیش آنا اور مہمان کی ہمیشہ خاطر مدارات کی فکر۔خالہ، ماموں کے ڈریسنگ روم کی ایک الماری میں ہمیشہ گولیوں کے پیکٹ منگوا کر رکھے جاتے تھے۔سب مہمان بچوں کو بھی دی جاتی تھیں اور اپنے گھر کے بچوں کا شام کا ٹائم FIX تھا کہ جس میں بچے کھیلنے سے پہلے آکر لے کر جاتے اور میرے بچے تو چونکہ ساتھ ہی رہتے تھے۔ان کے ساتھ بہت لاڈ اور پیار کا تعلق تھا۔ جہاں تربیت میں ایک ذرہ برابر کمی کوتاہی نہ کرتی تھیں۔وہاں لاڈ پیار میں ہر طرح کے ان کے ارمان پورے کرتیں۔ذرا کسی بچے کو بخار ہے یا طبیعت خراب ہے تو اپنے پاس بلا کر لٹا لیتیں اور سارے ناز نخرے برداشت کرتیں۔ جب میرے بچے چھوٹے تھے اور ہمارے کمرے میں ٹی وی بھی نہ تھا تو کسی شرارت پر یا پڑھائی نہ کرنے پر میری ایک ہی سزا ہوتی تھی کہ اب تم T.V دیکھنے اُمی جان (ہمارے بچے اُمی جان کہتے ہیں) کے گھر نہیں جاؤ گے۔تو بس اُسی دن یا چند گھنٹوں بعد مجھ سے پوچھتیں کہ ''تم نے یہ سزا دی ہے؟ یہ سزا بچوں کو نہیں تم مجھے دیتی ہو۔میرے گھر رونق نہیں رہتی۔''

ہر جمعہ کو خاص طور پر جب سے MTA پر لائیو خطبات کا سلسلہ شروع ہوا باقاعدگی سے اہتمام کرتیں۔سموسے اور جلیبیاں جو ربوہ کی مشہور Treat ہے منگواتیں اور سارے چھوٹے بچے اس کے لالچ اور شوق میں

با قاعدگی سے خطبہ سنتے۔

خلافت سے تعلق اور وفا تو آپ کے خون کا حصہ ہی تھا کیونکہ بچپن سے ہی یہ سب کچھ بڑوں سے سیکھا اور خود زندگی بھر اس عہد کی بھرپور حفاظت کی اور اپنے بچوں اور نسل پر بھی اس معاملے میں بڑی گہری نظر بھی رکھی۔ ایک واقعہ لکھتی ہوں۔ ایک مرتبہ کھانے کے میز پر کوئی بات ہو رہی تھی کہ خالہ نے بے حد سرسری انداز میں کسی اور شخص کی کوئی بات خلیفۂ وقت کے بارے میں بتائی۔ اس پر میرے میاں کو فوراً غصہ چڑھ گیا اور انتہائی غصہ کی حالت میں انہوں نے یہ فقرے کہے کہ "میں خلافت کا شدید احترام کرتا ہوں اور کسی کی بھی کوئی بات کبھی بھی برداشت نہ کروں گا۔" میں نے دبے لفظوں میں اِن کو سمجھانا چاہا کہ وہ تو کسی اَور کی بات بتا رہی ہیں لیکن اِن کا غصہ تھم نہیں رہا تھا یہ اٹھ کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد خالہ نے مجھے گلے لگا کر پیار کیا کہ آج میرے دل میں ٹھنڈ پڑ گئی ہے کہ میرے بچے کے دل میں خلافت کی اس قدر محبت اور احترام ہے۔ خلافت سے وابستگی کے ساتھ مجھے اُن کی ایک اور پیاری سی بات یاد آئی جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز منصبِ خلافت پر متمکن ہوئے تو کسی نے باتوں باتوں میں پوچھا کہ یہ تو آپ کی عمر کے لحاظ سے بہت ہی چھوٹے ہیں اب اِن کو کس نام سے خط لکھا کریں گی؟ یعنی کیا مخاطب کریں گی؟ تو فرمانے لگیں کہ میں لکھوں گی "میرے پیارے سیدی بیٹے" مجھے ان کا یہ جواب سن کر بہت مزا آیا۔

جماعت کی بے حد غیرت تھی۔ کسی لڑکے نے ایک مرتبہ کسی اور فِرقے کی تنظیمی صلاحیتوں کی بہت اور مبالغہ آمیز تعریف کی تو سن کر زیادہ دیر برداشت نہ کر پائیں اور جھٹ سے اس کو احساس دلانے کے لئے بے ساختہ کہا "پھر جاؤ! تم بھی اُس میں شامل ہو جاؤ" اور یہ جواب اُن کے لئے اس قدر Shocking تھا کہ وہ ہکا بکا خاموش ہو کر جلدی سے وہاں سے چل دیئے اور پھر دوبارہ کبھی ایسی بات نہ دہرائی۔ خالہ نے زندگی کے آخری دنوں تک (سوائے بیماری کے) اپنے کمرے کی کھڑکی سے اپنے بیٹوں پوتوں کو مسجد میں نمازوں کیلئے آتے جاتے دیکھ کر ہمیشہ الحمدللہ پڑھی اور بے حد خدا کا شکر ادا کیا کرتیں کہ بچے مسجد سے وابستہ ہیں۔

لجنہ اماء اللہ کے زیرِ انتظام منعقد ہونے والی تربیتی کلاسز یا کھیلوں پر میری ڈیوٹی کے دوران مکمل طور پر میرے بچوں اور میاں کا اِس طرح خیال رکھتیں کہ مجھے دِنوں اِن کی خبر ہی نہ ہوتی تھی۔ میری ساس کا میرے ساتھ اِس قدر تعاون نہ ہوتا تو میں کچھ بھی نہ کر پاتی۔ اِسی طرح ایک مرتبہ تربیتی کلاس کے شام کے "ملاقات پروگرام" میں ایک بچی نے (خالہ کو ہم نے مہمان کے طور پر بلایا ہوا تھا) اُن سے سوال کر ڈالا کہ "آپ کیسی ساس ہیں کہ سارا دن آپ کی بہو یہاں ہوتی ہیں اور آپ برا نہیں مناتیں اور ان کو اس قدر آزادی سے ڈیوٹی دینے دیتی ہیں"۔ اس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ "اگر یہ دین کی خدمت نہ کر رہی ہوتی تو پھر برا محسوس کرتی۔ دین کی خدمت کر رہی ہے اس وجہ سے خوشی سے اس کے بچوں کا خیال رکھتی ہوں"۔ اس بات میں بہت سی ساس صاحبات کے لئے ان کے اعلیٰ ظرف اور حوصلہ مند بننے کی ضرورت کا اشارہ ہے۔

آپ کو بے حد سچی خوابیں آتی تھیں اکثر اِن کو پورا ہوتے ہم نے بھی دیکھا۔ مجھے بہت ڈر لگتا تھا جب کبھی کوئی مُنذر خواب سناتیں اور اکثر تو گویا ایک نظارہ یا جھلک سی دیکھی ہوتی تھی اور کچھ ہی دنوں بعد وہ بات پوری ہو جاتی چونکہ عاجزی وانکساری طبیعت میں بہت زیادہ تھی اس لئے ہمیشہ بہت سرسری سا ذکر کرتی تھیں کہ کہیں مجھے کوئی اس وجہ سے بزرگ نہ سمجھنے لگ جائے۔ اِن کی اِسی بزرگی والی بات سے وہ نظارہ سامنے آ گیا جب ایک روز میری سب سے چھوٹی بیٹی حاجرہ نے جب وہ صرف چار پانچ سال کی تھی اپنے انتہائی بھولپن میں اپنی امی جان سے کہا کہ "امی جان دنیا میں تین ہی تو حضرت حاجرہ ہوئی ہیں ایک حضرت حاجرہ (علیہ السلام) دوسری آنٹی حاجرہ درد صاحبہ جو نانی کے گھر کے پاس لاہور میں رہتی ہیں اور تیسری میں" اس پر خالہ نے بے ساختہ اس کو جواب دیا کہ "بیٹا 'حضرت' والے کام کرنا پر 'حضرت' کہلوانے کا شوق نہ رکھنا" خدا کرے میرے سارے بچے، میری نسلیں اور ہم سب ہمیشہ اس نصیحت پر عمل کرنے والے ہوں۔ آمین ثم آمین۔

مبلغین، واقفینِ زندگی کی اور اُن کی بیگمات کی بے حد عزت وقدر کرتی تھیں۔ خود بھی ایک واقف زندگی کی بیوی تھیں جیسے ہمیشہ سے مبلغین واقفین کی بیگمات انتہائی سلیقہ مندیوں کے ساتھ گزارے کرتی رہی ہیں اسی طرح خالہ نے بھی کافی مشکل وقت صبر اور سلیقہ سے گزارا حالانکہ بچپن سے شادی ہونے تک نوابی شان اور پُرآسائش زندگی کی عادی تھیں۔ یہاں ضمناً ماموں (شوہر) کا بھی ایک دلچسپ واقعہ سناتی ہوں کہ جب میڈیکل

کے چوتھے سال میں تھے، تو شادی ہوگئی۔ میڈیکل کے بعد ہاؤس جاب سے جب پہلی تنخواہ ملی تو ماموں نے ساری تنخواہ لفافہ میں ڈال کر حضرت مصلح موعودؓ کو بھجوادی۔ (ایک تو یہ کہ والدین کے ساتھ ہی رہتے تھے اور دوسرے یہ خواہش بھی تھی کہ ساری تنخواہ حضورؓ کو ہی دوں) حضورؓ نے لفافہ پر جزاکم اللہ لکھ کر واپس کردی اور اس امر پر خوشی کا اظہار فرمایا۔ بعد میں ماموں بتاتے تھے کہ وہ باقاعدگی سے ہر ماہ ساری تنخواہ بھیجتے اور حضورؓ واپس لوٹا دیتے اور یہ سلسلہ کچھ سال چلتا رہا۔

ربوہ کے ابتدائی ایام میں جب شروع میں انڈا تک نہ ملتا تھا اور قریبی دیہاتی عورتیں لالا کر بیچا کرتی تھیں ایک واقعہ بیان کرتی تھیں کہ اتنی توفیق بھی نہ تھی کہ زیادہ انڈے خرید کر مہمانوں کیلئے رکھے جاسکتے البتہ انڈے کا پاؤڈر ملا کرتا تھا (شاید جنگ کی باقیات تھیں) جس کو گھول کر خاگینہ جیسا بنا لیتے تھے۔ انہی دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ مع بیگم صاحبہ (یعنی بہن بہنوئی) آئے ہوئے تھے باجی جان (منصورہ بیگم صاحبہ) نے کہا کہ میں صبح ناشتے پر تلا ہوا انڈا کھاؤں گی اب شرم کے مارے نہ بتاسکیں کہ انڈے نہیں ہیں لیکن انڈوں کے پاؤڈر کا خاگینہ بنادیا۔ باجی جان حیران ہیں کہ خاگینہ بنادیا اور انڈا تل کر نہ دیا اور یہ اگر پاؤڈر کا ذکر کرتی ہیں تو باجی جان کی نفیس طبیعت کراہت کرتی ہے اور اصل حقیقت مہمان کے سامنے بتانے کی ہمت نہیں ہے۔ کہتی تھیں کہ برسوں بعد جا کر ایک دفعہ باجی جان کو حقیقت بتائی کہ اصل ماجرا کیا تھا۔ حضرت بڑی امی (حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ) ہجرت کے بعد لاہور پام ویو میں اپنے حصہ میں رہائش پذیر ہوتی تھیں۔ جب بھی ربوہ آنا ہوتا تو خالہ کے گھر ٹھہرا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ خالہ نے بڑی امی کے سامنے لکڑی جو بطور ایندھن جلایا کرتے تھے، کے مہنگے ہوجانے کی کوئی بات کی تو بڑی امی نے فوراً ٹوکا کہ مہمان کے سامنے ایسی بات نہیں کرتے جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو بوجھ محسوس کرے حالانکہ بڑی امی تو ماں تھیں اور ماں بھی ایسے احساس والی کہ بیٹی کے گھر آتے ہی بطور تحفہ اچھی خاصی رقم دے دیا کرتیں تاکہ اخراجات میں تنگی نہ ہو اور چونکہ اُن کی وجہ سے مہمان داری بھی بڑھ جاتی نیز اس لئے بھی کہ بیٹی کو دقت نہ ہو لیکن بیٹی کی معمولی سی غلطی پر بھی ایسے مؤثر انداز میں نصیحت کی کہ ان کو یہ بات ہمیشہ یاد رہی اور بہت مرتبہ یہ بات بتاتی تھیں۔

ربوہ کے کچے گھروں میں میرے میاں کی پیدائش ہوئی اور تقریباً ڈیڑھ پونے دو سال کے بعد اِدھر قصر خلافت کے پاس پکے گھروں میں آگئے تھے یہ وہ گھر ہیں جو ابا حضورؓ (حضرت مصلح موعودؓ) نے اپنے بیوی بچوں کو بطور تحفہ دیئے تھے۔ اس وقت یہ چند سادہ سے کمروں کے گھر جن کے سامنے برآمدے تھے، یہاں میرے دیور مظفر کی پیدائش ہوئی اور خالہ بتاتی تھیں کہ جب بچے کی پیدائش گھر میں ہوئی تو شدید بارش ہورہی تھی اور چھت سے پانی کیچڑ کی طرح ٹپک ٹپک کے ان کے سر اور ماتھے پر قطرہ قطرہ گرتا جاتا تھا بچے کی پیدائش کی خبر سن کر ابا حضورؓ خود چل کر اذان دینے تشریف لائے تھے جبکہ سڑکیں پانی سے بھری ہوئی تھیں اور حضورؓ شلوار کے پائینچے اٹھا کر چلے آتے تھے۔

سیرت کا ایک اور پہلو قوت برداشت اور صبر کی طاقت، دونوں میاں بیوی میں ہی بہت تھی۔ ہر انسان کی زندگی میں برداشت اور صبر کے امتحان آہی جاتے ہیں۔ ان دونوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے بہت سے واقعات میں نے دیکھے اور ان کو ہمیشہ صبر ہی کرتے پایا۔ جب خالہ منصورہ (آپ کی بڑی بہن) کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپا طاہرہ صدیقہ سے شادی کی تو بارات میں ساتھ جانے کیلئے خالہ کو ارشاد فرمایا۔ خالہ بہت ہمت وحوصلہ سے پوری تیار ہوکر گئیں اور مَیں دیکھ رہی تھی کہ کس طرح اپنی آنکھوں کو پونچھتی جاتی تھیں لیکن انتہائی وقار کے ساتھ شرکت کی تیاری بھی کررہی تھیں۔

مہمان نوازی کا کچھ ذکر تو میں کرچکی ہوں کچھ اور باتیں یاد آرہی ہیں کہ بے حد خوش اخلاقی سے ہمیشہ استقبال کرتیں اور فوراً مہمان کی خاطر مدارات کی فکر شروع کردیتیں۔ آپ نے اپنے گھر کے ماحول کو بے حد سادہ اور کھلا رکھا تھا تاکہ خاندان کے بچے بلا تکلف آکر بیٹھ سکیں۔ جیسے کسی بڑے کا ایسا گھر ہو جس میں دور ونزدیک کے سب رشتہ دار بے تکلفی سے آسکتے ہوں ہمارے گھر کی پچھلی طرف خاندان کے گھروں کی بچیوں کو اجازت تھی کہ وہ ہمارے گھر سے گزر کر اپنے سکول جائیں (سکول ہمارے گھر کے بالکل سامنے تھا) بچیوں کو یہ Short cut بے حد پسند تھا، کیونکہ راستے میں پڑاؤ کرنے کا ٹکیس تو ادا نہیں کرنا پڑتا تھا البتہ کھانے کو مزیدار چیزیں بھی ملتی تھیں۔ پراٹھے، چٹنی اور آلو کی ترکاری، روزانہ صبح خاص طور پر پکوا کر ہاٹ پلیٹ (hot plate) پر رکھی جاتی تھیں تاکہ لڑکیاں کچھ کھاسکیں۔ اور تو

اور خالہ کی فیاضی کے چرچے اس قدر عام تھے کہ خاندان کی بعض بچیاں شرارت میں کبھی کبھار امرود بیچنے والی مائی کو خالہ کے گھر بھیج دیتیں کہ جاؤ وہاں جا کر بیچ آؤ اور بعد میں خود اپنی ملازمہ کو بھیج کر منگواتیں کہ "خالہ آج امرود کھانے کو بہت دل چاہ رہا ہے اگر ہیں تو بھیج دیں"۔

وقت اور زمانے کے ساتھ ساتھ ہر گھر کے کچھ نہ کچھ مزاج Develop ہوجاتے ہیں جو میاں بیوی دونوں کی یکساں خوبیوں اور محبتوں میں یگانگت کے باعث اپنا ایک مؤثر رنگ بنا لیتے ہیں۔ میری ساس اور سسر دونوں کے اینٹوں والے گھر کا نام تو "بیت الاحسان" تھا ہی اور اپنی اولاد اور نسل کے لئے تو سراپا احسان پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔ لیکن جو گھروندا انہوں نے قربانی، صبر، محبت اور دعا کے خمیر سے گوندھ کر اٹھایا تھا وہ تو بہت ہی پیارا تھا بہت بلند اور بے حد خوبصورت .... اُس ٹھنڈے سایہ دار درخت کی مانند جس کے سایہ میں مسافر آرام پاتے ہوں۔ اس دعا کی طرح جو ان کے عظیم و بزرگ والد حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایک مضمون (سارہ بیگم) میں اپنی اولاد کے لئے مانگی تھیں۔ وہ دونوں اللہ ملائی جوڑی۔ وسیع الحوصلہ، کریم الاخلاق اور طویل الایادی تھے جن کا دسترخوان کسی کیلئے ممنوع نہ تھا۔ کیا اپنے کیا پرائے حتیٰ کہ گھریلو ملازمین، پرانے خدمتگار اور کچھ ریٹائرڈ ملازمین، بوڑھے بھی۔ سبھی نے اُن کے دسترخوان سے فیض پایا۔ کچھ یوں بھی تھا کہ مالیرکوٹلہ میں ابا میاں (حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ) کے خدمت گار اور کھلائی (یعنی بچوں کو پالنے اور دودھ پلانے والیاں) کے خاندان نسلاً بعد نسلاً ساتھ حویلی میں رہتے چلے آرہے تھے اور جب ابا میاں نے قادیان دائمی ہجرت اختیار کی تو اُن میں سے بعض خاندان بھی وہ ساتھ لے آئے جو قادیان کی کوٹھی "دارالسلام" میں ساتھ ہی رہے۔ چنانچہ ہجرت کے موقع پر وہ بھی اُن کی بیگم یعنی حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے ساتھ ہی پاکستان آ گئے۔ پہلے لاہور میں اُن کے ساتھ رہے اور پھر ربوہ آ گئے۔ اِس خاندان کی کچھ خواتین خالہ کے زیر کفالت بھی تھیں اور ایک خاتون "شاری" نام کی تھیں۔ گو انہوں نے خالہ کی خدمت بھی بہت کی تھی لیکن خالہ ماموں نے بھی مدد کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جب ڈھائی تین سال (یا زیادہ عرصہ) انکے شوہر کے پاس ملازمت نہ تھی۔ چھ سات بچے سب کے کھانے پینے و دیگر ضروریات کا خیال رکھا۔ اِسی طرح ایک پرانے مالی کی بیوی جن کو 'بابن' کہتے تھے۔ ان کو بھی کئی سال اپنے گھر رکھا علیحدہ سے کمرہ بنا کر دیا ہوا تھا۔ خالہ سردار النساء بیگم صاحبہ ایک بزرگ خاتون تھیں (جن کو میں نے کبھی نہیں دیکھا)۔ لیکن جب کچے گھروں سے قصر خلافت کے ساتھ والے موجودہ گھروں میں شفٹ ہوئے تو کچھ عرصہ بعد خالہ سردار النساء صاحبہ بھی آ گئیں اور ساتھ رہنے لگیں۔ اِس بزرگ خاتون کا خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خاص طور پر حضرت مصلح موعودؓ کے بچوں سے تعارف اس طرح سے ہوا تھا کہ جس سال یعنی 1918ء میں ماموں منور کی پیدائش ہوئی تھی اور ماموں ابھی چند ماہ کے تھے اور حضرت مصلح موعودؓ کا بمبئی میں کچھ عرصہ قیام تھا۔ حضورؓ اور حضرت ام ناصر صاحبہؓ اِن دنوں بہت بیمار تھے کہ حضورؓ نے کچھ احباب سے فرمایا کہ اگر کوئی خاتون بچہ کو سنبھالنے کے واسطے چند دنوں کے لئے آ جائیں تا کہ والدہ کو سہولت ہو جائے تو ایک صاحب کی دو بیویاں تھیں۔ اپنی ایک بیگم لے آئے کہ یہ حضورؓ کے بچہ کو سنبھال لیں گی اور وہ خالہ سردار النساء تھیں اور اُن کو یہ ننھا "منور" اتنا پسند آیا کہ وہ ہمیشہ کیلئے اپنا گھر بار چھوڑ کر حضورؓ کے ساتھ ہی قادیان آ گئیں۔ بعد ازاں انہوں نے خاندان کے بہت سے بچوں کو پالا پوسا اور سب کے ساتھ ہی رہیں۔ البتہ ان کی زندگی کے آخری سال اس گھر میں اپنے شاہ جہاں (ماموں منور کا نام رکھا ہوا تھا) اور منورہ بیگم (خالہ کا نام تھا) کے پاس ہی گزرے۔ سُنا ہے بے حد صاف ستھری اور نفیس طبیعت کی خاتون تھیں۔ موصیہ بھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ آمین۔ ضمناً مجھے چھوٹا سا شکوہ ہے اُن سے کہ بچپن سے ہی میرے میاں (مرزا عمر احمد) کو شدید مرچیں کھانے کی چاٹ ڈال دی۔ سنا ہے کہ خود بے حد مزیدار مرچوں والا کھانا بناتیں اور پھر میرے میاں کو چسکے سے کھلاتیں کہ اب تک ہمارے گھر میں شدید مرچوں والا کھانا ہی بنتا ہے۔

مضمون کی طوالت تو ہوگئی ہے البتہ یہ ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ خالہ کی شفقت میں بہت اثر ہے یعنی جس نے ان کا نمک کھایا اس نے بھی خوب حق ادا کیا۔ جو بچے گھر میں رکھ کر پڑھائے، لکھائے یا جن سے خدمت بھی لی ان کی تربیت اور ان کے لئے خصوصی احساس کے ساتھ اِس قدر دعائیں کی ہیں کہ آج ان میں سے اکثریت کے اوپر ان کی تربیت اور دعا کا اثر نظر آتا

ہے۔ وہ سب کے سب اب تک اِن دونوں کو اس قدر یاد کرتے ہیں اور محبت وتشکر کے ان جذبات کے ساتھ ہمیں ملتے ہیں کہ بیان سے باہر ہے۔

ایک انسان کا ذکر اگر میں نہ کروں تو شاید یہ مضمون ادھورا رہ جائے گا اور وہ ہیں ہمارے ''بھائی عظیم''۔ اپنے نام کی طرح بہت ہی عظیم انسان۔ جس نے ان دونوں بزرگوں کی، ان کے بچوں اور آج تک ان کی نسلوں کی بھی اس قدر بےلوث خدمت کی ہے کہ بیان نہیں کی جاسکتی۔ میری شادی سے کچھ سال قبل کی بات ہے کہ جب کشمیر سے چھوٹی سی عمر کا یہ لڑکا تلاشِ معاش میں نکلا۔ جو کبھی چند ماہ ربوہ آکر رہ جاتا اور کبھی واپس چلا جاتا۔ چند سال یہ سلسلہ چلتا رہا پھر خالہ نے سمجھا بجھا کر اور کھانا پکانا وغیرہ سِکھا کر آہستہ آہستہ اپنے گھر کا ان کو ایک فرد ہی بنا ڈالا۔ بڑھاپے تک ان دونوں کی ہمہ وقت خدمت پر مامور رہے۔ گھر کے تمام کام سنبھالنے شروع کر دیئے اور خاص طور پر خالہ مودی کی زندگی کی آخری بیماری جو تقریباً تین سال پر محیط تھی۔ اس میں بےلوث خدمت کی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

بس آپ ایک تصویر تھیں حضرت اقدس علیہ السلام کے ارشاد کی ''حسن واحسان سے لوگوں کے دل جیتو'' سیرت وسوانح کے واقعات کے ساتھ کچھ حالات وواقعات شخصیات سے بھی وابستہ ہوجاتے ہیں۔ خالہ کو ہمیشہ سے باتیں کرنے کا اور پرانے واقعات وحالات بتانے کا شوق اور خوب ملکہ بھی حاصل تھا، حافظہ تو بلا کا تیز تھا۔ اپنی والدہ کی طرح بچپن اور جوانی کے تمام چھوٹے بڑے واقعات خوب یاد تھے۔ ان کی Company بہت دلچسپ ہوا کرتی تھی کہ سُننے والے کا اُٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ مجھے تو بہت سے واقعات سُن کر ازبر ہوچکے تھے اور بار بار سننے میں بھی نیا لطف ملتا تھا۔ ہاں ایک خوبی یہ بھی نمایاں تھی کہ کبھی کسی فوت شدہ کا خصوصاً یا کسی کا بھی ذکر بُرے رنگ میں نہ کرتیں۔ ہمیشہ اچھے اچھے پہلو یاد رکھتی تھیں اور حسِ مزاج بھی خوب تیز اور پُرلطف تھی۔ جس کا اثر طبیعت کو فرحت وتازگی عطا کرتا تھا۔

مجھے یاد آیا کہ جب 1984ء میں حضورؒ (حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ) نے ہجرت فرمائی تو کراچی کے سفر میں پیش آنے والے واقعات ایک گھریلو مجلس میں کسی کو بیان کرتے سنا تو سخت ناراض ہوئیں کہ کوئی ملازم سن لے یا کوئی بات باہر نکل جائے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ بہت محتاط طبیعت تھیں خصوصاً جماعتی معاملات میں۔

مجھے یاد ہے جب قادر شہید کی شہادت کی خبر آئی تو فوری طور پر سب پر ہی غم کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا کچھ ہی دیر میں ہم سب قادر کے والدین کے گھر جمع ہوگئے۔ وہاں خالہ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور بےحد رو رہی تھیں اتنی کہ آواز بمشکل نکل رہی تھی اور مجھے یہ کہہ رہی تھیں کہ ''خاندان کے سب بچوں کو جاکر کہہ دو کہ وہ اپنی زندگیاں وقف کر دیں''۔ مجھے اُن کے اِس فقرے سے احساس ہوتا ہے کہ ان میں کس قدر مومنانہ فراست تھی کہ اگر قادر کو دین کے نام پر قربان کیا گیا ہے تو ایک کیا چلا گیا سب بچے اس راہ کے لئے حاضر ہیں۔

ذکرِ یار شروع تو کر دیا ہے ختم کرنے کو دل نہیں چاہ رہا یہ مضمون اور پھر اس کو اختتام کی سرحد تک پہنچانا دونوں میرے لئے مشکل ہیں کیونکہ اُنہی کے ایک کمرے میں بیٹھی ان کی یادوں سے مزیّن، بہتے اشکوں کے ساتھ اُن کو یاد کرتے ہوئے دل حقیقتاً خون کے آنسو رو رہا ہے۔

مجھے میری امی کی وفات پر بار بار سینہ سے لگا کر کہتی جاتی تھیں ''میں تمہاری ماں ہوں''۔ ''میں تمہاری ماں ہوں'' اتنا پیار کرنے والی ہستی تو شادی کے پہلے دن سے ہی میری ماں تھیں۔ میرا دل تو اصل میں اپنے مالک حقیقی کا شکرگزار ہے جس نے مجھے ایک نہیں دو مائیں اور ایک نہیں دو باپ دیئے تھے۔ اب اُن میں سے کوئی بھی نہیں......صرف ان کی یادیں یا پھر میں اور میرے آنسو.....اور یادوں کا ایک لشکر.......دعا کا قطرہ قطرہ بن کر میرے وجود میں دوڑنے لگتا ہے۔ وہ نظارہ یاد آرہا ہے جب اسی کمرے میں ایک چوکے پر بیٹھی میری امی (سیدہ بشریٰ بیگم) کا خاص مصباح نمبر میں لکھا ہوا میرا مضمون پڑھ رہی تھیں اور آنکھوں سے اشک بہہ رہے تھے۔ اس وقت تصور بھی نہ تھا کہ آج ان پر بھی کچھ لکھ رہی ہوں گی اور اشکوں کا ایک سیلاب ہوگا......اب ان دعاؤں کے ساتھ کہ اے خدا! اتنی پیاری محبت ووفا کی اِس دیوی پر تا ابد اپنی رحمتوں اور برکتوں کے پھول نچھاور کرتے رہنا اور ان کی اولادیں اور نسلیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا وارث ہوتی ہوئی حسن واحسان کے موتی بکھیرتی رہیں۔ اپنی ماں کی طرح، اپنے باپ کی طرح، اپنے دادا کی طرح اور اپنے پڑدادا علیہ السلام کی طرح۔ آمین ثم آمین

حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کا ذکر خیر

وہ لوگ جو وجہ اللہ میں محو ہوجاتے ہیں وہ نئی زندگی حاصل کرلیتے اور اللہ تعالیٰ کے پیار کی آغوش میں آجاتے ہیں۔

میری والدہ کا نمازوں میں انہماک اور مغرب کو عشاء سے جوڑنا اور پھر عشاء گھنٹوں لمبی چلنا وہ میرے سامنے ایک نمونہ ہے۔

اے میرے پیارے خدا! تُو میری والدہ سے وہ سلوک فرما جو اُس نے اپنی دعا میں تجھ سے چاہا اور ہم جو اُن کی اولاد ہیں ...... ہمیں بھی اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹے رکھنا۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 5/اگست 2011ء بمطابق 5/ظہور 1390 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔مورڈن۔لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ـ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ـ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔
(الرحمٰن:27-28)

ان آیات کا یہ ترجمہ ہے کہ ہر چیز جو اس پر ہے (یعنی زمین پر ہے یا کائنات میں ہے) فانی ہے اور باقی رہنے والا صرف تیرے رب کا جاہ و اکرام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ: ''ہر ایک چیز فنا ہونے والی ہے اور ایک ساعت تیرے ربّ کی رہ جائے گی''۔ (ست بچن روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 231) پھر ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں کہ ''ہر ایک چیز کیلئے بجز اپنی ذات کے موت ضروری ٹھہرا دی''۔ (چشمۂ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 165) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے علاوہ ہر چیز کے لئے موت ضروری ٹھہرادی ہے۔ پھر اپنے ایک شعری کلام میں جو آپ نے 'محمود کی آمین' کے نام سے منظوم فرمایا۔ یہ نظم آپ نے اپنے سب سے بڑے بیٹے سیدنا محمود مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمین پر لکھی تھی جو دعائیہ اشعار اور نصائح سے پُر نظم ہے۔ ان اشعار میں سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان دعاؤں اور نصائح میں دوسرے دو بیٹوں کو بھی شامل فرمایا بلکہ پوری جماعت ہی اس میں شامل ہے۔ یہ لمبی نظم ہے۔ اس میں ایک جگہ دنیا کے عارضی ہونے اور اس سے بے رغبتی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں

دنیا بھی اک سرا ہے، بچھڑے گا جو ملا ہے
گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جُدا ہے

پھر آگے ایک مصرعہ ہے کہ

شکوہ کی کچھ نہیں جا، یہ گھر ہی بے بقا ہے

(محمود کی آمین، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 323) پس وہ امام الزمان جو اس زمانہ میں بندے کو خدا سے قریب کرنے آئے تھے وہ اپنی اولاد کی خوشی کے موقعہ پر بھی اپنی اولاد کو بھی، اپنی نسل کو بھی اور اپنی جماعت کو بھی اس طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ ہماری حقیقی خوشی اپنے خدا سے تعلق پیدا کرنے

اور اُس کی رضا کے حصول میں ہے۔ دنیا خوشیاں مناتی ہے تو عجیب وغریب قسم کی بدعات کو فروغ دیتی ہے، لغویات میں پڑتی ہے، دنیاوی دکھاووں کے لئے خوشیاں منائی جارہی ہوتی ہیں لیکن آپؓ نے یہ سبق دیا کہ ہماری تمام تر توجہات کیونکہ خدا کی طرف ہونی چاہئیں اس لئے ہمارے ہر عمل یا اعمال خدا کی رضا کے حصول کے لئے ہوں۔ اور جب اس چیز کا ادارک پیدا ہو جائے گا تو ہماری غمی اور خوشی کے دھارے خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کی طرف بہہ رہے ہوں گے۔ آپ علیہ السلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی تکمیل کے لئے آئے تھے، آپؑ کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی کی بات ہوسکتی تھی کہ آپؑ کی اولاد اللہ تعالیٰ سے لَو لگانے والی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں ڈوبنے والی ہو اور اللہ تعالیٰ کی آخری شرعی کتاب جو قرآنِ کریم کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری اُسے پڑھنے والے اور اُس پر عمل کرنے والے ہوں۔ پس جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآنِ کریم کا پہلا دور مکمل فرمایا تو آپؑ نے ایک دعوت کا اہتمام فرمایا اور اُس تقریب کے لئے خاص طور پر یہ نظم لکھی جس کا ہر شعر جیسا کہ مَیں نے کہا پُر درد دعاؤں، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور نصائح سے پُر ہے۔ اس خوشی پر بھی آپ نے اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے اپنی اولاد اور متبعین کو یہ توجہ دلائی کہ دنیا اور دنیا والوں سے دل نہ لگانا۔ خدا کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ یہی زندگی کا مقصد ہے۔ ایک وقت آئے گا جب دنیا اور اس کی تمام چیزیں یہیں رہ جائیں گی اور انسان اس دنیا سے رُخصت ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں ؎

شکوہ کی کچھ نہیں جا، یہ گھر ہی بے بقا ہے

پس جب یہ دنیا اور اُس کی چیزیں باقی رہنے والی نہیں تو پھر اس سے دل لگانا بھی بے فائدہ ہے۔ پھر شکوہ کیسا؟ اگر ہمیشہ کا فائدہ حاصل کرنا ہے تو اُس ہستی سے تعلق جوڑ کر حاصل کیا جاسکتا ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور ہمیشہ رہنے والی ذات خدائے ذوالجلال والاکرام کی ذات ہے۔ پس یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے دو اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ ہر چیز میں زوال ہے۔ آہستہ آہستہ اُس نے ختم ہونا ہے اور ہر انسان کی آخری منزل موت ہے لیکن پھر ساتھ ہی اس طرف بھی توجہ دلائی، دوسری بات یہ کہی کہ مومنوں کو، ایمان لانے والوں کو، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کوشش کرنے والوں کو یہ بھی اُمید رکھنی چاہئے کہ جو بندے اللہ تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں، اُس کی تلاش میں رہتے ہیں، اپنی نسلوں کی نیکیوں پر قائم رہنے کے لئے تربیت کرتے ہیں، اپنی روحانیت بڑھانے کے لئے کوشاں رہتے ہیں، قرآنی تعلیمات کے پابند رہنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اس زندگی سے جو دنیاوی زندگی ہے، اس سے تو بیشک گزر جاتے ہیں یا اُن کی یہ زندگی تو ختم ہو

جاتی ہے لیکن ایک اور زندگی جو دائمی زندگی ہے جو اس دنیاوی زندگی سے جانے کے بعد انسان کو ملتی ہے اُس کو پالیتے ہیں، اگلے جہان میں اللہ تعالیٰ کے پیار کی آغوش میں آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیار بھری آواز سنتے ہیں کہ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (الفجر: 30-31)۔ پس آ اور میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا۔ اور آ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس زمانے میں اس لئے مبعوث ہوئے تھے کہ بندے کو خدا سے ملائیں۔ اُسے فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ کا مضمون سمجھائیں تاکہ اُسے دائمی جنتوں اور دائمی زندگی کا وارث بنائیں۔ اس نظم میں جو خوشی کے موقع پر لکھی گئی، اس مضمون کا اظہار فرمایا کہ دائمی زندگی کی تلاش کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کو پائے بغیر زندگی نہیں مل سکتی۔ خدا تعالیٰ کو حاصل کئے بغیر یہ دائمی زندگی نہیں مل سکتی۔ قرآنِ کریم میں سورۃ قصص میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (القصص: 89) اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی معبود کو مت پکار۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہر ایک چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے جس کی طرف اُس کی توجہ ہو، (یعنی خدا تعالیٰ کی طرف توجہ ہو۔ وہی بچنے والی چیز ہے۔ باقی سب ہلاک ہونے والی چیزیں ہیں) حکم اُسی کے اختیار میں ہے اور اُسی کی طرف سب کا لوٹنا ہے۔

پس یہ مضمون ہے جو ہمیں یاد رکھنا ہے۔ یہ وہ طریق ہے جسے ہم نے اپنانے کی کوشش کرنی ہے۔ یہ وہ مقصود ہے جسے ہم نے حاصل کرنا ہے کہ یہی

ہماری پیدائش کا مقصد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذاریات: 57) کہ ہم نے جن وانس کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔ پس یہ عبادت کا مفہوم اُس وقت سمجھ آئے گا، اُس وقت اس پر عمل کی کوشش ہوگی جب انسان اس یقین پر قائم ہوگا کہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ کہ اُس یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تمام چیزیں ہلاک ہونے والی اور فنا ہونے والی ہیں سوائے اُس کے جس کی طرف اللہ کی توجہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اُن کی طرف توجہ کرتا ہے جو نیک نیتی سے اُس کی عبادت کی کوشش کرتے ہیں۔ اُسے ایک مانتے ہوئے اُس کے حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب عبادت کے طریق بتائے ہیں، تو عبادت کے ان معیاروں کو حاصل کرنے اور اُنہیں صیقل کرنے کے لئے مختلف مواقع بھی پیدا فرمائے ہیں۔ یہ رمضان المبارک جس میں سے ہم گزر رہے ہیں یہ بھی ہر سال اس لئے آتا ہے کہ ہم اپنے پیدا کرنے والے خدا کی پہچان کر کے اپنے آپ کو ہلاکت سے بچائیں۔ اپنی نیکیوں کے معیاروں کو بڑھائیں۔ اپنی روحانیت کے معیار اونچے کریں۔ پس خوش قسمت ہیں وہ جو ان مواقع سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی بندگی کی ادائیگی کے لئے اُس کا عبد بننے کے لئے تمام سال کوشاں رہتے ہیں۔ اور مستقل مزاجی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے وہی کوشاں رہتے ہیں، وہی کوشش کرتے ہیں جو اس بات کو بھی سامنے رکھتے ہیں کہ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اور صرف ایک ہستی ہے جس کو نہ زوال ہے، نہ موت ہے۔ اور ہم نے مرنے کے بعد اُس کے حضور حاضر ہونا ہے جہاں ہمارے عملوں کا حساب ہوگا۔ پس کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ بیشک موت برحق ہے، اس سے تو کوئی فرار نہیں۔ کوئی انسان نہیں جو موت سے بچ سکے۔ لیکن جو لوگ وجہ اللہ میں محو ہو جاتے ہیں وہ نئی زندگی حاصل کر لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے پیار کی آغوش میں آ جاتے ہیں۔ یہاں پھر مَیں واپس اُسی مضمون کی طرف جاتا ہوں کہ وَجْـہُ اللّٰـہِ میں محو ہونے والے کون لوگ ہیں؟ وہ وہی لوگ ہیں جو اپنے مقصدِ پیدائش کو پہچاننے والے ہیں۔ اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو گزارنے والے ہیں۔

پس خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس دنیا میں، اس مضمون کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اس مضمون کو سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ رمضان ہمیں اس مقصد کے قریب تر کرنے والا ہو جو ہمارے بزرگوں نے جو اس مضمون کو سمجھتے ہوئے حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اُس پر چلنے کے لئے جو دعائیں اور کوششیں کی تھیں، نئی نسل میں یہ روح پیدا کرنے کی کوشش کی کہ ہم بھی اپنی حالتوں کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔ جب کوئی اپنا پیارا اور بزرگ اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اس مضمون کی طرف مزید توجہ پیدا ہوتی ہے اور یقیناً ہر اُس شخص کو اس مضمون کی طرف توجہ پیدا ہونی چاہئے جس کو خدا تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور یقین ہے۔

گزشتہ دنوں میری والدہ کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مَیں جب بھی اُن کی زندگی پر غور کرتا ہوں، اُن کی عبادت کے معیار مجھے نمونہ نظر آتے ہیں۔ اُن کا قرآنِ کریم پر غور کرتے ہوئے گھنٹوں پڑھنا مجھے نمونہ نظر آتا ہے۔ اُن کی نمازوں میں انہماک اور مغرب کو عشاء سے جوڑنا اور پھر عشاء گھنٹوں لمبی چلنا، وہ میرے سامنے ایک نمونہ ہے۔ میری والدہ وہ تھیں جنہوں نے گو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ تو نہیں دیکھا لیکن ابتدائی زمانہ دیکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیار اور دعائیں حاصل کیں۔ صحابہ اور صحابیات سے فیض پایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب کے زمانے کے زیرِ اثر اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے بڑی بیٹی اور بچوں میں دوسرے نمبر پر ہونے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے براہِ راست فیض یاب ہونے والوں کی صحبت کا اثر اُن میں نمایاں تھا۔ آپ کا اُٹھنا بیٹھنا، بول چال، رکھ رکھاؤ میں ایک وقار تھا اور وقار بھی ایسا جو مومن میں نظر آنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ سے لَو لگانے کی ایک تڑپ تھی۔ اس تڑپ کا اظہار آپ نے اپنے شعروں میں بھی کیا ہے۔ مَیں یقیناً جیسا کہ مَیں نے کہا کہ آپ کی نمازوں میں انہماک کو دیکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے شعر وادیوں میں بھٹکنے والے

شاعروں کی زبان دانی اور سطحی الفاظ نہیں تھے بلکہ دل کی آواز تھی۔ ایک نظم ہے، اُس کے چند شعر میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں، اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے فرماتی ہیں کہ ؎

محبت بھی، رحمت بھی، بخشش بھی تیری
میں ہر آن تیری رضا چاہتی ہوں
اطاعت میں اُس کی سبھی کچھ ہی کھو کر
میں مالک کا بس آسرا چاہتی ہوں
میرے خانۂ دل میں بس تو ہی تو ہو
میں رحمت کی تیری رِداء چاہتی ہوں

ایک مرتبہ ایک جنازہ گزر رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ وہاں کھڑے تھے، صحابہؓ نے اُس مرنے والے کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا واجب ہوگئی۔ بعد میں یہ پوچھنے پر کہ کیا واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا۔ جنت واجب ہوگئی کیونکہ جس کی نیکیوں کی لوگ تعریف کریں اللہ تعالیٰ اس کی بخشش کے سامان پیدا فرما دیتا ہے۔ میری والدہ کی وفات پر جو بیشمار تعزیتی خطوط آ رہے ہیں اور جن سے اُن کا براہِ راست واسطہ پڑتا رہا، سب ہی اُن کے مختلف اوصاف کی تعریف لکھ رہے ہیں۔ پس مختلف لوگوں کے یہ خطوط اور جو مَیں نے اُنہیں دیکھا ہے اُس سے امید ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس دعا کو کہ 'میں رحمت کی تیری رِداء چاہتی ہوں' قبول کرتے ہوئے اپنی مغفرت اور رحمت کی چادر میں لپیٹ لیا ہوگا۔

اے میرے پیارے خدا! تو میری والدہ سے وہ سلوک فرما جو اُس نے اپنی اس دعا میں تجھ سے چاہا اور ہم جو اُن کی اولاد ہیں ہمیں بھی اس مضمون کو سمجھنے والا بنا۔ ہمیں بھی اس دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹے رکھنا اور ہم کبھی اُن توقعات سے دور جانے والے نہ ہوں جو آپ نے اپنی اولاد سے کیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اُن کی آئندہ نسلوں کو بھی اپنی رضا کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ کے متعلق مختصراً بعض باتوں کا بھی ذکر کر دیتا ہوں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا آپ حضرت مصلح موعودؓ کی سب سے بڑی بیٹی اور بچوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بعد دوسرے نمبر پر تھیں۔ آپ حضرت سیدہ محمودہ بیگمؓ صاحبہ جو حضرت اُمّ ناصرؓ کے نام سے جانی جاتی ہیں اُن کے بطن سے اکتوبر 1911ء میں پیدا ہوئیں۔ حضرت اُم ناصرؓ سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح کا واقعہ بھی مختصر بیان کر دیتا ہوں۔ یہ نکاح 1902ء میں ہوا۔ حضرت اُمّ ناصر سیدہ محمودہ بیگمؓ صاحبہ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی تھیں۔ حضرت خلیفہ رشید الدین صاحبؓ وہ ہیں جن کی مالی قربانیوں کو دیکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ اب یہ مالی قربانیاں نہ بھی کریں تو جو کر چکے ہیں وہ بھی بہت ہیں۔

(ماخوذ از تقاریر جلسہ سالانہ 1926ء انوار الاسلام جلد 9 صفحہ)

لیکن بہر حال وہ پھر بھی آخر دم تک مالی قربانیاں کرتے رہے۔ 1902ء میں نکاح ہوا تھا۔ اکتوبر 1903ء میں شادی ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب حضرت ڈاکٹر صاحب کو یہ رشتہ تجویز کیا، اس کی تحریک فرمائی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفہ رشید الدین صاحبؓ کو لکھا کہ "اس رشتے پر محمود بھی راضی معلوم ہوتا ہے اور گو ابھی الہامی طور پر اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔۔۔ مگر محمود کی رضا مندی ایک دلیل اس بات پر ہے کہ یہ امر غالباً واللہ اعلم جناب الٰہی کی رضا مندی کے موافق انشاء اللہ ہوگا۔" (تاریخِ احمدیت جلد چہارم صفحہ 45 مطبوعہ ربوہ) یقیناً یہ رشتہ جناب الٰہی کی رضا مندی سے تھا کہ آپؓ کے سب سے بڑے بیٹے حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحبؒ کو اللہ تعالیٰ نے خلافت کی رِداء پہنائی۔

میری والدہ کا نکاح 2 / جولائی 1934ء کو میرے والد حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے ساتھ ہوا جو حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے بیٹے تھے اور ساتھ ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی نکاح ہوا۔ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسجد اقصیٰ قادیان میں ایک لمبا خطبہ ارشاد فرمایا۔ ان ہر دو نکاح میں پہلا نکاح حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا اور دوسرا جیسا کہ مَیں نے کہا میرے والد، والدہ کا تھا۔ یہاں اُس خطبہ کے بعض حصے خاص طور پر بیان کر دیتا ہوں۔ عام طور پر تو پوری جماعت کے لئے ہے، لیکن خاص طور پر خاندان حضرت مسیح موعودؑ

ہماری حقیقی خوشی اپنے خدا سے تعلق پیدا کرنے اور اُس کی رضا کے حصول میں ہے

کے افراد کے لئے کہ اس کو سُن کر اِن کو بھی اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو اور میری والدہ جو ہمیشہ اپنوں اور غیروں کی تربیت کے لئے کوشاں رہیں، اُن کے اعلیٰ معیار کے لئے کوشاں رہیں اُن کو بھی اس کا ثواب مل جائے کہ اُن کی وفات کی وجہ سے میری اس طرف توجہ پیدا ہوئی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ ''وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعة: 4) سے مراد ہے یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بروزِ کامل۔ آپؑ کا مطلب یہ تھا کہ اگر اُس وقت ایسا شخص مبعوث ہو چکا ہو جسے میرا وجود کہا جا سکے تو وہ اس دجال کا مقابلہ کرے گا ورنہ سوائے اس کے اور کوئی صورت نہ ہوگی کہ مسلمان اس دجال سے لڑ کر مر جائیں۔

اس عظیم الشان فتنہ کے مقابلہ کے لئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی کی ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ اپیل کی ہے کہ میں یہ امید کرتا ہوں کہ جب یہ فتنہ عظیم پیدا ہوگا تو اہلِ فارس میں سے کچھ لوگ ایسے کھڑے ہو جائیں گے جو تمام قسم کے خطرات اور مصائب کو برداشت کرتے ہوئے پھر دنیا میں ایمان قائم کر دیں گے''۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ خالی پیشگوئی ہی نہیں بلکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک آرزو ہے۔ ایک خواہش ہے۔ ایک امید ہے۔ اور یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ خدا کا رسول ابنائے فارس سے کیا چاہتا ہے؟ اس فتنہ سے خطرات کے لحاظ سے بہت کم، نتائج کے لحاظ سے بہت کم، زمانے اور اثرات کے لحاظ سے بہت کم، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی فتنہ اُٹھا۔ صحابہؓ نے اُس وقت جو نمونہ دکھایا وہ تاریخ کی کتابوں میں آج تک لکھا ہے''۔ (اور پھر آپؓ نے اُس کی تفصیل بیان فرمائی کہ صحابہؓ نے کیا نمونہ دکھایا، کس طرح اُنہوں نے اپنی جانیں قربان کیں۔) پھر حضرت مصلح موعودؓ آگے جا کر اُس جنگ کا ذکر کرتے ہیں جو فتح مکہ کے بعد ہوئی اور جس میں نومسلم بھی شامل ہوئے تھے اور اُن کو اپنی تعداد پر بڑا زُعم اور بھروسہ تھا، اُس پر تکبر کر رہے تھے لیکن کفار کے تیروں کی جب بارش پڑی ہے تو اُس کے آگے ٹھہر نہ سکے اور اُن نومبائعین کی کمزوری ایمان کی وجہ سے یا ٹریننگ نہ ہونے کی وجہ سے جب اُن سب کے گھوڑے بِدکے ہیں تو اُنہوں نے جو پرانے صحابہؓ تھے اُن کے صفوں میں بھی بے ترتیبی پیدا کر دی، کھلبلی مچا دی، جس کی وجہ سے اُن کے گھوڑے

ہمارے ہر عمل یا اعمال خدا کی رضا کے حصول کے لئے ہوں ... خدا کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ یہی زندگی کا مقصد ہے

بھی بِدکنے لگے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف دس بارہ صحابہؓ رہ گئے۔ تب صحابہؓ کو بلکہ خاص طور پر انصار کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو کہہ کر یہ اعلان کروایا کہ انصار! خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔ اُس وقت جب ان سب کے گھوڑے بدک رہے تھے اور باوجود موڑنے کے نہیں مڑ رہے تھے، صحابہ کہتے ہیں کہ ہم اتنی زور سے اُس کی لگامیں کھینچتے تھے کہ اُن کی گردنیں مُڑ کے پیچھے لگ جاتی تھیں لیکن اُس کے باوجود جب ڈھیلی چھوڑو پھر گھوڑے واپسی کی طرف دوڑتے تھے تو اُس وقت جب یہ اعلان ہوا کہ خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے تو صحابہ کہتے ہیں کہ ہمیں ایسا لگا جیسے ہمارے جسموں میں ایک بجلی سی دوڑ گئی ہے۔ سواریوں کو قابو کرنے کی کوشش کی تو پھر بھی نہیں مڑتی تھیں، کسی کی سواری مڑ سکی تو سواری پر چڑھ کر ورنہ پھر اس آواز کے بعد اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کی گردنیں اُڑاتے ہوئے، اُن کی گردنیں کاٹ کر اور وہیں اُن کو گرا کے پیدل ہی چند منٹ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر جمع ہو گئے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''اُس آواز سے زیادہ شان کے ساتھ، اُس آواز سے زیادہ یقین کے ساتھ، اُس آواز سے زیادہ اعتماد کے ساتھ، اُس آواز سے زیادہ محبت کے ساتھ، اُس آواز سے زیادہ اُمید کے ساتھ خدا کے رسول نے تیرہ سو سال پہلے کہا تھا کہ لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِّنْ اَبْنَاءِ الْفَارِسِ جب میری اُمت پر وہ وقت آئے گا کہ جب اسلام مٹ جائے گا، جب دجال کا فتنہ روئے زمین پر غالب آجائے گا، جب ایمان مفقود ہو جائے گا، جب رات کو انسان مومن ہوگا اور صبح کافر، صبح مومن ہوگا اور شام کو کافر، اُس وقت میں اُمید کرتا ہوں کہ اہلِ فارس میں سے کچھ لوگ ایسے کھڑے ہو جائیں گے جو پھر اس آواز پر جو میری طرف سے بلند ہوئی ہے لبیک کہیں گے۔ پھر ایمان کو ثریا سے واپس لائیں گے۔ ان الفاظ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالی ''رَجُلٌ'' نہیں کہا بلکہ ''رِجَالٌ'' کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اشاعتِ اسلام کی ذمہ داری رجلِ فارس پر ہی ختم نہیں ہو جائے گی بلکہ اُس کی اولاد پر بھی وہی ذمہ داری عائد ہوگی اور اُن سے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُسی چیز کی اُمید رکھتے ہیں جس کی امید آپؐ نے رجلِ فارس سے کی۔ یہ وہ آواز ہے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نا امیدی کی تصویر کھینچنے کے بعد جس

سے صحابہؓ کے رنگ اُڑ گئے اور اُن کے دل دھڑکنے لگ گئے تھے اُن کے دلوں کو ڈھارس دینے کے لئے بلند کی۔ اور یہ وہ امید و اعتماد ہے جس کا آپؐ نے ابنائے فارس کے متعلق اظہار کیا"۔ فرماتے ہیں کہ "مَیں اس امانت اور ذمہ داری کو ادا کرتا ہوں اور آج ان تمام افراد کو جو رجلِ فارس کی اولاد میں سے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام پہنچاتا ہوں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہؐ کی تباہی کے وقت اُمید ظاہر کی ہے کہ لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِّنْ فَارِسٍ اور یقین ظاہر کیا ہے کہ اس فارسی النسل موعود کی اولاد دنیا کی لالچوں، حرصوں اور ترقیات کو چھوڑ کر صرف ایک کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے گی اور وہ کام یہ ہے کہ دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا جائے۔ ایمان کو ثریا سے واپس لایا جائے اور مخلوق کو آستانہ خدا پر گرایا جائے، یہ امید ہے جو خدا کے رسولؐ نے کی۔ اب مَیں اُن پر چھوڑتا ہوں وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ خواہ میری اولاد ہو یا میرے بھائیوں کی، وہ اپنے دلوں میں غور کر کے اپنی فطرتوں سے دریافت کریں کہ اس آواز کے بعد اُن پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟

(ماخوذ از خطبات محمود (خطبات نکاح) جلد سوم صفحہ 342 تا 345)

اللہ کرے کہ ہم جو اُس رجل فارس سے منسوب ہونے والے ہیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس درد بھرے پیغام کو سمجھ کر اپنی ذمہ داری ادا کرنے والے ہوں۔ ہماری اولادیں اس کی ذمہ داری ادا کرنے والی ہوں۔ ہمارے خاندان کی جو بزرگ ہستی ہم سے جُدا ہوئی ہے اُس کا جدا ہونا خاندان کے افراد کو خصوصاً اور افرادِ جماعت کو عموماً اُس اہم فریضے کی طرف توجہ دلانے والا ہو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کے سپرد فرمایا ہے جس کا اظہار کئی بار مختلف موقعوں پر آپؑ نے فرمایا کہ مَیں جماعت کے کیا معیار دیکھنا چاہتا ہوں۔

اپنی والدہ کی زندگی کے متفرق واقعات کا بھی مَیں ذکر کرتا ہوں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی دنیاوی اور دینی تعلیم پر اُس وقت کے حالات کے مطابق زور دیا، آپ کو پڑھایا، آپ کو ایف۔اے تک تعلیم دلوائی، پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت سیدہ امۃ الحئی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات پر اظہار فرمایا تھا کہ میرے ذہن میں عورتوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق ایک سکیم آئی ہے اس کا عملی اظہار 17 مارچ 1925ء کو ہوا جب ایک مدرسہ کھولا گیا اور میری والدہ بھی اس مدرسہ کی ابتدائی طالبات میں سے تھیں۔ 1929ء میں اس مدرسے کی کل سات خواتین نے مولوی فاضل کا امتحان دیا اور سب کامیاب رہیں جن میں آپ بھی شامل تھیں"۔ (ماخوذ از تاریخ لجنہ۔ جلد اول صفحہ 169)

ایک وقت آئے گا جب دنیا اور اس کی تمام چیزیں یہیں رہ جائیں گی اور انسان اس دنیا سے رُخصت ہو جائے گا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے بچوں کی آمین پر بھی ایک نظم لکھی جو دعاؤں سے پُر ہے۔ بعض بڑے بچوں کا اس میں ذکر فرمایا۔ میری والدہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کا بھی اُس میں ذکر فرمایا۔ اُن کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ ؎

وہ میری ناصرہ وہ نیک اختر
عقیلہ باسعادت پاک جوہر

(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 265۔ مطبوعہ ربوہ) (الفضل نمبر 3 جلد 19، مورخہ 7 جولائی 1931ء صفحہ 2، کلام محمود مع فرہنگ صفحہ 206 مطبوعہ قادیان 2008ء)

یہ خصوصیات صرف باپ کے پیار کی وجہ سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نظر نہیں آئیں بلکہ میری والدہ کے ساتھ کام کرنے والیاں لجنہ اماءاللہ کی بہت ساری ممبرات ہیں، جنہوں نے لمبا عرصہ اُن کے ساتھ کام کیا ہے، وہ بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ اُن کے ساتھ ایک کام کرنے والی پرانی صدر نے لکھا کہ لجنہ کی تربیت کا بہت خیال رہتا تھا۔ اس کے لئے نئے سے نئے طریق سوچتی تھیں۔ نئی تدابیر اختیار کرتی تھیں، ہمیں بتاتی تھیں۔ یہ کوشش تھی کہ ربوہ کی ہر بچی اور ہر عورت تربیت کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہو۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ اگر پردہ کے معیار کو گرا ہوا دیکھا تو سڑک پر چلنے والی کو، عورت ہو یا لڑکی یا لڑکیوں کو اس طرح چلتے دیکھا جو کہ احمدی لڑکی کے وقار کے خلاف ہے تو وہیں پیار سے اُس کے پاس جا کر اُسے سمجھانے کی کوشش کرتیں۔ بتاتیں کہ ایک احمدی بچی کے وقار کا معیار کیا ہونا چاہئے۔

پردے کے ضمن میں ہی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی ایک تقریر کا ایک حصہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا تھا۔ 1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خلافت کا جو پہلا جلسہ تھا اس پر لجنہ کے جلسہ گاہ میں آپؒ نے جو تقریر فرمائی، اُس میں پردے کا بھی ذکر فرمایا۔ اُس ضمن میں ہماری والدہ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ہماری ایک باجی جان ہیں، اُن کا شروع سے ہی پردہ میں سختی کی طرف رجحان رہا ہے، کیونکہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تربیت

میں جو پہلی نسل ہے اُن میں سے وہ ہیں۔ جو گھر میں مصلح موعودؓ کو اُنہوں نے کرتے دیکھا جس طرح بچیوں کو باہر نکالتے دیکھا ایسا اُن کی فطرت میں رَچ چکا ہے کہ وہ اس عادت سے ہٹ ہی نہیں سکتیں۔ ان کے متعلق بعض ہماری بچیوں کا خیال ہے کہ اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ، انہیں کچھ نہ کہو۔ پاگل ہو گئے ہیں، پُرانے وقتوں کے لوگ ہیں۔ ایسی باتیں کیا ہی کرتے ہیں۔ لیکن اگلے وقت کونسے؟ مَیں تو اُن اگلے وقتوں کو جانتا ہوں، (فرماتے ہیں کہ) مَیں تو اُن اگلے وقتوں کو جانتا ہوں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے وقت ہیں۔ اس لئے ان کو اگر اگلے وقتوں کا کہہ کر کسی نے کچھ کہنا ہے تو اُس کی مرضی ہے وہ جانے اور خدا کا معاملہ جانے، لیکن یہ جو میری بہن ہیں واقعتاً تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اس بات پر سختی کرتی ہیں۔

(خطاب حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ بر موقع جلسہ سالانہ مستورات فرمودہ 27 دسمبر 1982ء۔ بحوالہ الازھار لذوات الخمار جلد دوم حصہ اول صفحہ 8)

پھر جب لمبا عرصہ لجنہ کی صدر رہی ہیں تو یہ کوشش تھی کہ ربوہ کی پوزیشن ہمیشہ پاکستان کی تمام مجالس میں نمایاں رہے، اس کے لئے بھرپور کوشش کرتی تھیں۔ صرف نمبر لینے کے لئے نہیں، جس طرح کہ بعض صدرات کا یا ذیلی تنظیموں کے قائدین وزعماء کا کام ہوتا ہے بلکہ اس سوچ کے ساتھ کہ ربوہ میں خلیفۂ وقت کی موجودگی ہے اس لئے بھی کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ چراغ تلے اندھیرا۔ کہ خلیفۂ وقت کی موجودگی کے باوجود ان کا معیار دوسروں سے نیچے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود تھی۔

ایک لکھنے والی مجھے لکھتی ہیں کہ آپ کے فیصلے بڑے دوررس نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ مشورے ضرور لیتی تھیں اور ہر صاحبِ مشورہ کا بہت احترام کرتی تھیں۔ مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کی اہلیہ لکھتی ہیں کہ مَیں بڑا عرصہ اپنے محلے کی صدر لجنہ رہی۔ تعلیم وتربیت اور علم میں اضافے کے لئے ایک یہ بھی آپ نے اپنے ہر ممبر کو کہا ہوا تھا کہ درّثمین یا کلامِ محمود سے ہر اجلاس میں دو شعر یاد کر کے آئیں۔ تو لکھتی ہیں اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جہاں شعروں کے ذریعہ علم وعرفان اور روحانیت میں اضافہ ہوتا تھا وہاں اجتماعوں کے موقعوں پر بیت بازی میں ربوہ کی لجنہ اول آیا کرتی تھیں۔ وہ کہتی ہیں خود بھی بہت شعر یاد تھے اور یقیناً مجھے بھی اس بات کا علم ہے کہ اُمّی کو بہت شعر یاد تھے۔

غالباً امام صاحب کی اہلیہ نے مجھے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ چند خواتین کے ساتھ جماعتی دورے پر اُنہیں بھی میری والدہ کے ساتھ غالباً سیالکوٹ کے سفر کا موقع ملا تو آپ نے کہا کہ بجائے اس کے کہ ہم بیٹھ کر ادھر اُدھر کی باتیں کریں، گاڑی میں سفر کرتے ہوئے کار میں یا جو وین تھی، اس میں بیت بازی کرتے ہیں، سفر بھی اچھا گزر جائے گا اور ہم فضول گفتگو سے بھی بچ جائیں گے۔ تو اس طرح پھر بیت بازی ہوتی رہی اور سب نے بڑا enjoy کیا۔ یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ میرے والد حضرت مرزا منصور احمد صاحب کو بھی خاص طور پر درّثمین کے بہت سے شعر زبانی یاد تھے اور یہ جو درّثمین کی ایک لمبی نظم ہے "اے خدا اے کارساز وعیب پوش وکردگار" یہ تو مجھے لگتا تھا کہ پوری نظم یاد ہے اور سفر میں جب بھی ہم جاتے تھے بیت بازی کا مقابلہ شروع ہو جاتا تھا۔ ایک ٹیم ابا کی بن جاتی تھی ایک اُمّی کی اور ہم بچوں کو بھی شوق پیدا کرنے کے لئے اپنے ساتھ ملا لیا کرتے تھے۔ اسی طرح اُمّی کو قصیدہ یاد تھا۔ آخری عمر میں جب یہ محسوس کیا کہ یادداشت میں کمی ہو رہی ہے، بعض شعر یا الفاظ فوری طور پر یاد نہیں آتے تو میرے والد صاحب کی وفات کے بعد اپنی نواسیوں میں سے جو بھی ساتھ سوتی تھیں، اُسے قصیدہ والی کتاب پکڑا دیتی تھیں اور خود (زبانی) پڑھتی تھیں اور یہ روزانہ کا معمول تھا کہ ستّر اشعار والا جو قصیدہ "یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ" وہ مکمل ختم کر کے سوتی تھیں۔ آخر عمر تک بھی کہیں کوئی ایک آدھ مصرعہ بھول جاتی ہوں گی عموماً تمام شعر یاد تھے۔ اسی طرح مَیں نے دیکھا ہے کہ قرآنِ کریم جیسا کہ میں نے کہا، بڑے اہتمام سے غور کر کے پڑھتی تھیں۔ بسا اوقات دن کے وقت جب کام سے فارغ ہوتی تھیں، یہ نہیں کہ گھر کے کام نہیں تھے، گھر میں کام کرنے والیوں کے بھی ہاتھ بٹاتی تھیں، مختلف کاموں میں دلچسپی لیتی تھیں، لجنہ کے کام بھی ساتھ ساتھ چل رہے ہوتے تھے۔ جب کام سے فارغ ہوتی تھیں تو علاوہ اس تلاوت کے جو صبح کی نماز کے بعد کیا کرتی تھیں، دس گیارہ بجے بھی مَیں نے دیکھا ہے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ قرآن کریم پڑھ رہی ہوتی تھیں اور اُن کو غور کرتے دیکھا ہے۔ لیکن یہ بھی تھا کہ یہ عادت بالکل نہیں تھی کہ بلا وجہ اپنی علمیت کا اظہار کریں لیکن مطالعہ بڑا گہرا تھا۔ اسی

ہر چیز میں زوال ہے... اور ہر انسان کی آخری منزل موت ہے

طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ بھی گہرا تھا جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا تھا، عربی پڑھی ہوئی تھی، عربی کتب بھی پڑھ لیتی تھیں اور اچھی عربی آتی تھی۔ پھر دوسروں کے لئے ہمدردی کا جذبہ بہت تھا۔ اپنے وسائل کے لحاظ سے جس حد تک مدد ہو سکتی تھی کرتی تھیں۔ نقد بھی اور جنس کی صورت میں بھی۔ دوسروں کو بھی توجہ دلاتی تھیں کہ فلاں قابلِ مدد ہے اس کی مدد کرو۔ اس وجہ سے بعض مخیّر لوگ جن کا آپ کے ساتھ قریبی تعلق تھا وہ آپ کو ہی رقم دے دیتے تھے کہ خود ہی تقسیم کر دیں۔ ربوہ کی کیونکہ لمبا عرصہ صدر رہی ہیں اور محلوں میں جا کر وہاں اجلاسوں میں شامل ہوتی تھیں تو اس لئے مختلف محلوں کے غریبوں سے ذاتی واقفیت بھی تھی اور اُن کے حالات کا علم بھی تھا۔

چوہدری حمید اللہ صاحب نے مجھے بتایا۔ وہ لمبا عرصہ امداد گندم کمیٹی کے صدر رہے ہیں انہوں نے بتایا کہ صدر لجنہ ربوہ کی طرف سے جو سفارش امداد کی آتی تھی وہ یقین ہوتا تھا کہ مکمل تحقیق کے بعد آئی ہے اور جائز سفارش ہے۔ مزید تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کی صدارت صرف انتظامی اور دفتری حد تک نہیں تھی، بلکہ لجنہ ربوہ کی صدر ہونے کے ناطے تقریباً ہر گھر سے ذاتی رابطہ بھی تھا۔ ربوہ کی لجنہ کی تنظیم پہلے مرکزی لجنہ کے زیرِ انتظام تھی۔ جنوری 1953ء میں یہ فیصلہ ہوا کہ لجنہ ربوہ کی تنظیم کو مرکز سے، مرکزی لجنہ سے علیحدہ کر دیا جائے لیکن صدر لجنہ ربوہ مرکزی عاملہ کی ممبر ہو گی۔ بہر حال اس فیصلہ کے مطابق ربوہ کے محلّہ جات کی طرف سے جب یہ رائے لی گئی کہ کس کو صدر بنایا جائے تو متفقہ طور پر صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کو صدر بنانے کی تجویز آئی۔ یہ تاریخ لجنہ میں لکھا گیا ہے۔ اور ان آراء کی روشنی میں پھر آپ کو صدر لجنہ ربوہ مقرر کیا گیا۔ غالباً 1988ء یا 89ء تک آپ صدر رہی ہیں اُس کے بعد آپ نے اپنی کمزوری صحت کی وجہ سے معذرت کی لیکن تب بھی عاملہ کے ایک ممبر کی حیثیت سے لجنہ کے کام کرتی رہی ہیں۔ غالباً سیکرٹری خدمتِ خلق رہی ہیں۔ آپ کی صدارت کے دور میں لجنہ ربوہ تقریباً ہر شعبہ میں نمایاں کارکردگی دکھاتی رہیں۔

مجھے واقف کاروں کی طرف سے تعزیت کے جو خط آ رہے ہیں اُن میں تقریباً ہر خط میں ایک بات مشترک ہے کہ جب بھی ملنے گئے بڑی خندہ پیشانی سے ملتی تھیں۔ مہمان نوازی کرتی تھیں۔ موسم کے لحاظ سے جو بھی چیز ہوتی تھی پیش کرتی تھیں۔ بچوں سے حسنِ سلوک ہوتا تھا۔ فراست اور قیافہ شناسی بھی بڑی تھی۔ چہرے دیکھ کر حالات کا اندازہ کر کے پھر حالات پوچھتیں اور دعاؤں اور نیک تدبیروں کی طرف توجہ دلاتیں۔ اولاد کی تربیت کے بارے میں بھی دعاؤں کی طرف توجہ دلاتیں۔ یہاں مہمان نوازی کا ذکر ہوا ہے تو بتا دوں کہ جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ لمبا عرصہ لجنہ کی صدر رہی ہیں۔ تو ربوہ کے مختلف محلّہ جات کی صدرات اور عاملہ ممبرات کے اجلاس بڑا لمبا عرصہ ہمارے ہی گھر میں ہوتے تھے۔ ہمارے گھر کا ایک بڑا وسیع برآمدہ تھا، پینتیس چالیس فٹ لمبا تو کم از کم ہو گا اُس میں انتظامات ہوتے تھے۔ اور اجلاس والے دن ہمیں عصر کے فوراً بعد گھر سے نکلنا پڑتا تھا کیونکہ پھر تمام کمروں کے راستے بند ہو جاتے تھے اور گھر پر لجنہ کا قبضہ ہوتا تھا۔ اگر اندر ہیں تو پھر دو گھنٹے کمرے کے اندر ہی رہنا پڑتا تھا کیونکہ راستہ کوئی نہیں۔ اور پھر یہ کہ اتنے بڑے مجمع کی عورتوں کی جو تعداد تھی ڈیڑھ دو سو عورت ہوتی تھی ان کو چائے یا شربت جو بھی موسم کے لحاظ سے ضروری چیز ہوتی تھی وہ پیش کی جاتی تھی، ساتھ کھانے کے لئے کچھ پیش ہوتا تھا۔ اور یہ سب کچھ وہ اپنے طور پر کرتی تھیں۔

مہمان نوازی کے بارہ میں میرے ایک کلاس فیلو سعید صاحب تھے انہوں نے لکھا کہ مَیں ایک دفعہ تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو ایک حاجی صاحب ہوتے تھے جو کبھی کبھی آیا کرتے تھے۔ وہ آئے تو آپ صحن میں پھر رہی تھیں۔ باہر سے ہی ان کی آواز سن لی، تو میری والدہ نے مجھے آواز دی کہ جاؤ حاجی صاحب آئے ہیں۔ اُنہیں اندر بٹھاؤ اور کھانے کا وقت ہے پوچھو کہ کھانا تو نہیں کھانا؟ تو اس طرح مہمان نوازی کی طرف بہت توجہ تھی۔

> میری والدہ جو ہمیشہ اپنوں اور غیروں کی تربیت کے لئے کوشاں رہیں

دوسروں کی ہمدردی کا ذکر ہے تو ایک صاحب نے مجھے لکھا کہ اُن کے علم میں (میری والدہ کے علم میں) آیا کہ اُن کے حالات اچھے نہیں ہیں اور پھر بچوں کو بھی باہر بھجوانے کی کوشش ہے تو انہوں نے ایک دن کسی کے ہاتھ اپنی جائے نماز بھجوائی کہ اس پر مَیں نے تمہارے لئے اور تمہارے بچوں کے لئے بہت دعا کی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے سارے بچوں کے باہر جانے کا انتظام ہو جائے گا۔ اور وہ لکھتے ہیں چنانچہ اُس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے غیر معمولی سامان پیدا فرمائے کہ تمام کا انتظام ہو گیا اور جو ایک آدھ

بچے کا نہیں تھا اسے بھی کچھ عرصہ پہلے ویزہ مل گیا۔ تو لکھنے والے لکھتے ہیں کہ اگر کہو تو دعا تو کرتے ہی ہیں لیکن ہمدردی ایسی ہے کہ بغیر کہے کہیں سے سُن لیا کہ اس کے حالات ایسے ہیں تو خاص طور پر دعا کی اور پھر پیغام بھجوایا۔

ایک دفعہ میری والدہ نے خود ذکر فرمایا۔ ایک خواب سنائی تھی، اس کا کچھ حصہ بتاتا ہوں خواب تو یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہے۔ اس طرح ایک دفعہ مجھے بتایا کہ جرمنی کے روشن مستقبل یعنی جرمنی میں جماعت کے روشن مستقبل کے بارے میں بھی ایک خواب میں ذکر تھا۔ اس مرتبہ جب مَیں دورہ پہ جرمنی گیا ہوں تو جماعت کے رابطے اور اثر دیکھے ہیں تو مجھے اپنی والدہ کی خواب بھی یاد آ جاتی رہی۔ خدا کرے کہ یہ روشن مستقبل کی طرف قدم ہو اور راستے کھلتے چلے جائیں۔

امّی کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ چندوں کا حساب بڑی باقاعدگی سے رکھا کرتی تھیں۔ جائیداد سے جو بھی آمد ہوتی تھی پہلے چندہ وصیت اور جلسہ سالانہ پورا حساب سے، تحریکِ جدید، وقفِ جدید جو بھی وعدے ہوتے تھے اور اس کے علاوہ مختلف تحریکات میں اُن کا جو بھی حصہ ہوتا تھا، اُن کی ادائیگی کرتی تھیں اور جب تک مَیں وہاں رہا ہوں یہ چندوں کی ادائیگی کا حساب مجھ سے کروایا کرتی تھیں۔ ادائیگی مجھ سے کروایا کرتی تھیں اور بار بار پوچھتی تھیں کہ حساب صحیح ہو کہیں کم ادائیگی نہ ہو جائے۔ بڑی فکر رہتی تھی۔ اُن کی مختلف جائیدادوں سے متفرق آمدنیاں تھیں، بعض دفعہ حساب میں اگر کہیں غلط فہمی ہو گئی اور جب بھی اُن کو دوبارہ حساب کر کے کہا کہ اس میں مزید اتنا چندہ ادا کرنا ہے تو فوراً ادا کر دیا کرتی تھیں۔ اور اسی طرح چندہ مجلس عام طور پر اس میں لوگ سستی دکھا جاتے ہیں اُس کو بھی اپنی جو آمد تھی اس کے مطابق باقاعدہ دیا کرتی تھیں اور میرا خیال ہے شاید اس آمد کے حساب سے سب سے زیادہ ادائیگی اُنہی کی طرف سے ہوتی ہو کیونکہ بڑی باریکی میں جا کے حساب کیا کرتی تھیں۔

ڈاکٹر نوری صاحب نے مجھے تعزیت کا خط لکھا تو اس میں اُن کا ایک خط بھجوایا۔ 1999ء میں جب مَیں جیل گیا ہوں تو نوری صاحب نے جیل سے میری رہائی کے بعد ان کو جب مبارکباد کا خط لکھا تو اس کے جواب میں انہوں نے لکھا کہ: عزیزم نوری! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کہ آپ کا خط ملا جس پر عزیزم مسرور کی بخیریت واپسی پر خوشی کا اظہار تھا۔ خدا تعالیٰ نے بہت فضل کیا ورنہ دشمنوں کے منصوبے تو بہت خطرناک تھے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا۔ جتنا بھی شکر کریں، کم ہے۔ قریباً ربوہ کے ہر فرد نے اور ربوہ سے باہر بھی لوگوں نے بہت دردمندانہ دعائیں کیں۔ خدا تعالیٰ نے اُن کی دعاؤں کو قبول فرمایا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے۔

تو یہ بھی اُن کی عاجزی ہے اور شکرانے کا بہت بڑا اظہار ہے کہ ماں کے ناطے انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں نے بھی بہت دعائیں کیں۔ یقیناً میرے لئے بہت دعائیں کی ہوں گی لیکن جماعت کے افراد کی دعاؤں کو بہت اہمیت دی۔ اور پھر صرف دعا میں خودغرضی نہیں دکھائی، یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ میری یا میرے بچوں کی حفاظت فرمائے بلکہ لکھا کہ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

تو یہ وہ خوبی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی ہے۔ اور جس کا اظہار آپ نے اس اعلیٰ تربیت کی وجہ سے کیا جو آپ کی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں سے ہوئی۔ آپ کے حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ بھی بہت سے واقعات ہیں جو طوالت کی وجہ سے بیان نہیں ہو سکتے۔ آپ کے انٹرویو بھی آ گئے ہیں، جنہوں نے سننا ہے اُس میں بھی سن لیں گے یا پڑھ لیں گے۔ آپ کی طبیعت میں اپنے اوپر بڑا ضبط اور کنٹرول تھا، لیکن میرے بیٹے نے بتایا کہ دو تین سال پہلے جب وہاں وہ گیا ہے تو میرے ذکر پر بڑی جذباتی ہو گئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی تمام دعائیں میرے لئے اور میرے بہن بھائیوں کے لئے اور ہماری اولادوں کے لئے پوری فرمائے۔

> خلافت کے بعد میرے ساتھ تعلق میں ایک اور رنگ ہی آ گیا تھا ... میری پیاری والدہ نے دین کے رشتے کو ہر رشتے پر مقدم رکھا۔

خلافت کے بعد میرے ساتھ تعلق میں ایک اور رنگ ہی آ گیا تھا۔ جب بھی فون پر بات ہوتی تھی تو مَیں اس کو محسوس کرتا تھا۔ جب دورے پر جانے سے پہلے فون کرتا تھا، اُن کو میری حالت کا پتا تھا۔ ماں سے زیادہ تو کوئی نہیں جانتا، میرے انداز کا بھی پتا تھا کہ بات مختصر کرتا ہوں، تھوڑی کرتا ہوں، کم بولتا ہوں۔ تو ہمیشہ یہی کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ

تمہاری زبان میں تمہاری تقریروں میں برکت ڈالے اور خاص طور پر یہ کہتیں کہ مَیں نفل بھی پڑھ رہی ہوں اور ہر نماز پر کم از کم ایک سجدہ میں دعا بھی کرتی تھی، لیکن جب 2005ء میں قادیان میں خلافت کے بعد میری پہلی دفعہ ملاقات ہوئی ہے اُن سے تو میرے لئے ایک عجیب صورتحال تھی، ایک عجیب انوکھا تجربہ تھا۔ خلافت سے وہ تعلق جو مَیں نے اُن کی آنکھوں میں پہلے خلفاء کے لئے دیکھا تھا وہ میرے لئے بھی تھا۔ وہ بیٹے کا تعلق نہیں تھا وہ خلافت کا تعلق تھا جس میں عزت و احترام تھا۔ عزیزم ڈاکٹر ابراہیم منیب صاحب جو میر محمود صاحب کے بیٹے ہیں اُنہوں نے، اُن کا وہاں انٹرویو بھی لیا۔ مختلف پرانی باتوں کا انٹرویو لیا اُس میں میرا بھی ذکر آ گیا۔ انہوں نے بتایا بلکہ مجھے کیسٹ بھیجی ہے، اُس میں اُن کو وہاں ریکارڈ کروایا اور میرے متعلق بتایا کہ مَیں اب عزت و احترام اس لئے کرتی ہوں کہ وہ خلیفۂ وقت ہے۔ میری پیاری والدہ نے دین کے رشتے کو ہر رشتے پر مقدم رکھا۔ یہاں بھی خلافت کا رشتہ بیٹے کے رشتے پر حاوی ہو گیا۔ جب ملنے جاتا تو ان کی آنکھوں میں ایک خوشی اور چمک ہوتی تھی۔ چہرے پر خوشی پھوٹ رہی ہوتی تھی۔ قادیان میں جو دن گزرے اُس عرصے کے دوران جلسے کی مصروفیات سے جتنا وقت مجھے ملتا تھا، مَیں جاتا تھا تو پیار کرتیں اور ساتھ بٹھا کر کافی دیر تک باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ لیکن قادیان کا یہ عرصہ صرف پندرہ دن کا تھا۔ آخر میں بھی جب رخصت ہوئی ہیں۔ وہاں سے پہلے پاکستان واپس چلی گئی تھیں تو دعاؤں کے ساتھ رخصت ہوئیں۔ ڈاکٹر فرخ یہ بھی میر محمود احمد صاحب کے بیٹے ہیں (چھوٹے بیٹے) انہوں نے مجھے لکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات پر جب مَیں گیا اور مَیں نے تعزیت کی تو نصیحت کی اور دعا کی تحریک کی، ساتھ یہ فرمایا کہ یہ دعا کرو کہ جو بھی نیا خلیفہ ہے اُس کی بیعت کی توفیق ملے اور جذباتی وابستگی اور تعلق بھی اُس سے پیدا ہو جائے۔ پس اُن کا تعلق خلافت سے تھا جس کے لئے دعا بھی کی اور نصیحت بھی کی۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔

واقعات تو بہت ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا۔ آخر میں ایک بات مَیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ 1913ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الفضل جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت اُمّ ناصر صاحبہؓ نے ابتدائی سرمایہ کے طور پر اپنا کچھ زیور پیش کیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اس طرح تحریک کی جس طرح خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تحریک کی تھی۔ انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں روپیہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنویں میں پھینک دینا اور خصوصاً اُس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو (یہ بھی ایک عاجزی تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی) جو اُس زمانہ میں شاید سب سے بڑا مذموم تھا، آپ نے اپنے دو زیور مجھے دے دیئے کہ میں اُن کو فروخت کر کے اخبار جاری کر دوں، اُن میں سے ایک تو اُن کے اپنے کڑے تھے (سونے کے)، اور دوسرے اُن کے بچپن کے کڑے سونے کے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم کے استعمال کے لئے رکھے ہوئے تھے، مَیں زیورات کو لے کر اُسی وقت لاہور گیا اور پونے پانچ سو کے وہ دونوں کڑے فروخت ہوئے“ اور اُس سے پھر یہ اخبار الفضل جاری ہوا“۔

(الفضل نمبر 1 جلد 12 مورخہ 4؍جولائی 1924ء صفحہ 4 کالم 3)

قارئین الفضل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس پیاری بیٹی اور میری والدہ کو بھی الفضل پڑھتے ہوئے دعاؤں میں یاد رکھیں کہ الفضل کے اجراء میں گو بیشک شعور رکھتے ہوئے تو نہیں لیکن اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ نے بھی حصہ لیا، اور یہ الفضل جو ہے آج انٹرنیشنل الفضل کی صورت میں بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور اُن کی دعائیں ہمیشہ ہمیں پہنچتی رہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 26؍اگست 2011ء تا یکم ستمبر 2011ء)

یہ روزانہ کا معمول تھا کہ ستّر اشعار والا جو قصیدہ ”یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰهِ وَالْعِرْفَانِ“ وہ مکمل ختم کر کے سوتی تھیں

اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس دعا کو کہ ’میں رحمت کی تیری رداء چاہتی ہوں‘ قبول کرتے ہوئے اپنی مغفرت اور رحمت کی چادر میں لپیٹ لیا ہوگا۔

منظوم کلام حضرت صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ

میری سادگی دیکھ کیا چاہتی ہوں
تجھی سے تجھے مانگنا چاہتی ہوں

چھپاؤں میں کیوں راز الفت کا اپنی
میں بابِ محبت کھلا چاہتی ہوں

میرے سازِ دل کو نہ چھیڑو ، نہ چھیڑو
میں اِک نغمۂ نو بھرا چاہتی ہوں

محبت بھی ، رحمت بھی ، بخشش بھی تیری
میں ہر آن تیری رضا چاہتی ہوں

اطاعت میں اس کی سبھی کچھ ہی کھوکر
میں مالک کا بس آسرا چاہتی ہوں

میرے خانۂ دل میں بس تو ہی تو ہو
میں رحمت کی تیری ردا چاہتی ہوں

از:۔(حمد و مناجات صفحہ 42)(مصباح اپریل مئی 1987ء)

بہت پیارا وجود

حضرت صاحبزادی سیّدہ ناصرہ بیگم صاحبہ

مکرمہ عابدہ خان صاحبہ۔ Husum

حضرت صاحبزادی سیّدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کا وجود ہم سب کے لئے خیر و برکت کا موجب تھا۔ آج اُن کا ذکر کرتے ہوئے دل بہت اُداس اور غمگین ہے۔ ایسے وجود دنیا میں کبھی کبھار پیدا ہوتے ہیں جو اپنی رعنائی سے ساری دُنیا کو منور کرتے ہیں۔

صاحبزادی سیّدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کی یاد آتے ہی دل میں ایک خوبصورت نفیس سے وجود کا احساس ہوتا ہے حالانکہ بچپن کا دور تھا پھر بھی ایک کشش تھی جو مجھے اُن کی طرف لے جاتی تھی چونکہ ہم محلّہ دارالنصر میں رہتے تھے اور ہمارے گھر سے اُن کے گھر کا کافی فاصلہ ہوا کرتا تھا اس لئے جب بھی اُدھر جانا ہوتا میری امی جان کی شدید خواہش ہوتی کہ آپا ناصرہ بیگم صاحبہ سے مِل لیا جائے۔ امی جان کہا کرتیں کہ ”یہ بہت ہی پیارے وجود ہوتے ہیں اِن سے ملنا اور اِن سے دُعا لینا بہت ہی خیر و برکت کا موجب ہے“۔ اکثر ایسا ہوتا کہ ہم جب بھی جاتے دو تین خواتین پہلے سے ہی آپ سے ملاقات کے لئے بیٹھی ہوتیں۔ آپ سب کو بہت محبت سے ملتی تھیں اور ہمیشہ موسم کے مطابق مہمانوں کی تواضع کرتیں۔ اکثر خواتین اُن کو اپنے مسئلے مسائل بھی بتایا کرتیں، آپ سب کی باتیں سنتیں اور ساتھ ہی اُن کا حل بھی بتاتیں۔ ہماری امی جان بھی دعا کی درخواست کرتیں۔ اگر گھر کی کوئی پریشانی یا خاندان میں کوئی مسئلہ ہوتا تو امی ہمیشہ آپا جان کو دعا کے لئے کہا کرتی تھیں۔ صاحبزادی صاحبہ میری امی کو تسلی دیتیں اور ایسا لگتا جیسے اسی وقت دعا کرنے لگ گئی ہوں۔ جب میرے امتحان قریب ہوتے تو امی مجھے بھی کہتیں کہ ”آپا جان کو دعا کے لئے کہو“۔

ملاقات کے وقت میں خاموشی سے آپ کو دیکھے جاتی فرشتوں جیسا نور آپ کے چہرہ پر ہوتا۔ آپ بہت خوش لباس تھیں۔ میں آج بھی سوچتی ہوں جبکہ میں خود ایک گھریلو خاتون ہوں اگر کوئی اچانک آجائے تو کبھی کبھی ہم اپنی مصروفیات کی وجہ سے گھبرا جاتے ہیں چاہتے ہیں کہ مہمان اطلاع دے کر آئے مگر اللہ اللہ صاحبزادی سیّدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کا وجود ایسا پیارا تھا کہ چاہے کوئی ضروری کام کر رہی ہوتیں یا آرام کر رہی ہوتیں جب بھی کوئی جاتا نہایت خوش دلی سے ملتیں۔

آپ ایک لمبے عرصے تک ربوہ کی صدر رہیں۔ اس دوران جس محنت اور بے پناہ لگن سے کام کیا اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ آپ اکثر حلقوں میں دورہ جات کیا کرتیں۔ مجھے یاد ہے جب بھی آپ کا دورہ ہمارے حلقہ میں ہوتا کچھ دن پہلے سے تیاریاں شروع ہو جاتیں۔ خاص طور پر صفائیاں کروائی جاتیں، پانی کا چھڑکاؤ کیا جاتا، صفیں بچھائی جاتیں اور کرسیاں لگائی جاتیں۔ آپ کی گاڑی عین وقت پر اجلاس والے گھر پہنچ جاتی، آپ کا مبارک وجود باہر آتا اور تمام لجنہ و ناصرات آپ کو دیکھنے اور مصافحہ کے لئے بے چین ہو جاتیں۔ آپ مُسکراتی جاتیں اور سب آپ سے مصافحہ کرتے اور ہم چونکہ چھوٹی ناصرات تھیں اسلئے ہم بار بار آپ سے مصافحہ کر لیتے گویا ایک پیاس تھی جو بجھتی نہ تھی۔ پھر آپ تشریف فرما ہوتیں اور بہت پُر اثر انداز میں تقریر فرماتیں۔ ساری تقریر زبانی کیا کرتیں اور سب ممبرات خاموشی سے سنتیں۔ آپ اپنی تقریروں میں ہمیشہ لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ کی تربیت پر زور دیتیں اور دعا کی تحریک کرتیں۔

جب یہ ناچیز لجنہ اماء اللہ میں داخل ہوئی تو حلقہ کی صدر صاحبہ کے ساتھ بطور جنرل سیکرٹری کام کرنے کا موقع ملا۔ اُس وقت ربوہ کے ہر حلقہ کی صدر اور کچھ سیکرٹریان کی ہر ماہ آپ کے ساتھ میٹنگ ہوا کرتی تھی۔ مجھے بھی صدر صاحبہ کے ہمراہ وہاں جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ربوہ کی شدید گرمی میں آپ کا گھر کسی جنت سے کم نہیں تھا۔ وسیع و عریض ہال میں سب جمع ہوتے، ٹھنڈے مشروب سے مہمانوں کی خاطر کی جاتی، رپورٹیں جمع کی جاتیں۔ حلقہ صدرات اپنے مسائل پیش کرتیں۔ صاحبزادی صاحبہ بڑی محبت سے ساری میٹنگ کرواتیں۔ بعض لوگ لمبی بات کرتے لیکن آپ ہر ایک کی بات بہت غور سے سنتیں اور مسئلہ کا حل نکالتیں۔ ہر وقت لجنہ اماء اللہ کی تربیت اور بہتری کی فکر میں رہتیں۔ اُن دنوں ربوہ کے حالات آجکل کے مقابلہ میں بہت اچھے ہوا کرتے تھے، نصرت سکول میں سالانہ مشاعرہ اور گیمز وغیرہ میں بھی آپ کو بطور مہمان خصوصی مدعو کیا جاتا آپ خوش دلی سے دعوت قبول کرتیں، تشریف لاتیں اور بہت اچھی نصائح فرماتیں۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا ”تم سب کو دعا کی عادت ہونی چاہیے اور جو بھی مانگنا ہو ہمیشہ اللہ سے مانگو“۔ آپ کی یہ باتیں ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کی ہر لجنہ ممبر کو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ خواہشات جو آپ کی لجنہ اماء اللہ کے بارہ میں تھیں ہم اس پر عمل کرنے والیاں بنیں۔ آمین

اپنی محسنہ کی یادیں

مکرمہ امۃ النصیر بشریٰ چوہدری صاحبہ۔ Rüsselsheim

آج میں اپنے اس مضمون میں اس مبارک ہستی سے وابستہ اپنی کچھ یادیں تمام پڑھنے والوں کے ساتھ بانٹنا چاہوں گی ۔ وہ مبارک ہستی ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی والدہ محترمہ ہیں۔آپ وہ خوش قسمت خاتون ہیں جن کو نبی کی پوتی، ایک خلیفہ کی بیٹی، دو خلفاء کی بہن اور ایک خلیفہ کی ماں ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ خاکسار نے اگست 1982ء تا 1986ء دفتر لجنہ اماء اللہ ربوہ میں کام کیا۔اس وقت آپ یعنی حضرت سیّدہ ناصرہ بیگم صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ تھیں۔ جب خاکسار نے کام شروع کیا تو آپ نے مجھ سے کہا کہ ''امۃ النصیر دفتری احوار کئی قسم کے ہوتے ہیں،کئی مسائل بھی تمہاری نظروں سے گزریں گے۔لیکن دفتر کی بات دفتر تک ہی محدود رہنی چاہیے۔'' خاکسار نے بھی آپ کے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچائی۔

کام کے دوران کبھی روزانہ اور کبھی کچھ دن چھوڑ کر پوسٹ لیکر آپ کے پاس جانا ہوتا تھا۔ معمولی پوسٹ ہوتی تو مددگار کارکن کے ہاتھ بھجوادی جاتی تھی۔ لیکن جب کوئی خاص ڈاک ہوتی تو میں اسے خود لیکر انکے پاس جاتی۔اس طرح خاکسار کو آپ کو قریب سے دیکھنے اور بات چیت کرنے کا موقع ملتا رہا۔ آپ حلیم طبع، برد بار، نرم مزاج اور درگزر کرنے والی ہستی تھیں۔ ہمیشہ انصاف سے کام لیتیں۔ بہت دعا گو خاتون تھیں۔ آپ کم گو تھیں،آپ کا چہرہ بہت بارعب تھا لیکن چہرے پر ہمیشہ ہلکی سی مسکراہٹ رہتی۔اس چیز کا اندازہ صرف ساتھ کام کرنے والا ہی کرسکتا ہے کہ آپ کتنی نرم مزاج اور حلیم طبیعت کی مالک تھیں۔

اس ضمن میں کچھ واقعات درج کر رہی ہوں جو یقیناً ہمارے لیے مشعل راہ ہونگے انشاءاللہ۔ایک دفعہ ایک لڑکی نے غلط فہمی کی بناء پر کسی معزز خاندان کی خاتون کے مناسب طریق سے پردہ نہ کرنے کا خط حضرت آپا جان کی خدمت میں لکھ دیا۔ جن کے بارہ میں یہ لکھا گیا تھا۔ پردہ تو انکا ٹھیک ہوتا تھا لیکن ہوسکتا ہے کہ کسی وقت بے خیالی میں کوئی کمی ہوگئی ہو۔ آپا جان نے ان کو بلایا بات کی اور پھر اس لڑکی کو بھی بلایا۔لیکن وہ ڈر کے مارے آپ کے سامنے نہیں جا رہی تھی۔ وہ پریشان تھی کہنے لگی کہ'' میں نے ایک جرأت مندانہ قدم اُٹھایا تھا، کہیں بات بڑھ کر میرے اوپر ہی نہ آجائے۔'' آپا جان ناصرہ بیگم صاحبہ نے اُس کے لئے خاکسار سے خط لکھوایا۔ چند الفاظ مضمون بنانے کے لئے آپ نے لکھ کر دیئے۔ جو اس طرح تھے'' حلیمی میں نے اپنے عظیم باپ سے ورثہ میں پائی ہے۔تم بغیر خوف کے میرے پاس آؤ اور کھل کر بات کرو''۔

آپ پردہ کی بہت پابند تھیں جب کبھی باہر تشریف لے جاتیں چہرہ پر نقاب ڈال کر گاڑی میں بیٹھتیں اور ہاتھوں پر دستانے بھی پہنتیں۔ ایک دفعہ خاکسار دفتری کام سے آپکے گھر گئی۔ آپ نے گھر میں ایک کتا پالا ہوا تھا جو دوسرے صحن میں بندھا رہتا تھا لیکن اس دن نہ جانے کیسے کھلا رہ گیا تھا۔ جونہی میں اندر داخل ہوئی وہ میری طرف لپکا میری چیخ نکل گئی اور میں گر گئی۔ آپا جان نے اندر سے دیکھا تو ننگے پیر ہی باہر نکل آئیں اور مجھے بچا لیا۔ آپ کی شفقت کے اور بھی بہت واقعات ہیں۔

خاکسار کے کام کے دوران ایک دفعہ جماعتی سطح پر آل پاکستان لجنہ اماء اللہ سپورٹس ٹورنامنٹ تھا۔ میرے ساتھ کام کرنے والی مکرمہ ذکیہ بیگم صاحبہ چھٹی پر تھیں۔ دفتر نارمل وقت سے دو گھنٹہ پہلے کھلنا تھا۔ سپورٹس کی چیزیں کمرہ میں پڑی تھیں اور چابی میرے پاس تھی۔ میں کسی وجہ سے ایک گھنٹہ لیٹ ہوگئی۔ مکرمہ امۃ الشکور صاحبہ (آپا شکری) جو اس وقت ربوہ کی سیکرٹری سپورٹس تھیں نے پریشان ہوکر آپا جان کو فون کیا کہ دفتر بند ہے امۃ النصیر ابھی تک نہیں آئی ۔آپ نے کہا کہ'' تالا توڑ دو۔'' اتنے میں مَیں پہنچ

گئی۔ میں بہت ڈر رہی تھی لیکن آپ نے نہایت شفقت سے صرف اتنا فرمایا کہ "آئندہ وقت کی پابندی کا خیال رکھنا"۔ آپ کی شفقت اور نرم دلی کو دیکھ کر میں حیران رہ گئی، اس کے بعد آپ سے کبھی ڈر نہ لگا ہمیشہ آپ سے کھل کر بات کر لیتی تھی۔ یہی دیکھنے میں آیا کہ آپ نے اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو کبھی نہیں ڈانٹا۔ ہمیشہ پیار سے سمجھا دیتیں اور سمجھنے والا سمجھ جاتا۔ خاکسار پر آپ کی پیار بھری اتنی شفقتیں ہیں جو میں کبھی نہیں بھلا سکتی۔ ایک روز میں پوسٹ لے کر آپ کے گھر پہنچی تو آپ دھوپ لگانے کی غرض سے صندوقوں سے کپڑے اور دوسری اشیاء نکال رہی تھیں ان کے ساتھ پرانی تصاویر بھی نکلیں۔ آپ نے مجھے حضرت اماں جانؓ اور حضرت امی جانؓ (آپکی والدہ محترمہ) کی تصاویر دکھائیں۔ میں بہت خوش ہوئی اس لئے کہ میں نے ان ہستیوں کو نہیں دیکھا تھا۔ ہمت کر کے پوچھا کہ "کیا میں یہ تصاویر اپنی والدہ اور بہن بھائیوں کو دکھانے کی غرض سے ساتھ لے جا سکتی ہوں" تو آپ نے نہایت شفقت سے اجازت دے دی۔ دو دن بعد اجلاس بھی تھا۔ ہماری صدر مکرمہ امتہ الرشید فرحت صاحبہ کہنے لگیں کہ "بی بی صاحبہ سے اجازت لو کہ اگر ہم یہ تصاویر اجلاس پر لجنہ اماء اللہ کو دکھا دیں"۔ خاکسار نے صدر صاحبہ کے حوالہ سے پوچھا تو اجازت مل گئی۔ سب عورتوں اور بچیوں نے تصاویر دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ یہ ہم سب پر آپ کی شفقت اور بہت بڑا احسان تھا۔ آج بھی وہ تصاویر میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔ آپ نے صرف اتنا کہا کہ "ان کو سنبھالنے کی ذمہ داری تمہاری ہے۔"

جن دنوں کپڑے اور کاغذ وغیرہ کے پھول بنانے کا بہت رواج تھا، خاکسار نے پھولوں کی ایک بیل بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کی۔ دو دن کے بعد میں گئی تو وہ بیل دیوار پر لگی دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ کو پسند آئی ہے۔ آپ نے مجھے اپنا بیڈروم دکھایا اور فرمایا کہ "اس کی میچنگ کے کچھ پھول بنا دو"۔ اس کے بعد ایک دفعہ آپ مجھ سے کہنے لگیں کہ "تمہاری بنائی ہوئی بیل بہت لوگوں کو پسند آئی ہے اور بنوانے کے لیے فرمائش بھی کی ہے لیکن مجھے پتا ہے کہ تمہارے پاس اتنا وقت نہیں صرف ایک بیل بنا دو۔" میں ان کا کہا ٹال نہیں سکتی تھی۔ خاکسار کے لیے یہ بہت بڑی بات تھی ورنہ میں کیا اور میری بساط کیا؟

خاکسار جب جرمنی آئی تھی تو پاکستان پہلی دفعہ 19 سال کے بعد جا سکی۔ آپ سے ملنے گئی تو آپ نے مجھے پہچان لیا۔ ہلکی مسکان کے ساتھ جو ہمیشہ آپ کے چہرہ پر رہتی تھی پوچھا "کہاں رہتی ہو"؟ خاکسار نے بتایا جرمنی۔ ایک اور خاتون اپنی دو بیٹیوں کو ساتھ لے کر وہاں آگئیں اور اپنی ایک بیٹی کے بارے میں بتایا کہ یہ کینیڈا رہتی ہے، لندن گئی تھی، حضور سے مل کر آئی ہے۔ خاکسار نے بھی کہا کہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ حضورِ اقدس ماشاء اللہ ہر موقع پر تشریف لاتے ہیں اور ہماری ملاقاتیں ہو جاتی ہیں۔ ہمیں تو ایسا لگتا ہے جیسے ہم بھی لندن ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اتنی دیر میں وہاں آپ کی بہو امتہ الصبور صاحبہ آگئیں۔ آپ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ آپ نے ہم سے پوچھا کہ "بھلا یہ کون ہیں؟" میں ذرا خاموش رہی۔ میں نے سوچا پہلے وہ خاتون بتا دیں کیونکہ مجھے تو پتا تھا۔ لیکن جب وہ نہیں بتا سکیں تو خاکسار کے بتانے پر آپ بہت خوش ہوئیں۔ آپ کے چہرے پر بہو کو دیکھ کر ایسی خوشی تھی جیسے بیٹی کو دیکھ کر ماں کے چہرے پر ہوتی ہے۔

خاکسار جب 2005ء میں قادیان گئی تو پاکستان سے بھی ہو کر آئی۔ میں ملاقات کی غرض سے آپ کے پاس گئی، تو باہر گارڈ نے بتایا کہ ملاقات کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ چونکہ میرے پاس بھی صرف وہی دن تھا۔ اور میری خواہش تھی کہ کسی طرح ملاقات ضرور ہو جائے۔ میں نے کہا کہ آپ اندر بتا دیں کہ امتہ النصیر جرمنی سے آئی ہے۔ اس کے پاس آج کا ہی دن ہے۔ اگر اجازت مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ مجبور نہیں کرنا۔ خدا تعالیٰ نے میری خواہش کو پورا کر دیا اور اجازت مل گئی۔ جب میں اندر گئی تو ملازمہ نے کہا کہ اندر بیڈروم میں چلی جاؤ۔ اندر گئی تو آپ نے چارپائی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ آپ خود کرسی پر تشریف فرما تھیں۔ آپ بہت رکھ رکھاؤ والی خاتون تھیں۔ خدا تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین) اور ہم سب کو آپ کی دعاؤں کا وارث بنائے۔ آمین

؎ اِس کی خوشبو کا تسلسل تو رہے گا دائم
وہ جو مٹی کے سپرد ایک امانت کی ہے

مقدس وجود

حضرت صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ

مکرمہ امۃ المتین صاحبہ۔ Augsburg

سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ نوراللہ مرقدھا ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی والدہ ماجدہ بہت پیارا مقدس وجود عبادت گزار، مہمان نواز، سلیقہ مند اور خدمت خلق کرنے والی خاتون تھیں۔ آپ جیسا وجود صدیوں بعد پیدا ہوتا ہے۔

میری والدہ حفیظ بیگم نے بتایا کہ جب میرے والد صاحب فوج سے ریٹائرڈ ہوئے تو ہم ربوہ شفٹ ہوگئے اور بالکل ایسے جیسے بے سروسامان انسان ہوتا ہے۔ ہمارے بہت سے رشتہ داروں نے ان مشکل حالات میں ہم سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''اپنا گھر بار ایسے ہی چھوڑ آئے۔ یہاں نوکری نہ ملی تو کیا کرو گے'' وغیرہ وغیرہ، بہرحال میرے ابو نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے نوکری کی تلاش شروع کی۔ دوران تلاش پتہ چلا کہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کو ایک سکیورٹی گارڈ کی ضرورت ہے۔ میرے ابا نے اس خدمت کے لئے درخواست دی جو منظور ہوگئی۔ ابو نے اس کام کو کرنا اپنے لئے اعزاز سمجھا اور باقاعدہ کام پر جانا شروع کردیا۔ اس کام کی برکت سے ہمیں یہ سعادت نصیب ہوئی کہ ہم قصر خلافت کے کوارٹر میں شفٹ ہوگئے اور سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کی کوٹھی سے کچھ فاصلے پر ہمیں گھر ملا جس وجہ سے آپ کے گھر آنا جانا رہتا۔ آپ میری والدہ کو اپنی بیٹی کی طرح عزیز رکھتی تھیں۔ ہر خوشی کے موقع پر ضرور بلاتیں اگر کسی وجہ سے نہ جاسکتے تو خادم کے ذریعے پیغام بھجوا دیتیں کہ حفیظ بیگم کیوں نہیں آئی؟ اسی طرح ہر موسمی پھل ہمارے گھر بھجوا دیتیں۔ میری والدہ صاحبہ بتاتی ہیں کہ وہ بہت مرتبہ یہ خواب دیکھا کرتی تھیں کہ میرے والد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی کرسی کے پیچھے باڈی گارڈ کی طرح کھڑے ہیں، اس خواب کی تعبیر اللہ کے فضل سے اس رنگ میں پوری ہوئی کہ میرے والد اور والدہ کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان پوتی اور پیارے آقا کی والدہ ماجدہ کی خدمت کی توفیق عطا ہوئی۔ جب میری شادی ہونے والی تھی تو والدہ صاحبہ نے آپ سے دعا کے لئے کہا تو اس سلسلے میں رہنمائی فرماتے ہوئے کہا کہ ''لڑکے میں نیکی تقویٰ کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھنا کہ اچھے اخلاق کا مالک ہو اور خدمت دینیہ بجالاتا ہو۔ لڑکا محنتی ہونا چاہئے پڑھا لکھا مناسب ہو۔ اپنی بیٹی سے کہو اپنے نیک نصیب کے لئے دعا کیا کرے اور تم خود بھی دعا کرنا۔''

خاکسار کو بھی اس پیاری مبارک ہستی کو قریب سے دیکھنے اور ملنے کا موقع میسر آیا۔ اس وقت میں بہت چھوٹی تھی لیکن ایک واقعہ یاد رہا۔ ایک دن میں بھی اپنی والدہ کے ساتھ آپ کے گھر گئی پہلی بار آپ کو دیکھا۔ خوبصورت نورانی چہرہ۔ مجھے پاس بلایا کچھ پوچھا وہ تو مجھے یاد نہیں رہا اتنا یاد ہے اس دن آپ کے کمرے کی تھوڑی سی جھاڑ پونچھ کی جسے دیکھ کر خوش ہوکر میرے کام کو سراہا اور شاید کوئی تبرک بھی دیا تھا آپ کی یہ توجہ میرے لئے خوشی کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

آنسو کا ایک قطرہ بھی دوزخ کو حرام کر دیتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ''...اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اس کی خشیت کا غلبہ دل پر ہو اور اس میں ایک رقّت اور گداز ش پیدا ہو کر خدا کے لئے ایک قطرہ بھی آنکھ سے نکلے تو وہ یقیناً دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔ پس انسان اِس سے دھوکہ نہ کھائے کہ میں بہت روتا ہوں۔ اس کا فائدہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ آنکھ دُکھنے آجائے گی اور یوں امراضِ چشم میں مبتلا ہو جائے گا۔

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے حضور اس کی خشیت سے متاثر ہو کر رونا دوزخ کو حرام کر دیتا ہے لیکن یہ گریہ وبکا نصیب نہیں ہوتا جب تک کہ خدا کو خدا اور اس کے رسول کو رسول نہ سمجھے اور اس کی سچی کتاب پر اطلاع نہ ہو۔ نہ صرف اطلاع بلکہ ایمان۔'' (ملفوظات جلد اول صفحہ 272)

عظیم المرتبت وجود

مکرمہ امۃ النصیر انور صاحبہ۔ Hamburg

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ

اپنی والدہ محترمہ بیگم مکرم ڈاکٹر انعام الرحمٰن صاحب شہید سکھر کی یادوں سے چند یادیں قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔آپ بیان کرتی ہیں۔''خاکسار اُن چند خوش نصیبوں میں سے ایک ہے جسے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی پیاری والدہ ماجدہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ سے بے انتہا شفقت اور محبت ملی۔ آپ کے ساتھ میری بہت ہی پیاری یادیں وابستہ ہیں۔جن کا ذکر خیر کرنے کی کوشش کرتی ہوں مگر پتہ نہیں آپ کی شخصیت کو بطور ایک ہمدرد، دعا گو، مہربان، مہمان نواز کے قارئین کے سامنے پیش بھی کرسکتی ہوں یا نہیں؟ میرے پاس نہ وہ الفاظ ہیں اور نہ استعداد کہ ان کی خوبیوں کو اچھی طرح بیان کرسکوں۔ جو آپ جیسے عظیم الشان وجود کا اصل مقام تھا۔ میں سادہ الفاظ میں چند واقعات پیش کرنا چاہتی ہوں۔''

مہربان دل:۔ میں جب بھی آپ سے ملنے جاتی تو آپ ہمیشہ میرے حالات کے بارہ میں پوچھتیں اور ساتھ تسلی دیتیں کہ''غم نہ کیا کروتم شہید کی بیوی ہوشہید کا مقام بہت بڑا ہوتا ہے اور یہ کہ شہید زندہ ہوتے ہیں''۔ مجھ سے پیار محبت اور شفقت کا سلوک ایسا تھا کہ ہر موسم کا پھل مجھے بھجوایا کرتی تھیں خاص کر سندھ کے آم جو مجھے کبھی نہیں بھولتے۔

ہمدردی کا نمایاں وصف:۔ جب میرے بیٹے عزیزم محمود الرحمٰن انور کی شادی تھی۔ میں آپ کو شادی کا کارڈ دینے گئی اور ساتھ میں درخواست کی کہ بارات کے لئے بس میں نے بُک کروالی ہے لیکن کار کا انتظام نہیں ہوسکا۔بات ابھی جاری تھی کہ(حضرت میاں صاحب مکرم ومحترم مرزا منصور احمد صاحب) والد ماجد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جو کہ گھر پر ہی تھے، ہماری باتیں سن کر برآمدہ میں آ گئے فرمایا''کیا بات ہے؟''۔آپا جان نے کہا''یہ بیگم انعام الرحمٰن شہید ہیں جو کہ سکھر میں شہید ہوئے تھے۔ان کے بیٹے کی شادی ہے ان کو کار چاہئے''۔حضرت میاں صاحب نے یہ سن کر کہا کہ''ان کی درخواست پہلے ہی دفتر میں آئی ہوئی ہے'' پھر تھوڑی دیر کچھ سوچ کر کہنے لگے کہ''دو کاریں ورکشاپ میں اور ایک اسلام آباد جماعتی کام کے لئے گئی ہوئی ہے چلو میں کچھ کرتا ہوں''۔ میں نے پریشان ہو کر حضرت سیدہ آپا جان سے کہا کہ مجھے کار ضرور چاہئے۔فرمایا''آپ فکر نہ کریں آپ کو بارات لے جانے کے لئے کار مل جائے گی''۔اس کے بعد میں گھر آ گئی۔جس دن بارات نے جانا تھا اس دن صبح ساڑھے سات بجے کار میرے گھر بھیج دی۔ پھر شادی پر تشریف لائیں تو میرے ہاتھ میں لفافہ تھما دیا اور فرمایا یہ دولہا اور دلہن کی سلامی ہے۔

یہ خاص عنایتیں:۔ میں آپ سے بلا جھجک ہر بات کر لیتی تھی ایک بار آپ سے تبرک مانگا تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا لینا ہے؟ میں نے کہا کہ آپا جان آپ جو بھی دے دیں مجھے بہت خوشی ہو گی۔آپ نے سبز رنگ کا چوڑی دار پاجامہ، قمیض اور دوپٹہ مجھے لا کر دیا۔ بنارسی پٹی والا خوبصورت سوٹ تھا۔وہ تبرک لے کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔

ایک دفعہ میں ان سے ملنے گھر گئی۔ باتوں باتوں میں سندھ کی باتیں شروع ہوگئیں۔ مجھے فرمایا''تم سندھ میں رہی ہو وہاں کی رَلیاں بہت مشہور ہیں تمھارے پاس بھی ہونگی''۔(ان کا مطلب تھا کہ رَلی بیڈ یا تخت پوش پر بچھی ہوئی اچھی لگتی ہے)۔میرے دل میں خیال آیا کہ

حضرت سیدہ آپا جان کو رلی پسند ہے۔ میرے پاس گھر میں ایک بہت خوبصورت رلی موجود تھی۔ جب میں دوبارہ ان سے ملنے گئی تو وہ ساتھ لے گئی۔ دیکھ کر بہت خوش ہوئیں کہنے لگیں کہ میں اس کو تخت پوش پر بچھاؤں گی۔ حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کی یادیں دل سے محو ہونے والی یادیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے ایسے بابرکت وجود ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ خدا ہمیں ان کی قدر کرنے اور ان سے فیض پانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

مکرمہ صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ

آپا جان امتہ الباسط صاحبہ کے گھر بھی خاکسار کا آنا جانا تھا۔ ہمیشہ بے حد پیار سے ملتیں اور میرا بہت خیال رکھتی تھیں۔ اس طرح ان کے ساتھ بھی میرا پیار کا تعلق بن گیا۔ ایک عید پر آپ عید کی نماز کے لئے تشریف لے جا رہی تھیں۔ راستے میں میرا گھر تھا۔ میرے گھر کے سامنے پہنچ کر آپ نے گاڑی رکوائی، گاڑی سے باہر آئیں، دروازے کی گھنٹی بجائی۔ جب میں نے دروازہ کھولا تو پوچھا کہ ''کیا تم عید کی نماز کے لئے تیار ہو اور جانا کیسے ہے؟''۔ میں نے کہا کہ آپا جان میں نے تو تانگے پر جانا ہے، کہنے لگیں ''تانگے پر کیوں میرے ساتھ کار میں چلو''۔ اس طرح میں ان کے ساتھ عید کی نماز پڑھنے چلی گئی، واپسی میں مجھ سے پوچھا کہ ''تم میرے ساتھ بہشتی مقبرہ چلو گی؟'' میں نے کہا جی میں نے بھی جانا ہے۔ پھر میں آپ کے ساتھ بہشتی مقبرہ گئی، وہاں دعا کے بعد آپ مجھے گھر چھوڑ کے گئیں۔

جب میں سوئٹزرلینڈ آئی تو مصروفیت کی وجہ سے ان سے ملاقات نہ کر سکی۔ لندن کے جلسہ سالانہ پر آپ کی ملاقات میری بیٹی عزیزہ امتہ النصیر انور سے ہوئی تو اُس سے پوچھا ''آپ کی امی کہاں ہیں؟'' اس نے بتایا وہ سوئٹزرلینڈ رہتی ہیں۔ آپ نے پوچھا ''وہ سوئٹزرلینڈ کب آئیں؟ مجھے مل کر بھی نہیں آئیں'' اور کہا کہ ''اپنی امی سے کہنا کہ میں ان سے ناراض ہوں۔ مجھے ملے بغیر سوئٹزرلینڈ چلی گئیں''۔ یہ ان کی محبت کا سلوک اور پیار کا اظہار تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

چنداں مٹ یادیں

مکرمہ منصورہ ندیم صاحبہ۔ Hamburg

حضرت سیّدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ (دختر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا گھر میری پھوپھو کے گھر سے بالکل قریب تھا ایک دن پھوپھو کے گھر سے واپسی پر میں آپؓ کے گھر گئی تو آپؓ ناسازی طبیعت کی وجہ سے لیٹی ہوئی تھیں لیکن آپؓ نے مجھے بچی سمجھ کر نظرانداز نہیں کیا بلکہ مصافحے کا شرف بخشا اور بیڈ پر اپنے پاس ہی بٹھا کر میرا حال احوال پوچھا اور دعاؤں سے نوازا۔

خاکسار دسویں کلاس میں تھی ہمارے فائنل امتحانات قریب تھے ایک دن میں آٹوگراف book لے کر خاندانِ مسیح موعودؑ کے گھروں میں چلی گئی۔ سب سے پہلے میں حضرت سیّدہ چھوٹی آپا جان نوراللہ مرقدھا (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) کے پاس گئی آپ نے مجھے بہت پیار سے بٹھایا اور پوچھا ''کیا تم نے قرآنِ کریم پڑھ لیا ہے؟ اور ترجمہ کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا قرآنِ پاک توجہ اور غور سے پڑھنا چاہئے''۔

2007ء میں خاکسار اپنی بیٹیوں کے ہمراہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ نوراللہ مرقدھا سے ملنے آپ کے گھر گئی۔ اگرچہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہ تھی مگر آپ بہت محبت سے ملیں اس دن گرمی بہت تھی آپ نے ہمیں گھر کا بنا الائچی کا شربت پلایا اور دعائیں دیں خاکسار نے آپ کو خوشبو کا تحفہ دیا جو آپ نے بہت محبت سے لیا۔ آپ نے خوبصورت سوٹ پہنا ہوا تھا جس کے دوپٹے پر لیس لگی ہوئی تھی اور سرمہ بھی لگایا ہوا تھا۔ بعد میں میری بیٹیاں کہنے لگیں کہ ''بعض بزرگ خواتین بیماری میں اپنا خیال نہیں رکھتیں آپ کی یہ بات بھی ہمارے لئے نمونہ ہے''۔

اللہ تعالیٰ انکے درجات ہر آن و ہر لحہ اپنے حضور بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے اور ہمیں ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کچھ یادیں کچھ باتیں

مکرمہ رشیدہ سلیمان راجہ صاحبہ۔Dietzenbach

خاکسار جس پیاری ہستی کا ذکر خیر کرنا چاہتی ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی، حضرت مصلح موعودؓ کی صاحبزادی، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہمشیرہ اور ہمارے پیارے حضور خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی والدہ ماجدہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ ہیں۔ آپ نہایت پیار کرنے والی، مہربان، عبادت بجالانے والی اور یتیموں کا خیال رکھنے والی نیک سیرت خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپکے درجات بلند فرمائے آمین۔

ربوہ کے پاکیزہ ماحول میں جہاں ہماری دینی تعلیم کی طرف توجہ دی جاتی تھی وہاں ہمارے والدین ہمارا رابطہ خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بغرض دعا استوار رکھنے کی بھی تلقین کرتے رہتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ میں اپنی والدہ صاحبہ کے ساتھ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کے گھر گئی۔ ملاقات اور دعا کی درخواست کے بعد میری والدہ صاحبہ نے عرض کی کہ "اگر ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو ارشاد فرمائیں"۔ آپ نے کوئی کام کرنے کا ارشاد فرمایا۔ امی جان نے کہا کہ "یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں آپکی خدمت کا موقع میسر آیا ہے"۔ میری والدہ، مجھے اور ہماری ایک رشتہ دار محترمہ سلطانہ بیگم صاحبہ زوجہ عبدالعزیز صاحب کو ساتھ لے کر گئیں اور آپکی ہدایت کے مطابق ہمیں اس خدمت کی توفیق ملی۔ پھر ایک دفعہ ہم گئے تو آپ نے فرمایا کہ "ہمیں گھر کا کام کرنے کے لئے ایک خاتون کی ضرورت ہے جو اعتبار والی ہو"۔ میری والدہ نے حامی بھر لی اور اپنی بھاوج کی بھابھی محترمہ سرور بیگم صاحبہ زوجہ راجہ محمد زمان کو انکے پاس لے گئیں اور انھوں نے از راہِ شفقت انھیں اپنے پاس رکھ لیا۔ بعد ازاں پھر ملاقات کے لئے گئیں تو آپ نے فرمایا کہ "آپ نے ہمیں بہت اچھی عورت لا کر دی ہے جو کھانا بھی بہت لذیذ بناتی ہے اور گھر کا ہر طرح سے خیال بھی رکھتی ہے"۔ آپ نے از راہِ شفقت امی جان کو اچار تحفتاً دیا۔

میری شادی 1969ء میں ہوئی امی جان نے آپ کو اور حضرت صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ کو دعوت دی آپ کسی مصروفیت کی وجہ سے تشریف نہ لاسکیں لیکن دوسرے دن میری رخصتی کے موقع پر چونکہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اور حضرت صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ بھی لاہور کے لئے روانہ ہو رہی تھیں لہٰذا ہم سب سے ریلوے اسٹیشن پر ملاقات ہوئی۔ آپ دونوں محترم خواتین نے دعائیں دیں اور نصیحت کی کہ "اپنے خاوند کی تابعداری کرنا اور سسرال میں محبت سے رہنا۔" الحمدللہ اتنی پیاری ہستیوں کی دعاؤں کے ساتھ میری رخصتی ہوئی۔

2007ء میں مَیں جرمنی سے ربوہ گئی اور اپنے بھائی ناصر خلیل صاحب کے ہاں ٹھہری تھی۔ میں اپنی بیٹی عظمیٰ اُکلا اور بھابھی عتیقہ خلیل صاحبہ کے ساتھ سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ سے بھی ملنے گئی۔ ہم قصرِ خلافت کے برآمدہ میں بیٹھے تھے۔ آج بھی لکھتے ہوئے میری آنکھوں کے سامنے وہی نظارہ ہے اور آنکھیں اشکبار ہیں کیا دیکھتی ہوں کہ حضرت سیدہ صاحبہ دو خواتین کے سہارے باہر تشریف لارہی ہیں۔ کیا شان تھی اور کیا محبت تھی ہم نے اٹھ کر استقبال کیا ہاتھوں کو بوسہ دیا اور دعا کی درخواست کی اور بتایا کہ "ہم جرمنی سے آئے ہیں۔" تو فرمانے لگیں "آپ جرمنی سے آئی ہیں میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جرمنی کی کنجیاں مسرور کو ملی ہیں"۔ میں اس بابرکت وجود کو ہاتھ لگا کر پیار کر رہی تھی اور خوشی سے لگاتار میرے آنسو نکل رہے تھے پھر انھوں نے میرے دونوں نواسوں کو پیار کیا اور دعائیں دیں۔ یہ لمحہ اتنا یادگار تھا کہ لگتا ہے آج بھی صاحبزادی صاحبہ ہمارے سامنے ہی بیٹھی ہیں۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ نے اپنی اولاد اور جماعت کے حق میں جو دعائیں کی ہیں اللہ اُن کا فیض ہمیشہ جاری وساری رکھے اور آپکے پاک شمائل ہمیں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

میری والدہ

حضرت صاحبزادی امتہ العزیز بیگم صاحبہ

مکرمہ صاحبزادی امتہ الرقیب صاحبہ اہلیہ مکرم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب۔ پاکستان

میری امی حضرت صاحبزادی امتہ العزیز بیگم صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیٹی، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی بہو، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خالہ تھیں۔ آپ حضرت ام ناصر صاحبہؓ کے بطن سے نومبر 1921ء کو قادیان میں پیدا ہوئیں۔ اپنے والد ماجد حضرت مصلح موعودؓ کے زیر سایہ تعلیم و تربیت کے ابتدائی مراحل طے کئے۔ آپ کی شادی صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب کے ساتھ 9/نومبر 1941ء کو قادیان میں ہوئی۔ آپ بہت نیک، پارسا اور دعا گو خاتون تھیں۔ جماعتی خدمات میں ہمیشہ آگے قدم بڑھاتی رہیں۔ (مصباح ستمبر 2007ء صفحہ 30،31)

17/ستمبر 1967ء کو آپ کو صدر لجنہ اماء اللہ لاہور منتخب کیا گیا۔ آپ کے دورِ صدارت میں لاہور اپنی ارضی وسعت کے لحاظ سے بہت پھیل چکا تھا۔ اس کے پیش نظر انتظامی لحاظ سے حلقہ جات کو چالیس حلقوں میں تقسیم کیا گیا جو قیادت کے تحت اپنے امور سرانجام دیتے تھے۔ 1974ء کا زمانہ ملک میں جماعت احمدیہ کے لئے آزمائش کا ایک بھرپور زمانہ تھا۔ جس میں کئی احمدیوں نے جام شہادت بھی نوش کیا۔ بیشتر احمدی احباب ہجرت کر کے ربوہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ لجنہ اماء اللہ لاہور نے اس پرآشوب دور میں نہایت مستعدی سے کام کیا۔ خلیفۂ وقت کی اطاعت اور جماعت میں ہم آہنگی کی فضا پیدا کرنے میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ امداد کے لئے رقوم، لحاف، برتن، جوتے، تولئے، صابن، کپڑے اور دوسرا ضروریاتِ زندگی کا سامان مرکز بھجوایا۔ اسیرانِ راہ مولیٰ کے لئے کھانا اور بستر فراہم کیے خدام احمدیت کی ہر طرح سے مدد کی۔ اس دور کو لجنہ اماء اللہ لاہور نے جس جذبۂ ایمانی اور جہاد کی روح سے سرشار ہو کر گزارا وہ تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔

اگست 1973ء کے سیلاب اور اس کے امدادی کاموں کے لئے لجنہ اماء اللہ کی کارکردگی فراموش نہیں کی جا سکتی۔ بیت الذکر لاہور میں قائم کردہ ریلیف سنٹر میں آٹا، چاول، چینی، بسکٹ، صابن، نمک، گڑ، سوئی دھاگہ بٹن اور دوائیوں کے ڈھیروں پیکٹ جمع کر دیئے گئے۔

1982ء میں آپ کے مستقل رہائش کے لئے ربوہ تشریف لے آنے پر محترمہ سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ بنت حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کو صدر لجنہ لاہور منتخب کیا گیا۔ میری والدہ صاحبزادی امتہ العزیز بیگم صاحبہ کے دورِ صدارت میں ہی لجنہ اماء اللہ لاہور کے دفتر اور ہال کی تعمیر ہوئی۔ اس دفتر کا افتتاح 16/ستمبر 1982ء کو حضرت سیّدہ اُمّ متین صاحبہ صدر لجنہ مرکزیہ نے فرمایا۔ (مجلہ لجنہ اماء اللہ ضلع لاہور ص:238)

آپ کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ ''بڑی صبر کرنے والی تھیں۔ توکل کا اعلیٰ مقام تھا۔ نیک تھیں ملنسار تھیں۔ بڑی دعا گو تھیں۔ نمازیں بڑے انہماک اور توجہ سے ادا کرتیں۔ ان کی نمازیں بڑی لمبی ہوا کرتی تھیں۔ کئی کئی گھنٹے مغرب کی نماز عشاء تک اور عشاء کی نماز آگے کئی گھنٹے تک تو میں نے ان کو پڑھتے دیکھا ہے اور یہ روزانہ کا معمول تھا۔ اللہ کے فضل سے بڑی دعا گو، غریب پرور خاتون تھیں۔ آپ کو خلافت سے بڑا تعلق تھا۔ مجھے بھی بڑی عقیدت سے خط لکھا کرتی تھیں۔ جماعتی طور پر پہلے سترہ سال لاہور کی نائب صدر رہیں۔ 1967ء سے 1983ء تک لاہور میں صدر لجنہ رہیں۔ اللہ کے فضل سے لاہور کی لجنہ کے لیے بڑا کام کیا۔''

اسی خطبہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا ''عالمی بیعت کے دنوں میں ایک سبز کوٹ پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ پہنا کرتے تھے اور اب میں پہنتا ہوں، یہ کوٹ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی طرف سے ان کے خاوند محترم صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب کے حصّہ میں آیا تھا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے یہاں ہجرت کی تو یہ کوٹ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو دیا کہ آپ جب تک وہاں ہیں اس کوٹ کو آپ جب بھی پہنیں میرے لیے بھی دعا کیا کریں۔ اس کے بعد مرزا حمید احمد

صاحب کی وفات تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانے میں ہو گئی تھی۔ صاحبزادی امتہ العزیز نے یہ کوٹ دے دیا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات کے بعد میں نے ان کو کہا کہ یہ کوٹ آپ لوگوں نے امانتاً دیا ہوا تھا تو انہوں نے مجھے اپنی بیٹیوں سے پوچھ کر لکھ دیا کہ یہ کوٹ اب عالمی بیعت کی ایک نشانی بن چکا ہے۔ اس لئے ہم اس کو خلافت کو ہبہ کرتے ہیں اور انہوں نے یہ تبرک خلافت کے لئے دے دیا۔ ان کے لئے جماعت کو بھی دعا کرنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک تبرک، چھوٹا سا کپڑا بھی کوئی نہیں دیتا، بڑی قربانی کر کے یہ کوٹ دیا ہوا ہے۔" (روزنامہ الفضل 2/اکتوبر 2007ء ص 6,5)

ہمارے گھرانے کو ایک بہت بڑی سعادت یہ بھی نصیب ہوئی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جب ربوہ سے تاریخی ہجرت فرمائی تو ان کی روانگی حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی کوٹھی " البشریٰ" سے ہوئی۔ 28/اپریل کی رات کو میرے ابا (محترم صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب) کے پاس جماعت کے لوگ آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ کا گھر چاہیے انہوں نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے اور کچھ نہیں پوچھا کہ کس لئے۔ کوارٹر میں ایک غیر از جماعت فیملی رہتی تھی امی جان (صاحبزادی امتہ العزیز صاحبہ) فوراً ان کے پاس گئیں اور ان سے کہا کہ آپ فوراً کوارٹر میں چلی جائیں اور جب تک کہا نہ جائے باہر نہ آئیں۔ مجھے ابا گھر لے آئے کہ تم چلو اور اپنی امی کے ساتھ کام کراؤ۔ ہم نے جملہ انتظامات کئے۔ رات کو حضور، بیگم صاحبہ دونوں بچیاں لقمان وغیرہ ساتھ تھے اور فجر سے پہلے وہاں سے روانگی ہوئی۔"

آپ طبعاً خاموش رہتی تھیں۔ مگر نیک فطرت کی بدولت مسکراہٹ ہمیشہ آپ کے چہرہ پر رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹیوں سے نوازا۔

1:۔ مکرمہ صاحبزادی امتہ المجیب صاحبہ اہلیہ مکرم صاحبزادہ مصطفیٰ احمد خان صاحب

2:۔ خاکسار امتہ الرقیب صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب

3:۔ مکرمہ صاحبزادی کوثر حمید صاحبہ۔

میری والدہ صاحبزادی امتہ العزیز بیگم صاحبہ 7/اگست 2007ء کو ربوہ میں بعمر تقریباً 86 سال انتقال فرما گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ خدا تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور مقام قرب سے نوازے۔ ہمیں اور ہمارے بچوں کو ان کی نیکیوں پر قائم فرمائے۔ آمین

حضرت مصلح موعودؓ کی انتہائی نیک اور سادہ مزاج بیٹی

سیرت حضرت صاحبزادی امتہ العزیز بیگم صاحبہ

مکرمہ امتہ القیوم ناصرہ صاحبہ۔ Frankfurt

تعارف:۔ حضرت صاحبزادی امتہ العزیز بیگم صاحبہ مرحومہ، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ ام ناصر صاحبہؓ کی بیٹی تھیں۔ آپ کے شوہر کا نام حضرت صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب ابن حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحبؓ تھا۔

آپ کی پیدائش سے پہلے حضرت امی جان کی ایک بیٹی جن کا نام امتہ العزیز تھا فوت ہو گئیں پھر آپ کا نام بھی امتہ العزیز رکھا گیا۔ آپ انتہائی سادہ مزاج، نیک، خاکسار اور دھیمے مزاج کی خاتون تھیں۔

بچپن:۔ آپ کے بچپن کا ایک خوبصورت واقعہ ہے۔ حضرت چھوٹی آپا جان سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ " حضور کی صاحبزادی امتہ العزیز کو جب پہلی بار حضور کی جلسہ سالانہ کی تقریر اچھی طرح سمجھ آئی اور لطف آیا تو گھر آ کر کہنے لگی کہ ابا جان کو بھی تقریر کرنی آ گئی ہے۔ انہوں نے (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے) لطیفہ سنا تو بہت ہنسے، کہنے لگے معلوم ہوتا ہے آج اسے پہلی بار میری تقریر سمجھ آئی ہے اس کے نزدیک تو آج ہی مجھے تقریر کرنی آئی ہے۔" (سوانح فضل عمرؓ جلد پنجم صفحہ 356)

آپ کے بچپن کا ایک اور بھی واقعہ ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے شدھی کی تحریک (جو کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے شروع کی تھی) کے تدارک کے لئے جب جماعت کو تبلیغ کے سلسلہ میں ہندوستان کے دیہاتوں اور شہروں میں جانے کی تحریک کی اس وقت جماعت نے اس پر والہانہ لبیک کہا۔ ایک تقریر میں آپؓ نے فرمایا کہ "بچوں میں بھی نہایت مسرت انگیز مثالیں موجود ہیں۔ میرے گھر میں ہر وقت یہی باتیں ہوتی

ہیں میرے چھوٹے بیٹے منور احمد (عمر پانچ سال) نے اپنی اڑھائی سالہ چھوٹی بہن (صاحبزادی امتہ العزیز بیگم صاحبہ) سے کہا بی بی! میں تو ہندوؤں کو مسلمان بنانے جانے والا ہوں تم بھی چلو گی۔ اس نے کہا بھائی! مجھے بھی ساتھ لے چلو۔" (از تابعین اصحاب احمد جلد نہم صفحہ 368)

آپ کا مزاج :۔ حضرت اُمی جانؓ کو ان سے بہت محبت تھی اور ان کی سادگی اور عاجزی کی وجہ سے ان کی بہت فکر رہتی تھی کہ کوئی ان کو تکلیف نہ پہنچا دے۔ آپ رحم دل، خوف خدا رکھنے والی تھیں۔ کسی کو دکھ نہیں دیتی تھیں۔

آپؓ کے بارے میں مصباح میں یوں شائع ہوا "صبر و تحمل، حلیم فطرت کم سخن اور نرم طبیعت آپ کے اوصاف حمیدہ کے وہ نمایاں پہلو ہیں جو دل موہ لیتے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جب اپنے بچوں کی آمین کے موقع پر نظم تحریر فرمائی تو اس میں آپ کے بارے میں فرمایا "عزیزہ سب سے چھوٹی نیک فطرت"۔ (بہت خاموش پائی ہے طبیعت)

(ماہنامہ مصباح ستمبر 2007ء صفحہ 30)

ازدواجی زندگی اور اولاد :۔ حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کا بے حد خیال رکھتے ہیں۔ خاص طور پر بیویاں میاں کی پسند اور خواہشات کو ہمیشہ مدنظر رکھتی ہیں۔ آپ کے میاں بھی آپ کا بہت خیال رکھتے تھے اور آپ خادمہ کی موجودگی کے باوجود اپنے میاں کی پسند کا کھانا خود تیار کرتی تھیں۔ آپ کو بہت محبت اور پیار کرنے والا سسرال ملا۔ ایک دن میں گئی تو میں نے دیکھا کہ آپ سٹور میں بڑی پیٹی کھول کر کچھ تلاش کر رہی تھیں اور آپ کے سسر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ پیٹی کا ڈھکن پکڑ کر کھڑے ہیں۔

آپ اپنے گھر کو بہت سجا کر رکھتی تھیں۔ ایک لمبا عرصہ آپ لاہور کی صدر لجنہ اماء اللہ رہیں اور اپنے کام کو بہت اچھے طریقے سے نبھایا لیکن اپنے گھر کی ذمہ داریوں کا بھی خوب حق ادا کیا۔

رشتہ داروں کی آپس میں محبت :۔ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ (بی بی قوسی) کی شادی پہ سارے خاندان کے لوگ اکٹھے ہوئے تھے میں بھی گئی تھی۔ شادی سے تھوڑی دیر پہلے صاحبزادی امتہ العزیز بیگم صاحبہ آئیں تو انہوں نے اپنی بہن صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ کی بیٹی کو کہا کہ "ذرا میرے کندھے دبا دو"۔ صاحبزادی امتہ النصیر بیگم (بی بی چھیرو) نے اپنی بیٹی سے کہا "ہاں جاؤ خالہ کو دباؤ بڑوں کی خدمت کرنے سے ثواب ہوتا ہے" وہ کافی دیر دباتی رہی۔

خدمت خلق :۔ آپ نے اپنے گھر سے ملحقہ ایک کوارٹر میں دو غریب خاندان رکھے ہوئے تھے آپ ان کے اخراجات ادا کرتی تھیں اور ہر قسم کا خیال رکھتی تھیں۔

آپ کی مہربانیاں :۔ آپ نے مجھے کئی بار تحفے دیئے۔ 1990ء میں خاکسار پاکستان سے جرمنی آگئی تھی۔ ایک بار جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ تشریف لائیں ان کے ہاتھ میرے لئے ایک خط اور سوٹ بھیجا۔ صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ نے جلسہ گاہ میں کسی خاتون کو وہ دیئے کہ مجھے دے دے۔ انہوں نے لکھا تھا اس کپڑے کا آجکل رواج ہے اور مجھے بہت پسند ہے یہ میں تمہیں بھجوا رہی ہوں اسے ضرور سلوا کر پہن لینا۔ وہ سوٹ اب بھی میرے پاس ہے۔

محترمہ صاحبزادی امتہ العزیز صاحبہ کی وفات سے پہلے میں جب بھی آپ کو فون کرتی تو آپ بہت محبت اور درد سے فرماتیں کہ "قیوم! ایک بار ضرور مجھے آ کے مل لو۔" 2005ء میں جب میں پاکستان گئی تو آپ کو ملنے گئی۔ آپ اتنی محبت کرنے والی خاتون تھیں کہ آپ مجھے مل کر بہت روئیں۔ آپ نے اپنے دو خواب مجھے سنائے ایک میں بتایا کہ حضرت اُمی جانؓ آئی ہیں اور انہوں نے آپ کو پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ (باقی خواب مجھے بھول گیا ہے) دوسرے خواب میں انہوں نے دیکھا کہ ان کے میاں تشریف لائے ہیں (جو کہ وفات پا چکے تھے) اور انہوں نے ان کو فرمایا اگر کوئی تمہیں تنگ کرے تو مجھے بتانا میں اس کو ٹھیک کروں گا۔ بی بی نے کہا مجھے تو کوئی تنگ نہیں کرتا۔ پھر میں جرمنی واپس آگئی اور ان کی وفات ہو گئی۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ان کا چہرہ مبارک دیکھنے نہ جا سکی۔ خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی نسلوں کو ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

آپ کی وفات کے بعد مصباح میں لکھا گیا کہ "محترمہ صاحبزادی امتہ العزیز بیگم صاحبہ اہلیہ محترم صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب مورخہ 7راگست 2007ء کو دن کے پونے بارہ بجے فضل عمر ہسپتال ربوہ میں بعمر تقریباً 86 سال انتقال فرما گئیں۔ آپ کی نماز جنازہ اگلے دن مسجد مبارک میں بعد نماز عصر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے پڑھائی۔ بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں تدفین عمل میں آئی قبر تیار ہونے پر دعا بھی محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے ہی کرائی۔"

(ماہنامہ مصباح ستمبر 2007ء صفحہ 30)

میری والدہ

حضرت صاحبزادی امتہ القیوم صاحبہ

مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر مصطفیٰ احمد صاحب۔ USA
ترجمہ شگفتہ احمد۔ Nauheim

22/جون 2009ء کو میرے والد صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحبؓ کی وفات کے عین چھ سال اور گیارہ ماہ بعد میری والدہ حضرت صاحبزادی امتہ القیوم صاحبہؓ اپنے رب کی طرف لوٹ گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی عمر 92 سال تھی۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نواسی، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیٹی، حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی چھوٹی بہن، حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بڑی بہن اور حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خالہ تھیں۔

آپ کی والدہ محترمہ سیدہ امتہ الحی بیگم صاحبہؓ حضرت مصلح موعودؓ کی دوسری زوجہ تھیں۔ حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "کسی احمدی خاتون نے خط میں لکھا کہ ایک رؤیا میں انھوں نے ایک آواز سنی کہ بی بی امتہ القیوم ولی اللہ ہیں"۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ "یہ حقیقت ہے۔"

آپ کی زندگی کی سب سے اہم بات آپ کی اللہ تعالیٰ سے محبت تھی، ہر وقت خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کی کوشش میں لگی رہتیں۔ قرآن مجید پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی تلقین کرتی رہتی تھیں اور کہتی تھیں کہ "ایسے پڑھو جیسے انسان کسی محبوب ہستی کا خط پڑھتا ہے۔" آج کے زمانہ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جیسے کسی پیارے دوست کا ای میل پڑھتے ہیں۔

ان کے والد صاحب حضرت مصلح موعودؓ نے ان کو جو قرآن مجید کا نسخہ دیا اس کے پہلے صفحہ پر آپؓ نے لکھا "میری پیاری امتہ القیوم یہ خدا کا کلام ہے اس کے سوا میں کیا کہوں جو کچھ بھی مجھے ملا، مجھے قرآن پاک سے ملا ہے۔" اس نصیحت پر آپ نے تمام عمر عمل کیا اور قرآن پاک سیکھنے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کی۔ ہمارے گھر میں جتنے بھی قرآن پاک کے نسخے تھے ان میں ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نوٹس ہیں۔ اپنی تلاوت احادیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے واقعات سنا کر انھوں نے میرے اور میرے بچوں کی روحوں اور دلوں میں اسی طرح اللہ سے محبت کا جذبہ پیدا کیا۔ ایک ماں کی حیثیت سے آپ جانتی تھیں کہ بچوں کے دلوں میں دین کی محبت کیسے ڈالنی ہے۔

مجھے یاد ہے کہ جب میں پانچ یا چھ سال کا تھا تو میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بہت سوال کرتا تھا۔ آپ مجھے کہتیں کہ "اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔" یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی۔ اگلے دن جب میں سو کر اٹھا تو انھوں نے مجھے بتایا کہ "جب میں سونے کے لئے چلا گیا تو انھوں نے دائرہ کی شکل میں ریل گاڑی کے ٹریک دیکھے جن پر ایک ریل گاڑی تھی۔ انھوں نے گاڑی کو ٹریک پر آگے چلایا اور چلاتی گئیں اور کہا کہ اس ٹریک کا نہ کوئی آغاز ہے اور نہ کوئی انتہا ہے اسی طرح خدا کی ہستی ہے۔"

خدا کے ساتھ ان کا خاص تعلق تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ کسی سے بھی اپنی کسی خواہش کا اظہار نہ کرتیں۔ خدا سے مانگتی تھیں اور جو ملتا اس پر شکر کرتیں۔ وہ قناعت کا نمونہ تھیں۔

ایک بار آپ نے مجھے بتایا کہ جب آپ چھوٹی سی تھیں تو آپ نے کسی رشتہ دار سے کوئی کپڑا ادھار لیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے جب انھیں یہ کپڑا پہنے ہوئے دیکھا تو اس کے بارے میں دریافت کیا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ کپڑا ان کا نہیں ہے تو حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو کپڑے بدلنے کے لئے کہا اور فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے جو دیا ہے اس پر قناعت کریں اور دوسروں سے چیزیں مانگ کر نہ پہنیں"۔ مزید یہ فرمایا کہ "جس چیز کی بھی ضرورت ہو خدا سے مانگنی چاہئے اور لوگوں سے نہیں"۔ اس دن کے بعد آپ نے کبھی کسی سے کوئی چیز نہیں مانگی۔

میں آج آپ کو ان کی یہ خاص خوبی بتانا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ سے محبت کیونکہ ہر اچھائی اس سے شروع ہوتی ہے۔ میں امید کرتا ہوں اور میری دعا ہے کہ ہمیں اس بات کی توفیق ملے کہ ہم ایک ایسی نیک ہستی سے، جو ہمارے درمیان رہتی تھی، یہ سبق سیکھ سکیں۔ آمین

("My Mother" از رسالہ "Al-Hilal" 2009ء جماعت احمدیہ USA صفحہ 16)

گزشتہ خطبہ جمعہ میں جنگ احزاب کے دوران ایک دن دشمن کے لگاتار حملوں کی وجہ سے بعض نمازوں کے جمع کرنے سے متعلق بیان کی گئی روایت کے سلسلہ میں اہم اور ضروری وضاحت

جماعتی اداروں کو مختلف روایات کی اشاعت سے متعلق ضروری تحقیق کرنے کی تاکیدی ہدایت

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خالہ محترمہ صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ کی وفات اور مرحومہ کے فضائل حمیدہ اور جماعتی خدمات کا تذکرہ اور اس حوالہ سے افراد جماعت کو ضروری نصائح۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ مورخہ 18/نومبر 2011ء بمطابق 18/نبوت 1390 ہجری شمسی

بمقام مسجد بیت الفتوح۔ مورڈن۔ لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔

گزشتہ جمعہ کو مَیں نے حدیث کی ایک روایت بیان کی تھی کہ جنگِ احزاب میں ایک دن ایسا آیا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو پانچوں نمازیں دشمن کے لگاتار حملوں کی وجہ سے جمع کر کے پڑھنی پڑیں۔ اس پر ہمارے عربی ڈیسک کے (محمد احمد) نعیم صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک حوالہ مجھے بھجوایا جو اس روایت کی نفی کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے بعد کسی بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ آپؑ اس زمانے کے امام ہیں بلکہ روایات کے متعلق آپؑ نے بیان فرمایا کہ مَیں نے خود رؤیا میں یا کشف کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیں یا آپ نے اس کی تصدیق فرمائی۔ (ماخوذ از اصحاب احمد جلد 10 حصہ اول صفحہ نمبر 262 روایت حضرت مولوی عبدالواحد خان صاحبؓ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

پس اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جو روایت مَیں نے بیان کی تھی یہ حدیث کی بعض کتب میں ہے لیکن اصل واقعہ اس طرح نہیں تھا اور احادیث کی سب کتب اس پر متفق بھی نہیں ہیں۔ جو روایت ہے وہ پانچ نمازوں کی نہیں۔ جن حدیثوں میں بھی ہے، پانچ نمازوں کی نہیں بلکہ چار نمازوں کی ہے۔ لیکن اس پر بھی اختلاف ہے اور زیادہ معتبر یہی ہے کہ صرف عصر کی نماز ہی مغرب کے ساتھ پڑھی گئی یا تنگی وقت کے ساتھ ادا کی گئی۔

اس بارے میں علم کی خاطر بعض روایات بھی پیش کر دیتا ہوں، بعض لوگوں کا شوق بھی ہوتا ہے۔ جہاں تک چار نمازوں کے جمع کرنے کا سوال ہے، یہ سنن ترمذی کی روایت ہے اور وہ حدیث اس طرح ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ابو عبیدہ بن عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ عبداللہؓ بن مسعود نے فرمایا کہ مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خندق کے روز چار نمازوں سے روکے رکھا، یہاں تک کہ جتنا اللہ نے چاہا رات کا حصہ چلا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو ارشاد فرمایا تو انہوں نے اذان دی پھر اقامت کہی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر

اقامت کہی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر پڑھائی۔ اور پھر اقامت کہی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب پڑھائی۔ پھر اقامت کہی گئی تو آپؐ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ جیسا کہ مَیں نے کہا یہ سنن ترمذی کی کتاب، کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔

(سنن ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ما جاء فی الرجل تفوته الصلوات بایتهن یبدء حدیث 179)

اور اسی طرح بیہقی نے بھی اس روایت کو لکھا ہے اور سعودی عرب میں کوئی مکتبہ، مکتبۃ الرشد ہے انہوں نے 2004ء میں یہ شائع کی تھی، وہاں سے بھی یہ ملتی ہے۔

(السنن الکبریٰ از امام بیهقی کتاب الصلاۃ ، ذکر جماع ابواب الاذان و الاقامةباب صحة الصلاة مع ترك الاذان والاقامة او ترك احدهما حدیث 1954 جلد 1 صفحه 541-540 ، مکتبة الرشد سعودی عرب 2004ء)

لیکن صحیح بخاری، مسلم اور سنن ابی داؤد میں حضرت علیؓ کے حوالے سے جو حدیث ہے وہ اس طرح ہے کہ حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ خندق کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھرے۔ انہوں نے ہمیں صلوٰۃِ وُسطیٰ سے روکے رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔''

(صحیح بخاری کتاب الجهاد و السیر باب الدعاء علی المشرکین بالهزیمة و الزلزلة حدیث 2931)(مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاة باب التغلیظ فی تفویت صلاة العصر حدیث 1420)(سنن ابی داؤد کتاب الصلاة باب فی وقت صلاة العصر حدیث 409)

تو اس سے یہی استدلال کیا جاتا ہے کہ یہ نماز عصر تھی۔ بہرحال جو مَیں بیان کرنا چاہتا تھا وہ یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازوں کے ضائع ہونے کی اس قدر تکلیف تھی کہ آپؐ نے دشمن کو بددعا دی۔ یہاں تو پھر اس کی اہمیت اس مضمون کے تحت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ ایک وقت کی نماز کا ضائع کرنا بھی آپؐ کو برداشت نہیں تھا اور آپؐ نے دشمن کو سخت کہا۔

اس بارے میں صحیح بخاری کی ایک روایت ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد آئے اور کفارِ قریش کو برا بھلا کہنے لگے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے تو عصر کی نماز بھی نہیں ملی یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخدا! مَیں نے بھی نہیں پڑھی۔ اس پر ہم اُٹھ کر بُطحان کی طرف گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے وضو کیا اور ہم نے بھی اس کے لئے وضو کیا اور سورج غروب ہونے کے بعد آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر اس کے بعد آپؐ نے مغرب کی نماز پڑھی۔

(صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلاة باب من صلی بالناس جماعة بعد ذهاب الوقت حدیث 596)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ بخاری کی شرح فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ ابنِ عربیؒ نے اس بات کی تصریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ نماز جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روکے رکھا گیا تھا وہ صرف ایک نماز تھی یعنی نمازِ عصر۔ اس نماز کی ادائیگی یا تو اُس وقت کی گئی تھی جب مغرب کی نماز کا وقت ختم ہوگیا تھا یا یہ ہے کہ سورج کے غروب ہونے کا آخری وقت تھا جب عصر کی نماز ادا کی گئی۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری لعلامه ابن حجر عسقلانی جلد 2 صفحه 89-88 کتاب مواقیت الصلاة باب من صلی بالناس جماعة بعد ذهاب الوقت حدیث 596 ۔ قدیمی کتب خانه کراچی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر جو تفصیل سے روشنی ڈالی ہے وہ اب پڑھ دیتا ہوں۔ ایک عیسائی پادری فتح مسیح صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت زیادہ اعتراض کئے اور ایک بڑا گندا خط حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا تو اس کا جواب آپ نے نورالقرآن حصہ دوم میں دیا ہے۔ مختلف قسم کے اعتراضات ہیں، اُن کے جواب ہیں۔ اُس میں ایک یہ اعتراض بھی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن چار نمازیں نہیں پڑھیں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو جواب فرمایا وہ اُس میں لکھا ہوا یہ ہے کہ آپ فتح مسیح کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اور آپ کا یہ شیطانی وسوسہ'' (یعنی فتح مسیح کا یہ شیطانی وسوسہ) کہ ''خندق کھودتے وقت چاروں نمازیں قضا کی گئیں۔ اوّل آپ لوگوں کی علمیت تو یہ ہے کہ قضا کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اے نادان! قضا نماز ادا کرنے کو کہتے ہیں۔ ترکِ نماز کا نام قضا ہرگز نہیں ہوتا۔ اگر کسی کی نماز ترک ہو جاوے" (چھوٹ جاوے) "تو اُس کا نام فوت ہے۔ اسی لئے ہم نے پانچ ہزار روپے کا اشتہار دیا تھا کہ ایسے بیوقوف بھی اسلام پر اعتراض کرتے ہیں جن کو ابھی تک قضا کے معنی بھی معلوم نہیں"۔ اس بارے میں عموماً ہمارے ہاں بھی بعض لوگوں کو پتہ نہیں ہوتا۔ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ قضا کا مطلب یہی ہے کہ نماز ضائع ہوگئی حالانکہ قضا کا مطلب ہے ادائیگی کی گئی اور کچھ وقت کے بعد نماز کی ادائیگی ہوگئی فرماتے ہیں کہ "جو شخص لفظوں کو بھی اپنے محل پر استعمال نہیں کر سکتا وہ نادان کب یہ لیاقت رکھتا ہے کہ امور دقیقہ پر نکتہ چینی کر سکے"۔ (یہ جو گہرے امور ہیں ان پر کسی قسم کا اعتراض کرے۔) "باقی رہا یہ کہ خندق کھودنے کے وقت چار نمازیں جمع کی گئیں۔ اس احمقانہ وسوسے کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دین میں حرج نہیں ہے"۔ (یعنی کسی قسم کی کوئی تنگی اور سختی نہیں) "یعنی ایسی سختی نہیں جو انسان کی تباہی کا موجب ہو۔ اس لئے اُس نے ضرورتوں کے وقت اور بلاؤں کی حالت میں نمازوں کے جمع کرنے اور قصر کرنے کا حکم دیا ہے۔ مگر اس مقام میں ہماری کسی معتبر حدیث میں چار جمع کرنے کا ذکر نہیں"۔ (یعنی چار نمازیں جمع کرنے کا ذکر نہیں ہے) "بلکہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ واقعہ صرف یہ ہوا تھا کہ ایک نماز یعنی صلوٰۃُ العصر معمول سے تنگ وقت میں ادا کی گئی اگر آپ اس وقت ہمارے سامنے ہوتے تو ہم آپ کو ذرا بٹھا کر پوچھتے کہ کیا یہ متفق علیہ روایت ہے کہ چار نمازیں فوت ہوگئی تھیں" (یعنی ادا ہی نہیں کی گئی تھیں) "چار نمازیں تو خود شرع کی رُو سے جمع ہو سکتی ہیں یعنی ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء۔ ہاں ایک روایت ضعیف میں ہے کہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اکٹھی کر کے پڑھی گئی تھیں لیکن دوسری صحیح حدیثیں اس کو رد کرتی ہیں اور صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ عصر تنگ وقت میں پڑھی گئی تھی۔"

(نور القرآن نمبر2، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 389-390)

پس آپ علیہ السلام کے اس فیصلہ کے بعد، اس مہر ثبت کرنے کے بعد یہ چار نمازیں پڑھنے والی بھی جو حدیث ہے وہ بھی غلط ہے۔ صرف عصر کی نماز کا ہوا تھا لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا اُس پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا دُکھ تھا کہ آپ نے دشمن کو برا کہا اور کہا کہ ہماری نمازیں ضائع کر دی ہیں۔ بہر حال یہ حدیث جو مَیں نے پچھلی دفعہ خطبہ میں پڑھی تھی اس کو پڑھنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ ہمارے لٹریچر میں بھی جہاں اس کا ذکر ہے وہاں اصلاح ہو جائے گی۔ ایک تو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی سیرۃ النبیؐ کی جو کتاب ہے اُس میں بیان ہوئی ہے لیکن وہاں صحیح رنگ میں بیان ہوئی ہے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اور وہاں آپؓ نے ولیم میور کے الفاظ لکھے ہیں جس نے چار نمازیں جمع کرنے کا ذکر کیا ہے۔ لیکن حضرت میاں صاحب نے (مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے) وہاں اس کے بیان کی نفی کر دی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو فیصلہ ہے کہ صرف عصر کی نماز بے وقت ادا ہوئی تھی، جو حدیثوں میں بھی ملتا ہے، بخاری سے ہی ملتا ہے، اُسی کے مطابق اُس کی وضاحت کی ہے۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 588 ایڈیشن سوم 2003ء)

لیکن ایک اور جگہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے 23 رمئی 1986ء میں اپنے ایک خطبے میں پانچ نمازوں کے جمع ہونے کا بیان فرمایا ہے اور مسند احمد بن حنبل کے حوالے سے بھی یا بخاری کے حوالے سے بیان فرمایا ہے۔ لیکن طاہر فاؤنڈیشن نے جو خطبات شائع کئے ہیں اُس

میں بخاری کتاب المغازی کا حوالہ دیا ہوا ہے حالانکہ وہاں بخاری میں اس کتاب المغازی کے تحت یہ اس طرح بیان نہیں ہوئی۔

(خطبات طاہر جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 377 تا 379، خطبہ جمعہ 23 رمئی 1986ء طاہر فاؤنڈیشن ربوہ)

مَیں عموماً اصل حدیثیں خود دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن مَیں نے حدیث کا یہ حوالہ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے اُس خطبہ میں دیکھا تھا اس لئے مَیں نے چیک نہیں کیا۔ اور پھر یہ حوالہ بھی (درج) تھا اس لئے غلطی بھی بہر حال ہوئی۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا اس غلطی کا فائدہ ہوا۔ ایک تو لٹریچر میں جہاں کہیں بھی اگر ہے تو درستی ہو جائے گی۔ دوسرے مجھے خود بھی احساس ہو گیا ہے کہ بعض دفعہ جو حوالے کہیں سے لیتا ہوں اُن کو مزید چیک کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

تیسرے یہ کہ ہمارے ادارے یہ خیال رکھیں کہ جب پہلے خلفاء کی بھی تقریر

یا خطبہ شائع کر رہے ہوں تو اصل حوالہ اور اگر اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی ارشاد ہو تو اُسے ضرور دیکھنا چاہئے۔
یہ تو ٹھیک ہے کہ خلیفۂ وقت کے الفاظ کو خود کوئی ٹھیک نہیں کرے گا بلکہ خلیفۂ وقت سے ہی پوچھنا چاہئے اور پہلے خلفاء کا اگر کہیں بیان ہوا ہے تو اُن حوالوں کی صحیح روایت احادیث میں یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب میں کہیں ملتی ہے تو اُس کے مطابق درستی ہونی چاہئے لیکن وہ خلیفۂ وقت سے پوچھ کر درستی ہو گی۔ اس لئے طاہر فاؤنڈیشن والوں کو بھی اس خطبے میں جو 1986ء کا خطبہ ہے، جہاں پانچ نمازوں کے جمع ہونے کی یہ مثال دی گئی ہے، اس کی اصلاح کرنی چاہئے تھی۔ اب آئندہ ایڈیشنوں میں اس کی اصلاح کریں۔ کس طرح کرنی ہے؟ وہ مجھے لکھ کر بھجوائیں گے تو پھر اُن کی رہنمائی کی جائے گی کہ کس طرح اس کی اصلاح ہو سکتی ہے اور آئندہ بھی یہی اصول ہے۔ جو بھی خلفاء ہوں گے وہ پچھلے خلفاء کی (تحریر میں) اگر کہیں غلط روایت آ جاتی ہے تو وہ اپنی ہدایت کے مطابق ٹھیک کریں گے لیکن من وعن اُس کو بغیر تحقیق کے شائع کر دینا غلط طریق ہے جبکہ دوسری روایات موجود ہوں یا بعض روایات مشکوک ہوں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس کے بارے میں فیصلہ ہو تو پھر پوری تحقیق ہونی چاہئے۔ بہر حال اس وضاحت کو مَیں ضروری سمجھتا تھا اور جیسا کہ مَیں نے کہا اس کا یہ فائدہ سب کو ہو گیا ہے کہ واقعاتی اور علمی صورت بھی سامنے آ گئی ہے۔ اُس کی بھی اصلاح ہو گئی اور بعض ضمنی علمی باتیں بھی سامنے آ گئیں اور انتظامی رہنمائی بھی ہو گئی۔

اب اس کے بعد مَیں جس مضمون کی طرف آنا چاہتا ہوں وہ گزشتہ دنوں وفات پانے والے چند بزرگان کا ذکرِ خیر ہے جن میں سے سب سے پہلے مَیں بیان کروں گا کہ گزشتہ ہفتہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی صاحبزادی امۃ النصیر بیگم صاحبہ جو میری خالہ بھی تھیں اُن کی وفات ہوئی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 82 سال تھی اور ماشاء اللہ آخر وقت تک ایکٹو (Active) تھیں۔ تین چار دن پہلے دل کی تکلیف ہوئی۔ ہسپتال میں داخل ہوئیں۔ ڈاکٹر نوری نے علاج کیا۔ ایک نالی کی انجیو پلاسٹی وغیرہ بھی ہوئی۔ اُس کے بعد ٹھیک بھی ہو رہی تھیں لیکن لگتا ہے کہ پھر دو تین دن بعد دوبارہ اچانک ہارٹ اٹیک ہوا ہے جو جان لیوا ثابت ہوا۔ ہسپتال میں ہی تھیں اور اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئیں۔ مرحومہ بہت ہنس مکھ، خوش مزاج اور دوسروں کا ہر طرح سے خیال رکھنے والی تھیں۔ ظاہری مالی مدد بھی اور جذبات کا خیال رکھنا بھی آپ کا خاص وصف تھا۔ ان کے جاننے والوں کے جو تعزیت کے خط مجھے آ رہے ہیں، اُن میں یہ بات تقریباً اُن کے ہر واقف نے لکھی ہے کہ اُن جیسے بے نفس اور دوسروں کے احساسات اور جذبات کا گہرائی سے خیال رکھنے والے ہم نے کم دیکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان خالہ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور اپنے پیاروں میں اُنہیں جگہ دے۔

مرحومہ بہت ہنس مکھ، خوش مزاج اور دوسروں کا ہر طرح سے خیال رکھنے والی تھیں۔ ظاہری مالی مدد بھی اور جذبات کا خیال رکھنا بھی آپ کا خاص وصف تھا

ان کی پیدائش اپریل 1929ء میں حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کے بطن سے ہوئی تھی جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی حرمِ ثالث تھیں، تیسری بیوی تھیں، آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات جب ہوئی ہے تو صاحبزادی امۃ النصیر بیگم صرف ساڑھے تین سال کی تھیں، تو آپ کے بچپن کے جذبات اور احساسات کا نقشہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے ایک مضمون میں کھینچا ہے۔ وہ ایسا نقشہ ہے جسے پڑھ کر انسان جذبات سے مغلوب ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ مَیں اپنے آپ پر بڑا کنٹرول رکھتا ہوں، کم از کم علیحدگی میں جب پڑھ رہا تھا تو کنٹرول کرنا مشکل ہو جاتا ہے، بہر حال اُس میں سے کچھ حصے جو ان کے بچپن سے ہی اعلیٰ کردار کے متعلق ہیں مَیں بیان کروں گا اور اس میں بھی ہر ایک کے لئے بڑے سبق ہیں۔

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ان کی عمر صرف ساڑھے تین سال تھی جب ان کی والدہ فوت ہوئیں لیکن اُس بچپنے میں بھی ایک نمونہ قائم کر گئیں اور وہ مضمون جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے لکھا ہے بڑا تفصیلی مضمون ہے۔ بہر حال مَیں اُس کے کچھ حصے، ایک دو باتیں بیان کروں گا۔ جب اس مضمون کو انسان پڑھ رہا ہو تو اُس موقع کی ایک جذباتی حالت ہے اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا بیان ہو تو عجیب کیفیت ہو جاتی ہے بہر حال جیسا کہ مَیں نے کہا ایک مضمون کا کچھ حصہ آگے جا کے پیش کروں گا۔ مختصراً پہلے ان کی سیرت کے بارے میں مختلف لوگوں نے جو مجھے لکھا ہے وہ مَیں بیان کرتا ہوں۔ بلکہ میری والدہ بتایا کرتی تھیں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمہاری خالہ کو اُن کی والدہ کی وفات کے بعد حضرت اُمِّ ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کر دیا تھا اور اس کا ذکر حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فرمایا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اُس وقت میری والدہ کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ ان کا خیال رکھنا۔ میری والدہ ان سے تقریباً 19 سال بڑی تھیں اور بچوں والا تعلق تھا۔ جب میری والدہ کی شادی ہوئی ہے تو اُس وقت ہماری یہ خالہ سات آٹھ سال کی یا

زیادہ سے زیادہ نو سال کی ہوں گی۔ جب میری والدہ کی رخصتی ہونے لگی تو خالہ نے ضد شروع کر دی کہ مَیں باجی جان کے بغیر نہیں رہ سکتی، مَیں نے بھی ساتھ جانا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے پھر سمجھایا تو خیر سمجھ گئیں خاموش تو ہو گئیں اور بڑی افسردہ رہنے لگیں لیکن وہی صبر اور حوصلہ جو ہمیشہ بچپن سے دکھاتی آئی تھیں، اُس کا ہی مظاہرہ کیا۔ بہر حال پھر بعد میں حضرت اماں جان اُمّ المؤمنینؓ کے پاس رہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ربوہ میں اپنے بچوں کے جو گھر بنا کر دیئے ہوئے ہیں، ان میں خالہ کا اور ہماری والدہ کا گھر ساتھ ساتھ ہیں دیوار سانجھی ہے۔ جب تک گھروں کے نقشے نہیں بدلے تھے اور مزید تعمیر نہیں ہوئی تھی، بعد میں کچھ مزید تعمیر ہوتی رہی تو بیچ میں دروازے بھی تھے، ایک دوسرے کے گھر آنا جانا تھا اور بڑی بے تکلفی ہوتی تھی۔ مَیں نے خالہ کو ہمیشہ ہنستے اور خوش دلی سے ملتے اور اپنے گھر میں ہر بڑے چھوٹے کا استقبال کرتے دیکھا ہے۔ مہمان نوازی آپ میں بہت زیادہ تھی۔ امیر ہو یا غریب ہو، بڑا ہے یا چھوٹا ہے، اپنے گھر آئے ہوئے کی خاطر کرتی تھیں۔ ان کے میاں، ہمارے خالو مکرم پیر معین الدین صاحب جو پیرا کبر علی صاحب کے بیٹے تھے ان کے خاندان کی اکثریت غیر از جماعت تھی۔ خالہ نے اُن کے ساتھ بھی بڑا تعلق نبھایا۔ مکرم پیر معین الدین صاحب کی ایک بھتیجی نے لکھا کہ ہمارے ددھیال والے غیر از جماعت ہیں لیکن اُن کے ساتھ بھی ہماری چچی کا سلوک بہت محبت اور پیار اور احترام کا تھا اور سب ان کی بہت قدر کرتے اور محبت سے ان کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ پیار کا سلوک اللہ کرے کہ قریب لانے کا باعث بھی بنے، ان کی دعائیں بھی قریب لانے کا باعث بنیں اور ان لوگوں کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچاننے اور ماننے کی توفیق ملے۔

اپنے بھانجے بھانجیوں، بھتیجے بھتیجیوں سے بڑی بے تکلفی اور پیار کا تعلق تھا اور وہ سب ان سے راز داری بھی کر لیتے تھے اور اسی بے تکلفی کی وجہ سے اُن کی نصیحت کو سنتے بھی تھے اور برا نہیں مناتے تھے۔ ڈانٹ بھی اُن کی پیار اور ہنسی کے ساتھ ہوتی تھی اگر نصیحت کرنی ہوتی تو ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت اماں جانؓ (اُمّ المؤمنینؓ) اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات سنا کر تنبیہہ اور نصیحت فرمایا کرتی تھیں۔ اُن کی ایک بھانجی نے مجھے بتایا کہ ایک موقع پر اُن سے اور ایک کزن سے غیر ارادی طور پر ایک ایسی غلطی ہوئی جس غلطی میں لطیفہ بھی تھا۔ دونوں بے چین تھیں کہ کسی بڑے کو بھی اس میں شامل کیا جائے لیکن جس طرف نظر دوڑاتے تھے یہی نظر آتا تھا کہ ڈانٹ پڑے گی۔ آخر دونوں ان کے پاس آئیں۔ انہوں نے بڑے تحمل سے ان کی بات سنی۔ لطیفہ بھی ایسا تھا کہ ہنسی بھی آئی اور پھر اُن کو پیار سے ڈانٹا بھی اور بتایا کہ ایسے موقع پر اسلامی تعلیم اس طرح کی ہے۔ تو کوئی موقع بھی اسلامی تعلیم کا، احمدیت کی روایات بیان کرنے کا ضائع نہیں کرتی تھیں۔ جب بھی موقع ملتا اس لحاظ سے سمجھانے کی کوشش کرتیں اور ان کی یہ ساری باتیں اسی کے گرد گھومتی ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی خاندان کی بچیوں کو سمجھاتیں کہ تمہارا اپنا ایک وقار ہے۔ تم لوگوں کو اُس کے اندر رہنا چاہئے۔ مَیں پہلے بھی جب اُن کے گھر گیا ہوں تو ہمیشہ خوب خاطر مدارات کی جس طرح کہ بڑوں کی کی جاتی ہے۔ اور خلافت کے بعد تو اُن کا تعلق پیار اور محبت کا اور بھی بڑھ گیا۔ اطاعت اور احترام بھی اُس میں شامل ہو گیا۔ با قاعدہ دعا کے لئے خط بھی لکھتی تھیں، پیغام بھی بھجواتی تھیں۔ خلافت کے ساتھ اظہار غیر معمولی تھا۔ یہاں دو مرتبہ جلسے پر آئی ہیں۔ انتہائی ادب اور احترام اور خلافت کا انتہا درجے میں پاس، جو کسی بھی احمدی میں ہونا چاہئے وہ اُن میں اُس سے بڑھ کر تھا۔ اس حد تک کہ بعض دفعہ اُن کے سلوک سے شرمندگی ہوتی تھی۔ جب بھی آتی تھیں تو یہی فرمایا کہ ہر سال آنے کو دل چاہتا ہے لیکن عمر کی وجہ سے سوچتی ہوں اور پھر بعض دفعہ پروگرام بنا کے پھر عمل درآمد نہیں ہوتا تھا۔

انتہائی ادب اور احترام اور خلافت کا انتہا درجے میں پاس، جو کسی بھی احمدی میں ہونا چاہئے وہ اُن میں اُس سے بڑھ کر تھا۔

جیسا کہ مَیں نے کہا، حضرت امّاں جان (اُمّ المومنینؓ) کے پاس بڑا عرصہ رہی ہیں۔ جب میری والدہ کی شادی ہو گئی تو زیادہ عرصہ پھر حضرت اماں جانؓ کے پاس ہی رہی ہیں۔ بہت روایات اور واقعات حضرت اماں جانؓ کے اُن کو یاد تھے۔ یہاں بھی جب ایک سال ایک جلسے پر آئی تھیں تو لجنہ یوکے کو کچھ ریکارڈ کروائے تھے، صدر صاحبہ لجنہ نے اس کا انتظام کیا تھا۔ وہ واقعات جو حضرت اماں جانؓ کے ہیں اگر ان کے حوالے سے شائع نہیں ہوئے تو لجنہ کو شائع کرنے چاہئیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک مرتبہ اپنی دو بیویوں کی حضرت امّاں جانؓ کے ہاں رات کی ڈیوٹی لگائی کہ باری باری جایا کریں۔ جب اُن کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو حضرت امّاں جانؓ نے فرمایا کہ میرے لئے تو یہ بچی ٹھیک ہے۔ مجھے اسی کی عادت ہو گئی ہے۔ کسی اور کو میرے پاس بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت اماں جانؓ

بھی آپ سے بہت محبت اور پیار کا سلوک کرتی تھیں۔ جب آپ کی شادی ہوئی تو حضرت اماں جانؓ بہت اداس رہنے لگی تھیں۔ جب کچھ دنوں کے بعد ملنے واپس آئی ہیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ان کو بازو سے پکڑ کر حضرت امّاں جانؓ کے پاس لے گئے اور کہا یہ لیں آپ کی بیٹی ملنے آئی ہے۔ تو حضرت امّاں جانؓ کا بھی بہت پیار کا سلوک تھا۔ خلافت کے تعلق میں بات کر رہا تھا۔ خلافت سے محبت اور وفا کے ضمن میں یہ بھی بتا دوں کہ وہ اس میں اس قدر بڑھی ہوئی تھیں کہ کسی بھی قریبی رشتے کی پرواہ نہیں کرتی تھیں اور اس وجہ سے بعض دفعہ اُن کو بعض پریشانیاں بھی اُٹھانی پڑیں لیکن ہمیشہ خلافت کے لئے وہ ایک ڈھال کی طرح کھڑی رہیں۔ اُن کے گھر میں پلنے بڑھنے والے لڑکے نے جو جوان ہے بلکہ بڑی عمر کا ہوگا، اُس نے مجھے لکھا کہ محترمہ بی بی جان کی وفات پر ہمارے دل کو بہت صدمہ پہنچا ہے کیونکہ ہم ایک نہایت نیک، دعا گو اور بزرگ ہستی سے محروم ہو گئے۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ بی بی جی نہایت نیک دعا گو، غریبوں اور مستحق لوگوں کی مدد کرنے والی، خدا ترس عورت تھیں۔ ہمیشہ سے ہمیں خلافت سے چمٹے رہنے کی تلقین کیا کرتی تھیں اور خلیفۂ وقت کے احکامات کی تکمیل کے لئے موقع ڈھونڈتی رہتی تھیں۔

پھر کہتے ہیں کہ محلے میں لجنہ کے کام بھی کرتی تھیں تو اکثر لجنہ کا جو 'مصباح' رسالہ ہے، اُس کا چندہ وغیرہ لینے کے لئے جو ممبرات تھیں اُن کے پاس مجھے بھیجا کرتی تھیں اور اگر کسی کے گھر سے دیر ہو جاتی یا چندہ نہیں آتا تھا تو اپنے پاس سے دے دیا کرتی تھیں اور یہی فکر رہتی تھی کہ چندے جمع کروانے میں لیٹ نہ ہوں۔

پھر یہ لکھا کہ کبھی کبھی بازار سے سودا لینے بھیجتیں تو پیسے تھوڑے ہو جاتے۔ مَیں اپنی طرف سے خرچ کر لیتا تو کہتیں فوراً میرے سے لے لیا کرو، مَیں کسی کا مقروض نہیں رہنا چاہتی۔ اسی طرح یہ لکھنے والے (ممتاز نام ہے اس کا) لکھتے ہیں کہ پھر جس مہینے کوئی زیادہ شادی کارڈ آتے تو مجھے فرماتیں کہ ان تمام کارڈ کی لسٹ بناؤ اور مجھے یاد کرا دینا اور بتاتی تھیں کہ خاندان کی یا بزرگوں کی جو سابقہ خادمہ یا پرانی خادمائیں تھیں اُن کے ہاں ضرور جاتی تھیں، یا کہتیں کہ ایک غریب لڑکی کی شادی ہے یہ ضرور یاد کرانا اور بعض اوقات دن میں تین تین بار کہتی تھیں کہ مَیں نے اس غریب لڑکی کی شادی پر ضرور جانا ہے، تیار رہنا۔ اور اسی طرح اُن کی اور نصیحتیں ہیں۔ ان کے داماد سید قاسم احمد نے لکھا ہے کہ خلیفۂ وقت سے محبت اور اطاعت میں خالہ نے محلّے کی لجنہ میں، جس کی وہ صدر رہی ہیں بہت غیر معمولی اثر پیدا کیا تھا۔ اس معاملے میں کسی دلیل کی ضرورت نہیں تھی بلکہ ایک فطری جذبہ تھا۔ جس دن وفات ہوئی ہے صبح بار بار کہہ رہی تھیں کہ حضور کی خدمت میں میرے لئے دعا کی درخواست کر دو۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُنہیں اپنی وفات کا اندازہ تھا کیونکہ اپنی ایک نواسی کو انہوں نے اپنی فوت شدہ ایک بھابھی کے بارے میں کہا کہ وہ آئی ہیں۔ بیٹیوں کو بلا کر پیار کیا اور کہا کہ مجھے معاف کر دینا۔ بے شمار خوبیاں تھیں۔ بطور ماں اور ساس اور بیوی کے ان کا نمونہ نہایت اعلیٰ تھا۔ اپنے میاں مرحوم کے مزاج کے مطابق اُن کا ہمیشہ خیال رکھا اور کبھی کوئی شکوے کا موقع نہیں دیا۔

خاص طور پر لڑکیوں کو، عورتوں کو اس بات کا خوب خیال رکھنا چاہئے کہ اُن کی سب سے پہلی ذمہ واری اپنے گھروں کو سنبھالنا ہے۔

یہ جو پرانے بزرگ ہیں ان کی مثالیں مَیں اس لئے بھی پیش کرتا ہوں کہ ہمارے نئے جوڑوں کو، ایسے خاندانوں کو، میاں بیوی کو جن کے مسائل پیدا ہوتے ہیں ان پر بھی غور کرنا چاہئے۔ خاص طور پر لڑکیوں کو، عورتوں کو اس بات کا خوب خیال رکھنا چاہئے کہ اُن کی سب سے پہلی ذمہ واری اپنے گھروں کو سنبھالنا ہے۔

پھر لکھتے ہیں اپنے میاں کی کامل اطاعت کی اور بیٹیوں کو بھی اپنے خاوندوں کے بارے میں یہی نصیحت کی کہ اپنے خاوندوں کا خیال رکھا کرو۔ کبھی اپنے میاں سے اُن کو بحث کرتے نہیں دیکھا۔ نصیحت کرتیں تو اکثر حضرت مسیح موعودؑ، حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت اماں جانؓ کا ذکر ہوتا۔ غصہ اگر کبھی آیا بھی تو بہت تھوڑی دیر کے لئے اور پھر وہی شفقت والا انداز ہوتا۔ اور لڑکیوں کو، خاندان کی لڑکیوں کو ہمیشہ نصیحت کیا کرتی تھیں کہ ان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم سے کسی کو ٹھوکر نہیں لگنی چاہئے۔ اللہ کرے کہ اُن کی یہ دعائیں اور یہ نصیحتیں اُن کی بچیوں کے بھی اور خاندان کی دوسری بچیوں کے بھی کام آنے والی ہوں۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ ملازموں کے ساتھ بھی بہت شفقت کا سلوک تھا۔ جو بچیاں گھر میں پل بڑھ کے جوان ہوئیں، اُن کا جہیز چھوٹی عمر سے ہی بنانا شروع کر دیا۔ شادیوں کے اخراجات بھی ادا کئے۔ بعض دفعہ دیکھنے میں آیا کہ کام کرنے والی خاتون اور اُن کی بیٹیوں نے انتہائی بدتمیزی کی۔ بعض نے مشورہ دیا کہ فوراً فارغ کر دینا چاہئے مگر فرماتی رہیں کہ ابھی تو مَیں نے ان کی شادیاں کرنی ہیں۔ شادی کے بعد اُن کے دکھ سکھ میں شامل ہوتی تھیں۔ آج کل جو مسائل پیدا ہوتے ہیں ان میں رشتوں کو نبھانے کے لئے یہ نصیحت بھی بڑی کام کی ہے کہ اکثر کہا کرتی تھیں کہ بہو کو سمجھانا ہوتو

بیٹے کو نصیحت کرنی چاہئے اور اگر داماد کو سمجھانا ہو تو بیٹی کو نصیحت کرنی چاہئے۔ احسان کرتے وقت طریق ایسا اختیار کرتیں کہ اگلے کو محسوس نہ ہو۔ عبادات اور چندوں میں غیر معمولی باقاعدگی تھی اور کوشش ہوتی تھی کہ اپنے اوپر اگر تکلیف بھی وارد کرنی پڑے تو زیادہ سے زیادہ کریں اور ان فرائض کو کبھی پَرے نہ کریں۔

1944ء میں جب حضرت مصلح موعودؓ نے جائیدادیں وقف کرنے کی تحریک کی تو آپ نے اپنا تمام زیور اس میں پیش کر دیا۔ تیرہ سال کی عمر میں قادیان میں منتظمہ دارالمسیح کا فریضہ انجام دیا۔ سیکرٹری ناصرات قادیان بھی رہیں۔ ہجرت کے بعد رتن باغ اور پھر ربوہ میں خدمات سرانجام دیں۔ اُن کو ہر طرح مختلف موقعوں پر خدمت کا موقع ملا اور کبھی یہ نہیں ہوا کہ اُن کو کسی عہدے کی خواہش ہو۔ عہدہ رکھتے ہوئے بھی اگر ایک معمولی سا کام کہا گیا تو فوراً اُس کے لئے تیار ہو جاتی تھیں۔ علمی اور انتظامی لحاظ سے، دینی تعلیم کے لحاظ سے بڑی باصلاحیت تھیں۔ انہوں نے اپنے ایک انٹرویو میں بتایا کہ رتن باغ لاہور میں ممانی جان حضرت صالحہ بیگم صاحبہؓ اہلیہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کے ساتھ رات کو دورہ کرتی تھیں اور جن کے پاس اوڑھنے کو کپڑا نہیں ہوتا تھا اُن کو کمبل دیا کرتی تھیں۔

یہ بھی ان کا تاریخی واقعہ ہے کہ 1949ء میں حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت اماں جانؓ کے ساتھ اُن کی گاڑی میں ربوہ آنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ فرمایا کرتی تھیں کہ یہ میری زندگی کا یادگار واقعہ ہے۔ مسجد مبارک ربوہ کی سنگِ بنیاد کی تقریب میں ایک اینٹ پر دعا کرنے والی خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواتین میں شامل تھیں۔ جب ربوہ آباد ہوا تو کچے مکان تھے، ان کو وہاں بھی ربوہ کے کچے مکانوں میں لجنہ کی خدمت کی توفیق ملی۔ پھر ان کو صدر لجنہ حلقہ دارالصدر شمالی بڑا لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔ 1973ء سے 1982ء تک نائب صدر لجنہ ربوہ رہیں۔ جب میری والدہ وہاں صدر لجنہ ربوہ تھیں تو اُس وقت اُن کے ساتھ کام کرنے کی توفیق ملی۔ پھر 82ء کے بعد ایک دو سال خدمتِ خلق کی سیکرٹری لجنہ رہیں، سیکرٹری ضیافت بھی رہیں اور اسی طرح محلّے کے علاوہ مختلف عہدوں پر کام کرتی رہیں اور ہر موقع پر جو بھی خدمت ان کے سپرد ہوئی، جو بھی عہدہ تھا بڑی عاجزی سے خدمت کیا کرتی تھیں۔ ان کی ایک بیٹی نے لکھا کہ اُمی کی بیماری میں اگر کوئی آپ سے ملاقات کے لئے آتا اور ملاقات نہ ہو سکنے کی وجہ سے واپس چلا جاتا تو آپ کو بہت زیادہ افسوس ہوتا تھا۔ ہمیں بار بار سمجھاتی تھیں کہ کوئی بھی جو ملاقات کے لئے آئے اُسے نہ روکا کرو۔ کبھی منع نہ کیا کرو۔ حضرت مصلح موعودؓ کی ڈیوڑھی سب کے لئے کھلی رہتی تھی ہر کوئی مل سکتا تھا تو پھر میری طرف سے کیسے انکار ہو سکتا ہے۔ پھر ایک بیٹی اُن کی لکھتی ہیں کہ اُمی کو اپنے سب بہن بھائیوں سے بہت محبت تھی۔ یہ بات مذاق میں بھی برداشت نہیں تھی کہ اُن کے بہن بھائیوں کے بارے میں کوئی بات کرے یا سوال کرے کہ فلاں آپ کا سگا بہن بھائی ہے یا سوتیلا۔ (حضرت مصلح موعودؓ کی بیویاں تھیں ہر بیوی سے مختلف اولاد تھی تو سگے سوتیلے کا بھی وہاں سوال نہیں اُٹھا) اور اگر کبھی کوئی پوچھ بھی لیتا تو فوراً کہتیں کہ یہ سگے سوتیلے کی باتیں نہیں کرنی کیونکہ یہ بات اباجان کو یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو سخت ناپسند تھی۔

لکھتی ہیں کہ ہمارے ایک غیر احمدی چچا نے کہا کہ بھابھی ہمیشہ بہت وقار کے ساتھ رہتی ہیں پھر والدہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ خالہ اُمی سے بہت محبت تھی اور اکثر کہا کرتی تھیں کہ باجی جان نے مجھے پالا ہے۔ ایک دفعہ اباجان نے مجھے باجی جان کے سپرد کر دیا اور باجی جان نے اُسے ہمیشہ نبھایا۔ (ہماری والدہ کو چھوٹے بہن بھائی باجی جان کہتے تھے)۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی ایک خواب کا ذکر کیا۔ بڑی لمبی خواب ہے جس میں حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہؓ آئی ہیں اور اَور باتوں کے علاوہ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو کہا کہ آپ مجھ سے خفا ہو گئے ہیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے خواب میں اُن کو جواب دیا کہ تم نے تو مجھے چھیرو (صاحبزادی امۃ النصیر کو گھر میں پیار سے چھیرو کہتے تھے) جیسی بیٹی دی ہے مَیں کیسے خفا ہو سکتا ہوں۔ (ماخوذ از رؤیا و کشوف سیدنا محمود صفحہ 568 رؤیا نمبر 598 زیر اہتمام فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

اپنے میاں کی کامل اطاعت کی اور بیٹیوں کو بھی اپنے خاوندوں کے بارے میں یہی نصیحت کی کہ اپنے خاوندوں کا خیال رکھا کرو۔ کبھی اپنے میاں سے اُن کو بحث کرتے نہیں دیکھا۔

اس بات کا بہت خیال رکھتی تھیں کہ آپ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں اور یہ کہ آپ کی وجہ سے حضور رضی اللہ عنہ کی ذات پر کوئی حرف نہ آئے۔ ایک واقعہ جو آپ نے کئی اجلاسات میں بھی سنایا کہ ایک دفعہ آپ اپنے بھائی کے گھر جا رہی تھیں جو سڑک کے دوسری طرف تھا۔ یعنی ادھر ان کا گھر ہے اور سڑک کے پار بھائی کا گھر تھا کہ سامنے تو بھائی کا گھر ہے جہاں جانا ہے تو آپ نے بجائے اس کے کہ باقاعدہ برقعہ پہنیں اور نقاب باندھیں برقعہ کا نچلا حصہ سر پر ڈال لیا، برقعہ کا جو کوٹ ہوتا ہے وہ

سر پر ڈال کے گھونگٹ نکال کے چل پڑیں جب گھر سے باہر نکلیں اور سڑک کے درمیان میں پہنچیں تو دیکھا کہ حضرت مصلح موعودؓ بھی سڑک پر تشریف لا رہے ہیں، پرانے زمانے کی بات ہے، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ قصرِ خلافت سے اس طرف آ رہے تھے۔ فرماتی ہیں کہ میرے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ چنانچہ مَیں اسی طرح اپنے گھر آ گئی۔ میرا خیال تھا کہ حضورؓ کا دھیان میری طرف نہیں ہوگا۔ اگلے روز جب مَیں ناشتے کے وقت حضورؓ سے ملنے گئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا۔ دیکھو تم ایک قدم آگے بڑھاؤ گی تو لوگ دس قدم آگے بڑھائیں گے۔ پس پردے کا خیال، لحاظ رکھو۔ اس طرح حضرت مصلح موعودؓ تربیت فرمایا کرتے تھے۔ اللہ کرے ان کے بچوں میں بھی اور خاندان کی باقی بچیوں میں بھی اور جماعت کی بچیوں میں بھی پردے کا احساس اور خیال ہمیشہ رہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے جو مضمون لکھا جس کا مَیں نے ذکر کیا تھا اُس میں آپ لکھتے ہیں کہ امۃ النصیر جو تین ساڑھے تین سال کی عمر کی بچی ہے اور ہر وقت اپنی ماں کے پاس رہنے کے سبب اس سے بہت زیادہ مانوس تھی۔ اپنے بھائی کے سمجھانے کے بعد وہ خاموش سی ہوگئیں جیسے کوئی حیران ہوتا ہے، وہ موت سے ناواقف تھیں، وہ موت کو صرف دوسروں سے سن کر سمجھ سکتی تھیں، نامعلوم اُس کے بھائی نے اُسے کیا سمجھایا کہ وہ نہ روئی، نہ چیخی نہ چلائی، وہ خاموش پھرتی رہی اور جب سارہ بیگم کی لاش کو چارپائی پر رکھا گیا اور جماعت کی مستورات جو جمع ہوگئی تھیں، رونے لگیں تو (صاحبزادی امۃ النصیر) کہنے لگی کہ میری اُمی تو سو رہی ہیں یہ کیوں روتی ہیں؟ میری اُمی جب جاگیں گی تو مَیں اُن سے کہوں گی کہ آپ سوئی تھیں اور عورتیں آپ کے سرہانے بیٹھ کر روتی تھیں۔

جب ان کی والدہ کی وفات ہوئی ہے تو حضرت مصلح موعودؓ سفر پر تھے اور پیچھے سے اُن کی تدفین ہوگئی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ جب مَیں سفر سے واپس آیا اور امۃ النصیر کو پیار کیا تو اُس کی آنکھیں پُر نم تھیں لیکن وہ روئی نہیں۔ مَیں نے اُسے گلے لگا کر پیار کیا مگر وہ پھر بھی نہیں روئی حتیٰ کہ مجھے یقین ہوگیا کہ اُسے نہیں معلوم کہ موت کیا چیز ہے مگر نہیں یہ میری غلطی تھی۔ یہ لڑکی مجھے ایک اور سبق دے رہی تھی۔ سارہ بیگم دارالانوار کے نئے مکان میں فوت ہوئیں۔ جب ہم اپنے اصلی گھر دارالمسیح میں واپس آئے تو معلوم ہوا اُس کے پاؤں میں بوٹ نہیں۔ ایک شخص کو بوٹ لانے کے لئے کہا گیا۔ وہ بوٹ لے کر دکھانے کے لئے لایا تو میں نے امۃ النصیر سے کہا تم پسند کرلو۔ جو بوٹ تمہیں پسند ہو وہ لے لو۔ وہ دو قدم تو بے دھیان چلی گئی پھر یکدم رکی اور ایک عجیب حیرت ناک چہرے سے ایک دفعہ اُس نے میری طرف دیکھا اور ایک دفعہ اپنی بڑی والدہ کی طرف (یعنی حضرت اُم ناصرؓ کی طرف) جس کا یہ مفہوم تھا کہ تم تو کہتے ہو جو بوٹ پسند ہو وہ لے لو مگر میری ماں تو فوت ہو چکی ہے۔ مجھے بوٹ لے کر کون دے گا؟ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ اُس حالت میں وفورِ جذبات سے اُس وقت مجھے یقین تھا کہ مَیں نے بات کی یا وہاں ٹھہرا رہا تو آنسو میری آنکھوں سے ٹپک پڑیں گے۔ اس لئے مَیں نے فوراً منہ پھیر لیا اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے چل دیا کہ بوٹ اپنی اُمی جان کے پاس لے جاؤ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ لکھتے ہیں کہ ہمارے گھر میں سب بچے اپنی ماؤں کو اُمی کہتے ہیں اور میری بڑی بیوی اُم ناصر کو اُمی جان کہتے ہیں تو مَیں نے جاتے ہوئے مڑ کر دیکھا تو امۃ النصیر اپنے جذبات پر قابو پا چکی تھیں۔ وہ نہایت استقلال سے بوٹ اُٹھائے اپنی امی جان کی طرف جا رہی تھی۔ بعد کے حالات نے اس امر کی تصدیق کر دی کہ وہ اپنی والدہ کی وفات کے حادثے کو باوجود چھوٹی عمر کے خوب سمجھتی ہے۔

(ماخوذ از میری سارہ انوار العلوم جلد نمبر 13 صفحہ 187-186)

> اکثر کہا کرتی تھیں کہ بہو کو سمجھانا ہو تو بیٹے کو نصیحت کرنی چاہئے
> اور اگر داماد کو سمجھانا ہو تو بیٹی کو نصیحت کرنی چاہئے۔

پھر حضرت خلیفہ ثانیؓ اُن کے لئے دعا کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ اس ننھی سی کلی کو مرجھا جانے سے محفوظ رکھے۔ وہ اس چھوٹے سے دل کو اپنی رحمت کے پانی سے سیراب کرے اور اپنے خیالات اور اچھے افکار اور اچھے جذبات کی کھیتی بنائے جس کے پھل ایک عالم کو زندگی بخش ایک دنیا کے لئے موجب برکت ثابت ہوں۔ ارحم الراحمین خدا تُو جو دلوں کو دیکھتا ہے، جانتا ہے کہ یہ بچی کس طرح صبر سے اپنے جذبات کو دبا رہی ہے تیری صفات کا علم تو نامعلوم اسے ہے یا نہیں مگر تیرے حکم پر تو وہ ہم سے بھی زیادہ بہادری سے عامل ہے۔ اے مغیث! مَیں تیرے سامنے فریادی ہوں کہ اس کے دل کو حوادث کی آندھیوں کے اثر سے محفوظ رکھ۔ جس طرح اُس نے ظاہری صبر کیا ہے اسے باطن میں بھی صبر دے۔ جس طرح اُس نے ایک زبردست طاقت کا مظاہرہ کیا ہے تُو اُسے حقیقی طاقت بھی بخش۔ میرے ربّ! تیری حکمت نے اُسے اس کی ماں کی محبت سے اس وقت محروم کر دیا ہے جبکہ وہ ابھی محبت کا سبق سیکھ رہی تھی۔ عشق و محبت کے سرچشمے! تُو اُسے اپنی محبت کی گود میں اُٹھا لے اور اپنی محبت کا بیج اُس کے دل میں بو دے۔ ہاں ہاں تو اسے اپنے لئے وقف کر لے۔ اپنی خدمت کے لئے چن لے۔ وہ تیری، ہاں صرف تیری محبت کی متوالی، تیرے در کی بھکارن اور تیرے دروازے پر دھونی رمانے والی ہو اور تو اُسے دنیا کی نعمت

بھی دے تا وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل نہ ہو۔ باوجود ہر قسم کی عزت کے اُس کا دنیا سے ایسا تعلق ہو جیسا کہ کوئی شخص بارش کے وقت ایک کمرے سے دوسرے کمرے کی طرف جاتے وقت دوڑتا ہوا گزر جاتا ہے۔‘‘

(ماخوذ از میری سارہ انوار العلوم جلد نمبر 13 صفحہ 188-187)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی جو ساری زندگی تھی اس میں نظر آتا تھا کہ یہ دعا حضرت مصلح موعودؓ کی بڑی شان سے پوری ہو رہی ہے۔ اللہ کرے کہ ان کے بچے بھی اس دعا کے مصداق بنیں بلکہ خاندان کے تمام افراد اور جماعت کے تمام افراد اس دعا کے مصداق بننے والے ہوں۔

پھر اپنے تمام بچوں کے لئے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک دعا کی جو مَیں سمجھتا ہوں بیان کرنی ضروری ہے۔ مَیں پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کا مصداق پوری جماعت کو بھی بنائے۔ کیونکہ آجکل یہ زمانہ ہے جس میں انشاء اللہ ہم آئندہ فتوحات کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں۔ تو اگر یہ ہماری حالت رہے گی تب ہی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ آپ کی یہ دعا ہے کہ ’’ اے میرے ربّ! اپنے باقی بچوں کو بھی تیرے سپرد کرتا ہوں۔ یہ دنیا کے گُتّے نہ ہوں، یہ تیری جنت کے پرند ہوں۔ یہ دین کے ستون ہوں اور بیت اللہ کے محافظ۔ آسمان کے ستارے جو تاریکی میں گمراہوں کے رہنما ہوتے ہیں۔ چمکنے والا سورج جو تاریکی کو پھاڑ کر محنت، ترقی اور کسب کے لئے راستہ کھول دیتا ہے۔ سوتوں کو جگاتا اور بچھڑوں کو ملاتا ہے۔ یہ محبت کے درخت ہوں جن کے پھل بغض وحسد کی کڑواہٹ سے کلی طور پر پاک ہوتے ہیں۔ یہ راستے کا کنواں ہوں جو سایہ دار درختوں سے گھرا ہوا ہو جس پر ہر تھکا ہوا مسافر ہر واقف اور ناواقف آرام کے لئے ٹھہرتا ہو۔ جس کا ٹھنڈا پانی ہر پیاسے کی پیاس بجھاتا اور جس کا لمبا سایہ ہر بے کس کو اپنی پناہ میں لیتا ہو۔ یہ ظالموں کو ظلم سے روکنے والے، مظلوموں کے دوست، خود موت قبول کر کے دنیا کو زندہ کرنے والے، خود تکلیف اُٹھا کر لوگوں کو آرام دینے والے ہوں۔ وہ وسیع الحوصلہ، کریم الاخلاق اور طویل الایادی ہوں۔ جن کا دسترخوان کسی کے لئے ممنوع نہ ہو۔ وہ سابق بالخیرات ہوں۔ ان کا ہاتھ نہ گردن سے بندھا ہوا ہو نہ اس قدر کھلا کہ ندامت وشرمندگی اس کے نتیجے میں پیدا ہو۔ اے میرے ہادی! وہ دین کے مبلغ ہوں۔ اسلام کی اشاعت کرنے والے، مردہ اخلاق کو زندہ کرنے والے، تقویٰ کے مٹے ہوئے راستوں کو پھر روشن کرنے والے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوان، لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کے مصداق، ابنائے فارس کی سنت کو قائم رکھنے والے، تیرے لئے غیرت مند، تیرے دین کے لئے سینہ سپر، تیرے رسولوں کے فدائی، پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے سردار کے حقیقی فرزند، عاشقِ صادق جن کے عشق کی آگ کبھی دھیمی نہ ہوتی ہو۔ اے میرے مالک! وہ تیرے غلام ہوں، ہاں صرف تیرے غلام۔ دنیا کے بادشاہوں کے سامنے اُن کی گردنیں نیچی نہ ہوں لیکن تیرے دربار میں وہ سب سے زیادہ منکسر المزاج ہوں۔ پاک نسلوں کے چھوڑنے والے، دنیا کو معرفت کی راہوں پر چلانے والے، ایک نہ مٹنے والی نیکی کا بیج بونے والے۔ نیکوں کو اوراونچا لے جانے والے، بدوں کی اصلاح کرنے والے مردہ دلی سے متنفر اور روحانی زندگی کے زندہ نمونے۔ اے میرے حیّ وقیوم خدا! وہ اور ان کی اولادیں اور ان کی اولادیں ابد تک دنیا میں تیری امانت ہوں جس میں شیطان خیانت نہ کر سکے۔ وہ تیرا مال ہوں جسے کوئی چُرا نہ سکے۔ وہ تیرے دین کی عمارت کے لئے کونے کا پتھر ہوں جسے کوئی معمار رد نہ کر سکے۔ وہ تیری کھنچی ہوئی تلواروں میں سے ایک تلوار ہوں جو ہر شر کو جڑ سے کاٹنے والی ہو۔ وہ تیرے عفو کا ہاتھ ہوں جو گناہگاروں کو معاف کرنے کے لئے بڑھایا جائے۔ وہ زیتون کی شاخ ہوں جو طوفان کے ختم ہونے کی بشارت دیتی ہے۔ ہاں اے حیّ وقیوم خدا! وہ تیرا بگل ہوں جو تُو اپنے بندوں کو جمع کرنے کے لئے بجاتا ہے۔ غرضیکہ وہ تیرے ہوں اور تُو اُن کا ہو یہاں تک کہ اُن میں سے ہر ایک اس وحدت کو دیکھ کر کہہ اُٹھے کہ

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں، من دیگرم تو دیگری

آمین ثم آمین وبرحمتك استغيث ياربّ العالمين

(میری سارہ، انوار العلوم جلد 13 صفحہ 188، 189)

یہ وہ دعا ہے جو اللہ کرے کہ پوری جماعت کے ہر فرد پر پوری ہو۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے اور ان کے بچوں کو ان کی نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل 9 ردسمبر 2011ء تا 15 ردسمبر 2011ء)

ایک تم ہی نہیں لوگ تو سارے ہیں وہی...

مکرمہ رضیہ ناصر صاحبہ۔ Herborn

حضرت صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ مرحومہ، آپ کے لئے مرحومہ کا لفظ استعمال کرتے ہوئے میرا دل دکھی ہو رہا ہے۔ اگرچہ یہ ایک دعا ہے جو ہم اپنے پیاروں کو جو ہم سے بچھڑ جاتے ہیں، ان کو دیتے ہیں۔ بہرحال کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کے مصداق

؎ بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

یہ خداتعالیٰ کا ایک نہ ٹلنے والا قانون ہے کہ ہر ذی روح جس کو زندگی ملتی ہے اس کو فنا بھی ہے۔ موت زندگی کی وہ سچائی ہے جس سے بچنا ناممکن ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جو لوگ اپنی زندگی کے ہر لمحے کو اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرتے ہیں وہی اصل زندگی بھی پاتے ہیں۔

اپنی زندگی کے ہر لحہ کو اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرنے والی ایک روشن مثال حضرت صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ (جو کہ بی بی چھیرو کے نام سے معروف تھیں) ہیں۔ آپ ایک کامیاب داعی الی اللہ، زبردست مجاہدہ، عظیم ماں اور شفیق صدر لجنہ اماء اللہ تھیں۔ میں نے جب ہوش سنبھالا انکو اپنے محلّہ دارالصدر شمالی ربوہ کی صدر پایا۔ اگرچہ ان سے جو میری یادیں وابستہ ہیں وہ بیس سال پرانی ہیں لیکن اب جب لکھنے بیٹھی ہوں تو فلم کی طرح وہ مناظر آنکھوں کے سامنے آنے لگ گئے ہیں۔

آپ کی زیرِ صدارت ہمارا محلّہ ربوہ میں پہلی پوزیشن حاصل کرنے والے محلوں میں سے ایک تھا۔ آپ کا اجلاس منعقد کروانے کا انداز اتنا دلچسپ ہوتا تھا کہ گھنٹوں گزر جاتے لیکن پتہ بھی نہ چلتا۔ جب تلاوت اور حدیث کا ترجمہ پڑھ کر سنایا جاتا تو باری باری کئی ممبرات سے سنتیں تاکہ ممبرات غور سے سنیں اور وہ ممبرات جن کو سمجھ نہیں آئی ان کو بھی سمجھ آجائے۔ پھر جو ممبرات تعلیم یافتہ نہ ہوتیں ان سے کہتیں کہ چاہے وہ پنجابی میں ہی مفہوم بتائیں لیکن بتائیں ضرور تاکہ ایک تو ان کو بات بیان کرنی آئے اور دوسرے ان میں خود اعتمادی پیدا ہو۔ اسی طرح جو مضامین وہاں پڑھے جاتے وہ بھی بہنوں سے باری باری پوچھتیں اور ساتھ ساتھ خود بھی وضاحت کرتی جاتیں۔ اس طریق سے اجلاس کے دوران ہی سب چیزیں خاص طور پر احادیث زبانی یاد ہو جاتیں۔ میں نے پہلی دفعہ احادیث کی کتاب ”حدیقۃ الصالحین“ ان کے ہاتھ میں ہی دیکھی تھی کیونکہ وہ ہمیشہ اسی میں سے احادیث پڑھواتی تھیں۔

ہمارا حلقہ کیونکہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھروں کے ساتھ ہی ملحق ہے یعنی آدھی تعداد خاندانِ مسیح موعود علیہ السلام کی خواتین کی اور آدھی دوسری خواتین کی ہے لیکن اجلاس کے دوران وہ اپنے خاندان کی بجائے ہم ممبرات سے زیادہ توجہ اور پیار کا سلوک فرماتیں اور زیادہ بولنے کا موقع دیتیں۔ یہاں تک کہ عاملہ ممبرات میں بھی ان کے خاندان کی خواتین کی بجائے زیادہ تعداد دوسری خواتین کی تھی۔

آپ نوّر اللہ مرقدھا بات کو سمجھاتے وقت جہاں ضرورت محسوس کرتیں عملی طور پر بھی سمجھانے کی کوشش کرتیں مثلاً جب پردہ کرنے کی طرف توجہ دلاتیں تو اجلاس میں باقاعدہ پردہ کر کے دکھاتیں کہ اس طرح پردہ کرنا چاہئے۔ آپ دوہرے نقاب والی ابری استعمال کرتی تھیں۔ ایک نقاب سے چہرہ ڈھانپ لیتیں اور پھر دوسرا نقاب چہرے پر گرا لیتیں۔ یہ پردہ آپ کی آخری عمر تک قائم رہا۔ باریک اور چھوٹی آستین والے لباس کو ناپسند فرماتیں۔ اس حوالے سے اپنے ابا جان یعنی حضرت مصلح موعودؓ کے کئی واقعات سناتیں مثلاً ایک مرتبہ خاندان کی کسی بچی نے اپنی شادی کے لئے باریک کپڑے کی قمیض سی تو حضرت مصلح موعودؓ نے اسے قینچی سے کاٹ کر کوڑے میں پھینکوا دیا۔

میری بڑی بہن مکرمہ نسرین حمید صاحبہ سیکرٹری ناصرات تھیں، ایک دفعہ انہوں نے مجھے ناصرات کی رپورٹ دے کر صاحبزادی صاحبہ کے گھر بھجوایا۔ ان دنوں میں نے نیا نیا کوٹ پہننا شروع کیا تھا۔ اس وقت کھدّر کے مختلف

رنگوں کے کوٹوں کا بہت فیشن تھا۔ میں نے بھی کھدّر کا کوٹ پہنا ہوا تھا جو کہ بمشکل گھٹنوں تک تھا، مجھے دیکھ کر کہنے لگیں کہ تم نے چھوٹا کوٹ کیوں پہنا ہوا ہے؟ میں نے کم عقلی کی وجہ سے خاندان کی کسی لڑکی کا نام لے دیا کہ وہ بھی تو اتنا چھوٹا کوٹ پہنتی ہے۔ میری بات سن کر ایک لحہ کے لئے خاموش ہوگئیں، پھر بڑے دکھی انداز میں کہنے لگیں کہ "آپ کو علم ہے کہ اگر خاندان کے لوگ کوئی غلط کام کریں گے تو عام لوگوں کی نسبت وہ زیادہ پوچھے جائیں گے اور گناہ کے زیادہ مرتکب ہوں گے کیونکہ وہ ایک نبی یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے ہیں"۔ پھر کہنے لگیں کہ "بٹیا آپ نے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی ہے، نہ کہ ان کے خاندان کی"۔ انہوں نے اتنے پیار اور دلیل سے مجھے سمجھایا کہ دوبارہ اس طرح کی بات میرے دماغ میں نہیں آئی۔

مجھے جب کبھی ان کے گھر جانے کا اتفاق ہوا بہت پیار سے اٹھ کر ملتیں، خیریت دریافت کرتیں اور موسم کے مطابق شربت وغیرہ پلواتیں۔ یہ کبھی نہ سوچتیں کہ یہ تو اپنے کسی کام کیلئے آئی ہے۔ خدا نے جتنا خوبصورت چہرہ دیا تھا اس سے کہیں زیادہ خوبصورت سیرت کی مالک تھیں۔ اتنی عاجزی اور انکساری کہ بعض اوقات حیرانگی ہوتی تھی۔ اکثر اپنے لئے عاجزہ کا لفظ استعمال کرتیں۔ ان کے گھر میں جو خادم بچیاں تھیں ان کی تعلیم کا بہت دھیان رکھتیں۔ ان کو اچھا کھلاتیں۔ کئی بچیوں کے لئے جہیز تیار کروایا اور پھر ان کے لئے اچھے رشتے تلاش کر کے ان کو رخصت کیا۔

میری بڑی بہن مکرمہ بشریٰ نوید صاحبہ جو اس وقت اپنے حلقہ کی صدر ہیں۔ جب وہ ناصرات الاحمدیہ سے لجنہ اماء اللہ میں آئیں تو صاحبزادی صاحبہ نے امی جان سے کہا کہ "بچی بڑی ہوگئی ہے، اب اس کو برقعہ پہنائیں"۔ امی جان نے کہا کہ بی بی دعا کریں۔ اس وقت ہماری زمینوں پر غیر از جماعت لوگوں نے قبضہ کیا ہوا تھا اور ہمارے مالی حالات کافی کمزور تھے۔ ان حالات میں برقعہ خریدنے کی گنجائش نہیں تھی۔ بی بی صاحبہ نے صرف دعا کا کہنے سے ہی بات سمجھ لی اور اگلے ہی روز ان کی خادمہ ہمارے گھر بہت خوبصورت اور نیا کپڑا لے کر آئی کہ یہ برقعہ کا کپڑا بی بی جی نے بچی کے لئے تحفہ بھجوایا ہے۔ اس طرح تو کوئی اپنا ہی احساس کر سکتا ہے اور دل کی بات سمجھ سکتا ہے۔

اسی طرح میری بڑی بہن کا رشتہ طے پا رہا تھا۔ امی نے دعا کے لئے کہا تو بڑی توجہ سے اور دلچسپی سے لڑکے کے بارہ میں اور ان کے خاندان کے متعلق پوچھا اور تسلی دی کہ میں ضرور دعا کروں گی۔ پھر جب شادی طے پائی تو شادی سے چند ہفتے قبل اچانک خادمہ کے ساتھ تشریف لائیں۔ آپ نہ صرف کافی سارے خوبصورت ان سلے سوٹ ہمراہ لائی تھیں بلکہ امی کو ساتھ بٹھا کر سوٹ دیئے اور ہر سوٹ کا ڈیزائن بھی بتایا کہ اس کا کرتا پاجامہ بنائیں اس کرتے پر یہ گلا بنائیں اس طرح سلائی کریں وغیرہ وغیرہ۔ ایک انتہائی خوبصورت کپڑا نکال کر دیا کہ اس کا لہنگا بنوائیں کیونکہ یہ سب سے بھاری اور خوبصورت ہے اس لئے اس کا لہنگا خوبصورت لگے گا۔ پھر پوچھنے لگیں کہ "بچی نے رخصت ہو کر کہاں جانا ہے؟" امی نے بتایا کہ گجرات جانا ہے۔ کہنے لگیں کہ ربوہ سے گجرات تو کافی دور ہے، جون کا مہینہ ہے لڑکی تو گرمی سے گھبرا جائے گی۔ اس لئے جب بچی رخصت ہونے لگے تو اس کے کپڑے بدلوا دیں۔ کوئی لان کا سوٹ پہنوا دیں لیکن کوشش کریں کہ لان کا سوٹ سرخ ہو اور اس پر ہلکا سا گوٹا لگالیں تا کہ کپڑے بدل کر بھی لڑکی دلہن ہی لگے اور اس کی نند کو سمجھا دیں کہ گھر پہنچ کر بچی کو دلہن کی طرح دوبارہ سجادیں۔

شادی والے دن ہمارے گھر میں نور ہی نور اور برکت ہی برکت پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ اور خاندان کی خواتینِ مبارکہ ہمارے گھر تشریف لائی تھیں۔ حضرت چھوٹی آپا نے اپنے کانوں سے بالیاں اتار کر تبرک کے طور پر میری بہن کو دیں۔ حضرت صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ بارات کے ساتھ آئی ہوئی خواتین سے کہنے لگیں کہ "مجھے اور سارے محلے کو ان بچیوں پر فخر ہے۔ وہ گھر خوش قسمت ہیں جن میں یہ بیاہ کر جائیں گی"۔ ان کی یہ بات سن کر ہم سب کے تو آنسو نکل آئے کہ کہاں اتنی عظیم ہستی اور کہاں ہم غریب گناہ گار۔ ہم کہاں اس قابل ہیں کہ ہماری اتنی تعریف کی جاتی یہ تو ان کا بڑا پن ہے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے میری چاروں بہنوں کی شادیوں پر حضرت چھوٹی آپا جان، صاحبزادی امتہ النصیر بیگم صاحبہ اور خاندان کی دوسری خواتین مبارکہ تشریف لائیں اور اپنی قیمتی اور انمول دعاؤں سے نوازا۔ حضرت صاحبزادی صاحبہ کا رویہ ہمیشہ ہمارے ساتھ ماں کی طرح کا ہی رہا۔ ذرا سا کوئی اچھا کام کرتے تو بہت سراہتیں لیکن جب کوئی غلطی کرتے تو بہت حکمت سے بغیر نام لئے غلطی کی نشاندہی کر دیتیں تا کہ غلطی کرنے والے کو اپنی غلطی کا

احساس بھی ہو جائے اور ندامت بھی نہ ہو۔

ان کی طبیعت میں سادگی تھی لیکن بہت پر وقار تھیں۔ ہمیشہ دلیل کے ساتھ سمجھاتیں۔ایک نظر میں ہی انسان کی ضرورت کا اندازہ لگا لیتیں۔ایک دفعہ ہمارے گھر بہت اچھی حالت کا بڑے سائز کا بہت خوبصورت قالین اس پیغام کے ساتھ بھجوایا کہ ''یہ بچیوں کیلئے ہے تا کہ وہ قالین پر بیٹھ کر سکول، کالج کا کام آسانی سے کر سکیں''۔

میری فیملی یہاں جرمنی میں تقریباً بیس سال سے رہ رہی ہے۔اتنا وقت گزر جانے کے باوجود جب بھی ہم میں سے کسی کی ان سے ملاقات ہوتی تو باقی سب بہنوں کے نام لیکر خیریت دریافت کرتیں اور پر خلوص سلام اور دعاؤں کا تحفہ بھجواتیں۔

وفات سے چند روز قبل میری بہن ان سے ملنے گئیں تو بہت پیار سے پاس بٹھا کر دیر تک باتیں کرتی رہیں پھر کہنے لگیں کہ'' بے وفا اتنی دیر سے کیوں ملنے آئی ہو؟''میں جب چھوٹی تھی تو حضور کے خاندان کی ایک لڑکی میری سہیلی تھی۔صاحبزادی صاحبہ رشتہ میں ان کی خالہ لگتی تھیں۔میں نے بھی اس کی دیکھا دیکھی ''خالہ چھیرو'' کہنا شروع کر دیا لیکن انہوں نے مجھے کبھی نہ ٹوکا کہ تم کیوں مجھے خالہ کہتی ہو تمھاری تو میں رشتہ دار نہیں ہوں۔پھر بڑی ہو کر مجھے خود ہی احساس ہو گیا اور میں نے خالہ کہنا چھوڑ دیا۔انکی کس کس شفقت کو یاد کروں ان کی خوبیاں بیان کرتے کرتے کئی کتابیں بھر جائیں گی اور پھر بھی تشنگی رہ جائے گی کہ شاید حق ادا نہ ہو سکے۔خدا تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے جنت کے فرشتوں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہو اور وہ جنت کے باغوں میں سکون سے ہوں۔خدا تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نیک نمونہ اور سیرت کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

حضرت صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ کی عاجزی وانکساری

مکرمہ امتہ الشکور صاحبہ۔ Eich-Worms

حضرت مصلح موعودؓ کی بیٹی حضرت صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ انتہائی مشفق ملنسار اور بہت پیار کرنے والی شخصیت تھیں۔مسکراہٹ آپ کی شخصیت کا ایک خاص حصہ تھی۔جب میں نے آپ کی وفات کا سنا تو مجھے بہت افسوس ہوا۔اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے (آمین)

میرے والد چونکہ جماعتی کارکن تھے اس لئے حضرت صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ کا ہمارے گھر بہت آنا جانا تھا۔ہم بہنوں کی شادی کے موقع پر بھی انہوں نے شرکت کی۔ایک دفعہ آپ اپنی خادمہ کے ساتھ ہمارے گھر تشریف لائیں۔میرے ہاں پہلے بچے کی پیدائش متوقع تھی اس لئے میں شرم کی وجہ سے ان کے سامنے نہ گئی۔امی جان کے سمجھانے پر کہ اندر جا کر بی بی صاحبہ کو سلام کرو۔جب میں آپ سے ملنے گئی تو آپ نے نہایت پیار اور توجہ سے میرے ساتھ بات کی۔آپ کو سلام کرنے کے بعد جب میں کمرے سے باہر آ گئی تو میری امی جان نے آپ سے کہا کہ ''اسے اس حالت میں آپ کے سامنے آتے ہوئے شرم آ رہی تھی۔''تو انہوں نے میری امی سے کہا کہ ''امتہ الشکور کو کہنا کہ میری بیٹی امتہ النور کے لئے دعا کرے اس حالت میں اگر کوئی عورت دوسری عورت کے لئے دعا کرے تو دعا قبول ہوتی ہے۔''

جب امی جان نے مجھے ان کا پیغام دیا تو میں حیران ہو گئی کہ حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کی یہ بزرگ شخصیت مجھے دعا کے لئے کہہ رہی ہیں یہ واقعہ تو بہت چھوٹا ہے لیکن اس سے ان کی شخصیت کا یہ پہلو سامنے آتا ہے کہ ان میں کتنی عاجزی تھی کہ مجھ جیسی عام سی لڑکی کو دعا کے لئے کہہ رہی تھیں۔اللہ تعالیٰ ان جیسے اخلاق ہم سب میں پیدا کرے اور ان کے خاندان کو صبر جمیل عطا کرے (آمین)

رخصتانہ

مندرجہ ذیل چند اشعار میری بھتیجی عزیزہ امتہ النصیر سلمہا اللہ تعالیٰ (جو سارہ بیگم مرحومہ کے بطن سے ہیں) کی رخصتی کے دن قدرتی دردمند جذبات کے ماتحت کہے گئے جو ربوہ میں محفل شادی میں پڑھے گئے۔

(مبارکہ بیگم ۲۹/جنوری ۱۹۵۲ء)

(1)

بزبان حضرت مصلح موعودؓ

یہ راحت جاں نور نظر تیرے حوالے
یارب مرے گلشن کا شجر تیرے حوالے

اک روٹھنے والی کی امانت تھی مرے پاس
اب لخت دل خستہ جگر تیرے حوالے

ظاہر میں اسے غیر کو میں سونپ رہا ہوں
کرتا ہوں حقیقت میں مگر تیرے حوالے

پہنے ہے یہ ایمان کا اخلاق کا زیور
یہ لعل یہ الماس و گہر تیرے حوالے

یہ شاخ قلم کرتا ہوں پیوند کی خاطر
اتنا تھا مرا کام "ثمر" تیرے حوالے

سنت تیرے مرسل کی ادا کرتا ہوں پیارے
دلبند کو سینہ سے جدا کرتا ہوں پیارے

(2)

بزبان عزیزہ امتہ النصیر بیگم

یہ نازش صد شمس و قمر تیرے حوالے
مولا مرا نایاب پدر تیرے حوالے

اس گھر میں پلی بڑھ کے جواں ہو کے چلی میں
پیارے ترے ''محبوب'' کا گھر تیرے حوالے

سب چھٹتے ہیں ماں باپ بہن بھائی بھتیجے
یہ باغ یہ بوٹے یہ ثمر تیرے حوالے

گھر والے تو یاد آئیں گے یاد آئے گا گھر بھی
یہ صحن یہ دیوار یہ در تیرے حوالے

جب مجھ کو نہ پائیں گے تو گھبرائیں گے دونوں
یارب مری امی کے پسر تیرے حوالے

مجبور ہوں مجبور ہوں منہ موڑ رہی ہوں
چھوڑا نہیں جاتا ہے مگر چھوڑ رہی ہوں

(کلام حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ از دُرِّعدن: صفحہ 58 تا 60)

اظہار عقیدت

مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ۔ Amerika

حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ

اکثر نرگس کا پھول صرف گلدانوں میں سجا ہوتا ہے۔ شاید ہی کسی نے باغ میں، جنگل میں یا کسی خود رو سبزہ کے آس پاس یوں دیکھا ہو کہ آنکھیں بند ہوتے ہوئے بھی اس کی خوشبو کو محسوس کیا جا سکے کہ آس پاس ضرور کہیں نرگس کا پھول ہے۔ حضرت سیدہ چھوٹی بیگم صاحبہؓ کو جب میں نے پہلی بار دیکھا تو محسوس کیا کہ یہ نرگس کا پھول ہے۔ جو اپنے اندر ایک خاص خوشبو رچائے ہوئے اپنی موجودگی منوالیتا ہے۔ ان کی شخصیت ایسی تھی کہ ان کے سامنے کوئی غلط بات کہنا ناممکن ہوتا۔ میرے لئے اس عظیم ہستی کے قرب کا احساس بھی بہت کافی تھا۔

شرف ملاقات :۔ ایک بار میرے بچوں نے خواہش ظاہر کی کہ وہ سب حضرت سیدہ چھوٹی بیگم صاحبہؓ سے شرف ملاقات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ چونکہ آپؓ کی طبیعت ان دنوں کافی ناساز تھی اس لئے مجھے پوچھنے میں جھجک محسوس ہو رہی تھی مگر جب میں نے اس خواہش کا اظہار کیا تو آپؓ نے باکمال مہربانی مجھے اجازت دے دی۔ جب میں بچوں کے ساتھ ان سے ملاقات کے لئے گئی تو فوراً اندر بلالیا۔ بچوں سے ہاتھ ملایا ان کے نام پوچھے اور کوائف دریافت کیے۔ میری بیٹی کو کہنے لگیں ''یہ تم پر گئی ہے انشاء اللہ ڈاکٹر بنے گی''۔ بیٹے سے پوچھا ''تم بڑے ہو کر کیا بننا چاہتے ہو''؟ اس نے کہا ''میں فوج میں جانا چاہتا ہوں''۔ فرمایا ''فوج والے تو ہماری قدر نہیں کرتے ہمیں برا جانتے ہیں وہاں کیا جانا؟'' میرے بیٹے نے کہا'' ہوسکتا ہے جب میں بڑا ہوں تب تک حالات تبدیل ہو جائیں''۔ فرمایا ''خدا کرے''۔ سب بچوں کو جیلی کی ٹافیاں تحفتاً دیں اور دعا دے کر رخصت کیا۔ بچے آج تک ان کے شفیق ہاتھوں کے مصافحے کا لمس محسوس کر کے خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں ''آج تک ہم نے ایسے ہاتھ کبھی نہیں چھوئے''۔

حیا اور پاکیزگی :۔ حیا اور پاکیزگی کا بہت خیال تھا، بیماری میں جب بھی میں انہیں دیکھنے گئی اشد مجبوری کی حالت کے علاوہ کبھی معائنہ کے لئے راضی نہ ہوتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں ''نرس کے طور پر صرف حلیم کو لایا کرو، نرس بدل کر ساتھ نہ لانا''۔ اسی شرم اور حجاب کی وجہ سے آخری دم تک لیڈی ڈاکٹر بھی بدلنے کے لئے تیار نہ ہوئیں۔

ہمدردی اور شفقت :۔ دوسروں کی تکلیف کا بہت احساس ہوتا تھا۔ مجھے فرمایا کرتی تھیں کہ ''ایسے وقت مجھے دیکھنے آؤ جب دوسرے مریضوں کا حرج نہ ہو اور کسی زچگی کی مریضہ کو چھوڑ کر نہ آنا''۔ جب بھی میں جاتی دریافت فرماتیں ''زیادہ مریض تو نہیں تھے؟ مریضوں کو میری وجہ سے تکلیف نہ ہو فرصت کے وقت دیکھنے آنا''۔ کبھی مجھے جلدی ہوتی تو بھانپ جاتیں اور کہتیں کہ ''لگتا ہے کافی مریض چھوڑ کر آئی ہو''؟ اگر میں بتاتی کہ کوئی زیادہ بیمار ہے تو دوسری بار اس کا حال ضرور دریافت فرماتیں کبھی نہ بھولتیں۔

قبولیت دعا :۔ قبولیتِ دعا کے کئی نشان آپؓ کی ذات سے وابستہ ہیں۔ میرے بھائی عزیزم حشمت کو مقعد کا کینسر تھا۔ میں نے حضرت سیدہ

چھوٹی بیگم صاحبہؓ سے دعا کی درخواست کی تو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ''فکر نہ کرو بالکل ٹھیک ہو جائے گا'' مجھے معالج ہونے کی حیثیت سے زیادہ ڈر تھا۔ مگر وقت نے ثابت کر دیا کہ ان کی بات سچ نکلی۔ اس کا ایک ایسا آپریشن کیا گیا تھا جس میں اجابت کی جگہ بند کر کے پیٹ پر مصنوعی اجابت کی جگہ بنادی گئی تھی اور ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ یہ مستقل یہاں پیٹ پر ہی رہے گی۔ لیکن خدا تعالیٰ کے خاص فضل، حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور آپؓ کی دعاؤں کا یہ معجزانہ اثر ہوا کہ آج دس سال بعد آپریشن کر کے اصل اجابت کی جگہ کھول دی گئی۔ سبحان اللہ، الحمدللہ۔

میرے بھائی عزیزم نعمت کی نوکری نہ تھی وہ بہت پریشان تھا۔ ہم نے آپؓ سے دعا کے لئے درخواست کی۔ آپؓ نے دعا کے بعد فرمایا ''اسے بہت اچھی نوکری مل جائے گی انشاء اللہ۔ لیکن اسے کہنا کہ دل لگا کر نوکری کرے۔ چھوڑے نہ''۔ پھر اس کے بعد بہت جلد اسے بہت اچھی نوکری مل گئی۔

ایسی عظیم شخصیت جب ہم سے جدا ہوتی ہے تو لگتا ہے وقت کی رفتار تھم گئی ہے اور بسا اوقات ہم گھبرا جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہم نے زندگی میں ان ہستیوں سے خلوص و عقیدت کا رابطہ رکھا ہو، ان کے قرب کا فیض حاصل کیا ہو، تو ان کے پرتو کی شعاعیں ایکس ریز کی طرح ہر دم منعکس ہو کر ہمارے شعورِ زندگی کو ہم پر واضح کرتی رہتی ہیں اور ہم اپنے اندر چھپی ہوئی آلودگی اور تعفن سے پاک رہنے کی سعی کرتے ہیں۔ لیکن یہ سعادت بھی کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

چھوٹی آپا حضرت مریم صدیقہ صاحبہ

چھوٹی آپا حضرت مریم صدیقہ صاحبہ ہمارا آئیڈیل تھیں۔ ہمیشہ ہمیں آگے بڑھنے اور تازہ دم رہنے کا سبق دیتی تھیں۔ اگر کبھی شب و روز کی محنت سے گھبرا کر لب پر شکایت آتی تو ایک سائبان کی طرح ہمیں اپنے عمل سے بتاتیں کہ کس طرح سکون اور محنت سے ہمیں بھی ان کی طرح ہمیشہ تازہ دم رہنا ہے۔

15/ رجولائی **1965**ء کو فضل عمر ہسپتال میں میرا ڈیوٹی کا پہلا دن تھا۔ شام کو میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئی۔ حضورؓ کے ایک طرف چھوٹی آپا مریم صدیقہ تھیں اور دوسری طرف مہر آپا۔ حضورؓ بے چین ہو کر کراہ رہے تھے۔ چھوٹی آپا نے فرمایا ''حضور یخنی کا ایک آدھ گھونٹ پی لیں''۔ مگر آپؓ نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ میں نے بھی عرض کیا کہ ''حضور ایک دو چمچ لے لیں''۔ آپؓ نے آنکھیں کھول کر استفہامیہ دیکھا تو چھوٹی آپا نے بتلایا ''یہ فضلِ عمر ہسپتال میں ڈاکٹر فہمیدہ آئی ہیں''۔ فرمایا ''لیڈی ڈاکٹر صاحبہ آ گئی ہیں۔ الحمدللہ۔ الحمدللہ۔ الحمدللہ۔'' پھر حضورؓ نے عاجزہ کی درخواست منظور فرمائی اور یخنی پینے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ دونوں خواتینِ مبارکہ نے ایک ایک چمچ آپؓ کے منہ میں ڈالا پھر آپؓ نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور باقی یخنی نہیں پی۔ میں فضلِ عمر ہسپتال میں اوپر کے دو کمروں میں رہائش پذیر تھی۔ جب خاندانِ مسیح موعودؑ میں کوئی زچگی ہوتی تو چھوٹی آپا زچہ کے ساتھ حاضر رہتیں اس کا خیال رکھتیں اور مجھے بھی بتلاتیں کہ زچہ کے ساتھ کیا سہولتیں برتنی چاہئیں۔ اس وقت میرا بچہ چھوٹا تھا۔ میری امی میرے پاس ہی رہتی تھیں اور میرے لئے عمدہ فرمائشی کھانا پکاتی تھیں۔ چھوٹی آپا بھی برابر کے کمرہ میں تھیں۔ میں گئی تو فرمایا ''بڑی خوشبوئیں اٹھ رہی ہیں کیا پک رہا ہے؟'' میں نے کہا ''ابھی لے کر آئی''۔ جب میں سالن پھلکا لے کر گئی تو بڑی رغبت سے کھایا اور بہت تعریف کی۔

چھوٹی آپا کے صبر و تحمل کا ایک واقعہ :۔حضرت چھوٹی آپا بہت صابر تھیں۔ ایک دفعہ آپ کافی علیل تھیں میں بھی ہسپتال سے چھٹی پر تھی، آپ خود میرے پاس تشریف لائیں ساتھ برقع میں ایک لڑکی تھی۔ فرمایا ''ایک مریضہ لائی ہوں اس کا علاج کرنا ہے'' پھر اس سے مخاطب ہو کر فرمایا ''ڈاکٹر صاحبہ کو بتاؤ کیا بیماری ہے''؟ وہ خاموش رہی اور کہنا نہ مانا۔ چھوٹی آپا نے ہر چند پیار سے کہا۔ پر وہ لڑکی ٹس سے مس نہ ہوئی۔ میرا صبر ختم ہو رہا تھا غصہ بھی آ رہا تھا میں جز بز ہوتی رہی۔ بولیں ''ہمارا فرض تھا کہ ہم کوشش کر کے اسکی تکلیف دور کر دیں ہمیں زبردستی کرنا جائز نہیں''۔ اللہ اللہ یہ ضبط و صبر اور خدمت کا جذبہ صرف سمندر صفت انسان کا ہی ہو سکتا ہے۔

سایہ دار، پھل دار درخت

ربوہ میں اپنی رہائش کے دوران خلافت ثالثہ کا دور سب سے زیادہ مصروفیت کا دور تھا۔ آپا منصورہ بیگم صاحبہ کے ساتھ بہت خاص تعلق بن گیا تھا۔ ان کی بہو اور بیٹیوں کے ہاں اولاد بھی میرے ہاتھوں ہوئی۔ ہمیشہ ان سے رابطہ رہا۔ میں جولائی 1965ء میں ربوہ گئی تھی ابھی میری شادی نہیں ہوئی تھی۔ جب ایک روز میں گئی تو حضورؒ بھی تشریف فرما تھے۔ فرمایا ''لیڈی ڈاکٹر صاحبہ کی شادی کروائیں''۔ آپا منصورہ بیگم صاحبہ نے مجھ سے ساری تفصیل پوچھی اور فرمایا کہ ''میں دعا کروں گی''۔ پھر رابطہ میں رہیں یہاں تک کہ میری شادی میرے ماموں زاد مکرم منیر احمد ملک صاحب سے ہوگئی۔ پھر ہر زچگی کی دفعہ مجھے اپنی مامتا بھری دعاؤں اور نصیحتوں سے مستفید فرمایا۔

خلیفۂ وقت کی دعاؤں کی برکت :۔ مکرمہ بیگم مرزا انس احمد صاحبہ، بی بی شکری صاحبہ اور بی بی حلمی صاحبہ ماشاء اللہ تینوں امید سے تھیں۔ میرے اکلوتے پھوپھی زاد بھائی مکرم قاضی داؤد احمد صاحب اور ماموں زاد بھائی مکرم ملک نصیر احمد صاحب کی شادیاں عین ان دنوں میں طے پائیں، ان سب کی متوقع تاریخ بھی یہی تھی۔ اس لئے میں ان کی شادیوں پہ نہیں جاسکی۔ 20 رفروری کو خدا تعالیٰ کے فضل سے بی بی حلمی کے ہاں پیدائش ہوگئی۔ بی بی شکری اور اہلیہ مرزا انس کے ہاں بھی پیدائش ہو چکی تھی۔ حضورؒ بی بی حلمی کے بچے کو دیکھنے تشریف لائے۔ (بیگم صاحبہ بھی ساتھ تھیں) میں نے مبارکباد عرض کی۔ ''خیر مبارک'' کہہ کر فرمایا 'منصورہ بیگم لیڈی ڈاکٹر صاحبہ سخت تھکی ہوئی محسوس ہو رہی ہیں' اور پھر جیب میں سے چاکلیٹس نکال کے سیدہ بیگم صاحبہ کو تھماتے ہوئے فرمایا ''یہ ان کو کھلاؤ''۔ میں رونے لگی اور کہا ''حضور! میں اپنے کزن کی شادی میں شامل نہیں ہوسکی'' فرمایا ''پھر میری دعائیں کس نے لینی تھیں'' یہ جملہ سنتے ہی مجھے تسلی ہوگئی۔ بیگم صاحبہ نے مجھے چاکلیٹ کھلائی ساتھ ہی فرمایا ''یہ بچہ آج 20 رفروری کو پیدا ہوا ہے جو پیش گوئی مصلح موعودؓ کا دن بھی ہے''۔ وہاں سے واپس آئی تو بہت سے مریض جمع تھے، باہر دھوپ میں بیٹھ کر مریضوں کی ہسٹری لی اور معائنہ کے لیے اندر چلی گئی۔ واپس آ کر میں دھوپ میں رکھی ہوئی اسی کرسی پر بیٹھی تو بمعہ کرسی چار سیڑھیوں سے لڑھکتی لان میں جا گری۔ اس کے نتیجہ میں میرا بازو ٹوٹ گیا۔ حضرت بیگم صاحبہ فوراً او پر موجود پرائیوٹ رومز سے میرا حال پوچھنے تشریف لائیں اور دلاسا دیا۔ مجھے لاہور بھجوانے کا انتظام کروایا۔ اس موقع پر میرے بھتیجے عزیزم حبیب الرحمان، جو اسوقت بارھویں جماعت کے طالب علم تھے۔ نے کہا'' آپ نے تو خلیفۂ وقت کی دعائیں لی تھیں آپکا بازو کیوں ٹوٹا؟'' میں نے کہا'' اگر دعائیں نہ لیتی تو چوٹ شدید بھی ہوسکتی تھی۔ شاید ہیڈ انجری ہوتی، یہاں تک کہ میں مر بھی سکتی تھی''۔

حضرت منصورہ بیگم صاحبہ کی شخصیت:۔ آپ کو میں نے ہر وقت شاداب اور مسکراتا دیکھا۔ ربوہ میں قیام کے دوران میں نے آپ کو کبھی بہت زیادہ تیار ہوئے اور سجتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ کی شخصیت بہت پر وقار، سنجیدہ اور بردبار تھی۔

جب بھی میں قصرِ خلافت جاتی تو موسم کے مطابق شربت یا چائے سے تواضع کرتیں۔ اگر صبح جلدی چلی جاتی تو ناشتہ تیار ملتا۔ پردے کی انتہائی پابند تھیں، باہر جانے کے لئے چشمہ، دستانے، جرابیں ہر وقت پہنتیں۔ ملازمین کے ساتھ مل کر صفائی کا تمام کام خود کرواتیں۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے تمام کام خود کرتیں نیز ہر جگہ ان کی معاونت بھی کرتیں۔ حضورؒ اپنے بہت سے کاموں کیلئے ان پر ہی بھروسہ کرتے۔

خلافتِ ثالثہ کا دور دریا کی اس گزرگاہ کے جیسا تھا۔ جو اپنی تمام ترین جولانیوں کے ساتھ جھاگ اڑاتا بہتا چلا جاتا ہے۔ اس دوران حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور بی بی امتہ الشکور صاحبہ کا مجھ سے سلوک مجھے ایک نیا عزم اور سہارا دیتا رہا۔ انہوں نے مجھے دعا کی اہمیت بتائی۔ ایسے لوگوں کی صحبت میں رہنا بہت بڑی خوش نصیبی ہے۔ ان سے کچھ سیکھنا اور پھر یاد رکھنا دستِ بازو کے زور پر نہیں۔ یہ نصیبوں، مقدروں اور دعاؤں سے حاصل ہوتے ہیں۔ زہے نصیب کہ عاجزہ کو بھی ان کہکشاؤں کی جھلمل میں رہنے اور ان دنوں کی عظمتوں کے سفر کے مدارج طے ہوتے دیکھنے اور محسوس کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

خراج تحسین

مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔آپ سے جب خدیجہ رسالہ کی ٹیم نے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خواتین مبارکہ کے موضوع پر لکھنے کی درخواست کی تو آپ نے اپنا مندرجہ بالا مضمون بروقت لکھ کر بھیج دیا۔ہم سب ان کے لیے دعا گو ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔آمین

آپ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 12/ اکتوبر 2012ء میں آپ کا ذکر خیر فرمایا اس میں سے کچھ حصہ دعا کی غرض سے ہدیہ قارئین ہے۔حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

''دوسرا جنازہ اس وقت میں پڑھوں گا جو مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ کا ہے۔75 سال کی عمر میں 8/ اکتوبر 2012ء کو کینیڈا میں وفات پائی انا للہ وانا الیہ راجعون۔1964ء میں انہوں نے فاطمہ جناح میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس کیا۔ہاؤس جاب کرنے کے بعد ترقی کے کافی مواقع تھے۔مگر فضل عمر ہسپتال ربوہ میں گائنی کے شعبہ میں ڈاکٹر کی ضرورت تھی۔اس لیے وہاں چلی گئیں اور 1965ء سے فضل عمر ہسپتال جوائن کرلیا۔بڑا لمبا ان کا خدمت کا عرصہ ہے۔اور ان کی خدمات کے قصے پڑھنے لگو تو پورا ایک خطبہ شاید چاہئے ہوگا۔بلکہ اس سے بھی زیادہ....1964ء میں وہ ربوہ آ گئیں اور 1984ء تک فضل عمر ہسپتال میں بطور لیڈی ڈاکٹر کے خدمت کی توفیق پائی۔ربوہ میں اس زمانے میں لیڈی ڈاکٹر کوئی نہیں تھی بلکہ اردگرد کے علاقوں میں کوئی نہیں تھی۔...ان کے میاں کہتے ہیں کئی دفعہ اس طرح ہوا کہ وہ رات ہسپتال میں گزارتی تھیں اور صبح میاں کام پر جارہے ہوتے تھے اور وہ ہسپتال سے واپس آرہی ہوتی تھیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کی مثال دی تھی پردے کی بھی مجلس شوریٰ میں ایک دفعہ کہ کسی نے پردے میں رہ کر کام کرنا سیکھنا ہے تو ڈاکٹر فہمیدہ سے سیکھیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی ان کے متعلق فرمایا کہ بڑی قربانی کرنے والی عورت ہیں اور بہت کم لوگوں کو ایسی سعادت نصیب ہوتی ہے۔جب انہوں نے ہسپتال جوائن (Join) کیا 1964ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو ملنے گئیں ہیں۔تو حضرت چھوٹی آپا اُم متین صاحبہ وہاں تھیں۔انہوں نے کہا فضل عمر ہسپتال میں لیڈی ڈاکٹر آ گئی ہے۔تو خلیفہ ثانیؓ نے فوراً الحمد للہ کہا اور ان کو بہت دعائیں دیں۔ایک دفعہ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں ملاقات کے دوران کہا کہ میں اعتکاف بیٹھنا چاہتی ہوں تو انہوں نے فرمایا میرے مریض دیکھو میں تمہارے کے لیے بہت دعائیں کروں گا آپ کا اعتکاف یہی ہے۔خلافت سے بڑا تعلق تھا ان کو اور بڑی با حوصلہ خاتون تھیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو ان کی شاعری بہت پسند تھی۔اور صرف ڈاکٹر نہیں تھیں بلکہ شاعرہ بھی تھیں۔اور بڑی اچھی شاعرہ تھیں۔بے ساختگی بھی تھی اور پختگی بھی تھی۔دلی جذبات بھی تھے۔سات شعری مجموعے ان کے چھپ چکے ہیں۔ایک دفعہ یہاں ہجرت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب یہاں آئے ہیں تو انہوں نے ایک شعر لکھ کے بھیجا اپنی نظم بھیجی اور اس کا ایک شعر تھا کہ

؎ گھر پہ تالا پڑا ہے مدت سے اس سے کہہ دو کہ اپنے گھر آئے

تو حضورؒ نے اس شعر کو بڑا سراہا اور ذکر فرمایا اس کا کہ ڈاکٹر فہمیدہ کا یہ بڑی بوڑھیوں کے سے انداز سے ڈانٹنا مجھے بڑا پسند آیا۔ہمیشہ بچوں کو، بہن بھائیوں کو نصیحت کی کہ اگر دنیا میں عزت چاہتے ہو تو خلافت سے ایسے وابستہ ہو جاؤ کہ اپنی ہستی کو اس راہ میں مٹادو۔...انہوں نے ایک دفعہ وہاں مقابلہ ہوا شعروں کا۔ایک مصرع دیا گیا تھا اور نظمیں لکھنے کا مقابلہ تھا۔اس میں نام پتہ وغیرہ بھی لکھنا تھا۔تو یہ ان کو عادت تھی کہ کافی عاجز تھیں۔تو انہوں نے اس کے آخر میں لکھا نام پتے کی جگہ یہ خدمت خلق، لکھنا لکھانا، خانہ داری، دعائے خاتمہ بالخیر یہ صرف الفاظ ہی نہیں ہیں۔جیسا کہ میں نے کہا ایک بے نفس خاتون تھیں اور بڑی بے نفس خدمت کی ہے انہوں نے اپنی زندگی کا خلاصہ انہوں نے بیان کیا اور یقیناً خدمت خلق کرنے والی تھیں۔اور گھریلو ذمہ داریوں کو نبھانے والی تھیں۔آخرت پر نظر رکھنے والی تھیں۔بڑی نافع الناس وجود تھیں۔اور ان کا خاتمہ بھی میں سمجھتا ہوں خاتمہ بالخیر ہی ہوا ہے۔کیونکہ حدیث کے مطابق جب لوگ کسی کی تعریف کریں تو جنت اس پر واجب ہو جاتی ہے اور یہ انہی لوگوں میں سے ایک تھیں۔اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ان کے بچوں کو بھی اُن کی نیکیاں اپنانے کی اور جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) ان کے خاوند کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔(آمین)

(الفضل انٹرنیشنل 2/ نومبر 2012ء تا 8/ نومبر 2012ء)

یہ محبت تو نصیبوں سے ملا کرتی ہے

ہر تصور سے تصویر ابھرنے لگی، نام بن کر زباں پر اترنے لگی
ذکر اتنا حسیں تھا کہ ہر لفظ نے فرطِ الفت سے بوسے زباں کے لئے

مکرمہ آصفہ کلیم صاحبہ۔ Bad Vilbel

1995ء میں لندن میں ملاقات کے دوران ہم نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے درخواست کی کہ اس سال جلسہ سالانہ جرمنی پر آنے والے مہمانوں میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کو ہمارے گھر ٹھہرایا جائے۔ایک مبارک صبح چوہدری ہادی علی صاحب کا فون آیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''خاندان حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے مہمان آپ کے ہاں ٹھہریں گے''۔ ہماری خوشی بیان سے باہر تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اتنی معزز ہستیاں ہمارے ہاں تشریف لا رہی تھیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ مہمانوں کی خدمت کرنے میں ہم سے کوئی کوتاہی نہ ہو۔تشریف لانے والے معزز مہمانوں میں صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ (بی بی باچھی)، صاحبزادی امتہ الحکیم بیگم صاحبہ (بی بی حکمی)، صاحبزادی امتہ الرؤف صاحبہ (بی بی روفی)، مکرم میر مسعود صاحب مرحوم، مکرم سید صہیب شاہ صاحب اور ان کی بیوی مکرمہ راشدہ صاحبہ اور بیٹا شامل تھے۔

ربوہ میں بی بی باچھی اور بی بی حکمی سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔آپ دونوں سے پیار اور محبت کا تعلق بھی بہت تھا۔لیکن یہاں جرمنی میں میرے گھر تشریف آوری کا یہ پہلا موقع تھا۔ میں بہت گھبرا رہی تھی کہ کہیں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ جب آپ ہمارے گھر آئیں تو مجھے گھبرایا دیکھ کر فرمانے لگیں کہ اتنی افراتفری نہ ڈالو۔غرض یہ کہ کسی قسم کا کوئی تکلف ہی نہیں رہا۔ جب میں نے آپ سے کہا کہ آپ کے ہاں تو کام کرنے والے موجود ہوں گے۔ آپ کو میرے کام کے طریقے سے کچھ پریشانی ہوگی کیونکہ آپ عادی نہیں۔اس بات پر دونوں نے کہا تمہارے پاس یہاں ملازم نہیں پھر کیوں نہ مل جل کر کام کریں۔اس طرح مجھے ایک ہی دن میں ایسے محسوس ہونے لگا جیسے ہم شروع سے اکٹھے رہ رہے ہیں۔ یہ میری زندگی کے خوبصورت ترین دن تھے۔غرض 10 دن کا قیام تھا۔ان دنوں کی بیشمار حسین یادیں رہ گئی ہیں۔ کچھ حسین یادوں کو یکجا کرنے کی حقیر کوشش نظر قارئین ہے۔

صاحبزادی امتہ الحکیم بیگم صاحبہ

آپ دعاؤں اور رحمتوں کا بابرکت وجود تھیں۔ پہلے دن جب بی بی صبح اُٹھ کر باتھ روم میں گئیں تو میں نے جلدی سے ان کا کمرہ ٹھیک کر دیا اور اگلے روز بھی اسی کام کیلئے جب میں آپ کے کمرے میں گئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ بی بی نے سب کچھ ٹھیک کر لیا ہوا تھا۔ جب میں باہر نکلی تو آپ بہت پیارے انداز میں کہنے لگیں آج تمہاری ہوشیاری کام نہیں آئی۔اگلے روز صبح کے وقت کچن سے آواز آئی۔ میں نے ٹائم دیکھا ابھی ناشتے میں کافی وقت تھا۔ میں نے کچن میں جا کر دیکھا بی بی چائے بنا رہی تھیں۔ میں نے بی بی سے کہا میں بنا دیتی ہوں تو کہنے لگیں تم کیا سمجھتی ہو مجھے چائے بنانی نہیں آتی؟ اور کہا چلو آؤ بیٹھو آج ہم دونوں ایک ساتھ چائے پی لیتے ہیں۔ اس طرح مجھے اُنکے ہاتھ کی بنائی ہوئی چائے پینے کی سعادت حاصل ہوئی۔

ایک دن میں نے ڈاکٹر کے پاس جانا تھا صبح ناشتے کے بعد کچن ایسے ہی پھیلا ہوا چھوڑ کر چلی گئی واپس آئی تو سب کچھ سمٹا ہوا اور ہر چیز اپنی جگہ پر تھی۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ کس نے کیا ہے؟ بی بی کے بیٹے نے کہا اُمی نے کیا ہے۔اس پر بی بی مسکرائیں۔

بی بی خاموش، حلیم اور نہایت نفیس طبیعت کی مالک تھیں اور ہر ایک کا دکھ، درد محسوس کرنے والی تھیں۔غریبوں سے محبت کا سلوک کیا کرتیں ان کے جذبات کا بہت خیال رکھتی تھیں، یہاں جب شاپنگ کرنے جاتیں تو ایک ہی طرح کی دس، بیس چیزیں خرید لیتیں، بیشمار جرابوں کے جوڑے، چھوٹے بچوں کے کھلونے لے لیتیں۔ میں نے پوچھا بی بی یہ ایک جیسی چیزیں کس کے لئے تو بتایا یہ سب غریبوں کے لئے تحفے ہیں اور ایک ہی طرح کے اس لئے ہیں کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اس کا اچھا ہے میرا نہیں۔

پہلے دن جب ہم جلسہ سالانہ پر گئے تو وقفہ میں بہت ساری عورتیں بے تاب ہوکر بی بی کی طرف آئیں تو سیکیورٹی والوں نے روک دیا۔ جلسہ کی کاروائی کے بعد آپ نے سکیورٹی والی سے کہا کہ اپنی صدر لجنہ اماء اللہ سے کہہ دو کہ میرے اوپر سے یہ پولیس کا پہرہ ختم کردیں جو میرے اور میری محبت کرنے والیوں کے درمیان رکاوٹ ہے۔ اسی وقت صدر صاحبہ نے ملاقات کا بہت اچھا انتظام کردیا۔ میں نے اس وقت لوگوں میں آپ کیلئے بہت محبت دیکھی۔ آنکھوں میں خوشی کے آنسو دیکھے۔ بی بی کھانے کے ٹینٹ میں کھانا کھا رہی تھیں۔ باہر ایک لڑکی کو دیکھا جو دو بچوں کے ساتھ بی بی کو ملنے کے لئے کھڑی تھی۔ بی بی کی نظر پڑی تو مجھے ایک پلیٹ میں چاول ڈال کر دیئے اور کہا کہ اس کو دے آؤ تاکہ اپنے بچوں کو کھلائے۔ جب کھانے سے فارغ ہوئیں تو اس کو بلایا اور بہت پیار کیا۔ وہ لڑکی بہت رو رہی تھی تو بی بی نے بتایا کہ اس کی والدہ کی ایک ماہ قبل وفات ہوگئی ہے۔ وہ مجھے ملنے آتی تھی۔ وفات سے پہلے جب ان کو پتا چلا کہ میں جرمنی جا رہی ہوں تو بڑی خوش ہوئیں کہ میری بیٹی آپ سے وہاں مل لے گی۔ انہوں نے اس کے لئے ایک سوٹ اور بچوں کے لئے ایک ایک سویٹر بنایا تھا وہ دینا تھا لیکن دے نہیں سکیں۔ بی بی نے کہا کہ اس کے لئے میں نے خود لندن سے جوڑا خریدا ہے اور اس کے بچوں کے سویٹر بھی لندن سے خرید کر لائی ہوں۔ یہ بی بی کی اپنے ملنے والوں سے محبت تھی۔

خلافت کا احترام اور اطاعت کا اعلیٰ مقام: بی بی کی عادت تھی کہ ہر روز صبح ناشتے کے بعد حضور اقدس (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ) کو دعائیہ خط لکھا کرتی تھیں۔ ایک دن میں نے پوچھا کہ کیا لکھ رہی ہیں؟ تو بتایا حضور کو کل کے جلسہ کی کامیابی پر مبارک باد پیش کی ہے اور حضور سے ملاقات کے لئے درخواست دی ہے، اگلے دن ملاقات کرنے کے بعد جب میں آپ کو لینے کے لئے کمرہ میں گئی حضورؒ نے ازراہ شفقت مجھے فرمایا کہ بی بی کی فوٹو بھی بنائی ہے کہ نہیں؟ میں نے عرض کی ابھی تو نہیں بنائی کیونکہ جب بھی فوٹو بنانے کی کوشش کی بی بی منع کر دیتیں۔ اگلے دن حسب معمول بی بی حضورؒ کو دعا کے لئے خط لکھ رہی تھیں۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا بی بی حضور نے فوٹو بنوانے کے لئے فرمایا تھا۔ اس پر بی بی نے کہا ''بنالو'' اور ساتھ نصیحت کی کہ ''ہر ایک کو نہ دکھاتی پھرنا''۔ میں نے وعدہ کیا کہ کسی کو نہیں دکھاؤں گی۔ میں نے تصویریں حضور اقدسؒ کی خدمت میں پیش کیں حضور رحمہ اللہ نے فرمایا ''تم نے تو کمال کر دیا ہے''۔ جب میں نے حضرت آپا جان حرم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو تصویریں دیں تو آپا جان نے بتایا امی نے تو فرح کی شادی پر بھی تصویر نہیں بنوائی تھی۔ یہ آپ کا خلیفۂ وقت کی اطاعت کا اعلیٰ معیار تھا۔

بی بی کو فلو کی شکایت تھی اور پہاڑی علاقے میں سیر کا پروگرام تھا۔ حضور انورؒ نے بی بی کے بیٹے عزیزم صہیب کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ بی بی آرام کریں کہیں ٹھنڈ سے طبیعت زیادہ خراب نہ ہو جائے۔ مہمانوں کی روانگی کے دو گھنٹے بعد مکرم منیر احمد جاوید صاحب کا فون آیا کہ حضور نے بی بی کی طبیعت کے متعلق پوچھا ہے۔ بی بی نماز پڑھ رہی تھیں۔ میں نے کہا کہ اب طبیعت ٹھیک ہے۔ نماز کے بعد بی بی کو فون کا بتایا تو پریشانی سے پوچھا کہ ''تم نے کیا جواب دیا''؟ میں نے عرض کی کہ میں نے کہا کہ اب بہتر ہے۔ کہا ''شاباش بہت اچھا کیا میں نے کل دعا کے لئے لکھا تھا اب میں ٹھیک ہوں فکر تھی کہ کہیں حضور پریشان نہ ہو جائیں''۔ تھوڑی دیر بعد دوبارہ فون آیا حضور نے فرمایا ہے کہ ''بی بی کی طبیعت اب بہتر ہے تو رات کا کھانا میرے ساتھ کھائیں''۔ میں بی بی کے ساتھ مسجد پہنچی تو بی بی ڈرائنگ روم میں کھڑی ہوگئیں۔ میں نے کہا بی بی آپ بیٹھ جائیں تو کہا میں تو خلیفۂ وقت کے احترام میں کھڑی ہوں۔ کسی وقت بھی اندر تشریف لا سکتے ہیں۔ اور آپ تقریباً دس منٹ تک حضورؒ کے انتظار میں کھڑی رہیں۔ حضورؒ کمرے میں تشریف لائے بی بی کا حال پوچھا اور بیٹھنے کے لئے کہا۔ بی بی کھڑی رہیں۔ حضورؒ مسکرائے اور بیٹھ کر فرمایا اب بیٹھ جائیں۔ میں باہر لجنہ ہال میں چلی گئی۔ کھانے کے بعد میں بی بی کو لینے گئی تو بی بی نے پلیٹ میں کھانا پکڑا ہوا تھا اور مجھے دیا اور کہا حضور نے تمہارے بچوں کے لئے تحفہ دیا ہے۔ جب ہم باہر نکلے تو دیکھا کہ مہمان بھی سیر سے واپس آگئے تھے۔ بی بی نے کہا ان کی سیر ہوگئی ہماری عید ہوگئی۔ میں نے پیکٹ کھولا اور سب کو کہا کہ لیں حضور کا تبرک کھائیں۔ بی بی نے بڑے غور سے میری طرف دیکھا لیکن میں سمجھ نہ سکی۔ سب نے مزے سے چاکلیٹ کھائی اور امرود کا جوس پیا۔ اس وقت جرمنی میں امرود کا جوس نہیں ملتا تھا۔ صبح کی نماز پر میرے بیٹے سے حضورؒ نے پوچھا ''میں نے رات کو تحفہ بھیجا تھا مل گیا؟'' بیٹے نے کہا ''نہیں'' تو حضورؒ نے مسکرا کر فرمایا ''تمہاری امی ڈنڈی مار گئی ہیں۔'' یہ بات میرے بیٹے نے آکر مجھ سے کہی تو بی بی نے کہا ''میں اس لئے تمہاری طرف دیکھ رہی تھی کہ تم امانت میں خیانت کر رہی ہو''۔ میں نے کہا مجھے منع

کر دیا ہوتا۔ کہنے لگیں تم اس وقت بہت خوش تھی اور چیز دے کر واپس تو نہیں لینی تھی۔ میں نے حضورؓ کو ساری بات لکھ کر اپنی شرمندگی کا اظہار کیا تو حضورؓ نے سید صہیب صاحب کے ذریعہ پیغام دیا ''شرمندگی کی کیا بات ہے اور ساتھ ہی ایک اور پیکٹ بچوں کے لئے بھجوا دیا''۔

ایک دن بی بی نے کہا کہ آج گڑ والے چاول بناؤ۔ مجھے گڑ والے چاول تو کیا کوئی بھی چاول ٹھیک سے بنانے نہیں آتے تھے۔ میں نے کسی سے پوچھا انہوں نے بتایا کہ یہ بھی کوئی مشکل ہے۔ پانی میں گڑ ڈالو اور تھوڑی دیر میں چاول ڈال دینا۔ میں نے زیادہ نہ پوچھا اور بنانے شروع کر دیئے۔ چاول ڈال کر ڈھک دیئے۔ جب کھولا اور اندر چمچ ہلایا تو وہ چاول نہیں کھیر بن چکی تھی۔ میں نے سوچ لیا کہ گڑ کے چاولوں کا ذکر نہیں کرونگی۔ کھانا لگانا شروع کیا اور ساتھ ہی دل میں دعائیں مانگتی جارہی تھی۔ بی بی نے میرے چہرے سے اندازہ لگا لیا اور کچھ دیر بعد کچن میں چاول دیکھ آئیں۔ کھانے کی سب بہت تعریف کر رہے تھے۔ آپا روفی نے خاص طور پر ایک ڈش کی بہت تعریف کی اور کہا کہ تمہارے ہاتھ میں بہت لذت ہے۔ میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا کہ اگر گڑ کے چاولوں کا ذکر آیا تو کیا ہوگا۔ میں نے میٹھے میں آئس کریم رکھ دی کہ چاولوں کی طرف دھیان نہ جائے۔ بی بی نے کہا پہلے چاول تو لاؤ۔ میں نے کہا جی اچھا۔ میں ڈش کو سجاتے وقت دل میں دعا مانگتی جارہی تھی۔ ڈالتے وقت تو کوئی نہ بولا کہ یہ کیا پکایا ہے۔ بی بی نے کہا کہ مجھے تو دو مزے آرہے ہیں ایک گڑ کے چاول کا اور ایک گڑ کی کھیر کا۔ اور پھر بتایا کہ میں نے کچن میں دیکھ لئے تھے اور چکھ بھی لئے تھے۔ مجھے بہت مزیدار لگے، میں نے بتایا کہ مجھے گڑ والے چاول اور زردہ دونوں ہی بنانے نہیں آتے یہ سن کر بی بی باچھی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا میں تمہیں زردہ بنانا سکھا دیتی ہوں اب تم جب بھی زردہ بناؤ گی لوگ تعریف کریں گے۔ بی بی کے منہ سے نکلی ہوئی یہ بات اللہ کے فضل سے اب تک پوری ہورہی ہے۔ میں جب بھی زردہ بناتی ہوں آپ کی بتائی ہوئی ترکیب کے مطابق بناتی ہوں اور ہمیشہ تعریف ہوتی ہے۔ یہ وہ واقعات ہیں جو میرے دل پر نقش ہیں۔ شاید کسی کے لئے اتنی بڑی بات نہ ہو لیکن میری جو اس وقت پریشانی کی کیفیت تھی اور پھر جو خوشی ہوئی میں کبھی نہیں بھول سکتی۔ میں قربان جاؤں ان پاکیزہ ہستیوں کے۔ کھانے کے بعد بی بی ہمیشہ اپنے برتن خود اٹھاتیں۔ میں اٹھانے لگتی تو میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیتی تھیں۔

آپ سب کے چہرے ماشاء اللہ بہت فریش اور جلد بہت چمکدار تھی اور کسی کو بھی نظر کی عینک لگاتے نہیں دیکھا، ایک دن میں نے پوچھا بی بی آپ کا چہرہ اتنا چمک دار کیسے ہے آپ نے کہا بادام کھایا کرو اور روغن بادام منہ اور ہاتھوں پر لگایا کرو۔

بی بی کی عادت تھی گاڑی میں بیٹھتے ہی نقاب نیچے کر کے نفل پڑھنا شروع کر دیتیں۔ جب تک سفر ختم نہ ہوتا نفل پڑھتی رہتیں۔ ہر وقت دعاؤں میں لگی رہتی تھیں۔ سیر کے دوران خوبصورت نظارے دیکھ کر بی بی دعا مانگنا شروع کر دیتیں کہ یہ خدا کی قدرت کے نظارے ہیں انسان کا اس میں کیا دخل۔

ایک دن میں کسی کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ کہ بی بی ہماری طرف دیکھ رہی تھیں۔ پھر کہنے لگیں خاوند کی پردہ پوشی کرتے ہیں۔ میں بڑی حیران ہوئی کہ ہم تو آہستہ آہستہ بول رہی ہیں۔ تو ایک عورت نے بتایا کہ بی بی ہونٹوں سے بات کو سمجھ لیتی ہیں۔ میں نے کہا بی بی میں تو تعریف کر رہی ہوں تو کہا کہ غیر کے آگے تعریف بھی نہیں کرتے۔ اگر خاوند بہت اچھا ہے تو خدا کے آگے دعا کرو۔ اس کا شکر ادا کرو۔ بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ 9 خوبیاں بھول جاتی ہیں اور ایک اگر کوئی کمزوری ہو تو اس کو غصے کے وقت بیان کرتی ہیں۔ یہ سخت غلط بات ہے۔

آخری دن میں رات کو بی بی کے پاس بیٹھی ان سے باتیں کر رہی تھی تو میں نے دعا کے لئے کہا اور کہا کہ بی بی مجھ میں بہت کمزوریاں ہیں دعا کریں۔ تو آپ مسکرائیں اور کہا کہ ایک کمزوری تو میں نے بھی دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ خاوند کے آگے تمہارا حلیہ درست ہونا چاہئے۔ جب وہ باہر جائے تو خوشکن تصور لے کر جائے جب وہ باہر سے آئے تو تمہیں دیکھ کر اس کا دل خوش ہو جائے، چوڑیاں پہن کر رکھا کرو بازو اچھے لگتے ہیں اور کانوں میں بھی کچھ پہنا کرو۔ آنکھوں میں سرمہ اور لپ اسٹک بھی لگایا کرو۔ میں نے کہا کہ بی بی اتنا وقت ہی نہیں ملتا ادھر۔ بی بی مزاح کے موڈ میں تھیں کھلکھلا کر ہنسیں اور کہا میں نے ان دنوں بہت دیکھا ہے باہر جاتے ہوئے تو سج دھج پر بڑا وقت لگاتی ہو گھر میں تو پانچ منٹ کافی ہیں۔

میری چھوٹی بیٹی عزیزہ ایمن کی عادت تھی کہ جو بھی نماز پڑھتا اس کے ساتھ فوراً ٹوپی پہن کر کھڑی ہو جاتی۔ ایک دن اس نے بی بی کو نماز پڑھتے دیکھا تو ان کے ساتھ پڑھنی شروع کر دی۔ بی بی کے سجدے بہت لمبے ہوتے تھے۔ یہ بھی ساتھ سجدے میں رہی۔ بعد میں بی بی نے اس کو ساتھ لگا کر ماتھے پر پیار کیا۔ اس نے توتلی زبان میں کہا کہ آپ کی نماز تو بہت لمبی ہوتی

ہے۔ بی بی نے اس کو بتایا کہ میں حضور کے لئے دعا کرتی ہوں، جماعت کے لئے بہت دعا کرتی ہوں۔ آج میں نے تمہارے لئے بھی بہت دعا کی ہے۔ بعد میں میں نے دیکھا کہ یہ اپنا کنڈر گارڈن کا بیگ لے کر بی بی کے پاس بیٹھ گئی۔ انہوں نے اتنا پیار کیا کہ یہ بس پھر شوخ ہوگئی۔ ان کو جرمن نظمیں سناتی رہی جو اس کو تھوڑی بہت کنڈر گارڈن سے آتی تھیں۔ کافی شور مچایا ہوا تھا۔ وہ بی بی کی انگلی پکڑ کر کتاب پر رکھتی اور کہتی یہ پاپا گائے (طوطا) ہے یہ بلومن (پھول) ہے وغیرہ۔ میں نے دیکھا کہ بی بی اس کی باتوں سے مسکرا رہی ہیں اور ساتھ سر ہلاتی ہیں کہ اچھا، (ایسے جیسے سب سمجھ آرہی ہے) اور مجھے کہا آج اس نے مجھے بہت جرمن سکھا دی ہے۔ میں سر ہلا دیتی ہوں تو یہ خوش ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا چلو اب بس کرو بی بی کو تنگ نہ کرو۔ بی بی نے فرمایا مجھے تنگ نہیں کر رہی۔ پھر اس سے پوچھا تم نے بڑے ہو کر کیا بننا ہے تو ایک دم بولی۔ ماما۔ بی بی نے پوچھا ماما بن کر کیا کروگی تو کہنے لگی مسجد جاؤں گی اور کام کرونگی۔ بی بی نے میری طرف دیکھا اور فرمایا شاباش بچے کی باتوں سے اور حرکات سے گھر کے ماحول کا پتہ چل جاتا ہے۔

میرے گھر کے دروازے کے قریب ڈسٹ بن پڑا ہوا ہے ایک دن میں جلدی میں گلے میں دوپٹے لے کر کوڑا پھینکنے چلی گئی اچانک میری نظر اوپر کھڑکی پر پڑی تو بی بی وہاں کھڑی تھیں بے ساختہ میرے ہاتھ سر پر چلے گئے، یہ دیکھ کر بی بی مسکرائیں اور آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ کیا جیسے کہہ رہی ہوں میں نہیں اللہ دیکھ رہا ہے۔

ایک دن ہم کھانے کی میز پر بیٹھے تھے میرے میاں نے اٹھتے ہوئے کرسی کھسکائی، کرسی شیشے کی میز پر لگی اور اس کی نوک ٹوٹ گئی۔ میرے منہ سے ایک دم نکلا او ہو میرا اتنا اچھا میز ٹوٹ گیا۔ بی بی نے سنا تو کہا ایسے نہیں کہتے اللہ اس کی جگہ نیا خریدنے کی توفیق دے گا۔

پاکستان بی بی سے ملنے گئی تو کیونکہ پنڈی سے ربوہ تک کا سفر کافی لمبا ہے اور میرے ذہن میں تھا کہ اپنی گاڑی میں جا رہے ہیں بالکل بی بی کے گیٹ پر ہی جا کر اتریں گے، اس لئے چادر لے لیتی ہوں، بی بی نے دیکھا تو کہا ''یہ کیا حلیہ بنایا ہوا ہے''۔ میں نے وجہ بتائی تو کہا ''میں تو تمہیں جانتی ہوں یہ جو گیٹ پر بیٹھے ہوئے لوگوں نے تمہیں اندر آتے دیکھا ہے یہ تو تمہیں نہیں جانتے یہ تو یہی سمجھیں گے کہ یورپ سے آئی ہے وہاں بھی ایسے ہی رہتی ہوگی اور کہا اللہ کو جواب دینا ہے اس لئے یہ خیال رکھنا چاہئے کہ کوئی کوتاہی تو سامنے نہیں آرہی''۔ اس کے بعد سب بچوں کا حال پوچھا اور کہا کہ میری اُستانی کا کیا حال ہے۔ یہ تھی ان کی بچوں کے لئے محبت۔

اگلے روز مجھے مکرم سید قاسم شاہ صاحب نے پیغام دیا کہ بی بی صاحبہ نے بلایا ہے، میں گئی تو بی بی نے ایک پیکٹ دیا جس میں میرے اور میری بیٹیوں کے لئے کانچ کی چوڑیاں، الیس اللہ کی انگوٹھیاں، بچوں کے لئے ٹوپیاں اور میرے لئے چاندی کی بالیاں تھی ساتھ کہا ''بیٹیوں کو ابھی سے چوڑیاں پہننے کی عادت ڈالو''۔ تو مجھے خیال آیا کہ میں کل جب ملنے گئی تھی تو حسب معمول چوڑیاں نہیں پہنی تھیں۔ لیکن آپ نے نہ صرف اس بات کو نوٹ کیا بلکہ مجھے کچھ کہے بغیر میرے اور بیٹیوں کیلئے خود چوڑیاں خریدیں۔

اس سلسلہ میں دعا کی برکات یہ ہیں کہ آپ کے جانے کے چار ماہ بعد سخت حادثہ پیش آیا۔ میری بیٹی عزیزہ ایمن گھر میں سیڑھیوں سے گر گئی اور سر پر چوٹ لگ گئی۔ ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ اس بچی کی وفات ہوگئی ہے۔ اتنے میں جلدی سے اندر سے دوسرا ڈاکٹر آیا اور اس نے کہا کہ ابھی سانس ہے لیکن کومے میں ہے۔ میرے تو حواس ختم ہو گئے۔ وہیں ہسپتال کے کونے میں اپنا دوپٹہ بچھا لیا۔ ایک دم میری نظروں کے سامنے اس کا بی بی کے ساتھ نماز پڑھنا اور ان کا اس کے لئے دعا کرنا آ گیا اور میں نے کہا ''یا اللہ! بی بی تو دعاؤں اور رحمتوں کا بابرکت وجود تھیں جو انہوں نے اس بچی کے لئے دعائیں کی ہیں ان دعاؤں کو قبول فرما'' خدا تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول کیا اور میری بیٹی کو نئی زندگی ملی الحمدللہ۔

حضرت صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ
(بی بی باچھی)

؎ یہ کس کے عکس کی آہٹ مکاں میں آئی
یہ کون ہولے سے اُترا ہے دل کے زینوں میں

جلسہ سالانہ پہ آنے والے مہمانوں میں حضرت صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ بھی شامل تھیں۔ آپ اپنے گھر میں اور احباب جماعت میں بی بی باچھی کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ آپ کی پیاری شخصیت سے ہم نے زندگی کے ہر موڑ پر کچھ نہ کچھ سیکھا سو آپ کے ساتھ گزارے ہوئے خوبصورت لمحوں میں محبت اور تربیت کے پہلوؤں کو میں کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتی۔ آپ کے ساتھ وابستہ میری اور میرے بچوں کی بہت حسین

یادیں معصوم باتیں ہیں جو میں بیان کروں گی۔

آپ کا مجھ سے اور میرے بچوں سے پیار کا انداز:

ایک روز میرے بچے باہر کھیل رہے تھے کہ ایک بچی کے رونے کی آواز آئی۔اس کو شہد کی مکھی نے کاٹ لیا تھا بچے پریشان ہو کر گھر آگئے اور بی بی کو بتایا کہ ایک گندی مکھی نے ہماری جرمن دوست کو کاٹ لیا ہے بی بی نے پہلے تو بچوں سے ہمدردی کی اور پھر کہا ''اصل میں آپ سب نے تو مناسب کپڑے پہنے ہوئے ہیں اس لئے مکھی کو کاٹنے کے لئے جگہ نہیں ملی میں نے دیکھا ہے کہ اس بچی نے بہت چھوٹے مختصر کپڑے پہنے ہوئے تھے، اس لئے مکھی کو کاٹنے کی جگہ ملی اور اُس کو کاٹ لیا''۔آپ کی بات سن کر بچوں نے خوش ہو کر اپنے کپڑوں کو دیکھا۔اس خوبصورت واقعہ کے بعد بچوں کو مستقل مناسب کپڑے پہننے کی عادت ہوگئی۔

آپ ہمیشہ موقع کی مناسبت سے بچوں کو جو نصیحت کیا کرتیں اور بچے اس پر خوشی خوشی عمل کرتے، میرا چھوٹا بیٹا احد فٹ بال کا میچ کھیلنے جارہا تھا۔اس نے بی بی سے دعا کی درخواست کی کہ آج میری ٹیم جیت جائے۔ساتھ میں نے بھی آپ سے کہا اس کو ہر دفعہ چوٹ لگ جاتی ہے اس کی مجھے فکر رہتی ہے۔آپ نے میرے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا جب بھی آپ گھر سے باہر جاؤ تو صدقہ نکال کر جایا کرو، بیٹے نے پوچھا بی بی کتنا ؟ آپ نے کہا جتنی توفیق ہو بے شک 10 پینی ہی ہوں۔یہ اپنی عادت بنالو اور خلیفۂ وقت کو دعائیہ خط لکھتے رہا کرو خود بھی دعا کر کے میچ کھیلا کرو۔بی بی کو علم تھا کہ احد فٹ بال کھیلنے کا شوقین ہے، اُس دن جب گھر آیا۔سب سے پہلے بی بی کو بتایا، کہ آج ہم میچ جیت گئے ہیں۔آپ نے بھی خوشی خوشی اس کی ساری تفصیل سننے کے بعد کہا اب ہمیشہ ایسے ہی کیا کرنا۔الحمد للہ میرے چاروں بچے اللہ کے فضل سے روزانہ صدقہ نکالتے ہیں۔

بی بی بچوں کی باتوں کو بہت اہمیت دیتی تھیں۔ایک دن بچے صبح کے وقت کارٹون دیکھ رہے تھے۔آپ کمرے سے باہر تشریف لائیں اور ان کے پاس بیٹھ کر کارٹون پروگرام دیکھتے ہوئے آپ نے بتایا ''میں جب امریکہ اپنے بیٹے کے پاس جاتی ہوں تو اس کے بچوں کے ساتھ MTA کے پروگرام اور کارٹون دیکھتی ہوں، لیکن یہ پروگرام جرمن میں ہیں اور مجھے سمجھ نہیں آرہی''، اس پر بچے خوش ہو کر بی بی کے لئے ساتھ ساتھ ترجمہ کر کے بتاتے رہے۔اس طرح ایک پُر رونق سا ماحول بن گیا۔کافی دیر تک آپ بچوں کے ساتھ مختلف پروگرام دیکھتی رہیں۔تو میں نے بچوں سے کہا اب بی بی کو تنگ نہ کرو میرے ایسا کہنے پر کہا تم فکر نہ کرو ابھی ہم مل کر MTA دیکھیں گے تو میں بچوں کو ترجمہ کر کے بتاؤں گی۔جب MTA لگایا تو اس پر حضورؒ کی ایک مجلس عرفان آرہی تھی جو کہ جرمنی میں ہی ریکارڈ ہوئی تھی۔یہ بھی بچوں کے ساتھ دیکھی اور جہاں مشکل بات آتی تو آسان اردو میں معنی سمجھا دیتیں۔مجھے نصیحت کی کہ ایسے ان کے ساتھ باقی پروگراموں کے ساتھ ساتھ MTA بھی پاس بیٹھ کر دیکھا کرو اس طرح ان کو عادت پڑ جائے گی پھر ان سے آخر میں ضرور کچھ نہ کچھ پروگرام کے بارے میں پوچھا کرو اس سے بچہ غور سے دیکھتا ہے اور بچوں کو بھی کہا کہ آپ ایک ڈائری بنائیں اور حضور انور کا خطبہ ابھی جتنی آپ کو سمجھ آتی ہے اتنا لکھیں۔آپ کی باتیں سننے کے بعد میری چھوٹی بیٹی ایمن جو کہ اس وقت تین سال کی تھی، کہا کہ میں تو کل کارٹون نہیں دیکھوں گی۔

ایک دفعہ ہم بی بی کی دعوت پر آپ کے گھر ربوہ گئے۔تو آپ نے مجھے بہت خوبصورت چار دلائیاں دیں۔دو سبز رنگ کی سلک کی تھیں اور اُن پر بہت خوبصورت سنہری گوٹے کا کام تھا فرمایا کہ یہ دو ریشمی تمہاری بیٹیوں کی شادی کا تحفہ ہے اور دو کاٹن کی تمہاری اور تمہارے میاں کا تحفہ ہے۔بچیوں کا تحفہ دیکھ کر میں نے کہا بی بی ابھی تو یہ بہت چھوٹی ہیں۔آپ نے کہا بچیاں جب چھوٹی ہوتی ہے تو ان کے لئے تحفے جمع کرنے شروع کرنے چاہئیں۔جب کوئی نئی چیز آئے تو پرانی نکال کر نئی رکھ دو۔یہ دلائیاں میں نے اپنی بہو لبنیٰ سے خاص تمہارے لئے بنوائی ہیں۔ایک دن باہر دروازے پر کوئی آیا میں نے بی بی کا سوٹ استری کر کے رکھا ہوا تھا وہی سوٹ کا دوپٹہ سر پر لے کر باہر چلی گئی۔واپس آکر دوپٹہ لئے ہوئے آپ کے پاس آکر بیٹھ گئی آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائیں اور کہا یہ رنگ تم پر سج رہا ہے میں نے کہا تو پھر یہ میرا ہو گیا؟ انہوں نے کہا ہاں یہ تمہارا ہو گیا۔میں نے سوٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا میں کچھ اور بھی پہن لیتی۔میری بات پر بی بی مسکرائیں اور چپ ہوگئیں۔اگلے سال آپ کے بیٹے سید قمر سلیمان صاحب جرمنی جلسہ کے موقع پر تشریف لائے تو ان کے ہاتھ بی بی نے ایک پیکٹ بھجوایا اور کہا کہ یہ اُمی جان نے تمہارے لئے بھیجا ہے۔میں نے پیکٹ کھولا تو اس میں اسی دوپٹے کے رنگ جیسا ایک سوٹ میرے لئے تحفہ کے طور پر تھا۔میں نے بی بی کو شکریہ کا فون کیا تو انہوں نے پوچھا کہ سوٹ کا

سائز ٹھیک تھا تمہیں پورا آ گیا؟ میں نے کہا جی اور پوچھا آپ نے سائز کہاں سے لیا کہنے لگیں تمہارے گھر سے۔

ایک دن میری بیٹی سے پوچھا کہ آپ نماز پڑھتی ہو؟ اس نے کہا جی تو آپ نے کہا اب تم سات سال کی ہوگئی ہو نماز میں سب سے پہلے حضور اقدس کے لئے دعا کیا کرو، پھر اپنے اچھے نصیب کے لئے دعا مانگا کرو۔ اپنی سمجھ کے مطابق میری بیٹی دعا مانگتی رہی۔ ایک دفعہ جلسہ سالانہ برطانیہ پر ہم بی بی جان سے ملنے کے لئے گیسٹ ہاؤس گئے اس وقت میری بیٹی کی عمر پندرہ سال تھی۔ وہاں بی بی سے باتوں کے دوران میری بیٹی نے پوچھا، بی بی نصیب کا اب کیا حال ہے؟ میں تو اس کے لئے بہت دعا کرتی ہوں۔ یہ سنتے ہی آپ کھلکھلا کر ہنسیں۔ میری بیٹی نے گھبرا کر بی بی کو دیکھا کہ شاید میں نے کچھ غلط کہہ دیا ہے۔ آپ نے اس کو پیار کیا اور کہا کہ اب تک کی ساری دعائیں قبول ہوگئی ہیں۔ یہ بات آپ نے وہاں ٹھہرے ہوئے مہمانوں کو بھی بتائی سب نے بہت انجوائے کیا۔ مجھے نصیحت فرمائی بیٹیوں کے لئے بہت دعا کیا کرو بیٹیاں بہت پیاری ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ماں کو کبھی ان کا دکھ نہ دکھائے تجھو بھی سب سے چھوٹی ہے۔ مجھے اس سے غیر معمولی محبت ہے اس کا دکھ کہہ کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں بہت خوش ہوں جرمنی کی لجنہ ممبرات نے اسے بہت پیار دیا ہے اور تم بھی تجھو سے بہت محبت کرتی ہو اور کرتی رہنا۔

ایک دن ہم سب بی بی اور باقی سب مہمانوں کے ساتھ جنگل میں سیر کے لئے گئے تو وہاں میں اور میرے بچے مچھروں اور کیڑوں کے کاٹے جانے سے ڈر رہے تھے۔ بلکہ میں زیادہ ڈر رہی تھی، بی بی نے مجھے ڈرتے دیکھ کر کہا تم اس وقت یہ دعا پڑھو۔ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ترجمہ:۔ اور جب تم گرفت کرتے ہو تو زبردست بنتے ہوئے گرفت کرتے ہو۔ (الشعراء آیت 131) اور بچوں کو یاد بھی کروا دینا۔ گھر واپس آ کر بچوں نے بی بی سے کہا ہماری کاپی پر کچھ لکھ دیں تو آپ نے کٓھٰیٰعٓصٓ اور ساتھ آیت کا اردو ترجمہ بھی لکھا "تو کافی ہے اور ہادی ہے، اے جاننے والے، اے صادق"۔ (سورۃ مریم آیت نمبر 2) اور مجھ سے کہا اس کا جرمن ترجمہ بھی لکھ دینا تا کہ ان کے ذہن میں یہ دعا بیٹھ جائے۔ اور کہا مشکل وقت میں اس دعا کو پڑھنا بہتر ہوتا ہے۔ اسی سال جلسہ سالانہ کے موقع پر حضورؒ نے اپنے خطاب میں سو مساجد کا جو پراجیکٹ چل رہا تھا اور اس وقت تک کچھ مساجد تعمیر ہو چکی تھیں انکے بارے میں خوشی کا اظہار فرمایا۔ جب ہم جلسہ سے واپس گھر آئے تو بی بی نے 300 مارک دیا اور کہا میرا ابھی اس بابرکت تحریک میں حصہ ڈال دیں (اس وقت میرے میاں اسسٹنٹ نیشنل سیکرٹری سو مساجد تھے)۔

دوسری مرتبہ بی بی اپنی صاحبزادی نصرت صاحبہ تجھو اہلیہ مکرم غلام قادر صاحب شہید) اور ان کے بچوں کے ساتھ تشریف لائیں۔ ہم سب باتیں کر رہے تھے میری چھوٹی بیٹی عزیزہ ایمن تنگ کر رہی تھی میں اس کو منع کرنے کے لئے اٹھنے لگی تو بی بی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ یہ تمہارے لاڈوں کی ایک آفت ہے جب بچہ لاڈ میں تنگ کرتا ہے تو اس وقت اس کو کچھ نہ کہو ورنہ دوسروں کے سامنے شرمندگی محسوس کرتا ہے اس عمر میں اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ بچوں کی تربیت کے حوالے سے مزید بتایا کہ ہمیشہ بچوں پر اعتماد کر کے تربیت کرنا، ہمیشہ نیک بات کی نصیحت کرنا ان کے کاموں پر نظر رکھنا ہر وقت کی روک ٹوک اور نکتہ چینی نہ ہو بڑی حد تک اعتبار کر کے ان میں خود اپنے افعال کی غیرت اور ذمہ داری پیدا کر دینا، کوئی بات ہو تو الگ سمجھانا زیادہ بہتر ہے ہر وقت نہ کہو نہ سنو۔ مگر جب کہو تو ضرور وہ بات کروا کر چھوڑو تا کہ فرمانبرداری کی عادت پڑے۔ بی بی نے مجھے نظر ٹھیک رکھنے کے لئے ایک نسخہ بتایا اور کہا کہ خاص طور پر بچوں کو بنا کر دو۔ وہ نسخہ یہ ہے۔ سونف مصری اور چاروں مغز لو۔ سونف کو تھوڑا سا بھون لینا اس میں مصری اور چار مغز شامل کر کے سب کو کھانے کے لئے دو اس سے نظر ٹھیک رہتی ہے۔

بی بی میری والدہ صاحبہ کی وفات پر ہمارے ہاں تشریف لائیں کافی دیر تک مجھ سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ یہ میری خوش نصیبی ہے اور خدا کا مجھ پر فضل و احسان ہے کہ جو بھی خاندان حضرت اقدس علیہ السلام کے افراد جرمنی تشریف لائے مجھے سب کی میزبانی کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وفات پا جانے والوں کے درجات بلند سے بلند فرمائے ہمیں ان کے نیک نمونے کو اپناتے ہوئے ان کی نیکیوں کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی توفیق بخشے اور ہمارے حق میں ان کی تمام دعائیں اپنے فضل سے قبول فرمائے آمین ثم آمین۔ اور جو اس وقت خدا کے فضل سے حیات ہیں خدا تعالیٰ انکی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے تا دیر انکو سلامت رکھے اور خوشیاں دے۔ آمین۔

دلکش یادیں
محترمہ صاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ

مکرمہ زینت حمید صاحبہ۔ Ginsheim 2

لجنہ اماء اللہ جرمنی کی خوش قسمتی رہی ہے کہ جلسہ سالانہ کے چند ایام جن میں ہم نہ صرف امام وقت کے بابرکت وجود سے فیضیاب ہوتے اور برکتیں حاصل کرتے ہیں بلکہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواتین مبارکہ اور دیگر پیاری ہستیوں کی بدولت بھی حکمت و دانائی کے نایاب موتی سمیٹتے ہیں، جو جلسہ سالانہ کے موقع پر رونق افروز ہونے کے ساتھ ساتھ عام مجالس میں بھی پرحکمت نصائح اور نہایت دلنشیں انداز میں اپنے ایمان افروز واقعات کے ذریعے ایمان وایقان کو بڑھاتی رہی ہیں۔

آج خاکسار چند حسین یادیں اور باتیں حضرت صاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ (جو ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی بہن اور ہماری پیاری آپا جان مدظلھا تعالیٰ کی والدہ محترمہ ہیں) کی لے کر حاضر ہوئی ہے۔

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام خواتین مبارکہ میں جو قدر مشترک ہے وہ حسن اخلاق، بے ساختہ پن اور مہربانی وشفقت کا بے پایاں اظہار، پرخلوص انداز بیاں، شستہ زبان اور مستحکم لہجہ جو مخاطب کا دل موہ لیتا ہے اور دل خود بخود ان کی طرف کھنچتا چلا جاتا ہے۔

حضرت صاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ کے ساتھ جلسے کے موقع پر ایک لجنہ ممبر مقرر ہوتیں تاکہ آپ کی ضروریات کا خیال رکھا جاسکے اور اسی طرح جب آپ کو جلسہ گاہ جانا ہو تو سہولت سے جاسکیں، ہجوم میں نہ گھر جائیں لیکن آپ ہمیشہ خواتین میں گھری رہتیں، جو بھی سلام کرتا کھڑے ہو کر احوال پوچھنا اور ہلکی پھلکی گفتگو کرنا اور دعائیں دینا ان کا شیوہ تھا، آپ ہمیشہ نسبتاً ہلکی آواز لیکن ٹھوس لہجے اور دل کو موہ لینے والے انداز میں بات کرتی تھیں۔ چند زریں نصائح جو آپ نے فرمائیں ان کا ذکر یہاں کررہی ہوں۔

جلسہ سالانہ کی تیاریاں جمعہ کے روز تک جاری رہتی ہیں۔ بعض اوقات تو جمعہ کی نماز تک بھی انتظامات ہو رہے ہوتے ہیں اور کارکنات کو ناظمہ اعلیٰ سے کچھ نہ کچھ پوچھنا پڑتا ہے، یہ تو ہم سب کے علم میں ہے کہ خطبہ کے دوران بات نہیں کرنی چاہیئے اور خاکسار ہمیشہ کوشش کرتی کہ اس پر ہر حالت میں عمل ہو۔ ایک مرتبہ خاکسار حضرت صاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ کے قریب نماز کے لئے بیٹھی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے اس دوران ایک ڈیوٹی ممبر خاکسار سے کچھ پوچھنے کے لئے آئی، خاکسار نے اشارہ کیا کہ لکھ کر دیدیں انہوں نے لکھ دیا اور خاکسار نے جواب لکھ کر دے دیا، نماز کے اختتام پر آپ نے فرمایا کہ ''خطبہ کے دوران کسی بھی قسم کی حرکت ناپسندیدہ اور معیوب ہے خطبہ نماز کا حصہ ہے اس دوران مکمل خاموشی اور سکون ہونا چاہیئے۔ جو بھی بات کرنی ہو نماز کے بعد کریں''۔

خاکسار کی انتہائی خوش قسمتی اور محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے خدمت دین کا موقع عطا کیا اور ایسی مقتدر ہستیوں کے قرب سے فیضیاب ہونے کی توفیق ملی۔ ایک مرتبہ آپ خاکسار کے گھر تشریف لائیں تو مقامی جماعت سے لجنہ بہنیں بھی شرف ملاقات کے لئے حاضر ہوگئیں، ایک بہن جو اب وفات پاچکی ہیں وہ بھی ملاقات کی غرض سے

حاضر ہوئیں، انہوں نے اپنے شوہر کے بارے میں بتایا کہ وفات پا چکے ہیں۔ جب آپ کو علم ہوا کہ وہ عدت میں ہیں تو ناراضگی کے لہجے میں فرمایا کہ ''آپ کو عدت میں باہر نہیں نکلنا چاہیئے تھا، یہ قرآن کریم کا حکم ہے اس پر سختی سے عمل ہونا چاہیئے''۔ پھر آپ نے ایک واقعہ سنایا کہ ''جرمنی سے مجھے ایک احمدی خاتون کے خط جاتے تھے جو اپنے بیٹے کے بارے میں سخت پریشان تھی کہ بدصحبت میں پڑ کر خراب ہو گیا ہے اور شراب پینے لگ گیا ہے۔ فرمایا'' جب میں اس خاتون سے ملی تو اس کو بے پردہ دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا اور میں نے اس سے کہا کہ تم نے قرآن کریم کے ایک حکم کی نافرمانی کی ہے تمہارے بیٹے نے بھی اپنی مرضی کے مطابق ایک حکم کو چھوڑا ہے۔ جو تم نے کیا ہے وہی اس نے بھی کیا ہے۔ پھر تمہاری پریشانی کی سمجھ نہیں آتی''۔ اس پُر حکمت بات میں ہم سب کے لئے بہت بڑی نصیحت پوشیدہ ہے کہ اپنے بچوں کو برائیوں سے بچانے کے لئے اپنی حالت کی درستگی بہت ضروری ہے۔

آپ نہایت درویش صفت اور مہربان ہستی تھیں۔ جب بھی آپ کو کوئی کسی موقع پر مدعو کرتا تو ازراہ شفقت خوشی سے شریک ہوتیں، ایک مرتبہ آپ نے ایک بچی کی شادی میں شرکت فرمائی۔ تلاوت دعا وغیرہ ہوئی مگر ہال میں انتظام ایسا نہ تھا کہ مردانہ ہال سے آواز عورتوں کی طرف سنی جاتی۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا'' ایسے بابرکت پروگرام سننے کا انتظام عورتوں کی طرف بھی ضرور ہونا چاہئے''۔ آپ کے اس ارشاد کو سن کر اہل خانہ کی طرف سے ایک خاتون نے چند دعائیہ اشعار پڑھے۔

آپ کی ایک اعلیٰ صفت مجھے اُس وقت یاد آئی جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد حضرت آپا جان (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ) پہلی بار حضور اقدس کے ساتھ جرمنی تشریف لائیں اور نیشنل عاملہ لجنہ اماء اللہ نے ان کی خدمت میں تحفہ پیش کیا تو آپ مدظلھا تعالیٰ نے دو باتیں پوچھیں نمبر ایک ''یہ لجنہ کے فنڈ سے ہے یا ذاتی پیسوں سے'' نمبر دو ''تمام دیگر مہمان خواتین کو جو بطور رکن وفد کے ساتھ تشریف لائیں ہیں ان کو بھی ایسا ہی تحفہ دیا گیا ہے''۔ الحمدللہ کہ تحائف عاملہ ممبرات نے بخوشی مل کر لئے تھے اور سب کے لئے ایک جیسے تحفے خریدے گئے تھے۔

صاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ جنہیں ہم سب بی بی حکمی کے نام سے یاد کرتے ہیں، ان کا بھی یہی وصف تھا۔ ایک مرتبہ نیشنل عاملہ جرمنی نے سوچا کہ بی بی حکمی کو تحفہ دیا جائے لیکن اس وقت یہ بات نہیں سوچی کہ مل کر دیں بلکہ لجنہ کے اکاؤنٹ سے رقم لی گئی۔ آپ کو پتہ چلا تو خریدا ہوا تحفہ واپس کر دیا۔ ہمیں بہت شرمندگی ہوئی اور ان سے درخواست کی کہ اس کی رقم ہم خود ادا کر دیتے ہیں لیکن انہوں نے وہ تحفہ نہیں لیا۔

آپ جب پہلی بار جرمنی تشریف لائیں تو آپ نے چند عاملہ ممبرات کو ایک جیسی خوبصورت ٹرے تحفتاً دی جو خاکسار کو بھی عنایت فرمائی اور وہ آپ کی بہت سی حسین یادگاروں کے ساتھ خاکسار کے پاس آج بھی موجود ہے۔ ایک اور بات جو آپ نے فرمائی وہ یہ تھی کہ اگر کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور رکاوٹ پڑ جاتی ہے خواہ کپڑے کی خریداری ہو یا کوئی اور بات ہو۔

یہ تمام باتیں جو خاکسار نے لکھی ہیں یادداشت پر مبنی ہیں، الفاظ کا ردوبدل ہوسکتا ہے لیکن مفہوم بالکل یہی بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار اور خلیفۂ وقت کی مکمل مطیع، حسن وخوبی کا مرقع ہماری پیاری بی بی حکمی صاحبہ ہر دلعزیز شخصیت تھیں، ہمیں ہمیشہ بے شمار نصائح سے نوازا۔ لجنہ اماء اللہ جرمنی کی نوک پلک درست کرنے میں خلفاء کرام کی غلامی میں ان مبارک ہستیوں کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ اسی مشن پر اب ہماری پیاری آپا جان مدظلھا تعالیٰ مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب احمدی خواتین کو ان نصائح سے فائدہ اٹھانے اور اپنے کردار کو صیقل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

میدان حشر کے تصور میں

نہ روک راہ میں مولا ! شتاب جانے دے
کھلا تو ہے تری ''جنت کا باب'' جانے دے

مجھے تو دامن رحمت میں ڈھانپ لے یوں ہی
حساب مجھ سے نہ لے'' بے حساب'' جانے دے

سوال مجھ سے نہ کر اے مرے سمیع و بصیر
جواب مانگ نہ اے ''لاجواب'' جانے دے

مرے گنہ تری بخشش سے بڑھ نہیں سکتے
ترے نثار حساب و کتاب جانے دے

تجھے قسم ترے ''ستار'' نام کی پیارے
بروئے حشر سوال و جواب جانے دے

بلا قریب کہ یہ ''خاک'' پاک ہو جائے
نہ کر یہاں مری مٹی خراب جانے دے

رفیق جاں مرے یار وفا شعار مرے
یہ آج پردہ دری کیسی؟ پردہ دار مرے

(کلام حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از درعدن صفحہ 69،68)

کچھ ذکر اپنے پیاروں کا

مکرمہ صاحبزادی امتہ الناصر نصرت صاحبہ۔ Nairobi

والدین ہر بچے کا آئیڈیل ہوتے ہیں لیکن اگر والدین کے گزر جانے کے بعد آپ اپنے ارد گرد ہر طبقے سے کیا امیر، کیا غریب ان کی تعریفیں اور ایسی نیکیاں سنیں، جس سے بچے بے خبر تھے تو بے حد خوشی ہوتی ہے اور سر بے اختیار ہو کر خدا کے حضور شکر سے جھک جاتا ہے کہ یا اللہ تو نے ان بزرگوں کی اولاد میں پیدا کر کے کتنا بڑا احسان کیا۔

الحمدللہ ہم بہن بھائی بھی ان خوش قسمت لوگوں میں شامل ہیں جن کے امی ابا دونوں کے لئے لوگوں کے دل میں بہت پیار ہے۔ ابا (سید داؤد احمد صاحب) کی وفات کو تقریباً چالیس سال کا عرصہ گذر گیا پھر بھی ہم بچوں کو کسی نہ کسی سے ملاقات کرتے ہوئے (پاکستان میں بھی اور پاکستان سے باہر بھی) ایسے واقعات سننے کو مل جاتے ہیں جس میں ابا کے لئے شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ ان کا کوئی ذاتی واقعہ سننے کو مل جاتا ہے۔ جس میں خدمت کے لئے ہر وقت تیار، بغیر مانگے لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش جیسی بہت سی باتیں ہیں، ابا کے متعلق بہت سی باتیں لکھی جا چکی ہیں اور بہت سی ابھی باقی ہیں۔ اس جگہ ایک واقعہ لکھتی ہوں جو مجھے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ کی صاحبزادی محترمہ امتہ الرفیق صاحبہ نے بتایا۔ ابا حضرت اماں جانؓ کے چھوٹے بھائی حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کے بیٹے اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے بھتیجے تھے۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کو دمہ کی تکلیف تھی اس کی وجہ سے جب سانس میں گھٹن محسوس کرتے تو صحن میں ٹہلتے تھے اور بعض اوقات تھک کر زمین پر بیٹھنے لگتے تھے (جس طرح دمے کے مریض تھک کر راہ چلتے زمین پر بیٹھ جاتے ہیں) چنانچہ اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں وہ زمین پر نہ بیٹھ جائیں، ابا ان کے پیچھے ٹہلتے جاتے اور جہاں کہیں وہ تھک کر بیٹھنے لگتے ابا اپنا ایک گھٹنا زمین پر ٹکا کر اور اس کے سہارے اسطرح بیٹھتے کہ دوسری ٹانگ کا گھٹنا کرسی کی طرح بن جاتا جس پر حضرت ڈاکٹر صاحبؓ بیٹھ جاتے اور جتنی دیر وہ بیٹھتے ابا اسی پوزیشن میں ان کو سہارا دیئے رہتے۔ یہ واقعہ سن کر بہت ہی لطف آیا۔

الحمدللہ ماں کے لحاظ سے بھی ہم بچے بہت خوش نصیب ہیں۔ امی کی وفات کے بعد بھی لوگ انہیں بھی اسی محبت سے یاد کرتے ہیں جیسے ابا کو۔ میں سوچتی ہوں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری بیٹیوں نے آپؓ سے وفا کی۔ اولاد عموماً ماں باپ کی زندگی میں ان کے احکام کی پابند ہوتی ہے لیکن ان کی وفات کے بعد زیادہ پرواہ نہیں کرتی کہ ماں باپ کو کیا پسند تھا لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی سب بیٹیوں نے اس بات کا خیال رکھا کہ جو بات آپؓ کو اپنی زندگی میں پسند نہیں تھی وہ آپؓ کے وصال کے بعد بھی نہ کریں۔

امی بھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں اور ان میں بھی یہ احتیاط نمایاں تھی کہ جو رنگ حضورؓ اپنی بیٹیوں پر چڑھا گئے ہیں وہ ہلکا نہ ہونے پائے۔ جہاں تک ممکن تھا وہ ایسی باتوں سے بچتیں جو ان کے والد صاحبؓ کو پسند نہیں تھی۔

امی کی شخصیت کے دو تین پہلو جو مجھے بہت متأثر کرتے تھے۔ ایک تو یہ کہ جیسے کوئی اللہ سے چمٹ جائے ویسے امی چمٹ گئی تھیں لیکن یہ بھی محض خدا تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔ زندگی میں انہوں نے اپنے بہت قریبیوں کی جدائی اس وقت دیکھی جب بظاہر یہ جدائی وقت سے پہلے لگتی تھی لیکن کبھی کوئی شکوہ لبوں پر نہیں آیا بس اللہ کے حضور گریہ وزاری کرتے دیکھا۔

دوسرے خلافت سے گہری وابستگی، خلیفہ وقت کی ہر تحریک پر لبیک کہتی تھیں۔ اگر انہیں کبھی وہم میں بھی خیال آجاتا کہ کہیں خدانخواستہ خلیفۂ وقت کسی بات پر ناراض نہ ہوں حالانکہ خدا کے فضل سے یہ ہوا کبھی نہیں تو امی بڑی سخت بے قرار ہو جاتی تھیں کسی کل چین نہیں پڑتا تھا جب تک تسلی نہیں ہو جاتی تھی کہ ایسی کوئی بات نہیں۔

تیسرے امی کا اعلیٰ ظرف۔ مجھے وہ لوگ یاد ہیں جو امی سے نامناسب لہجے میں، نامناسب طریق پر بات کر جاتے تھے مجال ہے، جو ماتھے پر شکن تک لاتی ہوں یا اگلی ملاقات میں کبھی اشارۃً بھی اس سے ناراضگی کا اظہار کیا ہو بلکہ اسی طرح محبت سے ملتی تھیں جو ان کا خاصہ تھا اور اسی طرح دعاؤں میں شامل رکھتی تھیں جیسے کبھی کچھ ہوا ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ماں باپ کی دعائیں ہم سب بچوں کے حق میں پوری فرمائے اور قیامت تک کی نسلیں ان دعاؤں کے ثمر پائیں۔ آمین

محبت والفت کی پیکر

والدہ محترمہ صاحبزادی امتہ الباسط بیگم صاحبہ کی پاکیزہ یادیں

مکرمہ صاحبزادی امتہ الودود ندرت صاحبہ۔ Pakistan

لوڈھلک گیا وہ آنسو کہ جھلک رہا تھا جس میں
تیری شمع رخ کا پرتو تیرا عکس پیارا، پیارا

ایسے نہ جانے کتنے آنسو ہیں جو پچھلے پانچ سالوں میں چھلکے ہیں مگر اللہ کا احسان ہے کہ یہ آنسو کسی واویلا، ناشکری یا گلے کے نہیں بلکہ ہمیشہ اپنے رب کے حضور اُمی محترمہ صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ کے لئے دعاؤں اور ان کی بخشش اور بلندیٔ درجات کی التجاؤں کو لے کر چھلکے ہیں۔اللہ ان کو ہمیشہ اپنے پیار کے سائے میں پھولوں کی طرح رکھے۔(آمین)

محترمہ صاحبزادی امتہ القیوم بیگم صاحبہ نے حضرت اماں جانؓ کی سیرت کے مضمون میں دہلی کے سفر کے دوران کا واقعہ لکھا ہے وہ لکھتی ہیں۔''اس سفر میں ایک عجیب واقعہ ہوا۔گڑگاؤں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جب ہم وہاں پہنچے تو جس جگہ ہم کو ٹھہرنا تھا وہ گورنمنٹ کا گیسٹ ہاؤس اوپر کی منزل میں تھا۔نیچے بازار وغیرہ تھا اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں اونچی تھیں یعنی قدم رکھنے کی جگہ اونچی تھی عام سیڑھیوں کی نسبت اماں جانؓ کو سہارا دے کر (صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب) اوپر لے جا رہے تھے اور پیچھے میں اور میری بہن امتہ الباسط بھی ہمارے ساتھ تھی۔غلام محمد اختر صاحب جوان دنوں ریلوے میں ملازم تھے کچھ دنوں بعد ان کا خط آیا کہ میں نے عجیب خواب دیکھا ہے کہ اس طرح کی اونچی سیڑھیاں ہیں اور آپ اماں جانؓ کو سہارا دے کر اوپر لے جا رہے ہیں آپ کی بیوی اور امتہ الباسط پیچھے سیڑھیاں چڑھ رہی ہیں اتنے میں کوئی کہتا ہے یا غیب سے آواز آتی ہے یہ ابراہیم کا خاندان ہے۔''

میری اُمی میں خدا کے فضل سے خاندان ابراہیم والی صفات پورے طور پر پائی جاتی تھیں۔اُمی کی زندگی کو اگر مختصر ترین الفاظ میں بیان کرنا ہو تو وہ ہیں ''محبت کا پیکر'' خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں، بنی نوع انسان اور اس کی مخلوق سے محبت اور پھر یہ محبت اس وقت بھی ان کے چہرے سے بھرپور ٹپکتی تھی جب آپ صبح صبح پرندوں کو کھانا ڈال رہی ہوتی تھیں۔

سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی محبت جو ان کی ساری زندگی پر محیط تھی وہ نہ صرف خوشیوں میں ہر آن اللہ کی شکر گزاری کی صورت میں نظر آتی تھی بلکہ غم کی حالت میں تو اور بھی مضبوطی سے اپنے رب کا دامن پکڑ لیتی تھیں۔زندگی میں انہوں نے بڑے بڑے صدمے دیکھے ہر رشتہ کا صدمہ جب اس کی بظاہر بہت ضرورت ہوتی ہے 16 سال کی عمر میں اپنی اُمی کی وفات کا صدمہ پھر تقریباً جوانی کی عمر میں ہی جبکہ ابھی کوئی بچہ بھی بیاہا نہیں گیا تھا ابا کی وفات پھر نصرت (میری چھوٹی بہن) کی شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد جبکہ اس کے بچے بہت ہی چھوٹے تھے مرزا غلام قادر صاحب کی شہادت ان کے علاوہ بھی کئی آزمائشیں جن سے بڑے مضبوط لوگوں کی بھی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں۔اُمی نے نہ صرف برداشت کئے بلکہ اپنے رب کے ساتھ مکمل راضی رہ کر برداشت کئے۔بظاہر ہنستی مسکراتی اور راتوں کو اٹھ کر نمازوں میں اپنے اللہ کے حضور اس کا رحم، مدد اور پیار مانگتی تھیں۔ابا کی وفات سے لے کر اپنی شادی تک میں ہی اُمی کے ساتھ سوتی تھی میں نے کوئی رات ایسی نہیں دیکھی جب وہ اٹھ کر اپنے اللہ کے حضور حاضر نہ ہوتی ہوں اور یہ سلسلہ ان کی وفات تک جاری رہا بلکہ آخری چند سالوں میں اُمی کئی دفعہ ICU میں داخل ہوئیں تو وہاں بھی رات کو تہجد کے لئے الارم بج جاتا تھا۔میں نے اُمی سے کہا ''یہاں اور بھی مریض ہوتے ہیں جو ڈسٹرب ہوتے ہیں'' اس پر وہ سٹاف کو درخواست کر دیتی تھیں کہ مجھے جگا دیا کریں تو پھر رات کو سٹاف میں سے کوئی آ کر آہستہ سے ان کو جگا دیتے تھے کہ ''بی بی آپ کے نفلوں کا وقت ہو گیا ہے'' اور وہ اپنے بیڈ پر لیٹے لیٹے نوافل ادا کر لیا کرتی تھیں۔رمضان کے مہینے میں حقیقتاً کمر کس لیتی تھیں۔روزے تو

معدے میں السر کی وجہ سے نہیں رکھ سکتی تھیں مگر نمازوں اور قرآن کی تلاوت میں دن اور رات کا اکثر حصہ گزرتا تھا اور پھر صبح اشراق اور چاشت کے نوافل بھی ادا کرتی تھیں۔اس طرح صحت بہت متاثر ہوتی تھی۔روزے خود تو نہیں رکھ سکتی تھیں مگر رکھوانے اور کھلوانے کا اہتمام ضرور کرتی تھیں۔سب گھر والوں کے لئے بھی اور پھر باہر قصر خلافت کے گیٹ پر جو پہرہ دار ہوتے تھے ان کے لئے بھی افطاری ضرور جایا کرتی تھی (اُمی کا یہ طریق بھائی، بھابھی نے اب تک جاری رکھا ہوا ہے اللہ ان کو جزائے خیر دے۔آمین)رمضان میں اللہ کے فضل سے قرآن شریف کے تین دور مکمل کرتی تھیں۔قرآن شریف کے علاوہ جو کتاب میں نے ان کو زیادہ پڑھتے دیکھا وہ ''تذکرہ'' تھا۔تذکرہ بہت باقاعدگی سے پڑھتی تھیں۔

جب ابا (محترم سیّد میر داؤد احمد صاحب) نے حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباسات مختلف موضوعات کے تحت اکٹھے کئے اور وہ ''مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریرات کی رو سے'' کے نام سے طبع ہوئے تو اس میں اُمّی نے ابا کا بہت ہاتھ بٹایا اور بڑی محنت سے اس کام میں حصہ لیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کررہی ہوں یا حضرت مسیح موعودؑ کی کسی بات پر ان کے چہرے پر ایک عجیب خوبصورت اور خوشی سے بھرپور مسکراہٹ ہوتی تھی۔اسی طرح خلفاء کے دور جو ہم نے خود دیکھے ہیں ان سے بھی عجیب محبت اور اطاعت کا تعلق تھا گو کہ حضرت مصلح موعودؓ کی بیٹی، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بہن اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خالہ تھیں۔ان جسمانی محبتوں کا رشتہ بھی ضرور تھا مگر روحانی تعلق ہی اور تھا۔ہم نے اپنے گھر میں خلفاء سلسلہ کی محبت اور اطاعت کے وہ نمونے دیکھے ہیں جو بیان سے قاصر ہیں۔ان کو محسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔خود حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی گواہی یہاں لکھتی ہوں آپ نے اپنے خطبہ جمعہ جو اُمی کی وفات کے بعد دیا اس میں فرمایا ''خلافت سے بے انتہا محبت کا تعلق تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ان کے چھوٹے بھائی تھے۔خلافت کے بعد وہ احترام دیا جو خلافت کا حق ہے نیز اپنے بارے میں فرمایا خلافت کے بعد میری سب سے پہلی ملاقات شاید ان سے ہوئی اور ان کی آنکھوں میں، الفاظ میں بات چیت میں جو فوری غیر معمولی احترام میں نے دیکھا وہ حیران کن تھا''۔

اُمی نے زندگی کے ہر مرحلہ پر ہمیشہ خلفاء سلسلہ سے راہنمائی حاصل کی اور ان کے مشوروں سے ہی تمام کام اور فرائض انجام دیئے اللہ کا احسان ہے کہ تمام خلفاء سے ہی اُمی کا بہت پیار کا تعلق رہا لیکن کبھی یہ وہم بھی ہوجاتا کہ ''کہیں خلیفۂ وقت میرے سے ناراض تو نہیں'' تو پھر بے چینی اور بیقراری انتہا کو پہنچ جاتی۔ہم کہتے ''اُمی جب کوئی بات ہی نہیں تو آپ کو وہم کیوں ہورہا ہے ایسا کچھ نہیں ہے'' مگر جب تک ان کو خلیفۂ وقت کی طرف سے تسلی نہیں ہوجاتی تھی کسی کل قرار نہ آتا تھا۔

جماعتی کاموں کی بھی خدا کے فضل سے اُمی کو توفیق ملتی رہی۔**42** سال آپ نے سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ ربوہ کے فرائض سنبھالے اور اللہ کی دی ہوئی توفیق سے بہترین انداز میں اس کو نبھایا اس عرصے میں کئی نسلیں ربوہ کی بچیوں کی جوان ہوئیں اور مائیں بن کر اپنی اولاد در اولاد کی تربیت کررہی ہیں۔انہوں نے جو بھی نیکیاں اور اعلیٰ اخلاق ربوہ میں ناصرات کی تنظیم کے تحت سیکھے اور ان کو اپنی نسلوں میں جاری کیا اللہ اس کا اجر اُمی کو بھی قیامت تک پہنچاتا رہے۔آمین

اُمی کی سیرت کا ایک بہت اہم پہلو مہمان نوازی تھی۔میں نے اس انداز میں کھلا دستر خوان بہت کم دیکھا ہے کہ اگر کھانے کا وقت ہے اور اچانک کچھ لوگ آگئے ہیں تو ان کو بھی پھر کھانا کھلائے بغیر نہیں جانے دیتی تھیں خواہ گھر میں صرف دال بنی ہو۔شادی سے پہلے ہم لوگ اور بعد میں بھابھی بھی یہی کہتی ہیں کہ ''ہم لوگوں کے رنگ اڑ جاتے تھے کہ بالکل معمولی کھانا ہے اور مقدار میں بھی اتنا نہیں کہ مہمانوں کو پیش کیا جائے مگر اُمی زور دیتی تھیں کہ کوئی بات نہیں چٹنی اور اچار ساتھ لگا لو گزارہ کرلیں گے اور مہمانوں کو بھی بڑی بے تکلفی سے ساری بات بتا کر کھانے کی میز پر لے جاتی تھیں کہ سب خوشی اور بے تکلفی سے سادہ سا کھانا مزے لے لے کر کھاتے تھے۔''اس انداز کو دیکھ کر لوگ بھی بہت ہی پیار اور دعوے سے ہمارے گھر آتے تھے کہ جو بھی وقت ہو اس گھر کے دروازے، دستر خوان اور دل ہمیشہ کھلے ملتے ہیں اور جن مہمانوں کے آنے کی پہلے اطلاع ہوتی تھی یا انہوں نے کچھ دن ٹھہرنا ہوتا تھا ان کے لئے تو پھر خوب تیاریاں اور انتظامات ہوتے تھے کہ کہیں کوئی کمی نہ رہ جائے۔

جن دنوں ربوہ میں جلسے ہوا کرتے تھے ان دنوں تو ہمارے گھر نظارے ہی اور ہوتے تھے ہر کمرے میں **10**،**15** مہمان ہوتے اور بعض میں تو یہ

تعداد 20 تک بھی پہنچ جاتی تھی پھر دوپہر کے کھانے کے لئے تو اور جگہوں پر ٹھہرے ہوئے مہمانوں کو بھی کہا ہوتا تھا تو بعض وقت 150، 200 تک لوگ کھانے پر ہوتے تھے یہ سارے انتظامات اکیلے ہی کرتی تھیں۔ ابا تو افسر جلسہ سالانہ ہونے کی وجہ سے اتنے مصروف ہوتے تھے کہ کئی دن تو تقریباً گھر ہی نہیں آتے تھے ہم سب کی بھی ڈیوٹیاں ہوتی تھیں۔ خود اُمی کی بھی سٹیج پر ڈیوٹی ہوتی تھی اس کے باوجود صبح ناشتہ سے لے کر رات کے کھانے تک کا سارا انتظام پھر ٹھہرے ہوئے مہمانوں کی ہر ضرورت کا خیال ناشتہ تو سب کے کمروں میں ٹرالیاں لگا کر بھیجتی تھیں، کھانے کا بھی مردوں، عورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ انتظام، پھر اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کے لئے ڈاکٹر کو بلانا، پرہیزی کھانے وغیرہ کا خیال، چھوٹے بچوں کی ضرورتوں کا خیال، غرض انتھک محنت تھی جو کئی دن پہلے سے شروع ہو جاتی تھی اور بعد میں سمیٹنے میں بھی کئی دن لگ جاتے تھے۔ انتہائی خوشی اور بشاشت سے سب کام کرتی تھیں بلکہ اگر کسی جلسہ پر مہمان کسی وجہ سے کچھ کم ہو جاتے تو اداس ہو جاتی تھیں۔ ابا کی وفات کے بعد تو اُمی کے اپنے کمرے میں بھی بہت سی خواتین ٹھہری ہوتی تھیں۔ ان مہمانوں میں خصوصی طور پر حیدرآباد دکن کی معزز فیملی تھی جو کہ دراصل قادیان میں بڑی اُمی یعنی حضرت سیدہ اُمّ طاہر صاحبہؓ کے گھر مہمان ٹھہرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مصلح موعودؓ جلسہ سالانہ کے موقع پر اُمی کے پاس لے کر آئے اور فرمایا ''باچھی یہ تمہاری اُمی کے مہمان ہیں آئندہ تم نے ان کو سنبھالنا ہے''۔ اس دن کے بعد وہ فیملی نسل در نسل اُمی کی مہمان رہی ربوہ میں بھی جلسہ سالانہ کے علاوہ ان کے ہاں کوئی وفات ہوتی یا ویسے ربوہ آنا ہوتا وہ اُمی کے ہی مہمان رہے۔ جنازوں کے موقعوں پر سارے انتظامات بھی اُمی ہی کرواتی تھیں۔ ہر طرح سے خیال رکھتیں۔ اب ماشاءاللہ ان کی تیسری نسل کا تعلق بھی اسی طرح چل رہا ہے وہ لوگ بھی بڑے مان اور دعویٰ سے آتے ہیں اور بہت محبت کرتے ہیں۔ ابا حضور (حضرت مصلح موعودؓ) سے کئے ہوئے عہد کو پوری طرح نبھایا اسی طرح ایک اور عہد جو بڑی اُمی (حضرت سیدہ اُمّ طاہر صاحبہؓ) نے وفات کے وقت اُمی سے لیا اس کو بھی اپنی جان سے بڑھ کر عزیز رکھا، وہ یہ کہ جب ان کی حالت بہت خراب ہوگئی تو انہوں نے اُمی کو بلایا اور کہا ''تم میرے سے وعدہ کرو کہ تم نے اپنی بہنوں اور بھائی کا خیال رکھنا ہے کیونکہ حکمی (صاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ) بیمار رہتی ہے، جمیل (صاحبزادی امتہ الجمیل صاحبہ) بہت چھوٹی ہے اور طاری (حضرت مرزا طاہر احمدؒ) لڑکا ہے تو تم نے ان سب کا خیال رکھنا ہے''۔ یہ عہد بھی اُمی نے تادم وفات نبھایا۔ گو کہ محبت اُمی نے سارے ہی بہن بھائیوں سے بے انتہا کی مگر ان تینوں کو تو اپنی ذمہ داری سمجھتی تھیں۔ ہر موقع پر اپنے فرائض سے بڑھ کر بلکہ اپنا ہی سمجھتے ہوئے کام کیا۔ مجھے یاد ہے کہ خالہ جمیل کی بعض وقت طبیعت خراب ہو جاتی تھی تو رات کو 2، 3 بجے آدمی بلانے آجاتا تھا۔ اُمی اسی وقت اٹھ کر ان کے گھر چل پڑتی تھیں۔ اسی طرح خالہ حکمی اور ماموں کے بھی ہر موقع پر پوری طرح بڑی اُمی سے کئے ہوئے عہد کو یاد رکھتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات کے بعد ان کی بیٹیوں سے بہت ہی تعلق رکھا ان کو کہتی تھیں ''اب تو میری سات بیٹیاں ہیں''۔ اور وہ بھی اُمی سے بہت ہی پیار کرتی تھیں۔

ویسے ابا حضورؓ کے ماشاءاللہ 13 بیٹے اور 9 بیٹیاں تھیں۔ سب سے ہی اُمی کا ایک خاص تعلق تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تو بہت ہی لاڈلی تھیں۔ صرف اپنے بہن بھائیوں سے نہیں بلکہ بہنوئیوں اور بھابیوں سے بھی محبت کا تعلق تھا آگے ان کے بچوں سے اتنا پیار کرتی تھیں وہ بھی بہت مان، پیار اور دعوے سے آتے تھے بلکہ غیر خاندانوں سے بیاہی ہوئی بہوؤں سے بھی بہت پیار کرتی تھیں۔ بہت سے لوگ اپنی باتیں اُمی سے شیئر کرتے تھے۔ ان کو بھی انتہائی محبت اور دیانتداری سے مشورے دیتی تھیں اور ان کی بات کو اس طرح راز میں رکھتی تھیں کہ کبھی ہمیں بھی نہیں بتاتی تھیں۔ بعض لوگوں نے خود ذکر کیا تو پتہ چلا۔ صرف ابا حضورؓ کے بچوں سے نہیں بلکہ تمام خاندان خواہ وہ اُمی کے سسرال کے رشتے ہوں یا میکے کے عجیب پیار کا خزانہ تھا جو جتنا بانٹتی تھیں اتنا ہی بڑھتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ہمارے بچوں کے برابر کے بچے بھی اتنے قریب ہو جاتے تھے کہ اکثر بچے تو ہمارے بچوں کے ساتھ مل کر ''آنی'' ہی کہتے تھے۔ یہ بچے کبھی رات کو اُمی کے پاس اکٹھے ہوتے تھے کہ سب مل کر کھیلیں گے، کھائیں پئیں گے تو اتنے چھوٹے بچے بھی کبھی سب اُمی کے گرد اکٹھے ہو کر ان سے باتیں کرتے اور کبھی کوئی نہ کوئی ایک ایسی مجلس چھوڑ کر اُمی کے پاس چلا جاتا اور ان سے پرانے بزرگوں اور قادیان کی باتیں پوچھتا اور بے تکلفی سے گھنٹوں اُمی کے پاس گزارتا۔ پھر جن بچوں کے والدین یا کسی ایک کی وفات ہو جاتی تو ان کے لئے تو اُمی کے پیار کا دامن اتنا وسیع ہو جاتا تھا کہ

جیسا ایک حقیقی ماں کا۔

کچھ سال پہلے میری بھابھی کی بھانجی جس کے والدین کی وفات ہو چکی ہے وہ اپنے بچوں کے ساتھ اُمی کے گھر ٹھہری تو لندن واپس جاتے ہوئے لاہور آ کر اس نے مجھے فون کیا کہ ”میں نے تمہیں بتانا تھا کہ جب میں آئی تھی تو میرا ارادہ کچھ دن خالہ کے پاس ٹھہرنے کا تھا اور کچھ دن اپنی دوسری خالہ کی طرف جانے کا تھا مگر خالہ باچھی نے مجھے اور میرے بچوں کو اتنا پیار دیا اور اتنا خیال رکھا کہ میں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور میں تمام عرصہ خالہ کے گھر ہی رہی“۔ اسی طرح میری پھوپھی کی بیٹی اور ان کے خاوند جو کہ ڈاکٹر ہیں اور فضل عمر ہسپتال میں وقف کر کے آتے رہتے تھے یہ لوگ بھی اُمی کے مہمان ہوتے تھے۔ اس نے مجھے بتایا کہ ”ہم جب بھی ممانی کے گھر ٹھہر کر واپس جاتے تھے تو ہر دفعہ کوئی نئی اور اچھی بات سیکھ کر جاتے تھے اور واپسی پر سارا راستہ اس کو ڈسکس کرتے تھے“۔ وفات کے بعد تو لوگ تعریف کرتے ہی ہیں مگر یہ اُمی کی زندگی میں دی ہوئی گواہیاں ہیں۔

اپنی اولاد سے تو والدین محبت کرتے ہی ہیں پھر جس عورت کا خمیر ہی محبت سے اٹھا ہو اس کا اندازہ لگائیں کہ وہ اپنی اولاد سے کتنی محبت کرتی ہوگی۔ ابا کی وفات کے وقت ہم کافی چھوٹے تھے خاص طور پر میں اور نصرت۔ ابھی کسی بھی بچے کی شادی نہیں ہوئی تھی ہمارے لئے تو اُمی دعاؤں کا خزانہ بن گئیں اور خدا کی مدد اور توکل سے ہماری ساری ذمہ داریاں، تعلیم کی ہوں یا پھر شادیوں کی ادا کیں۔ ہمارے لئے اُمی کا پیار یہ تھا کہ ہر وقت یہ بیقراری ہوتی تھی کہ کہیں نمازوں میں تو کمزوری نہیں آ رہی؟ جماعت اور خلافت سے وابستگی تو ابا، اُمی نے ہمیں گھول کے پلا دی تھی۔ اخلاقی لحاظ سے بھی ہر چھوٹی سے چھوٹی بات پر نظر رکھتی تھیں۔

ابا کے بعد 33 سال اُمی زندہ رہیں اتنا لمبا عرصہ انتہائی صبر اور ہمت کے ساتھ گزارا۔ ہمارے لئے انہوں نے کبھی دنیا نہیں چاہی بلکہ ہمیشہ اللہ کا پیار اور اس کے دین کا راستہ ہی مانگا۔ جب بھائی نے اور پھر بعد میں میرے بیٹے نے وقف کیا تو بہت ہی خوش تھیں۔ بھائی کے بیٹے ارسلان نے جب قرآن شریف حفظ کیا تو اُمّی کی خوشی دیکھنے والی تھی۔ اس بات پر بھی بہت خوش تھیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بعد خاندان حضرت مسیح موعودؑ کا پہلا لڑکا ہے جس نے حفظ کیا ہے (بعد میں پھر خدا کے فضل سے بہت سے بچوں کو یہ سعادت ملی ہے) ہمارے بچوں سے بھی اُمی نے بہت پیار کیا۔ اللہ ان کی تمام نیک خواہشوں اور دعاؤں کو ہماری نسلوں در نسلوں کے حق میں قبول فرمائے۔ آمین

آنحضور ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ جس نے یتیم کی پرورش اچھے انداز میں کی وہ اور میں جنت میں (آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو اٹھا کر فرمایا) اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے محض اور محض اللہ کا احسان ہے کہ ابا اُمی کو اس کی بھی توفیق ملی۔ ابا کی زندگی میں بھی دونوں نے دو تین بچوں کی پرورش کی اور بعد میں بھی اُمی کے گھر وقتاً فوقتاً ایسے کئی بچے پرورش پاتے رہے جن میں سے بعض تو اب بڑی کامیاب زندگیاں گزار رہے ہیں۔ اپنی خاص دعاؤں میں ان کو ان کے بچوں کو ہمیشہ یاد رکھتی تھیں اور ان کے بچوں کو کہتی تھیں کہ ”میں تمہاری نانی یا دادی ہوں۔“ اپنی وفات سے چند سال پہلے اُمی نے کچھ پرائز بانڈز اس نیت سے لے کر رکھے تھے کہ ان سے غریب اور یتیم بچیوں کے جہیز تیار کراؤں گی ان میں ایسی برکت پڑی کہ تقریباً ہر دفعہ ہی انعام نکل آتا تھا۔ اس طرح کئی بچیوں کے جہیز اس رقم سے تیار ہوئے۔ اللہ میری اُمی کو اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے۔ (آمین)

صدقہ اور خیرات اس قدر کرتی تھیں کہ ربوہ میں مشہور ہو گیا تھا جس کو ضرورت ہے وہ بی بی باچھی کے پاس چلا جائے۔ بعض خواتین دوسری عورتوں سے سن کر آ جاتی تھیں اور تقریباً روز ہی ایسی خواتین اُمی کے گھر موجود ہوتی تھیں۔

ایک اور اہم رول جو میں سمجھتی ہوں کہ اُمی نے جماعت میں خصوصی طور پر ادا کیا ہے وہ جماعت کے لوگوں سے بہت گہرا تعلق تھا۔ انسان کی نیکیوں اور اعلیٰ اخلاق میں اللہ کے فضل اور اپنی نیک فطرت کے ساتھ بزرگوں کی نصیحتوں اور تربیت کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنے ایک خط میں جو اُمی کے خط کے جواب میں لکھا ہے اُمی کی توجہ انتہائی سنجیدگی اور پیار سے جماعت کی خواتین سے تعلق پیدا کرنے کی طرف دلائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں ”اب تم لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ ہم لوگ عمر کے آخری حصہ میں ہیں۔ آہستہ آہستہ پہلی صف کا چل چلاؤ ہے اور یہ ایک طبعی امر ہے جو خدا تعالیٰ کے اٹل قانون کا لازمی حصہ ہے اس لئے اب تم لوگوں کو آگے آ کر جماعت کی باگ ڈور کو سنبھالنے کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ مجھے مستورات کے متعلق زیادہ فکر ہے۔ جب تک حضرت اماں جانؓ زندہ رہیں وہ جماعت کے لئے ایک بہت بڑا سہارا اور

بڑا مرکزی نقطہ تھیں پھر حضرت صاحبؓ کے اہل خانہ میں سے تمہاری اُمی مرحومہ نے بھی جماعت کی مستورات کے لئے ایک سہارا اور مرکزی نقطہ کا کام دیا۔ پھر سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ کا وجود بھی مستورات کے لئے بڑے سہارے کا موجب تھا کیونکہ احمدی مستورات ان سے مل کر تسکین حاصل کر لیتی تھیں۔ اب یہ جگہ بالکل خالی ہے۔ مستورات کس کے پاس جائیں کس سے ملیں۔ حضرت صاحب کا بیماری اور ضعف کی وجہ سے مستورات سے ملنا بند ہے پھر اگر حضرت صاحبؓ کی صحت اجازت بھی دے تب بھی احمدی مستورات کو ربوہ میں ایک نسوانی مرکز کی ضرورت ہے۔ عورت طبعاً اپنی ساری باتیں مرد امام سے نہیں کرسکتی۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ صحابیاتؓ کافی بے تکلف تھیں مگر پھر بھی اپنے بہت سے ایسے امور کے لئے حضرت عائشہؓ کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔ تم لوگوں کا فرض ہے کہ ان باتوں کو سوچو، غور کرو اور احمدی مستورات کے لئے کوئی نسوانی مرکز پیدا کرو ورنہ

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

(فقط والسلام مرزا بشیر احمد)

اس خط نے یقیناً اُمی کی زندگی میں بہت اہم رول ادا کیا ہے، ہم نے تو جب سے ہوش سنبھالا ہے اُمی کے اردگرد جماعت کی خواتین کا جمگھٹا ہی دیکھا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ کی نصیحت کے مطابق اُمی کا گھر بھی ان گھروں میں سے ایک تھا جو نسوانی مرکز کہلاسکتا تھا۔ خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہجرت کے بعد پاکستان کی خواتین کے لئے اُمی خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک سہارا بن کے رہیں۔ محبت کا ایک سمندر تھا جو افراد جماعت کے لئے ٹھاٹھیں مارتا تھا اور اس میں ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ واقفین زندگی کا اپنا ایک خاص مقام تھا ابا کے زمانے کے جامعہ احمدیہ کے بعض شاگردوں سے تو بالکل اپنے بچوں جیسا تعلق تھا جو ساری زندگی رہا مگر باقی لوگوں سے بھی خواہ وہ امراء ہوں یا غربا خواہ وہ کسی رنگ و نسل سے تعلق رکھتے ہوں ایک دفعہ کسی سے تعلق بن گیا تو ساری عمر اس کو نبھایا۔ لوگوں کو ان کے ناموں کے ساتھ یاد رکھتیں کوئی کتنی ہی دیر بعد ملتا اس کو اس کے نام سے بلاتیں لوگ دعا کے لئے کہتے تو ہمیشہ پھر دعاؤں میں یاد رکھتیں اگر کوئی تکلیف میں ہوتا تو بڑی بیقرار ہو کر دعائیں کرتیں، جب تک اللہ کے فضل سے تسلی نہ ہو جاتی۔ امریکہ، یورپ اکثر جاتی رہتیں وہاں بھی خاص طور پر لندن میں جماعت کی خواتین سے بہت تعلق تھا۔ وہاں جلسہ کے بعد ایک دعوت افریقن خواتین کی ہوتی ہے اس میں بھی سب افریقن عورتیں اُمی سے اتنے پیار سے ملتیں، انگلش زبان پر پورا عبور حاصل نہیں تھا مگر ان کے لئے محبت کی زبان ہی کافی ہوتی تھی۔ اسی طرح امریکہ میں بھی امریکن احمدی خواتین کا آپ سے بہت گہرا تعلق تھا ایک خاتون تو ربوہ فون بھی باقاعدہ کرتی تھیں اور اپنی ذاتی باتیں شیئر کرتی تھیں۔ ایک سپینش احمدی خاتون ربوہ آئیں تو سب سے پہلے اُمی کے گھر کا پتہ کیا کہ "جب میں شادی کے فوراً بعد پہلی دفعہ ربوہ آئی تھی تو وہ مجھے اتنے پیار سے ملی تھیں کہ مجھے کبھی بھی نہیں بھولتا۔" اسی طرح مکرم و محترم عثمان چینی صاحب اور ان کی فیملی کا بھی بہت خاص تعلق تھا، غرض پوری دنیا میں جو بھی ایک دفعہ ملا پھر اُمی کے پیار کا دم بھرتا رہتا۔ ربوہ میں اپنے گھر میں سادہ سے ماحول میں سادہ انداز میں صوفے پر بیٹھی ہوتی تھیں اور ہر قسم کا طبقہ اسی لاؤنج میں اردگرد بیٹھا ہوتا ان میں بہت امیر خواتین بھی ہوتیں اور بہت غریب بھی جو اپنی ضرورتوں اور مسائل کو لے کر آئی ہوتیں اور وہ سب کی باتیں پوری توجہ اور محبت سے سن رہی ہوتی تھیں۔ یہ بات مجھے ایک معزز خاتون نے جن کا تعلق بہت زیادہ تھا بتائی کہ مختلف ملکوں یا بڑے شہروں سے آئی ہوئی خواتین اور بالکل سادہ اور ضرورت مند خواتین ہم سب ان کے اردگرد ہوتے تھے اور وہ ہر ایک سے اس طرح بات کر رہی ہوتی تھیں کہ سب کو لگتا تھا کہ یہ ہم سے ہی سب سے زیادہ پیار کرتی ہیں۔ اُمی کے گھر ایک لڑکی رہتی تھی جو ذہنی طور پر کمزور تھی اس کی بیٹی بالکل معذور تھی وہ اچانک آکر اُمی سے چمٹ جایا کرتی تھی اس کے کپڑے اور ہاتھ چہرہ وغیرہ بعض دفعہ اتنے گندے ہوتے تھے کہ حقیقتاً جھرجھری آجاتی تھی مگر اُمی اس کو پیار سے اپنے ساتھ لگا لیتی تھیں، حالانکہ خود بہت ہی صاف اور نفیس تھیں۔ اُمی کا یہ تعلق ہر عمر کی خواتین، جوان بچیوں بلکہ چھوٹی عمر کے بچوں سے بھی اتنا گہرا تھا کہ اس کے لئے باقاعدہ ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے۔ ایسے بہت سے غیر از جماعت بلکہ غیر مذاہب سے بھی تھے جو ایک دفعہ مل لیتے تو پھر اُمی کے اخلاق کو ہمیشہ یاد رکھتے۔ حضرت صاحب نے اُمی کی وفات پر بھائی کو جو خط لکھا تھا اس میں یہی لکھا تھا کہ "مجھے ساری دنیا سے ایسے خطوط آرہے ہیں جس میں خالہ کے پیار اور تعلق کا اظہار ہے۔ خدا کے فضل سے بہت دعا

گوتھیں سب کے لئے دعائیں کرتیں مگر اپنے لئے جس کو بھی دعا کے لئے کہتیں یہی زور ہوتا کہ میرے انجام بخیر کے لئے دعا کریں۔'' وفات سے کچھ عرصہ پہلے اُمی نے خواب دیکھا کہ ''میں سڑک پر چلتے چلتے تھک کر کنارے پر بنی ہوئی چھوٹی دیوار پر بیٹھ گئی ہوں اتنے میں ایک کار آکر رکی ہے اس میں سے حضرت مصلح موعودؓ اترے ہیں اور مجھے کہتے ہیں با چھی تھک گئی ہو؟ آؤ میرے ساتھ کار میں چلو۔''

خدا سے یہی امید ہے کہ میری اُمی کا انجام بخیر ہی ہوا ہوگا۔ یہ ساری محبتیں جو اُمی نے بانٹیں ان کے نظارے ہم نے ان کی وفات پر دیکھے جس طرح سارے پاکستان سے لوگ سخت گرمی کے باوجود ربوہ پہنچے۔ ہزاروں کی تعداد میں خواتین آخری وقت رخصت کرنے کے لئے آئیں اور اکثریت ایسی تھی جو اپنا ذاتی دکھ محسوس کرتے ہوئے مستقل رو رہی تھیں۔ سخت گرمی اور پیاس کے باوجود لمبی لائنیں جو احاطہ خاص سے باہر تک چلی گئی تھیں ان میں اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ انتہائی صبر سے صرف آخری دیدار کے لئے کھڑی رہیں۔ ہمارا غیر از جماعت ڈرائیور بھی ربوہ گیا ہوا تھا وہ کہتا ہے کہ میرے آگے ایک خاتون یہ کہتی ہوئی جا رہی تھی کہ ''یہ قمر سلیمان صاحب کی والدہ نہیں فوت ہوئیں ہماری بھی والدہ فوت ہوئی ہیں۔'' اللہ ان سب کی دعاؤں کو اُمی کے حق میں اور اُمی کی دعاؤں کو ان کے حق میں قبول فرمائے۔ آمین۔ کئی خواتین نے مجھے بتایا کہ جو مجبوری کی وجہ سے آنہیں سکیں تو اپنے ہی شہر میں کسی ایک کے گھر افسوس کے لئے اکٹھی ہو گئیں تا کہ ایسی بیقراری میں آپس میں ہی ان کی باتیں اور پیار کا ذکر کرکے، ان کے لئے دعائیں کر کے کچھ دل ہلکا کر لیں۔ دعا کا ایک موقع اللہ کے فضل سے تب پیدا ہوا جب مختلف ملکوں میں اُمی کی نماز جنازہ غائب ادا کی گئی۔ چنانچہ لندن میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائی، اسی طرح کینیڈا، امریکہ آسٹریلیا اور قادیان کے علاوہ بھی بہت سی جگہوں پر نماز جنازہ غائب پڑھائی گئی۔

مجھے یاد ہے کہ ایک صبح حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے بڑے صاحبزادے نواب محمد احمد خان صاحبؓ ہمارے گھر آئے۔ مٹھائی کا ایک ڈبہ ان کے ہاتھ میں تھا جس میں تین گلاب جامن اور دو بالوشاہیاں تھیں انہوں نے یہ ڈبہ امی کو دیا اور کہا کہ ''رات انہوں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک آدمی ان کے پاس مٹھائی لایا ہے جس میں تین گلاب جامن اور دو بالوشاہیاں ہیں اور کہتا ہے کہ یہ امتہ الباسط کو دے دو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی طرف سے ہے۔''

صبح انہوں نے بازار جا کر بالکل ویسی ہی مٹھائی خریدی اور امی کو دینے ہمارے گھر آئے۔ ان کی نظر امی کے پاؤں پر پڑی جس پر سفید رومال بندھا ہوا تھا تو پوچھنے لگے کہ ''تمہارے پاؤں کو کیا ہوا ہے''۔ امی نے بتایا کہ ''رات میں پاؤں میں درد تھا تو میں نے اس لئے باندھا ہوا ہے''۔ اس پر وہ فرمانے لگے کہ ''انہوں نے خواب میں یہ بھی دیکھا تھا کہ امی کے پاؤں پر سفید پٹی بندھی ہے''۔ گویا اسی وقت خواب کے سچا ہونے کی گواہی بھی مل گئی۔ الحمد للہ اس مٹھائی کے چھوٹے ٹکڑے کر کے ہم سب کو کھلائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا پیغام آیا کہ ''مجھے بھی اس میں سے کھلاؤ'' تو ان کے لئے بھجوائی، ماموں طاری (حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ) آئے اور انہوں نے کہا ''مجھے بھی اس میں سے کھلاؤ'' تو ان کو بھی کھلایا غرض اس دن ہمارے گھر عید کا سماں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اُمی کی اس زندگی میں برکتیں اور اپنے فضل اور پیار کا سایہ ہمیشہ رکھا اسی طرح اگلی زندگی میں بھی رکھے اور نسل در نسل ان برکتوں کو جاری رکھے۔ آخر میں حضرت مصلح موعودؓ کے الفاظ میں یہ دعا کرتی ہوں جو انہوں نے ہماری نانی حضرت سیّدہ اُمّ طاہرؓ کی وفات پر ان کے لئے کی تھیں۔ ''اے میرے رب ہمیشہ اس کے ساتھ رہنا اور اپنا فضل اس پر نازل کرتے رہنا اور اس کا ٹھکانہ ایک بلند شان قبر میں بنانا۔''

اے میرے رب اپنے فضل سے اسے محمد ﷺ کے قرب میں جگہ دینا جو بڑی بزرگی والے ہیں بڑا احسان کرنے والے ہیں اور جن کو تو نے بڑی عزت بخشی ہے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

اوپر درج خواب مصباح میں شائع شدہ مضمون میں بعض مسائل کی وجہ سے مکمل نہیں لکھی جا سکی تھی، اب محترمہ امتہ الناصر نصرت صاحبہ نے لکھ کر بجھوائی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ اس خواب کی تصدیق انھوں نے خاندان کے اور لوگوں سے بھی کروائی ہے۔ خدیجہ کی ٹیم ان کی شکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین

جن کی پیار بھری چھاؤں میں ہم بھی ٹھہرے تھے کبھی

محترمہ صاحبزادی امتہ الباسط بیگم صاحبہ

مکرمہ نصیرہ خانم صاحبہ۔ Groß Gerau

وقت کے ساتھ بچپن کے بہت سے واقعات بھول جاتے ہیں لیکن بعض واقعات کبھی نہیں بھولتے بلکہ ہماری خوبصورت یادوں میں ہمیشہ تروتازہ رہتے ہیں۔آج میں جس ہستی کے بارہ میں چند یادیں بیان کرنے جارہی ہوں وہ صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ ہیں جو آج ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن ان کے ساتھ گزارے ہوئے بہت سے حسین پل کبھی بھی میرے ذہن سے محو نہیں ہونگے۔

بچپن میں امی کے ساتھ آپ کے گھر ملنے جایا کرتی تھی اور پھر ہمارے گھر میں بھی اکثر آپ کا ذکر ہوتا رہتا تھا اس لئے مجھے پہلی ملاقات میں آپ کو پہچاننے میں کوئی مشکل نہیں ہوئی۔آپ سے باقاعدہ تعارف ایک پروگرام کے دوران ہوا میں نے آگے بڑھ کر آپ سے پیار لیا،آپ نے پوچھا کہ کس کی بیٹی ہو اور کہاں رہتی ہو۔ بہت خوشی سے ملیں۔لجنہ اماء اللہ کے دفتر میں میٹنگ یا کوئی پروگرام ہوتا، اس میں شامل ہوتی تھیں تو سب کی خیریت ضرور دریافت کرتیں۔کبھی ہمارے پاس بیٹھ جاتیں کئی بار ایسا ہوا جب آپ آتیں تو میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو کمرے میں لے کر آتی تو آپ خوشی سے فرماتیں کہ یہ بچی میری بہت خدمت کرتی ہے۔

آپ مہمان نواز ایسی تھیں کہ بار بار آپ سے ملنے کو دل کرتا تھا۔ جب ہم گھر پر صبح کے وقت ملاقات کرنے جاتے تو اس وقت نوافل ادا کر رہی ہوتیں تھیں۔اس کے بعد جب ہمارے پاس تشریف لاتیں تو خادمہ سے پوچھتیں کہ بچیوں کو کچھ کھلایا پلایا ہے کہ نہیں۔میں کئی بار آپ کو بتائے بغیر ہی ملنے چلی جاتی تھی،کبھی اکتاہٹ کا اظہار نہیں کیا۔ہم سے مل کر بہت خوش ہوتیں اور ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازتیں،فرمایا کرتی تھی ''جب تمہارا جی چاہے آجایا کرو۔''

میری بہن نے جب انٹر کیا تو آپ سے ملنے گئی اور آپ کو بتایا کہ ''عائشہ دینیات میں پڑھنا چاہتی ہے۔'' آپ بہت خوش ہوئیں اور فرمایا کہ ''ہم بہنوں کو تو اباجان (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) نے فرمایا تھا کہ پہلے عائشہ دینیات میں داخلہ لینا پھر کالج میں داخلہ لینا بہت اچھی بات ہے۔لڑکیوں کے لئے دین سیکھنا بہت ضروری ہے۔'' تو مجھ سے فرمایا''نصیرہ تم نے داخلہ کیوں نہیں لیا بہن تم سے آگے نکل گئی ہے''۔ میں نے کہا کہ ''میں ابو کے پاس کراچی میں تھی اور اب دفتر میں کام کرتی ہوں'' تو فرمایا کہ ''اچھا چلو یہ بھی اچھی بات ہے۔''

ایک بار آپ سے ملاقات کرنے کے لئے گئے تو خاکسار نے کہا'' آپ اپنا اور حضورؒ کا کوئی بچپن کا واقعہ سنائیں'' آپ نے اپنا ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا کہ ''میں اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ چھوٹے تھے،ہمارے گھر ایک خالہ آیا کرتی تھیں وہ چائے میں چینی بہت پیتی تھیں۔ایک دن ہم دونوں کو شرارت سوجھی ہم نے ان کی چائے میں چھ سات چمچ چینی کے ڈال دیئے اور خود چھپ کر دیکھنے لگے۔وہ چائے پی رہی تھیں اور ہم غور سے انکو دیکھ رہے تھے۔جب انہوں نے کوئی بات نہ کی تو میں نے پوچھا کہ خالہ چائے میں چینی کم تو نہیں کہنے لگیں نہیں میں چینی کم ہی پیتی ہوں۔یہ واقعہ سن کر ہم بہت ہنسے۔''

میرے چہرے پہ دانے بہت نکلتے تھے۔آپ ایک دن برآمدے میں بیٹھی ہوئی تھیں، مجھے اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور فرمایا کہ ''تمہاری ابھی شادی ہونی ہے اپنا خیال رکھنا چاہیے۔'' پھر مجھے ایک نسخہ اپنی ڈائری سے ایک کاغذ پہ لکھ کر دیا جس میں سے مجھے صرف کاشگری سپیدہ یاد ہے اور ساتھ فرمایا کہ ''اس کا لیپ بنا کر چہرے پر لگایا کرو ساتھ سادہ برف بھی چہرے پر لگایا کرو''۔بعد میں ستو اور شکر بھجوائی ساتھ کہلوا بھیجا کہ ''یہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔''

کئی بار آپ ہمیں موسمی پھل اور گھر کی بنی سکوائش باجی لبنیٰ کے ہاتھ

بھجوایا کرتی تھیں۔

ایک بار آپ کے گھر ملاقات کرنے گئے تو آپ نے اپنی دو خادماؤں کے بارہ میں فرمایا ''ان دونوں کی شادی ہونے والی ہے ان کے لئے چیزیں تیار کر رہی ہوں۔ دونوں بچیوں کے نام پر میں نے پانچ پانچ ہزار تک کے پرائز بانڈز لئے تھے، دونوں کے تقریباً 75 ہزار ہو گئے ہیں۔ کچھ اور پیسے ڈال کر سامان لے لوں گی۔ اللہ تھوڑے میں بھی برکت ڈال دیتا ہے۔'' پھر انہی بچیوں کی شادی سے کچھ عرصہ پہلے مجھے فون کیا اور کہا کہ ''نصیرہ تم نے میرا ایک کام کرنا ہے۔ دو بچیوں کے جہیز کی چیزیں تم نے مجھے خرید کر دینی ہیں۔ جیسے تم لوگوں نے دفتر میں ایک لِسٹ بنائی ہوئی ہے اسی طرح مجھے بھی لے کر بھجوا دو میں رقم بھجوا رہی ہوں اور کیونکہ یہ میرا ذاتی کام ہے، اس لئے حساب میں کمی بیشی کی صورت میں مجھ سے رابطہ رکھنا'' ہم نے تمام جہیز کی چیزیں بھجوائیں، آپ بہت خوش ہوئیں اور بار بار شکریہ ادا کرتی رہیں۔

جب مرزا غلام قادر صاحب کی شہادت ہوئی ہم آپ کے گھر اظہار تعزیت کے لئے گئے تو آپ سب سے ملیں۔ غم سے نڈھال تھیں لیکن انتہائی صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا۔ بس یہی فرماتی رہیں کہ ''اللہ تجھ کو صبر دے۔'' جماعت کی فکر کر رہی تھیں اور بار بار یہی فرماتی رہیں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کی ہمیشہ حفاظت فرمائے۔ ورنہ دشمنوں کے ارادے تو بہت خطرناک تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے جماعت کو محفوظ رکھا۔

ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئیں، ہسپتال میں زیر علاج تھیں، میں دفتر سے ہی آپ کی خیریت پوچھنے گئی۔ آپ کی صاحبزادی نصرت صاحبہ تشریف رکھتی تھیں وہ مجھے نہیں پہچانتی تھیں، میں نے دروازے میں ابھی اتنا ہی پوچھا کہ ''آپا باچھی سے مل سکتی ہوں؟'' باجی نصرت نے میرا نام پوچھا، میں ابھی بتانے ہی والی تھی کہ آپ نے فوراً فرمایا کہ ''اندر آجاؤ'' اور فرمایا ''یہ نصیرہ ہے، دفتر مقامی میں کام کرتی ہے'' میں آپ کے لیے پھل لے کر گئی تھی فرمایا ''اتنا تکلف کیوں کیا۔'' آپ سے جڑی یادیں تو بہت ساری ہیں آہستہ آہستہ یاد آئیں گی۔ شاید ساری بات اس شعر جو عبید اللہ علیم صاحب مرحوم نے لکھا تھا سے بیان ہو جائے گی۔

لکھو تمام عمر مگر پھر بھی تم علیم
اس کو نہ دکھا پاؤ گے ایسا حبیب تھا

شفقتیں ہی شفقتیں

نوروں نہلائے ہوئے قامتِ گلزار کے پاس
اک عجب چھاؤں میں ہم بیٹھے رہے یار کے پاس

مکرمہ شوکت احمد صاحبہ۔ Friedberg

خاکسار نے اپنے والد صاحب کی فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد قریباً 4 سال کا عرصہ ربوہ میں گزارا۔ اس دوران حلقہ کی سطح پر جماعتی خدمت کی توفیق ملی جس کی وجہ سے اکثر لجنہ ہال جانا پڑ جاتا تھا۔ ایک واقعہ محترمہ حضرت صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ (ہمشیرہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ) کے حوالے سے میری یادداشت میں محفوظ ہے۔ آپ سے میرا تعارف ایک مشاعرے کے موقع پر ہوا۔ میری ایک سہیلی تھی جس کو محترمہ صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ بہت اچھی طرح جانتی تھیں۔ میں اکثر ملاقات کے وقت سہیلی کا حوالہ دیتی تھی تو آپ فرماتی تھیں کہ ''ہاں میں تمھیں جانتی ہوں''۔ بی اے کے امتحانات سے کچھ عرصہ پہلے خاکسار آپ سے ملاقات کے لئے گئی اور امتحانات کے لئے خصوصی دعا کی درخواست کی۔ اس کے بعد امتحانات دیئے، نتیجہ بھی آ گیا اور الحمدللہ بہت اچھا نتیجہ آیا۔ خاکسار کی کوتاہی دیکھئے کہ دعا کا کہہ کر یاد نہ رہا کہ ان کو نتیجے کے متعلق بتانا چاہئے۔ انھی دنوں نیشنل اجتماع لجنہ اماء اللہ کا موقع تھا اور محترمہ صاحبزادی امتہ الباسط صاحبہ ایک اجلاس کی صدارت فرما رہی تھیں۔ میں اپنی اسی سہیلی کے ساتھ تھی اتنے میں کسی نے آ کر پیغام دیا کہ آپ دونوں کو محترمہ امتہ الباسط صاحبہ سٹیج پر بلا رہی ہیں۔ ہم دونوں وہاں پہنچیں تو آپ نے شفقت بھری مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا کہ ''تم دونوں نے مجھے امتحان کے لئے دعا کا کہا تھا پھر بتایا ہی نہیں کہ کیا نتیجہ رہا''۔ ہم دونوں کا شرمندگی سے یہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ آپ کو نتیجہ بتایا تو آپ بہت خوش ہوئیں اور گلے لگا کر مبارکباد دی پھر اگلے ہی دن خاکسار نے اپنی امی کے ساتھ مٹھائی لی اور آپ کے گھر جا کر آپ کی خدمت میں پیش کی اور معذرت کی۔ مگر آپ کی شفقت دیکھئے کہ ایک مرتبہ بھی اس بات کا حوالہ نہیں دیا بلکہ بڑی محبت سے حال احوال پوچھتیں رہیں۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ آمین

خواتین مبارکہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواتین مبارکہ کے متعلق پیشگوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور ہوتی جارہی ہے۔ خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور برکتوں کا مشاہدہ حضرت مسیح پاکؑ کے خاندان پر ہر کوئی ملاحظہ کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپؑ کی نسل کو خلافت کی عظیم الشان نعمت سے نوازا۔ پسر موعودؓ کی پیش گوئی آپؑ کے عظیم فرزند کی ذات میں پوری ہوئی اور خواتین مبارکہ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر غیر متزلزل ایمان ہمارے لئے ایک نمونہ ہے۔ انہی مبارک ہستیوں کے ساتھ کچھ خوبصورت یادیں ہیں۔ خدا کرے کہ یہ سب کے لئے ازدیادِ ایمان کا باعث بنیں۔ آمین۔

''آپ کے گھر کے دروازے پر نور برستے دیکھا''

مکرمہ مبارکہ شاہین صاحبہ۔ Bensheim

چند سال پہلے خاکسار اپنی بیٹیوں کے ہمراہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ نوراللہ مرقدھا کی ملاقات سے فیض یاب ہونے کے لئے ان کے گھر گئی۔ آپ کی ایک بہو جولاہور سے آئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے ہمیں ٹھنڈا شربت پلایا اور ہم سے جرمنی کے بارہ میں باتیں کرتی رہیں۔ آپ کی صاحبزادی محترمہ بی بی روفی صاحبہ بھی وہاں موجود تھیں۔ جب ہم نے آنے کا مقصد بیان کیا تو پتہ چلا کہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدھا بیمار ہیں اور کسی کو ان سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم کو صرف دیکھنے کی اجازت دے دیں تاکہ ہم اپنے پیارے خلیفہ وقت ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی والدہ ماجدہ کو دیکھ کر دید کی پیاس بجھا سکیں۔ ہمارے جذبات کی قدر کرتے ہوئے انہوں نے اتنی اجازت دے دی کہ ہم صرف سلام کر کے واپس آجائیں اور باتیں بالکل نہ کریں کیونکہ ڈاکٹر نے ان کو آرام کا کہا ہوا ہے۔ ہمارے لئے تو یہ بھی بڑی خوشی اور سعادت کی بات تھی کی ہم پیارے حضور کی والدہ ماجدہ کی ایک جھلک دیکھ سکیں۔ ہم اندر کمرے میں گئے تو گہرا سکون چھایا ہوا تھا۔ آپ لیٹی ہوئی تھیں۔ بہت خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا۔ ہم نے سلام عرض کیا تو انہوں نے بہت پیار سے وعلیکم السلام کہا۔ سلام کے بعد ہم ابھی باہر نکلنے کا سوچ ہی رہے تھے کہ از راہ شفقت انہوں نے خود ہی حال چال پوچھنا شروع کر دیا۔ اور ہم سے چند باتیں کیں۔ ہم تو خوشی سے نہال ہو گئے کہ کہاں تو ملاقات کی اجازت نہیں مل رہی تھی اور کہاں یہ خوش نصیبی کہ انہوں نے ہم سے باتیں بھی کیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کے درجات ہر آن، ہر لحظہ بلند تر فرماتا چلا جائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین۔ اس ضمن میں خاکسار اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ حقیقتاً میں نے آپ کے گھر کے دروازے پر نور برستے دیکھا۔ الحمدللہ۔

ناصرات الاحمدیہ کی تنظیم کا قیام

ایک دفعہ خاکسار ''تاریخ احمدیت'' پڑھ رہی تھی تو میرے علم میں یہ بات آئی کہ لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کے قائم ہونے کے کچھ سالوں بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے صاحبزادی امتہ الرشید بیگم صاحبہ کی تحریک پر بچیوں کے لئے ناصرات الاحمدیہ کی تنظیم قائم کی۔ چونکہ بی بی صاحبہ سے پہلے میں کبھی نہیں ملی تھی اس لئے ان کے بارہ میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ یہ بات پڑھنے کے بعد دل میں بڑی پرزور خواہش پیدا ہوئی کہ بی بی امتہ الرشید صاحبہ سے ذاتی طور پہ ملاقات کر کے یہ بات دریافت کرسکوں۔ 2008ء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے پاکستان جانے کے سامان پیدا فرما دیئے۔ پاکستان میں صاحبزادہ میاں فہیم احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ عنبر فہیم صاحبہ سے ملنے ان کے گھر گئی تو باتوں باتوں میں ان سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ ''میں بی بی امتہ الرشید صاحبہ سے ملنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ ''دو تین دن پہلے ہی وہ امریکہ سے واپس تشریف لائی ہیں۔ ہمارے گھر کے پاس ہی ان کا گھر ہے میرا بیٹا سجیل احمد آپ کو ان کے گھر لے جائے گا''۔ میں تھوڑا سا ہچکچا رہی تھی کہ وہ سفر کر کے آئی ہیں، تھکی ہوں گی اور پھر پہلے ان کو بتایا بھی نہیں۔ مگر محترمہ عنبر فہیم صاحبہ نے ہمت بندھائی کہ ''وہ بہت خوش ہوں

گی۔" پھر میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ ان سے ملنے ان کے گھر گئی۔ جب ہم اندر داخل ہوئے آپ نے انتہائی خوش دلی سے ہمیں بیٹھنے کو کہا اور حال پوچھنے لگیں۔ خادمہ سے مٹھائی اور خشک میوہ جات منگوائے۔ چونکہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی نواسی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی صاحبزادی ہیں۔ اس مقدس ہستی سے فیض یاب ہونے کے لئے خاکسار آپ کے قریب نیچے قالین پر بیٹھ گئی۔ آپ بہت دیر تک ہمیں اپنے بزرگ آباء کی باتیں سناتی رہیں۔ ناصرات الاحمدیہ کی تنظیم کے قیام کا واقعہ انہوں نے کچھ اس طرح سنایا کہ "جب لجنہ اماء اللہ کی تنظیم قائم ہوئی تھی اور ان کے اجلاسات ہوتے تھے تو ہم بچیاں باہر کھیلتی رہتی تھیں۔ ایک دن میں نے ان کو اکٹھا کیا۔ اندر کمرے میں لجنہ کا اجلاس ہو رہا تھا۔ میں نے باہر برآمدے میں تخت پوش پر سب بچیوں کو بٹھایا اور کہا کہ "آؤ ہم بھی اجلاس کریں۔" تھوڑی دیر بعد حضرت مصلح موعودؓ تشریف لائے۔ ہمیں دیکھا تو پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟" میں نے کہا کہ "ہم چھوٹی لجنہ ہیں اور ہم بھی اپنا اجلاس کر رہی ہیں"۔ آپؓ بہت خوش ہوئے اور ہمیں "ناصرات الاحمدیہ" نام عطا فرمایا۔ الحمدللہ"۔

مکرمہ صاحبزادی امتہ الرشید بیگم صاحبہ نے ہماری بہت مہمان نوازی کی۔ مجھے ایک مٹھائی غالباً "میسو" بہت مزے کا لگ رہا تھا مگر میں تھوڑا سا کھا کر جھجک گئی۔ آپ نے نوٹ کر لیا اور میری بیٹیوں سے کہنے لگیں کہ "اپنی امی کو وہ مٹھائی دو"۔ آپ کے کمرے میں چند خواتین مبارکہ کی تصاویر سجی ہوئی تھیں ہمیں ان کا تعارف کروایا۔ آپ کی والدہ حضرت سیدہ امتہ الحئی صاحبہ نوراللہ مرقدھا کی بھی بہت خوبصورت بڑی سی تصویر آویزاں تھی۔ اس تصویر کا پس منظر بتایا کہ یہ تصویر حضرت مصلح موعودؓ نے خود کھینچی تھی اور خود ہی ڈویلپ کی تھی۔ چونکہ آپؓ پردے کے بہت پابند تھے اس لئے جب آپؓ سفر یورپ پر تشریف لے جا رہے تھے تو تمام موجود بیویوں کی تصاویر کھینچی تھیں اور خود ہی ڈویلپ بھی کی تھیں۔

حضرت سیدہ بی بی امتہ الباسط صاحبہ کے ساتھ

چند خوش گوار یادیں

حضرت سیدہ بی بی امتہ الباسط صاحبہ (المعروف بی بی باچھی صاحبہ) نوراللہ مرقدھا کے ساتھ خاکسار کی دو تین بہت ہی خوبصورت ملاقاتیں ہوئیں۔ پہلی دفعہ جب میری آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے بہت خوبصورت سبز رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا۔ میں آپ کا پرنور چہرہ دیکھ کر مبہوت سی رہ گئی۔ آپ ملنے والیوں سے بہت سادگی اور بے تکلفی سے ملتیں۔ آپ کی شخصیت کا مجھ پر بہت گہرا اثر ہوا۔ ایک دفعہ ملاقات کے دوران خاکسار آپ کی ٹانگیں دبانے لگی۔ تو انہوں نے ایک بہت مزیدار واقعہ سنایا۔ فرمانے لگیں کہ "ایک عورت اکثر آکر مجھے دباتی تھی یہاں تک کہ مجھے دبوانے کی اچھی خاصی عادت پڑ گئی۔ ایک مرتبہ وہ کافی دنوں کے بعد آئی۔ میں نے نہ آنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگی کہ "بی بی صاحبہ! طبیعت بہت خراب تھی"۔ میں نے کہا چلو آج میں تمہیں دباتی ہوں۔ مگر میرے اصرار کے باوجود وہ نہ مانی۔ کہنے لگی "نہ بی بی جی! اسی اے گندی عادتاں نہیں پائی ہویاں" اس کی یہ بات سن کر میں بہت ہنسی گویا بالواسطہ ہمیں کہہ رہی ہو"۔ ان کی شفقت کا ایک انداز مجھے آج بھی یاد آتا ہے تو بے اختیار ان کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ ایک ملاقات میں میری چھوٹی بیٹی عزیزہ مریم نیّر بھی میرے ساتھ تھی۔ وہ بار بار میرے کان میں بی بی صاحبہ کا گھر اندر سے دیکھنے کی ضد کر رہی تھی۔ مگر میں اس کو ٹال رہی تھی۔ بی بی صاحبہ نے نوٹ کر لیا کہ بچی کچھ مطالبہ کر رہی ہے۔ پوچھنے لگیں کہ "بچی کیا کہہ رہی ہے؟" میں نے بات کو ٹالنے کی کوشش کی۔ مگر پھر ان کے اصرار پر مجھے بتانا پڑا۔ انتہائی شفقت سے فرمانے لگیں "اس میں کون سی بڑی بات ہے آؤ مریم میں تمہیں اپنا گھر دکھاؤں"۔ پھر اس کی انگلی پکڑ کر اسے سارا گھر دکھایا۔ جب میری بیٹی گھر دیکھ کر واپس آئی تو بہت خوش تھی۔ آپ کے پاس بیٹھے شادی بیاہ کے موضوع پر بات ہوئی تو خاکسار نے حضرت اماں جانؓ کا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا کہ "انہوں نے اپنی بیٹیوں کی شادیاں کس قدر سادگی سے کیں۔ حضرت نواب مبارکہ بیگمؓ صاحبہ کو خود جا کر نواب محمد علی خان صاحبؓ کے گھر چھوڑ کے آئیں۔" اس پر فرمانے لگیں کہ "میری اپنی شادی بھی ایسے ہی ہوئی تھی"۔ اللہ تعالیٰ اس پاک ہستی کے درجات اپنے حضور بہت بہت بلند فرمائے۔ آمین

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محض اپنے فضل سے ہمیں ان مبارک ترین ہستیوں کے اسوہ پر عمل پیرا ہونے اور ان کی صحبت سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ اور ہر آن ان پر اپنے فضلوں کی بارش فرمائے۔

آمین اللھم آمین

پیار بھری چھاؤں

خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی چند پاکیزہ ہستیوں کا ذکر خیر

مکرمہ امتہ الحی میر صاحبہ۔ Offenbach

اپنی بیٹی امتہ الباسط کے کہنے پر اپنی چند یادیں لکھ رہی ہوں۔ میری شادی 1944ء میں کشمیر میں اپنے گاؤں آستور میں ہوئی وہاں بہت سے احمدی خاندان آباد تھے جس کی وجہ سے گاؤں کا ماحول بہت پاکیزہ تھا۔

گرمیوں میں قادیان سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فیملی اور مربّیان بھی آستور میں سیر کی غرض سے آیا کرتے تھے اور اس طرح جلسے جیسا ماحول بن جاتا۔ آس پاس کے گاؤں کے لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے آستور آتے ملاقاتیوں کی ریل پیل ہوتی، سیبوں کے باغوں میں ٹینٹ لگتے جہاں خاندان الگ الگ ٹھہرتے تھے۔ البتہ حضرت امّاں جانؓ میرے والد مکرم خواجہ عبدالعزیز ڈار صاحب کے بنگلے میں رہنا پسند فرماتیں اور میری والدہ خورشیدہ بیگم صاحبہ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا پسند فرماتی تھیں، اگر کسی اور جگہ دعوت ہوتی تو کہتیں ''ڈار صاحب کی بیگم کو پہلے لے جاؤ میرا کھانا یہی پکائیں گی۔ یہ بہت صفائی سے کھانا بناتی ہیں ان کے ہاتھ میں ذائقہ ہے۔'' اس لحاظ سے ڈار خاندان کو خاندان مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی کا شرف حاصل رہا۔ جہاں جہاں حضور رضی اللہ تعالیٰ سیر کو جاتے ڈار خاندان خدمت گذاری کے لئے پیش پیش رہتا۔ بہت سی باتیں آج بھی جب یاد آتی ہیں تو دل بھر آتا ہے اور آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔

شادی کے بعد میں اپنے میاں مکرم عبدالمنان صاحب کے ساتھ قادیان آئی کیونکہ وہ پہلے قادیان میں ہی پڑھتے تھے۔ پڑھائی سے فارغ ہونے کے چند سال بعد انہوں نے نور ہسپتال سے ڈگری لے کر دواخانہ نور دین میں باقاعدہ ملازمت شروع کی، اس طرح مجھے بھی قادیان میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے گھر میں دو کمرے کا گھر ملا اور چالیس روپے تنخواہ ملتی تھی۔

حضرت امّاں جی صغریٰ بیگم صاحبہؓ نے مجھے خوب پیار دیا، وہ جانتی تھیں یہ کس ماحول سے آئی ہے اور یہاں کیسے گزارہ کر رہی ہے۔ جب بھی میں جاتی کہتیں ''آؤ کشمیری دلہن میرے ساتھ بیٹھ کر کشمیری چائے پیو۔ آم کھاؤ یہاں سیب نہیں ملیں گے''۔ کشمیر سے جو بھی آتا میرے لئے الگ اور حضرت امّاں جیؓ کے لئے الگ سیب کی پیٹی لاتا، جب میں ان کو پیٹی پکڑاتی تو بہت سا پیار دعا اور شکریہ ادا کرتیں۔ اپنے بچوں میں سیب بانٹتیں اور کہتیں ''میری کشمیری بہو نے یہاں بھی کشمیر بنا دیا ہے۔'' سال میں کوئی ایسا دن نہیں گزرا کہ ہم دونوں کے پاس سیب، بادام، اخروٹ اور شہد ختم ہوا ہو۔

میں اکثر گرمیوں میں دوپہر کے وقت امّاں جیؓ کا کمرہ پانی ڈال کر ٹھنڈا کرتی اور پنکھے کے نیچے چارپائی کر کے اس پر چادر بچھاتی تکیہ لگا کر امّاں جیؓ کو کہتی آپ لیٹ جائیں میں اپنے کمرے میں جا کر لیٹ جاؤں گی۔ لیکن آپؓ مجھے اپنے قریب بیٹھنے کے لیے کہتیں ''پہلے تم میرا سر سہلاؤ جب میں سو جاؤں گی تو تم چلی جانا''۔ میں جانے سے پہلے دروازے بند کر کے سب کو کہتی کہ ''ادھر نہ آنا امّاں جی سو گئی ہیں۔'' فرمایا کرتیں کہ ''سب کو بتا کے جانا'' کیونکہ ایک دروازہ ان کی بڑی بہو آپا سعیدہ صاحبہ اہلیہ عبدالسلام عمر صاحب کے صحن میں کھلتا تھا۔ دوسرا دروازہ حضرت پیر جی ان کے بھائی مکرم پیر منظور الحق صاحب مصنف قاعدہ یسرنا القرآن کے صحن میں کھلتا تھا ۔تیسرا دروازہ بازار کی طرف کھلتا تھا۔ چوتھا دروازہ میرے صحن میں کھلتا تھا۔ آپؓ مجھے ہر عید پر عیدی دیا کرتی تھیں، کسی بھی شادی میں جاتیں تو مجھے ساتھ لے کر جاتیں گھر پر آ کر میرے میاں کو آواز دیتیں ''خواجہ صاحب آپ کی اجازت ہو تو میں آپ کی بیوی کو ساتھ لے جاؤں'' وہ اجازت دیتے تو کہتیں ''میاں کو کھانا کھلاؤ اور پھر آنا'' اس طرح میری تربیت بھی کرتی تھیں۔ میرے میاں نے کہا ''امّاں جی سے پوچھ لو اور قرآن کا ترجمہ پڑھنے تم بھی جایا کرو۔'' جب امّاں جیؓ نے اجازت دی تو میں نے ساتھ والے چوبارے پہ محترمہ استانی مریم بیگم صاحبہ کے پاس قرآن کریم کا لفظی ترجمہ پڑھنا شروع کیا۔

1946ء میں میرے گھر پیاری سی بیٹی پیدا ہوئی۔اس وقت میری امی میرے پاس تھیں وہ جا کر حضرت اماں جیؓ کو بلا کر لائیں۔انھوں نے میرے سرہانے بیٹھ کر دعائیں شروع کیں اور بھابھی زینب کو بلوایا جوان کے بھائی کی بہو تھیں،میری خوش قسمت بیٹی کو حضرت اماں جیؓ نے شہد چٹایا اوران کے بیٹے عبدالمنان عمر نے بچی کے کان میں اذان دی اس کے بعد اماں جیؓ نے گھر جا کر میرے لئے حلوا بنا کر بھیجا اور چائے بھی بھیجی۔

حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کی بیگم کو ساری لجنہ ممبرات ممانی جان کہتی تھیں وہ بھی آئیں اور بہت سے تحفے تحائف دعائیں اور پیار دیا۔

اس کے علاوہ مَیں ہفتے میں دو تین مرتبہ حضرت اماں جانؓ کے پاس شام کے وقت موتیے کا ہار یا گجرا ،کشمیری سیب اوراخروٹ لے کر جاتی اور وہ مجھے اپنے ہاتھ سے امرود کاٹ کر کھلاتیں۔ایک دفعہ میں نے کہا ''آج تو میں یہ امرود گھر لے کر جاؤں گی اپنے میاں کو کھلاؤں گی''۔بہت خوش ہوئیں بولیں ''یہ دوسرا والا امرود میاں کے لئے لے جاؤ جو میں نے کاٹا ہے وہ تم کھاؤ''۔اس طرح میں برکت پر برکت حاصل کرتی رہی۔

پاکستان میں میرا گھر سرگودھا کے گاؤں بھن میں تھا۔جو حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کے نام سے مشہور تھا۔ان سب بزرگ ہستیوں سے گاہے بگاہے ملنے جایا کرتی تھی ۔موسم کے حساب سے پھل وغیرہ لے کر جانا بدلے میں بہت سی دعائیں ملتی تھیں۔کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور دیتی تھیں ایک دفعہ جب میں حضرت اماں جانؓ سے ملنے گئی تو مجھ سے پوچھا ''تم نے اپنی والدہ سے مصالحہ کی وڑیاں بنانی سیکھی ہیں؟'' میں نے کہا ''میں اپنی والدہ صاحبہ کو وڑیاں بناتے ہوئے دیکھا کرتی تھی مگر کبھی خود نہیں بنائیں''تو تاکیداً کہا ''اگلی دفعہ بنا کر لانا میں چیک کر کے بتاؤں گی کیسی بنی ہیں۔'' گھر واپس جا کر تمام مصالحے اکٹھے کئے وڑیاں تیار کر کے اپنے دیور عزیزم خواجہ عبداللہ کے ہاتھ بھیج دیں۔حضرت اماں جانؓ نے جب وڑیاں وصول کیں تو فرمایا ''ٹھہرو عبداللہ پہلے میں چیک کروں گی پھر جانا''۔بھائی عبداللہ نے بتایا میں کافی دیر انتظار کرتا رہا۔پھر حضرت اماں جانؓ نے آواز دی اور کہا ''اپنی بھابھی کو کہنا جزاکم اللہ احسن الجزاء بہت اچھی بنائی ہیں ذائقہ اچھا ہے بس ایک چیز، اسکی ماں کے ہاتھوں کی خوشبو کی کمی ہے''۔یہ فقرہ سن کر میں بہت روئی کیونکہ مجھے اپنی والدہ سے ملے 18سال گزر گئے تھے وہ کشمیر میں تھیں اور میں پاکستان میں تھی۔تقریباً چھ ماہ بعد حضرت اماں جانؓ سے ملاقات کا موقع ملا فوراً پہچان کر فرمایا ''تم نے مصالحہ کی وڑیاں بنا کر بھیجی تھیں ابھی تک میرے پاس پڑی ہیں۔میں ہر روز استعمال کرتی ہوں اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے''۔اس وقت میری گود میں بیٹا تھا اسکو پیسے پکڑا دیئے اور مجھے ایک سوٹ کا کپڑا دیا جو کافی عرصہ میرے پاس رہا مگر افسوس بعد میں گم ہو گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ساری فیملی کشمیر جایا کرتی تھی اور ہمارے گھر رہائش رکھتے تھے۔میں وہاں بھی اپنی عمر کے حساب سے چھوٹے چھوٹے کام کرتی تھی ،داد وصول کرتی اور دعائیں لیتی تھی۔اس وجہ سے سب کا مجھ سے پیار کا تعلق قائم ہو گیا تھا۔جب بھی حضور انورؓ کشمیر تشریف لے جاتے تو آپؓ کی بیگمات ہر ایک کو کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور دے کر آتیں۔اس کے علاوہ مجھے یاد ہے کہ ان کی ٹوٹی ہوئی چوڑیاں بھی ہم کزنز آپس میں تبرک کے طور پر بانٹ لیتی تھیں ۔ہمارے کشمیر والے گھر میں اماں جانؓ کی استعمال شدہ چیزیں ابھی تک پڑی ہوں گی۔میں شادی کے بعد کشمیر نہیں گئی اس لئے صحیح معلومات نہیں۔جہاں تک میری یاداشت ہے میری والدہ نے سنبھال کر رکھی تھیں۔

1947ء میں پاکستان بن گیا اور ہم کو قادیان چھوڑنا پڑا۔اگست کا مہینہ تھا۔صبح صبح مسجد مبارک میں اعلان ہوا کہ نوجوان قادیان میں ہی رہیں، البتہ بوڑھوں بچوں اور عورتوں کو آج ہی پاکستان روانہ کرنا ہوگا۔میرے میاں نے بھی مجھے قافلے کے ساتھ روانہ کر دیا۔میں لاہور میں رہی۔

رتن باغ میں ایک سکول تھا اسی سکول میں تمام عورتوں کو ٹھہرایا گیا تھا اکتوبر کے مہینے میں جب کافی ٹھنڈ ہوگئی۔اکثر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کیمپ میں آ کر حال پوچھتے اور دلجوئی کرتے تھے۔ایک بار حضرت بیگم صاحبہؓ نے پوچھا کہ ''غفار ڈار تمھارا کیا لگتا ہے۔'' میں نے کہا ''وہ میرے چچازاد بھائی ہیں انہوں نے میری امی کا دودھ بھی پیا ہوا ہے۔'' فوراً مجھے گلے لگا کر کہا ''وہ میرا بیٹا ہے میں نے اس کو پالا ہے۔تم تو بہت امیر خاندان سے ہو بتاؤ کوئی ضرورت ہے؟'' میں نے کہا ''میں اس کمرے میں بہت بےسکون ہوں۔یہ چھوٹا کمرا بند پڑا ہے اگر مل جائے تو میں اور میری بیٹی سکون سے رہیں گی''۔انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ ''یہ تم کو مل جائے گا۔'' ان کے چلے جانے کے ایک گھنٹہ بعد ایک بزرگ کیمپ میں آئے اور پوچھا ''کشمیر والی بی بی کونسی ہے؟ مجھے میاں صاحب نے بھیجا ہے'' میں نے اسے بتایا ''میں ہوں کشمیر والی۔'' انہوں نے ہمارے لیے کمرہ کھول دیا۔میں نے کمرے کی صفائی کی اور سکون سے اس میں رہنے لگی۔

ہفتہ یا دس دن گزرنے کے بعد ایک دن میری طبیعت بہت خراب ہوئی

میں چونکہ اُمید سے تھی اور سخت پریشان تھی کہ اب کیا کروں کسے بلاؤں۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اتنے میں حضرت چھوٹی آپا مریم صدیقہ صاحبہ اور حضرت مہر آپا بشریٰ بیگم صاحبہ میرے کمرے کے سامنے سے گزریں، میں نے آواز دی حضرت چھوٹی آپا صاحبہ نے پہچان لیا۔انہوں نے مجھے دیکھتے ہی ایک احمدی نرس کو بلوایا اس نے مجھے چیک کیا اور حضرت مہر آپا صاحبہ سے کہا کہ ''انشاء اللہ رات نو بجے تک بچہ کی پیدائش متوقع ہے۔میں کوشش کروں گی آنے کی۔'' مگر وہ کسی مجبوری کے تحت نہ آ سکی۔ البتہ میری ہمسائی اس وقت میرے پاس مدد کے لیے موجود تھی۔اس دوران دونوں بیگمات نو بجے دوبارہ اس ناچیز کے کمرہ میں تشریف لائیں۔اللہ کے فضل اوران دونوں کی دعاؤں سے بیٹے کی پیدائش ہوگئی۔اس کے بعد وہ دونوں گھر تشریف لے گئیں اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا کہ ''آج ہمارے کیمپ میں لال چقندر جیسا بچہ پیدا ہوا ہے۔'' حضور انورؓ نے فرمایا ''کشمیری اور پٹھان بچے پیدائش کے وقت لال سرخ ہوتے ہیں''۔ چھوٹی آپا نے بتایا ''حضور وہ کشمیری ہے اس بچے کی ڈیڑھ سالہ بہن کا نام امتہ الکریم ہے''۔ حضورؓ نے فرمایا ''یہ عبد الکریم آ گیا ہے''۔چھوٹی آپا صاحبہؓ نے حضور انورؓ کو بتایا کہ ''اس عورت کے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے ہم نے بچے کو اس کی ماں کے دوپٹے میں لپیٹ دیا ہے''۔حضور انورؓ اسوقت وضو کرکے تولیے سے چہرہ صاف کر رہے تھے،فوراً وہ تولیہ حضرت چھوٹی آپا صاحبہؓ کو دیا اور کہا ''ابھی جا کر اس تولیہ سے بچے کو لپیٹ کر آ ؤ۔اس کو ٹھنڈ نہ لگ جائے''۔چھوٹی آپا صاحبہ دوبارہ تشریف لائیں اور وہ تولیہ مجھے دیا تولیہ تھوڑا سا گیلا تھا میں نے اس تولیہ میں منہ لپیٹ کر برکت حاصل کی اور خدا تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کیا جو مجھ پر رحمتیں اور برکتیں ہوئیں۔چھوٹی آپا میرے لئے دودھ کا گلاس اور بچے کے لئے شہد اور کچھ کپڑے بھی لے کر آئی تھیں۔بچے کو شہد چٹایا اور کہتی جا رہی تھیں ''دیکھو اس بھوکے مہاجر نے میری ساری انگلی کھینچ لی ہے۔''

خدا نے جس طرح مجھ پر اپنے بے انتہا فضل فرمائے ہیں آج ان فضلوں کو یاد کرکے تمام بزرگان ہستیوں کا ذکر خیر کرنے کی حقیر سی کوشش ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اوران سب عظیم الشان وجودوں کو اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لے اوران سب کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا منظوم کلام

اے مالکِ کون ومکاں آؤ مکیں کو لُوٹ لو

مری سجدہ گاہ لوٹ لو میری جبیں کو لوٹ لو
میرے عمل کو لوٹ لو اور میرے دیں کو لوٹ لو

میری حیات وموت کا مالک ہو کوئی غیر کیوں
تم میری ہاں کو لوٹ لو، میری نہیں کو لوٹ لو

رنج وطرب میرا سبھی بس ہو تمہارے واسطے
روحِ سرور لوٹ لو، قلب حزیں کو لوٹ لو

جب جاں تمہاری ہو چکی پھر جسم کا جھگڑا ہی کیا
مرا آسمان تو لٹ چکا اب تم زمیں کو لوٹ لو

نان جویں کے ماسوا دل میں مرے ہوس نہیں
چاہو تو اے جاں آفریں نانِ جویں کو لوٹ لو

گھر بار یہ میرا نہیں اور میں بھی کوئی غیر ہوں؟
اے مالکِ کون و مکاں آؤ مکیں کو لوٹ لو

(کلام بشیر:۔ص24,23)

بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کبھی کبھی شعر کہہ لیتے تھے۔اس نظم کے بارے میں فرماتے ہیں ''لوٹ دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک یہ کہ کسی کے مال یا جان پر ظلم کے رنگ میں ڈاکہ ڈالا جائے، یہ لوٹ بدترین گناہوں میں سے ہے۔دوسری قسم کی لوٹ یہ ہے کہ پاک محبت کے تاروں میں باندھ کر دوسرے کے مال وجان کو اپنا بنا لیا جائے۔ایسی لوٹ انسانی روح کی جلاء کے لئے ایک بھاری نعمت ہے۔سو ان اشعار میں اسی قسم کی روحانی لوٹ کا ذکر ہے جس میں آسمانی آقا کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ آئے اور ہمارے جان و مال کو لوٹ لے جو شروع سے اسی کے ہیں لیکن ہم اپنی کوتاہ نظری یا بے وفائی سے اپنے سمجھ رکھے ہیں۔مگر خیال رہے کہ مَیں شاعر نہیں ہوں۔اگر فن نظم گوئی کے لحاظ سے کوئی غلطی نظر آئے تو وہ قابلِ معافی سمجھی جائے۔اصل غرض دلی جذبات کا اظہار ہے۔پہلے دو شعروں میں ایک قرآنی آیت کا مفہوم پیشِ نظر ہے۔''

روایتوں کے امین

...اب بھی وہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کے مطابق عمل کرتے ہیں

مکرمہ مرینہ خان صاحبہ۔ Frankenthal

میرے والدین کی رہائش Reinbek میں تھی، جو ہمبرگ کے قریب ایک شہر ہے۔ جب صاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ (جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہمشیرہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خوشدامن تھیں) اپنے بیٹے مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب کے ساتھ ہمارے گھر تشریف لائیں میری عمر اس وقت سات سال تھی۔ اس دن میری امی نے مجھے اسکول سے جلدی واپس آنے کی تلقین کی تا کہ میں ان کے ساتھ کچھ وقت گزار سکوں۔ اتنی چھوٹی عمر کے باوجود میں اسکول کے بعد فوراً گھر پہنچی۔ میرے دل میں بچپن سے ہی حضرت مسیح موعودؑ اور پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی محبت تھی اور اس وقت بھی مجھے اس بات کا احساس تھا کہ صاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ کا ہمارے گھر آنا ہمارے لئے کتنی اہمیت کی بات ہے اور بہت بڑا اعزاز ہے۔ گھر پہنچتے ہی میں نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے بڑے پیار سے سلام کا جواب دیا اور مجھے اپنے پاس بٹھایا۔ ان کا محبت بھرا انداز اور بچوں سے پیار کا سلوک بہت نمایاں تھا۔ میرا چھوٹا بھائی جہان زیب، جو اس وقت پانچ سال کا تھا، اپنی کھلونے کی گاڑیوں کے ساتھ کھیل رہا تھا جس کی وجہ سے شور ہو رہا تھا میں اس وجہ سے پریشان ہو رہی تھی اس لئے میں نے اس سے کہا کہ دیکھو حضرت مرزا طاہر احمدؒ کی بہن ہمارے پاس آئی ہیں۔ جب صاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ نے میری بات سنی تو انھوں نے مسکرا کر کہا کہ "اسے کھیلنے دو، چھوٹا ہے کوئی بات نہیں"۔

کھانے کے وقت صاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ اس بات کا خاص خیال رکھتی تھیں کہ تمام ضروری چیزیں اور برتن وغیرہ کھانے سے پہلے ہی موجود ہوں تا کہ کھانے کے دوران کسی کو چیزیں لانے کے لئے اٹھنا نہ پڑے۔ جمعہ کے دن سفر پر نہ جاتیں تا کہ وہ دن دعاؤں میں گزار سکیں اور خطبہ جمعہ آرام سے سن سکیں۔ آج بھی مجھے ان کا پیار بھرا انداز یاد ہے۔ ہر ملاقات میں عورتوں اور لڑکیوں کے پردہ کرنے کی اہمیت پر زور دیتیں اور اپنا نیک نمونہ پیش کرتیں۔ ان کے سیاہ برقعہ اور نقاب سے میں اس وقت بھی بہت متاثر ہوئی۔ ان کی واپسی کے بعد میرے والدین بہت خوش تھے، وہ ایک ایسا خوش کن احساس پیچھے چھوڑ گئیں جو دیر تک اثر کرتا رہا۔ میرے والدین کو اپنی اس خوش قسمتی کا احساس تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ اعزاز بخشا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بابرکت اولاد انکے گھر آئی۔

ایک بار جب ہم ربوہ گئے تو صاحبزادی امتہ الغفور صاحبہ (حضرت مصلح موعودؓ کی نواسی۔ صاحبزادی امتہ النصیر صاحبہ کی بیٹی) نے ہمیں سارے ربوہ کی سیر کروائی اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی والدہ سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کے ساتھ میری اور میری امی اور بہن کی ملاقات کا انتظام کیا۔ سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کی آواز بہت نرم تھی اور وہ بہت آہستہ بات کرتی تھیں۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ وہ میری ڈائری میں کچھ دعائیہ الفاظ یا نصیحت لکھیں اور میں نے ڈائری اور اپنا پین آگے کیا۔ ہنستے ہوئے انھوں نے کہا کہ وہ اپنے ہی پین سے لکھیں گی۔ آج بھی میں حضرت مسیح موعودؑ کے ان

خوبصورت الفاظ کو پڑھ کر خوش ہوتی ہوں جو انھوں نے مجھے لکھ کر دیئے۔
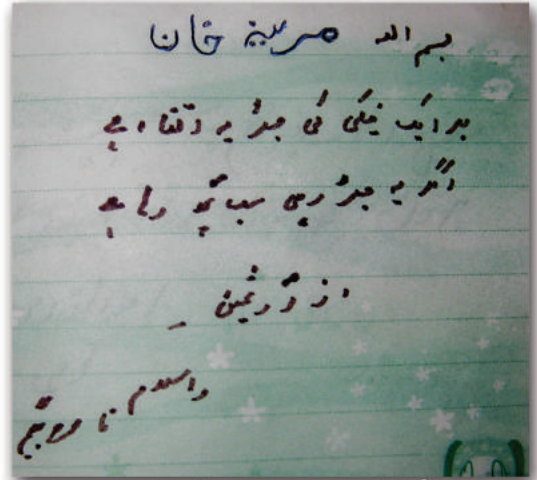
عکس تحریر صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ

حضور کی بہن صاحبزادی امتہ القدوس صاحبہ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ وہ بھی بہت مہمان نواز ہیں۔ میں نے ان کو اپنی ڈائری دی تاکہ وہ اس میں کچھ لکھ کر دیں۔ انھوں نے یہ خوب صورت الفاظ لکھے۔
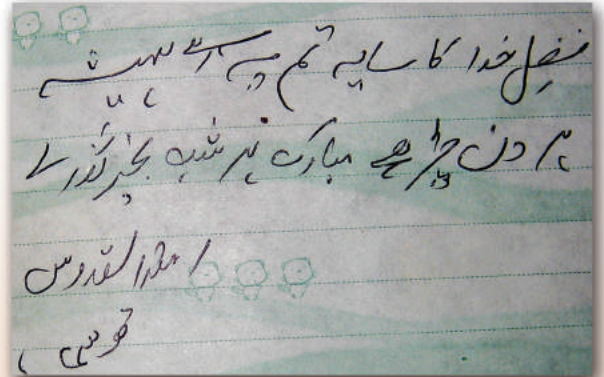
عکس تحریر صاحبزادی امتہ القدوس صاحبہ

یہاں میں امتہ الغفور صاحبہ (پھول بی بی صاحبہ) کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہتی ہوں کہ انھوں نے ایک ایسی ہستی سے ہماری ملاقات کا انتظام کروایا، جو امام وقت کی پوتی، ایک خلیفہ کی بیٹی اور دو خلفاء کی ہمشیرہ ہونے کے ساتھ ایک خلیفہ کی والدہ بھی تھیں۔

اب میری ڈائری بہت سی دعاؤں سے بھری ہوئی ہے۔ ایک دن میں دعا کے لئے بہشتی مقبرہ گئی وہاں پہ حضرت مصلح موعودؓ کی قبر سے ایک پتھر لے کر میں نے اپنی البم میں لگا دیا۔ جب صاحبزادی امتہ الحکیم صاحبہ کے بیٹے سید قاسم احمد شاہ صاحب کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے مجھے وہ واپس رکھنے کو کہا، کیونکہ یہ شرک کی طرف لے جانے والی بات ہے اور شرک ایک ایسا گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کبھی بھی معاف نہیں کرتا۔

اس خاندان میں روحانیت کے علاوہ صحت مندانہ طریق سے زندگی گزانے کو بھی بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ اسپورٹس کرنا ان کا دستور ہے۔ سید قاسم احمد شاہ صاحب کے ساتھ بیڈمنٹن اور باسکٹ بال کی کھیل میں میرا بھائی عمر کا اتنا فرق ہونے کے باوجود ہار گیا جس کی امید نہیں کی جا سکتی تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کے افراد جب گھر میں موجود ہوتے تو ایک ناقابل بیان ماحول بن جاتا۔ انسان تمام پریشانیاں اور تکلیفیں بھول جاتا اور ہم آہنگی اور خوشی کا احساس پھیل جاتا، جو ان کے چلے جانے کے بعد بھی محسوس ہوتا اور اس اکٹھے گزارے ہوئے خوبصورت وقت کی یاد دلاتا رہتا۔ وہ سمجھدار اور عزت کرنے والے لوگ ہیں۔ ان کا رہن سہن بالکل سادہ ہے اور اسراف اور مبالغہ سے عاری ہے۔ ان سے میں نے بہت ساری حکمت کی باتیں سیکھیں۔ وہ اپنے خاندان کے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ واقعی ایسے لوگ موجود ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ کی روایات اور تعلیم کو سو سال گزر جانے کے بعد بھی اچھی طرح زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادی امتہ الغفور صاحبہ، اور ان کی اولاد در اولاد کو ہر قسم کی پریشانی اور مشکلات سے بچائے اور انہیں صحت اور تندرستی اور خوشیوں بھری زندگی عطا فرمائے، اور ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کے مطابق چلنے والا بنائے، آمین۔

وادیٔ ربوہ میں ایک شام

(از قلم حضرت سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ حرم حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ)

مرسلہ: مکرمہ آصفہ بشارت صاحبہ۔ Goddelau-Süd

اِبتدا میں ہمیں جب ربوہ کی زمین کا قبضہ ملا اور چند خیموں سے اسے آبادی کی شکل میں مزین کیا گیا تو پہلی دفعہ ہم لوگ بذریعہ کار لاہور سے اپنے اس نئے مرکز کو دیکھنے آئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تو اپنے کام میں مصروف رہے۔ میرا ان تمام مستورات سے ملنے ملانے میں وقت گزرا۔ جنہیں دیکھے ہوئے اور ملے ہوئے ایک لمبا عرصہ گزر چکا تھا اس دوران میں مَیں کئی دفعہ بھول جاتی اور یہ خیال کرتی کہ شاید ایک دفعہ پھر قادیان کے ماحول سے دوچار ہو رہی ہوں۔ تمام معزز مستورات اپنی احمدی خواتین تھیں۔ جنہیں قادیان روز وشب ملنے کا اتفاق ہوتا رہتا۔ قادیان سے نکل کر ہم لوگ ادھر اُدھر بکھر گئے تھے۔ لاہور میں قادیان کے لوگ خال خال نظر آجاتے جو قادیان کی یاد کو تازہ کر دیتے۔ اس وقت دل میں تڑپ ہوتی کہ ایک دفعہ پھر قادیان جائیں اور قادیان کے ماحول سے محظوظ ہوں!! اب ربوہ میں آکر جو دیکھا تو اپنے اردگرد تمام قادیان کا ماحول پایا۔ کیونکہ یہ سب لوگ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آمد کی اطلاع سن کر احمد نگر اور چنیوٹ سے شرف ملاقات اور زیارت کی غرض کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ میرا دل خوشی وغم کے دو ملے جلے جذبات سے متاثر تھا۔ میں دل ہی دل میں دعائیں کر رہی تھی کہ کاش آج کا دن معمول کے خلاف ذرا لمبا ہو جائے۔ میں دیر تک ان لوگوں میں بیٹھی رہوں اگرچہ ان جذبات کا اظہار میں الفاظ میں نہ کر سکی۔ مگر میرا گلا جذبات اور رقت سے بند اور گھٹا جا رہا تھا۔ آنکھوں میں بار بار آنسو اُمڈتے تھے لیکن میں انتہائی ضبط سے کام لے رہی تھی۔ آخر ظہر اور عصر کی نماز کا وقت آیا۔ نماز پڑھتے وقت مجھے محسوس ہوا کہ گویا اس شیرینی کا مزہ کچھ اور ہے۔ لاہور کی ہنگامہ خیز فضا میں خدا جانے کیا بات تھی کہ میں نے اس چاشنی کا لطف ایک دن محسوس نہ کیا۔ شروع شروع میں جب ہم لوگ لاہور آئے۔ ان دنوں عبادت کا رنگ کچھ اور تھا۔ وہ کیفیت بالکل اسی طرح تھی جس طرح ایک زخم خوردہ جاندار کی ہوتی ہے۔ نمازوں میں روتے بھی تھے۔ آہ وزاری بھی ہوتی۔ تفکرات بھی ہوتے اور ساتھ ہی ساتھ قادیان جلد پہنچنے کی آرزو بھی ہوتی مگر وہ چاشنی اور شیرینی میں نے لاہور کے قیام میں ایک دن نہیں پائی۔ میرا دل بُری طرح تڑپتا تھا کہ میں اس اُڈی ہوئی طبیعت کو کہیں ہلکا کروں مگر اس صورت میں جب کہ میرے خیمے میں بہت سی مستورات تھیں۔ میں ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ آخر سورج غروب ہوا اور شام ہوئی میں وضو کر کے پہاڑی کے دامن میں تنہا پہنچ گئی۔ اپنے ساتھ ایک کپڑا لیتی گئی تا کہ اس کے اوپر شام کی نماز ادا کر

Old Rabwah

سکوں۔عورتوں میں سے بعض کا اصرار تھا کہ یہاں بھیڑیئے کبھی کبھی دیکھے گئے ہیں اکیلے مت جاؤ،مگر میرے دل نے کسی بات کا خوف وہراس محسوس نہ کیا۔آخر چپکے سے میں چلی گئی۔میں نے مغرب کی نماز شروع کی ایسی

حالت میں کہ میری آنکھیں متواتر آنسو بہا رہی تھیں۔میرا دل دھڑک رہا تھا۔میں انتہائی درد و کرب کی حالت میں خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کر رہی تھی اور اس سے بخشش کی طلبگار تھی۔میں اُسی سے اس نئے مرکز کے استحکام کے لئے التجائیں کر رہی تھی،میں خیموں میں رہنے والے ان حضرات کے لئے دعا مانگ رہی تھی جو کسی تکلیف اور ضرورت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایسے صحرا میں ڈیرے ڈالے پڑے تھے۔جنہیں پینے کو پانی بھی میسر نہ تھا۔جہاں سبزے کا نام و نشان تک نہ تھا۔جہاں صرف اور صرف گرمی کی حدّت اور ہوا کے تند اور جھلسا دینے والے جھونکوں کے سوا کچھ نہ تھا۔میرا سر خود بخود سجدہ میں گرا اور اس خدا سے ان کے لئے انعام،ہاں! مترقبہ انعام کے لئے درخواست کی اور گریہ میں مصروف ہوگئی۔خدایا! بے شک ہم کمزور ہیں ہم سے بیشک انتہائی لغزشیں ہوئیں۔ہم تجھے بھول گئے۔ہم نے تیرے حکموں کی نافرمانی کی۔ہم ناتواں ہیں۔آخر تیرے بغیر ڈگمگاتی کشتی کا کوئی سہارا نہیں تو ہمارے اعمال کی پردہ پوشی فرما اور ہماری راہنمائی کر۔ہماری کمزوری اور ناشکر گزاری کو نہ دیکھ۔آخر ہم جیسے بھی ہیں تیری مخلوق ہیں۔تو اپنی بے پایاں رحمت کی طرف نظر کر۔میرا دل! جسے مدت کے بعد شور و شغب سے چھٹکارا ملا تھا اس پُرسکون جگہ میں دعا اور عبادت میں ایسا مصروف ہوا کہ میں چند لمحہ کے لئے دنیا و مافیہا سے بے خبر تھی۔میرا سر یوں لگتا تھا کہ وہ سطح زمین پر نہیں بلکہ اس کے اندر ہی اندر کہیں دھنسا چلا جا رہا ہے۔ابھی میں اپنے دل کی بھڑاس نکالنے بھی نہ پائی تھی۔ابھی میری التجائیں بہت کچھ باقی تھیں کہ کسی کی آواز "آپا جان! رات ہوگئی موٹریں تیار ہیں۔آپ کو بلایا جا رہا ہے جلدی چلیں" نے چونکا دیا۔میں آج تک دعا اور عبادت کی اس لذت کو نہیں بھولی۔میں اُس شام کو اب تک نہیں بھولی جس خوبصورتی کے ساتھ وہ شام ربوہ کی معصوم وادی میں مَیں نے پائی تھی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مجھے عبادت میں جو مزہ ربوہ میں آکر ملا وہ مجھے لاہور کی بے کیف اور بے چین فضا میں ایک دن نہ ملا۔مجھے آج اس شام کی آرزو ہے! کاش... (بحوالہ مصباح دسمبر 1950ء صفحہ 51-53)

حضرت اماں جانؓ کا ایک واقعہ

آپؓ کی طبیعت میں مزاح بھی تھا۔حضرت اماں جانؓ کے پاس ایک عورت جنہیں سب اصغری کی اماں کہتے تھے کھانا پکایا کرتی تھیں۔ان کی عادت تھی ہنڈیا میں چمچہ ہلاتی جاتیں اور ساتھ دعا مانگتیں "یا اللہ ساری دنیا کے کھانوں کا مزا میرے حضرت صاحب کے کھانوں میں آجائے۔" اماں جانؓ نے ایک دن ہنس کر کہا "کیوں اصغری کی اماں کیا میرے بھائی کے کھانے کا بھی۔" (حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ جو اس وقت لاہور پڑھتے تھے۔)

اصغری کی اماں جھٹ سے بولیں "ہاں اللہ میاں! بس میاں اسماعیل کے کھانے کا مزا نہ آئے۔"

(سیرت حضرت اماں جانؓ ص:-57.56)

بزم خواتین

حضرت مسیح موعودؑ کا خلق عظیم

برکت بی بی صاحبہ اہلیہ حکیم مولوی رحیم بخش صاحب مرحوم ساکنہ تلونڈی نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ''ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام لیٹے ہوئے تھے اور میں پیر دبا رہی تھی۔ کئی طرح کے پھل لیچیاں، کیلے، انجیر اور خربوزوں میں سے آپؑ نے مجھے بہت سے دیئے۔ میں نے ان کو بہت سنبھال کر رکھا کہ یہ بابرکت پھل ہیں۔ ان کو میں گھر لے جاؤں گی تا کہ سب کو تھوڑا تھوڑا بطور تبرک کے دوں۔ جب میں جانے لگی تو حضور علیہ السلام نے اماں جانؓ کو فرمایا کہ ''برکت کو وائی برنم دے دو۔ اس کے رحم میں درد ہے'' (ایکسٹریکٹ وائی برنم لیکوئڈ ایک دوا رحم کی اصلاح کے واسطے ہوتی ہے) یہ مجھے یاد نہیں کہ کس نے دوا لا کر دی۔ حضورؑ نے دس قطرے ڈال کر بتایا کہ ''دس قطرے روز صبح کو پیا کرو۔'' میں گھر جا کر پیتی رہی... دوا پینے کے بعد حمل ہو گیا تھا جس کا مجھے علم نہ تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور دو اور عورتیں بیٹھی ہیں کہ مجھے حیض آ گیا ہے۔ میں گھبرائی اور تعبیر نامہ دیکھا۔ اس میں یہ تعبیر لکھی تھی کہ ''جو عورت اپنے آپ کو حائضہ دیکھے وہ کوئی گناہ کرتی ہے''۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت رنج ہوا۔ میں نفل پڑھتی اور توبہ استغفار کرتی اور خدا سے عرض کرتی ''یا اللہ! مجھ سے کون سا گناہ ہوا ہے یا ہونے والا ہے؟ تو مجھے اپنے فضل سے بچا'' اور قادیان آئی۔ حضورؑ کے پاؤں دبا رہی تھی کہ میں نے عرض کی ''حضور! مجھے ایک ایسی خواب آئی ہے جس کو میں حضور کی خدمت میں پیش کرنے سے شرم محسوس کرتی ہوں، حالانکہ نہیں آنی چاہئے کیونکہ حضور تو خدا کے بھیجے ہوئے ہیں۔ آپ سے نہ عرض کروں گی تو کس کے آگے بیان کروں گی''۔ پھر میں نے حضورؑ کی خدمت میں وہ خواب بیان کی۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ''وہ کتاب جو سامنے رکھی ہے وہ اٹھا لاؤ'' میں لے آئی۔ آپؑ نے کتاب کھول کر دیکھا اور بتایا کہ ''جو عورت ایسا خواب دیکھے۔ تو اگر وہ حاملہ ہے تو لڑکا پیدا ہوگا اور اگر حاملہ نہیں تو حمل ہو جائے گا''۔ میں نے عرض کی کہ مجھے حضور علیہ السلام کی دعا اور دوا سے حمل ہے''۔ آپؑ نے فرمایا ''اب انشاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا''۔

(از سیرت المہدی جلد دوم مصنف حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے صفحہ 214,215)

''بچوں کے بہانے سے نماز ضائع نہ کیا کرو''

حضرت اماں جانؓ نہ صرف خود نمازوں کی پابندی کرتیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کی تاکید کرتی رہتیں۔ کوئی خاص بات ہوتی، چاہے وہ اپنے لئے ہو یا کسی اور کے لئے، تو سب سے دعا کرواتیں، خاص طور پر بچوں سے ضرور دعا کرواتیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ ''بچے معصوم ہوتے ہیں اس لئے خدا بچوں کی دعا بہت سنتا ہے''۔ ایک واقعہ خان بہادر چوہدری ابوالہاشم خان صاحب کی بیوی نے سنایا کہ ایک دفعہ وہ اپنی پہلی بیٹی کی پیدائش کے بعد حضرت اماں جانؓ کے پاس دعا کے لئے کہنے گئیں۔ نماز کا وقت ہو گیا اور جب اماں جانؓ نماز پڑھ کر دوبارہ واپس آئیں تو ان سے پوچھا لڑکیو! کیا تم نے نماز پڑھ لی؟ انہوں نے جواب دیا۔ ''بچے نے پیشاب وغیرہ کیا ہوا ہے گھر جا کر پڑھیں گے''۔ اس پر فرمایا۔ ''بچوں کے بہانے سے نماز ضائع نہ کیا کرو اس طرح بچے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کی وجہ بنتے ہیں۔ بچہ تو خدا کا انعام ہے''۔

(از سیرت حضرت اماں جانؓ تصنیف صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ صفحہ 22)

حضرت اماں جانؓ کا ادبی ذوق

ایک دفعہ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے طالب علموں میں سے ایک نے جن کا نام مولوی نظام الدین صاحب تھا ایک کاغذ پر روٹی کی شکایت لکھ کر بھیجی جو اندر سے پک کر آئی تھی:۔

اگر روٹی یہی بڑھیا پکاوے کرو رخصت کہ پھر سب گھر کو جاوے
و اِلّا عرض کرنا ہے ضروری کہ ہو روٹی مصفّا اور تنوری

یہ دونوں شعر تو ٹوٹے پھوٹے تھے۔بس جو وہ لکھ سکے لکھ کر بھیج دیا،لیکن حضرت اماں جانؓ نے اسی وقت کاغذ کے پیچھے یہ شعر لکھ کر بھیج دیئے:۔

ہمیں تو ہے یہی بڑھیا غنیمت جو روٹی کو پکا دیتی ہے بروقت
جسے بڑھیا کے ہاتھوں کی نہ بھاوے تو لاوے اس کو جو اچھی پکاوے

(سیرت حضرت اماں جانؓ تصنیف صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ صفحہ نمبر42,43 مرسلہ:۔عتیقہ چیمہ)

لغویات سے بچنے کی تلقین

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”یہ بات نہایت افسوس ناک ہے کہ عورت ہمیشہ لغویات کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔مثلاً بلاوجہ دوسری سے پوچھتی رہتی ہے کہ یہ کپڑا کتنے کا لیا یہ زیور کہاں سے بنوایا اور جب تک اسکی ساری ہسٹری معلوم نہ کر لے اسے چین نہیں آتا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام سُنایا کرتے تھے کہ ایک عورت نے انگوٹھی بنوائی لیکن کسی نے اسکی طرف توجہ نہ کی۔اس نے تنگ آ کر اپنے گھر کو آگ لگا دی۔لوگوں نے پوچھا کچھ بچا بھی؟ اس نے کہا سوائے اس انگوٹھی کے کچھ نہیں بچا۔ایک عورت نے کہا تم نے یہ انگوٹھی کب بنوائی تھی؟ یہ تو بہت خوبصورت ہے۔وہ کہنے لگی اگر یہی بات تم پہلے پوچھ لیتیں تو میرا گھر کیوں جلتا۔یہ عادت عورتوں سے ہی مخصوص نہیں بلکہ مردوں میں بھی ہے۔السلام علیکم کے بعد پوچھنے لگ جاتے ہیں کہاں سے آئے ہو؟ کہاں جاؤ گے؟ کیا کام ہے؟ آمدنی کیا ہے؟ بھلا دوسرے کو اس معاملہ میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ انگریزوں میں یہ کبھی نہیں ہوتا کہ وہ ایک دوسرے سے پوچھیں کہ تُو کہاں ملازم ہے؟ تعلیم کتنی ہے؟ تنخواہ کیا ملتی ہے؟ وہ کبھی کریدنے کا خیال نہیں کرتے۔غرض عورتوں میں یہ لغویت انتہا درجہ کی ہے...مومن لغو کام نہیں کرتا جن لوگوں کو بڑی باتوں کا خیال ہوتا ہے ان کو چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف توجہ کرنے کی بھلا فرصت ہی کب ہو سکتی ہے۔“ ﴿اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ 331،مرسلہ:۔نادرہ رامہ﴾

کام کی باتیں

مبارکہ بقاپوری صاحبہ Dietzenbach نے بتایا ”میں اکثر حضرت اماں جانؓ کے پاس جایا کرتی تھی۔کافی عرصہ مجھے ان کے ساتھ رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔وہ اکثر مجھے بہت مفید نصائح فرماتی رہتی تھیں جن پر عمل کر کے مجھے زندگی میں بہت فائدہ ہوا،اور آج تک وہ نصائح میری زندگی کا بہت اہم حصہ ہیں۔خاص طور پہ شادی کے بعد ان کی نصائح میرے لئے مشعل راہ بنیں جب لڑکی کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں اور ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔وہ اکثر مجھ سے کہا کرتی تھیں کہ ”کسی بھی بات کا کبھی غصہ نہیں کرنا چاہئے۔اگر کوئی ناجائز بات بھی ہو تو تب بھی اس وقت جواب نہیں دینا۔بلکہ خاموشی اور صبر سے کام لینا ہے۔بعد میں آرام سے اور نرمی سے اپنی بات کی وضاحت کرنی چاہئے۔“

پردے کی اہمیت

محترمہ سیدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ حرم ثانی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ پردے کے متعلق حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ ''آپؒ ہر طرح کے پردے کا بہت خیال رکھتے... ایک روز میرے نئے کپڑے سل کر آئے تو ایک قمیض کا گریبان نسبتاً کھلا بن گیا۔ میں نے جب وہ قمیض پہنی تو آپؒ نے فرمایا اس کا گلا کھلا ہے۔ یہ گھر میں تو پہن لو لیکن باہر نہیں پہننا۔ اگلے روز میں تیار ہوئی تو میں نے ایسی قمیض پہنی ہوئی تھی جس کا گلا بند اور ہائی نیک طرز پر تھا۔ آپؒ غسل خانے میں سے باہر آئے تو میں Dressing Room میں کھڑی تھی۔ مجھ پر نظر پڑی تو ایک دم خوش ہو کر فرمایا ''تم نے میری بات کا خیال رکھا'' اور میری اس قمیض کے گلے کو پسند فرمایا... میں کپڑے سلوانے کے لئے ایک انگریزی رسالے میں ڈیزائین دیکھ رہی تھی (جو آپؒ نے مجھے خود دیا تھا) آپؒ پاس بیٹھے ڈاک دیکھ رہے تھے۔ فرمایا ''زیادہ تنگ دھڑنگ ڈیزائین نہ دینا'' درزی نے بعض کپڑے زیادہ ہی کھلے سی دیئے۔ میں نے نقص نکالتے ہوئے انہیں دکھائے تو فرمایا ''اب یہ ایسے ہی پہن لو آئندہ ہدایت دے دینا۔''

(از حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ تصنیف محترمہ سیدہ طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ صفحہ 85،86)

تبرّکات

رنگ کی صفائی اور جگر کے لئے:۔ (یہ نسخہ جات حضرت سیدہ امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی ڈائری سے حاصل کردہ ہیں)

1۔ دودھ میں شہد خالص ایک چائے کا چمچہ یا دو چمچے ملا کر نہار منہ صبح کو پینا فائدہ مند ہے۔

2۔ منقہ اور عناب گیارہ گیارہ دانے رات کو بھگو دیئے جائیں اور صبح چھان کر پیا جائے۔

کمر درد کے لئے:۔ ہلدی تازہ لے کر پیس لی جائے اور چائے کا ایک چمچہ بھر ہلدی کو دودھ میں بگھار کر پیا جائے۔

(از ماہنامہ مصباح ستمبر 2006ء، صفحہ نمبر 27، مرسلہ:۔ عافیہ جاوید صاحبہ، حلقہ Goldstein)

چہرے کے داغ دھبے دور کرنے کے لئے

2010ء میں جب بی بی حلمی صاحبہ انگلینڈ گئی تھیں تو مکرم مومن صاحب کی اہلیہ محترمہ نے ان سے سوال پوچھا تھا کہ ''آپ کی اسکن اتنی اچھی ہے آپ کیا نسخہ استعمال کرتی ہیں''؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ ''جب ان کی شادی ہونے والی تھی تو ان کو چکن پاکس نکل آئے تھے اور عین شادی کے دنوں میں ان کے چہرے پر داغ رہ گئے تھے۔ تو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے ان کو داغ دور کرنے کے لئے یہ نسخہ بتایا تھا''۔

نسخہ:۔ گلاب کے عرق میں مصری اور گندم کے آٹے کا چھان ہم وزن لے کر پیسٹ سا بنا لیں اور منہ پہ لیپ کریں۔ جب یہ ماسک خشک ہو جائے تو ٹھنڈے پانی سے منہ دھو لیں۔ اس کے استعمال سے ان کے چہرے پر کوئی داغ نہیں رہ گیا تھا (یہ نسخہ بی بی حلمی صاحبہ نے لندن میں مکرم مومن صاحب کی اہلیہ محترمہ کو بتایا تھا۔ جنہوں نے بعد میں مجھے فون پہ بتایا)۔

(عابدہ عامر صاحبہ، حلقہ Usingen)

مزیدار پکوان

مکرمہ مبارکہ بقاپوری صاحبہ بتاتی ہیں کہ ”چونکہ میں نے حضرت اماں جانؓ کی پاکیزہ صحبت میں ایک عرصہ گزارا ہے۔اور کئی دفعہ میں نے ان کو کھانا بناتے ہوئے دیکھا۔ان کے دو پکوان مجھے بہت اچھی طرح یاد ہیں میں گھر میں بناتی بھی ہوں۔ بہت انوکھے اور مزیدار ہیں۔

مزیدار کڑھی:۔

حضرت اماں جانؓ کی کڑھی بے حد مزیدار ہوتی تھی۔کڑھی کے اجزاء ویسے ہی ہوتے تھے جیسے ہم گھروں میں بناتے ہیں۔صرف ان کا پکانے کا اور بگھار لگانے کا طریقہ مختلف تھا۔اوران کے اس پکانے کے انداز سے ہی ان کی بنائی ہوئی کڑھی کا ذائقہ بہت مختلف ہوتا تھا۔

حضرت اماں جانؓ کڑھی میں ڈالنے والے تمام اجزاء کو پہلے بھون کر مصالحہ نہیں بنایا کرتی تھیں۔ بلکہ ایک دیگچی میں تمام چیزیں یعنی لسی، بیسن، پیاز کاٹ کر، لہسن سرخ مرچ، ہلدی، نمک، اور ہرا دھنیا ڈال کر چولہے پہ رکھ دیتی تھیں۔اور ہلکی آنچ پہ پکنے دیتی تھیں۔ جب وہ گاڑھی ہو جاتی تھی پھر اس میں پکوڑے بنا کر ڈال دیتی تھیں اور آخر میں اس کڑھی کو یوں بگھار لگاتی تھیں کہ آئل میں ثابت گول سرخ مرچ اور تھوڑا سا زیرہ ڈال کر اس کو اچھی طرح بھون کر براؤن کر لیتی تھیں اور پھر کڑھی میں ڈال دیتی تھیں۔اس انوکھے بگھار سے اس کا ذائقہ اور اس کی شکل بہت خوش نما ہوتے تھے۔

خوش ذائقہ حلوہ:۔

حضرت اماں جانؓ کے ہاتھ کا بنایا ہوا حلوہ بھی بہت منفرد تھا۔حلوے کے اجزاء درج ذیل ہیں:۔

دودھ	ایک کلو
انڈے	پانچ۔چھ عدد
دیسی گھی	ایک ٹیبل اسپون
چینی	حسب ذائقہ
چھوٹی الائچی	دو عدد (توڑ کے)

پکانے کا طریقہ:۔ٹھنڈے دودھ میں انڈے توڑ کے ڈال دیں۔پھر اس میں دیسی گھی، چینی اور چھوٹی الائچی بھی شامل کر دیں۔دودھ میں تمام اجزاء شامل کر کے پھر اس کو چولہے پہ رکھ دیں۔ چمچہ مسلسل چلاتی رہیں۔(جب حضرت اماں جانؓ یہ حلوہ بناتی تھیں میں اکثر ان کے پاس ہوتی تھی۔کئی دفعہ وہ مجھے چمچ چلانے کے لئے کہتی تھیں اور کبھی وہ خود چمچ چلاتی تھیں)۔آخر میں دودھ تھوڑا سا گاڑھا ہو جائے گا اور دانے دار بن جائے گا۔ بہت ذائقے دار اور مزیدار حلوہ تیار ہے۔

بزم ناصرات

بھائی سے محبت

ایک دفعہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے بچپن میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں عرض کی کہ ان کے بھائی صاحبزادہ مرزا مبارک احمدؓ (مرحوم) ان سے ناراض ہو گئے ہیں اور کسی طرح راضی نہیں ہو رہے۔ حضورؑ نے (جو اس وقت ایک کتاب تصنیف فرمارہے تھے) مندرجہ ذیل اشعار لکھ کر دیئے جو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے صاحبزادہ صاحب کے سامنے پڑھ دیئے تو وہ خوش ہو گئے۔

مبارک کو میں نے ستایا نہیں کبھی میرے دل میں یہ آیا نہیں
میں بھائی کو کیونکر ستا سکتی ہوں وہ کیا میری اماں کا جایا نہیں
الٰہی خطا کر دے میری معاف کہ تجھ بن تو ربّ البرایا نہیں

(از ''درثمین'' صفحہ نمبر 99)

حضرت اماں جانؓ کا بچوں سے شفقت کا ایک انداز

حضرت اماں جانؓ بچوں کے ہلکے پھلکے مذاق کا برا نہ مناتی تھیں نہ ہی چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ کرتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت اماں جانؓ کے پاس چار بچیاں آئیں۔ آپؓ اٹھیں اور ان کے لئے چلغوزے لے کر آئیں۔ ان میں جو سب سے چھوٹی بچی تھی۔ وہ شریر تھی۔ وہ اپنی بڑی بہن سے بولی۔ دیکھو طاہرہ! چلغوزے مت کھانا ورنہ اماں جان تمہیں ندیدہ سمجھیں گی۔ حضرت اماں جانؓ اس کی یہ بات سن کر خوب ہنسیں اور بولیں ''میں بالکل تمہیں ندیدہ نہیں سمجھوں گی خوب بے تکلّف ہو کر کھاؤ۔''

(سیرت حضرت اماں جانؓ، تصنیف صاحبزادی امتہ الشکور صاحبہ صفحہ 46، مرسلہ:۔ فریحہ جاوید، Frankfurt)

نظم

(یہ نظم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی بیٹی عزیزہ امتہ المتین صاحبہ کے لئے لکھی تھی)

چوں چوں کرتی چڑیا آئی چونچ میں اپنی تنکا لائی
تنکوں سے اس نے گھونسلہ بنایا پتوں سے پھر اس کو سجایا
پھر اس میں انڈے دینے بیٹھی انڈے دے کر سینے بیٹھی
کچھ انڈے تو کچے نکلے باقی میں سے بچے نکلے!
بچوں نے وہ شور مچایا سارے گھر کو سر پہ اٹھایا
کوئی کہتا اماں کھانا کوئی کہتا پانی پلانا
چڑیا بولی پیارے بچو! غل نہ مچاؤ صبر سے بیٹھو
ابا کام سے آتے ہوں گے دانہ دنکا لاتے ہوں گے
تم سب بیٹھ کے کھانا کھانا پھر سب مل کے سیر کو جانا

(سوانح فضل عمر جلد پنجم صفحہ 392)

بچوں کا جذبۂ تبلیغ

حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ''بچوں میں بھی نہایت مسرت انگیز مثالیں موجود ہیں۔ میرے گھر میں ہر وقت یہی باتیں ہوتی ہیں۔ میرے چھوٹے بیٹے منور احمد نے اپنی اڑھائی سالہ چھوٹی بہن سے کہا ''بی بی! میں تو ہندوؤں کو مسلمان بنانے جانے والا ہوں تم بھی چلو گی''، اس نے کہا ''بھائی مجھے بھی ساتھ لے چلو''۔

(تابعین اصحاب احمد صفحہ 368 جلد نہم)

پیاری ناصرات! درج ذیل خوبصورت واقعہ کا عنوان لکھیں

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت اماں جانؓ کسی چھوٹے گاؤں کی طرف سیر کو نکلیں۔ ساتھ میں دو خادمائیں امام بی بی اور مائی فجو بھی تھیں۔ جب آپؓ گاؤں کی ایک گلی میں سے گزریں تو دیکھا کہ گندی چیتھڑوں میں لپٹی ایک لڑکی بیٹھی ہے اور خربوزوں کے گندے چھلکے منہ میں ڈال رہی ہے۔ آپؓ نے اس کے پاس ٹھہر کر پوچھا "یہ کون ہے"؟ گاؤں کے چند لوگوں نے بتایا کہ یہ یتیم ہے اور گونگی بہری ہے۔ آپؓ نے ایک خادمہ کو حکم دیا کہ اسے اسی طرح لے چلو۔ وہ کوئی چھ سات سال کی ہوگی۔ اسے لے کر قادیان آئیں اور سیدھی لڑکیوں کے اس سکول میں پہنچیں جو اس وقت دارالمسیح میں ہی لگتا تھا۔ اس بچی کا حلیہ اتنا خوفناک تھا کہ وہاں کی سب لڑکیاں اسے دیکھ کر ڈر گئیں اور چیخیں مار کر ادھر ادھر بھاگیں۔ اماں جانؓ ان کی حالت دیکھ کر ہنس پڑیں اور فرمایا "یہ ایک یتیم لاوارث بچی ہے۔ اسے تم نے ہی انسان بنانا ہے اس کا نام حیمی ہے" پھر خود ہی جا کر فینائل، کنگھا، تیل، کپڑوں کا قیمتی جوڑا، جوتی وغیرہ لے کر آئیں اور استانی میمونہ صاحبہ سے کہہ کر اسے نہلایا دھلوایا۔ صاف کپڑے پہنوائے۔ کنگھی، چوٹی کروائی۔ پھر اسے کھانا کھلایا۔ کچھ دنوں میں یہ بچی خدا کے فضل اور اماں جانؓ کی توجہ سے حیوان سے انسان بن گئی۔ تیسرے چوتھے دن اماں جانؓ اسے خود نہلاتیں، جوئیں نکالتیں، کنگھی چوٹی کرتیں۔ جیسے وہ ان کی ہی ہو۔ بچوں میں رہتے رہتے اسے اتنی عقل آ گئی کہ وہ گھر کا کام کاج بھی کرنے لگ گئی۔ جب جوان ہوئی تو اماں جانؓ نے اسے اپنے ہاتھوں سے بیاہ دیا۔

(از سیرت حضرت اماں جانؓ، تصنیف صاحبزادی امتہ الشکور صاحبہ صفحہ : 34،35)

"میں نے اپنے حصے کی ایک ٹافی کھالی ہے"!!!!!!

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بڑی صاحبزادی محترمہ شوکت جہاں صاحبہ حضورؒ کی پرلطف یادوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:۔"ایک دفعہ یوں ہوا کہ میری بہن فائزہ نے سوائے ایک ٹافی کے ڈبے کی ساری ٹافیاں کھالیں اور ان کی جگہ بالکل انہی کی طرح کنکر لپیٹ کر انہیں اس صحیح سلامت اکلوتی ٹافی کے ہمراہ ڈبے میں رکھ کر ڈبہ ابا جان کی میز پر سجایا۔ اور لگے ہاتھوں بڑا سا سوالیہ نشان بھی ڈبے پر لگا دیا۔ پھر اس راز کو ایک ایک کر کے سب سہیلیوں تک پہنچا دیا اور خود بڑی بے تابی سے انتظار کرنے لگیں کہ دیکھئے اب ابا جان کیا کرتے ہیں؟ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتی ہیں کہ ڈبہ اپنی اصل جگہ پر واپس رکھ دیا گیا ہے۔ لیکن اب کی بار اس کے ساتھ ایک پرچہ بھی منسلک تھا جس پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے:۔

"میں نے اپنے حصے کی ایک ٹافی کھالی ہے۔ باقی ٹافیاں آپ کھالیں"

غور سے دیکھا تو وہ اکلوتی ٹافی غائب تھی۔ ابا جان کے ہاتھوں فائزہ کی اس شکست فاش پر اس کی سہیلیوں کی تو باچھیں کھل گئیں اور انہوں نے اسے خوب خوب آڑے ہاتھوں لیا۔"

(از کتاب "ایک مرد خدا" تصنیف آئن ایڈم سن صفحہ نمبر 212،213 مرسلہ:۔ رامین ساہی Neu-Isenburg)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی اردو کلاس کے لطائف

(از ماہنامہ تشحیذ الاذہان جولائی 2001ء صفحہ نمبر 19,20)

☆۔ایک دفعہ ایک بچہ سکول جا رہا تھا اس کے ہاتھ میں کاپی تھی اور سخت پریشان تھا۔ایک بوڑھا تعلیم یافتہ آدمی اس کو راستے میں ملا۔اس نے کہا: کیوں بیٹے سکول جاتے ہوئے اتنے پریشان کیوں ہو؟ لڑکے نے کہا: استاد نے مجھے آج ایک سوال دیا ہے جو بہت مشکل ہے اور میں اس کو حل نہیں کر سکتا۔اس نے کہا: کوئی ایسی بات نہیں یہاں بیٹھو میں ابھی سوال حل کر دیتا ہوں۔اس نے بڑے آرام سے بیٹھ کر سوال پڑھا اور اس کا حل لکھا اور کہا بیٹے یہ لو اور اب آرام سے سکول جاؤ۔دو چار دنوں کے بعد ایک دفعہ پھر بچے اور بزرگ کا آمنا سامنا ہو گیا بچے نے فوراً کاپی پیچھے چھپالی۔بزرگ نے کہا بیٹے تم کاپی کیوں چھپا رہے ہو۔اس نے کہا: میں اس لئے چھپا رہا ہوں کہ پچھلی دفعہ جو آپ نے سوال حل کیا تھا اس کی وجہ سے مجھے کافی مار پڑی تھی۔اور پھر بینچ پر بھی کھڑا ہونا پڑا تھا۔کاپی میں نے اس لئے چھپا لی ہے کہ آپ دوبارہ سوال حل نہ کر دیں۔پہلے جو سوال آپ نے حل کیا تھا اس سے ہی بہت مار پڑ چکی ہے۔

☆۔ایک آدمی دوڑا دوڑا گھر آیا اس کا سانس پھولا ہوا تھا اس نے اپنی بیوی کو کہا مبارک ہو۔میں دوڑ میں جیت گیا۔بیوی نے کہا اچھا ماشاءاللہ بہت خوشی ہوئی۔مگر یہ تو بتائیں آپ کس سے جیتے ہیں؟ خاوند نے کہا میرے پیچھے کتا لگا ہوا تھا میں اس سے جیت گیا ہوں۔گھر میں داخل ہونے سے پہلے کتا پیچھے رہ گیا ہے اور میں اندر داخل ہو گیا ہوں۔

☆ایک استاد نے بچے سے پوچھا ''کل تم سکول کیوں نہیں آئے؟'' اس نے جواب دیا ''استاد صاحب میں گر گیا تھا اور لگ گئی تھی۔'' استاد نے پوچھا ''کہاں گرے تھے اور کیا لگ گئی تھی؟'' شاگرد نے کہا ''میں بستر پر گرا تھا اور آنکھ لگ گئی تھی۔''

☆۔ایک جج نے ڈاکو سے پوچھا ''تمہیں ڈاکہ ڈالتے ہوئے شرم نہیں آتی؟'' ڈاکو نے کہا ''جناب جو ہم نے منہ پہ نقاب پہنا ہوتا ہے شرم ہی کی وجہ سے تو پہنا ہوتا ہے۔''

☆۔ایک بچہ تھا اس سے باپ نے پوچھا کہ ''دو اور دو کتنے ہوتے ہیں''؟ تو اس نے کہا ''چار''۔اس (باپ) نے کہا ''شاباش۔یہ چار چاکلیٹ میں تمہیں دیتا ہوں اب تم نے اتنا اچھا صحیح جواب دیا ہے''۔اس (بچے) نے کہا'' غلطی ہو گئی سولہ ہوتے ہیں''۔
(از ایم۔ٹی۔اے اردو کلاس حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

☆۔ایک بے سرے گانے والے نے دو میڈل لگائے ہوئے تھے۔ایک چھوٹا سا تھا اور ایک بہت بڑا تھا۔لوگوں نے پوچھا ''بھئی یہ دو میڈل کیسے ہیں؟ ایک چھوٹا ہے ایک بڑا ہے۔'' گویّے نے کہا۔''جب میں نے گانا شروع کیا تھا تو چھوٹا میڈل ملا تھا۔جب ختم کیا تو بڑا میڈل ملا۔لوگوں نے کہا شکر ہے اس نے پیچھا چھوڑ دیا ہے۔''

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

ہم اپنے تمام محترم قارئین کو خوش آمدید کہتے ہیں، اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔

محترمہ بشریٰ حنیف صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ ہالینڈ تحریر کرتی ہیں:۔ سیرت صحابیاتؓ سے مزین اس رسالہ کے سرورق اور مضامین کی خوبصورتی نے رسالے کو چار چاند لگا دیئے اللہ تعالیٰ ٹیم کی کوششوں میں برکت عطا فرمائے آمین۔

محترمہ نجمہ احمد صاحبہ انچارج لجنہ سیکشن لندن تحریر کرتی ہیں:۔ رسالہ کے مضامین میں ایسی روانی اور سلاست ہے کہ ایک مرتبہ کھولا تو پھر آدھ گھنٹہ تک اس سے سر نہیں اٹھا سکی۔ ماشاء اللہ۔ دعا ہے کہ صحابیاتؓ کی سیرت مبارکہ سے متعلق مواد ہم سب اور نوجوان بچیوں کے لئے مشعل راہ ہو اور ہم ان کے نقش قدم پر زندگیوں کو گزارنے کے نتیجہ میں دینی اور اخروی جنتوں کی وارث ٹھہریں۔ آمین

مکرم حافظ مظفر عمران صاحب سابق صدر خدام الاحمدیہ تحریر کرتے ہیں:۔ ماشاء اللہ بڑے احسن رنگ میں سیرت صحابیات آنحضرت ﷺ بیان کی گئی ہے اللہ تعالیٰ تمام کام کرنے والی معاونات کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ آپ کی خدمت میں تجویز ہے کہ سیرت صحابیات حضرت مسیح موعودؑ پر بھی ایک رسالہ لکھا جائے تا کہ صحابیات حضرت مسیح موعودؑ کی زندگیوں کے درخشاں پہلو احباب جماعت کے سامنے آسکیں اور آخرین کو اولین سے ملنے کی پیشگوئی کے مصداق بننے والی صحابیات کی سیرت سے احباب جماعت اپنے علم و ایمان میں اضافہ کر سکیں۔

جواب:۔ جزاکم اللہ یہ بات ہمارے ذہن میں بھی ہے۔ انشاء اللہ آئندہ آنے والے کسی "خدیجہ رسالہ" کا نمبر اسی کے تحت ہوگا۔

مکرم حمید اللہ ظفر صاحب نیشنل سیکرٹری تحریک جدید جرمنی لکھتے ہیں:۔ ماشاء اللہ عمدہ کوشش ہے۔ اس طرح کی مثالی کوششیں ایک وقت لجنہ اماء اللہ کراچی کے ذریعہ ہوتی رہیں لیکن اب اللہ کے فضل سے جرمنی کی لجنہ اماء اللہ نے وہ جگہ لے لی ہے شہداء نمبر کے بعد اتنی جلدی ایک ایسی علمی دستاویز کا مل جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جرمنی کی لجنہ اماء اللہ اس میدان میں ایک شایان شان حیثیت حاصل کر رہی ہیں۔

مکرم مقصود احمد علوی صاحب معلم جماعت احمدیہ جرمنی:۔ رسالہ خدیجہ کے بارہ میں اپنی رائے دیتے ہیں۔ خاکسار کا ہمیشہ یہ موقف رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری خواتین ہر میدان میں بہت محنت اور لگن سے اپنے فرائض سرانجام دیتی ہیں۔ اس رسالہ کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ودیعت کی گئی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے شعبہ اشاعت کی کارکنات نے اس پر بھی بہت محنت کی ہے۔ ایسے موضوعات پر لکھنے کی ہمیں ہمیشہ ضرورت رہتی ہے تا کہ ان بزرگ ہستیوں کے پاکیزہ نمونوں سے سبق لے کر ہم انہیں اپنی زندگیوں کا حصہ بنا سکیں۔ خاکسار اس رسالہ کے حوالے سے چند اہم امور کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہے یہ ایک تعمیری تنقید ہے جس کا مقصد صرف یہ ہے ہمارے کاموں میں مزید بہتری اور نکھار پیدا ہو۔
☆ میرے نزدیک ٹائٹل پیج کی گرافک مزید بہتر ہوسکتی تھی۔ پورا صفحہ خالی خالی سا لگتا ہے۔ ☆۔ مجلس ادارت میں "زیر نگرانی نیشنل صدر لجنہ امتہ الحی احمد" لکھا ہے خاکسار کی رائے میں پہلے نام آنا چاہئے پھر عہدہ۔ نام سے پہلے محترمہ ہونا چاہئے۔ ☆۔ مضامین کے عنوانات مختصر ہونے چاہئیں وغیرہ۔

جواب:۔ اس کے علاوہ مکرم علوی صاحب نے چند مزید باتوں کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ جس کے لئے "خدیجہ رسالہ" کی ٹیم ان کی شکر گزار ہے کہ انہوں نے محنت سے تمام رسالہ کا مطالعہ کیا اور مفید مشوروں سے نوازا جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ ہم انشاء اللہ ان کی روشنی میں رسالہ کو بہتر کرنے کی کوشش کریں گے۔

مکرم مظفر احمد صاحب سیکرٹری ایم۔ٹی۔اے جرمنی لکھتے ہیں:۔ماشاءاللہ رسالہ کا معیار نہ صرف ظاہری پرنٹنگ وڈیزائنگ بلکہ اپنے مضامین، مواد وروح کے اعتبار سے نہایت ہی اعلیٰ ہے اللھم زدفزد۔ اللہ تعالیٰ اس کے بہترین نتائج ظاہر فرماتا چلا جائے۔آمین

محترمہ مبارکہ شاہین صاحبہ بینز ہائم سے لکھتی ہیں۔خدیجہ رسالہ کا نیا شمارہ ''سیرت صحابیات آنحضرت ﷺ'' ملا الحمدللہ بہت ہی قابل رشک، قابل تقلید و پراز معلومات تھا۔ بے شک ایسے رسالہ کی بہت ضرورت تھی کہ جس میں آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہراتؓ، صحابیاتؓ اور صاحبزادیوںؓ کی سیرت کے متعلق یکجا طور پر پڑھنے کو ملتا۔اس شمارے نے بہت حد تک اس ضرورت کو پورا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ تمام ٹیم کو اس کار خیر کا بہترین اجر عطا فرمائے آمین۔

محترمہ عظمیٰ احمد صاحبہ گنز ہائم سے تحریر کرتی ہیں:۔رسالہ پڑھ کر خوشی ہوئی صحابیات رسول ﷺ اور امہات المومنینؓ کا ذکر خیر بڑے اچھے انداز میں بیک وقت دو زبانوں میں ہمیں مہیا کیا جس کے لئے تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔ایک مشورہ دینا چاہتی ہوں کہ رسالے میں گھریلو ٹوٹکے اور دیسی نسخہ جات جو آزمودہ ہوں شامل کئے جائیں۔ کچھ شعر وشاعری کے لئے زیادہ صفحے مقرر کریں اور ہمیں لکھیں تاکہ ہم آپ کو اپنے پسندیدہ شعر لکھ کر بھیجیں۔

جواب: جزاکم اللہ احسن الجزاء۔عرض ہے کہ ''رسالہ خدیجہ'' آپ کا اپنا رسالہ ہے۔اس میں جو باقاعدہ سلسلے مثلاً شعروشاعری، بزم خواتین، اذکروا موتاکم اور آپ کی رائے کے تحت جب بھی قارئین کی طرف سے کوئی مواد موصول ہوتا ہے ہمیں بے حد خوشی ہوتی ہے اور اس کو شائع کرنے کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔اس کے علاوہ ہر رسالے میں اگلے رسالے کا موضوع بتا کر قلمی تعاون کی درخواست بھی کی جاتی ہے۔

مکرمہ در ثمین احمد صاحبہ باد مارین برگ سے لکھتی ہیں:۔سب سے پہلے تو رسالہ کا ٹائٹل دیکھتے ہی دل خوش ہوگیا۔ جب جلدی سے رسالہ کھولا تو مضامین دیکھ کر مزید دلی مسرت ہوئی۔نایاب، ایک سے بڑھ کر ایک مضمون، خوبصورت اندازِ بیان اور حسین صورتِ ترتیب اور خاص کر رسالے کی رنگینی نے اس شمارے کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔مکرم ہدایت اللہ صاحب کے متعلق تمام مضامین میں ان کی بیٹیوں اور ان کی اہلیہ کی والہانہ محبت جھلکتی ہے۔مکرم نیشنل امیر صاحب کے انٹرویو سے بھی ہبش صاحب کی عظیم شخصیت کا پتہ چلتا ہے۔میرے دل میں بھی حسرت پیدا ہوئی کہ کاش میں ایک مرتبہ اپنے بچوں کو ان سے ملواتی۔آپ بلاشبہ ایسے انسان تھے جنہوں نے اپنے قول و فعل سے ثابت کیا کہ آپ ایک سچے مسلمان اپنے آقا آنحضرت ﷺ کے سچے غلام اور خلافت کے سچے شیدائی تھے۔

مکرم حمید احمد خالد صاحب بینز ہائم سے اپنی رائے دیتے ہیں:۔ ماشاءاللہ ہر شمارہ پہلے سے بہتر ہوتا ہے کیا اپنے ظاہری گیٹ اپ اور کیا مضامین کے انتخاب کے لحاظ سے۔اللہ تعالیٰ تمام ممبرات کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ رسالہ کے ہر مضمون کا بغور مطالعہ کریں اور صحابیاتؓ کے نقشِ قدم پر چل کر اپنے گھروں کو جنت بنائیں آمین۔

محترمہ زینت حمید صاحبہ گنز ہائم سے لکھتی ہیں:۔سب کو سلام اور نئے سال کی مبارک۔شہداء نمبر کے بعد نہایت ہی خوبصورت صحابیاتؓ نمبر نکالنے پر دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔اللہ تعالیٰ محنت کرنے والی تمام بہنوں کو بہترین اجر عطا فرمائے۔اور ہم سب کو ان مبارک ہستیوں کی حیات طیبہ سے استفادہ کی توفیق بخشے اور اللہ کرے کہ یہ رسالہ روز افزوں ترقی کی منازل طے کرتا چلا جائے۔آمین اللھم آمین۔

مکرمہ فوزیہ ارشد صاحبہ کوبلنس سے تحریر کرتی ہیں:۔سیرت صحابیاتؓ پڑھ کر آپ کی کوششوں کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلیں۔خاکسار کچھ بیمار ہے۔کھانا وقت پر نہ کھاؤں تو طبیعت خراب ہوجاتی ہے لیکن جس روز میگزین ملا رات دو بجے ہوش آئی کہ کھانا بھی کھانا ہے۔نہایت ہی پر مغز مضامین پڑھنے کو ملے جس کی نوجوان نسل کے علاوہ ہمیں بھی جستجو تھی۔اس کے لئے آپ کے شکر گزار ہیں۔

جواب:۔حوصلہ افزائی کے لئے شکریہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وسلامتی سے رکھے۔آمین

مکرمہ سلمیٰ منیر باجوہ صاحبہ مہدی آباد سے لکھتی ہیں۔خدیجہ رسالہ اپنے معیار کے اعتبار سے بفضل تعالیٰ ہر پہلو سے ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ تازہ شمارہ ''صحابیاتؓ نمبر'' ملا۔ بلاشبہ یہ ایک عظیم قلمی شاہکار ہے۔جس میں ان پاکیزہ ہستیوں کی مطہر زندگی کے ایمان افروز واقعات، انکی دین حق سے

وفاداریاں، راہ مولا میں قربانیاں اور آنحضرت ﷺ کے قدموں میں اپنی جان نچھاور کرنے کے تاریخی حوالہ جات اور ان مقدس وجودوں کے عظمت کردار کو پڑھ کر پڑھنے والے آپکو دعائیں دیئے بغیر آگے نہیں گزر سکیں گے۔ بعض مضامین تو اس قدر دلچسپ اور پرکشش ہیں کہ ایک بار نہیں بلکہ یوں کہنا حقیقت کے زیادہ قریب ہے کہ

سو بار پڑھا ہر بار نیا لطف اٹھایا ہم نے۔

رسالہ کا کاغذ بہت وزنی ہے جس سے اسکو پڑھتے وقت خاصا تردد کر کے اٹھانا پڑتا ہے۔ اسکا سائز بھی بہت بڑا اور جلد تھکا دینے والا ہے۔ ٹائٹل پیج پر دونوں طرف ایک ہی تصویر کی بجائے دو مختلف تصاویر ہوتیں تو زیادہ افادیت کا باعث بنتیں۔ رسالہ خدیجہ اس قدر مفید اور دلربا ہے کہ بیرون از جرمنی بھی اس کی مانگ اور مطالبے بڑھ رہے ہیں اس لئے بہت مناسب ہوگا اگر آپ اسکو آن لائن کر دیں۔

جواب:۔ جزاکم اللہ رسالہ کی پسندیدگی اور نیک تمناؤں کا شکریہ۔ بیرون از جرمنی بذریعہ ڈاک بھجوانے کی کوشش کی جاسکتی ہے لیکن فی الحال اس کو آن لائن کرنا مشکل ہے۔ البتہ اس رسالہ سے پہلے والے رسالوں کو آن لائن کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے چند کتابت کی غلطیوں کی بھی نشاندہی کی ہے۔ جس کے لئے خدیجہ رسالہ کی ٹیم آپ کی شکرگزار ہے۔

خدیجہ کی پرانی قاری سکینہ یوسف بلوچ لکھتی ہیں:۔ ماشاءاللہ ایک اتنا وسیع لفظ ہے کہ ہر خوبصورتی کا احاطہ کر لیتا ہے بعینہٖ جب 2011/10ء خدیجہ کا سیرت صحابیاتؓ نمبر نظروں کے سامنے آیا تو ہم بے اختیار ماشاءاللہ، ماشاءاللہ پکار اٹھے۔ سرورق پر صرف ایک تصویر ہی نہیں تھی، بلکہ ایک مکمل کہانی ایک لازوال سچ حسین وجمیل مسجدِ نبوی محبوب کائنات کی شان کا اظہار اور واحد لاشریک ربّ کی عظمت ومحبت کا منہ بولتا ثبوت بنی ہوئی تھی۔ خدا تعالیٰ کے مامور جب خدائی نور پا کر پیش گوئیاں کرتے ہیں تو اُنکی زبان سے نکلے الفاظ لازوال سچ بن کر ثابت ہوتے ہیں۔ وقت کے تناظر میں آپ نے خدیجہ کے سرورق اور پس ورق پر جو تصویر لگائی ہے۔ گہری نظر سے سوچنے والے نیلے آسمان پر روئی جیسے سفید بادل دیکھ کر بے تحاشا سبحان اللہ والحمدللہ۔ **اللھم صل علی محمد وعلی الِ محمد** کہہ اٹھے۔ آگے بڑھتے ہوئے مضامین کی فہرست پر نظر دوڑائی۔ ماشاءاللہ ایک سے بڑھ کر ایک علم وعرفان کا نور لئے ہوئے مضامین ہمارے لیے مشعلِ راہ اور ہمارے دلوں کی تسکین اور ہمارے ایمان میں اضافہ کر رہے تھے۔ مضامین بہتر سے بہترین کی جانب رواں دواں نظر آئے۔ جسے ایک لڑی میں موتی پروئے ہوں۔ ناصرات الاحمدیہ کا صفحہ بھی وقت کی اہم ضرورت اور بہترین اضافہ ہے۔

''خدیجہ رسالہ'' کی تمام ٹیم ان قارئین کی شکرگزار ہے۔ جو نہ صرف ''خدیجہ رسالہ'' ملاحظہ کرتے ہیں بلکہ اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر ہمیں اپنی رائے اور دعاؤں کے تحائف بھی بھجواتے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ آپ لوگوں کی تعمیری رائے سے ہماری راہنمائی ہوتی ہے اور کام میں مزید بہتری آتی ہے۔ لیکن جب کوئی قاری بہن ہمیں یہ بتائیں کہ رسالہ سے یہ فائدہ حاصل ہوا ہے تو ہمیں لگتا ہے ہم نے کوئی فائدہ مند کام کیا ہے ہمیں آئندہ بھی آپ کی ایسی ہی تعمیری آراء کا انتظار رہے گا۔ انشاءاللہ

اس کے علاوہ معیاری مضامین، کام کی باتیں، پسندیدہ اشعار، آزمودہ نسخے، اقتباسات، جنرل نالج وغیرہ وغیرہ بھجوا کر تعاون فرمائیں جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی یاد رکھیں۔ خدا حافظ

والسلام

خاکسار

مدیرہ

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار

حضور اقدس سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ فرمودہ 28رستمبر 2012ء میں فرماتے ہیں:۔

''ہمارا کام ہے کہ زیادہ سے زیادہ کوشش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔اس کے لئے مختصر اور بڑی جامع کتاب Life of Mumammad saw یا دیباچہ تفسیر القرآن کا سیرت والا حصہ ہے،اس کو ہر احمدی کو پڑھنا چاہیے۔اس میں سیرت کے تقریباً تمام پہلو بیان ہو گئے ہیں۔...اور پھر اپنے ذوق اور شوق اور علمی قابلیت کے لحاظ سے دوسری سیرت کی کتابیں بھی پڑھیں اور دنیا کو مختلف طریقوں سے،رابطوں سے،مضامین سے،پمفلٹ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن واحسان سے آگاہ کریں۔اللہ تعالیٰ اس اہم کام اور فریضے کو سرانجام دینے کی ہر احمدی کو توفیق عطا فرمائے۔...(آمین)

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی اور سیرت طیبہ پر مشتمل درج ذیل کتب شعبہ اشاعت جرمنی سے دستیاب ہیں

سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
مصنف حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ

نبیوں کا سردارؐ
مصنف حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ
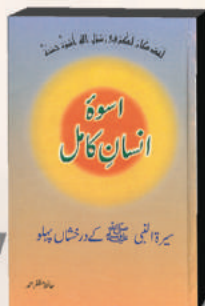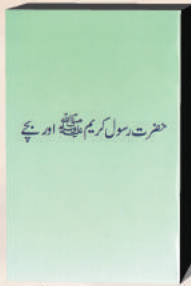
اسوۂ انسان کامل
مصنف حافظ مظفر احمد

سوانح عمری
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بانی اسلام
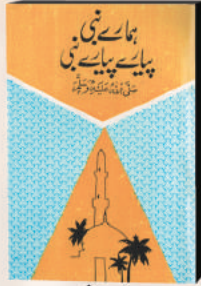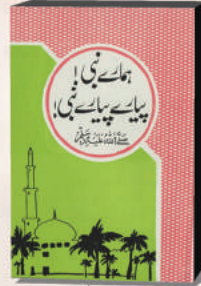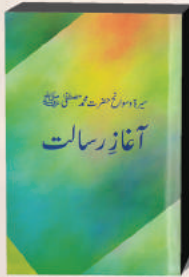
شمائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہمارے نبی
پیارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
ہمارے نبی
پیارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بچے
سیرۃ وسوانح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
انسانی جواہرات کا خزینہ
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن
سیرۃ وسوانح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
مشاغل تجارت اور حضرت خدیجہؓ سے شادی
سیرۃ وسوانح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
آغازِ رسالت
سیرۃ وسوانح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
شعبِ ابی طالب وسفر طائف
سیرۃ وسوانح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
دعوت الی اللہ اور ہجرت حبشہ
سیرۃ وسوانح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
ہجرت مدینہ ومدینے میں آمد
مندرجہ بالا کتب شعبہ اشاعت جرمنی
Genferstr.11
60437 Frankfurt am Main
Tel: 069-50 688 600
سے دستیاب ہیں
اس کے علاوہ یہ تمام کتب آپ گھر بیٹھے آن لائن اس ایڈریس سے بھی منگوا سکتے ہیں
http://www.verlagderislam.de
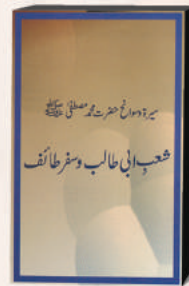
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عالی مرتبت خاندان کے بارہ میں الہام اور فرمودات

قریباً اٹھارہ برس سے ایک یہ پیشگوئی ہے کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الصِّھْرَ وَالنَّسَبَ

ترجمہ: ''وہ خدا سچا خدا ہے جس نے تمہارا دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سیّد تھے کیا اور خود تمہاری نسب کو شریف بنایا جو فارسی خاندان اور سادات سے معجون مرکّب ہے''

(ازتذکرہ صفحہ نمبر 30 ایڈیشن ہفتم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

یہ بات میرے اجداد کی تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک دادی ہماری شریف سادات خاندان سے اور بنی فاطمہ میں سے تھی۔ اس کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کی اور خواب میں مجھے فرمایا کہ

''سَلْمَانُ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ عَلٰی مَشْرَبِ الْحَسَنِ.''

(ازتذکرہ صفحہ نمبر 314 ایڈیشن ہفتم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے خاندان کے بارہ میں مزید فرماتے ہیں:۔

''جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہو گی اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔''

(ازتذکرہ صفحہ نمبر 31 ایڈیشن ہفتم)